سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی مایہ ناز عربی تصنیف کا اردو ترجمہ

مع اضافات

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دارالاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون 2631861

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مئی ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : ۵۵۱ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……ملنے کے پتے……

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

lamic Books Centre
9-121, Halli Well Road
lton BL 3NE, U.K

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

ARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212 U.S.A

فہرست عنوانات سیرت حلبیہ اردو

سریۂ قرّاء بہ سوئے بئر معونہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس ابو عامر مالک ملاعب الاسنہ آیا۔ اس کو ملاعب الرماح بھی کہا جاتا تھا۔ یہ شخص بنی عامر کا سردار تھا اور اس کو ابو براء بھی کہتے ہیں۔ براء میں الف پر مد ہے۔ بنی عامر کے لوگ دشمن خدا عامر ابن طفیل کے قبائلی چچا ہوتے تھے۔

ابو عامر مشرک کا ہدیہ...... غرض ابو عامر نے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو دو ترکش اور دو سواریاں یعنی اونٹنیاں ہدیہ پیش کیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"میں کسی مشرک کا ہدیہ نہیں لوں گا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ مجھے مشرکوں کے ہدیہ لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔!"

حضور ﷺ سے تبرک و شفا کی درخواست...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ابو عامر نے آنحضرت ﷺ کو ایک گھوڑا ہدیہ بھیجا تھا اور پیغام بھیجا تھا کہ میں درد و تکلیف میں مبتلا ہوں اس لئے مجھے کوئی چیز بھجوا دیجئے جس سے میری تکلیف جاتی رہے۔ (یعنی غیر مسلم ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ پر اعتقاد کا یہ عالم تھا)

رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک برتن میں شہد بھیجا اور کہلایا کہ اسے کھائے شفا حاصل ہو گی ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ بھی کہلایا کہ مشرک کا تحفہ لینے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔

یہاں جس لفظ کا ترجمہ تحفہ کیا گیا ہے وہ لفظ حدیث میں زبد ہے جس کے معنی مکھن یا مسکہ کے ہیں۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ حدیث میں جو لفظ زبد ہے (اس کی اصل وہی لفظ زبد ہے جس کے معنے مسکہ کے ہیں کیونکہ مراد یہ ہے کہ مجھے مشرکوں کو خوش رکھنے یا ان کے ساتھ لچک دار معاملہ کرنے سے منع کیا گیا ہے (اس کی اصل اردو میں موجود ہے اگرچہ اردو میں یہ ایک گھٹیا محاورہ ہے یعنی کسی کو خوش کرنے کے لئے مسکہ لگانے کا کلمہ بولا جاتا ہے) عربی میں اس کو مداہنت بھی کہتے ہیں کہ یہ لفظ دہن سے نکلا ہے جس کے معنی تیل کے ہیں۔ لہٰذا مداہنت کو چکنا کرنے یا تیل لگانے کے معنی میں لیکر مراد وہی نکلتی ہے کہ کسی کو خوش کرنے کی کوشش کرنا اور اس کیساتھ نرم معاملہ کرنا)

ابو عامر کے سلسلے میں دو روایتیں گزری ہیں۔ایک کے مطابق وہ خود آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کو ترکش اور سواریاں ہدیہ میں پیش کیں جنہیں آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔دوسری کے مطابق ابو عامر خود نہیں آیا بلکہ اس نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں گھوڑا بھیجا۔غالباً یہ دونوں واقعات علیٰحدہ ہیں اور گھوڑا بھیجنے کا واقعہ دوسرا یعنی اسکے خود آنے کے بعد کا ہے۔مگر یہ احتمال بھی ہے کہ پہلے کا ہو جو زیادہ قرین قیاس ہے۔واللہ اعلم۔

ابو عامر کی اسلام سے محرومی...... غرض جب ابو عامر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور اسے دین کی دعوت دی مگر وہ مسلمان نہیں ہوا اگرچہ وہ اسلام سے بہت دور نہیں تھا (یعنی اسلام کو جانتا پہچانتا اور اس کی سچائی سمجھتا تھا) چنانچہ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ پیغام نہایت اچھا اور شریفانہ ہے۔!"

مبلغین کے لئے درخواست...... صحیح روایت کے مطابق وہ مسلمان نہیں ہوا۔مگر بعض علماء نے ابو عامر کو صحابہ میں شمار کیا ہے (اور ان کی رائے کے مطابق وہ مسلمان ہو گیا تھا) غرض اس کے بعد ابو عامر نے آپ ﷺ سے عرض کیا "اے محمد ﷺ! بہتر ہو کہ آپ اپنے کچھ صحابہ کو نجد والوں کی طرف بھیج دیں جہاں بنی عامر اور بنی سلیم آباد ہیں۔وہ لوگ نجد والوں کو آپ کے دین کی تبلیغ کریں اور دعوت دیں مجھے امید ہے کہ نجد کے لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں گے اور کامیابی ہوگی۔"

حضور ﷺ کا تامل...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"مجھے صحابہ کے متعلق نجد والوں کی طرف سے خطرہ ہے۔" ابو براء یعنی ابو عامر نے کہا۔

ابو عامر کی ذمہ داری و پناہ...... "میں ان کو پناہ دیتا ہوں وہ لوگ میری پناہ اور میری ذمہ داری میں ہوں گے اس لئے اب آپ ﷺ ضرور اپنے صحابہ کو وہاں بھیجئے کہ وہ لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیں۔!"

اس کے بعد (جب صحابہ کا جانا طے ہو گیا تو) خود ابو براء پہلے ہی نجد کی جانب روانہ ہو گیا وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ میں نے محمد ﷺ کے صحابہ کو پناہ دے دی ہے (یعنی اب ان کے مقابلے پر آنے کا مطلب میرے مقابلے پر آنا ہے)۔

منذر کے ساتھ جماعت مبلغین...... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد میں تبلیغ کے لئے حضرت منذر ابن عمرو کو چالیس آدمیوں کے ساتھ۔اور ایک روایت کے مطابق ستّر آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔حافظ دمیاطی نے صرف ستّر کی تعداد ہی لکھی ہے کیونکہ صحیح بخاری کی روایت میں یہی تعداد ہے۔نیز ایک قول تیس آدمیوں کا بھی ہے۔جو سب کے سب نہایت عابد و زاہد اور بہترین مسلمان تھے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ قول صرف ایک وہم ہے۔نیز یہ کہ ستّر اور چالیس کے دونوں اقوال میں موافقت ممکن ہے۔کہ ان کی تعداد تو ستّر ہی ہو مگر ان میں سے چالیس صحابہ تو اونچے درجہ کے اور سر کردہ ہوں اور باقی حضرات ان کے تابع ہوں۔

یہ زاہد و متقی بندے...... چونکہ یہ حضرات ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت اور درس میں مشغول رہتے تھے اس لئے اس جماعت کو قراء یعنی قاریوں کی جماعت کہا جاتا تھا ان کا معمول تھا کہ شام ہوتے ہی یہ مدینہ کے ایک حصہ میں جمع ہو جاتے جہاں نمازیں پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس کے پڑھانے میں مشغول رہتے۔اس کی وجہ سے اس حصے کے لوگ یہ سمجھتے کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور مسجد والے یہ سمجھتے کہ وہ

اپنے گھر والوں کے پاس ہیں۔

صبح کو یہ حضرات میٹھا پانی ڈھو کر لاتے لکڑیاں چُنتے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے حجروں پر لاتے۔ بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ یہ لوگ دن میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اور راتوں کو قرآن کریم کے درس و قرأت میں مشغول رہتے تھے۔ لکڑیاں بیچ کر یہ حضرات اصحاب صُفّہ کے لئے کھانا خریدا کرتے تھے۔

بہر حال روایات کے اس اختلاف سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے کسی روز یہ لوگ دن میں لکڑیاں چنتے ہوں اور کسی روز صبح سویرے چنتے ہوں۔ اور یہ کہ ان میں سے کچھ لوگ ایک کام کرتے ہوں اور دوسرے دوسرا کام کرتے ہوں۔ ان ہی قراء حضرات کو آنحضرت ﷺ نے اہل نجد کی تعلیم کے لئے بھیجا ان میں حضرت عامر ابن فہیرہؓ بھی تھے۔

روانگی...... آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک مکتوب بھی لکھ کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بئر معونہ یعنی معونہ کنویں پر جا کر ٹھہرے۔ یہ بئر معونہ بنی عامر کے علاقہ اور بنی سلیم کی سر زمین کے درمیان میں تھا۔ بنی سلیم کے علاقے کو حرّہ کہا جاتا تھا جہاں سیاہ رنگ کے پتھر بکثرت تھے۔

عامر کے پاس قاصد...... یہاں قیام کر کے ان حضرات نے حرام ابن ملحان کو جو حضرت انسؓ کے ماموں تھے آنحضرت ﷺ کا خط دے کر دشمن خدا عامر ابن طفیل لعنہ اللہ کے پاس بھیجا جو بنی سلیم کا سردار اور سر غنہ تھا۔ ایک روایت کے الفاظ میں وہ بنی عامر کا سر گروہ تھا اور ابو براء عامر ابن مالک کا بھتیجا تھا جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

قاصد کا قتل...... جب حرام ابن ملحان آنحضرت ﷺ کا گرامی نامہ لے کر عامر ابن طفیل کے پاس پہنچے تو اس نے خط کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا بلکہ اس نے یہاں تک سر کشی کی کہ حضرت حرام کو قتل کر دیا۔ جب حرام ابن ملحان وہ خط لے کر عامر کے پاس پہنچے تو انہوں نے وہاں موجود لوگوں سے کہا۔

"اے بئر معونہ کے لوگو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں اس لئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔!"

اسی وقت ایک شخص خاموشی کے ساتھ حضرت حرام کے پیچھے سے آیا اور اس نے ان کے پہلو میں نیزہ مارا جو ان کے دوسرے پہلو سے پار ہو گیا۔ اس وقت حضرت حرام نے بلند آواز سے کہا۔

"اللہ اکبر۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب و کامران ہو گیا۔!"

اسی وقت عامر ابن طفیل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح اور ان کا خون ان کے چہرے اور سر پر مل دیا۔ پھر اس نے بنی عامر کو باقی صحابہ کے قتل کرنے کے لئے جوش دلانا چاہا مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا (کیونکہ عامر کے چچا ابو براء نے ان صحابہ کو اپنی پناہ دینے کا اعلان کیا تھا) بنی عامر نے ابن طفیل سے کہا۔ "نہ ہم ابو براء کی حیثیت خراب کریں گے اور نہ اس کے وعدے اور پناہ کو جھوٹا بنا سکتے ہیں اس نے ان مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ان کو پناہ دی ہے۔!"

بنی سلیم کے ہاتھوں بقیہ صحابہ کا قتل...... اس پر عامر ابن طفیل نے بنی سلیم کے قبائل کو بھڑکانے کی کوشش کی کہ وہ صحابہ پر حملہ آور ہوں۔ حافظ دمیاطی نے بنی سلیم کے ان خاندانوں کے نام عصیہ رعل اور ذکوان لکھے ہیں۔ بعض علماء نے ان میں بنی لحیان کا اضافہ بھی کیا ہے مگر بعض علماء نے بنی لحیان کے متعلق کہا ہے کہ اس جگہ ان کا ذکر نہیں ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ یہاں ان قبائل بنی سلیم کے ساتھ جس نے بنی لحیان کا بھی ذکر کیا ہے اس کو یہ مغالطہ اس لئے ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان قبائل کے لئے جب بد دعا فرمائی تو اس میں بنی لحیان کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ حالانکہ آگے بیان ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے بددعا میں بنی لحیان کو اس لئے شامل فرمایا تھا کہ آپ کو اصحاب رجیع اور اصحاب بئر معونہ کے قتل کی خبریں ایک ہی دن ملی تھیں اور بنی لحیان۔ اصحاب رجیع کے قاتل تھے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے ان دونوں واقعات پر ظالموں کے خلاف ایک ہی مرتبہ میں بد دعا فرمائی۔ واللہ اعلم۔

زندہ بچ جانے والے...... غرض عامر کی پکار پر یہ قبائل یعنی عصبہ، رعل اور ذکوان فوراً آگئے (اور صحابہ کو قتل کرنے پر تیار ہوگئے) اس کے بعد یہ لوگ مسلمانوں کی طرف بڑھے اور انہوں نے صحابہ کے پڑاؤ کو گھیر لیا جب مسلمانوں نے یہ صورتحال دیکھی تو وہ فوراً تلواریں سونت کر مقابلہ پر آگئے آخر لڑتے لڑتے ایک ایک مسلمان شہید ہوگیا البتہ حضرت کعب ابن زید زندہ بچ گئے کیونکہ (زخمی ہو کر گرنے کے بعد) ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی رہ گئی تھی (اور دشمن انہیں مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے) بعد میں انہیں میدان سے اٹھایا گیا (وہ تندرست ہو کر اس کے بعد غزوۂ خندق تک زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے)

اسی طرح حضرت عمرو ابن امیہ ضمری اور ایک تیسرے شخص بھی زندہ بچ جانے میں کامیاب ہوگئے کیونکہ یہ دونوں ادھر ادھر گئے ہوئے تھے۔ جب مشرکوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد اور دعا کی۔

"اے اللہ! ہمارے پاس تیرے سوا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو ہماری طرف سے تیرے رسول تک اسلام پہنچادے پس تو ہی آنحضرت ﷺ تک ہمارا اسلام پہنچادے۔!"

آنحضرت ﷺ کو آسمانی اطلاع...... اسی وقت جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی اور آپ ﷺ نے اسی وقت فرمایا وعلیھم السلام یعنی ان پر بھی سلام ہو۔ ایک روایت کے مطابق اس موقعہ پر مسلمانوں نے ان الفاظ میں اللہ سے دعا کی تھی کہ۔ "اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ اطلاع پہنچادے کہ ہم تجھ سے مل گئے پس ہم تجھ سے راضی ہوگئے اور تو ہم سے راضی ہوگیا۔!"

خطبہ میں واقعہ کا بیان...... جب رسول اللہ ﷺ کو آسمان سے اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر صحابہ سے فرمایا۔

"تمہارے بھائی مشرکوں سے دوچار ہوگئے جنہوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا ہے۔"

"مسلمانوں کے لبوں پر اس وقت یہ الفاظ تھے کہ۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ اطلاع پہنچادے کہ ہمیں اپنے رب کی ملاقات حاصل ہوگئی ہم اس سے راضی ہوگئے اور ہمارا رب ہم سے راضی ہوگیا۔

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ پس وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہمیں راضی کر لیا۔

"پس اب میں تمہارے سامنے ان مسلمانوں کے قاصد اور پیغامبر کے طور پر کھڑا ہوں کہ وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ ان سے راضی ہوگیا۔" (یہاں آنحضرت ﷺ نے ان صحابہ کے جو الفاظ نقل فرمائے وہ یوں ہیں۔

رَبَّنَا بَلِّغْ قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا وَرَضِيْنَا عَنْهُ وَرَضِيَ عَنَّا رَبُّنَا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا)

منسوخ آیت...... حضرت انسؓ نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کے یہ کلمات جو ذکر کئے گئے قرآن تھے جس کی تلاوت کی جاتی رہی مگر بعد میں یہ تلاوت منسوخ ہوگئی۔ لہٰذا اس منسوخی کے بعد ان کلمات کے لئے قرآن کا

درجہ باقی نہیں رہا جس کی تلاوت عبادت ہے اور جس کو طہارت اور پاکی کے بغیر چھوا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اس کو نماز میں نہیں پڑھا جاسکتا۔ اسی طرح اور جو قرآنی احکام ہیں وہ ان کلمات پر جاری نہیں ہوں گے۔

غرض حضرت عمرو ابن امیہ ضمری اور ان کے ساتھ ایک دوسرے شخص بچ گئے تھے کیونکہ مشرکوں کے حملہ کے وقت یہ دونوں اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے۔ اب انہوں نے دور سے دیکھا کہ ان کے پڑاؤ کی جگہ کے اوپر پرندے اڑ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ان پرندوں کے منڈلانے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ فوراً ہی یہ دونوں حال معلوم کرنے اپنے پڑاؤ کی طرف آئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خاک و خون میں پڑا پایا۔ وہیں وہ گھوڑے سوار بھی کھڑے ہوئے تھے جو ان صحابہ کے قاتل تھے۔

ایک صحابی کی غیرت و جرأت...... یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرو کے ساتھی نے پوچھا کہ اب کیا رائے ہے؟ حضرت عمرو نے کہا۔

"میری رائے ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں اور آپ ﷺ کو اس حادثہ کی خبر دیں۔!"

اس پر ان کے ساتھی نے کہا۔

"مگر جس جگہ منذر ابن عمرو جیسا آدمی شہید ہوا ہے وہاں سے میں اپنی جان بچا کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

عمرو کی گرفتاری...... چنانچہ یہ دونوں سامنے آکر دشمن کے مقابلے میں پہنچ گئے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے یہ شخص تو شہید ہو گیا اور حضرت عمرو بن امیہ گرفتار ہو گئے ان لوگوں کے پوچھنے پر حضرت عمرو نے بتلایا کہ میں قبیلہ بنی مضر سے ہوں۔

آزادی اور واپسی...... اس پر عامر ابن طفیل نے عمرو کو پکڑا اور انہیں بالوں سے کھینچا پھر انہیں اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا جس نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منّت مان رکھی تھی۔ اس کے بعد عمرو ابن اُمیّہ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک سایہ دار جگہ پر پہنچ کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت دو آدمی وہاں اور آئے اور حضرت عمرو کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ عمرو نے ان سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ ہم بنی عامر سے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے خود کو بنی سلیم کا بتلایا۔

عامری حضور کی پناہ میں تھے...... ان دونوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا (جس کے تحت آپ ﷺ نے ان کو امان دے رکھی تھی) مگر عمرو ابن امیہ کو اس معاہدہ کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ عمرو ان دونوں کے سونے کا انتظار کرنے لگے جب انہیں نیند آگئی تو عمرو نے دونوں کو قتل کر دیا۔ ان کے ذہن میں اس وقت صرف یہ خیال تھا کہ انہوں نے ان کے ذریعہ بنی عامر سے صحابہ کا انتقام لے لیا ہے۔

حضور ﷺ کو واقعہ کی اطلاع...... اس کے بعد جب عمرو رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور ان دونوں آدمیوں کو قتل کرنے کی خبر بھی سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تم نے دو ایسے آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت اور جان کی قیمت مجھے خود ادا کرنی پڑے گی"

پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے قتل کے واقعہ کے متعلق فرمایا۔

"یہ ابو براء کی حرکت ہے۔ میں اسی وجہ سے پس و پیش بھی کر رہا تھا اور ڈر بھی رہا تھا۔"

ابو براء کو شدید صدمہ...... ادھر جب ابو براء کو معلوم ہوا کہ اس کے بھتیجے عامر ابن طفیل نے اس کی پناہ اور امان کو توڑ دیا تو اس کو زبردست صدمہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا اس کی وجہ سے جو انجام ہوا اس سے اسے

اور زیادہ تکلیف اور صدمہ ہوا۔

ربیعہ عامر کی تاک میں...... ادھر ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر ابن طفیل پر جو اس کا چچازاد بھائی ہوتا تھا حملہ کیا اور اس کے نیزہ مارا جو اس کی ران میں لگا اور وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ اسی وقت اس نے چلا کر کہا۔

"اگر میں مر گیا تو میرا خون ابو براء پر ہو گا اور اگر میں زندہ رہ گیا تو خود دیکھوں گا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تو اپنا معاملہ خود دیکھوں گا۔!"

ربیعہ حضور کی بارگاہ میں...... کتاب اصابہ میں یوں ہے کہ ربیعہ ابن ابو براء رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"کیا میرے باپ کے اوپر سے یہ کلنک کا ٹیکہ اس طرح دھل سکتا ہے کہ میں عامر ابن طفیل پر تلوار یا نیزے کا ایک وار کر دوں۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں!۔ چنانچہ ربیعہ اسی وقت واپس ہوا اور ایک جگہ اس نے عامر ابن طفیل کو پا کر اس پر وار کیا جو پہلے سے زیادہ سخت تھا۔ اسی وقت عامر کی قوم کے لوگوں نے ربیعہ کو گھیر لیا اور عامر سے کہا کہ بدلہ لے لو مگر عامر نے کہا کہ میں نے اسے معاف کیا۔

صدمہ سے ابو براء کی موت...... ادھر اس دوران میں ابو براء اپنے بھتیجے کی اس حرکت اور اپنی رسوائی کے غم میں مر چکا تھا۔

اب ربیعہ کے ہاتھوں زخمی ہونے کے باوجود عامر ابن طفیل اس زخم سے ہلاک نہیں ہوا بلکہ بعد میں وہ آنحضرت ﷺ کی بددعا کے نتیجہ میں طاعون کی بیماری سے ہلاک ہوا جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل آگے وفود کے بیان میں بنی عامر کے وفد کے تحت آئے گی۔

جہاں تک ابو براء کے مسلمان ہونے کا تعلق ہے تو اس بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابو براء کو صحابہ میں شمار کر کے علامہ مستغفری نے غلطی کی ہے۔

ابن فہیرہ کی شہادت اور کرامت...... اس موقعہ پر مشرکین سے لڑائی میں جب حضرت عامر ابن فہیرہ قتل ہوئے تو ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا (یعنی ان کا جسم اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا۔ ان کے قاتل نے جب یہ کرامت دیکھی تو وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ یہ شخص جبار ابن سلمی تھا۔ عامر ابن طفیل نہیں تھا جیسے کہ بعض روایات میں آیا ہے جو بیان ہو چکیں۔

جب رسول اللہ ﷺ کو عامر ابن فہیرہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"عامر ابن فہیرہ کی لاش کو فرشتوں نے دفن کیا ہے۔"

لاش آسمان کی بلندیوں میں...... مراد ہے زمین میں دفن کیا ہے۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق اُن کو آسمان پر اٹھالیا گیا اور پھر دوبارہ زمین پر رکھا گیا جیسا کہ بخاری میں ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ عامر ابن طفیل نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کر کے حضرت عمرو ابن امیہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ عمرو ابن امیہ نے کہا کہ یہ عامر ابن فہیرہ ہیں۔

اس نے کہا۔ "میں نے دیکھا تھا کہ قتل کے بعد انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا یہاں تک کہ میں ان کے اور زمین کے درمیان آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد پھر انہیں نیچے لا کر رکھ دیا گیا۔

اس روایت میں یوں ہے کہ عامر ابن فہیرہ کو اسی روز مقتولوں میں تلاش کیا گیا مگر وہ نہیں ملے تو لوگوں نے سمجھا کہ ان کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان کو زمین پر لا کر دفن نہیں کیا بلکہ ان کو اٹھا کر اوپر لے گئے تھے۔

چنانچہ اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ عامر ابن طفیل حضرت عمرو کے ساتھ لاشوں کے درمیان آیا اور ان سے ایک ایک مقتول کے متعلق پوچھنے لگا کہ اس کا نام کیا ہے؟ اس کا نام کیا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ اس کے بعد کہنے لگا۔

"کیا تمہارا کوئی ایسا ساتھی بھی ہے جس کی لاش ان مقتولوں میں نہیں ہے؟"

اس پر حضرت عمرو نے کہا۔

"ہاں! میں ان میں ابو بکر صدیقؓ کے غلام عامر ابن فہیرہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔"

عامر نے کہا۔

"وہ شخص تم میں کس حیثیت کا آدمی تھا؟"

عمرو نے کہا۔

"وہ ہم میں بہت افضل اور مسلمانوں میں بہترین شخص تھے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے۔"

شہداءِ بئر معونہ پر زبردست صدمہ...... اس پر عامر نے بتایا کہ جب وہ قتل ہوئے تو ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی شخص کے لئے اس قدر رنجیدہ نہیں دیکھا جتنا آپ ﷺ صحابہ بئر معونہ کے حادثہ پر رنجیدہ اور غمگین ہوئے (واضح رہے کہ چونکہ یہ صحابہ بئر معونہ کے مقام پر قتل کئے گئے تھے اس لئے ان حضرات کو اصحاب بئر معونہ کہا گیا ہے اور اس واقعہ کو واقعہ بئر معونہ کہا جاتا ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے ان مشرکین اور قاتلوں کے لئے تین روز تک صبح کو بددعاء فرمائی۔

قاتلوں کے خلاف شدید ردِّ عمل...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: شیخین کی روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مہینے تک مسلسل دعائے قنوت پڑھتے اور اصحاب بئر معونہ کے قاتلوں کے لئے بددعا فرماتے رہے۔ یعنی پانچوں نمازوں میں آخری رکعت کے رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد۔ لہٰذا اب صبح سے مراد دن اور رات ہوگی۔ ہمارے یعنی بعض شافعی علماء نے بیان کیا ہے کہ اس مذکورہ دعا میں رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھوں اٹھایا کرتے تھے اور اسی عمل کو دیکھ کر صبح کی نماز میں بھی دونوں ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھنے کو قیاس کیا گیا۔

حاکم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ قنوت صبح میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اصحاب بئر معونہ کے قاتلوں کے حق میں قنوت اور بددعا فرمائی تھی اس لئے اس کی بنیاد پر ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے یہ دلیل حاصل کی ہے کہ مصیبتوں کے وقت تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا مستحب ہے (جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے)

سیرت کی ایک کتاب میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینے تک چاشت کی نماز میں ان قاتلوں کے

لئے بددعا فرمائی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ آپ ﷺ صبح کی نماز میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور یہی قنوت کی ابتداء ہے جبکہ اس سے پہلے آپ ﷺ قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے یہ روایت شیخین کی ہے۔

علامہ جلال سیوطی سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے قاتلوں کے حق میں جو بد دعا فرمایا کرتے تھے آیا وہ مشہور دعائے قنوت سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے یا آپ ﷺ کی وہ دعا ہی قنوت تھی۔

علامہ سیوطی نے جواب دیا کہ میں ایسی کسی حدیث سے واقف نہیں ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قنوت اور دعا دونوں کو جمع کرتے تھے۔ علامہ کہتے ہیں۔ بلکہ احادیث کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ان قاتلوں کے خلاف صرف دعا ہی فرمایا کرتے تھے لہٰذا آپ ﷺ کی قنوت وہ دعا ہی تھی۔ یہی بات ہمارے شافعی علماء کے قول کے مطابق ہے۔ اور نماز فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد مطلقاً دعاء قنوت پڑھنا اور باقی تمام نمازوں کے آخر میں مصیبتوں کے لئے دعائے قنوت مستحب ہے۔ دعائے قنوت یہ مشہور دعا ہے کہ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الخ. یعنی القنوت میں ال عہد کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

اصحاب رجیع واصحاب بئر معونہ...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان تمام مشرکوں کے لئے بددعا فرماتے رہے جنہوں نے دونوں مقامات پر آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ دغابازی کرکے انہیں قتل کیا۔ یعنی بئر معونہ اور رجیع کے مقامات پر۔ یعنی آنحضرت ﷺ ایک ہی دعا میں دونوں واقعات کے قاتلوں کو شامل فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو ان دونوں واقعات کی خبر ایک ہی وقت میں ملی تھی جیسا کہ بیان ہوا۔

امام بخاری نے بئر معونہ اور بعث رجیع کو ایک ساتھ ہی بیان کیا ہے کیونکہ زمانے کے لحاظ سے یہ واقعات ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ عرب کے بعض خاندانوں یعنی رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان کے حق میں بددعا فرماتے رہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بنی لحیان نے اصحاب رجیع کو قتل کیا تھا اور ان دوسرے خاندانوں نے اصحاب بئر معونہ کو قتل کیا تھا جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سریۂ محمد ابن مسلمہ بسوئے قرطاء

یہ لفظ قاف کے زبر کے ساتھ قرطاء ہے بنی بکر ابن کلاب کے لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد ابن مسلمہ کو تیس سواروں کے ساتھ قرطاء کے طرف روانہ فرمایا۔

مسلم دستہ کو ہدایات...... آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ رات کو سفر کیا کریں اور دن میں کس کمین گاہ میں چھپ رہا کریں۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے ابن مسلمہ کو یہ حکم فرمایا تھا کہ بنی بکر پر چاروں طرف سے حملہ کریں۔ چنانچہ ابن مسلمہ حکم کے مطابق راتوں کو سفر کرتے ہوئے اور دن میں کمین گاہوں میں بسر کرتے ہوئے چلے۔

(قال) راہ میں انہوں نے کچھ سوار دیکھے جو پڑاؤ ڈال رہے تھے ابن مسلمہ نے اپنا ایک آدمی ان کے پاس

بھیجا تاکہ یہ معلوم کریں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ وہ شخص گیا اور کچھ دیر بعد ابن مسلمہ کے پاس واپس آکر کہنے لگا۔

"یہ لوگ ان میں سے ہیں جو برسر جنگ ہیں۔!"

راہ میں ایک فتح...... ابن مسلمہ نے ان کے قریب ہی اپنا پڑاؤ ڈالا اور ان کو اتنی مہلت دی کہ انہوں نے پانی کے گرد اپنے اونٹ بٹھالئے اس کے بعد انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کچھ لوگوں یعنی دس آدمیوں کو قتل کر دیا اور باقی سب کے سب بھاگ گئے۔ ان لوگوں کا مال و دولت اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ جہاں تک بھاگنے والوں کی عورتوں وغیرہ کا تعلق ہے ابن مسلمہ نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔

بنی بکر پر حملہ اور فتح...... اس کے بعد ابن مسلمہ آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ایسے مقام تک پہنچ گئے جہاں سے بنی بکر کی بستی سامنے نظر آتی تھی یہاں سے ابن مسلمہ نے عابد ابن بشیر کو ان کی طرف بھیجا اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور اچانک بنی بکر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے دشمن کے دس آدمی ہلاک کئے اور بہت سامال اور بکریوں کو قبضہ میں کیا۔

مدینہ واپسی اور تقسیم غنیمت...... اس کے بعد ابن مسلمہ واپس مدینہ آگئے۔ جو مال غنیمت یہ اپنے ساتھ لائے تھے آنحضرت ﷺ نے اس کے پانچ حصے کئے۔ آپ ﷺ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔ اس مال میں ڈیڑھ سو اونٹ تھے اور تین ہزار بکریاں تھیں۔

قیدیوں میں سردار یمامہ...... اس سریہ میں مسلمانوں نے جو قیدی بنائے تھے ان میں ثمامہ ابن اثال حنفی بھی تھا جو بنی حنیفہ میں سے تھا اور اہل یمامہ کا سردار تھا مسلمان اس کو پہچانتے نہیں تھے بلکہ ایک عام آدمی سمجھ کر پکڑ لائے تھے۔

جب اس کو رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ تم کس کو گرفتار کر کے لائے ہو۔ یہ ثمامہ ابن اثال حنفی ہے۔ اس قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔!"

ثمامہ پر قابو کے لئے نبی کی دعا...... چنانچہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

(قال) ایک قول یہ ہے کہ ثمامہ کو اس سریہ والوں نے گرفتار نہیں کیا تھا بلکہ اصل میں وہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ جارہا تھا راہ میں وہ مدینہ میں آیا مگر مدینہ پہنچ کر وہ کچھ دن ٹھہر گیا۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلیمہ کذاب کا قاصد بن کر بھی آیا تھا اور دھوکہ سے آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر آپ ﷺ کو قابو عطا فرمائے۔

قیدی ثمامہ کی خاطر داری...... چنانچہ (آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور) وہ پکڑا گیا اور اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ پھر اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ اپنی ازواج میں سے ایک کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہو وہ جمع کر کے اس کے یعنی ثمامہ کے پاس بھیج دو۔!"

ساتھ ہی آپ نے حکم دیا کہ ایک اونٹنی کا دودھ صبح شام اس کے پاس پہنچا دیا جایا کرے مگر یہ دودھ ثمامہ کو کافی نہیں ہوتا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ خود اسکے پاس تشریف لائے اور اس سے فرمایا۔

"ثمام! کیا بات ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم پر قابو عطا فرما ہی دیا۔!"

ثمامہ نے کہا کہ ہاں محمد ﷺ ایسا ہی ہونا تھا۔

ثمامہ کی مایوسی...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ اس کے پاس آتے اور فرماتے کہ ثمامہ تمہارے پاس اب کیا ہے؟ وہ کہتا۔

محمد ﷺ! میرے پاس خیر ہی ہے۔ اگر آپ ﷺ مجھے قتل کرتے ہیں تو آپ ﷺ ایک شریف آدمی کو قتل کریں گے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تو آپ ﷺ ایسے آدمی کو قتل کر دیں گے جس کا خون قیمتی ہے۔ (یعنی جس کے خون کا بدلہ لینے والے بہت ہیں) اور اگر آپ ﷺ مجھے معاف کر دیتے ہیں تو آپ ﷺ مجھے ایک شکر گزار آدمی پائیں گے۔ اور اگر آپ ﷺ میرے بدلے مال چاہتے ہیں تو جو چاہے مانگئے آپ ﷺ کو منہ مانگا دیا جائے گا۔!"

ثمامہ کے فدیہ سے دلچسپی...... آنحضرت ﷺ تین دن تک اسی طرح اس سے پوچھتے رہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آخر ہم مساکین یعنی اصحاب صُفّہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگے!

"ثمامہ کے خون کا ہم کیا کریں گے۔ خدا کی قسم اگر ہمیں ثمامہ کے بدلے میں ایک موٹے تازے اونٹ کی غذا بھی مل جائے تو وہ ہمیں اس کے خون سے زیادہ عزیز ہے۔!"

ثمامہ کی رہائی کا فیصلہ...... کتاب استیعاب میں یوں ہے کہ خود آنحضرت ﷺ ثمامہ کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے لوٹے کہ اے اللہ موٹے تازے اونٹوں کی خوراک مجھے ثمامہ کے خون سے زیادہ عزیز ہے (یعنی بجائے اس کے کہ ثمامہ کو قتل کر کے اس کا خون بہا دیا جائے ہمارے نزدیک یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کی رہائی کے بدلے میں اونٹ وغیرہ حاصل کر لئے جائیں) چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر ثمامہ کو رہا کر دیا گیا۔

یعنی تیسرے دن آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ثمامہ کو چھوڑ دو! ثمامہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔!"

حسن سلوک پر ثمامہ کا اسلام...... چنانچہ ثمامہ کو رہا کیا گیا تو وہ مسجد نبوی کے قریب چلتے ہوئے پانی کے ایک چشمہ پر آیا یہاں اس نے غسل کیا اپنے کپڑے پاک کئے اور پھر مسجد میں داخل ہو کر یہ اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ذہنی انقلاب...... یہ بات اس قول کے خلاف ہے جسے ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے ثمامہ کے واقعہ سے استدلال کے طور پر ذکر کیا ہے کہ جو شخص مسلمان ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اسلام کے لئے غسل کرے (یعنی مسلمان ہونے کے بعد غسل کرے) پھر میں نے بعض بعد کے شافعی علماء کی کتابیں دیکھیں جنہوں نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ثمامہ پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور پھر غسل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

ادھر کتاب استیعاب میں بھی ہے کہ پھر ثمامہ نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو غسل کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ ایک دوسری روایت میں بھی ہے کہ ثمامہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"اے محمد! خدا کی قسم اب سے پہلے روئے زمین پر میرے نزدیک آپ سے زیادہ قابل نفرت کوئی دوسرا انہیں تھا مگر اب آپ ﷺ کے روئے انور سے زیادہ دنیا کا کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں ہے اور خدا کی قسم اب سے پہلے تمام روئے زمین پر میرے نزدیک آپ ﷺ کے دین سے زیادہ قابل نفرت دین کوئی دوسرا انہیں تھا مگر اب آپ ﷺ کے دین سے زیادہ دنیا کا کوئی دین مجھے محبوب نہیں ہے۔ اور خدا کی قسم اب سے پہلے تمام روئے زمین پر میرے نزدیک آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ قابل نفرت شہر کوئی دوسرا انہیں تھا مگر اب آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ دنیا کا کوئی شہر مجھے محبوب نہیں ہے۔!"

یہ کہنے کے بعد ثمامہ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ شام ہوئی تو ان کے سامنے وہی سب کھانا لایا گیا جو روزانہ لایا جاتا تھا مگر اب انہوں نے اس میں سے بہت تھوڑا سا لیا اور اسی طرح اونٹنی کے دودھ میں سے بے حد ذرا سا دودھ لے کر چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔

ثمامہ کو عمرہ کا حکم...... (قال) پھر ثمامہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا؟

"یا رسول اللہ ﷺ! میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ صحیح کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کر لیا جب میں عمرہ کی نیت سے جا رہا تھا۔ اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟"

تلبیہ کے ساتھ مکہ میں داخلہ...... آنحضرت ﷺ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا (ثمامہ عمرہ کے لئے روانہ ہو گئے)

جب وہ مکہ کے علاقہ میں پہنچے تو انہوں نے تلبیہ یعنی لبیك اللّٰھم لبیك پڑھنا شروع کیا۔ اس طرح وہ پہلے آدمی ہیں جو لبیک پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

قریش کے ہاتھوں گرفتاری...... اسی وقت قریش نے انہیں پکڑ لیا اور کہا۔

"تم ہمارے مدّمقابل آرہے ہو۔ ثمامہ تم بددین ہو گئے ہو۔"

یمامہ کی رسد روکنے کی دھمکی...... حضرت ثمامہ نے کہا۔

"میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے محمد ﷺ کا بہترین دین اختیار کر لیا ہے خدا کی قسم اب سرزمین یمن میں یمامہ سے تمہیں گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں ملے گا۔! جو مکہ والوں کے لئے غلّہ حاصل کرنے کا مرکز تھا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں۔!"

قریش پر دھمکی کا اثر...... اس پر قریش کے لوگ انہیں قتل کرنے کے لئے بڑھے مگر اسی وقت کسی نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑ دو کیونکہ تم ہمیشہ یمامہ کے محتاج ہو۔!"

رسد کی بندش اور قریش کی بے چارگی...... اس پر انہیں چھوڑ دیا گیا اور یہ وہاں سے یمامہ چلے گئے جہاں انہوں نے یمامہ والوں کو اس سے روک دیا کہ کوئی بھی چیز مکہ لے کر نہ جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں لوگ بھوکوں مرنے لگے اور قریش گندگی اور علہز تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ علہز اس خون کو کہتے ہیں جو لونٹ کے بالوں کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اس کو آگ پر بھون بھون کر کھایا جانے لگا۔ علہز کی تفصیل پیچھے بھی گزر چکی ہے۔

رسد کے لئے قریش کی نبی سے فریاد...... آخر مجبور ہو کر قریش نے رسول اللہ ﷺ (سے فریاد کی اور آپ ﷺ) کو لکھا۔

"کیا آپ ﷺ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ آپ کو رحمۃ للعالمین یعنی سارے عالم اور مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مگر آپ ﷺ نے باپ دادا کو تلواروں سے فنا کر دیا اور ان کی اولادوں کو بھوکوں مار کر ہلاک کر دیا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کی خبر گیری کا حکم دیتے ہیں اور خود ہم سے رشتہ داری کے سب بندھن کاٹ ڈالے!"

رحمت عالم کی صلہ رحمی...... آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی حضرت ثمامہ کو لکھوایا کہ مکہ والوں کے لئے جو رسد یمامہ سے جایا کرتی ہے اس پر سے پابندی اٹھا دیں۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ثمامہ کو یہ لکھوایا کہ۔ میری قوم کی رسد پر سے پابندی اٹھالیں حضرت ثمامہ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَلَقَدْ أَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (سوۂ مومنون آیت ۷۶، ع ۴)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے پورے طور سے فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی۔

ادھر کتاب استیعاب میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ثمامہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور قریش نے ان کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے ثمامہ سے آکر کہا۔

"ثمامہ! تم بددین ہوگئے اور تم نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا!"

ثمامہ نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم لوگ کیا کہہ رہے ہو سوائے اس کے کہ میں نے اس عمارت یعنی کعبہ کے رب کی قسم کھائی ہے کہ جب تک تم میں سے ایک ایک آدمی محمد ﷺ کی اطاعت اور اتباع نہیں کرلے گا تمہیں یمامہ کی ان چیزوں یعنی رسد میں سے کچھ نہیں ملے گا جن سے تم فائدہ اٹھاتے رہے ہو۔!"

مکہ کا یمن کی رسد پر انحصار...... قریش کی رسد اور تمام منافع یمامہ سے متعلق تھے۔ اس کے بعد ثمامہ یمامہ گئے اور وہاں سے جو کچھ رسد وغیرہ مکہ آیا کرتی تھی اس کو روک دیا۔ جب قریش بہت زیادہ پریشان ہوگئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو لکھا کہ ہمارا آپ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے اور آپ ﷺ صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کی خبر گیری کا حکم دیتے ہیں اور اس پر زور دیتے ہیں لیکن ثمامہ نے ہماری رسد بند کر دی ہے جس سے ہم سخت تنگی میں پڑ گئے ہیں اس لئے اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں اور ثمامہ کو لکھ دیں کہ وہ ہماری رسد جاری کر دے تو ضرور ایسا کر دیں۔ آنحضرت ﷺ اس پر ثمامہ کو ہدایت لکھ کر بھیج دی کہ میری قوم کی رسد کھول دو۔

اسلام کے بعد ثمامہ کی کم خوری...... گذشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ثمامہ کو جب وہ کھانا لا کر دیا گیا جو روزانہ ان کو دیا جاتا تھا تو انہوں نے عادت کے خلاف اس میں سے بہت تھوڑا سا کھایا جس پر مسلمان بہت حیران ہوئے۔

کافر اور مومن کی خوراک...... چونکہ اسلام سے پہلے وہ جتنا روز کھاتے تھے آج اس سے بہت کم لیا تھا اس لئے صحابہ کو اس پر تعجب ہوا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

"تم لوگ کس بات پر حیران ہو رہے ہو! کیا اس شخص پر جس نے دن کے ابتدائی حصے میں ایک کافر

کے پیٹ سے کھایا اور دن کے آخری حصے میں ایک مسلمان کے پیٹ سے کھایا۔ درحقیقت ایک کافر سات پیٹوں میں کھاتا ہے اور ایک مسلمان ایک پیٹ کا کھانا کھاتا ہے۔!"

اسی قسم کا واقعہ آنحضرت ﷺ کو حضرت جہجاہ غفاری کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ جبکہ کافر تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا تو بہت زیادہ کھایا۔ اس کے بعد جب وہ مسلمان ہوگئے تو پھر آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا تو بہت کم کھایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مومن ایک پیٹ کا کھانا کھاتا ہے اور ایک کافر سات پیٹ کا کھانا کھاتا ہے۔ یہاں کھانے سے مراد غالباً کھانا اور پینا دونوں ہیں۔

مگر میں نے کتاب جامع صغیر میں دیکھا کہ ایک کافر سات پیٹ کے برابر پیتا ہے اور ایک مسلمان ایک پیٹ کے برابر پیتا ہے پس مراد یہ ہے کہ کھاتا اور پیتا ہے جیسے وہ شخص جو سات پیٹ کے برابر کھاتا اور پیتا ہے۔

ثمامہ کی اسلام پر پختگی...... حضرت ثمامہؓ یمامہ میں ہی رہتے تھے۔ جب یمامہ والوں میں ارتداد کا فتنہ پھیلا اور وہ مرتد ہونے شروع ہوئے تو حضرت ثمامہ اپنی قوم کے درمیان اسلام پر ثابت قدم رہے اور قوم کے لوگوں کو مسیلمہ کذاب یعنی اس جھوٹے نبی کی پیروی سے روکتے رہے ثمامہ اپنی قوم سے کہتے۔ "خدا کے لئے اس ظلمت و گمراہی سے بچو جس میں کوئی نور اور روشنی نہیں ہے۔ یہ بدبختی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا مقدر کر دی ہے جو تم میں اس جھوٹے نبی کی پیروی کرتا ہے۔"

سریۂ عکاشہ ابن محصن بسوئے غَمر

بنی اسد کے خلاف مہم...... یہ غمر غین کے زبر اور میم اور راء پر جزم کے ساتھ لفظ غمر ہے جو بنی اسد کے ایک چشمہ کا نام تھا جہاں بنی اسد کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکاشہ ابن محصن اسدی کو چالیس آدمیوں کے ایک دستہ کے ساتھ ان کی طرف روانہ فرمایا ان لوگوں میں حضرت ثابت ابن ارقم بھی تھے۔ ایک قول ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت ثابتؓ ہی تھے۔

دشمن کا فرار...... یہ جماعت مدینہ سے روانہ ہوئی اور تیزی کے ساتھ چل کر مذکورہ چشمہ تک پہنچ گئی۔ یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ بنی اسد کو مسلمانوں کے آنے کا پتہ چل گیا تھا اس لئے وہ وہاں سے بھاگ چکے ہیں۔ عکاشہ کو اس جگہ ان میں سے ایک بھی نہیں ملا۔

تعاقب اور تلاش...... حضرت عکاشہ نے حضرت شجاع ابن وہب کو خبر رسانی کے لئے روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کا پتہ لگائیں اور ان کے نشان قدم تلاش کریں۔ انہوں نے آکر بتلایا کہ مجھے قریبی علاقہ میں ان کے نشانات ملے ہیں۔

ایک دیہاتی کی گرفتاری...... مسلمان فوراً ہی اس طرف روانہ ہوئے وہاں انہوں نے ایک شخص کو سوتا ہوا پایا انہوں نے اس سے ان لوگوں کے متعلق سوالات کئے تو اس نے کہا۔

"وہ لوگ ہیں کہاں؟ وہ تو اپنے علاقے کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ہیں۔!"

جاں بخشی کے وعدہ پر مخبری...... صحابہ نے کہا کہ ان کا مال و متاع کہاں ہے۔ اس نے کہا وہ سب ان ہی کے ساتھ ہے۔ اس پر ایک مسلمان نے اس کو اپنا کوڑا مارا تو اس نے کہا۔

"اگر آپ لوگ میری جاں بخشی کا وعدہ کریں تو میں آپ کو اپنے بنی عم کے مال و متاع کے متعلق بتلاؤں جو آپ کی آمد سے بے خبر ہیں۔"

صحابہ نے وعدہ کیا اور اس کو جان کی اماں دی۔ وہ شخص صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ اس نے تلاش و جستجو میں اتنا زیادہ وقت لگایا کہ مسلمانوں کو اس کی طرف سے فریب دہی کا اندیشہ ہونے لگا۔ آخر صحابہ نے اس سے کہا۔

"خدا کی قسم یا تو تو سچ بات بتلا ورنہ ہم تیری گردن مار دیں گے۔!"

مال غنیمت کی دستیابی...... تب اس نے ایک جگہ پہنچ کر کہا۔

"آپ لوگ یہاں سے ان کے سامنے پہنچ سکتے ہیں۔!"

چنانچہ مسلمانوں نے اس چڑھائی سے دیکھا تو انہیں سامنے بہت کچھ مال و متاع یعنی مویشی نظر آئے۔ مسلمانوں نے فوراً حملہ کیا اور ان سب کو ہانک لائے۔ جب انہیں شمار کیا تو وہ سو اونٹ تھے۔ وہاں جتنے دیہاتی تھے وہ سب ڈر کر ادھر ادھر بھاگ چکے تھے۔ صحابہ نے ان کا پیچھا کرنے اور انہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ وہ ان اونٹوں کو ساتھ لے کر واپس مدینہ کو روانہ ہوگئے اور اس شخص کو جسے انہوں نے امان دی تھی رہا کر دیا۔ واللہ اعلم۔

سریہ محمد ابن مسلمہ بسوئے ذی القصّہ

بنی ثعلبہ کی طرف کوچ...... یہ لفظ ذی القصہ قاف کے زبر، صاد پر تشدید کے ساتھ ہے اور یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد ابن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ میں رہنے والے بنی ثعلبہ اور خاندان ثعلبہ میں سے بنی عوال کی طرف بھیجا۔

صحابہ رات کے وقت وہاں پہنچے بنی ثعلبہ کے لوگ جو سو کی تعداد میں تھے کمین گاہوں میں مسلمانوں کی گھات لگا کر بیٹھ گئے اور اس وقت تک چھپے رہے جب تک محمد ابن مسلمہ اور ان کے ساتھی سو نہیں گئے انہوں نے اپنے چاروں طرف آگ روشن کر لی تھی۔

بنی ثعلبہ کا اچانک حملہ...... (اس وقت دشمن خاموشی کے ساتھ صحابہ کی طرف بڑھے) مسلمانوں کو اس وقت تک ان لوگوں کے آنے کا احساس نہیں ہوا جب تک دشمن بالکل سر پر نہیں پہنچ گیا۔ تب اچانک حضرت محمد ابن مسلمہ اچھل کر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہتھیاروں کے لئے کہا چنانچہ صحابہ بھی پھرتی کے ساتھ اٹھے اور انہوں نے تیر اندازی شروع کی۔

افراد سریہ کا قتل...... اسی وقت دشمن نے تیروں سے حملہ کیا اور تمام صحابہ کو قتل کر دیا حضرت محمد ابن مسلمہؓ زخموں سے چور ہو کر گر گئے ایک شخص نے اسی حالت میں ان کی کہنی پر وار کیا مگر جب ابن مسلمہ کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو انہوں نے ان کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن جاتے جاتے ان کے کپڑے اتار کر انہیں برہنہ کر گئے۔

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد اتفاق سے اس جگہ سے ایک مسلمان کا گزر ہوا اس نے صحابہ کی

لاشیں دیکھیں تو بلند آواز سے انا للہ پڑھی حضرت ابن مسلمہ نے اس شخص کو انا للہ پڑھتے سنا تو فوراً اپنے جسم کو حرکت دی تاکہ وہ شخص ان کو زندہ سمجھ سکے۔ چنانچہ وہ شخص انہیں اٹھا کر مدینہ لے آیا۔

سر کوبی کے لئے دوسرا دستہ...... اس صورتحال کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کو چالیس آدمیوں کے دستہ کے ساتھ (ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے) بھیجا۔ یہ لوگ جب اس رزم گاہ میں پہنچے تو انہیں دشمن کا کوئی آدمی نہیں ملا (کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کی آمد کو سن کر وہاں سے فرار ہوگئے تھے) البتہ مسلمانوں کو دشمن کے اونٹ اور بکریاں ملیں جنہیں لے کر یہ حضرات واپس مدینہ منورہ آگئے۔

سریہ ابو عبیدہ ابن جرّاح بسوئے ذی القصّہ

اہل ذی القصہ کی گوشمالی...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کو چالیس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ کے لوگوں کی گوشمالی کے لئے روانہ فرمایا کیونکہ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تھی کہ وہ لوگ مدینہ کی چراگاہوں اور باغات پر غارت گری کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

اس روز وہ اس جگہ پر مویشیوں کو چرا رہے تھے جو مدینہ سے سات میل کے فاصلے پر تھی صحابہ نے مغرب کی نماز پڑھی اور رات کو چلے یہاں تک کہ صبح کے دھندلکے میں یہ حضرات ذی القصہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

اچانک حملہ اور دشمن کا فرار...... یہاں پہنچ کر مسلمانوں نے اچانک ان لوگوں پر حملہ کر دیا دشمن عاجز اور ہراساں ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگ اٹھے صحابہ ان میں سے صرف ایک آدمی کو گرفتار کر سکے البتہ صحابہ نے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جن میں بوسیدہ کپڑے بھی تھے۔ یہ سب سامان لے کر صحابہ مدینہ واپس آگئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس تمام مال کا پانچواں حصہ نکالا۔ قیدی شخص نے اسلام قبول کر لیا اس لئے اس کو رہا کر دیا گیا۔

سریہ زیدہ ابن حارثہ بسوئے بنی سلیم

بنی سلیم کے لوگ جموح کے مقام پر تھے یہ جموح جیم کے زبر کے ساتھ بطن نخل کا ایک حصہ تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ کو جموح کے مقام پر بنی سلیم کی طرف روانہ فرمایا۔

سرکوبی اور مال غنیمت...... حضرت زید مدینہ سے چل کر جموح کے مقام پر پہنچے۔ یہاں ایک عورت مسلمانوں کے ہاتھ لگی جس نے انہیں دشمن کے ایک ٹھکانے کا پتہ بتلایا مسلمان وہاں پہنچے تو اس جگہ انہیں اونٹ اور بکریاں ہاتھ لگیں۔

ساتھ ہی صحابہ نے بنی سلیم کے کچھ لوگوں کو یہاں سے گرفتار بھی کیا جن میں اس عورت کا شوہر بھی تھا۔ (جس نے اس ٹھکانے کا پتہ بتلایا تھا) صحابہ اس مال غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت اور اس کے شوہر کو رہا فرما دیا۔

سریۂ زید ابن حارثہ بسوئے عیص

قریشی قافلے پر یلغار...... یہ عیص مدینہ سے چار رات کی مسافت پر ایک مقام تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مع مال واسباب کے شام سے آرہا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہؓ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ اس قافلے پر چھاپہ مارنے کے لئے بھیجا۔

قیدیوں میں نبی کے داماد...... قریش کے اس تجارتی قافلے میں ابو العاص ابن ربیع بھی تھے (جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کے شوہر تھے) حضرت زید قریشی قافلہ کا مال واسباب لے کر مدینہ آئے تو قیدیوں میں ابوالعاص ابن ربیع بھی تھے۔

ابوالعاص کو بیوی کی پناہ...... ابوالعاص نے مدینہ پہنچ کر اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے اپنے لئے پناہ طلب کی حضرت زینب نے ان کو پناہ دے دی اور لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ یعنی آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز شروع فرما چکے تھے۔ اس وقت حضرت زینب نے یہ اعلان کیا۔

"لوگو! میں نے ابوالعاص ابن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔!"

جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ جو کچھ میں نے سنا ہے کیا وہ آپ لوگوں نے بھی سنا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ حقیقت میں مجھے اس بارے میں کچھ خبر نہیں ہے"

مومن کی پناہ کا احترام...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھ کر اپنی صاحبزادی کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دے دی پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مومنین اپنے مقابل کے سامنے ایک ہیں۔ ان میں کا ایک ادنیٰ آدمی بھی ان کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔ صحیحین میں یوں ہے کہ۔ مسلمانوں کی پناہ اور ذمہ داری برابر ہے کہ ان میں کا ادنیٰ آدمی بھی ذمہ داری اور پناہ دے سکتا ہے۔ جو شخص ایک مسلمان کی پناہ کو توڑتا ہے یعنی اس کی لی ہوئی ذمہ داری اور پناہ و معاہدہ کو ختم کرتا ہے اس پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی بھی لعنت ہے۔"

اس کے بعد حضرت زینبؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ابوالعاص کا جو مال لیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور آپ ﷺ نے حضرت زینب سے فرمایا۔

بیٹی! اس کو خاطر داری کے ساتھ رکھنا لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔!"

حضور ﷺ کا صحابہ سے مشورہ...... اس لئے کہ ایک مومن عورت کا نکاح ایک مشرک کے ساتھ حرام ہے جیسا کہ حدیبیہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس سریہ کے شریک صحابہ کو طلب کیا اور جب وہ لوگ حاضر ہوگئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"یہ شخص یعنی ابو العاص ابن ربیع ہم میں سے ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ تم نے اس کے مال واسباب پر قبضہ کیا ہے۔ اب اگر تم احسان کا معاملہ کرو اور اس کا مال اسے واپس کر دو تو یہ ہماری خواہش کے مطابق ہوگا اور اگر تم اس بات سے انکار کر دو تو بہر حال وہ مال اللہ کا دیا ہوا مال غنیمت ہے جو اس نے تمہیں فراہم فرمایا ہے اور وہ تمہارا حق ہے۔"

صحابہ کا سرِ تسلیم...... صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم یہ مال بالکل اسے لوٹا دیں گے۔ چنانچہ صحابہ نے جو کچھ ابو العاص کا مال تھا انہیں واپس لادیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ اور ہدنہ کے واقعہ سے پہلے کا ہے کیونکہ صلح حدیبیہ کے بعد سرایا اور حضور ﷺ کی بھیجی ہوئی جنگی مہمات نے قریش پر چھاپے مارنے بند کر دیئے تھے۔

تاریخ سریہ...... مگر آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے جو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ابو العاص تمہارے پاس نہ آنے پائے۔ اس ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے کیونکہ مشرکین سے مومن عورتوں کے نکاح کی حرمت صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی ہوئی ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے قریب پیش آیا تھا اور ۸ھ کا ہے۔ اسی لئے علامہ زہری نے لکھا ہے جن کا اتباع ابن عقبہ نے بھی کیا ہے کہ اس قریشی قافلے کو لوٹنے والے اور قافلہ کے لوگوں کو گرفتار کرنے والے دراصل حضرت ابو بصیر اور ابو جندل اور ان کے ساتھی تھے کیونکہ صلح حدیبیہ کی پوری مدت میں ان حضرات کا دستور یہی رہا کہ ان کے راستے سے جو بھی قریشی قافلہ گزرتا تھا یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی اطلاع کے بغیر اسے لوٹ لیتے تھے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے (کیونکہ صلح حدیبیہ کے مطابق قریش کے لوگ ان مسلمانوں کو رہا کرنے کے پابند نہیں تھے جو مکہ میں ان کے قبضے میں تھے اور اگر ان میں سے کوئی بھاگ آئے تو آنحضرت ﷺ اس کو واپس کرنے کے پابند تھے۔ چنانچہ ابو بصیر کسی طرح وہاں سے بھاگ کر مدینہ آگئے تو قریش نے حضور ﷺ کے پاس اپنے دو قاصد بھیجے کہ ابو بصیر کو معاہدہ کے مطابق واپس کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر کی مرضی کے خلاف انہیں قاصدوں کے حوالے کر کے واپس کر دیا راستے میں ابو بصیر نے موقعہ پا کر دونوں قاصدوں کو قتل کر دیا اور خود بھاگ کر ساحل سمندر کے قریب ویرانے میں رہنا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داری سے آزاد ہوگئے۔ اب انہوں نے وہاں سے گزرنے والے ہر قریشی قافلے پر چھاپے مارنے اور انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے گرفتار مسلمان بھی مکہ سے بھاگ بھاگ کر ابو بصیر کے پاس جمع ہوگئے اور ان سب نے گزر بسر کے لئے ہر قریشی قافلے پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ اس طرح قریش کے قافلے بالکل غیر محفوظ ہوگئے اور قریش کے لوگ تنگ آگئے جبکہ آنحضرت ﷺ ہر قسم کی ذمہ داری سے بری رہے لہٰذا قریش حضور ﷺ سے شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے)

غرض جب مسلمانوں نے اس قریشی قافلے پر چھاپہ مارا (اور لوگوں کو گرفتار کیا) تو ابو العاص کو انہوں نے چھوڑ دیا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی کے شوہر تھے۔ ایک قول ہے کہ ابو العاص وہاں سے مدینہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور ان صحابہ کے ہاتھ نہیں آئے۔

رات کے اندھیرے میں ابو العاص مدینہ میں داخل ہوئے اور سیدھے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس پہنچ کر ان سے امان اور پناہ مانگی جس پر انہوں نے ابو العاص کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کر دیا (تاکہ کوئی

مسلمان ان کو گزند نہ پہنچائے)

ابو العاص کے ساتھیوں کی رہائی...... اس کے بعد ابو العاص نے حضرت زینب ﷺ سے اپنے ان ساتھیوں کے متعلق بات کی جو اس سریہ کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے تھے حضرت زینب نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں ابو العاص کا سسرالی ہوں اور ہم نے ابو العاص کو بہت اچھا داماد پایا۔ اب وہ اپنے کچھ قریشی ساتھیوں کے ساتھ ملک شام سے آرہا تھا کہ ابو جندل اور ابو بصیر نے ان لوگوں پر چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کر کے جو کچھ مال و اسباب ان کے ساتھ تھا وہ چھین لیا۔ اب اللہ کے رسول کی بیٹی زینب نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان لوگوں کو پناہ اور امان دے دوں۔ پس کیا تم لوگ ابو العاص اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دیتے ہو۔!"

صحابہ نے یہ سنتے ہی ان لوگوں کو پناہ دینے کا اقرار کیا۔ ادھر جب ابو جندل، ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو انہوں نے تمام قیدی لوٹا دیئے اور جو کچھ مال ان سے چھینا تھا وہ بھی لوٹا دیا یہاں تک کہ رسیاں تک واپس کر دیں۔

علامہ زہری کی اس تفصیل کو (کہ یہ چھاپہ آنحضرت ﷺ کے سریہ نے نہیں مارا تھا بلکہ ابو جندل اور ابو بصیر وغیرہ نے مارا تھا) کتاب ہدی میں بھی درست قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بتایا گیا اس بات کی تائید آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت زینب سے فرمایا کہ ابو العاص تمہارے پاس نہ آنے پائے اس لئے کہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔ کیونکہ مشرکین پر مومن عورتوں کی حرمت واقعہ حدیبیہ کے بعد ہوئی ہے۔

ابو العاص کو صحابہ کا مشورہ...... کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے ابو العاص سے کہا۔

"ابو العاص! تم قریش میں ایک باعزت آدمی ہو اور آنحضرت ﷺ کے بھتیجے ہو۔ کیونکہ ابو العاص کا نسب عبد مناف پر پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ اس لئے کیا تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اس طرح مکہ والوں کا جو مال و متاع تمہارے پاس ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔!"

ابو العاص کا نیک جذبہ...... یہ سن کر ابو العاص نے کہا۔

"تم مجھے بہت برا مشورہ دے رہے ہو کہ میں نے اپنے دین کی ابتداء ہی غداری اور خیانت سے کروں۔"

مکہ میں حقداروں کو ادائیگی...... یعنی مکہ والوں کا مال دبا کر اور نادہند بن کر اپنے اسلام کا افتتاح کروں۔ پھر ابو العاص مکہ گئے جہاں انہوں نے ہر حقدار کا حق ادا کیا اور اس کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر بولے۔

"مکہ والو! تم میں کوئی ایسا تو نہیں رہ گیا جس نے اپنا مال مجھ سے نہ لے لیا ہو؟ کیا میں اپنی ذمہ داری پوری کر چکا ہوں؟"

قریش نے کہا۔

"بے شک کر چکے ہو! اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ ہم نے تمہیں امانتدار اور شریف پایا ہے۔!"

اعلان اسلام اور ہجرت...... تب ابو العاص نے کہا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول

ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس سے میں بغیر اسلام قبول کئے صرف اس ڈر سے آیا ہوں کہ کہیں تم میرے بارے میں یہ گمان نہ قائم کرلو کہ میں تم لوگوں کا مال دبالینا چاہتا ہوں۔ ا"

حضرت زینبؓ شوہر کے حوالے...... اس کے بعد ابو العاص وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب کو اسی پہلے نکاح کی بنیاد پر ابو العاص کے سپرد کردیا دوبارہ نئے سرے سے نکاح نہیں پڑھایا۔ اس طرح گویا چھ سال کے بعد حضرت زینب دوبارہ اپنے شوہر سے ملیں۔ ایک قول ہے کہ ایک سال کے بعد ملیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس بارے میں ایک روایت دو سال کی بھی ہے۔ ظاہری طور پر اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مقابلے میں حضرت زینب کے اسلام کے سال یا دو سال بعد۔ مگر یہ بات علماء کے اس بات پر اتفاق کے خلاف ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں اسلام میں مشترک ہوں اور عدت کے وقت بھی متحد ہوں۔

اسی لئے ایک جماعت نے جن میں امام ترمذی بھی ہیں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن اس کا متن معروف نہیں ہے۔ بعض حفاظ حدیث نے لکھا ہے کہ یہاں۔ چھ سال بعد۔ کہا گیا ہے یہ نہیں کہا گیا کہ۔ ابو العاص کے مقابلے میں حضرت زینب کے اسلام کے چھ سال بعد۔ لہٰذا ممکن ہے ایسا اس لئے ہو کہ ابتدا کی تاریخ نامعلوم ہو۔ لہٰذا اس بات سے دلیل حاصل کرنا درست نہیں ہے۔

کیا حضرت زینب کا نیا نکاح ہوا؟...... عمرو ابن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ واپس ابو العاص کے حوالے کیا تھا۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں کلام ہے۔ بعض دوسروں نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ایک دوسرے محدث نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کے اس پہلے نکاح کو ہی برقرار رکھا۔

علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں یہ حدیث متروک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے پہلے نکاح کو ہی برقرار رکھا تھا اس پر علماء کے نزدیک عمل درست نہیں ہے۔ البتہ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے کہ حضرت زینبؓ کو نئے نکاح کے بعد لوٹایا گیا۔ اصول بھی اسی کی موافقت کرتا ہے اور اگر پہلے والی حدیث کو درست مانا جائے تو اس سے مراد ہو گی کہ پہلے مہر کو برقرار رکھا۔ حدیث کو اس معنی پر محمول کرنا بہت مناسب شکل ہے۔ یہاں تک علامہ ابن عبد البر کا کلام ہے۔

مگر بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ علامہ ابن عبد البر کا اس حدیث کو درست قرار دینا کہ حضرت زینب کو جدید نکاح کے ذریعہ ابو العاص کے حوالے کیا گیا۔ حدیث کے اماموں جیسے امام بخاری، امام احمد ابن حنبل، یحییٰ ابن سعید قطان، دار قطنی اور امام بیہقی وغیرہ کے کلام کے خلاف ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت زینبؓ پہلے مشرکہ تھیں اور پھر اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہوئیں اور جس پر بعض لوگوں کا قول ہے کہ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت زینب کے اسلام سے اتنی مدت بعد ابو العاص مسلمان ہوئے۔ تو اس بارے میں شبہ ہے کیونکہ حضرت زینب نے بغیر اس بات کے کہ وہ پہلے مشرکہ رہی ہوں اپنے والد کے لائے ہوئے مذہب کی پیروی اور اتباع کیا (یعنی مشرکہ ہونے کا کوئی زمانہ ان پر نہیں گزرا)۔

مومن عورت کا کافر سے نکاح...... یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت زینب مسلمان تھیں تو آنحضرت ﷺ نے شروع ہی میں کیسے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ کافر تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کیا تھا تو وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے نازل ہونے سے پہلے کیا تھا۔

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (سورۂ بقرہ آیت ۲۲۱، ع ۲۷)

ترجمہ: اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔

کیونکہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی تھی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص سے حضرت زینب کا نکاح زمانہ جاہلیت میں یعنی اپنے ظہور سے پہلے کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

سریۂ زید ابن حارثہ بسوئے بنی ثعلبہ

مالِ غنیمت...... یہ سریہ طَرف کی جانب بھیجا گیا جو کتف کے وزن پر ہے اور ایک چشمہ کا نام ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ کو طَرف کی جانب پچیس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی جانب بھیجا جس میں انہوں نے بیس اونٹ اور بکریاں مالِ غنیمت میں حاصل کیں۔ حافظ دمیاطی نے صرف اونٹوں کا ذکر کیا ہے بکریوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

دشمن کا فرار...... یہاں صحابہ کو دشمن کا کوئی شخص نہیں ملا کیونکہ ان لوگوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی سرکوبی کے لئے آرہے ہیں (اس لئے وہ لوگ پہلے ہی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے)

حضرت زید نے دشمن کا پیچھا بھی کیا مگر وہ ہاتھ نہیں آئے۔ آخر صحابہ مالِ غنیمت یعنی اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آگئے۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا نعرہ اَمِت اَمِت تھا تاکہ رات کی تاریکی میں لڑائی کے دوران وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔

سریۂ زید ابن حارثہ بسوئے جذام

سریہ کا سبب...... یہ جذام ایک جگہ کا نام تھا جس کو حسمی بھی کہا جاتا تھا جو حا کے زیر کے ساتھ اور سکون سین کے ساتھ فعلی کے وزن پر ہے۔ یہ جگہ وادی قری کے پیچھے ایک بستی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سیلاب آیا تھا تو اس کے اترنے کے بعد بھی اس جگہ اسّی (۸۰) سال تک پانی جمع رہا تھا۔

قیصر روم کی طرف نبی کا قاصد...... اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو قیصر روم کے پاس بھیجا تھا روایت یہی ہے لیکن ممکن ہے اس میں راوی کی طرف سے کوئی تبدیلی ہو گئی ہو یا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت دحیہ کو بغیر کوئی مراسلہ یعنی نامہ مبارک دیئے شہنشاہ روم کے پاس بھیجا ہو ورنہ حضور ﷺ نے ان کو اس سریہ کے بعد خط دے کر بھیجا تھا کیونکہ یہ سریہ حدیبیہ کے بعد کا ہے۔

شاہ روم کا قاصد کو انعام و اکرام...... غرض حضرت دحیہ جب قیصر روم کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے ان کو

بہت سامال و دولت بھی دیا اور خلعت یعنی ایک قیمتی پوشاک بھی دی۔ حضرت دحیہ یہ سب مال لے کر شاہ روم کے پاس سے واپس مدینہ آرہے تھے۔

قاصد پر اہل جذام کا حملہ...... جب دحیہ کلبیؓ اس مقام یعنی جذام پر پہنچے تو ھنید اور اس کے بیٹے نے جذام کے کچھ دوسرے آدمیوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان کا راستہ روک کر ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا یہاں تک کہ ان کے بدن پر صرف ایک بوسیدہ کپڑا باقی رہ گیا۔

جذامی مسلمانوں کے ذریعہ چھٹکارہ...... اس واقعہ کی خبر جذام کے ان لوگوں کو ہوئی جو مسلمان ہو چکے تھے اور بنی ضبیب میں سے تھے۔ یہ لوگ ھنید وغیرہ کے پاس گئے اور ان سے حضرت دحیہ کا مال و اسباب واپس حاصل کر کے انہیں نجات دلائی۔

حضور ﷺ کی طرف سے جذامیوں کی گوشمالی...... اس کے بعد حضرت دحیہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کو سارا واقعہ بتلایا آنحضرت ﷺ نے زید ابن حارثہ کو پانچ سو آدمیوں کے ساتھ جذام کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت دحیہ کلبی کو بھی ان کے ساتھ کیا۔

حضرت زید ابن حارثہ راتوں کو سفر کرتے تھے اور دن کو کمین گاہوں میں چھپ رہتے تھے۔ ان کے ساتھ بنی عذرہ کا ایک راہبر تھا۔ آخر زید نے وہاں پہنچ کر دشمن یعنی ھنید اس کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔

لیٹروں کا قتل اور مال غنیمت...... صحابہ نے ھنید، اس کے بیٹے اور ان دونوں کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور ان کے تمام مویشی چھین لئے جن میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں نیز ایک سو آدمیوں کو قید کیا جن میں عورتیں اور بچے تھے۔

(قال) جب بنی ضبیب نے حضرت زید ابن حارثہ کے اس حملے کے بارے میں سنا تو ان کے کچھ سوار زید ابن حارثہ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے ان سے کہا۔

"ہم لوگ مسلمان ہیں۔"

اہل جذام کی حضور ﷺ سے فریاد...... حضرت زید نے کہا کہ اُمّ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ کر سناؤ تو اس نے الحمد شریف پڑھی۔ پھر ان میں سے ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ ان میں سے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! حلال چیزوں کو ہم پر حرام نہ فرمائیے اور حرام چیزوں کو حلال نہ فرمائیے۔!"

مال و قیدیوں کی رہائی کی تجویز...... آپ ﷺ نے پوچھا کہ مقتولوں کے متعلق میں کیا کروں؟ اس شخص نے عرض کیا۔

"جو زندہ ہیں ان کو آزاد کر کے ہمارے حوالے فرما دیجئے لیکن جو لوگ قتل ہو چکے ہیں وہ میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔ سچ کہا۔

پھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا!

"زید ابن حارثہ کے لئے ہمارے ساتھ ایک آدمی بھیج دیجئے۔!"

علیؓ کو زید کے پاس جانے کا حکم...... چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا تاکہ وہ زید کو حکم دیں کہ ان لوگوں کی حرم یعنی عورتوں وغیرہ کو اور ان کے مال و متاع کو چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ! زید میری اطاعت نہیں کریں گے (یعنی میرا حکم نہیں مانیں گے)!"

حضرت علی کا کوچ...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری یہ تلوار لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ وہ تلوار لے کر روانہ ہوگئے۔ راستے میں حضرت علی کو ایک شخص ملا جسے حضرت زید نے قاصد بنا کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ یہ شخص بنی خیب سے حاصل شدہ مال غنیمت کی اونٹنیوں میں سے ایک پر سوار تھا۔

حضرت علی نے اس شخص سے وہ اونٹنی لے کر اس جماعت کو واپس کر دی اور اس قاصد کو خود اپنی سواری پر پیچھے بٹھالیا۔ اس کے بعد حضرت علی جذام پہنچ کر زید ابن حارثہ سے ملے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔

زید کو نبی ﷺ کا پیغام...... یہ سن کر زید ابن حارثہ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس کا کیا ثبوت ہے (کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے قاصد بنا کر اور یہ حکم دے کر بھیجا ہے) حضرت علی نے وہ تلوار نکالی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ تلوار ثبوت ہے۔

حضرت زید تلوار کو دیکھتے ہی پہچان گئے اور پکار کر سب لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔

جس شخص کے پاس بھی اس مال غنیمت میں سے کوئی چیز ہو وہ اسے واپس لا دے یہ آنحضرت ﷺ کی تلوار ہے (جو اس حکم کے ثبوت میں آئی ہے)۔"

مال و قیدی واپس...... تمام لوگوں نے اسی وقت وہ سارا مال و اسباب واپس لا دیا جو انہوں نے اس سریہ میں حاصل کیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید اور ان کے سریہ نے جو کچھ مال غنیمت یعنی اونٹ، بکریاں اور قیدی حاصل کئے تھے وہ سب کے سب مسلمانوں کے ہی تھے جو جذام میں بنی خیب کے تھے۔ نیز یہ کہ ہنید اور اس کے بیٹے کے ساتھ جو لوگ قتل ہوئے تھے وہ بھی مسلمان تھے۔ مگر یہ تفصیل بعید از قیاس ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

سریۂ حضرت ابو بکر صدیق بسوئے بنی فزارہ

جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے یہ لوگ وادی قریٰ میں رہتے تھے۔ حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا میں بھی ان کے ساتھ اس سریہ میں شامل تھا۔ یہاں تک کہ جب ہم صبح کی نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت ابو بکرؓ کے حکم پر ہم حملے کے لئے بڑھے اور بنی فزارہ کے چشمہ پر پہنچ گئے۔

سلمہ اور بنی فزارہ کے قیدی...... یہاں صدیق اکبر نے یعنی ان کے لشکر نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اسی وقت میں نے دشمن کی ایک جماعت دیکھی جس میں عورتیں اور بچے بھی تھے، مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھ

سے پہلے پہاڑ پر پہنچ کر میری دسترس سے باہر نہ نکل جائیں اس لئے میں نے تیزی سے بڑھ کر ان کو جالیا اور ایک تیر چھوڑا جو ان کے اور پہاڑ کے درمیان میں سے گزرا۔

قیدیوں میں اُمّ قرفہ اور اس کی بیٹی !...... ان لوگوں نے جیسے ہی تیر کو دیکھا وہ لوگ فوراً ٹھہر گئے۔ ان میں ایک عورت تھی جو اُمّ قرفہ کہلاتی تھی۔ یہ ایک معمولی اون کی پوستین اوڑھے ہوئے تھی اس عورت کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو شاید عرب کی حسین ترین لڑکی تھی۔

(جیسے ہی تیر دیکھ کر یہ لوگ رکے حضرت سلمہ نے ان کو قیدی بنالیا) سلمہ کہتے ہیں کہ پھر میں ان سب کو ہانکتا ہوا صدیق اکبر کے پاس لایا۔ حضرت ابو بکر نے اس عورت کی بیٹی مجھے عنایت فرمادی۔ میں نے وہاں اس لڑکی کے جسم کی جھلک بھی نہیں دیکھی بلکہ پہلے اس کو لے کر مدینہ آیا۔

یہاں رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کردو۔ للہ ابوک!"

یہ کلمہ للہ ابوک۔ عربوں کا ایک خاص محاورہ تھا جو مخاطب کی تعریف کے لئے یا پسندیدگی و تعجب ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باپ خالص خدا کے واسطے تھا کہ اس کی شرافت تم میں آئی اور اس نے تم جیسے شریف آدمی کو جنم دیا۔

اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس لڑکی کے حسن و جمال کا تذکرہ آچکا تھا میں نے آنحضرت ﷺ کی یہ بات سنتے ہی عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ لڑکی میں نے آپ ﷺ کو دی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس لڑکی کو مکہ بھیج کر اس کے بدلے ان مسلمان قیدیوں کو وہاں سے رہا کرالیا جو مشرکوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھے۔ ایک قول ہے کہ اس لڑکی کے بدلے ایک مسلمان قیدی کو رہا کرایا جو قریش کے قبضے میں تھا۔

کیا امیر سریہ زید تھے...... مگر کتاب اصل نے ذکر کیا ہے کہ اس سریہ کے امیر جس نے اُمّ قرفہ نامی عورت کو گرفتار کیا تھا حضرت ابو بکر صدیق تھے۔ مگر مسلم کی روایت اور خود کتاب اصل میں اس سے پہلے جو روایت ابن اسحاق اور ابن سعد سے بیان کی گئی ہے اس کے مطابق یہ سریہ جس نے اُمّ قرفہ کو گرفتار کیا حضرت زید ابن حارثہ کی سربراہی میں تھا۔ ان کا ٹکراؤ بنی فزارہ سے ہوا تھا جس میں چند صحابہ شہید ہوگئے اور حضرت زید مقتولین کے درمیان زخمی ہو کر گر گئے۔ بعد میں انہیں مقتولوں کے درمیان سے اٹھایا گیا ان میں اس وقت زندگی کی رمق باقی تھی۔ چنانچہ بعد میں جب وہ مدینہ آئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک جنابت یعنی ناپاکی کا غسل نہیں کروں گا جب تک بنی فزارہ سے جنگ نہیں کرلوں گا۔

زید کے سریہ کو حادثہ...... اس کے بعد جب ان کے زخموں کو آرام ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے زید کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت زید اور ان کا دستہ راتوں کو سفر کرتا اور دن کو کہیں چھپ جاتا یہاں تک کہ چپکے چپکے یہ بنی فزارہ تک پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اس کے بعد انہوں نے تکبیر کہی اور ان پر جاپڑے۔

اُمّ قرفہ کا شہرہ...... اس لڑائی میں حضرت زید نے اُمّ قرفہ کو گرفتار کیا جو اپنی قوم میں بہت باعزت عورت تھی۔ اس کے گھر میں پچاس تلواریں لٹکی رہتی تھیں جو سب کے سب اس کے عزیزوں کے لئے تھیں۔ اس عورت کے بارہ لڑکے تھے اسی لئے عرب کے لوگ اس عورت کی عزت و عظمت کے متعلق مثال دیتے ہوئے

کہا کرتے تھے کہ کاش میں اُمّ قرفہ کے جیسا باعزت ہوتا۔

اُمّ قرفہ کی بد زبانیاں...... غرض ان سب عورتوں و بچوں کو حضرت زید نے گرفتار کرلیا اور پھر اُمّ قرفہ کو قتل کر دینے کا حکم دیا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں سخت گستاخیاں کیا کرتی تھی اور آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔

اُمّ قرفہ کے حوصلے اور انجام...... ایک روایت میں آتا ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو ملا کر تیس سوار سپاہیوں کا دستہ بنالیا تھا اور پھر ان کو حکم دیا کہ مدینہ پر چڑھائی کرو اور محمد ﷺ کو قتل کرڈالو۔ مگر بعض علماء نے اس روایت کو منکر بتلایا ہے۔

غرض حضرت زید نے اس عورت کی دونوں ٹانگوں میں دو رسّیاں بندھوائیں اور ان رسّیوں کے دوسرے دونوں سرے دو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر ان اونٹوں کو مخالف سمتوں میں ہنکادیا۔ ایک قول ہے کہ رسّی کے دوسرے سرے دو گھوڑوں کے ساتھ باندھے گئے تھے جس کے نتیجہ میں اُمّ قرفہ کا جسم پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

اُمّ قرفہ اور اس کی بے خیر اولاد...... اُمّ قرفہ کا بیٹا قرفہ تھا جس کے نام پر اس عورت کا یہ لقب مشہور ہوا۔ اس شخص قرفہ کو رسول اللہ ﷺ نے قتل فرمایا تھا اور اُمّ قرفہ کی باقی اولاد حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے زمانے میں مرتدین کے ساتھ قتل ہوئی (یعنی صدیق اکبر کے زمانے میں جو فتنہ ارتداد پھیلا اور لوگ اسلام سے پھرنے لگے تو ان میں اُمّ قرفہ کی اولاد بھی تھی۔ ان سب مرتدین کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق نے لشکر کشی کی تھی اور مرتدین کو قتل کرایا تھا۔ ان قتل ہونے والے مرتدین میں اُمّ قرفہ کی باقی اولاد بھی تھی جو مرتد ہونے کی حالت میں قتل ہوئے) لہٰذا نہ اُمّ قرفہ میں کوئی خیر تھی اور نہ اس کی اولاد میں خیر تھی۔

اُمّ قرفہ کی حسین بیٹی...... غرض پھر یہ حضرات اُمّ قرفہ کو قتل کرنے کے بعد اس کی بیٹی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اُمّ قرفہ کی بیٹی کے حسن و جمال کا تذکرہ آیا تو آپ ﷺ نے ابن اکوع سے فرمایا۔

"سلمہ! تم نے کیسی لڑکی گرفتار کی ہے؟"

آنحضرت ﷺ کی طرف سے طلب گاری...... انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! وہ ایسی لڑکی ہے جس کے بدلے میں میں اپنے خاندان کی ایک عورت رہا کرانا چاہتا ہوں جو بنی فزارہ میں ہے۔"

اس جواب پر آنحضرت ﷺ نے پھر دو یا تین مرتبہ اپنی بات دہرائی۔

لڑکی کے بدلے مسلمانوں کی رہائی...... آخر سلمہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ اس لڑکی کو خود لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سلمہ نے وہ لڑکی حضور ﷺ کو ہبہ کر دی اور آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے ماموں حزن ابن ابو وہب ابن عمرو ابن عائذ کے لئے مکہ بھیج دیا۔ اس لڑکی سے حزن کے یہاں عبدالرحمٰن ابن حزن پیدا ہوئے۔

حزن کو آپ کا ماموں اس لئے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد کی ماں فاطمہ ہی عائذ کی بیٹی تھیں جیسا کہ بیان ہوا اور عائذ، حزن کا دادا تھا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ فاطمہ جو تھیں وہ عمرو ابن عائذ کی بیٹی تھیں۔

گذشتہ روایت میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس قیدی لڑکی کے بدلے ایک مسلمان قیدی کو چھڑ لیا تھا جبکہ اس دوسری روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اس لڑکی کے بدلے میں مکہ سے ایک مسلمان قیدی کو رہا کرانے کی جو روایت بیان ہوئی ہے وہ زیادہ درست اور صحیح ہے بہ نسبت اس دوسری روایت کے کہ آپ ﷺ نے اس لڑکی کو اپنے ماموں حزن کو ہبہ کر دیا تھا۔

علامہ شمس شامی نے ان دونوں روایتوں کو جمع کیا ہے اور کہا ہے کہ ممکن ہے یہ دو علیٰحدہ علیٰحدہ سریہ رہے ہوں اور دونوں سریوں میں حضرت سلمہ ابن اکوعؓ شریک رہے ہوں ایک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ اور دوسرے میں حضرت زید ابن حارثہؓ کے ساتھ۔

اس بات کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ والے سریہ میں آنحضرت ﷺ نے اُمّ قرفہ کی بیٹی کو مکہ بھیجا تھا اور اس کے بدلے میں مکہ سے وہ مسلمان قیدی رہا کرا لئے تھے جو مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار تھے۔

اور حضرت زید والے سریہ میں (جب یہ لڑکی سلمہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی تو) آپ ﷺ نے اس کو مکہ میں اپنے ماموں حزن کو ہبہ فرمادیا۔ پھر علامہ شامی کہتے ہیں کہ میں نے اس موافقت کے سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں پایا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس جمع اور موافقت میں شبہ ہے کیونکہ اس تفصیل کے مطابق اُمّ قرفہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کی ایک ایک خوبصورت بیٹی تھی اور یہ کہ دونوں کو حضرت سلمہ نے گرفتار کیا اور دونوں کو سلمہ سے آنحضرت ﷺ نے لے لیا۔ ظاہر ہے اتنے زیادہ اتفاقات کا پیش آنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُمّ قرفہ دو عورتیں نہیں تھیں (بلکہ ایک ہی عورت تھی جس کی بیٹی حضرت ابن زید حارثہ والے سریہ میں سلمہ کے ہاتھوں گرفتار ہوئی اور) حضرت ابو بکر والے سریہ میں سلمہ نے جس عورت کو گرفتار کیا اس کا نام اُمّ قرفہ بتلانا راوی کی غلط فہمی ہے۔

اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دوسرے علماء نے (حضرت ابو بکر والے سریہ میں) ایک عورت کا ذکر کیا ہے مگر اس کا نام اُمّ قرفہ یا کچھ اور نہیں بیان کیا بلکہ صرف اس قدر بیان کیا ہے کہ ان قیدیوں میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ حضرت ابو بکر نے وہ لڑکی مجھے بخش دی پھر ہم اس کو لے کر مدینہ آگئے۔ ابھی میں نے اس لڑکی کا پلّہ بھی نہیں چھوا تھا یعنی اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی تھی کہ مجھے بازار میں دو دن تک رسول اللہ ﷺ ملے اور دونوں مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمہ! وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو۔ دونوں مرتبہ میں نے عرض کیا کہ وہ آپ کی ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو مکہ بھیج دیا اور اس کے بدلے وہاں سے کچھ مسلمان قیدی رہا کرا لئے۔

اُمّ قرفہ زید کے سریہ میں تھی...... ادھر واضح رہے کہ کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے ابن اسحاق اور ابن سعد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ کو وادی قریٰ کی طرف بھیجا یعنی بنی فزارہ سے جنگ کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہاں ان کا دشمن سے سامنا ہوا تو زید کے بہت سے ساتھی بنی فزارہ کے ہاتھوں قتل ہو گئے اور خود حضرت زید صرف اس لئے بچ گئے کہ وہ بہت زخمی ہو کر مقتولین کے درمیان گر گئے تھے۔

یہ بات اس قول کے خلاف ہے جو ابن سعد سے نقل کیا جاتا ہے اور جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس جماعت میں حضرت زید غازی کی حیثیت سے لڑنے کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ تاجر کی حیثیت سے گئے تھے اور یہ کہ ان کو بنی فزارہ کی طرف نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ بنی فزارہ کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو وہ لوگ حضرت زید پر حملہ آور ہو گئے۔

زید کے کاروان تجارت پر حملہ...... ابن سعد نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت زید ابن حارثؓ تجارت کے لئے ملک شام کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کا تجارتی سامان بھی تھا جب وہ وادی قری کے قریب پہنچے تو ان کا سامنا بنی فزارہ کے کچھ لوگوں سے ہو گیا بنی فزارہ نے زید اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا انہوں نے زید پر بھی وار کئے اور ان کے ساتھیوں پر بھی (جس کے نتیجہ میں حضرت زید کے ساتھی شہید ہو گئے اور خود حضرت زید زخمی ہو کر مقتولوں میں گر گئے)

فزارہ سے انتقام کے لئے زید کی قسم...... بنی فزارہ نے یہ سمجھا کہ زید سمیت سب لوگ ختم ہو گئے ہیں اس لئے وہ ان کا تمام مال و دولت اور سامان تجارت لوٹ کر لے گئے۔ اس کے بعد اس کاروان تجارت کے بچے کھچے لوگ واپس مدینہ پہنچے جہاں حضرت زید نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک ناپاکی کا غسل نہیں کروں گا جب تک کہ بنی فزارہ سے جنگ نہیں کر لوں گا۔

چنانچہ جب ان کے زخم ٹھیک ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو بنی فزارہ کے خلاف سریہ میں بھیجا اور چلنے کے وقت ان سے فرمایا کہ دن کے وقت میں کہیں چھپ رہا کرنا اور راتوں کو سفر کیا کرنا۔ یہ لوگ روانہ ہو گئے ان کے ساتھ بنی فزارہ کا ایک راہبر تھا۔

فزارہ کو انتقام کا دھڑکا...... ادھر اس حرکت کے بعد سے بنی فزارہ کو مسلمانوں کی طرف سے انتقام کا خوف لگا رہتا تھا اس لئے وہ لوگ اپنے ایک آدمی کو روزانہ صبح ہی نگراں کے طور پر پہاڑ کے اوپر بھیج دیتے تھے وہ شخص پہاڑوں پر سے دن بھر اس راستے کی نگرانی کیا کرتا تھا جس پر سے مسلمانوں کے آنے کا احتمال تھا۔ وہ وہاں سے ایک دن کی مسافت تک دیکھتا اور پھر آکر لوگوں سے کہتا۔

"جاؤ آرام کرو۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔!"

پھر شام ہوتی تو یہی نگراں دوبارہ اس پہاڑ پر چڑھتا اور رات بھر کی مسافت کے فاصلے تک دیکھتا پھر آکر لوگوں سے کہتا۔

"جا کر سو جاؤ کیونکہ آج رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔!"

زید کا اچانک حملہ...... یہاں تک کہ جب زید ابن حارثہ اور ان کے ساتھی وادی قری سے ایک رات کے فاصلے پر رہ گئے تو ان کا فزاری راہبر راستہ بھول گیا اور انہیں ایک دوسرے راستے پر لے گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی اور وہ لوگ یونہی بھٹکتے رہے۔

اچانک اس وقت انہوں نے بنی فزارہ کے لوگوں کو دیکھ لیا جن کے قریب پہنچ چکے تھے اس وقت انہوں نے اپنے راستہ بھٹکنے پر شکر ادا کیا اور رات کی تاریکی میں بنی فزارہ کے لئے گھات لگا کر بیٹھ گئے۔

صبح ہوئی تو صحابہ نے بنی فزارہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کے بعد حضرت زید اور ان کے ساتھیوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی (اور دشمن پر ٹوٹ پڑے) جس کے بعد کی تفصیل پچھلی سطروں میں گزر چکی

ہے۔

کامیابی پر حضور کی خوشی...... اس کے بعد جب حضرت زید ابن حارثہ واپس مدینہ پہنچے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دروازے پر دستک دی۔ آنحضرت ﷺ جسم مبارک پر چادر لپیٹے بغیر اسے کھینچتے ہوئے فوراً باہر تشریف لائے اور زید کو گلے لگایا، پیشانی کو بوسہ دیا اور حالات دریافت فرمائے۔ حضرت زید نے آنحضرت ﷺ کو سب حالات بتلائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب و کامران فرمایا۔

اس تفصیل کے بعد کتاب اصل میں جو قول ہے اور جو ابن سعد سے روایت ہے اس پر اشکال پیدا ہوتا ہے وہ قول یہ ہے کہ زید ابن حارثہ کے وادی قری کی طرف دو سریہ ہیں ایک رجب کے مہینہ میں اور دوسرا رمضان کے مہینہ میں۔ کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کو ان دونوں مرتبہ میں غازی کی حیثیت سے بھیجا گیا اور وہ وادی قری کی طرف بنی فزارہ سے جنگ کرنے کے لئے گئے تھے حالانکہ یہ بتلایا جا چکا ہے کہ ابن سعد کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے سریہ یعنی سفر میں زید ابن حارثہ تاجر کی حیثیت سے گئے تھے لیکن جب وہ وادی قری میں بنی فزارہ کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں قتل وزخمی کیا اور مسلمانوں کا تمام مال واسباب چھین لیا تھا۔

پھر میں نے کتاب اصل دیکھی جس میں انہوں نے اپنے شیخ حافظ دمیاطی کی پیروی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رجب کے مہینے میں زید ابن حارثہ کا جو سریہ وادی قری کی طرف ہوا اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سریہ میں زید ابن حارثہ کو امیر بنا کر بھیجا تھا۔ پھر صاحب اصل لکھتے ہیں۔ سریہ زید ابن حارثہ بہ سوئے اُمّ قرفہ جو رمضان کے مہینے میں وادی قری کی جانب بھیجا گیا مگر اس تفصیل میں جو اشکال ہے وہ ظاہر ہے۔

ادھر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ یہاں سریہ کا مطلب وہ جماعت ہے جو تجارت کے لئے روانہ ہوئی۔ اس صورت میں یہ جماعت ان لوگوں کے لئے مخصوص نہیں ہوگی جو جنگ کے لئے روانہ ہوئے ہوں یا دشمن کے متعلق جاسوسی کرنے اور خبریں حاصل کرنے کے لئے گئے ہوں (بلکہ سریہ سے مراد صرف وہ جماعت ہوگی جو کاروان تجارت کی صورت میں کاروبار کرنے اور مال بیچنے اور خریدنے کے لئے گئی ہو) اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

سریہ عبدالرحمٰن ابن عوف بسوئے دومۃ الجندل

یہ لفظ دومۃ الجندل دال کے پیش کے ساتھ ہے نیز زبر کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے لیکن ابن درید نے زبر کے ساتھ تلفظ کی تردید کی ہے۔ یہ سریہ دومۃ الجندل میں بنی کلب کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا۔

ابن عوف کا اعزاز اور کوچ کا حکم...... اس سریہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو روانہ فرمایا تھا۔ روانگی سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا آنحضرت ﷺ نے اس سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن کو بلا کر فرمایا۔

"تم تیاری کرو کیونکہ میں تمہیں آج ہی یا کل انشاء اللہ تعالیٰ ایک سریہ میں بھیج رہا ہوں۔[1]"

مدینہ کے باہر پڑاؤ...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عوف کو حکم فرمایا کہ رات کے وقت دومتہ الجندل کی طرف کوچ کریں۔ ان کے ساتھ آپ ﷺ نے سات سو آدمیوں کا دستہ کیا۔ چنانچہ ان صحابہ نے مدینہ سے باہر جاکر کوچ کے لئے پڑاؤ ڈالا۔

ابن عوف کی تمنا...... صبح اندھیرے منہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ! میری تمنا ہے کہ (کوچ سے پہلے) میرا آخری وقت آپ کے ساتھ ہو۔"

دست مبارک سے عمامہ...... اس وقت حضرت ابن عوف کے سر پر موٹے کپڑے کا ایک عمامہ تھا جسے انہوں نے لپیٹ رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کا عمامہ کھولا اور پھر ایک سیاہ رنگ کا عمامہ خود ان کے سر پر باندھا۔ آپ ﷺ نے تقریباً چار انگشت کے برابر عمامہ کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان ابن عوف کی کمر پر چھوڑا اور پھر فرمایا۔

"اے ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو کیونکہ یہ زیادہ اچھا اور خوشنما لگتا ہے۔"

جنگی ہدایات...... اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ابن عوف کو پرچم دیں چنانچہ حضرت بلالؓ نے انہیں پرچم پیش کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر اپنے آپ پر درود پڑھا اور اس کے بعد فرمایا۔

"ابن عوف یہ سنبھالو۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے کوچ کرو اور ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں لیکن خیانت اور غداری یعنی وعدہ خلافی مت کرنا۔ بچوں کو قتل مت کرنا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ نہ خیانتیں کرنا اور نہ غداریاں کرنا، زیادتیاں نہ کرنا اور کسی کے ناک کان نہ کاٹنا اور کمسن بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا یہ اللہ کا عہد ہے اور تمہارے نبی کی سنت ہے۔"

شہزادی سے نکاح کا حکم...... اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر فرمایا۔

"جب وہ لوگ تمہاری دعوت و تبلیغ کو قبول کرلیں تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلینا۔"

ابن عوف کی مشرکوں کو تبلیغ...... حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف روانہ ہوگئے یہاں تک کہ دومتہ الجندل پہنچ گئے۔ ابن عوف تین روز تک ان لوگوں کو اسلام کی دعورت دیتے رہے اور وہ لوگ اس دعوت کو ٹھکراتے رہے۔ وہ ان کی تبلیغ کے جواب میں کہتے کہ ہم تلوار کے سوا کوئی جواب نہیں دیں گے۔

سردار بنی کلب کا اسلام...... لیکن تیسرے دن ان کا سردار اور بادشاہ اصبغ ابن عمرو کلبی مسلمان ہوگیا جو عیسائی تھا۔ کتاب نور میں ہے کہ اس شخص ابن عمرو کلبی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ بظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہوا۔ للذا یہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے۔

اصبغ کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے دوسرے لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اپنے کفر پر باقی رہے ان سے جزیہ کی ادائگی پر معاہدہ کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے ایک قاصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس کے ذریعہ اس کامیابی کی اطلاع دی اور یہ کہ وہ ان لوگوں میں اپنی شادی کا ارادہ کررہے ہیں۔

سردار زادی سے نکاح...... آنحضرت ﷺ نے جواب میں ان کے پاس کہلایا کہ وہ اصبغ ابن عمرو کلبی کی بیٹی

کے ساتھ شادی کریں۔ چنانچہ ابن عوف نے ابن عمرو کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور وہیں اس کے ساتھ خلوت کی پھر وہ اپنی بیوی کو مدینہ لے آئے جن کے پیٹ سے ان کے یہاں سلمہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف پیدا ہوئے۔ بنی کلب کی یہی پہلی خاتون ہیں جن سے ایک قریشی نے نکاح کیا ان کے یہاں سلمہ کے علاوہ اور کوئی بچہ نہیں ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے ان کو اپنے مرض موت میں تین طلاقیں دے دی تھیں اور ایک سیاہ فام باندی ان کو دے دی تھی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا انتقال ہو گیا جبکہ یہ ابھی عدّت ہی گزار رہی تھیں۔ ایک قول ہے کہ ان کی عدت پوری ہو چکی تھی۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ان کو وارث بنادیا تھا۔

افضل ترین مومن...... (قال) عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے لئے رسول اللہ ﷺ کی وصیت وہدایت سننے کے لئے گیا اسی وقت وہاں ایک انصاری نوجوان پہنچا۔ وہ آنحضرت ﷺ کو سلام کرنے کے بعد بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"یارسول اللہ! کون سا مومن سب سے زیادہ افضل ہے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جو اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہو۔!"

دانشمندترین مومن...... پھر اس نوجوان نے پوچھا۔

"کون سا مومن سب سے زیادہ دانشمند ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جو سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا ہو اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ اس کی تیاری کرنے والا ہو۔ ایسے ہی لوگ دانشمند اور سمجھدار ہوتے ہیں۔!"

پانچ خطرناک خصلتیں...... اس کے بعد وہ نوجوان خاموش ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

"اے گروہ مہاجرین! پانچ عادتیں بے حد خطرناک ہیں اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پیدا ہوں۔ اول یہ کہ جب کسی قوم میں بے حیائی اس درجہ بڑھ جائے کہ لوگ کھلم کھلا اسے کرنے لگیں تو اس قوم میں طاعون اور فاقہ کشی پھیلتی ہے جو ان سے پچھلوں کے زمانے میں نہیں تھی۔ دوسرے جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قحط سالی سوکھے اور دوسری مصیبتوں میں مبتلا فرمادیتا ہے اور ان پر ظالم بادشاہ مسلط فرمادیتا ہے کہ شاید انہیں ہوش آجائے۔ تیسرے جب لوگ زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو ان پر بارش بند کر دی جاتی ہے اگر جانور نہ ہوتے تو انہیں ایک قطرہ پانی بھی نہ ملتا۔ چوتھے جو قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیر قوم کے دشمن ان پر مسلط فرمادیتا ہے جو ان سے سب کچھ چھین لیتے ہیں۔ اور پانچویں جو قوم کتاب اللہ کے خلاف فیصلے کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان پھوٹ پیدا کر دیتا ہے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔

"اللہ تعالیٰ ان میں گروہ بندیاں پیدا فرمادیتا ہے اور وہ آپس میں سر پھٹول کرنے لگتے ہیں۔"

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ابن اسحاق کے حوالے سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دومتہ الجندل کی طرف سریہ میں حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کو بھیجا تھا۔ سیرت شامی میں اس قول پر یہ اضافہ بھی ہے جیسا کہ

آگے بیان ہوگا۔

سریۂ زید ابن حارثہ بسوئے مدین

مدین کے قیدیوں کی فروختگی......مدین حضرت شعیبؑ کے گاؤں کا نام ہے اور تبوک کی طرف ہے حضرت زیدؓ نے اس سریہ میں مدین سے بہت لوگوں کو پکڑ کر قیدی بنایا اور پھر مدینہ میں جب انہیں فروخت کیا تو اس فروختگی کے نتیجہ میں مائیں اور بیٹے علیٰحدہ علیٰحدہ ہوگئے کہ مائیں کسی کے ہاتھ فروخت ہوئیں اور بچے کسی کے ہاتھ۔

قیدی ماؤں اور بچوں میں جدائی......ایک روز رسول اللہ ﷺ کہیں جانے کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیا ہوا؟

کسی نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! یہ لوگ اور ان کی عورتوں میں مائیں اور ان کے بچے ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں۔!"

ماؤں و بچوں پر شفقت...... آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ان لوگوں کو علیٰحدہ علیٰحدہ مت فروخت کرو بلکہ اکٹھے ہی فروخت کرو۔"

کتاب اصل میں ہے کہ اس سریہ میں حضرت زید کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب کے غلام ضمیرہ بھی تھے اسی طرح ان کے بھائی اور ان کے ایک اور بھائی بھی ساتھ تھے۔ اس قول میں کتاب اصل میں ابن ہشام کا اتباع کیا گیا ہے مگر اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی کا یہ غلام ضمیرہ تھا۔ کیونکہ صحابہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے اسی طرح ان کے بھائی کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔

سریۂ حضرت علی بہ سوئے فِدَک

محل وقوع...... فِدَک ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ سے چھ رات کی مسافت پر ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مدینہ سے تین مرحلوں پر ہے۔ یہ گاؤں اب اجڑا ہوا خرابہ ہے صحاح میں یہ ہے کہ فدک خیبر کا ایک گاؤں ہے۔

یہود سے ساز باز...... اس سریہ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو فدک کے قبیلہ بنی سعد کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک لڑنے والوں کا جتھا ہے جس سے بنی سعد کے لوگ خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بدلے میں خیبر کی کھجوروں کی فصل بنی سعد کو مل جائے گی یعنی جتنی بھی بہار ہوگی (وہ بنی سعد کو ملے گی)

سرکوبی کے لئے مہم...... اس اطلاع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو سو آدمیوں کے ساتھ بنی سعد کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت علیؓ راتوں کو سفر کرتے تھے اور دن کو کہیں چھپ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ چلتے چلتے خیبر اور فدک کے درمیان ایک جگہ پہنچ گئے۔

دشمن جاسوس کی گرفتاری...... یہاں انہیں ایک شخص ملا جس سے مسلمانوں نے بنی سعد کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ صحابہ نے اس پر سختی کی تو آخر اس نے اقرار کیا کہ وہ بنی سعد کا جاسوس

ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے امان دو تو میں تمہیں ان کے متعلق خبریں دوں گا۔ مسلمانوں نے اس کو امان دے دیا۔

"حملہ اور مال غنیمت...... اس کے بعد اس شخص نے بنی سعد کی نشاندہی کی جس پر صحابہ نے دشمن پر حملہ کر دیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اپنے قبضے میں کرلیں خود بنی سعد وہاں سے تیزی کے ساتھ بھاگ گئے تھے۔

حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے صفی کا مال علیحدہ کیا جو حاملہ اونٹنیاں تھیں یہاں ایسی اونٹنیوں کے لئے لقوح اور حلوب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مراد ہے وہ حاملہ اونٹنی جو بیانے کے قریب ہو۔ اس کو حفدہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت تیز چلتی ہے۔ چنانچہ اسی لفظ حفدہ سے تحفد کا لفظ آتا ہے۔ جیسے دعائے قنوت میں ہے کہ۔ اَلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ۔ یعنی ہم تیری ہی طرف تیز دوڑتے ہیں۔

تقسیم غنیمت...... غرض اس کے بعد حضرت علی نے اس مال میں سے پانچواں حصہ علیحدہ کیا اور باقی مال کو اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا (اس موقعہ پر اور اس کے علاوہ دوسرے موقعوں پر آنحضرت ﷺ کے لئے جو صفی کا مال نکال گیا اس کی تفصیل گذشتہ ابواب میں گزر چکی ہے)

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: گذشتہ سطروں میں بنی سعد کے متعلق جو یہ قول گزرا ہے کہ وہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہ بات اس وقت کی ہے جب آنحضرت ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کر رکھا تھا یا جب آنحضرت ﷺ نے اس محاصرہ کا ارادہ فرمایا تھا مگر گذشتہ تفصیلات کے مطابق اس بارے میں جو اشکال ہے وہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

سریہ عبداللہ ابن رواحہ بسوئے اُسَیْر

اُسَیْر یہود کی سرداری پر...... یہ نام الف کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ ہے اسیر۔ اس شخص کو اسیر ابن رزام یہودی کہا جاتا تھا جو خیبر میں رہتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے یہودیوں کے سردار ابو رافع سلام ابن ابو الحقیق کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا دیا جیسا کہ پیچھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے تو یہودیوں نے اسیر ابن رزام کو اپنا امیر اور سردار بنالیا۔

حضور ﷺ کے خلاف ارادے...... (قال) جب یہودیوں نے اس شخص کو اپنا امیر بنایا تو اس نے یہود سے کہا۔

"میں محمد ﷺ کے ساتھ ایسی چال چلوں گا جو میرے ساتھیوں میں سے کوئی نہ چل سکا۔"

لوگوں نے پوچھا تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا۔

"میں قبیلہ غطفان میں جاؤں گا اور انہیں محمد ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے تیار کروں گا۔"

بنی غطفان کو اشتعال انگیزی...... لوگوں نے کہا ہاں تمہاری رائے ٹھیک ہے۔

یہ واقعہ خیبر کی فتح سے پہلے کا ہے۔ غرض اس کے بعد اسیر قبیلہ غطفان وغیرہ میں گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر اکسانے لگا۔

حضور ﷺ کی طرف سے تحقیق حال...... آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو تین آدمیوں کے ساتھ خفیہ طور پر بھیجا تا کہ وہ اسیر اور اس کے ارادوں کے بارے

میں پتہ لگائیں۔ حضرت عبداللہ نے وہاں پہنچ کر یہ معلومات حاصل کیں اور واپس آکر آنحضرت ﷺ کو خبر دی۔

اسیر سے گفت و شنید...... رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس سلسلے میں ابھارا تو تیس آدمیوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں پر حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو امیر بنایا۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ ابن عتیک کو امیر بنایا تھا۔

باہم وعدۂ امان...... یہ صحابہ یہاں سے روانہ ہو کر اسیر کے پاس پہنچے اور اس سے کہنے لگے۔

"کیا ہمیں جان کی امان دی جاسکتی ہے تاکہ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں وہ پیش کر سکیں۔"

اس نے کہا۔

"ہاں۔ اور میرے لئے بھی تمہاری طرف سے یہی وعدۂ امان ملنا چاہئے۔"

اسیر کو نبی کی پیشکش...... صحابہ نے کہا، "ہاں"

اس کے بعد صحابہ نے اس سے کہا۔

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم آنحضرت ﷺ کے پاس چلو تاکہ رسول اللہ ﷺ تمہیں خیبر کا امیر بنادیں اور تمہارے ساتھ خیر خواہی فرمائیں۔"

حضور ﷺ سے ملنے کی تجویز...... اسیر کو اس معاملے میں خود بھی لالچ پیدا ہوا اگرچہ اس نے یہودیوں سے مشورہ کیا اور انہوں نے اسیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس ہرگز نہ جائے۔ انہوں نے کہا تھا۔

"محمد ﷺ کبھی بھی بنی اسرائیل میں سے کسی شخص کو قائم مقام نہیں بناسکتے۔"

اس نے کہا ہاں لیکن وہ جنگ سے اکتا گئے ہیں۔

کتاب نور میں اس بارے میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کو فتح خیبر سے پہلے کا واقعہ کہنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خیبر کی فتح کے بعد کا ہے (کیونکہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کسی کو خیبر پر قائم مقام یا امیر بنانے کا مطلب ہے کہ خیبر مسلمانوں کے قبضے میں آچکا تھا)

یہود کی مخالفت اور اسیر کی رضامندی...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر ممکن ہے خیبر پر قائم مقام یا امیر بنانے سے مراد مصالحت اور جنگ بندی ہو اسی وجہ سے اسیر نے یہ جواب دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ جنگ سے اکتا گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہود اور مسلمان مدینہ کو...... غرض اس کے بعد اسیر اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کے ہمراہ ہو گیا ہر سواری پر ایک یہودی کے ساتھ ایک مسلمان بیٹھا حضرت عبداللہ ابن انیس کہتے ہیں کہ میں اسیر کی سواری پر اس کا ساتھی تھا اور اب اسیر کو ہمارے ساتھ اپنی روانگی پر ندامت ہو رہی تھی (کیونکہ یہ فیصلہ اس نے یہود کے مشورہ کے خلاف کیا تھا)

راہ میں اسیر کی غداری...... چنانچہ اسیر نے اچانک میری تلوار پر ہاتھ ڈالا میں فوراً اس کا ارادہ بھانپ گیا اور میں نے تین دفعہ پکار کر یہ لفظ کہے۔ "خدا کے دشمن نے غداری کی۔ خدا کے دشمن نے غداری کی۔ خدا کے دشمن نے غداری کی۔"

دغابازی کی سزا...... اس کے ساتھ ہی میں نے اسیر پر اپنی تلوار سے حملہ کیا جس سے اس کی ران جڑ سے کٹ

گئی اور وہ نیچے گر گیا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا جو اس نے میرے سر پر مارا اور میرے سر میں زخم آگیا۔

یہودی وفد کا قتل...... ادھر اسی وقت ہم مسلمانوں نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا اور تمام یہودیوں کو مار ڈالا اور صرف ایک شخص جان بچا کر بھاگ گیا جس کو ہم پکڑ نہیں سکے (یعنی تیس میں سے انتیس یہودی مارے گئے)

ظالموں سے نجات...... اس کے بعد ہم لوگ مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی ہے۔"

عبد اللہ کو نبی کا تحفہ...... پھر آپ نے میرے زخم میں اپنا لعاب دہن ڈالا جس کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا اور میری تکلیف رفع ہو گئی۔

(قال) ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے عصا میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر مجھے عنایت کیا اور فرمایا۔

"اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھو کیونکہ یہ ٹکڑا قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان علامت ہو گا جس سے میں تمہیں پہچانوں گا کیونکہ تم قیامت کے دن عصا کے سہارے آؤ گے۔"

چنانچہ عبد اللہ کے انتقال کے بعد جب انہیں دفن کیا گیا تو وہ ٹکڑا کفن کے نیچے ان کے جسم پر رکھ دیا گیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: عبد اللہ کے ایسے ہی ایک واقعہ کی نظیر پہلے بھی گزر چکی ہے جبکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو سفیان ابن خالد ہذلی کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور وہ اس کا سر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ بات ممکن ہے کہ یہ اضافہ کسی راوی کے مغالطہ کی وجہ سے ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے ساتھ یہ واقعہ ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہو۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے کو اپنا عصا پہلے سفیان ابن خالد ہذلی کے واقعہ پر عطا فرمایا ہو اور پھر دوسرا عصا دوبارہ اس سریہ کے موقعہ پر عنایت فرمایا ہو۔ اور کے دفن کے وقت وہ دونوں عصا ان کے جسم اور کفن کے درمیان میں رکھے گئے ہوں۔

اگرچہ اس احتمال میں کوئی اشکال نہیں ہے مگر ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں ذہن یہ سوال کرتا ہے کہ عبد اللہ کو دو مرتبہ عصا عنایت فرمانے میں کیا حکمت تھی اور باقی صحابہ کے مقابلہ میں ان ہی کے ساتھ یہ خصوصیت اور اعزاز کیوں برتا گیا۔ واللہ اعلم۔

سریہ عمرو ابن امیہ ضمری وسلمہ ابن اسلم ابن حریس

یہ لفظ حریس حاء مہملہ اور راء پر زیر اور اس کے بعد سین مہملہ (یعنی بغیر نقطوں والے) کے ساتھ ہے انصار جتنے لوگ بھی اس نام کے تھے وہ سب سین مہملہ کے ساتھ حریس نام کے تھے سوائے ایک شخص حریش کے جن کا نام شین معجمہ یعنی نقطوں والے) کے ساتھ تھا۔

ابو سفیان کا ناپاک ارادہ...... ایک قول میں ان کے بجائے جبار ابن صخر کا نام آتا ہے۔ ان حضرات کو مکہ میں ابو سفیان ابن حرب کی طرف بھیجا تاکہ موقعہ پڑے تو یہ دونوں اس کو قتل کر دیں۔ اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ ایک

روزابوسفیان نے کچھ قریشیوں کے سامنے کہا۔

"کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو ہمارے لئے دھوکہ سے محمد ﷺ کو قتل کردے۔ وہ مدینہ کے بازاروں میں تنہا گھومتے پھرتے ہیں۔"

نبی کے قتل کے لئے اعرابی کی آمادگی...... اس پر ایک دیہاتی آگے بڑھا اور اپنے متعلق کہنے لگا۔

"میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ دل گردہ کا، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ تیز دوڑنے والا سمجھتا ہوں۔ اگر تم میرے خرچہ کا ذمہ لو تو میں محمد ﷺ کے پاس پہنچ کر اور موقعہ دیکھ کر انہیں قتل کرنے کا ذمہ لیتا ہوں میرے پاس خنجر بھی ہے جو کرگس کے پنکھ کی طرح کا ہے اور میں راستہ بھی جانتا ہوں۔"

اس پر ابوسفیان نے کہا کہ بے شک تم ہمارے ساتھی ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے اس اعرابی کو ایک اونٹ فراہم کیا اور زادِ راہ دے کر کہا کہ ہوشیاری سے کام کرنا۔ (اس طرح اس دیہاتی کو آنحضرت ﷺ کے قتل کا کام سونپا گیا)۔

اعرابی بارگاہ نبوت میں...... رات میں یہ دیہاتی مکہ سے روانہ ہوا اور سفر کرتا ہوا آخر ایک دن مدینہ پہنچ گیا۔ یہاں اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق معلوم کیا تو کسی نے اسے پتہ بتلا دیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بنی اشہل کی مسجد میں تھے۔

قاتل کی نیت کی اطلاع...... یہ دیہاتی اپنی سواری پر روانہ ہوا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے جیسے ہی اسے دیکھا تو فرمایا۔

"یہ شخص حقیقت میں کسی برے ارادے سے آیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادے کے درمیان رکاوٹ ہے۔"

اسی وقت یہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تاکہ اپنے برے ارادے کو پورا کرے مگر اسی وقت حضرت اسید ابن حضیر نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے عبا کے اندر ہاتھ ڈالا تو اس میں سے خنجر نکلا۔ حضرت اسید نے اس شخص کو پکڑ کر بڑے زور سے اس کا گلا دبانا شروع کیا۔

اعرابی کا اسلام...... اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ سچی بات بتاؤ اس نے کہا پہلے میری جان بخشی کا وعدہ دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ تب اس نے ساری بات آپ ﷺ کو بتلا دی۔ آنحضرت ﷺ نے وعدہ کے مطابق اس کو چھوڑ دیا۔ جس کے بعد یہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

دلی کیفیات کا اظہار...... اس کے بعد اس شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! میں کسی شخص سے ڈرنے والا نہیں ہوں مگر جیسے ہی میں نے آپ کو دیکھا میرے ہوش جاتے رہے اور میرا حوصلہ کمزور ہو گیا۔ پھر یہ کہ آپ کو میرے ارادوں کی خبر ہو گئی جس سے میں نے سمجھ لیا کہ آپ بے شک حق پر ہیں۔!"

عمرو ابن امیہ مکہ میں...... آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرانے لگے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے عمرو ابن امیہ ضمری کو ان کے مذکورہ ساتھی کے ساتھ ابوسفیان کی طرف مکہ کو روانہ فرمایا۔ یہ واقعہ حضرت خبیبؓ کے قتل اور انہیں لکڑی کی پھانسی پر لٹکانے کے بعد کا ہے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے)

عمرو ابن امیہ ضمری مکہ پہنچے تو ایک رات جبکہ وہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے انہیں معاویہ ابن ابو سفیان نے دیکھ لیا (یہ وہی مشہور حضرت امیر معاویہ ہیں اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) یہ عمرو ابن امیہ کو دیکھتے ہی پہچان گئے۔

عمرو کی آمد سے قریش کو فکر...... معاویہ نے فوراً ہی قریش کو اس کی اطلاع دی جس پر قریشی ڈر گئے کیونکہ یہ عمرو ابن امیہ ضمری جاہلیت کے زمانے میں نہایت عیار اور چالاک آدمی تھے (یہاں تک کہ ان کی چالاکیوں اور بہادری کی وجہ سے لوگ ان کو شیطان کہا کرتے تھے اور سب ان سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے اب اچانک یہ سن کر کہ عمرو ابن امیہ مکہ میں ہیں سب لوگ پریشان ہوگئے کہ خدا جانے یہ کس ارادے سے آئے ہیں اور اب کیا نیا گل کھلائیں گے)

قریش عمرو کی تلاش میں...... قریش کہنے لگے کہ عمرو کسی نیک ارادے سے ہرگز نہیں آسکتا لہٰذا لوگوں نے بڑی شدت سے ان کی تلاش شروع کردی۔

(قال) ایک روایت میں یوں ہے کہ جب یہ دونوں یعنی عمرو ابن امیہ ضمری اور سلمہ ابن اسلم مکہ پہنچے تو انہوں نے اپنے اونٹ ایک گھاٹی میں روکے اور پھر دونوں رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے پھر عمرو کے ساتھی نے کہا۔

"عمرو! بہتر ہوگا کہ ہم پہلے بیت اللہ کا طواف کرلیں اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پھر ابو سفیان کو تلاش کریں۔"

طواف کعبہ...... عمرو نے کہا۔

"میں مکہ کے اس چتکبرے گھوڑے کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہاں لوگوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی چوپالوں میں مجلسیں گرم کرتے ہیں۔"

عمرو کو ابو سفیان کی تلاش...... یعنی یہاں لوگ رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے چوک میں بیٹھ جاتے ہیں اس لئے یہ کام فوراً کرنا چاہئے۔

سلمہ نے کہا ہرگز نہیں خدا نے چاہا تو......

عمرو کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کعبہ کا طواف کیا اور وہاں نماز پڑھی اور پھر ہم ابو سفیان کی تلاش میں روانہ ہوئے۔

قریش کو مخبری...... راہ میں مجھے قریش کا ایک شخص ملا جو مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا اور فوراً پکار اٹھا کہ عمرو ابن امیہ...... اس نے قریش کو میرے متعلق خبر دے دی۔ اس وجہ سے میں اور میرا ساتھی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔

قریش عمرو کی جستجو میں...... قریش کے لوگ ہماری تلاش میں پھر رہے تھے اس لئے ہم اس پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہوگئے۔ ادھر عمرو کو ایک قریشی ملا تھا جسے انہوں نے قتل کردیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ صبح کو جبکہ ہم غار میں تھا ہم نے ایک قریشی شخص کو دیکھا جو ایک گھوڑے کو ہنکائے جا رہا تھا۔ میں نے سلمہ سے کہا۔

"اگر اس شخص نے ہمیں دیکھ لیا تو یقیناً شور مچادے گا۔"

عمرو کے ہاتھوں ایک قریشی کا قتل...... چنانچہ میں اس کی طرف خنجر لئے ہوئے بڑھا۔ یہ خنجر میں

ابوسفیان کے لئے ساتھ رکھتا تھا میں نے اس شخص کے ہاتھ پر خنجر سے وار کیا جس پر وہ اتنی زور زور سے چیخا کہ مکہ والوں تک اس کی آواز پہنچ گئی اور لوگ بھاگتے ہوئے وہاں آگئے۔

مکہ سے فرار...... یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اس شخص کو اس حالت میں پایا کہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا انہوں نے اس زخمی سے پوچھا کہ تجھ کو کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا عمرو ابن امیہ نے۔ اتنا کہہ کر اس کا دم آخر ہو گیا۔ آخر لوگ اسے اٹھا کر لے گئے۔

خبیب کی سولی سے گزر...... میں نے اپنے ساتھی یعنی سلمہ سے یہ بات بتائی۔ آخر جب خیریت کے ساتھ شام ہو گئی تو ہم رات کے وقت مدینہ واپسی کے لئے مکہ سے نکلے راستے میں ہمیں قریش کے وہ پہریدار ملے جو حضرت خبیبؓ کی پھانسی پر لٹکی ہوئی لاش کی نگرانی کر رہے تھے۔

(ان پہریداروں نے عمرو اور سلمہ کو رات کے اندھیرے میں جاتے ہوئے دیکھا) تو ان میں سے ایک شخص دوسرے سے بولا۔

"اگر عمرو ابن امیہ مدینہ میں نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ یہ سامنے جانے والا شخص یقیناً عمرو ہے۔"

سولی جھپٹ کر عمرو کا فرار...... عمرو کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں اس پھانسی کے قریب پہنچا۔ (جس پر حضرت خبیبؓ کی لاش لٹکی ہوئی تھی) تو میں نے اچانک جھپٹ کر اسے کھینچ لیا اور میں اور میرا ساتھ اس لکڑی کو اٹھا کر پوری رفتار سے بھاگے۔ وہ لوگ ہمارے پیچھے دوڑے تو میں نے ایک جگہ اس لکڑی کو پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ان لوگوں کی نظروں سے غائب کر دیا سیرت ابن ہشام میں اس طرح ہے۔

ادھر پیچھے اس بارے میں گزرا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو اس مقصد سے یہاں بھیجا تھا کہ وہ اس پھانسی کی لکڑی کو اتار لائیں اور حضرت زبیرؓ نے اسے اتار لیا تھا جس کے بعد زمین نے اسے نگل لیا۔

ادھر علامہ ابن جوزی کے حوالے سے یہی تفصیل گزری ہے جو یہاں ہے کہ اس پھانسی کو عمرو ابن امیہ نے اتارا تھا۔ لہٰذا اگر یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں تو ان کے درمیان موافقت اور جمع کی ضرورت ہے۔

عمرو کے ہاتھوں ایک اور قتل...... کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں عمرو ابن امیہ نے ایک دوسرے شخص کو بھی قتل کیا تھا۔ انہوں نے اس کو یہ شعر پڑھتے سن لیا تھا کہ۔

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا دُمْتُ حَيًّا
وَلَسْتُ اَدِيْنُ دِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَا

اس شخص کی زبان سے یہ کلمات سن کر عمرو ابن امیہ ضمری نے اس کو قتل کر دیا۔

اسی طرح (انہوں نے ایک اور شخص کو قتل کیا تھا) راستے میں انہیں دو آدمی نظر آئے جن کو قریش نے مدینہ کی طرف مسلمانوں کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔ عمرو نے ان میں سے ایک کو قتل کر ڈالا اور دوسرے کو گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد عمرو مدینہ آئے جس وقت یہ اپنی روداد سفر رسول اللہ ﷺ کو سنا رہے تھے تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔

سریۂ سعید ابن زید بسوئے عرنیین

امیر سریہ......ایک قول ہے کہ یہ سریہ حضرت زید ابن جابر کا تھا اور اکثر علماء کا قول یہی ہے۔ اسی لئے حافظ دمیاطی نے صرف ان ہی کا نام ذکر کیا ہے۔ نیز ایک قول کے مطابق حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی کا تھا۔ مگر اس قول کی تردید بھی کی گئی ہے کہ جریر ابن عبداللہ بجلی اس سریہ کے تقریباً چار سال بعد مسلمان ہوئے ہیں۔

عرنیین کا وفد......یہ سریہ عرنیین کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عرینہ کی ایک جماعت وفد کی صورت میں آئی جس میں آٹھ آدمی تھے۔ ایک قول ہے کہ ان آٹھ آدمیوں میں چار عرینہ کے تھے تین عکل کے اور ایک یعنی آٹھواں آدمی کسی اور قبیلہ کا تھا۔

وفد کا اسلام......یہ لوگ مسلمان کی حیثیت سے آئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ لوگ بے حد نڈھال تھا اور ہلاک ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ بہت زیادہ لاغر و کمزور تھے ان کے رنگ زرد اور پیٹ بڑے بڑے تھے۔

نبی ﷺ سے ٹھکانے کی درخواست......ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمیں ٹھکانہ دیجئے اور کچھ کھانے کا انتظام فرمادیجئے!"

عرنیین کی خرابی صحت...... آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو اپنے پاس صفہ پر (یعنی مسجد سے ملحق اس چبوترے پر جہاں دوسرے بہت سے نادار صحابہ کا ٹھکانہ تھا) ٹھکانہ ایک روز انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"مدینہ میں بیماریوں کا زور رہتا ہے اور یہاں کی فضا گھٹی ہوئی ہے اور ہم لوگ دیہاتی یعنی کسان نہیں بلکہ مویشی پالنے اور ان کے دودھ پر گزر بسر کرنے کے عادی ہیں۔"

اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب......اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"بہتر ہوگا کہ تم لوگ (شہر سے باہر) ہماری دودھیاری اونٹنیوں کے ساتھ رہو اور ان کا دودھ اور پیشاب پیؤ۔"

ان اونٹنیوں کی تعداد پندرہ تھی (گویا آنحضرت ﷺ نے یہ ان لوگوں کی بیماری کا علاج بتلایا تھا) کیونکہ اونٹنیوں کے دودھ میں پیٹ کی صفائی کرنے، نرم اجابت لانے، پیشاب لانے اور سُدّے نکالنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ اور پیٹ میں پانی آجانے اور پیٹ لٹک جانے کے سبب دراصل سُدّے بننا اور جگر کی خرابی ہوتا ہے اور جگر کے لئے سب سے زیادہ مفید چیز اونٹنی کا دودھ ہے خاص طور پر جبکہ اسے اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس میں وہ گرمی اور حرارت موجود ہو جو تھنوں سے نکلتے وقت ہوتی ہے (یعنی تھن سے نکلتے ہی بالکل تازہ دودھ پیا جائے) اور اس کے ساتھ اونٹ کے بچہ کا تازہ پیشاب ملا لیا جائے جس میں وہ حرارت موجود ہو جو جسم سے نکلتے وقت ہوتی ہے۔

تشریح......یہاں پیشاب کو بطور دوا استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے اس سلسلے میں مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان میں سے شرح زرقانی علی المواہب نے اس بارے میں جو تفصیل دی ہے اس کا ترجمہ یہاں نقل کر رہا ہوں جس سے اس معاملے پر روشنی پڑتی ہے۔

اس روایت میں امام مالک، امام احمد اور ان سے اتفاق رکھنے والے دوسرے علماء کو اپنے اس قول کی دلیل حاصل ہوتی ہے کہ ان جانوروں کا پیشاب پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی اونٹ کے پیشاب کے لئے تو بذریعۂ حدیث صراحت سے اور دوسرے حلال جانوروں کے لئے قیاس کے ذریعہ کیونکہ اگر اونٹ کا پیشاب ناپاک ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کے ذریعہ دوا اور علاج کا حکم نہ دیتے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا کسی ایسی چیز میں نہیں رکھی جو امت پر حرام کی گئی ہو۔ اس روایت کو ابوداؤد وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

مگر امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور دوسرے جمہور علماء نے امام مالک و احمد سے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ان حضرات نے ہر ایک کے پیشاب کو ناپاک کہا ہے اور اس حدیث کو صرف دوا علاج کے وقت جواز پر محمول کیا ہے۔ لہٰذا جب ضرورت اور مجبوری نہ ہو تو اس حدیث کے تحت پیشاب پینا جائز نہیں ہوگا۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا کسی ایسی چیز میں نہیں رکھی جو امت پر حرام کی گئی ہو۔ تو یہ اختیار کی حالت میں ہے ورنہ کوئی حرمت نہیں ہے جیسے مجبور آدمی کے لئے مردار گوشت ہے۔ (یعنی اختیار اور صحت کی حالت میں جن چیزوں کے ذریعہ شفا اور تندرستی اتاری گئی ہے وہ سب حلال چیزیں ہیں البتہ جبر یعنی مجبوری یا بیماری کی حالت میں مردار چیز جائز کی گئی ہے۔ تشریح ختم۔ از مرتب)

عرنیین کی صحت یابی اور دغا...... غرض ان لوگوں نے (مدینہ سے باہر جا کر رہائش اختیار کی اور اونٹوں کے پاس رہنا شروع کر دیا اور) رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا (جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت و شفا عطا فرمائی اور وہ تندرست ہو گئے)۔

چرواہے کا قتل اور اونٹنیوں کی چوری...... غرض جب یہ لوگ تندرست ہو گئے تو اسلام سے پھر کر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے اور اس چراگاہ میں (آنحضرت ﷺ کا) جو چرواہا تھا اس کو قتل کر دیا۔ یہ چرواہا آنحضرت ﷺ کا غلام یسار تھا انہوں نے یسار کو ہلاک کر کے اس کے ناک اور کان، آنکھ کاٹ کر لاش کا مثلہ کر دیا۔ انہوں نے یسار کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھا دیئے یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔

ظالمانہ قتل...... ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ وہ لوگ بعض اونٹنیوں پر سوار ہوئے اور باقی کو بھگا لے گئے تو یسار چرواہے نے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ کافروں کو جا لیا یسار کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے۔ مشرکوں نے یسار وغیرہ سے مقابلہ کر کے ان لوگوں کو مار ڈالا اور یسار کے ہاتھ پیر کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کو خبر اور تعاقب کا حکم...... رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے بیس گھوڑے سوار ان کے پیچھے روانہ فرمائے اور ان پر حضرت سعید ابن زید کو امیر مقرر فرمایا ان سواروں کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک ایسا شخص بھی بھیجا جو نشان قدم پر مجرموں کا پیچھا کر رہا تھا۔

گرفتاری اور انتقام...... آخر ان سواروں نے ان لوگوں کو جا لیا اور چاروں طرف سے گھیر کر ان سب کو گرفتار کر لیا۔ صحابہ ان کو لے کر مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیرائی گئیں۔ پھر ان لوگوں کو حرہ میں لے جا کر ڈال دیا گیا جو سیاہ پتھروں کا علاقہ تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے ان پتھروں کو آگ میں جلایا گیا ہے یہاں یہ لوگ پیاس سے بیتاب ہوئے مگر کہیں پانی نہیں تھا۔

شدید انتقام کی ممانعت...... تشریح: اس طرح ان لوگوں کو اسی طریقے پر سزا دے کر ہلاک کیا گیا جس ظالمانہ طریقہ سے انہوں نے یسار اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا۔ مگر یہ اس طرح کا پہلا اور آخری واقعہ ہے کیونکہ اس کے بعد آئندہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ کوئی مجرم چاہے کیسا ہی سخت اور ظالمانہ طریقہ کا جرم کرے اس کو ہرگز ایسی سزا نہ دی جائے۔ ابتداء میں تو بڑے سے بڑے دشمن کا مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پیر اور ناک، کان، آنکھ وغیرہ کاٹن حرام تھا لیکن اس واقعہ کے بعد انتقام اور قصاص کے طور پر بھی مثلہ کرنا ہمیشہ کے واسطے حرام قرار دے دیا گیا۔ لہٰذا اب اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مثلہ کرے تو قصاص اور بدلے میں اس کافر کا مثلہ کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اسے صرف قتل کیا جائے گا۔ (زرقانی۔ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پیاس کی زیادتی سے زمین کو اپنے دانتوں سے کھود رہا تھا کہ مٹی کی نمی سے تسکین ہو مگر وہ نمی بھی نہ ملی یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۂ مائدہ آیت ۳۳، ع ۵)

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

اس کے علاوہ پھر کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی شخص کی آنکھیں پھوڑوائی ہوں۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سواروں نے جب ان لوگوں کو گرفتار کیا تو ان کے ہاتھ پیر باندھ کر اور انہیں اپنے ساتھ گھوڑوں پر بٹھا کر مدینہ لائے اس وقت آنحضرت ﷺ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ صحابہ ان سب قیدیوں کو لے کر آپ کی تلاش میں گئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو مجمع سیول یعنی پانی کے بہاؤ کی جگہ پر پالیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کے بارے میں حکم فرمایا تو ان کے ہاتھ پیر کاٹ کر آنکھیں پھوڑی گئیں اور وہیں ان لوگوں کو سولی دے دی گئی۔

آنحضرت ﷺ کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی گم ہو گئی تھی جس کو حفاء کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس اونٹنی کے بارے میں دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ اسے ان مجرموں نے ذبح کر دیا تھا۔ سیرت دمیاطی میں یوں ہی ہے۔ اسی سیرت میں اس سریہ کو سریۂ عمرو ابن امیہ ضمری سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔

سریۂ امیر المومنین عمر ابن خطاب بسوئے ہوازن

مقام سریہ...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تیس صحابہ کے ساتھ عجز کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لفظ عین پر زبر اور جیم پر پیش اور زا کے سکون کے ساتھ ہے۔ یہ ایک مقام کا نام تھا جو صنعاء کے راستے سے مکہ سے چار رات کی مسافت پر تھا۔ اس کو تربہ بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ تربہ تاء پر پیش اور راء پر زبر کے ساتھ ہے۔

دشمن کا فرار...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کے ساتھ بنی ہلال کے ایک شخص کو بطور راہبر بھیجا۔

حضرت عمرؓ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے تھے۔ مگر بنی ہوازن کو حضرت عمر کی پیش قدمی کی خبر پہنچ گئی اور وہ لوگ وہاں سے فرار ہوگئے۔

حکم رسول کی پابندی...... آخر حضرت عمرؓ بنی ہوازن کی بستی میں پہنچ گئے مگر وہاں انہیں کوئی بھی نہیں ملا اس لئے وہ واپس مدینہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں حضرت عمر ایک جگہ پہنچے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھی۔ یہاں راہبر نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔

"اگر آپ چاہیں تو بنی خثعم کے جتھے پر حملہ کرنا ممکن ہے۔"

مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنی خثعم پر حملہ کا حکم نہیں دیا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے صرف بنی ہوازن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔"

سریہ حضرت ابو بکرؓ بسوئے بنی کلاب

سریہ کی کامیابی...... حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو روانہ فرمایا اور ہم لوگوں پر ان کو امیر بنایا۔ کچھ مشرکین ہمارے ہاتھ لگے جنہیں ہم نے قتل کر دیا۔ خود میں نے اپنے ہاتھ سے سات مشرک گھرانوں کو قتل کیا۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے اس روایت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو بنی فزارہ کی طرف روانہ فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس بات کو وہم قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات حضرت ابو بکرؓ کے اس سریہ کی ہے جو بنی فزارہ کے مقابلہ میں وادی قریٰ کا ہے اور یہ بات گزر چکی ہے لہٰذا یہ دونوں دو علیٰحدہ علیٰحدہ واقعات ہیں جنہیں ایک کر دیا گیا۔ کتاب اصل نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ حافظ دمیاطی کی اتباع کی ہے اور اس بارے میں جو شبہ ہے وہ بیان ہو چکا ہے۔

سریہ بشیر ابن سعد بسوئے بنی مُرّہ

مال غنیمت کا حصول...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیر ابن سعد کو تیس آدمیوں کے ساتھ بنی مُرّہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا جو فِدک میں تھے۔ اس کے متعلق گزر چکا ہے کہ یہ فدک ایک گاؤں تھا جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

بشیر ابن سعد مدینہ سے روانہ ہوئے تو راستے میں انہیں بکریوں کے کچھ چرواہے ملے۔ انہوں نے ان سے بنی مُرّہ کے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ ان کی ہی وادی ہے۔ حضرت بشیر وہاں سے لوٹ اور بکریاں لے کر واپس مدینہ کو روانہ ہوگئے۔

دشمن کا جوابی حملہ...... اسی وقت ان چرواہوں میں سے ایک شخص فریادی کے طور پر بھاگتا ہوا بنی مُرّہ کی طرف گیا (اور ان کو اطلاع دی وہ لوگ فوراً ہی مسلمانوں کے تعاقب میں چلے اور) دشمن کی ایک بہت بڑی تعداد نے پیچھا کر کے بشیر ابن سعد اور ان کے ساتھیوں کو جالیا۔

سریہ کی شکست...... رات بھر دونوں طرف سے ایک دوسرے پر تیر افگنی ہوتی رہی یہاں تک کہ حضرت

بشیر اور ان کے ساتھیوں کے پاس تیر ختم ہوگئے۔ صبح ہوتے ہی دشمن نے ان صحابہ پر شدید حملہ کر دیا۔ اور بہت سے صحابہ کو قتل اور بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔

خود حضرت بشیر نے نہایت شدّت سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے ان میں زندگی کی ہلکی سی رمق باقی تھی (ورنہ دیکھنے میں وہ مردہ معلوم ہوتے تھے) دشمن نے ان میں زندگی کے آثار تلاش کرنے کے لئے ان کے ٹخنے پر مارا مگر ان کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ اس پر کسی نے کہا کہ یہ مر چکا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے اونٹ اور بکریاں ہنکا کر واپس لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی۔ ادھر کچھ عرصہ بعد خود بشیر ابن سعد بھی مدینہ پہنچ گئے۔ واقعہ کے دن وہ رات تک مقتولوں کے درمیان پڑے رہے شام کو وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے اٹھ کر فدک پہنچ گئے جہاں وہ چند دن ایک یہودی کے پاس ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب ان میں چلنے کی طاقت آگئی تو وہ وہاں سے مدینہ آگئے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: روایت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی مُرّہ کے وہ لوگ جن کے مقابلے کے لئے بشیر ابن سعد گئے تھے فدک میں نہیں تھے بلکہ وہاں سے قریب کسی جگہ پر تھے للذا شروع میں جو یہ قول گزرا ہے کہ۔ "جو فدک میں تھے۔" یہ محض تسامح کے طور پر ہے۔ ادھر یہ کہ حضرت بشیر کی یہ حالت ہو جانے کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ جو قابل غور ہے۔

سریۂ غالب لیثی بسوئے بنی عوال بنی عبد ابن ثعلبہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت غالب ابن عبد اللہ لیثی کو ایک سو تیس آدمیوں کے ساتھ بنی عوال اور بنی عبد ابن ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا جو میفعہ میں تھے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا غلام یسار راہبر کے طور پر گیا۔

حملہ اور فتح...... ان سب صحابہ نے ایک ساتھ دشمن پر یلغار کی اور ان کی بستی کے درمیان میں پہنچ گئے صحابہ نے ان کے معزز لوگوں میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور ان کے اونٹ اور بکریاں ہنکا کر لے گئے اس معرکہ میں صحابہ نے کسی کو گرفتار نہیں کیا

اسامہ کے ہاتھوں ایک کلمہ گو کا قتل...... اسی سریہ میں حضرت اسامہ ابن زید نے (دشمنوں میں سے) ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے (قتل کے وقت) لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا (مگر اس کے باوجود حضرت اسامہ نے اس کو قتل کر دیا) اس شخص کا نام مرداس ابن نہیک تھا

آنحضرت ﷺ کو اطلاع اور صدمہ...... سیرت حافظ دمیاطی میں اس کا نام نہیک ابن مرداس لکھا ہے لیکن مرداس ابن نہیک کتاب کشاف میں ہے (جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اسامہ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے قتل کے وقت کلمہ پڑھ دیا تھا تو) آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"کیا تم نے اس شخص کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا جس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا"

خود حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا ہم لوگ دن نکلے دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور ان لوگوں کو شکست دی اسی دوران میں دشمن کے ایک آدمی سے میرا سامنا ہوا

میرے ساتھ ایک انصاری صحابی بھی تھے۔

جب ہم نے اس شخص پر حملہ کیا تو اس نے فوراً لا اله الا اللّٰہ کہہ دیا یہ سنتے ہی اس انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس پر نیزے سے وار کیا اور اسے قتل کر دیا جب ہم وہاں سے واپس مدینہ آئے (اور آنحضرت ﷺ کو یہ واقعہ معلوم ہوا) تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا

"اسامہ! کیا تم نے اس شخص کو اس کے لا الہ الا اللہ کہہ دینے کے باوجود بھی قتل کر دیا!"

اسامہ کی شدید ندامت...... میں نے عرض کیا کہ کلمہ تو اس نے جان بچانے کے لئے پڑھ دیا تھا۔

مگر میرے اس جواب کے باوجود آنحضرت ﷺ بار بار وہی بات فرماتے رہے یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا یعنی میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا تاکہ میں نے جو حرکت کی ہے اس کا گناہ میرے سر سے دھل جاتا

(قال) کتاب اصل میں بھی اسی طرح ہے کہ ایک کلمہ پڑھ دینے والے شخص کا اسامہ کے ہاتھوں قتل اسی سریہ میں پیش آیا تھا ابن سعد نے بھی اسی قول کا اتباع کیا ہے مگر علامہ شمس شامی کہتے ہیں کہ دراصل یہ واقعہ حرقہ کی طرف اسامہ ابن زید کے سریہ کا ہے یہ لفظ حرقہ حاء پر پیش راء پر زیر اور قاف پر زبر کے ساتھ ہے جو بنی جہینہ کے خاندان کی ایک شاخ تھی

قتل کا سبب غلط فہمی تھی...... آگے حضرت اسامہ سے روایت آئے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کی شاخ حرقہ کی طرف بھیجا۔ صبح ہوتے ہم وہاں پہنچے وہاں ایک شخص تھا جس کا نام مرداس ابن نہیک تھا جس کا یہ حال تھا کہ جب دشمن نے ہمارا مقابلہ کیا تو وہ ہم پر ان میں سب سے زیادہ شدید حملے کر رہا تھا اور جب دشمن نے پشت پھیری تو وہ ان کی حفاظت کر رہا تھا آخر ہم نے ان لوگوں کو شکست دی اس وقت میں نے اور ایک انصاری شخص نے مرداس کا پیچھا کیا میں نے اس پر تلوار بلند کی تو اس نے اچانک لا الہ الا اللہ کہا ایک روایت میں محمد رسول اللہ کا اضافہ بھی ہے اس پر انصاری نے اپنی تلوار روک لی مگر میں نے اس کے نیزہ مار کر قتل کر دیا اس واقعہ کے بعد میرے دل پر اس کا اتنا اثر ہوا اور میں اس قدر پریشان ہو گیا کہ مجھ سے کھانا کھانا بھی مشکل ہو گیا آخر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے بوسہ دیا اور گلے سے لگایا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ ﷺ اسامہ ابن زیدؓ کو کہیں بھیجتے تو ان کے بارے میں صحابہ سے سوال فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی خواہش ہوتی کہ اسامہ کی تعریف کی جائے مگر جب وہ اس سریہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے ان کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا اس پر لوگ خود ہی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرنے لگے وہ کہتے۔

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو نہیں معلوم اسامہ نے کیا حرکت کی ہے؟ ان کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا مگر اس کے باوجود اسامہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا"

آنحضرت ﷺ ان لوگوں کی باتیں سن کر صحابہ کی طرف سے منہ پھیر لیتے مگر جب لوگ بار بار یہ بات سناتے رہے تو آپ ﷺ نے اسامہ کی طرف سر مبارک اٹھایا اور فرمایا،

"اسامہ! کیا تم نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا۔ قیامت کے دن تم لا الہ الا اللہ کا کیا کرو گے؟"

اسامہ نے عرض کیا کہ اس نے یہ کلمہ ہتھیار کے خوف سے کہا تھا ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ کلمہ اس نے قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا۔

اسامہ کہتے ہیں کہ میری بات کے جواب میں آنحضرت ﷺ بار بار اپنا سوال دہراتے رہے یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا (یعنی آج مسلمان ہوا ہوتا تو میرے دوسرے گناہوں کے ساتھ یہ گناہ بھی دھل گیا ہوتا کیونکہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا الخ (سورۂ نساء آیت ۹۴، ع ۱۴)

ترجمہ: اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر کشاف میں یوں ہے کہ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ مرداس ابن نہیک فدک والوں میں سے ایک شخص تھا جو مسلمان ہو گیا تھا اس کے علاوہ اس کی قوم میں سے کوئی اور شخص مسلمان نہیں ہوا تھا۔

اسی دوران میں رسول اللہ ﷺ کے ایک سریہ نے ان لوگوں سے جنگ کی اس سریہ کے امیر غالب ابن فضالہ لیثی تھے فدک والے مسلمانوں سے ڈر کر بھاگ گئے مگر چونکہ مرداس مسلمان تھے اس لئے وہ وہیں رکے رہے (اپنی قوم کے ساتھ نہیں بھاگے) انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو اپنی بھیڑوں کو پہاڑ کی گھاٹی میں ہنکا لے گئے اور وہاں سے اوپر چڑھ گئے جب مسلمان پہاڑ کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو مرداس نے بھی تکبیر کہی اور نیچے اتر آئے جہاں پہنچ کر انہوں نے کہا۔

" لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ السلام علیکم !"

اسامہ ابن زید نے اس کے باوجود مرداس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں بھیڑیں ہنکا کر لے گئے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ﷺ کو اس بات سے شدید تکلیف پہنچی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو اس کے اسلحہ پر قبضہ کرنے کے لئے قتل کر دیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت اسامہ کے سامنے تلاوت فرمائی (جو گذشتہ سطروں میں بیان ہوئی)۔

مکافات عمل...... اسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے استغفار فرمایئے!

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مگر لا الٰہ الا اللّٰہ کا کیا کرو گے ؟"

آنحضرت ﷺ اسی طرح اس جملے کا تکرار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا پھر آنحضرت ﷺ نے میرے لئے استغفار فرمائی اور مجھے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

آگے اسی قسم کا واقعہ غالب ابن عبداللہ لیثی کے سریہ میں بھی آرہا ہے جو مصاب بشیر ابن سعد کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ یہی واقعہ بار بار پیش آیا ہو خاص طور پر تین یا چار موقعوں پر

اس سریہ کا راہبر رسول اللہ ﷺ کے غلام یسار کو بتلایا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ سریہ عرنیین کے سریہ سے پہلے کا ہے کیونکہ عرنیین کے سریہ میں گزرا ہے کہ ان لوگوں نے یسار کو قتل کر دیا تھا مگر پھر میں نے

کتاب نور دیکھی جس میں ہے کہ شاید یہ یسار کوئی دوسرے تھے لیکن میں نے ان کا ذکر غلاموں میں نہیں دیکھا البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے یسار حضور ﷺ کے کسی رشتہ دار کے غلام رہے ہوں اور قرابت کی وجہ سے اس غلام کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ کی طرف کر دی گئی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت اسامہ حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے (کیونکہ ان میں مقابلہ مسلمانوں سے ہی ہوتا تھا) اسامہ نے حضرت علی سے کہا تھا۔

"اگر آپ اپنا ہاتھ کسی سانپ کے منہ میں بھی ڈال دیں تو میں بھی یقیناً آپ کے ساتھ ہی اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتا لیکن آپ نے سنا ہی ہے کہ اس وقت جب میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جو لاالہ الا اللہ کہہ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کیا فرمایا تھا جس کے جواب میں میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میں اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کروں گا جو لاالہ الا اللہ کہتا ہو" واللہ اعلم۔

سریۂ بشیر ابن سعد بہ سوئے یمن

یہ لفظ یمن یاء پر زبر کے ساتھ ہے جو حروف تہجی کا آخری حرف ہے ایک قول ہے کہ یاء پر پیش ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ امن کی طرف الف پر زیر اور میم اور نون پر سکون کے ساتھ اور جبار جیم پر زبر کے ساتھ کی طرف گیا تھا جو خیبر کے قریب ایک وادی ہے

عُیَینہ کی خیرہ سری...... رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ عیینہ ابن حصن نے غطفانیوں کی ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ خود بھی معہ اپنے آدمیوں کے ان کا ساتھ دے گا) یہ واقعہ عیینہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے

گوشمالی کے لئے سریہ...... آنحضرت ﷺ نے بشیر ابن سعدؓ کو بلا کر (دشمن کی گوشمالی کے لئے جانے کا حکم دیا اور ان کے لئے) ایک لواء یعنی پرچم تیار کر کے دیا آپ ﷺ نے بشیر ابن سعد کے ساتھ تین سو صحابہ کو روانہ فرمایا یہ سریہ راتوں میں سفر کرتا اور دن کے وقت کمین گاہوں میں چھپ رہتا آخر یہ جماعت مذکورہ جگہ پر پہنچ گئی۔

(وہاں غطفانیوں کے بہت سے چرواہے بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے) صحابہ نے ان تمام بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضہ میں لیا اور بہت سے اونٹ بھی پکڑے دشمن کے چرواہے مسلمانوں کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور غطفانیوں کو جا کر حملہ کی خبر دی وہ لوگ یہ وحشتناک خبر سن کر (خوفزدہ ہو گئے اور) اور اپنی بستی کے بالائی حصوں کی طرف فرار ہو گئے۔

بشیر ابن سعد کو دشمن کے صرف دو آدمی ہاتھ لگ سکے جنہیں گرفتار کر لیا گیا اس فتح پر صحابہ زبردست مال غنیمت سمیت واپس مدینہ آگئے یہاں وہ دونوں قیدی مسلمان ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ان دونوں کو رہا فرما دیا

علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہ دونوں قیدی عیینہ کی جماعت میں سے تھے کیونکہ جب عیینہ کی گروہ سے مسلمانوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تو صحابہ نے ان کے سامنے کے دستہ کو شکست دے دی اور بھاگنے والوں کا پیچھا کیا تو اسی تعاقب کے دوران یہ دو آدمی گرفتار ہوئے۔

اس عیینہ ابن حصن کو "احمق مطاع" کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں ایسا احمق کہ لوگ جس کی اطاعت

کرتے ہوں کیونکہ اس شخص کی اطاعت کرنے والوں کی تعداد دس ہزار تھی۔

کتاب اصل میں ہے کہ عیینہ کو عیینہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ایک آنکھ غیر معمولی طور پر بڑھ کر پھیل گئی تھی چنانچہ اس کا لقب ہی عیینہ پڑ گیا

سریہ ابن ابو العوجاء سلمی بسوئے بنی سلیم

دشمن کا جاسوس...... رسول اللہ ﷺ نے ابن ابو العوجاء کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنی سلیم کی طرف بھیجا مگر دشمن کا ایک جاسوس ان کے ساتھ تھا جو کسی وقت خاموش کے ساتھ مسلمانوں سے علیٰحدہ ہو کر پہلے ہی بنی سلیم کے پاس پہنچ گیا اور اس نے انہیں مسلمانوں کے متعلق خبردار کر دیا۔

بنی سلیم نے فوراً بروست لشکر جمع کر لیا جب مسلمان وہاں پہنچے تو دشمن پوری طرح ہوشیار اور تیار تھے صحابہ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعورت دی تو انہوں نے کہا

"تم ہمیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے!"

سریہ کی ناکامی...... اس کے بعد دونوں طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئی جو کچھ دیر تک جاری رہی۔

مشرکوں کو برابر مدد پہنچ رہی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا مسلمانوں نے نہایت پامردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا لیکن آخر کار ایک ایک کر کے ان کے تمام آدمی شہید ہو گئے۔

سریہ غالب ابن عبد اللہ لیثی بسوئے بنی المُلَوّح

یہ لفظ میم پر پیش لام پر زبر اور واؤ پر تشدید کے ساتھ زیر اور حاء ساکن کے ساتھ ملوح ہے جو کدید کے مقام پر آباد تھے رسول اللہ ﷺ نے غالب ابن عبد اللہ لیثی کو دس پندرہ آدمیوں کے ساتھ ان لوگوں کی طرف بھیجا۔

(قال) جہاں تک واقدی کی اس روایت کا تعلق ہے کہ اس سریہ میں ایک سو تیس آدمی تھے تو وہ ایک دوسرا سریہ ہے جس کے سربراہ اُن کے علاوہ ایک دوسرے غالب تھے (اس لئے یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہو سکتی ہے)

اقول مؤلف کہتے ہیں: ان ہی غالب ابن عبد اللہ لیثی کی سربراہی میں ایک سریہ بنی عوال اور بنی عبد ابن ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے بھی گیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے مگر وہ سریہ جو میقعہ کی طرف گیا تھا اس دوسرے سریہ سے پہلے کا ہے واللہ اعلم۔

شب خون کا حکم...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت غالب لیثی اور ان کے ساتھیوں کو دشمن پر شب خون مارنے کا حکم دے کر روانہ فرمایا یہ حضرات یہاں سے چل کر جب قدید کے مقام پر پہنچے تو انہیں حرث لیثی ملا جسے انہوں نے گرفتار کر لیا حرث نے ان صحابہ سے کہا

"دراصل رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جا رہا تھا تاکہ اسلام قبول کروں۔

اس پر صحابہ نے کہا۔

"ہم تمہیں ایک رات اور ایک دن کے لئے باندھ کر جائیں گے اگر تم واقعی مسلمان ہو تو ہماری اس بندش سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں تمہارے متعلق یقین ہو جائے گا کہ تمہاری بات غلط ہے"

یہ کہہ کر صحابہ نے حرث لیثی کو باندھ دیا اور اس کے پاس سوید عزی کو چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کے پاس اپنے میں سے ایک سیاہ فام شخص کو چھوڑ کر آگے بڑھے ساتھ ہی اس نگراں شخص سے کہا،

"اگر یہ قیدی تم سے جھگڑا کرے تو اس کی گردن مار دینا"

کامیاب جاسوسی...... اس کے بعد یہ لوگ آگے روانہ ہو گئے اور سورج چھپنے کے وقت دشمن کے ٹھکانے پر پہنچ گئے یہاں یہ حضرات وادی کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ جندب جہنی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مجھے بنی ملوح کی طرف جاسوسی کے لئے بھیجا میں وہاں سے چل کر ایک بلند چوٹی پر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے دشمن کے لوگ سامنے نظر آتے تھے۔

دشمن کی چوکسی...... یہاں پہنچ کر میں سیدھا کھڑا ہوا اور سامنے دیکھنے کے لئے آگے کو جھک کر جھانکنے لگا اسی وقت ایک شخص اپنے خیمہ سے باہر نکلا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا

"میں اس سامنے کے پہاڑ پر ایک سیاہ دھبہ سا دیکھ رہا ہوں جو پہلے کبھی نظر نہیں آیا ذرا تم جا کر اپنے برتنوں کو دیکھو کہیں کتے ان میں سے کچھ نکال کر نہ لے بھاگے ہوں!"

اس عورت نے جا کر اپنے برتن دیکھے اور پھر آ کر کہنے لگی

"میرے برتنوں میں تو خدا کی قسم کوئی چیز کم نہیں ہے"

اس شخص نے کہا

"اچھا ذرا تیر کمان لا کر دو!"

عورت نے اس کو تیر کمان لا کر دیا تو اس شخص نے میری طرف ایک تیر چلایا جو صحیح نشانہ سے میری آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانی پر لگا میں نے جلدی سے وہ تیر نکال کر پھینکا اور اپنی جگہ پر جمارہا (کیونکہ اس وقت وہاں سے ہلنے یا ہٹنے کے معنی یہ تھے کہ اس شخص کا شبہ یقین میں بدل جاتا اور مسلمانوں کا شب خون مارنے کا منصوبہ ناکام ہو جاتا) پھر اس شخص نے دوسرا تیر چلایا جو میرے شانے میں آ کر لگا میں نے اسے بھی جلدی سے کھینچ کر پھینکا اور اپنی جگہ جمارہا آخر اس نے اپنی بیوی سے کہا،

"تیرا باپ نہ رہے خدا کی قسم اگر یہ کوئی جاسوس یعنی آدمی ہوتا تو ضرور اپنی جگہ سے ہلتا کیونکہ اس کو دونوں تیر لگے ہیں تم صبح کو وہاں جا کر دونوں تیروں کو دیکھ لینا نہیں کتے نہیں جھنجھوڑیں گے"

شب خون...... یہاں تیرا باپ نہ رہے کے لئے لا ابا لک آیا ہے جو ایک کو سنا ہے کہ تیری دیکھ بھال اور ذمہ داری اٹھانے والا میرے سوا کوئی نہ رہے اس معنی میں یہ جملہ تعریف کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی کبھی برائی کے معنی میں بھی آتا ہے اسی طرح تعجب کے مقام پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اس وقت اس کے یہ معنی مراد نہیں لئے جاتے۔

اس کے بعد وہ اندر چلا گیا جندب جہنی کہتے ہیں جب یہ لوگ مطمئن ہو کر سو گئے تو اچانک ہم نے ان پر

شب خون مارا ہم نے دشمن کے بہت سے جانبازوں کو قتل کیا اور ان کے گھر والوں کو قیدی بنایا اس کے بعد ہم ان کی تمام بھیڑ بکریوں کو ہنکالے گئے۔

واپسی میں ہم حرث لیثی کے پاس پہنچے (یعنی وہی قیدی جس کو یہ حضرات اس غزوہ میں جاتے ہوئے ایک شخص کے سپرد کر گئے تھے واضح رہے کہ حرث لیثی نے گرفتاری کے وقت کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے جارہا ہوں) اب مسلمانوں نے قیدی اور اس کے نگراں کو ساتھ لیا اور مدینہ کو روانہ ہوگئے

دشمن کی طرف سے تعاقب...... ادھر بنی ملوح یعنی دشمن کے آدمیوں میں سے ایک شخص مسلمانوں سے جان بچا کر بھاگا اور اس نے اپنی قوم میں جا کر فریاد کی اور اپنی تباہی کا حال سنایا بنی ملوح کے لوگ اسی وقت ایک زبردست لشکر لے کر مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے اور ایک جگہ صحابہ کو جالیا وہاں دشمن کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک وادی تھی مگر اس سے پہلے کے دشمن اس وادی کو پار کرتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچانک بادل چھائے اور اتنی شدید بارش ہوئی کہ ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی

مدد خداوندی...... اس بارش کے نتیجہ میں وادی میں سیلاب آگیا اور وہ پانی سے بھر گئی کوئی شخص وادی کو پار نہیں کر سکتا تھا دشمن کا لشکر بے بسی کے ساتھ وادی کے پار ہمیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور ہم آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ خیر وعافیت کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

دشمن کے سامنے آجانے پر ہم لوگ کہنے لگے کہ دشمن ہمیں تاک رہا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وادی کو بادلوں سے ڈھک دیا جو اتنے برسے کہ وادی کے دونوں کنارے لبریز ہوگئے حالانکہ اس روز ہمیں نہ کہیں بادل نظر آتے تھے اور نہ کہیں بارش کا نام ونشان تھا بارش کے طوفانی پانی نے وادی کا راستہ اس طرح بند کر دیا کہ کوئی شخص ادھر سے ادھر نہیں جا سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ہمیں جاتے ہوئے بے بسی سے دیکھتا رہا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ قطنہ ابن عامر کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ وادی میں سیلاب آکر راستہ بند ہوگیا تھا اس وقت قطنہ ابن عامر تبال کی طرف بنی خشعم کے مقابلے کے لئے جارہے تھے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

سریۂ غالب ابن عبداللہ لیثی

یہ سریہ فدک میں بنی مُرّہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا جنہوں نے حضرت بشیر ابن سعد کے تمیں ساتھیوں کو شہید کیا تھا اس واقعہ کے بعد حضرت غالب لیثی فتح ونصرت کے ساتھ کدید کے مقام سے واپس مدینہ آئے (کدید کے معرکہ کی تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے)

رسول اللہ ﷺ نے غالب لیثی کو کدید سے واپسی پر دوسو صحابہ کے ساتھ فدک میں بنی مرہ کی گوشمالی کے لئے روانہ فرمایا۔

حضرت غالب کے واپس آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ اس معرکہ کے لئے حضرت زبیر کو بھیجنے کا ارادہ فرما چکے تھے اور ان کو پرچم بھی تیار کر کے عنایت فرما چکے تھے لیکن اسی دوران حضرت غالب لیثی سریہ کدید سے کامیاب وکامران واپس ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا کہ تم ٹھہر جاؤ (اس مہم پر غالب کو بھیجا جائے گا) چنانچہ دوسو آدمیوں کی جماعت لے کر غالب لیثی فدک کی طرف روانہ ہوگئے

بنی مرّہ کی سرکوبی..... حضرت غالب نے دشمن کے سر پر پہنچتے ہیں ان پر یلغار کی اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے ان کے اونٹ وغیرہ اپنے قبضے میں کر لئے۔

(قال) جب حضرت غالب رات میں دشمن کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے مقابل کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوب حمد و ثنا بیان کی اور اس کے بعد کہا۔

"امّا بعد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ تم لوگ میری اطاعت کرو اور میرے کسی معاملے میں میری مخالفت نہ کرو اس لئے کہ جو شخص کسی کی اطاعت نہیں کرتا اس کی کوئی رائے اور اہمیت نہیں ہوتی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم لوگ میری نافرمانی مت کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میرے مقرر کئے ہوئے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی لہٰذا جب تم لوگ میری نافرمانی کرو گے تو گویا اپنے نبی کی نافرمانی کرو گے"

بھائی چارہ...... اس کے بعد حضرت غالب نے اپنے ساتھیوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم کیا چنانچہ وہ ایک ایک کا نام لے کر پکارتے اور کہتے کہ اے فلاں تم اور فلاں بھائی بھائی ہو اور اے فلاں تم اور فلاں بھائی بھائی ہو (پھر انہوں نے ان لوگوں سے فرمایا)

"تم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی کا ساتھ نہ چھوڑے ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص تنہا واپس آئے اور جب میں اس سے پوچھوں کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے تو وہ کہے کہ میں نہیں جانتا نیز جب میں تکبیر کہوں تو تم سب بھی میرے ساتھ تکبیر کہنا"

حملہ اور فتح..... چنانچہ جب انہوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو حضرت غالب نے زور سے تکبیر کہی جس کے جواب میں سب مسلمانوں نے تکبیر کہی اور تلواریں کھینچ کر دشمن کے مقابلے کے لئے نکل پڑے انہوں نے تھوڑی دیر جنگ کی اور دشمن کو تلواروں کی دھار پر رکھ لیا

اس روز مسلمانوں کا جنگی نعرہ "اَمِت اَمِت" تھا مسلم لشکر میں حضرت اسامہ ابن زیدؓ بھی تھے جو حضرت غالب کی نگاہوں میں تہ رہے اور کافی دیر تک انہوں نے اسامہ کو نہیں دیکھ رات میں کافی دیر کے بعد وہ غالب کے پاس آئے تو حضرت غالب نے ان کو ملامت کی اور کہا،

"تمہیں یاد نہیں میں نے تم سے کیا عہد لیا تھا؟"

حضرت اسامہ نے کہا،

"میں دشمن کے ایک آدمی کے تعاقب میں نکل گیا تھا جو میرے ساتھ ٹھٹھا کر رہا تھا آخر اس کا پیچھا کرتے کرتے جب میں نے اس کے قریب پہنچ کر تلوار سے اس پر وار کیا تو اس نے لاالہ الا اللہ کہا"

امیر یعنی غالب لیثی نے یہ سن کر فرمایا،

"تم نے بہت برا کیا، تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو لاالہ الا اللہ کہتا ہے"

اسامہ اس پر بہت نادم و شرمندہ ہوئے مسلمانوں نے اس فتح کے بعد بہت سے اونٹوں بکریوں پر قبضہ کیا اور بہت سے آدمی پکڑے چنانچہ ہر مجاہد کے حصہ میں دس اونٹ یا ایک اونٹ کے بدلہ میں دس بکری کے حساب سے آئیں اس سلسلے میں گذشتہ صفحات میں تفصیل اور اس پر شبہ کا بیان گزر چکا ہے

یہاں حضرت اسامہ کا جو یہ قول گزرا ہے کہ جب میں نے اس کے قریب پہنچ کر تلوار سے اس پر وار کیا تو اس نے لاالہ الا اللہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تلوار کے وار کے بعد کلمہ پڑھا تھا۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تلوار کے وار سے وار کرنے کا ارادہ مراد لیا جائے اودھر گذشتہ روایات میں تلوار کے بجائے نیزہ کا حملہ بیان کیا گیا ہے یہ اختلاف قابل غور ہے

سریۂ شجاع ابن وہب اسدی بسوئے بنی عامر

رسول اللہ ﷺ نے حضرت شجاع ابن وہب کو چوبیس آدمی دے کر بنی ہوازن کے ایک گروہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا بنی ہوازن کی اس شاخ کو بنی عامر کہا جاتا تھا آنحضرت ﷺ نے حضرت شجاع کو حکم دیا کہ دشمن پر اچانک حملہ کریں

دشمن کا فرار اور مال غنیمت...... حضرت شجاع راتوں کو سفر کرتے ہوئے اور دن میں چھپتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک دن اچانک دشمن کے سر پر پہنچ گئے جبکہ وہ لوگ حملے سے بالکل غافل اور بے خبر تھے (نتیجہ یہ ہوا کہ بنی عامر کے لوگ مسلمانوں کو اچانک دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر) حضرت شجاع نے اپنے ساتھیوں کو ان کا تعاقب کرنے سے منع کر دیا

مسلمانوں کو بہت سے اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں جنہیں لے کر وہ مدینہ واپس آگئے یہ مال غنیت اس قدر تھا کہ ہر مجاہد کے حصے میں پندرہ اونٹ آئے یا ایک اونٹ کے بدلے دس بھیڑ کے حساب سے ملیں۔

سریۂ کعب ؓ ابن عُمیر غفاری

رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب ابن عمیر غفاری کو ذات اطلاح کی طرف روانہ فرمایا جو سرزمین شام میں وادی قری کی پشت پر تھا حضرت کعب کے ساتھ پندرہ آدمی تھے مگر وہاں پہنچ کر حضرت کعب کو دشمن کا بہت بڑا مجمع ملا۔

دشمن کی بڑی تعداد...... اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت کعب ؓ روانہ ہو کر ذات اطلاح کے قریب پہنچے تو دشمن کے ایک جاسوس نے ان کو دیکھ لیا اور اس نے فوراً ہی اپنے آدمیوں کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع دے دی (جس پر انہوں نے اپنی جمعیت فراہم کرلی)

حملہ اور صحابہ کا قتل...... غرض حضرت کعب ؓ نے دشمن کے مقابل پہنچ کر ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اس کے جواب میں صحابہ پر تیر اندازی شروع کر دی آخر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ شروع کیا اور جی چھوڑ کر ان سے لڑے یہاں تک کہ سوائے حضرت کعب ابن عمیر کے مسلمانوں کا آخری آدمی تک قتل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ کو صدمہ...... حضرت کعب زخموں سے چور لاشوں کے درمیان پڑے تھے اس لئے دشمن نے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا شام ہوئی تو وہ کسی نہ کسی طرح اٹھ کر مدینہ کو روانہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ کو جب اس سریہ کا انجام معلوم ہوا تو آپ ﷺ کو بے حد صدمہ ہوا۔

آپ ﷺ نے اسی وقت ان کی طرف ایک بعث بھیجنے کا ارادہ فرمالیا مگر پھر آپ کو پتہ چلا کہ وہ لوگ اس مقام سے ہٹ کر کہیں اور چلے گئے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے یہ ارادہ ملتوی فرمادیا (کیونکہ دشمن کو پہلے ہی مسلمانوں کی طرف سے انتقام کا خوف تھا)

اقول مؤلف کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں کہ وہ کیا سبب تھا جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ اس مقام کی طرف بعث بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ واللہ اعلم

سریۂ عمرو ابن عاص بسوئے ذات السُّلاسِل

لفظ سُلاسِل...... ذات سلاسل ایک علاقہ کا نام ہے جو آبی سرزمین ہے۔ اسی پانی کو سلاسل کہا جاتا ہے جو پہلے سین کے پیش اور دوسرے سین کے زیر کے ساتھ ہے مگر حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مشہور قول کے مطابق پہلے سین پر زبر ہے۔

ایک قول کے مطابق اس جگہ کا نام ذات سلاسل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں تہہ در تہہ اور مسلسل ریت کے ٹیلے تھے اگر پانی میٹھا اور صاف ہو جو آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جائے تو اس کو آب مسلسل اور آب سلسال کہا جاتا ہے یہ علاقہ وادی قریٰ کے پیچھے تھا

ایک قول کے مطابق وجہ یہ تھی کہ مشرکوں نے بچھڑ جانے کے خوف سے خود کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیا تھا (تاکہ اچانک حملہ کی صورت میں افراتفری کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو جائیں)

اقول مؤلف کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں اہل فارس کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے جو معرکے ہوئے تھے ان کو بھی ذات السلاسل کہا جاتا ہے کیونکہ ان معرکوں میں بھی بہادروں نے خود کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیا تھا تاکہ کوئی بھی شخص میدان سے بھاگ نہ سکے چنانچہ ان کا آخری آدمی تک قتل ہو گیا اس لئے کہ سلاسل نے ان کو پسپائی اور شکست سے روکے رکھا اور ھر رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے پاس سلاسل روانہ فرمائے تھے۔ واللہ اعلم

بنی قضاعہ کی جنگی تیاریاں...... رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ بنی قضاعہ نے ایک لشکر جمع کیا ہے جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے آپ ﷺ نے حضرت عمرو ابن عاص کو بلایا اس وقت ان کو اسلام قبول کئے ایک سال ہو چکا تھا آپ ﷺ نے ان کو ایک سفید رنگ کا لواء تیار کر کے دیا ساتھ ہی آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کا ایک رایت بھی ان کے ساتھ کیا

ابن عاص کی روانگی...... آنحضرت ﷺ نے تین سو بڑے بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ ان کے ساتھ کئے اس لشکر کے ساتھ تیس گھوڑے تھے آپ ﷺ نے عمرو ابن عاص کو حکم فرمایا کہ راہ میں جو شخص بھی ان کے پاس سے گزرے اس سے مدد حاصل کریں حضرت عمرو اس طرح روانہ ہوئے کہ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے آخر چلتے چلتے وہ دشمن کے قریب پہنچ گئے۔

دشمن کی کثرت...... یہاں حضرت عمرو کو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے انہوں نے (مدد طلب کرنے کے لئے) حضرت رافع ابن کعب جہنی کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا آپ ﷺ نے جواب میں

حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ دو سو بڑے بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ کو کمک کے طور پر بھیجا ان صحابہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔

ابو عبیدہ کے ذریعہ کمک...... آنحضرت ﷺ نے ابو عبیدہؓ کو پرچم تیار کر کے عنایت فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر حضرت عمرو ابن عاص سے مل جائیں ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان کو نصیحت کی کہ متحد اور یکجا رہیں اختلاف نہ کریں چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ مدینہ سے چل کر عمرو ابن عاص سے جا ملے۔

یہاں پہنچ کر نماز کے لئے ابو عبیدہؓ نے امامت کرنی چاہی اس پر حضرت عمرو ابن عاص نے کہا

"آپ میرے پاس بطور مدد کے آئے ہیں جب کہ امیر میں ہی ہوں۔"

(قال) ابو عبیدہؓ کے ساتھ جو مہاجر صحابہ تھے انہوں نے عمرو ابن عاص سے اس کے جواب میں کہا

"آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں اور یہ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں"

لشکر کی امامت...... عمرو ابن عاص نے کہا کہ آپ لوگ صرف ہماری مدد کے طور پر بھیجے گئے ہیں ابو عبیدہ نے یہ اختلاف دیکھا تو انہوں نے کہا

"عمرو! میری روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے مجھ کو جو آخری ہدایت فرمائی تھی وہ آپ ﷺ کا یہ قول تھا کہ اپنے ساتھی کے پاس پہنچ کر ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق کرنا، اختلاف مت کرنا اس لئے خدا کی قسم چاہے تم میری نافرمانی کرو مگر میں یقیناً تمہاری اطاعت کروں گا"

حضرت عمرو نے کہا یہ اس لئے کہ میں تم پر امیر ہوں حضرت ابو عبیدہ نے کہا تم ہی صحیح۔

جہاں تک حضرت ابو عبیدہؓ کا تعلق ہے وہ بہت زیادہ خوش اخلاق اور نرم مزاج آدمی تھے اس لئے (وہ خاموش ہو گئے اور) حضرت عمرو ابن عاص امامت کرتے رہے

حضرت عمرو ابن عاص سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے بلوایا اور حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے اور ہتھیار لے آؤں پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

"اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک لشکر کی سربراہی میں بھیجوں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں مال غنیمت اور فتح عطا فرمائے"

عمرو نے عرض کیا کہ میں مال و دولت کے لالچ میں مسلمان نہیں ہوا ہوں

آپ ﷺ نے فرمایا،

"ہاں! لیکن صالح مال صالح انسان کے لئے ہی ہوتا ہے"

مشرکوں کی پسپائی...... غرض اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن کا زبردست لشکر دیکھا اور اس پر حملہ آور ہو گئے مشرکین (حملے کی تاب نہ لا سکے اور) منتشر ہو گئے صحابہ نے دشمن کا پیچھا کرنا چاہا مگر حضرت عمرو نے ان کو منع کر دیا۔

پھر مسلمانوں نے سردی سے حفاظت کے لئے آگ روشن کرنی چاہی مگر حضرت عمرو نے انہیں روک دیا انہوں نے ان لوگوں سے کہا،

"جو شخص بھی آگ جلائے گا میں واقعی اس کو اسی آگ میں ڈال دوں گا"

ابن عاص کی جنگی مصالح...... لوگوں کو اس پر بہت گرانی ہوئی کیونکہ سردی کی شدت تھی آخر معزز

مہاجروں میں سے ایک مہاجر نے اس بارے میں حضرت عمرو سے بات کی مگر عمرو ابن عاص نے ان کے ساتھ بھی سخت کلامی کی اور کہا۔

"تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ میرے احکام کی اطاعت اور پیروی کرو"

انہوں نے کہا ہاں، عمرو نے کہا بس تو پھر اسی پر عمل کرو۔

جب حضرت عمر فاروقؓ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سخت غضبناک ہوئے اور انہوں نے عمرو ابن عاص کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے روک دیا اور کہا،

"رسول اللہ ﷺ نے عمرو کو صرف ان کی جنگی مہارت کی وجہ سے ہی امیر بنایا ہے" یہ سن کر حضرت فاروق اعظم خاموش ہو گئے۔

بلا غسل کے امامت...... اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک رات عمرو ابن عاص کو سوتے میں احتلام یعنی بد خوابی ہو گئی اس رات سردی بھی بہت غیر معمولی طور پر شدید تھی اس لئے عمرو ابن نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کی قسم مجھے احتلام ہو گیا ہے لیکن اگر میں نہایا تو مر جاؤں گا"

یہ کہہ کر انہوں نے پانی منگایا جس سے اپنی شرم گاہ دھوئی اور وضو کیا اور (غسل کے بجائے) تیمم کر لیا اس کے بعد انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی (یعنی جنابت یا ناپاکی کا غسل کرنے کے بجائے صرف تیمم کر کے نماز پڑھائی)

نبی کو فتح کی خوشخبری...... اس کے بعد انہوں نے عوف ابن مالک کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سلامتی کے ساتھ اپنے آنے کی خوشخبری دے کر بھیجا حضرت عوف ابن مالک کہتے ہیں کہ جب میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ اپنے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے (یعنی مصلّے پر تھے) میں نے کہا السّلام علیک یا رسول اللہ ﷺ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، آپ نے دریافت فرمایا کیا عوف ابن مالک ہیں۔ میں نے عرض کیا۔

"ہاں یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں!"

آنحضرت ﷺ کو واقعات کی اطلاع...... آپ نے فرمایا وہاں کے حالات سناؤ اس پر میں نے روانگی کے وقت سے تمام حالات سنائے اور حضرت ابو عبیدہ ابن جراح اور عمرو ابن عاص کے درمیان جو واقعہ ہوا تھا اور پھر جس طرح حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کی تھی اس کی تفصیل بھی سنائی آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ ابو عبیدہ ابن جراح پر رحمت فرمائے"

اس کے بعد میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ بھی بتلایا کہ کس طرح عمرو ابن عاص نے مسلمانوں کو دشمن کا تعاقب کرنے سے روک دیا تھا اور کس طرح آگ جلانے سے منع کر دیا تھا اور کیسے جنابت کی حالت میں صحابہ کو نماز پڑھا دی تھی۔

ابن عاص سے باز پُرس...... اس کے بعد جب حضرت عمرو ابن عاص مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا انہوں نے آگ نہ جلنے دینے کے متعلق جواب دیا،

میں نے یہ بات پسند نہیں کی کہ مسلمان آگ جلائیں اور دشمن آگ کی کمی سے ان کی تعداد کی کمی کا اندازہ کر لے، اسی طرح میں نے مسلمانوں کو دشمن کا تعاقب کرنے سے اس لئے روکا کہ کہیں دشمن کو مدد حاصل

ہو جائے اور وہ اچانک مسلمانوں پر پلٹ پڑیں"

آنحضرت ﷺ نے اس پر حضرت عمرو کی دانائی کی تعریف کی

پھر خود حضرت عمرو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے میری نماز کے متعلق سوال کیا اور فرمایا

"عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔"

ابن عاص کی وضاحت...... میں نے عرض کیا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی و حق کے ساتھ ظاہر فرمایا اگر میں اس وقت غسل کر لیتا تو یقیناً مر جاتا اس روز جیسی سردی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور پھر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۵، ع ۲۴)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

اس جواب پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔

اب اس سلسلے میں ہمارے یعنی شافعی اماموں کو اس کا جواب دینا ضروری ہے کہ صحابہ نے عمرو کے پیچھے کیسے نماز پڑھ لی (جبکہ وہ جنابت کی حالت میں تھے) کیونکہ میرے علم میں کوئی ایسی حدیث بھی نہیں ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو اس نماز کی قضا کا حکم دیا ہو۔

سریہ خبط

ابو عبیدہ کی سرداری...... لفظ خبط عربی میں درخت کے پتّے جھاڑنے کو کہتے ہیں (اس کی تفصیل آگے بھی بیان ہوگی)رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ کو تین سو صحابہ کی جماعت دے کر بنی جہینہ کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو سمندر کے ساحل پر آباد تھی۔ اس جماعت میں مہاجر اور انصاری صحابہ تھے اور ان میں حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے۔

سریہ کا سبب...... ایک قول کے مطابق اس سریہ کے بھیجنے کا مقصد ایک قریشی قافلے پر تاخت کرنا تھا۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کی صلح سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاہدۂ حدیبیہ کے بعد قریش کے تجارتی قافلوں پر تاخت بند فرمادی تھی جو فتح مکہ تک جاری رہی (جبکہ یہ سریہ بعد کا ہے) یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ سریہ خبط ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہوگا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سریہ خبط دو مرتبہ پیش آیا تھا ایک بار معاہدۂ حدیبیہ سے پہلے اور دوسری مرتبہ اس کے بعد۔ اسی اشکال کی وجہ سے اس قول کو وہم قرار دیا گیا ہے۔

صحابہ کو خوراک کی کمی...... غرض یہ لوگ پندرہ دن تک ساحل پر ٹھہرے رہے (یہاں تک کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں رہا اور) یہ لوگ بھوک سے بے حال ہوگئے یہاں تک کہ درختوں کے پتّے جھاڑ کر پیٹ کی آگ بجھانے لگے۔ یعنی پتّوں کو پانی میں تر کرتے اور کھاتے یہاں تک کہ اس سے ان کے ہونٹ اور باچھیں پھٹ گئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ (خوراک و رسد کی کمی کی وجہ سے) حضرت ابو عبیدہؓ لوگوں کو ایک دن میں فی کس ایک کھجور دے رہے تھے لہٰذا لینے والا کھجور کو چوستا اور پھر اس کی گٹھلی کپڑے میں لپیٹ کر رکھ لیتا۔

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے کہا!

"تم لوگ ایک کھجور میں کیا کرتے تھے؟"

صحابہ کا صبر و شکر...... انہوں نے کہا!

"ہم اس کو اس طرح چوستے جیسے بچہ اپنی ماں کی چھاتی چوستا ہے اور اس کے بعد اس پر پانی پی لیتے اس طرح یہی ایک کھجور ہمیں اس پورے دن کے لئے کافی ہو جاتی تھی۔!"

پتّوں پر گزارہ...... جب یہ سریہ روانہ ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کو کھجوروں کی ایک تھیلی زاد راہ کے طور پر عنایت فرمائی تھی چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ یہی کھجوریں لشکر میں تقسیم فرماتے تھے (اور مجاہدین کا کھانا صرف یہی تھا کیونکہ رسد اور خوراک کی بہت کمی تھی) ادھر جب یہ کھجوریں ختم ہونے لگیں تو حضرت ابو عبیدہؓ گن گن کر لشکریوں کو رسد تقسیم فرماتے۔ پھر اس کے بعد نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر مجاہد کو ایک دن کی رسد کے طور پر صرف ایک کھجور ملتی اور پھر کھجور کے بعد یہ حضرات درختوں کے پتّوں پر گزارہ کرتے۔

بھوک سے بدحالی...... حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی کہ وہ بھوک سے نڈھال ہو چکے ہیں اور اسی دوران کسی شخص نے کہا کہ خدا کی قسم لوگ اس وقت جس حالت میں ہیں اگر ایسے میں دشمن سے ہمارا سامنا ہو گیا تو کیا ہوگا ہم تو ضعف و نقاہت کی وجہ سے حرکت کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔

قیس کا جذبۂ خیر...... اس پر حضرت قیسؓ نے لوگوں سے کہا!

"کون ہے جو مجھ سے مدینہ میں کھجوریں خرید لے اور ان کی قیمت میں یہاں مجھے اونٹ دے دے؟"

اس پر ساحلی علاقے کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا!

"میں خریدنے کو تیار ہوں مگر خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟!"

انہوں نے کہا کہ میں قیس ابن سعد ابن عبادہؓ ہوں۔ اس شخص نے کہا!

"میں نہیں جانتا تھا، کہ میرے اور سعد کے درمیان یثرب کے سردار کی قائم کی ہوئی محبت ہے۔"

اونٹوں کی خریداری...... اس کے بعد حضرت قیسؓ نے پانچ اونٹ خرید لئے ان میں سے ہر اونٹ ایک وسق کھجور کے بدلے میں لیا گیا۔ یہ لفظ وسق واؤ پر زبر اور نیز زیر کے ساتھ ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع اسی تولہ کے سیر سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اس طرح گویا دو سو دس سیر کھجور کے بدلے میں ایک اونٹ خریدا گیا۔ یہ لفظ وسق اگر واؤ کے زبر کے ساتھ ہو تو اس کی جمع اوسق ہوتی ہے اور اگر واؤ کے زیر کے ساتھ ہو تو اس کی جمع اوساق ہوتی ہے۔

(غرض وہ شخص یہاں اونٹ دینے پر رضامند ہو گیا اور) پھر کہنے لگا کہ اس معاملہ کے لئے کسی شخص کی ضمانت ہونی بھی ضروری ہے (یعنی کوئی شخص اس کا ضامن بنے کہ مدینہ پہنچ کر کھجوریں دلوادے گا)

حضرت قیس نے کہا۔

"تم جس شخص کو چاہو میں اس کی ضمانت دلا سکتا ہوں۔!"

اس پر اس نے مہاجر اور انصاری صحابہ میں سے کچھ لوگوں کی ضمانت طلب کی۔ ان حضرات میں حضرت فاروق اعظمؓ بھی تھے۔ ایک قول ہے کہ فاروق اعظمؓ نے لوگوں کو اس معاملے کا ضامن بننے سے روکا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص یعنی قیس ابن سعد ابن عبادہؓ خالی ہاتھ آدمی ہے اس کی ملکیت میں کوئی مال نہیں ہے جو کچھ مال ہے وہ اس کے باپ سعد ابن عبادہ کی ملکیت ہے۔

یہ سن کر اس شخص یعنی کھجوروں کے خریدار نے کہا!

"خدا کی قسم سعد ابن عبادہ اپنے بیٹے کے کئے ہوئے معاملے کو پورا نہیں کریں گے۔!"

لشکر کی ضیافت...... اس کے نتیجہ میں حضرت قیس اور حضرت عمر فاروق کے درمیان تیز کلامی ہوئی اور قیس نے فاروق اعظم کو سخت دسُت کہا۔ غرض (پھر یہ معاملہ طے ہو گیا اور) قیس نے وہ اونٹ لے لئے (یہ کل پانچ اونٹ تھے) قیس نے ان میں سے تین دن تک روزانہ ایک اونٹ ذبح کر کے مسلمانوں کو کھلایا۔

امیر لشکر کا تامل...... چوتھے دن قیس نے چوتھا اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کیا مگر امیر لشکر ابو عبیدہ نے ان کو روک دیا اور کہا!

"میں طے کر چکا ہوں کہ اب تمہیں اونٹ ذبح کرنے نہیں دوں گا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے والد تمہاری ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ یعنی تم نے اس شخص کو کھجوریں دینے کا جو وعدہ کیا ہے تمہارے والد اس کی ادائیگی سے انکار کر دیں جبکہ خود تمہارے پاس کسی قسم کا کوئی مال ہے نہیں؟"

قیس کا باپ پر اعتماد...... حضرت قیس نے جواب دیا!

"کیا آپؓ یہ سمجھتے ہیں کہ ابو ثابت یعنی میرے والد جو دوسروں کے قرضے بھی خود ادا کر دیتے ہیں اور

ناداروں اور بھوکوں کھانا کھلاتے ہیں وہ میرا قرض ادا نہیں کریں گے جو میں نے ان لوگوں کی مدد کے لئے کیا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں۔!"

بخاری کی روایت یوں ہے کہ حضرت قیس نے مجاہدین کے لئے نو اونٹ ذبح کئے تھے یعنی روزانہ تین اونٹ ذبح کرتے تھے، اس کے بعد حضرت عبیدہؓ نے ان کو روک دیا تھا۔ جس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خریدے ہوئے اونٹ کُل پانچ تھے جن میں سے قیس نے تین دن تک روزانہ ایک اونٹ ذبح کیا تھا وہ یہ ہے کہ ان کے پاس دو اونٹ باقی رہ گئے تھے جنہیں لے کر وہ مدینہ پہنچے جن پر وہ باری باری سوار ہو رہے تھے۔ بہر حال دونوں روایتوں کا اختلاف قابل غور ہے۔

اللہ کی مدد اور عنبر مچھلی...... اسی سریہ کے دوران (جبکہ مسلمان کھانے پینے کی تنگی کا شکار تھے) اچانک سمندر کی موجوں نے ایک نہایت عظیم الشان مچھلی اچھال کر کنارے پر پھینک دی۔ اس مچھلی کو عنبر کہا جاتا ہے (یہ گویا حق تعالیٰ کی طرف سے مجاہدوں کی ایک کھلی مدد تھی)

مچھلی کا ہولناک جُثّہ...... یہ مچھلی اتنی عظیم الشان اور زبردست تھی کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے سینے کی ہڈیوں میں سے ایک دائرہ نما ہڈی زمین پر نصب کرائی اور پھر ایک سب سے لمبے آدمی یعنی حضرت قیس ابن سعد ابن عبادی کو لشکر کے سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس ہڈی کے اندر سے گزارا حضرت قیس آرام کے ساتھ اس طرح اس ہڈی کے نیچے سے گزر گئے کہ ان کا سر ہڈی سے نہیں چھوا۔ اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں اور پانچ فلاں فلاں آدمی اس مچھلی کی ایک آنکھ کے سوراخ میں گھس گئے تو ہم کسی کو نظر نہیں آرہے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی آنکھ کے سوراخ میں تیرہ آدمی بٹھا دیئے تھے۔

غرض مسلمانوں نے بہت دن تک یعنی تقریباً ایک مہینے تک اس مچھلی کا گوشت کھایا جبکہ لشکر میں تین سو آدمی تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ درختوں کے پتے کھاتے کھاتے ہمارے ہونٹ زخمی ہو چکے تھے اور ہماری باچھیں پھٹ چکی تھیں۔ ہم لوگ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک سمندر کی موجوں سے کوئی عظیم الشان چیز اچھل کر باہر آگری جو دور سے ایک بہت بڑا ٹیلہ معلوم ہو رہی تھی۔ ہم لوگ اس کی طرف بڑھے اور قریب آکر معلوم ہوا کہ وہ عنبر مچھلی تھی۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ مردہ ہے۔ پھر کہا!

"چونکہ تم لوگ پریشان حال اور اضطرار کی حالت میں ہو اس لئے اسے کھا سکتے ہو۔!"

ایک ماہ مچھلی پر گزارہ...... چنانچہ ہم لوگوں نے تقریباً ایک مہینہ تک اس کا گوشت کھایا جبکہ ہماری تعداد تین سو تھی۔ اس کا گوشت اتنی مقدار میں تھا کہ ہم اسے کھا کھا کر موٹے ہو گئے۔ ہم لوگ اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں سے پیالے بھر بھر کر چکنائی نکالتے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ہم لوگ اس کی آنکھ سے ایسے ایسے پیالوں میں چکنائی نکالتے تھے پھر ہم اس کا کچھ گوشت بچا کر اپنے ساتھ مدینہ لے گئے۔

عنبر کے متعلق تفصیلات...... اس مچھلی کو عنبر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ عنبر کو نگل لیتی ہے چنانچہ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص سے سنا کہ میں نے سمندر میں اُگا ہوا عنبر دیکھا جو بکری کی گردن کی طرح

مڑا ہوا تھا ادھر سمندر میں ایک جانور ہوتا ہے جو اس عنبر کو کھالیتا ہے مگر یہ عنبر اس کے لئے زہر اور سمّ قاتل ہوتا ہے اس لئے وہ جانور عنبر کو نگلنے کے بعد مر جاتا ہے پھر اس جانور کا مُردہ جسم موجوں کے تھپیڑوں سے ساحل پر آگرتا ہے اور اس کے پیٹ سے عنبر نکال لیا جاتا ہے۔

عظیم مچھلیاں...... ایک قول ہے کہ عنبر سمندر کی ایک مخصوص مچھلی کا نام ہے جو اپنی لمبائی چوڑائی میں بھیانک حد تک عظیم الشان ہوتی ہے۔ مجھے بعض سیاحوں نے بتایا کہ ایک دفعہ سمندر کے کنارے ایک لونٹ مر گیا اس کو سمندر کے اندر پھینک دیا گیا جسے ایک مچھلی نے نگل لیا مگر اونٹ کے اگلے دونوں کھُر مچھلی کے حلق میں اٹک گئے اسی وقت ایک دوسری (اس سے بھی بڑی) مچھلی آئی اور اس نے اس پہلی مچھلی کو نگل لیا (غالباً اس کے بعد یہ مچھلی مر گئی اور موجوں کے ساتھ سمندر کے کنارے آگری تب اس کے پیٹ میں سے وہ مچھلی بر آمد ہوئی جس کے پیٹ میں لونٹ تھا اور اس کے اگلے کھُر مچھلی کے حلق میں اٹکے ہوئے تھے۔

خلیفہ حاکم بامر اللہ کے زمانے میں میں نے دمیاط میں ایک مچھلی دیکھی جس کی لمبائی دو سو گز اور چوڑائی ایک سو ساٹھ گز تھی اس کے حلق کے اندر پچاس آدمی کھڑے ہو کر بیلچوں سے چربی کھرچ رہے تھے اور پورے شہر دمیاط کے لوگ پانچ مہینے تک اس کا گوشت کھاتے رہے۔

بھوک کی خبروں پر سعد کا جوش...... غرض ادھر مدینہ میں مسلمانوں کے لشکر کی ناداری اور بھوک سے بد حالی کی خبریں آرہی تھیں لشکر کی واپسی سے پہلے جب حضرت سعد ابن عبادہؓ نے یہ خبریں سنیں تو وہ کہنے لگے۔

"اگر میرا بیٹا قیس ہوتا تو لشکر کے لئے یقیناً جانور ذبح کر کے ان کو کھلاتا!"

سعد کا قیس سے سوال...... پھر جب لشکر واپس مدینہ پہنچا تو حضرت سعدؓ نے قیس سے پوچھا۔

"جب لوگ بھوک سے بے حال ہو رہے تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا کہ میں ان کے لئے جانور ذبح کر کے ضیافت کی تھی۔ سعد نے کہا تم نے ٹھیک کیا۔ پھر پوچھا اس کے بعد کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے پھر جانور ذبح کیا۔ انہوں نے کہا ٹھیک کیا پھر پوچھا اس کے بعد کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے پھر جانور ذبح کیا۔ سعد نے کہا ٹھیک کیا۔ پھر کہا اس کے بعد کیا کیا؟ قیس نے جواب دیا پھر مجھے ذبیحہ کرنے سے روک دیا گیا۔ سعد نے کہا؟ تمہیں کس نے روکا تھا؟ قیس نے جواب دیا ہمارے امیر ابو عبیدہؓ نے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟

قیس نے جواب دیا!

"وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے پاس اپنا ذاتی مال کچھ بھی نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ سب باپ کی ملکیت ہے اس پر میں نے ان سے کہا کہ جب میرے والد دور دراز کے رشتہ داروں کے قرضے تک ادا کر دیتے ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، غریبوں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں تو کیا وہ میرے لئے اتنا بھی نہیں کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اور زیادہ زور دے کر ان سے مجھے منع کرا دیا۔!"

بیٹے کے عمل کا خیر مقدم...... حضرت سعد ابن عبادہؓ نے قیس سے کہا!

"لو یہ چار باغ ہیں جن میں سے کم سے کم بھی اتنا ہے کہ اس سے پچاس وسق کھجوریں حاصل ہوتی ہیں۔!"

اس کے بعد قیس ابن سعد نے اونٹ والے سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا اور اس کے علاوہ بھی اس کو

کھجوریں دیں اور پہننے کے کپڑے دیئے۔
جب رسول اللہ ﷺ کو قیس کے اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔
"وہ ایک فیاض یعنی صاحب خیر گھرانے کا فرد ہے اور سخاوت و فیاضی اس گھرانے کی خصوصیت ہے!"
دریادلی گھرانہ...... اسی لئے بعض مورّخ کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں قیس کے سوا کوئی دوسرا ایسا گھرانہ نہیں تھا جو نسل در نسل سے سخی اور فیاض چلا آرہا ہو۔ کیونکہ قیس خود بھی فیاض تھے اور اسی طرح ان کے باپ سعد، ان کے باپ عبادہ اور ان کے باپ دلیم سب کے سب فیاضی میں مشہور تھے روزانہ ایک آدمی کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر اعلان کیا کرتا تھا کہ جو بھی گوشت اور چربی کا طلب گار ہو وہ ابودلیم کے مکان پر پہنچ جائے۔
وسیع دستر خوان...... اسی طرح روزانہ شام کو لوگ اصحاب صفہ میں سے ایک ایک یا دو دو یا زائد آدمیوں کو اپنے اپنے گھر لے جا کر کھلاتے تھے مگر حضرت سعد ابن عبادہؓ پورے اسی آدمیوں کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا کرتے تھے۔
اس خاندان کو نبی کی دعائیں...... حضرت سعد ابن عبادہؓ سے روایت ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی!
"اے اللہ! سعد ابن عبادہ کی آل و اولاد پر تو اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔!"
سعدؓ کی غیرت مندی...... حضرت سعد ابن عبادہؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بے انتہا غیرت مند اور باحیا انسان تھے اسی لئے انہوں نے کبھی کنواری لڑکی کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کی اور جس سے نکاح کر لیا اس کو اسی غیرت مندی کی وجہ سے کبھی طلاق نہیں دی کہ پھر اس سے دوسرا شخص نکاح نہ کرے۔
آنحضرت ﷺ کی عنبر کے گوشت کے لئے خواہش...... غرض حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ پھر جب ہم واپس مدینہ پہنچے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عنبر مچھلی کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا!
"یہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے فراہم فرمایا تھا۔ اگر اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی لا کر کھلاؤ۔!"
ہم نے اس کا کچھ گوشت آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ نے بھی اس کو تناول فرمایا۔ یہ گوشت خراب نہیں ہوا تھا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر ہم یہ جانتے کہ ہمیں اس کا کچھ حصہ حاصل ہو گا جو خراب نہیں ہوا ہو گا تو ہم اسے پسند کرتے کہ اس میں سے کچھ حصہ ہمارے پاس بھی ہوتا۔ یہ بات آپ ﷺ نے کچھ مزید حصہ لینے کے لئے فرمائی۔

سریۂ ابو قتادہ بسوئے غطفان

اچانک حملہ...... یہ ان لوگوں کا علاقہ تھا جو مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو قتادہؓ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ غطفان کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اچانک اور بے خبری میں دشمن پر حملہ آور ہوں چنانچہ ابو قتادہؓ دن کو چھپتے اور راتوں کو سفر کرتے ہوئے چلے اور اچانک غطفانیوں پر حملہ کر کے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مسلمانوں نے ان کے سر کردہ لوگوں کو قتل کر دیا اور اونٹوں اور بکریوں پر قبضہ کر لیا جن کی تعداد سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں تھیں۔ ساتھ ہی صحابہ نے دشمن کے بہت سے آدمیوں کو قیدی بنایا۔

فتح اور مال غنیمت...... اس طرح مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے کے بعد فی کس بارہ اونٹ اور فی اونٹ بیس بکری کے حساب سے مال غنیمت ملا۔ حضرت ابو قتادہؓ کے حصہ میں قیدیوں میں سے ایک نہایت خوبصورت لڑکی آئی۔ آنحضرت ﷺ نے ابو قتادہ سے کہا کہ وہ لڑکی وہ آپ ﷺ کو ہبہ کر دیں چنانچہ ابو قتادہ نے وہ لڑکی آپ ﷺ کو دے دی اور آپ ﷺ نے اس کو ایک دوسرے شخص کو ہبہ فرما دیا۔

ایک شخص سے نبی کا وعدہ...... آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے وعدہ فرمایا تھا کہ جو پہلا مال غنیمت اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے گا اس میں سے آپ ﷺ اس کو ایک باندی دیں گے چنانچہ اس موقعہ پر وہ شخص آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور بولا۔

"یا رسول اللہ! ابو قتادہ کو ایک نہایت حسین و جمیل باندی مل گئی ہے حالانکہ آپ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جو پہلا مال غنیمت اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے گا اس میں سے آپ ﷺ مجھے ایک باندی دیں گے!"

چنانچہ آپ ﷺ نے ابو قتادہ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو۔ انہوں نے فوراً ہی ہبہ کر دی اور آپ ﷺ نے پھر وہ لڑکی اس شخص کو دے دی) حدیث

سریہ عبداللہ ابن ابی حدرد اسلمی بہ سوئے غابہ

غابہ گھنے درخت کو کہتے ہیں مراد ہے جھاڑیوں والا علاقہ۔ یہی عبداللہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کی ایک عورت سے شادی کی۔ میں اس سلسلے میں امداد لینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ مہر کتنا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا دو سو درہم۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"سبحان اللہ! جو کچھ زائد ہے وہ تمہیں اپنے لوگوں سے لینا چاہئے تھا۔ خدا کی قسم میرے پاس تمہاری مدد کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔!"

اس کے کچھ دن بعد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک شخص نے جس کا نام رفاعہ ابن قیس یا قیس ابن رفاعہ ہے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے غابہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال لیا ہے اور وہ آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔

دشمن کی سراغ رسانی...... آنحضرت ﷺ نے مجھے اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر فرمایا:۔

"تم لوگ اس شخص یعنی رفاعہ ابن قیس کی طرف جاؤ اور اس کے متعلق معلومات کر کے مجھے بتلاؤ۔"

ساتھ ہی آپ ﷺ نے ایک عمر رسیدہ لو نٹنی ہمارے حوالے کی اور فرمایا کہ اس پر سفر کرو مگر باری باری سوار ہونا (یعنی ایک ساتھ تینوں مت بیٹھنا) چنانچہ ہم میں سے ایک شخص اس پر سوار ہو گیا مگر کمزوری کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکی یہاں تک کہ میں نے اس کو مار کر اٹھایا۔

بے شمار دشمن اور تین مسلمان...... اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے ہمارے پاس جو ہتھیار تھے وہ تیر و تلوار تھے آخر ہم لوگ سورج ڈوبنے کے وقت دشمن کے قریب پہنچ چکے تھے، یہاں پہنچ کر میں دشمن کے

ایک جانب میں تھا اور میرے دونوں ساتھی دوسری جانب میں تھے۔ میں نے ان سے کہا۔

"جب تم لوگ مجھے تکبیر کہتے سنو تو تم بھی تکبیر بلند کرنا۔"

دشمن کا سردار رفاعہ ...... ابھی ہم اسی حالت میں دشمن پر اچانک حملہ کرنے کی گھات لگا رہے تھے کہ رفاعہ ابن قیس یا قیس ابن رفاعہ جو دشمن کا سردار تھا اپنے ایک چرواہے کی تلاش میں نکلا جس کو واپس آنے میں دیر ہو گئی تھی اور ان لوگوں کو اس کی طرف سے تشویش ہو رہی تھی۔

جب رفاعہ اس کی تلاش میں جانے لگا تو اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم اس کام کے لئے ہم لوگ ہی کافی ہیں آپ نہ جائیں۔ مگر اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہی جاؤں گا۔ تب لوگوں نے کہا اچھا ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں تو وہ کہنے لگا۔

"نہیں۔ خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص میرے پیچھے نہ آئے۔!"

رفاعہ کا قتل اور لشکر میں بھگدڑ ...... یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ جب میرے پاس سے گزرا تو میں نے موقعہ دیکھ کر اس کے تیر مارا جو ٹھیک اس کے دل میں پیوست ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آواز بھی نہ نکال سکا اور ادھر میں نے اچھل کر اس کو دبوچ لیا۔

تین مسلمانوں کی عظیم فتح ...... پھر میں نے اس کا سر اتارا اور اسے لے کر تیزی کے ساتھ لشکر کے کنارے پہنچ کر زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کے جواب میں میرے ساتھیوں نے بھی نہایت زور سے تکبیر بلند کی۔ اس اچانک ہلچل کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے لوگ گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بے شمار اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لائے۔

پھر ہم یہ مال غنیمت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ چونکہ میں رفاعہ ابن قیس کا سر بھی اپنے ساتھ لایا تھا اس لئے میں وہ بھی آپ ﷺ کے سامنے لے کر آیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے اس مال میں سے تیرہ اونٹ مجھے دے کر مہر کی رقم ادا کرنے کے سلسلے میں میری امداد فرمائی۔

(قال) بعض علماء نے اس سریہ کو اور ابو قتادہ کے اس سریہ کو ایک ہی قرار دیا ہے جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے اور جو محارب کے علاقہ میں غطفان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اسی لئے میں نے کتاب اصل کے خلاف اس سریہ کو سریہ ابو قتادہ کے بعد بیان کیا ہے۔

عبداللہ ابو قتادہ کے سیر میں ...... ان دونوں سرایا کو ایک کہنے کی دلیل عبداللہ ابن جدرو اسلمی کے اس قول سے ملتی ہے کہ جب میں نے اپنی بیوی کے مہر کی ادائیگی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے امداد طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اتفاق سے اس وقت تمہاری امداد کیلئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے مگر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ابو قتادہ کو چودہ آدمیوں کے ساتھ ایک سریہ میں بھیجوں۔ اب اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ جا سکتے ہو کیونکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سریہ میں تمہیں اتنا مال غنیمت عنایت فرما دے گا جو تمہاری بیوی کے مہروں کے لئے کافی ہو گا۔"

میں اس تجویز پر راضی ہو گیا اور پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر دشمن کے پڑاؤ پر پہنچ گئے۔ دشمن یہاں

ایک چشمہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا اور یہاں سے آگے نہیں بڑھتا تھا جیسا کہ گذشتہ باب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

امیر لشکر کی نصیحتیں...... پھر جب شفق کی سرخی غائب ہو گئی اور کائنات پر ابتدائی تاریکی نے اپنی چادر تان لی تو ابو قتادہ نے ہم لوگوں کے سامنے تقریر کی اور ہمیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کی اور ہم میں سے دو دو آدمیوں کے درمیان محبت واخوت کا رشتہ قائم کیا۔ پھر انہوں نے کہا۔

"کوئی شخص اپنے ساتھی کا ساتھ واپسی تک ہرگز نہ چھوڑے۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ کوئی شخص میرے پاس تنہا واپس پہنچے اور جب میں اس سے اس کے ساتھی کے متعلق پوچھوں تو وہ یہ کہے کہ مجھے پتہ نہیں وہ کہاں ہے۔ !جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا اور جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کرنا نیز دور تک دشمن کا تعاقب نہ کرنا۔ !"

حملہ کا اشارہ...... اس کے بعد ہم دشمن کے گرد پھیل گئے پھر ابو قتادہ نے تلوار کھینچی اور تکبیر کہی ساتھ ہی ہم لوگوں نے بھی اپنی تلواریں سونتیں اور جوابی تکبیر کہی۔ چند ثانیوں میں جنگ شروع ہو چکی تھی اور دونوں فریق ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔

ایک مشرک سورما اور عبداللہ...... اچانک دشمن کا ایک نہایت لمبا اور قد آور آدمی میرے سامنے آیا اور مجھ سے تضحیک آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"او مسلم۔ لے جنت میں پہنچنے کے لئے تیار ہو جا۔ !"

میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور بڑھا تو وہ حملوں کے دوران کبھی میری طرف رخ کر لیتا اور کبھی پیٹھ کر لیتا میں اس کا پیچھا کرنے لگا تو میرے ساتھی نے مجھ سے کہا۔

"اس کا تعاقب مت کرو کیونکہ ہمارے امیر نے ہمیں دور تک پیچھا کرنے سے روکا ہے۔ !"

مشرک کا قتل...... ادھر وہ شخص اسی طرح سامنے آتا اور پلٹتا رہا میرا ساتھی کہنے لگا کہ یہ شخص فریبی ہے اس کا معاملہ عجیب ہے۔ آخر میں نے اس کو جالیا اور اس پر تیر چلایا جس سے وہ کشتہ ہو کر گر گیا۔ میں مقتول کی تلوار لے کر اپنے ساتھی کے پاس آیا تو اس نے مجھے بتایا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کر رہے ہیں اور ابو قتادہ مجھ پر اور تم پر بہت ناراض ہو رہے ہیں۔ میں فوراً ہی ابو قتادہ کے پاس آیا تو وہ مجھے ملامت کرنے لگے پھر میں نے ان کو سارا واقعہ سنایا۔

مال غنیمت...... اس کے بعد ہم نے بھیڑوں بکریوں کو اکٹھا کیا دشمن کی عورتوں کو قبضے میں کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے ہماری تلواروں پر تلے اونٹوں کے پالانوں میں لٹک رہے تھے صبح کو میں نے قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا جو ایک ہرنی کی طرح بھڑکی ہوئی تھی اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی ساتھ ہی وہ روتی جاتی تھی۔ آخر میں نے اس سے کہا۔

"تم بار بار کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس نے کہا۔

"خدا کی قسم میں ایک شخص کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی ہوں جو اگر زندہ ہے تو وہی ہمیں تمہارے ہاتھوں سے چھٹکارہ دلا سکتا ہے۔"

مجھے یہ سن کر خود بخود یقین ہو گیا کہ یہ عورت اسی شخص کے متعلق کہہ رہی ہے جسے میں نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

"خدا کی قسم اسے تو میں نے خود قتل کیا ہے۔ دیکھو یہ اسی کی تلوار ہے جو پالان میں لٹکی ہوئی ہے۔!"

اس نے کہا اور اس کا پرتلہ تو مجھے دکھانا۔

میں نے کہا دیکھو یہ اسی کی تلوار کی میان ہے۔ جیسے ہی اس نے تلوار اور پرتلہ دیکھا وہ رونے لگی اور دیر تک روتی رہی۔

(اس طرح یہ وہ روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سریہ اور ابو قتادہ والا سریہ ایک ہی تھے) مگر ظاہر ہے کہ اس تفصیل کی وجہ سے دونوں سرایا کو ایک کہنا اور زیادہ مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

سریۂ ابو قتادہ بسوئے بطن اضم

ایک جنگی حکمت عملی...... یہ اضم ایک بستی یا پہاڑ کا نام ہے جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں سے جنگ کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو قتادہ کو بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ آٹھ آدمی بھیجے جن میں محلم ابن جثامہ لیثی بھی تھے۔ صحابہ کو اس طرف بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے لوگ اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ آنحضرت ﷺ کی توجہ مکہ کی طرف نہیں بلکہ اضم کی جانب ہے اور یہ خبر مشہور ہو جائے۔

محلم کے ہاتھوں کلمہ گو کا قتل...... ابو قتادہ کو راستے میں عامر ابن اضبط اشجعی ملا اس نے ان کے پاس آکر انہیں اسلامی سلام کیا اس پر مسلمانوں نے اس پر ہاتھ اٹھانے سے پرہیز کیا مگر محلم کا اس شخص کے ساتھ پہلے سے کوئی جھگڑا تھا اس لئے انہوں نے عامر پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس کے بعد انہوں نے اس کا سامان اور اونٹ اپنے قبضے میں لے لیا۔

جب صحابہ اضم کے مقام پر پہنچ گئے تو (چونکہ انہیں صرف مشرکوں کی توجہ ہٹانے کے لئے بھیجا گیا تھا اس لئے) یہ حضرات وہاں سے واپس ہو گئے۔ اسی دوران میں انہیں خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہو گئے ہیں للذا یہ لوگ بھی اسی طرف مڑ گئے اور مکہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے مل گئے۔

محلم سے بازپُرس...... (قال۔ جب آپ ﷺ کو محلم کا واقعہ معلوم ہوا تو) آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"کیا تم نے اس شخص کو اس کے یہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ یہ کہنے کے باوجود کہ میں مسلمان ہوں۔"

مقصد یہ ہے کہ اس نے اسلامی سلام کیا تھا جو صرف ایک مومن ہی کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ اور وہ شخص مسلمان تھا۔

محلم نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ اس نے یہ بات یعنی اسلامی سلام دراصل جان بچانے کے لئے کیا تھا۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟"

محلم نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جس سے تمہیں معلوم ہوا کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا۔!"

ایک روایت کے مطابق اس پر محلم نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! اگر میں اس کا دل چیر کر دیکھ لیتا تو کیا مجھے اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"پھر اس نے جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کو کیوں قبول نہیں کیا جبکہ تم اس کے دل کا حال نہیں جان سکتے تھے!"

محلم کی ندامت...... تب محلم نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے مغفرت و بخشش کی دعا فرمایئے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں معاف نہیں فرمائے گا۔!"

محلم یہ سن کر وہاں سے اس حال میں اٹھے کہ اپنی چادر کے پلّو سے اپنے آنسو پونچھ رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

(سورۂ نساء، پ ۵، ع ۱۳، آیت ۹۴)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

مقتول کے رشتے داروں کا غصہ...... محلم کے سلسلے میں ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور پھر آپ ﷺ ایک درخت کے سائے میں آکر بیٹھ گئے۔ اسی وقت آپ ﷺ کے سامنے اقرع ابن حابس اور عُیینہ ابن حصن آکر عامر ابن اضبط کے قتل کے بارے میں بحث کرنے لگے (جن کو محلم نے قتل کر دیا تھا)

قصاص کا مطالبہ...... عُیینہ ابن حصن عامر کے خون کا بدلہ چاہتے تھے۔ وہ آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے۔

"یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں اسے یعنی محلم کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اس کی عورت کو بھی اسی طرح گرمی کا مزہ نہ چکھا دوں جیسے اس نے میری عورتوں کو چکھایا ہے۔!"

اقرع ابن حابس۔ محلم کی طرف سے بول رہے تھے اور ان کا دفاع کر رہے تھے۔ آخر ان دونوں کی تیز کلامی بڑھ گئی اور آوازیں بلند ہو گئیں آنحضرت ﷺ عیینہ اور ان کے ساتھیوں کو سمجھاتے ہوئے فرما رہے تھے کہ تم لوگ عامر کی دیت یعنی خوں بہا اور جان کی قیمت لے لو جو آدھی ہم ابھی دے دیں گے اور باقی آدھی واپس پہنچ کر ادا کر دیں گے۔ مگر عیینہ نہیں مان رہے تھے (بلکہ وہ قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے)

خوں بہا پر رضامندی...... آخر بہت کچھ سمجھانے پر دونوں فریق دیت یعنی خوں بہا پر راضی ہوگئے پھر عینہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ محلم آنحضرت ﷺ سے استغفار کی درخواست کرے اور معافی چاہے۔ محلم فوراً ہی کھڑے ہوگئے وہ ایک لمبے چوڑے اور قد آور آدمی تھے انہوں نے ایک حُلّہ اوڑھ رکھا تھا جسے وہ اس تیاری میں پہن کر آئے تھے کہ ان کو اسی میں قتل کیا جائے۔

محلم کی دعاء مغفرت کی درخواست...... محلم آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔

"میں محلم ہوں اور میں نے وہ گناہ کیا ہے جس کی آپ ﷺ کو اطلاع ملی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور آپ یارسول اللہ ﷺ میرے لئے مغفرت و بخشش کی دعا فرمائیے۔"

نبی ﷺ کا دعا سے انکار...... آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔

"اے اللہ! محلم کو معافی نہ دے۔!"

محلم کی صدمہ سے موت...... آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے اور بلند آواز سے فرمائے۔ محلم یہ سنتے ہی روتے ہوئے کھڑے ہوگئے وہ اپنی چادر کے پلّو سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس کے بعد محلم صرف سات دن زندہ رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا پھر جب ان کو دفن کیا جانے لگا تو بار بار زمین نے ان کو واپس نکال دیا۔ آخر کار ان کو قبر میں رکھنے کے بجائے زمین پر ہی رکھ کر اوپر سے پتھر ڈال دیئے گئے اور اس طرح انہیں چھپادیا گیا۔

سامانِ عبرت...... جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"زمین تو اس شخص کو بھی قبول کر لیتی ہے جو تم میں بدترین آدمی ہو۔ (یعنی حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی جو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں) لیکن ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دکھاتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کی عظمت کیا ہے۔ یعنی اس شخص کی عظمت جو یہ کلمہ کہہ دیتا ہے۔!"

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ بار بار زمین نے ان کی لاش کو باہر نکال دیا۔ اس کی تردید ایک دوسرے قول سے ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے محلم کو بددعا دینے کے بعد پھر ان کے لئے مغفرت و معافی کی دعا فرمائی تھی۔

بعد وفات دعاء مغفرت...... اب اس اشکال کے سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے ان کے مرنے کے بعد دعاء مغفرت فرمائی تھی چنانچہ بعض دوسری روایتوں سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے ایک نصیحت و عبرت کا سامان بنایا تھا تاکہ آئندہ کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو قتل کرنے کی جسارت نہ کرے جس نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی۔ یا یہ کہہ دیا کہ میں مسلمان ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اس کی لاش شعب بنی فلاں میں لے جا کر دفن کردو اب زمین اس کو قبول کرلے گی۔!"

چنانچہ پھر لوگ ان کو اسی گھاٹی میں لے گئے اور دفن کر دیا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی وقت ان کے لئے دعائے مغفرت و معافی فرمائی ہو۔

ایک قول ہے کہ جس شخص کو زمین نے باہر نکال پھینکا تھا وہ محلم کے علاوہ ایک دوسرا شخص تھا کیونکہ محلم تو حضرت زبیرؓ کی خلافت کے زمانے میں حمص میں فوت ہوئے تھے اور جس شخص کو زمین نے نکال پھینکا تھا اس کا نام قلیت تھا۔

سریۂ خالد ابن ولید بسوئے عزّیٰ

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کو تیس سواروں کے ساتھ عُزّیٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ عزّیٰ قریش کا ایک بت تھا اور مشرکوں کے نزدیک بے حد قابل احترام بت تھا۔

عزّیٰ بت...... تشریح: اس بارے میں احقر مترجم نے کتاب شرح زرقانی علی المواہب کا مطالعہ کیا جس میں اس بت کے بارے میں مزید تفصیلات ہیں جو پڑھنے والوں کی معلومات کے لئے یہاں پیش کرتا ہوں۔

لفظ عزّیٰ...... حضرت خالدؓ کو آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ سے پانچ دن کے بعد عزّیٰ بت کو توڑنے کے لئے بھیجا تھا کیونکہ اس عرصہ میں آپ فتح مکہ کے بعد اس کے ضروری کاموں میں مشغول رہے۔ یہ لفظ عزّیٰ عین پر پیش اور زاء پر تشدید اور کھڑے زبر کے ساتھ ہے۔

علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ مشرکوں نے یہ نام اللہ کے نام عزیز سے بنایا تھا۔ ایک قول ہے کہ کلمہ عزّیٰ دراصل لفظ اعز کا مؤنث ہے (اعز کے معنی ہیں بہت عزت والا)

عزّیٰ کیا تھا...... مجاہد کہتے ہیں کہ عزّیٰ دراصل ایک درخت تھا لیکن ضحاک کہتے ہیں کہ یہ ایک بت تھا جسے سعد ابن ظالم غطفانی نے نصب کیا تھا جب وہ مکہ آیا تھا تو اس نے یہاں دیکھا کہ لوگ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتے ہیں

سعد نے ان دونوں پہاڑیوں یعنی صفا اور مروہ سے ایک ایک بڑا پتھر لے کر انہیں نخلہ کے مقام پر پہنچایا اور ان دونوں پتھروں کو نصب کر کے ان کا نام صفا و مروہ رکھ دیا پھر اس نے تین اور پتھر لئے اور انہیں ایک درخت سے لگا کر رکھ دیا پھر یہ لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ تمہارا رب ہے چنانچہ لوگ نخلہ میں ان دونوں پتھروں کے درمیان طواف کرتے اور ان تینوں پتھروں کی عبادت کرنے لگے۔ یہ مقام نخلہ مکہ سے ایک رات کے سفر پر ایک جگہ تھی۔ یہ عزّیٰ قریش اور تمام بنی کنانہ کے نزدیک بے حد معزز بت تھا۔ تشریح ختم۔ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔ مرتب)

ایک روایت کے الفاظ کے مطابق یہ عزّیٰ کچھ درختوں کا جھنڈ تھا کیونکہ لوگ ان کی طرف بھی اسی احترام کے ساتھ جایا کرتے تھے جیسے کعبہ کی طرف جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کے ایک قدیم زمانے کے ممتاز آدمی عمرو ابن لحی نے ان سے کہا تھا کہ پروردگار ٹھنڈ کے موسم میں طائف میں منات بت کے پاس رہتا ہے اور گرمی میں عزّیٰ کے پاس رہتا ہے (چونکہ لوگ عمرو ابن لحی کا بہت احترام کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس پر یقین کر لیا اور یہی ان کا عقیدہ بن گیا)۔

خالد کے ہاتھوں بت کا انہدام...... غرض حضرت خالد نخلہ میں عزّیٰ کے پاس پہنچے۔ یہ بت تین درختوں کے تنوں پر بنا ہوا تھا حضرت خالد نے یہ تنے کاٹ ڈالے اور یہ بنیاد ختم کر کے اسے تباہ کر دیا اس کے بعد وہ رسول

اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے خالد سے پوچھا۔

"کیا تم نے کوئی چیز دیکھی تھی (یعنی جو اس کے توڑنے کے وقت اس میں سے نکلی ہو)؟"

عزیٰ کی حقیقت...... انہوں نے عرض کیا! نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تب پھر تم دوبارہ اس جگہ جاؤ۔ (زرقانی کے مطابق۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔)

"تب تم نے اسے تباہ ہی نہیں کیا۔ یعنی مکمل طور پر تباہ نہیں کیا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی حقیقت ہی فنا ہو جائے۔ کیونکہ تم نے صرف یہ کیا ہے کہ اس کی ظاہری صورت کو بگاڑ دیا جبکہ اس کے اندر کا چھپا ہوا معاملہ باقی رہ گیا جو عزیٰ کو فنا کر دینے سے ہی فنا ہو گا) لہٰذا دوبارہ وہاں جاؤ اور اس بت کو برباد کر آؤ۔!"

اصل عزیٰ کی تباہی...... چنانچہ حضرت خالد دوبارہ گئے۔ اس مرتبہ وہ عزیٰ کے خلاف سخت غضبناک تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر جیسے ہی اپنی تلوار کھینچی اچانک اس بت میں سے ایک سیاہ رنگ کی بوڑھی اور ننگی عورت نکلی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ ان پر خاک ڈال رہی تھی۔

خادم کی عزیٰ سے فریاد...... اس کو دیکھتے ہی عزیٰ کا محافظ اور خادم پکار پکار کر عزیٰ سے حضرت خالد کے متعلق کہنے لگا۔

"اے عزیٰ اسے روک دے۔ اے عزیٰ اسے باز رکھ۔!"

حضرت خالد نے فوراً ہی تلوار کا وار کر کے اس عورت کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے ساتھ ہی وہ یہ کہتے جاتے تھے۔

یَا عَزّ کُفْرَانَکِ لَا سُبْحَانَکِ
اِنّیِ رَأَیْتُ اللّٰہ قد اَھَانَکِ

ترجمہ: اے عزیٰ تو ناپاک ہے تجھ میں کوئی پاکیزگی نہیں۔ میں نے خود تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں ذلیل ہوتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت خالد واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ہاں۔ یہی عزیٰ تھا۔!"

سریۂ عمرو ابن عاص بہ سوئے سواع

سواع بت...... یہ ایک بت کا نام تھا اور بت کا یہ نام حضرت نوحؑ کے بیٹے سواع کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ بت ایک عورت کی شکل کا تھا ابتداء میں یہ بت قوم نوح کا تھا اور اس کے بعد یہ بنی ہذیل کا بت ہو گیا۔ وہ لوگ سفر کر کے اس بت کی طرف حج کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

تشریح...... اس بت کے سلسلے میں احقر مترجم نے کتاب زرقانی کا مطالعہ کیا جس میں اس کے متعلق تفصیلات ہے احقر وہ تفصیل قارئین کی معلومات کے لئے پیش کرتا ہے۔

آدم کے پوتے سواع...... یہ سواع حضرت آدمؑ کی اولاد میں تھا اور اس کا سلسلۂ نسب سواع ابن شیث ابن آدم ہے۔ جب یہ مر گیا تو قوم کے لوگوں نے اس کا ایک مجسمہ تیار کر لیا اور چونکہ سواع ایک دیندار آدمی تھا اور اس کی دعائیں مقبول ہوتی تھیں اس لئے اس کے مجسمہ کی بہت زیادہ تعظیم کی جانے لگی۔

سواع کے بیٹوں کے بت...... سواع کے تین بیٹے تھے جن کے نام یغوث، یعوق اور نسر تھے جب یہ لوگ ختم ہوگئے تو لوگوں نے ان کے مجسمے اور بت تیار کر لئے (جن کی لوگ بہت زیادہ عظمت کرتے تھے) مگر وقت گزرنے کے ساتھ جب مجسمے بنانے والے لوگ مر گئے اور ان کی اولادوں اور نسلوں کا زمانہ آیا تو وہ لوگ یہ کہنے لگے کہ ہمارے ان آباء واجداد کی عظمت اس لئے کی جاتی ہے کہ یہی ہمیں رزق روزی دیتے ہیں اور یہی ہمیں نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس تصور کے بعد لوگ ان کی عبادت کرنے لگے۔

ان مجسموں کی پوجا...... علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ ان مجسموں کی عبادت مہلائیل ابن قینان کے زمانے میں شروع ہوئی جو نوحؑ سے پہلے کا دور ہے اور دو میں سے ایک قول کے مطابق یہ زمانۂ جاہلیت اول کا زمانہ ہے۔

یہی بت عرب میں...... بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قوم نوح کے جو بت تھے وہ بعد میں عرب میں آگئے تھے اور ان کے نام دراصل نیک اور صالح لوگوں کے ناموں پر تھے جب وہ صالح لوگ ختم ہوگئے تو شیطان نے ان مرحومین کی قوم کے لوگوں کو ورغلایا کہ وہ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں کچھ علامتیں نصب کر لیا کریں اور ان علامتوں کے نام ان ہی صالحین کے ناموں پر رکھ دیں چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کر لیا۔ پھر جب تک اس نسل کے لوگ زندہ رہے ان مجسموں کی عبادت نہیں ہوئی لیکن اس نسل کے اٹھنے کے بعد اگلوں نے اپنی کم علمی سے ان کی عبادت شروع کر دی۔ اور اس طرح یہ مجسمے لوگوں کے معبود بن گئے۔ تشریح ختم از مرتب حوالہ زرقانی علی المواہب جلد دوم صفحہ ۲۴۸ و ۲۴۹)

عمرو ابن عاصؓ سواع کی طرف...... غرض فتح مکہ سے پہلے تک بنی ہذیل اس بت سواع کا حج کرنے کے لئے اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو ابن عاصؓ کو اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ سواع بت کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ اس بت کو توڑ دیں اور اس کی جگہ کو تباہ کر دیں۔

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں جب اس بت کے پاس پہنچا تو وہاں اس کا خادم بھی موجود تھا وہ مجھ سے پوچھنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا۔

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں اس کو تباہ کر دوں۔!"

سواع کی پامالی...... خادم کہنے لگا کہ تم ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو بولا کہ یہ خداوند سواع تمہیں روک دے گا۔ میں نے کہا۔

"تیرا ناس ہو کیا تو اب تک اسی باطل تصور میں گُم ہے۔ کیا یہ سنتا یا دیکھتا ہے؟"

اس کے بعد میں نے بت کے قریب جا کر اسے ایک ہی ضرب میں توڑ ڈالا۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا جنہوں نے وہ پوری عبادت گاہ مسمار کر ڈالی مگر ہمیں وہاں کوئی خزانہ وغیرہ نہیں ملا اس کے بعد میں نے سواع کے خادم سے کہا۔

خادم سواع کا اسلام...... "تو نے دیکھ لیا۔!" خادم نے فوراً کہا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔

سریۂ سعد ابن زید اشہلی بسوئے منات

یثربیوں کا بت منات...... یہ منات بھی ایک بت تھا جو مدینہ کے مشہور قبیلوں اوس اور خزرج کا تھا۔ (اس

کے متعلق علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ یہ اوس و خزرج اور ان کے دین پر چلنے والوں کا بت تھا ابن سعد نے اسی میں غسانیوں کا اضافہ بھی کیا ہے)

خادم منات...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ابن زید اشہلیؓ کو بیس سواروں کے ساتھ منات بت کی طرف روانہ فرمایا تھا کہ وہ اس بت اور اس کی بنیاد کو تباہ کردیں۔ جب یہ اس بت کے سامنے پہنچے تو وہاں بت کا جو خادم تھا وہ حضرت سعدؓ سے بولا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ منات کو منہدم کرنا۔ وہ خادم حقارت کے ساتھ کہنے لگا کیا تم اسے منہدم کرو گے۔ کر کے دیکھ لو۔

حضرت سعد منات کی طرف متوجہ ہوئے مگر جیسے ہی وہ بڑھنے لگے اچانک ایک ننگی اور سیاہ فام عورت نکلی جس کے سر کے بال پراگندہ تھے اور جو اپنا سینہ پیٹ کر واویلا کررہی تھی۔ اسی وقت بت کے خادم نے اس عورت سے کہا۔

"منات! تیرے مقابلے میں ایک نافرمان آیا ہے۔!"

منات کی تباہی...... اسی وقت حضرت سعد ابن زیدؓ نے اس عورت پر ایک بھرپور وار کیا اور اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد انہوں نے منات بت اور اس کی بنیادوں کو برباد کردیا۔ (واضح رہے کہ ایک سیاہ فام، برہنہ اور پراگندہ سر عورت کے نکلنے کی ایسی ہی روایت عزیٰ بت کے واقعہ میں بھی گزری ہے)

سریۂ خالد ابن ولید بسوئے جذیمہ

تبلیغی سریہ...... یہ جزیمہ یلملم کی سمت کے لوگ تھے آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو اسلام کی تبلیغ کے لئے بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ اس طرح گویا حضرت خالد ان لوگوں سے جنگ کے لئے نہیں گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کے اسلام کے متعلق کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی آپ ﷺ نے خالد ابن ولید کو جنگ کا حکم دیا تھا۔

غرض جب وہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو تین سو پچاس آدمیوں کے ساتھ اس کی طرف بھیجا جن میں مہاجر اور انصاری دونوں صحابہ تھے نیز کچھ لوگ بنی سلیم کے بھی تھے آنحضرت ﷺ نے یہ سریہ مکہ معظمہ سے ہی روانہ فرمایا تھا (کیونکہ اس وقت تک آپ ﷺ فتح مکہ کے بعد وہیں مقیم تھے۔ زرقانی کی روایت کے مطابق یہ واقعہ شوال ۸ھ کا ہے۔ یہ بنی جذیمہ کا علاقہ مکہ سے زیریں جانب میں یلملم کی طرف ایک رات کے سفر کی مسافت پر تھا۔

جذیمہ اہل سریہ کے پرانے مجرم...... بنی جذیمہ کے لوگوں نے جاہلیت کے زمانے میں حضرت خالد کے ایک چچا فاکہہ کو قتل کردیا تھا۔ نیز زمانۂ جاہلیت ہی میں پھر انہوں نے فاکہہ کے بھائی کو بھی قتل کردیا تھا۔ دراصل دور جاہلیت میں یہ بنی جذیمہ عرب کا سب سے شریر اور برا قبیلہ تھا۔ اسی لئے ان کا نام لعقۃ الدم یا یوں کہئے کہ خونخوار پڑ گیا تھا۔

مبلغوں کی آمد...... اس کے علاوہ بنی جزیمہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کے والد کو بھی قتل کیا تھا ان صحابہ میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ بھی تھے۔ ادھر بنی سلیم کے لوگ بھی اس جماعت میں شریک تھے اور

بنی جذیمہ نے ایک موقع پر بنی سلیم کے مالک ابن شرید اور اس کے دونوں بھائیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جذیمہ کی ہتھیار بندی......اب بنی جذیمہ نے جب مسلمانوں کو دیکھا اور انہیں پتہ چلا کہ اس جماعت میں بنی سلیم کے لوگ بھی ہیں، عبدالرحمٰن ابن عوف بھی ہیں اور خالد ابن ولید امیر جماعت ہیں تو یہ لوگ ڈر گئے (اور انہوں نے سمجھا کہ یہ سب ہم سے اپنے مقتولوں کا انتقام لینے آئے ہیں لہٰذا ان لوگوں نے فوراً ہی اپنے جنگی ہتھیار لگائے اور لڑائی کے لئے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔

جذیمہ کا اظہار اسلام...... آخر جب خالد ابن ولید ان کے پاس پہنچے تو یہ ان سے ملے حضرت خالد نے ان لوگوں سے کہا۔

"تم لوگ مسلمان ہو جاؤ!"

بنی جذیمہ نے کہا۔

"ہم تو مسلمان ہی ہیں۔!"

حضرت خالدؓ نے کہا۔

"پھر اپنے ہتھیار نکال دو اور نیچے اتر کر ہمارے پاس آجاؤ۔!"

سپر اندازی سے خوف......ان لوگوں نے کہا۔

"نہیں۔ خدا کی قسم ہتھیار اتار دینے کے بعد ہمارے لئے قتل ہو جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کیونکہ ہمیں تمہاری اور تمہارے آدمیوں کی طرف سے خطرہ ہے۔

یہ سن کر حضرت خالد نے کہا۔

"تب پھر سن لو اگر تم نیچے نہیں اترتے تو تمہارے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔!"

اس پر ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو ہتھیار رکھ دیئے جنہیں گرفتار کر لیا گیا اور باقی لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب خالد ابن ولید بنی جذیمہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا۔

"تم کیا ہو۔ یعنی مسلمان ہو یا کافر۔!"

اقرار اسلام......بنی جذیمہ نے جواب دیا۔

"ہم مسلمان ہیں۔ ہم نمازیں پڑھ چکے ہیں، محمد ﷺ کی تصدیق کر چکے ہیں، اپنے میدانوں اور چوپالوں میں مسجدیں بنا چکے ہیں اور ان میں اذانیں دے چکے ہیں۔!"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ خالد کے سوال کے جواب میں بنی جذیمہ نے یہ کہنا مناسب نہیں سمجھا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ یہ کہنے لگے کہ ہم نے پہلا دین چھوڑ دیا ہم نے پہلا دین چھوڑ دیا۔ غرض جب انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا تو حضرت خالد نے کہا۔

"پھر تمہارے ہتھیار لگا کر سامنے آنے کا کیا مطلب ہے؟"

سپر اندازی اور گرفتاری......انہوں نے کہا۔

"دراصل ہمارے اور عربوں کے کچھ لوگوں کے درمیان دشمنی ہے لہٰذا ہم یہ سمجھتے تھے کہ کہیں تم وہی لوگ تو نہیں ہو لہٰذا ہم نے فوراً ہی ہتھیار لگا لئے تھے!

خالد ابن ولید نے کہا کہ بس تو اب ہتھیار اتار دو۔ ان لوگوں نے ہتھیار اتار دیئے۔ اسی وقت حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر لو چنانچہ کچھ لوگوں کی مشکیں کس دی گئیں اور انہیں خالد نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

قیدیوں کے قتل کا حکم...... صبح ہوئی تو خالد ابن ولید کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جس کے پاس کوئی قیدی ہو وہ اسے قتل کر دے۔ اس اعلان پر بنی سلیم نے فوراً عمل کیا اور ان کے پاس جو قیدی تھے ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ لیکن مہاجر اور انصاری صحابہ نے اس حکم پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کو واقعہ کی خبر...... اس کے بعد اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ہوئی کیونکہ ان لوگوں میں سے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے خالد ابن ولید کے اس اقدام کی تفصیلات آنحضرت ﷺ کو بتلائیں۔ یہ واقعہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا۔

"کیا خالد کی اس حرکت پر صحابہ میں سے کسی نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا؟"

اس نے عرض کیا۔

"ہاں! ایک زرد رُو پستہ قد آدمی نے اور ایک سرخ و سفید لمبے تڑنگے آدمی نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا تھا۔!"

یہ اتہ پتہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ میں دونوں کو سمجھ گیا۔ ان میں سے پہلا تو میرا بیٹا ہے کیونکہ یہ اسی کی پہچان ہے اور دوسرا سالم ہے جو ابو حذیفہ کا غلام ہے!"

نبی کی حادثہ سے برأت و بیزاری...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس سے اپنی برأت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔!"

مقتولین کا خوں بہا...... آپ ﷺ نے یہ کلمات دو مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو روانہ فرمایا جنہوں نے بنی جذیمہ کو ان کے مقتولین کی دیت یعنی جان کی قیمت لوا کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"علی! ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے حالات دیکھو۔!"

مالی نقصان کا معاوضہ...... ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان کو کچھ مال یعنی اونٹ وغیرہ دیئے جس کے ذریعہ ان کے مقتولوں کو خون بہا ادا کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اس مال سے کچھ حصہ بنی جذیمہ کے ضائع ہونے والے مال کے بدلے دیا اس طرح ان مقتولوں کی جانوں کی قیمت بھی دی اور ضائع ہونے والے مال کا عوض بھی دیا یہاں تک کہ کتے کے پانی پینے کا برتن بھی اگر ضائع ہوا تو اس کا بھی عوض اور بدل دیا گیا۔

آخر جب ان کے جان و مال کے تمام نقصان کی تلافی کر دی گئی تو حضرت علیؓ نے ان سے سوال کیا۔

"اب تمہارا کوئی جان یا مال ایسا تو باقی نہیں رہا جس کی تلافی نہ ہو گئی ہو؟"

انہوں نے کہا! نہیں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"لیکن میں تمہیں احتیاطاً وہ مال بھی دے رہا ہوں جو میرے پاس بچ گیا ہے تاکہ اس مال کی تلافی بھی ہو جائے جو بھول چوک میں رہ گیا ہو۔!"

اس کے بعد حضرت علیؓ واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو تفصیلات بتلائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی کار گزاری کو پسند کرتے ہوئے فرمایا۔

"تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔"

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کا میں بندہ ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک خاکستری لوٹنوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔!"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اور ہاتھ پھیلا کر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔

"اے اللہ! خالد ابن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے برأت و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔!"

خالد و عبدالرحمٰن میں بحث......ادھر اسی معاملے میں حضرت خالد ابن ولید اور عبدالرحمٰن ابن عوف کے درمیان برائی پیدا ہو گئی۔ عبدالرحمٰن نے خالد سے کہا۔

تم نے مسلمان ہو کر بھی زمانۂ جاہلیت کی جیسی حرکت کی ہے۔!"

خالد ابن ولید نے کہا۔

"حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے باپ کا انتقام لیا ہے۔!"

عبدالرحمٰن کی دلیل......ابن عوف نے کہا۔

"تم غلط کہتے ہو۔ میں پہلے ہی اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر چکا تھا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ تم زمانۂ جاہلیت میں قتل ہونے والے کسی شخص کے لئے مسلمانوں سے کیسے انتقام لے سکتے ہو۔"

خالد ابن ولید نے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مسلمان تھے۔"

عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا۔

"تمام سریہ والوں نے بتلایا ہے کہ تم نے انہیں مسجدیں بناتے اور اسلام کا اقرار کرتے دیکھا تھا!"

خالد کی دلیل...... حضرت خالد نے کہا

"میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا حکم آیا تھا کہ ان لوگوں پر حملہ کر دوں!"

ابن عوف نے کہا۔

"تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھ رہے ہو ورنہ حقیقت میں تم نے اپنے چچا فاکہ کا انتقام لینے کے لئے جذیمہ پر حملہ کیا تھا۔!"

صحابہ کا بلند مقام..... اسی وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ٹھہرو خالد۔ میرے صحابہ کے ساتھ مت الجھو۔ اگر تمہارے واسطے احد کا پورا پہاڑ سونے کا ہو جائے

اور تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی میرے صحابہ کے صبح اور شام کے سفر کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔!"

یہاں صحابہ سے آنحضرت ﷺ کی مراد وہ صحابہ ہیں جو سابقون الاولون یعنی شروع زمانہ اسلام میں ہی مسلمان ہو جانے والے لوگ ہیں۔ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ بھی ان ہی صحابہ میں سے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حقیقت میں آپ ﷺ کی مراد حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ہی تھے جیسا کہ آگے آنے والی روایت سے اس کی صراحت ہو رہی ہے چنانچہ اسی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان صحابہ کو جو ابتدائی دور ہی میں مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جن کی طرف سے ایسے غیر سابقین صحابہ پر اعتراض ہوں گے غیر صحابہ کے درجے میں اتار دیا کیونکہ یہ بات ان کی شان کے خلاف ہو گی (یعنی معترض بھی صحابہ غیر سابقین اور جن پر اعتراض کیا جائے گا وہ بھی صحابہ غیر سابقین مگر چونکہ یہ اعتراض صحابہ کی شان کے خلاف ہے اس لئے آپ ﷺ نے ان کو غیر صحابہ کے درجہ میں اتار کر یہ ارشاد فرمایا۔)

(قال) جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ حضرت خالد ابن ولیدؓ سے الجھ رہے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ عبدالرحمٰن کی حمایت میں بول رہے تھے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد سے روگردانی کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ خالد تم میرے صحابہ کے متعلق زبان بند رکھو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اگر تمہارے پاس سونے کا احد پہاڑ بھی ہوتا اور تم اس سونے کا ایک ایک قیراط اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تو بھی تم عبدالرحمٰن کے صبح و شام کے سفر کی برابری نہیں کر سکتے تھے۔

خالد کی غلط فہمی...... یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرت خالد نے بنی جذیمہ کو صرف اس بناء پر قتل کرا دیا تھا کہ انہوں نے ان کے سوال پر صباء نا کہہ دیا تھا جس کے معنی ہیں کہ۔ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا ہے۔ صاف طور پر یہ نہیں کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ (کیونکہ جب خالد ابن ولید اپنی جماعت کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے پہنچے تھے تو بنی جذیمہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے تھے کیونکہ یہ لوگ جاہلیت کے زمانے سے حضرت خالد اور عبدالرحمٰن اور بنی سلیم کے مجرم تھے۔ ادھر خالد وہاں تبلیغ اسلام کے لئے گئے تھے جنگ کرنے نہیں پہنچے تھے۔ انہوں نے جذیمہ والوں کو تبلیغ کے طور پر مسلمان ہو جانے کے لئے کہا۔ بنی جذیمہ اپنے گذشتہ جرم اور مسلمانوں کی طاقت سے اتنے مرعوب اور بدحواس ہو گئے تھے کہ گھبراہٹ میں ان کے منہ سے بجائے یہ نکلنے کے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں یہ نکلا کہ ہم نے اپنا دین بدل دیا۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خالد نے یہ سمجھا کہ ان لوگوں نے یہ بات اپنے بچاؤ اور اسلام سے اپنی بے تعلقی کی وجہ سے کہی ہے۔ اب جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا تعلق ہے تو وہ حضرت خالدؓ کی جلد بازی اور ان کے متعلق اطمینان نہ حاصل کرنے کی وجہ سے تھی کہ انہوں نے بنی جذیمہ کی مراد سمجھنے سے پہلے ان کے متعلق فیصلہ کر لیا۔

ادھر آنحضرت ﷺ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو بھی وہ میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتا بلکہ ان سے آدھے مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

صحابہ پر تنقید جائز نہیں...... امام سبکی نے شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ سے نقل کیا ہے جن کی مجلس وعظ میں وہ حاضر ہوا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے صحابہ کے خلاف زبان نہ کھولو۔ دراصل ان

لوگوں کے لئے ہے جو آپ ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد آنے والے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کو کچھ مخصوص جلوے دکھائے گئے تھے جن میں سے کسی میں آپ ﷺ نے اپنی ساری امت کو دیکھا تھا جو آپ ﷺ کے بعد اس دنیا میں آنے والی ہے لہٰذا آپ ﷺ نے یہ ارشاد کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو ان ہی کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔ شیخ کی اس تاویل سے امام مطمئن ہو گئے تھے۔

اگلی نسلوں کو نبی کی ہدایت...... لہٰذا اس حدیث سے کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ یہاں ممانعت اور خطاب غیر صحابہ یعنی ان لوگوں کے لئے ہے جو صحابہ نہ ہوں گویا یہاں ایک غائب اور غیر موجود شخص کو اس طرح خطاب کیا گیا ہے جس طرح ایک حاضر اور موجود شخص کو کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ معنی اس مقام کے مناسب نہیں ہیں جہاں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے حدیث میں جو اشارہ کیا گیا ہے وہ صحابہ کرام کے بلند مقام اور اونچے مرتبہ کا اظہار کرتا ہے ان کا مرتبہ و مقام اتنا بلند ہے کہ ان کی توہین یا ان کے متعلق کوئی کاذبیا بات زبان سے ادا کرنے کا تصور بھی محال ہو جاتا ہے کیونکہ احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اگر نیکی کے راستے میں خرچ کر دیا جائے تو وہ ان کے نصف مد آٹے کے برابر بھی نہیں ہوتا جو صرف پسا ہوا اور گوندھا ہوا ہو اور ایک عام روٹی کے برابر بھی نہ ہو۔

مغالطے کا ایک دوسرا واقعہ...... اقول! مؤلف کہتے ہیں۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی پیش آیا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب مرتد ہوئے اور اسلام کو چھوڑنے لگے تو خالد ابن ولیدؓ کو مرتدین کے خلاف تلوار اٹھانے کے لئے متعین کیا گیا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ گرفتار کئے گئے جن میں مالک ابن نویرہ بھی تھا خالد نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قیدی بنایا اس زمانے میں سخت سردی پڑ رہی تھی حضرت خالدؓ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ۔ اُدْفِئُوْا اَسْرَاکُمْ یعنی اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے پہنا دو۔ لیکن اس لفظ کو مار ڈالنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے ادفاء الجریح زخمی کو فوراً مار ڈالنا۔ ادھر اُدْفِنُوْا کے معنی ہیں دفن کر دو۔

خالد ابن ولیدؓ کے اس اعلان کو لوگوں نے ادفنوا سمجھا معنے یہ کہ اپنے قیدیوں کو دفن کر دو۔ جس کا مطلب انہوں نے لیا کہ قیدیوں کو قتل کر دو۔ چنانچہ لوگوں نے ان سب قیدیوں کو قتل کر دیا اور ان ہی کے ساتھ مالک ابن نویرہ بھی قتل ہو گیا۔

جب حضرت خالدؓ کو اس غلط فہمی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا:۔

"جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی کام ہو جائے تو اسے یوں ہی کرا دیتا ہے!۔"

پھر حضرت خالدؓ نے مالک ابن نویرہ کی بیوہ سے شادی کر لی جو بے حد خوبصورت عورتوں میں شمار ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ خالد ابن ولیدؓ نے مالک ابن نویرہ سے اس سے پہلے کہا تھا۔

"تم اسلام سے کیسے پھر گئے کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے لگے۔ کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ زکوٰۃ نماز کی ساتھی ہے؟"

اس پر مالک ابن نویرہ نے کہا:۔

"تمہارے صاحب یہی سمجھتے تھے!۔"

حضرت خالد نے کہا!

"کیا آنحضرت ﷺ ہمارے ہی صاحب تھے۔وہ تیرے صاحب نہیں تھے۔اے ضرار! اس کی گردن مار دو!۔"

پھر ان کے حکم پر ان کا سر کاٹا گیا اور ایک چولھا بنا کر اس کی تیسری جانب کے پتھر کی جگہ اس کا سر رکھا گیا اور اس پر ایک ہانڈی رکھ کے اس میں گوشت پکایا گیا۔ایسا انہوں نے مرتدین کو خوفزدہ کرنے کے لئے کیا تھا۔

خالد کے خلاف فاروقی رائے...... غرض پھر جب حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ معلوم ہوا کہ خالد ابن ولیدؓ کے حکم پر مالک ابن نویرہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور خالدؓ نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا :-

"آپ خالد کو معزول کر دیجئے کیونکہ اس کی تلوار میں ظلم اور حماقت بھری ہے۔اس نے کیسے مالک کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوہ سے شادی بھی کر لی!"

اللہ کی تلوار......اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا :-

"میں اس تلوار کو میان میں نہیں ڈالوں گا جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے سروں پر کھینچا ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ۔خالد ابن ولید اللہ کا ایک بہترین بندہ اور ہمارا بہترین خاندانی بھائی ہے۔وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے حق تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے سروں پر کھینچا ہے!۔"

اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے خالد ابن ولیدؓ کے بارہ میں فرمایا :-

"عورتیں اس سے عاجز ہیں کہ خالد ابن ولیدؓ جیسے سپوت کو جنم دے سکیں۔!"

علامہ سہیلی کے کلام میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے صدیق اکبرؓ سے جو یہ کہا تھا کہ خالد کی تلوار میں ظلم ہے اس لئے اسے قتل کر دیجئے۔یہ اس وقت کہا تھا جب انہوں نے مالک ابن نویرہ کو قتل کر کے اس کا سر ایک دیگچی میں پکوا دیا تھا۔

جہاں تک مالک ابن نویرہ کا تعلق ہے تو وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے مگر پھر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے مگر حضرت خالدؓ کو ان کے دوبارہ مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں تھی۔اگرچہ اس وقت دو صحابہ نے خالد کے سامنے مالک کے دوبارہ اسلام کی طرف رجوع کرنے کی شہادت دی مگر اس شہادت کو حضرت خالدؓ نے قبول نہیں کیا۔پھر انہوں نے مالک کی بیوہ سے نکاح بھی کر لیا۔اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے صدیق اکبرؓ سے عرض کیا تھا کہ خالد کو قتل کر دیجئے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا :-

"نہیں! میں خالد کو قتل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کی تاویل کرتے اور وجہ بتاتے ہیں۔"

اس پر فاروق اعظمؓ نے کہا کہ پھر اسے معزول کر دیجئے تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جس تلوار کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور منافقوں کے سروں پر سونتا ہے اس کو میان میں نہیں ڈال سکتا اور جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے امیر بنایا ہے میں اس کو معزول نہیں کر سکتا!۔"

حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ......ایک قول ہے کہ حضرت خالد ابن ولیدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ جو علامہ شعبی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ وہ دونوں نوجوان لڑکے تھے آپس میں کشتی لڑ رہے تھے۔

حضرت خالدؓ حضرت عمرؓ کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے اس کشتی میں خالد ابن ولیدؓ نے حضرت عمرؓ کی پنڈلی توڑ دی تھی جس کا بعد میں علاج کیا گیا اور وہ ٹھیک ہو گئی تھی۔ چنانچہ اب حضرت عمرؓ جب خلافت کی مسند پر تشریف فرما ہوئے تو اسی واقعہ کی وجہ سے پہلا کام انہوں نے کیا کہ خالد ابن ولیدؓ کو معزول کر دیا اور کہا کہ آئندہ کبھی میں اس سے کوئی کام نہیں لوں گا۔

ایک قول ہے کہ حضرت عمرؓ تک خالد ابن ولیدؓ کی ایک گفتگو پہنچی تھی جس کی وجہ سے فاروق اعظمؓ نے ان کو بر طرف کر دیا تھا۔

حضرت عمرؓ کا بلند مقام...... (اس سلسلے میں کشتی والی جو روایت گزری ہے وہ اسی قسم کی روایت ہے جو نا قابل توجہ ہے اس طرح کی بے سر و پا روایات اکثر روافض کی طرف سے بھی چلائی گئی ہیں جن کا مقصد ان مقدس حضرات پر کیچڑ اچھالنا ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت فاروق اعظمؓ و عن کل الصحابتہ اجمعین کی پاک اور بے لوث زندگی کا شمنان اسلام تک دم بھرتے ہیں۔ آج بھی جبکہ حضرت عمر فاروقؓ کے اور موجودہ دور کے درمیان چودہ طویل صدیوں کی دوری حائل ہو چکی ہے۔ ان کی بے نفسی اور عظمت و حقانیت دنیا کے لئے روشنی کا ایک مینار بنی ہوئی ہے۔ یہ ان بلند و بر تر انسانوں میں سے ایک ہیں جنہیں سر چشمۂ نبوت سے سب سے زیادہ فیضان ہوا اور جن کی ظمت اور فطری صلاحیت کا اعتراف خود زبان نبوت نے یہ کہہ کر کیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا ؤ وہ عمر ہی ہو سکتے تھے۔ مرتب)

ر تک خالد کی شکایت...... غرض حضرت عمرؓ کو خالد ابن ولیدؓ کے جو جملے پہنچے تھے ان کی وجہ سے ہی امیر سو منین نے ابو عبیدہ ابن جراحؓ کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ اگر خالد اس بات کی تردید کر دیں تو وہ بدستور امیر لشکر ر سپہ سالار رہیں گے اور اگر وہ ان باتوں کی تردید نہیں کرتے تو ان کو معزول سمجھا جائے۔ اور ان کا عمامہ اتار دیا ائے اور ان کا سارا مال آدھا آدھا لے لیا جائے۔

ادیب اور خالد کی بے نفسی...... حضرت خالدؓ نے اپنی بات کی تردید نہیں کی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ن کا سارا مال دو حصوں میں بانٹ کر آدھا آدھا کر دیا یہاں تک کہ حضرت خالدؓ کے دونوں جوتوں میں سے بھی ب لے کر ان کے پاس ایک چھوڑ دیا۔ مگر اس پوری کارروائی کے دوران بھی حضرت خالدؓ بار بار یہی فرما رہے ھے۔

"امیر المومنین کے حکم کے "سامنے سر تسلیم خم ہے!۔"

لد سے باز پرس...... ادھر حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت خالد نے اشعث ابن قیس کو دس ار دیئے ہیں کیونکہ اشعث نے ان کے احسان کی امید میں ان کے لئے ایک قصیدہ کہا تھا حضرت عمرؓ نے ابو بدہؓ کے پاس کہلایا کہ وہ منبر پر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوں اور اپنے سامنے خالد ابن ولیدؓ کو کھڑا کر کے ان کا مہ اور ٹوپی اتار لیں۔ نیز ان ہی کے عمامہ سے ان کو باندھ دیں کیونکہ اگر خالد نے یہ دس ہزار خود اپنے ذاتی مال ، سے دیئے ہیں تو یہ اسراف اور فضول خرچی ہے اور اگر مسلمانوں کے مال میں سے دیئے ہیں تو یہ خیانت ہے۔

پھر اس کے بعد جب حضرت خالدؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فاروق اعظمؓ نے ان سے جا۔

"تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی کہ تم اس میں سے دس دس ہزار کی رقم نکال دیتے ہو؟"

حضرت خالدؓ نے عرض کیا:-

"مال غنیمت اور میرے دو دو حصوں کے ذریعہ سے!۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

"توّے ہزار سے اوپر جو کچھ ہو وہ تمہارا ہے!۔"

اس کے بعد امیر المومنین نے ان کے مال کی قیمت لگوائی اور اس میں سے بیس ہزار ضبط کر لئے پھر انہوں نے خالد ابن ولیدؓ سے فرمایا:-

"تم میرے نزدیک بہت باعزت اور محبوب ہو۔ مگر آج کے بعد تم میری طرف سے کہیں کے عامل نہیں بنو گے!۔"

خالد کی معزولی کا سبب...... اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے تمام شہروں کے حاکموں کو یہ لکھا:-

"میں نے خالد کو کسی خرد برد یا خیانت کی وجہ سے برطرف نہیں کیا ہے بلکہ ان کی وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ لوگ یہ بات جان لیں کہ کارناموں کا انجام دینے والا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یعنی اگر خالد ابن ولید نے اپنے مشرک دشمنوں پر فتح حاصل کی تو اپنی ذاتی قوت اور شجاعت کے بل پر نہیں حاصل کی بلکہ صرف اللہ کے فضل کی وجہ سے کی۔

خالد کے ساتھ صدیق اکبر کا معاملہ...... گویا صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ کو معزول نہیں کیا باوجود یہ کہ ان کی بعض باتوں کو حضرت ابو بکر نے ناپسند کیا لیکن برطرف نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ خالد ابن ولید اپنے ان افعال کی تاویل کرتے اور ان کے ذہن میں ان کے کچھ اسباب تھے۔

ابو بکر اور آنحضرت ﷺ کے نقش قدم...... یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد کو معزول نہیں فرمایا تھا حالانکہ ان کے ایک عمل کو آنحضرت ﷺ نے ناپسند فرمایا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے کہ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے اپنی برات و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

صدیقی اور فاروقی مصلحتیں...... گویا حضرت ابو بکرؓ نے مفسدہ اور برائی پر مصلحت کو ترجیح دی جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ خالد ابن ولید کفار کے معاملے میں نہایت سخت تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالدؓ کو اس لئے معزول کر دیا کہ لوگ ان کی فتوحات اور کامیابیوں کی وجہ سے گمراہی اور فتنہ میں نہ پڑ جائیں چنانچہ فاروق اعظمؓ نے خالد کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ کو امیر لشکر اور سپہ سالار بنا دیا۔

مزاجی توازن کی مصلحت...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نہایت نرم مزاج آدمی تھے حضرت خالد نہایت سخت مزاج انسان تھے۔ پھر اسی طرح حضرت ابو عبیدہ نہایت نرم مزاج آدمی تھے جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نہایت سخت مزاج انسان تھے لہٰذا دونوں خلفاء نے اپنے دور میں خالد ابن ولید اور ابو عبیدہ ابن جراح میں سے جس کو بھی سپہ سالار بنایا اس کے لئے وہی مناسب تھا کیونکہ اسی کے نتیجہ میں مزاجوں کا توازن برقرار رہا (کہ ایک نرم مزاج خلیفہ کا مقرر کردہ سپہ سالار سخت مزاج ہونا ضروری تھا اور ایک سخت مزاج خلیفہ کا مقرر کردہ سپہ سالار نرم مزاج ہونا ہی مناسب تھا) واللہ اعلم۔

جذیمہ کا ایک عاشق نامراد...... پھر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ بنی جذیمہ میں سے جو لوگ حضرت خالدؓ کے قبضہ میں آگئے تھے ان میں سے ایک شخص نے مسلمانوں سے کہا:۔

"میرا ان لوگوں یعنی بنی جذیمہ سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان کی ایک عورت پر عاشق ہوں اور اسی کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔ اس لئے مجھے اتنا موقعہ دو کہ میں اس عورت کو ایک نظر دیکھ لوں۔ اس کے بعد تم میرے ساتھ جو سلوک چاہے کرنا!۔"

محبوبہ کے دیدار کی آرزو...... یہ کہہ کر اس شخص نے کچھ عورتوں کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سے قریب ہی جمع تھیں (یعنی ان عورتوں میں ہی اس شخص کی محبوبہ بھی تھی۔ مگر چونکہ یہ شخص رسیوں سے بندھا ہوا تھا اس لئے خود وہاں تک نہیں جاسکتا تھا۔ یہ روایت ابن ابی حدرد اسلمی نے بیان کی ہے اور یہ بات اس نوجوان نے ان ہی سے کہی تھی اور وہ ان ہی کی عمر کا تھا جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کی روایت ہے۔ مرتب)

محبوبہ کے حضور میں نذرانۂ شعر...... غرض ابن ابی حدرد اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ شخص جو آرزو پیش کر رہا ہے وہ تو بہت آسان ہے لہٰذا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ان عورتوں کے پاس لا کھڑا کیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نوجوان نے چند شعر پڑھے (یہ کل چھ شعر ہیں جو سیرت ابن ہشام جلد دوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۳۳-۴۳۴ پر ہیں اور وہیں اس واقعہ کی زیادہ تفصیل بھی موجود ہے) سیرت ابن ہشام کے مطابق یہ شعر سن کر ان میں سے اس عورت نے جس کے لئے یہ شعر پڑھے گئے تھے۔ کہا۔

پائے یار پر جاں سپاری...... ابن ابی حدرد کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اس نوجوان کو واپس اسی جگہ لایا اور اس کی گردن مار دی۔ یہ دیکھ کر ان عورتوں میں سے وہی عورت اٹھی اور اس نوجوان کی لاش کے پاس آکر کھڑی ہوگئی پھر اس نے دو تین سسکیاں لیں اور وہیں مر گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ لاش کے پاس آکر کھڑی ہوئی اور پھر اس کے اوپر اوندھے منہ گر کر ختم ہوگئی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ عورت اپنے پالان سے اتر کر اس کی لاش کے پاس آکھڑی ہوئی کچھ دیر سسکتی اور اس کا ماتم کرتی رہی اور پھر وہیں مر گئی۔

نامرادوں کے لئے نبی کا جذبۂ ترحم...... رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سارا واقعہ سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"کیا تم لوگوں میں سے کوئی رحم دل انسان نہیں تھا!۔"

سریہ ابو عامر اشعری بسوئے اوطاس

دشمن کی بچی کھچی جمعیت...... جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر لوٹے تو مشرکین شکست کھا کر بھاگے اور ان میں سے ایک گروہ اوطاس میں آکر خیمہ زن ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعریؓ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ دشمن کے اس بچے کھچے گروہ کا صفایا کرنے کے لئے اوطاس کی طرف بھیجا۔

یہ ابو عامر اشعری حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے اور ابو عامر اشعری کے ساتھ جو صحابہ بھیجے گئے ان میں حضرت ابو اشعری بھی تھے۔ کتاب عیون الاثر میں ہے کہ یہ ابو عامر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بھتیجے تھے۔ مگر کتاب نور کے مطابق یہ دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ حقیقت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ خود ابو عامر

اشعری کے بھتیجے تھے۔

ابو عامر کے ہاتھوں نو بھائی قتل...... الغرض ابو عامر اشعریؓ اپنے دستے کے ساتھ روانہ ہو کر دشمن کے سامنے پہنچ گئے جہاں دونوں فریقوں میں جنگ ہوئی (اس جنگ میں انفرادی مقابلے بھی ہوئے) ابو عامر اشعریؓ نے نو مرتبہ انفرادی مقابل طلب کیا اور ہر مرتبہ مشرکوں میں سے جو سورما ان کے مقابلے کے لئے آیا ابو عامر نے اسے قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ دشمنوں کی صف میں سے نو مرتبہ جو سورما آتے رہے وہ سب سگے بھائی تھے جو حضرت ابو عامر اشعری کے مقابلے میں ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہے۔

مقابلہ سے پہلے دعوت اسلام...... جب بھی کوئی شخص ان کے مقابلے کے لئے سامنے آتا تو حضرت ابو عامر اشعری پہلے اسے اسلام کی دعوت دیتے جب وہ انکار کر دیتا تو ابو عامر کہتے :-

اے اللہ! تو گواہ رہنا اس کے بعد وہ دشمن پر حملہ آور ہوتے اور اسے قتل کر دیتے۔

دسویں کے ہاتھوں ابو عامر کا قتل...... آخر میں ان کا دسواں بھائی ان کے مقابلے کے لئے آیا جس نے حضرت ابو عامر اشعریؓ کو قتل کر دیا۔ صورت یہ ہوئی کہ جب یہ دسواں بھائی سامنے آیا تو ابو عامر نے اسے بھی اسلام کی دعوت دی مگر اس نے یہ دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو عامر نے اسی وقت کہا کہ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

یہ سن کر اس مقابل نے کہا :-

"اے اللہ! تو اس موقع کا گواہ نہ بننا!۔"

قاتل کا فریب...... ساتھ ہی اس شخص نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے پھیلا دیئے حضرت ابو عامر سمجھے کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا ہے لہٰذا انہوں نے اس پر حملہ کرنے سے اپنا ہاتھ روک لیا اسی وقت وہ شخص ابو عامر پر دوبارہ جھپٹا اور انہیں اچانک قتل کر دیا۔

اس کے بعد یہ شخص مسلمان ہو گیا تھا اور ہمیشہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ آنحضرت ﷺ جب بھی اس شخص کو دیکھتے تو فرماتے :-

"یہ ابو عامر کا قاتل ہے!۔"

ابو موسیٰ قاتل کے تعاقب میں...... مگر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں ابو عامر کو تلاش کرتا ہوا ان کے پاس پہنچا (وہ زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے مگر) اس وقت تک ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ میں نے ان سے کہا :-

"چچا! تمہیں کس نے گھائل کیا ہے؟"

انہوں نے دشمنوں میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس نے۔ میں فوراً ہی اس شخص کی طرف بڑھا اور اس کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے جوں ہی مجھے دیکھا وہاں سے بھاگا۔ میں یہ کہتا ہوا اس کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔

"تجھے بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کیا تو ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکتا۔!"

یہ سن کر وہ رکا اور میرے مقابلے میں جم گیا۔ ہم میں دو ایک وار ہوئے آخر میں نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ابو عامر سے کہا :-

"اللہ نے تمہارے قاتل کو قتل کر دیا ہے!"

ابو عامر کا نبی کو سلام...... اس وقت ابو عامر نے اپنے بدن کے تیر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اب یہ تیر کھینچ کر نکال دو۔ میں نے تیر کھینچ دیا تو انہوں نے کہا:۔

بھتیجے! میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میری مغفرت کی دعا فرمائیں!۔"

اس کے بعد ابو عامر نے کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار بھی آنحضرت ﷺ کو پیش کر دینا۔

اس روایت اور گذشتہ روایت کا اختلاف قابل غور ہے اور ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے (کیونکہ گذشتہ روایت کی مطابق ابو عامر کا قاتل بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور ہمیشہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ جبکہ اس بعد والی روایت کے مطابق ان کے قاتل کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسی وقت قتل کر دیا تھا)

ابو موسیٰ قائم مقام امیر...... ابو عامر اشعریؓ نے مرنے سے پہلے ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا قائم مقام یعنی امیر بنا دیا تھا اور اسلامی پرچم ان کے حوالے کر دیا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص کا تیر ابو عامر کے دل میں لگا تھا اور دوسرے کا ان کے گھٹنے میں پیوست ہوا تھا۔ ان دونوں زخموں سے وہ ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ان کی جگہ امیر بنا دیا۔ ابو موسیٰ نے ان دونوں پر حملہ کیا اور دونوں قاتلوں کو ختم کر دیا۔

فتح اور ابو عامر کے لئے دعا...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مشرکین شکست کھا کر خوار ہوئے۔ مسلمانوں کو اس کامیابی کے نتیجہ میں بہت سامال غنیمت اور قیدی ہاتھ لگے۔ پھر جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے واپس پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابو عامر کی شہادت کی خبر سنائی تو آپ ﷺ نے ان کی مغفرت کی دعا فرمائی جس میں یہ کلمات ارشاد فرمائے!" اے اللہ! اس کو جنت میں میری امت کے اعلیٰ ترین لوگوں میں سے فرمادے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ :۔

"اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق کے لوگوں میں بہت سوں سے بلند و برتر بنا دے!"

ابو موسیٰ کے لئے دعا...... اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے :۔

"اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف فرمادے اور قیامت کے دن اس کو باعزت مقام میں داخل فرما!"

سریہ طفیل ابن عمرو دوسی بسوئے ذی الکفین بت

بت شکنی کا حکم...... جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے طفیل ابن عمرو دوسی کو ذی الکفین بت کے توڑنے کا حکم فرمایا ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دی کہ اس بارے میں اپنی قوم کی مدد حاصل کریں اور اس کام سے فارغ ہو کر طائف میں آپ ﷺ سے آملیں۔ حضرت طفیل ابن عمرو دوسی

وہاں سے تیزی کے ساتھ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ذی الکفین بت کو منہدم کیا ساتھ ہی وہ اس بت کے چہرے پر آگ پھینکتے جاتے تھے (تاکہ اس کا جو بچا کھچا حصہ ہے وہ بھی جل کر خاک ہو جائے)

طفیل کی قوم کو ہدایت...... اس کے بعد طفیل وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے چار سو آدمی تھے جو تیزی سے روانہ ہو کر طائف میں رسول اللہ ﷺ سے آملے اس وقت آنحضرت ﷺ کو یہاں پہنچے ہوئے چار روز گزر چکے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے ملاقات کے بعد ان سے پوچھا:۔

"اے گروہ اُزد تمہارا پرچم اب کس کے ہاتھ میں رہا کرے گا؟"

اس پر حضرت طفیل ابن عمرو دوسی نے عرض کیا:۔

"اسی کے جس کے ہاتھ میں جاہلیت کے زمانے میں رہا کرتا تھا۔ یعنی نعمان ابن رلویہ کے!۔"

آپ ﷺ نے فرمایا! تم نے ٹھیک بات کی۔

سریہ عُیَینَہ ابن حصن فزاری بسُوئے بنی تمیم

بنی کعب سے وصول زکوٰۃ...... اس سریہ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشر ابن سفیان کو بنی کعب کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ یہ بنی کعب بنی تمیم کے ساتھ ایک ہی چشمہ پر مقیم تھے حضرت بشر نے یہاں پہنچ کر بنی کعب سے صدقات وصول کرنے شروع کر دیئے۔

بنی تمیم کی مزاحمت...... بنی تمیم نے یہ دیکھا تو انہیں یہ بات گراں ہوئی اور انہوں نے بنی کعب کے لوگوں سے کہا۔

"تم ان لوگوں کو اپنا مال و دولت کیوں دے رہے ہو؟"

تمیم کے جنگی ارادے...... یہ کہہ کر بنی تمیم نے جمع ہو کر اپنے ہتھیاروں کی نمائش شروع کر دی اور بشر ابن سفیان کو زکوٰۃ وصول کرنے سے روکنے لگے بنی کعب نے یہ صورت حال دیکھی تو بنی تمیم سے کہا۔ "ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہمارے دین میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے!۔"

مگر بنی تمیم نہیں مانے اور کہنے لگے:۔

"خدا کی قسم ہم تو یہاں سے ایک اونٹ بھی نہیں جانے دیں گے!۔"

آنحضرت ﷺ کو اطلاع...... حضرت بشرؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ فوراً وہاں سے مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی صورت حال بتلائی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت عُیینہ ابن حصن فزاری کو پچاس عرب سواروں کے ساتھ بنی تمیم کی گوشمالی کے لئے بھیجا ان سواروں میں کوئی بھی نہ تو مہاجر تھا اور نہ انصاری بلکہ یہ سب کے سب عرب بادیہ کے لوگ تھے۔

گوشمالی اور تمیم کے قیدی...... حضرت عُیینہ راتوں کو سفر کرتے ہوئے اور دنوں میں چھپتے ہوئے چلے اور اچانک دشمن پر جا پڑے عُیینہ نے حملہ کر کے دشمن کے گیارہ مرد اور اکیس عورتیں گرفتار کر لیں۔ ایک روایت

کے مطابق گیارہ عورتیں اور تیس بچے پکڑے۔

تمیم کا وفد مدینہ میں...... حضرت عینیہ ان قیدیوں کو لے کر مدینہ آئے اور پھر آنحضرت ﷺ کے حکم پر ان قیدیوں کو رملہ بنت حرث کے گھر میں بند کر دیا گیا۔ ادھر ان کے پیچھے بنی تمیم کے سرداروں کی ایک جماعت مدینہ آئی جن میں عطارد ابن حاجب، زبر قان ابن بدر، اقرع ابن حابس، قیس ابن حرث، نعیم ابن سعد، عمرو ابن اقسم اور ریاح ابن حرث شامل تھے۔

قیدیوں نے جیسے ہی ان لوگوں کو دیکھا وہ رونے چیخنے لگے۔ بنی تمیم کی جماعت پہلے مسجد نبوی میں آئی اس وقت حضرت بلالؓ ظہر کی اذان دے رہے تھے اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کر رہے تھے۔

نبی کو مقابلہء فخر کی دعوت...... آنحضرت ﷺ کو مکان سے باہر نکلنے میں دیر ہوئی تو یہ لوگ آپ ﷺ کے حجروں کے پیچھے دروازے پر پہنچ گئے یہاں انہوں نے ہلکی آواز میں آنحضرت ﷺ کو پکار کر کہنا شروع کیا۔

ہمارے پاس باہر آیئے۔ ہم فخر کرنے اور شعر و شاعری میں آپ ﷺ سے مقابلہ کرنے آئے ہیں کیونکہ (ہم اس قدر فصیح البیان ہیں کہ) ہماری کی ہوئی تعریف ایک زینت بن جاتی ہے اور ہماری زبان سے ادا ہونے والی مذمت و برائی آدمی کے لئے رسوائی کا طوق بن جاتی ہے۔ اے محمد! ہمارے پاس باہر آیئے!۔"

رسول اللہ ﷺ اسی وقت حجرے سے باہر تشریف لائے کیونکہ ان لوگوں کے شور و شغب سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اسی وقت حضرت بلال نے نماز کے لئے تکبیر کہنی شروع کر دی مگر بنی تمیم کے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو گھیر لیا۔ آخر آپ ﷺ ان لوگوں کی بات سننے کے لئے ٹھہر گئے ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا:۔

"ہم لوگ اپنے شاعروں اور خطیبوں کو لے کر آئے ہیں تاکہ آپ ﷺ سے شعر و شاعری اور فخر و غرور میں مقابلہ ہو جائے:۔"

آنحضرت ﷺ کا گریز...... آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"نہ ہم شعر و شاعری کے لئے مبعوث و ظاہر ہوئے ہیں اور نہ ہمیں فخر و غرور کی اجازت دی گئی ہے:۔"

یہ کہہ کر آپ ﷺ آگے بڑھ گئے اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا:۔

"ہماری کی ہوئی مدح و تعریف زینت ہے اور ہماری کی ہوئی مذمّت و برائی زبردست رسوائی ہے ہم عرب کے سب سے زیادہ معزز لوگ ہیں:۔"

آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

"تم غلط کہتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کی ہوئی تعریف ہی زینت ہے اور اس کی کی ہوئی برائی لعنت ہے۔ اور جہاں تک عزت کا سوال ہے تو تم سے زیادہ یوسف ابن یعقوبؑ ہیں۔"

وفد کا مقابلہ کے لئے اصرار...... پھر ان لوگوں نے کہا:۔

"اچھا تو ہمارے خطیب اور شاعر کو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے!۔"

آپ ﷺ نے فرمایا :-

"اجازت ہے۔ایک روایت میں یہ کلمات ہیں کہ مجھے شعر و شاعری کے لئے نہیں بھیجا گیا اور نہ مجھے فخر و غرور کا حکم دیا گیا ہے مگر تم لوگ اپنے خطیب و شاعر کو سامنے لا سکتے ہو!۔"

اس پر ان لوگوں نے عطارد ابن حاجب کو آگے بڑھایا۔اور ایک روایت کے مطابق اس پر اقرع ابن حابس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو آواز دے کر کہا۔

"اے فلاں! کھڑے ہو جاؤ اور اپنی فضیلت اور اپنی قوم کی عظمت بیان کرو۔!"

وفد کے خطیب کی لفّاظی...... چنانچہ وہ شخص کھڑا ہوا اور خطیبانہ کلام کرتے ہوئے کہنا شروع کیا :-

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جسے ہمارے اوپر بھی فضیلت حاصل ہے اور وہی حمد و ثنا کے لائق ہے جس نے ہمیں بادشاہی دی ہے اور زبردست مال و دولت دیا ہے جس کے ذریعہ ہم بھلائیاں کرتے ہیں جس نے ہمیں مشرق والوں میں سب سے زیادہ معزز و بلند تر بنایا اور تعداد کے لحاظ سے بھی ان سب سے زیادہ رکھا۔لہٰذا انسانوں میں کون ہے جو ہم جیسا ہو یا ہماری برابری رکھتے ہیں۔پس جسے بھی فخر و غرور کا دعویٰ ہو وہ ہمارے جیسے فضائل لا کر دکھائے۔ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم چاہیں تو اپنے فضائل کا بیان اور زیادہ سوا کر سکتے ہیں۔میرا یہ قول سب لوگوں کے لئے ایک للکار ہے کہ یا تو کوئی ہم جیسی بات یا دعویٰ کر کے دکھائے اور یا ہمارے معاملے سے برتر معاملہ پیش کر کے دکھائے!"

تیمم کی خود ستائی...... اتنا کہہ کر وہ شخص بیٹھ گیا۔ایک روایت کے مطابق بنی تمیم کے خطیب نے یہ الفاظ کہے :-

"تمام تعریفیں اسی ذات کو سزاوار ہیں جس نے ہمیں اپنی مخلوق میں بہترین بنایا اور ہمیں مال و دولت دیا جس سے ہم جو دل چاہے کر سکتے ہیں لہٰذا ہم اس زمین کے باسیوں میں سب سے برتر اور بہتر لوگ ہیں سب سے زیادہ تعداد رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ ہتھیار رکھتے ہیں۔اب جو شخص ہمارے اس قول کی تردید کرتا ہے وہ اس قول سے بہتر قول پیش کر کے دکھائے یا ہمارے کارناموں سے اونچے درجے کے کارنامے پیش کر کے دکھلائے!۔"

حضرت ثابتؓ کو جواب کا حکم...... جب یہ شخص بات ختم کر چکا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کے جواب میں بولیں :- آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا :-

"کھڑے ہو اور اس نے اپنے خطبے میں جو کچھ کہا اس کا جواب دو!۔"

ثابتؓ کا جوابی خطبہ...... چنانچہ حضرت ثابتؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس طرح اپنا خطبہ شروع کیا :-

تمام حمد و ثناء کے لائق وہی ذات پاک ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا جن میں اسی کا حکم چلتا ہے اور جس کا علم و کرسی لامتناہی وسعتوں پر چھایا ہوا ہے اور جس کے فضل و کرم کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں شاہانہ حیثیت دی اور اپنی مخلوق میں سے بہترین شخص کو اپنا رسول و پیغمبر بنایا،وہ پیغمبر جو نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز ہے،دل کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا ہے اور شرافت کے لحاظ سے سب سے زیادہ بلند و برتر ہے۔پھر اس ذات پاک نے اپنے اس رسول پر اپنی کتاب نازل فرمائی،اس پیغمبر کو اپنی مخلوق کا امین بنایا اس طرح وہ سارے جہانوں میں اللہ کا بہترین بندہ ہیں،پھر اس پیغمبر نے لوگوں کو

ایمان کی دعوت دی ان کی دعوت پر مہاجرین نے لبیک کہا اور ایمان لائے یہ مہاجرین آپ ﷺ کی قوم کے لوگ اور آپ ﷺ کے عزیز و رشتہ دار ہیں جو اپنی شرافت و بزرگی کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز لوگ ہیں جن کے چہرے سب سے زیادہ پُرکشش اور جن کی گفتگو سب سے زیادہ شیریں ہے۔ پھر ان لوگوں کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے والے لوگ ہم ہیں۔ لہٰذا ہم اللہ اور اس کے رسول کے انصار اور مددگار ہیں جو لوگوں سے جنگ کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ و رسول پر ایمان لائیں پس جو اللہ و رسول پر ایمان لے آتا ہے اس کا خون اور اس کا مال محفوظ ہو جاتا ہے اور جو شخص کفر کے اندھیروں میں گم رہتا ہے اس سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اس کا قتل ہمارے لئے ایک آسان بات ہے۔ ان کلمات کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بخشش کا طلب گار ہوتا ہوں۔ اور بس تم سب پر سلام و سلامتی ہو۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ثابت ابن قیسؓ نے اپنے خطبہ میں یہ کہا تھا کہ :-

"تمام حمد و ثنا اسی خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس کی ہم تعریفیں کرتے ہیں، جس سے مدد مانگتے ہیں جس پر ہم ایمان لائے ہوئے ہیں اور جس پر ہم بھروسہ کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مہاجروں کو اسلام کی دعوت دی جو آپ ﷺ کے خاندان والے اور اپنی صورت و سیرت میں سب سے بہتر لوگ ہیں۔ ان مہاجروں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ پھر اسی طرح تمام حمد و ثنا اسی ذات خداوندی کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمیں اپنا انصار و مددگار اور اپنے رسول کا وزیر بنایا اور اس طرح اس شہر کو عزت بخشی۔ پھر ہم لوگوں سے جنگیں کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ یہ گواہی دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اب جس نے یہ کلمہ کہہ دیا اس کا جان و مال ہم سے محفوظ ہو گیا اور جس نے اس سے انکار کیا اس کے ساتھ ہم پنجہ آزما ہو جاتے ہیں اور ایسے منکر شخص کو اللہ کی راہ میں ذلیل و خوار کر دینا ہمارے لئے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ ان کلمات کے ساتھ میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتا ہوں!۔"

تمیمی شاعر کی یاوہ گوئی...... اس کے بعد بنی تمیم کی جماعت میں سے زبرقان نے اپنے ایک دوسرے شخص کو مخاطب کر کے کہا :-

"اے فلاں! اب تم کھڑے ہو کر کچھ شعر پڑھو جن میں اپنی برتری اور اپنی قوم کی فضیلت بیان کرو!"

اس پر وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے چند شعر پڑھے جن سے دو شعر یہ ہیں۔

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلاَحَيٌّ يُعَادِلُنَا
نَحْنُ الرُّؤُسُ وَ فِينَا تُقْسَمُ الرِّبَعُ

ترجمہ : ہم ہی سب سے زیادہ معزز لوگ ہیں اور کوئی ذی روح اس بارے میں ہماری ہمسری نہیں کر سکتا اور ہم ہی سب سے بڑے سردار ہیں اور سرداروں کا حصہ ہمیشہ ہم لوگوں ہی میں تقسیم ہوتا ہے۔

سَائِلُ اَبَيْنَا فَلاَ يَأْبِي لَنَا اَحَدٌ
اِنَّا كَذٰلِكَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ

ترجمہ : ہم ایسے ہیں کہ ہم تو دوسروں کی بات ماننے سے انکار کر سکتے ہیں لیکن دوسرا شخص ہمارے حکم

سے سر تابی کی جرأت نہیں کر سکتا اور اسی لئے فخر و غرور کے وقت ہم سب سے زیادہ سر بلند رہتے ہیں۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:-

"میری طرف سے حسان ابن ثابتؓ سامنے آئیں!۔"

شاعر اسلام حسّان کا جواب...... چنانچہ حضرت حسانؓ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کھڑے ہو کر تم اس شاعر کا جواب دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس شاعر نے جو کچھ پڑھا ہے وہ مجھے بتلا دیا جائے۔ چنانچہ وہ شعر حسان کو سنائے گئے جن کے جواب میں شاعر اسلام نے فوراً ہی کچھ شعر پڑھے جن میں سے دو شعر یہ ہیں:-

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالدِّيْنُ عَنْوَةً
عَلَى رَغْمِ عَابٍ مِنْ بَعِيْدٍ وَ حَاضِرِ

ترجمہ: ہم نے اپنی قوت سے رسول اللہ ﷺ اور دین کی مدد کی ہے۔ ہماری یہ مدد سرکشوں کے مقابلے میں تھی خواہ وہ دور دراز کے ہوں یا قریب کے۔

وَاَحْيَاؤُنَا مِنْ خَيْرِ مِنْ وَطِئَ الْحَصَا
وَاَمْوَاتُنَا مِنْ خَيْرِ اَهْلِ الْمَقَابِرِ

ترجمہ: ہمارے زندہ لوگ ان زندہ انسانوں میں بہترین لوگ ہیں جو آج زمین کو اپنے پیروں سے روند رہے ہیں اور ہمارے مردے ان سب میں بہترین ہیں جو آج اس زمین کے نیچے محو خواب ہیں۔

"خطیب رسول ثابتؓ...... حضرت ثابت ابن قیسؓ کو (جنہوں نے بنی تمیم کے خطیب (عطارد ابن حاجب کا جواب دیا تھا) رسول اللہ ﷺ کا خطیب کہا جاتا تھا ایک روز یہ ثابت ابن قیسؓ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے غائب تھے آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:-

"کون ہے جو میرے لئے ثابت کو تلاش کرے؟"

ثابت کا خوف خداوندی...... اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں انہیں تلاش کر کے لاتا ہوں۔ وہ شخص فوراً ثابتؓ کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ گھر کے اندر سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو حضرت ثابتؓ نے جواب دیا:-

مجھے ڈر ہے کہ کہیں جہنم کا ایندھن نہ بنا دیا جاؤں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کر دی تھی!۔"

جنت کی بشارت...... وہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس واپس آیا اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنایا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:-

"ثابت کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو بلکہ تم جنتی ہو!۔"

ثابت کے متعلق پیشین گوئی...... اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ثابتؓ ابن قیس ابن شماس ایک بہترین آدمی ہے۔

یہ حضرت ثابتؓ ابن قیس معرکۂ یمامہ کے دن قتل ہوئے تھے اس وقت ان کے بدن پر ایک نفیس قسم کی زرہ تھی۔ ان کی لاش کے پاس سے ایک مسلمان گزرا تو اس نے ان کی زرہ کو اتار لیا۔ پھر ایک اور مسلمان تھے جو سو رہے تھے ثابت ان کے خواب میں آئے اور ان سے کہا۔ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں تم ہر گز اس بات کو خواب کی بات سمجھ کر ٹال مت دینا وہ بات یہ ہے کہ جب مجھے قتل کیا گیا تو میری لاش کے پاس سے ایک مسلمان

کا گزر ہوا جس نے میری زرہ اتار لی اس کا قیام لوگوں کے پڑاؤ کے آخر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اس نے اس زرہ کے اوپر کچھ سامان اور برتن وغیرہ ڈھانک دیئے ہیں اور ان برتنوں پر ایک غالیچہ پھیلا دیا ہے۔ پس تم خالد ابن ولیدؓ سالار لشکر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اس زرہ کو حاصل کر لیں۔ پھر جب تم مدینہ پہنچو تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس حاضر ہو کر کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اس لئے میرے غلاموں میں سے فلاں شخص آزاد ہے!۔"

ثابت کی خواب میں وصیت...... اس کے بعد اس شخص کی آنکھ کھل گئی وہ فوراً حضرت خالدؓ کے پاس آیا اور انہیں اپنا خواب سنایا انہوں نے آدمی بھیج کر وہ زرہ منگائی جو اسی تفصیل اور اتہ پتہ کے ساتھ ملی جس کا ذکر خواب میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو یہ خواب سنایا گیا تو انہوں نے ثابت کی وصیت پوری کرائی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ثابتؓ ابن قیس کے سوا اور کسی کا ایسا واقعہ نہیں جس نے اپنی موت کے بعد کوئی وصیت کی ہو اور پھر اسے جوں کے توں پورا کیا گیا ہو۔ اس طرح یہ بھی حضرت ثابتؓ کی ہی خصوصیت ہے۔

حسان کا زبر قان سے شعری مقابلہ...... غرض شعری تفاخر میں حضرت حسان ابن ثابتؓ کا مقابلہ زبر قان ابن بدر سے ہوا جس میں دونوں نے برجستہ اپنے اپنے قصیدے پڑھے جن میں فخر و شرف کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر زبر قان ابن بدر نے جو قصیدہ پڑھا اس کا مطلع یہ ہے

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلَاحَيَّ يُعَادِلُنَا
مِنَّا الملوكُ وَ فِينَا تنصب البيع

ترجمہ: ہم ہی سب سے معزز لوگ ہیں اور اس اعزاز میں کوئی قبیلہ ہماری ہمسری نہیں کر سکتا۔ ہم ہی میں سے بادشاہ ہوئے اور ہمارے ہی درمیان خرید و فروخت کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت حسان ابن ثابتؓ نے جو قصیدہ پڑھا اس کا مطلع یہ ہے

اِنَّا اَبَيْنَا وَلَمْ يَأْبَى لَنَا اَحَدٌ
اِنَّا كَذٰلِكَ عِنْدَ الفجر نرتفع

ترجمہ: ہم تو لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں لیکن ہمارے حکم سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا فخر و غرور کے موقعہ پر ہم اسی طرح دوسروں سے بلند و برتر ہو جاتے ہیں۔

اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شعر یہاں جو حسان کا بتلایا گیا ہے بنی تمیم کے ایک شاعر کا ہے جو حسان کو سنایا گیا تھا (تاکہ وہ اس قصیدہ کا جواب دیں) جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ لہذا پہلی روایت کی روشنی میں یہ دوسری روایت قابل غور ہے۔

اقرع سے مقابلہ...... اسی طرح حضرت حسان ابن ثابتؓ کا اقرع ابن حابس سے بھی شعری مقابلہ ہوا کیونکہ اقرع نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:۔

"اے محمد ﷺ! میں نے چند شعر کہے ہیں وہ سنئے!۔"

آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں سناؤ۔ تو اقرعؓ نے یہ شعر پڑھے :۔

اَتَيْنَاكَ مَايَعْرِفُ النَّاسُ فَضْلَنَا
اِذَا خَالَفُونَا عِنْدَ ذِكْرِ المَكَارِمِ

ترجمہ: ہم آپ ﷺ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ جب عزّو شرف کے تذکرے ہوں گے اور لوگ ہمارے مقابلے پر آئیں حسن اخلاق میں تو وہ ہماری فضیلتوں اور برتری سے باخبر ہو جائیں۔

وَاَنَّا رُؤُسَ النَّاسِ مِنْ کُلِّ مَعْشَرٍ
وَاَنْ لَیْسَ فِی اَرْضِ الْحِجَازِ کَدَارِمٍ

ترجمہ: اور یہ کہ ہر گروہ اور ہر طبقے میں اور لوگوں کے سردار ہیں اور پوری سرزمین حجاز میں دولت و عزت میں بنی دارم کا یعنی ہمارا ثانی کوئی نہیں ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حسان ابن ثابتؓ سے فرمایا کہ حسان اٹھو اور اس کا جواب دو۔ حضرت حسانؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ شعر پڑھے:۔

بَنِیْ دَارِمٍ لَاتَفْخَرُوْا اِنَّ فَخْرَکُمْ
یَعُوْدُ وَبَالًا عِنْدَ ذِکْرِ الْمَکَارِمِ

ترجمہ: اے بنی دارم تم لوگ فخر و غرور نہ کرو کیونکہ تمہارا فخر و غرور اس وقت تمہارے لئے وبال بن جائے گا جب بلند اخلاق کے تذکرے ہوں گے۔

ہَبِلْتُمْ عَلَیْنَا تَفْخَرُوْنَ وَ اَنْتُمْ
لَنَا خَوَلٌ مِنْ بَیْنَ ظِئْرٍ وَ خَادِمٍ

ترجمہ: تم لوگ ہمارے مقابلہ میں فخر و غرور جتا کر جھوٹ بول رہے ہو کیونکہ در حقیقت تم لوگ تو ہمارے خادمیوں اور نوکرانیوں کے درمیان بھی باندی بچوں کی حیثیت رکھتے ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اقرع ابن حابس سے فرمایا:۔

"اے بنی دارم والے بھائی!۔"

تمیم کا اعتراف عجز و شکست...... آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بنی تمیم کے نزدیک حسانؓ ابن ثابت کے اشعار سے بھی زیادہ شدید تھا۔ چنانچہ اقرع ابن حابس نے رسول اللہ ﷺ کے خطیب سے کہا کہ تم ہمارے خطیب سے بہتر خطیب ہو۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے شاعر سے کہا کہ تم ہمارے شاعر سے بہتر شاعر ہو۔ پھر اقرع نے کہا کہ ان کی آوازیں بھی ہماری آوازوں سے زیادہ بلند ہیں۔

اقرع کا اسلام...... اس کے بعد اقرع ابن حابس آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچے اور آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں!"

اسلام سے پہلے گناہوں کی معافی...... (اس طرح اقرع اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے) اور آنحضرت ﷺ نے اقرع سے فرمایا:۔

"اب سے پہلے تم نے جو کچھ کیا وہ اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا!"

اقرع اور نبی کا نواسے کو پیار...... اس کے بعد اقرع نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اقرع نے حیرانی سے کہا:۔

"یارسول اللہ! میرے دس بچے ہیں مگر میں نے ان میں سے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا!۔"

آپ نے فرمایا۔

"جو دوسروں کے ساتھ رحم و محبت سے پیش نہیں آتا دوسرے اس کے ساتھ رحم و محبت نہیں کرتے!"

شیخ ابن درید اقرع ابن حابسؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا اصل نام نواس تھا۔ قرع کے معنے گنجے پن کے ہیں چونکہ ان کے سر میں گنج تھا اس لئے ان کا لقب اقرع پڑ گیا تھا۔ حضرت اقرعؓ جاہلیت اور اسلام کے دونوں زمانوں میں ایک شریف انسان رہے۔

تمیم کے متعلق آیات...... بنی تمیم کے اس وفد میں جو لوگ آئے تھے ان کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ (سورۂ حجرات، پ ۲۶ ع ا آیت ۵، ۴)

ترجمہ: جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ ذرا صبر اور انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے۔

عمرو کی زبانی زبرقان کی تعریف...... اسی دوران ایک واقعہ یہ ہوا کہ عمرو ابن اہتم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے زبرقان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اپنی برادری اور مجلسوں میں زبرقان کا حکم چلتا ہے اور یہ اپنے خاندان کے سردار ہیں۔

زبرقان کی خفگی...... اس پر زبرقان نے فوراً آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ ﷺ! عمرو کو میرے عزت و اعزاز سے حسد محسوس ہوا ہے (اسی لئے اس نے میرا مرتبہ اتنا کم کر کے بتلایا ہے) ورنہ یہ جانتے ہیں کہ جتنی بات انہوں نے بتلائی ہے میری حیثیت اس سے کہیں زیادہ ہے!۔"

یہ سن کر حضرت عمرو ابن اہتم نے کہا:۔

"یہ شخص مروّت سے بالکل نا آشنا ہے اور مفلس ہونے کے ساتھ ہی ننہال کی طرف سے ایک پست آدمی ہے۔"

عمرو اور زبرقان کی بحث...... ایک روایت کے الفاظ کے مطابق زبرقان نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ! میں بنی تمیم کا سردار ہوں۔ ان پر میرا حکم چلتا ہے اور میری ہر بات پر سر جھکایا جاتا ہے۔ میں انہیں ان کے حقوق دلاتا ہوں اور انہیں دوسروں کے ظلم و زیادتی سے بچاتا ہوں۔ اور یہ یعنی عمرو ابن اہتم اس بات کو جانتے ہیں!۔"

اس پر عمرو نے کہا:۔

"یہ شخص نہایت درجہ جھگڑالو ہے اپنے حمایتیوں کا بچاؤ کرنے والا ہے اور اپنے لوگوں پر اس کا حکم چلتا ہے اور اپنے پیچھے والوں تک کی حفاظت کرتا ہے!"

یہ سن کر زبرقان بولے:۔

"خدا کی قسم یارسول اللہ! انہوں نے غلط کہا۔ انہیں صرف حسد نے سچ بات کہنے سے روک دیا!"

عمرو نے کہا:۔

"کیا میں تم سے حسد کروں گا۔ خدا کی قسم تم ننہالی طور پر ایک پست آدمی ہو۔ نو دو لیتے ہو ایک احمق شخص کی اولاد ہو اور اپنے خاندان میں ناپسندیدہ آدمی ہو!۔"

عمرو کی تلخ نوائی...... اس پر عمرو نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار دیکھے تو انہوں نے فوراً ہی پھر عرض کیا:۔

"یارسول اللہ! خدا کی قسم میں نے پہلی دفعہ بھی سچ کہا تھا اور دوسری دفعہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا پہلی دفعہ میں اس سے خوش تھا لہٰذا میں نے اس کے متعلق جو بہترین باتیں اور خوبیاں سنی تھیں وہ کہیں اور دوسری دفعہ میں جب میں ان سے ناراض ہو گیا تو میں نے اس کے متعلق جو بدترین باتیں سنی تھیں وہ کہہ دیں۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ خدا کی قسم یارسول اللہ میں نے دونوں دفعہ سچی بات کہی جب میں اس سے راضی تھا تو میں نے اس کی وہ خوبیاں بتائیں جو سن رکھی تھیں لور جب اس نے مجھے ناراض کر دیا تو میں نے اس کی وہ برائیاں بتائیں جو میرے علم میں ہیں!۔"

زور بیان کا جادو...... اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"در حقیقت زور بیان میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے!۔"

ایک حدیث میں آتا ہے:۔

"زور بیان میں جادو ہوتا ہے، علم میں جہالت پوشیدہ ہوتی ہے، شعر و شاعری میں حکمت و دانائی پنہاں ہوتی ہے اور بعض کلام غیر مؤثر ہوتا ہے۔!"

حدیث حکمت...... بعض علماء نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ زور بیان میں جادو ہوتا ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ کبھی ایک آدمی پر دوسرے کا حق واجب ہوتا ہے لیکن اگر وہ شخص سمجھدار و خوش کلام اور اچھا بولنے والا ہوتا ہے تو اپنی گفتگو سے لوگوں کو مسحور اور قائل کر دیتا ہے اور اس طرح حقدار کا حق مار لیتا ہے۔ لور جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ علم میں جہالت پوشیدہ ہوتی ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے بعض دفعہ ایک عالم اپنے علم کے زعم میں ایسی باتوں پر بھی کلام کرنے لگتا ہے جو اسے معلوم نہیں ہوتیں لور نتیجہ میں وہ اپنی جہالت ظاہر کرتا ہے۔

اور جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ شعر و شاعری میں حکمت و دانائی پنہاں ہوتی ہے۔ تو اس کا مطلب پند و نصائح اور سبق آموز مثالوں سے ہے۔

اور جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ بعض کلام غیر مؤثر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنا کلام اور اپنی بات کسی ایسے آدمی سے کرو جو اس کا اہل نہ ہو لور وہ باتیں اس کی حیثیت و سمجھ سے بلند ہوں (تو ظاہر ہے وہ بات ضائع ہو جائے گی) یہاں تک ان بعض علماء کا کلام ہے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں اس جادو بیانی کا ذکر فرمایا گیا ہے جو ناپسندیدہ اور مذموم ہے جبکہ یہاں وہ مراد نہیں ہے کیونکہ یہاں در حقیقت وہ جادو بیانی مراد ہے جو حلال اور جائز ہے (ناپسندیدہ نہیں ہے) اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے عمرو ابن اہتم کی بات کو برقرار رکھا اس کی تردید نہیں فرمائی نہ آپ ﷺ ان سے

ناراض ہوئے۔

ناپسندیدہ جادو بیانی...... جہاں تک ناپسندیدہ جادو بیانی کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ اپنے حسن بیان سے ایک باطل چیز کو حق کی صورت میں پیش کر دیا جائے اور اس طرح سننے والے کو اپنی جادو بیانی کے ذریعہ دھوکہ دیا جائے۔ لہٰذا اس حدیث سے مطلق طور پر یہی جادو بیانی مراد ہوگی۔

پسندیدہ جادو بیانی...... جہاں تک اس جادو بیانی کا تعلق ہے جو ناپسندیدہ چیز نہیں ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک حق بات کو حسن بیان کے ساتھ پیش کیا جائے کیونکہ وہ بات جو خوبصورت الفاظ و انداز سے آراستہ ہو اور ایسی جادو بیانی کے ساتھ پیش کی گوئی ہو کہ بار نہ گزرے اسی طرح دلوں کو کھینچ لیتی ہے جس طرح ایک جادوگر اپنی شعبدہ بازیوں سے حاضرین کو مسحور کر لیتا ہے۔

قیدیوں کی رہائی اور انعام...... غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام قیدیوں کو واپس بنی تمیم کے حوالے فرمایا اور ان کو انعام و اکرام بھی عطا فرمایا۔ چونکہ بنی تمیم کے یہ سب ہی لوگ مسلمان ہو گئے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ اوقیہ عنایت فرمایا۔

ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے عمرو ابن اہتم کے سوا سب کو بارہ بارہ اوقیہ دیا کیونکہ انہوں نے عمرو کو سب سے پیچھے رکھا تھا اس لئے کہ وہ ان میں عمر میں سب سے کم تھا چنانچہ آپ ﷺ نے عمرو کو پانچ اوقیہ عنایت فرمائے۔

وفد تمیم کی تعداد...... جہاں تک اس وفد کے ارکان کی تعداد کا سوال ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کی تعداد ستر تھی اور ایک قول کے مطابق اسی تھی۔ ایک قول نوے افراد کا بھی ہے (گویا مختلف اقوال ہیں ان کی تعداد ستر یا اس سے اوپر ہی تھی)

وفد کا اسلام اور تعلیم دین...... کتاب استیعاب میں ہے کہ۔ پھر یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ عرصہ مدینہ میں ٹھہرے جہاں انہوں نے دین حاصل کیا اور قرآن پاک پڑھا۔ اس کے بعد جب انہوں نے واپس اپنی قوم میں جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے قیدی اور گرفتار شدہ عورتیں ان کو واپس فرمادیں۔

جب آپ ﷺ نے سب کو کچھ نہ کچھ دے دلا دیا تو ان لوگوں سے پوچھا:۔

"کیا تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہا؟"

قیس اور عمرو...... اس وقت عمرو ابن اہتم ان کے قافلے میں موجود تھے چنانچہ قیس ابن عاصم نے جو اس دستے کے نگراں تھے کہا:۔

"اس قافلے میں سوائے ایک لڑکے کے کوئی باقی نہیں رہا۔"

قیس نے عمرو کے بارے میں اس طرح بتایا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے عمرو کو بھی اتنا ہی دیا جتنا دوسروں کو دیا تھا۔

پھر جب عمرو کو معلوم ہوا کہ قیس نے کس طرح ان کی حیثیت گھٹانے کی کوشش کی تو انہوں نے چند شعر پڑھے جن میں قیس کو ملامت کی گئی۔ کیونکہ عمرو (کم عمری کے باوجود) ایک بہترین خطیب اور ایک قادر کلام شاعر تھے چنانچہ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے اشعار ایسے حسین ہوتے تھے جیسے بکھرے ہوئے موتی ہوتے ہیں۔ یہ عمرو ابن اہتم ایک نہایت خوبصورت نوجوان تھے اور ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ہی ان کو

"کحیل" کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں سُرمگیں آنکھ یا سُرمگیں آنکھوں والا۔

ان ہی عمرو کا ایک شعر ہے :-

لَعَمْرُكَ مَا ضَاقَتْ بِلَادٌ بِاَهْلِهَا
وَلٰكِنْ اَخْلَاقُ الرِّجَالِ تَضِيْقُ

ترجمہ : تیری قسم شہر اور بستیاں اپنے باشندوں کے لیئے کبھی تنگ نہیں ہوتیں البتہ لوگوں کے اخلاق ان کو تنگ بنا دیتے ہیں۔

آسمانی تعلیم ادب...... یہاں تک کتاب استیعاب کا حوالہ ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورۂ نور، پ ۱۸، ع ۹، آیت ۶۳)

ترجمہ : تم لوگ رسول ﷺ کے بلانے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔

ایک قول کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں کہ تم رسول کے ذریعہ بلائے جانے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں سے کوئی دوسرے کو بلا لیتا ہے اور اس پر تم کسی عذر کی وجہ سے دیر میں بھی پہنچ جاتے ہو بلکہ تمہیں چاہئے کہ رسول ﷺ کے ذریعہ اپنے بلائے جانے پر فوراً پہنچو اور اس کی اہمیت کو صحیح طور پر سمجھو۔

سریہ قطبہ ابن عامر بسوئے خثعم

رسول اللہ ﷺ نے حضرت قطبہ ابن عامر کو بیس آدمیوں کے ساتھ بنی خثعم کی ایک شاخ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اچانک ان پر یلغار کر کے ان کی گوشمالی کریں۔

دشمن کا جاسوس...... یہ حضرات دس اونٹوں پر مدینہ سے روانہ ہوئے جن پر یہ باری باری بیٹھتے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو پکڑا اور اس سے دشمن کے بارے میں سوالات کئے مگر وہ شخص ایسا بن گیا جیسے گونگا بہرہ ہو یعنی اس نے انہیں کچھ نہیں بتلایا۔

پھر اس شخص نے اچانک چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو ہوشیار کرنا چاہا جو قریب ہی کے ایک چشمہ پر مقیم تھے اور وہاں سے نہیں ہٹتے تھے جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔ اس شخص کی اس حرکت پر مسلمانوں نے اس کی گردن مار دی۔

شبخون اور فتح...... اس کے بعد مسلمانوں نے اتنا انتظار کیا کہ دشمن سو جائیں۔ چنانچہ رات میں انہوں نے شبخون مارا مگر پھر بھی دشمن کے ساتھ ان کا شدید مقابلہ ہوا یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں کافی لوگ زخمی ہوئے (آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور) صحابہ نے بہت سے اونٹ اور بکریاں پکڑے اور مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ اسی وقت اس وادی میں زبردست سیلاب آ گیا جس نے مسلمانوں اور بنی خثعم کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مال غنیمت کے ساتھ جاتے ہوئے مسلمانوں تک دشمن کی رسائی کا کوئی راستہ نہ رہا۔ اس کی کچھ تفصیل پیچھے بھی گزر چکی ہے۔

سریہ ضحاک کلابی

اسلام سے انکار اور جنگ...... حضرت ضحاک کلابی ایک جماعت کے ساتھ بنی کلاب کی طرف گئے اور ان کے سامنے پہنچ کر انہوں نے بنی کلاب کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا آخر مسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ بنی کلاب کو شکست دی۔

مسلم بیٹا اور مشرک باپ...... مسلمانوں میں سے ایک شخص تھا جس کا باپ دشمن کی جماعت میں تھا اتفاق سے اس مسلمان کی مڈبھیڑ اپنے مشرک باپ سے ہوگئی۔ اس نے باپ کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے بیٹے کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آخر اس مسلمان نے باپ کے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں پر وار کر کے اسے زخمی کر دیا جس کی وجہ سے گھوڑے نے اپنے سوار کو گرا دیا۔ اس کے بعد یہ مسلمان اپنے باپ کو وہیں روکے رہا یہاں تک کہ اس جگہ ایک اور مسلمان پہنچ گیا اور اس نے اس مشرک کو قتل کر دیا۔

نامہ نبوی کی توہین...... ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی کلاب کی طرف مسلمانوں کا وفد روانہ کیا اور بنی کلاب کے لئے ایک خط لکھ کر بھیجا (جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی) مگر ان لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آنحضرت ﷺ کے نامہ گرامی کی تحریر کو دھو ڈالا اور آپ ﷺ کے گرامی نامے کو پانی کے ڈول کی تلی میں باندھ دیا۔

نبی کی سیف زبانی...... جب رسول اللہ ﷺ کو بنی کلاب کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"انہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں ختم کر دیں!۔"

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد سے ان لوگوں کا یہ حال ہو گیا کہ ان میں ایک شخص بھی صحیح عقل و حواس والا نہ رہا بلکہ ہر ہر شخص فاطر العقل ہو گیا۔ یہاں تک کہ سب لوگ گونگوں جیسے ہو گئے جو صحیح طور پر گفتگو کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ کیونکہ کوئی شخص ان کی بات سمجھ نہیں سکتا تھا۔

سریۂ علقمہ ابن مُجَزِّز مُدلجی

اس لفظ مجزز میں میم پر پیش جیم پر زبر اور پہلی زاء پر تشدید کے ساتھ زیر ہے اور دوسری بھی زاء ہے۔ یہ حضرت علقمہ ابن مجزز اسی قیافہ شناس شخص یعنی مجزز کے بیٹے تھے جس نے حضرت زید ابن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ ابن زید کو اپنی قیافہ شناسی کے ذریعہ باپ بیٹا ثابت کیا تھا۔ انہوں نے دونوں کے پیر دیکھ کر کہا تھا۔

"یہ پیر ایک دوسرے سے ہی نکلے ہوئے ہیں اس لئے یہ (بچہ یعنی اسامہ) صحابی ابن صحابی ہے!"

حبشیوں کے تعاقب کا حکم...... غرض رسول اللہ ﷺ نے علقمہ ابن مجزز کو حبشیوں کی ایک جماعت کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ کچھ حبشی لوگوں کو جُدّہ والوں نے سواریوں پر آتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ جُدّہ جیم پر پیش کے ساتھ ہے اور دال پر تشدید ہے۔ جُدّہ سمندر کے کنارے کو کہتے ہیں چونکہ یہ بستی ساحل سمندر پر ہے اس لئے اس کا نام جُدّہ پڑ گیا (جواب کثرت استعمال کی وجہ سے جیم پر زبر کے ساتھ جَدّہ

بولا جانے لگا۔

حبشیوں کا فرار...... آنحضرت ﷺ نے اس اطلاع پر حضرت علقمہؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ ان حبشیوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ یہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے سمندر میں سے ہو کر ایک جزیرہ میں پہنچے مگر حبشی مسلمانوں کی آمد پر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

آخر مسلمان بغیر کسی مقابلے اور لڑائی کے وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت علقمہؓ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ تیزی سے چل کر پہلے پہنچ جائیں علقمہؓ نے اس جماعت میں سے ہی ایک شخص کو ان پر امیر بنادیا۔

آگ میں کودنے کے لئے امیر کا حکم...... یہ لوگ تیز چل کر راہ میں ایک جگہ فروکش ہوئے جہاں انہوں نے گرمائی حاصل کرنے اور تاپنے کے لئے آگ جلائی۔ اسی وقت ان کے امیر نے کہا :-

"میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس آگ میں کود جاؤ!۔"

امیر کا یہ حکم سنتے ہی چند لوگ کھڑے ہوگئے اور اس طرح پر تولنے لگے کہ امیر نے سمجھا کہ وہ آگ میں کودنے ہی والے ہیں۔ یہ دیکھ کر امیر نے کہا :-

"بیٹھ جاؤ۔ میں تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا!۔"

حکم گناہ ناقابلِ اطاعت ہے...... مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا :-

"جو شخص تمہیں اللہ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی بات مت مانو!۔"

(قال) اسی طرح حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا جس پر ایک انصاری مسلمان کو امیر بنایا پھر آپ ﷺ نے سریہ والوں کو حکم دیا کہ اپنے امیر کے احکام ماننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

(یہ سریہ روانہ ہو گیا) راستے میں کسی بات پر امیر لشکر اپنے لشکریوں سے ناراض ہو گیا۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ یہاں کچھ لکڑیاں لاکر جمع کرو۔ لوگوں نے لکڑیاں اکٹھی کر دیں تو امیر نے کہا اب ان میں آگ لگادو لوگوں نے آگ روشن کر دی تو امیر نے کہا :-

"کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میرا حکم ماننا اور میری اطاعت کرنا؟"

لوگوں نے کہا "بے شک!"

پھر امیر نے حکم دیا۔

"تو بس اس آگ میں کود جاؤ!۔"

اس حکم پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آخر انہوں نے کہا :-

"ہم لوگ آگ سے ہی بھاگ کر تو رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آئے تھے!۔"

غرض کچھ دیر ان کے درمیان اسی طرح بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور اس عرصہ میں آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی (اور معاملہ آیا گیا ہو گیا) اس کے بعد جب یہ لوگ واپس مدینہ پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا :-

"اگر لوگ اس آگ میں کود جاتے تو پھر کبھی اس آگ میں سے نہ نکل سکتے۔!"

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا :-

"اللہ کی نافرمانی کے حکم میں کسی کی اطاعت واجب نہیں ہی۔ اطاعت تو در حقیقت نیک کاموں کے حکم کی ہوتی ہے!۔"

یہاں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں جو یہ الفاظ ہیں کہ اگر لوگ اس آگ میں کود جاتے اس میں "اس آگ" سے مراد وہ آگ ہے جو صحابہ نے امیر کے حکم پر جلائی تھی۔ اور اس ارشاد کے اگلے حصہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ تو پھر کبھی "اس آگ" میں سے نہ نکل سکتے۔ اس میں "اس آگ سے" مراد آخرت کی آگ یعنی جہنم ہے کیونکہ آدمی کا آگ میں کودنا ایک گناہ ہے اور گناہگار جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ تو گویا اس حدیث سے تنبیہ مقصود ہے۔

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ ہیں :-

"ان میں یعنی امیروں اور حاکموں میں سے جو شخص تمہیں اللہ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی اطاعت مت کرو۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ کی نافرمانی کے حکم میں کسی کی اطاعت واجب نہیں ہے!"

یہاں آگ میں کودنے کا حکم دینے کے دو واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات واضح رہے (کہ جہاں ایک طرف یہ ممکن ہے کہ یہ ایک واقعہ کی دو الگ روایتیں ہوں وہیں یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ یہ دو علیٰحدہ علیٰحدہ واقعات ہوں۔

سریہ علیؓ ابن ابی طالب

یہ سریہ فُلس نامی بت کو توڑنے اور بنی طے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ بت بنی طے کا ہی تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو انصاری صحابہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔ یہ لوگ سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ ایک سفید رأیت اور سیاہ رنگ کا لواء تھا (رأیت اور لواء چھوٹے اور بڑے پرچموں کو کہتے ہیں) اس سریہ کا مقصد فلس نامی بت کو توڑنا اور بنی طے پر یلغار کرنا تھا۔

<u>فُلس بت کا انہدام</u>...... حضرت علیؓ نے فجر کے وقت بنی طے پر حملہ کیا اور فُلس بت کو توڑ کر اسے نذر آتش کر دیا۔ اس فتح میں مسلمانوں کو بہت سے اونٹ، بکریاں اور قیدی ہاتھ آئے جنہیں یہ اپنے ساتھ لے کر چلے۔

<u>حاتم طائی کی بیٹی قیدیوں میں</u>...... ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جس کا نام سفّانہ تھا یہ عدی ابن حاتم طائی کی بہن تھی۔ سفّانہ کے معنی موتی کے ہیں۔ یہ سفّانہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں (اور ہمیشہ ایک پختہ کار مسلمان رہیں) بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حاتم طائی کی اولاد میں بیٹی شاید صرف یہی تھیں کیونکہ ان کے سوا کسی اور بیٹی کا ذکر نہیں ملتا۔

قُلس کا خزانہ...... اس قُلس نامی بت کا جو خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں عرب کی تین مشہور تلواریں بھی تھی جن کے نام یہ ہیں۔ رسوب، مخذوم اور یمانی۔ اسی طرح تین زرہیں بھی ہاتھ آئیں۔ ان تلواروں میں سے رسوب اور مخذوم رسول اللہ ﷺ کے لئے بطور صفی یعنی مال غنیمت میں سے انتخاب کے طور پر علیٰحدہ کی گئیں۔ پھر تیسری یعنی یمانی بھی آپ ﷺ کو مل گئی۔

سفّانہ بنت حاتم...... غرض جب یہ مدینہ پہنچ گئے تو آنحضرت ﷺ کا گزر عدی کی بہن یعنی حاتم طائی کی بیٹی کے پاس سے ہوا وہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور آپ ﷺ کی طرف بڑھی۔ یہ سفّانہ ایک نہایت سمجھ دار اور دانشمند خاتون تھی۔

پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی کہ آپ ﷺ اس پر احسان فرمائیں (یعنی آزاد کر دیں) آنحضرت ﷺ نے اس پر احسان فرمایا (اور اسے رہا فرما دیا) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئیں اور اپنے بھائی عدی ابن حاتم کے پاس گئیں۔ بھائی کو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو (اور اسلام قبول کرے) چنانچہ عدی آنحضرت ﷺ کے پاس آئے جیساکہ اس کی تفصیل آگے وفود کے بیان میں ذکر ہو گی۔

نبی سے احسان کی درخواست...... کہا جاتا ہے کہ سفّانہ نے جب آنحضرت ﷺ سے بات کی تھی تو یہ کہا تھا۔

"اے محمد ﷺ! کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ ہمیں چھوڑ دیں تاکہ عرب کے لوگ ہم پر انگلیاں نہ اٹھائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور میرے والد وہ تھے جو اپنوں کی حفاظت کرتے تھے، مصیبت زدوں کی امداد کرتے تھے، بھوکوں کا پیٹ بھرتے تھے، ننگوں کو لباس فراہم کرتے تھے، مہمانوں کی عزت کرتے تھے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے، امن و سلامتی کے خواہاں رہتے تھے اور ان کے دروازے سے کبھی کوئی ضرورت مند خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"لڑکی! یہ صفات اور خوبیاں جو تو نے بیان کی ہیں ایک مومن کی ہوتی ہیں۔ اگر تیرے باپ مسلمان ہوتے تو ہم ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرتے۔!"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"اس لڑکی کو چھوڑ دو کیونکہ اس کا باپ بلند اور نیک اخلاق کو پسند کرتا تھا۔!"

ایک روایت کے مطابق سفّانہ نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا تھا۔

"اے محمد ﷺ! کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے میری قوم میں رسوانہ ہونے دیں کیونکہ میں قوم کے سردار کی بیٹی ہوں میرے باپ پڑوسیوں کی حفاظت کرتے تھے، لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔!"

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

"بے شک یہ بلند اخلاق ہیں اگر تمہارے باپ مسلمان ہوتے تو میں ان کے لئے رحمت کی دعا کرتا!"

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

"اس کو رہائی دے دو کیونکہ اس کے باپ بلند اخلاق سے محبت رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی بلند اخلاق کو

پسند فرماتا ہے۔!"

ایک روایت میں ہے کہ سفانہ نے آپ ﷺ سے کہا۔

"اے محمد ﷺ! میرے باپ ہلاک ہو چکے ہیں اور میرا محافظ جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔ اب آپ ﷺ میرے ساتھ احسان کا معاملہ فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان فرمائے گا۔!"

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا محافظ کون ہے؟ سفانہ نے عرض کیا کہ عدی ابن حاتم (یعنی میرا بھائی جو مسلمانوں کی یلغار دیکھ کر جان بچانے کے لئے ملک شام کی طرف بھاگ گئے تھے اور بعد میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کی تفصیل آگے وفود کے بیان میں آرہی ہے۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

"وہ اللہ اور اس کے رسول سے بھاگنے والا۔!"

سفانہ پر احسان...... سفانہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وہاں سے آگے بڑھ گئے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ اگلا دن آگیا تو میں نے پھر آپ ﷺ سے وہی درخواست کی اور آپ ﷺ نے پھر مجھے اسی طرح جواب دیا۔ تیسرے دن آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ایک آدمی سے بات کرنے کا مشورہ دیا اور میں نے اس شخص سے گفتگو کی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"میں تمہاری درخواست قبول کر چکا ہوں مگر جلدی مت کرو۔ اپنی قوم کے کسی ایسے شخص کو آجانے دو جو تمہارے بھروسہ کا ہو اور تمہیں تمہارے گھر پہنچا دے ایسا شخص آئے تو مجھے بتانا۔!"

اس کے بعد میں نے اس شخص کے متعلق تحقیق کی جس سے بات کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے مجھے مشورہ دیا تھا مجھے بتلایا گیا کہ وہ حضرت علیؓ تھے۔

سفانہ کہتی ہیں کہ پھر میں انتظار کرتی رہی یہاں تک کہ ایک قابل اعتبار آدمی مدینہ آیا (جو میری قوم کا تھا) میں اسی وقت آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا۔

"میری قوم کے چند لوگ مدینہ آئے ہیں جن میں ایک شخص میرے بھروسہ کا ہے۔!"

سفانہ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے (مجھے اجازت دے دی اور ساتھ ہی) مجھے لباس اور سواری عنایت فرمائی اس کے علاوہ آپ نے مجھے زاد راہ اور خرچہ بھی دیا۔ (ان تمام نوازشات اور انعام و اکرام کے ساتھ) میں مدینہ سے روانہ ہو کر ملک شام میں اپنے بھائی عدی ابن حاتم کے پاس پہنچ گئی۔

سریہ علی ابن ابی طالب بسوئے علاقہ مَذحِج

یہ لفظ مَذحِج مسجد کے وزن پر میم پر زبر اور حاء پر زیر کے ساتھ ہے۔ مَذحِج (ایک شخص کا نام تھا جو) یمن کے ایک قبیلہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن میں مَذحِج کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا۔

اس سریہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تین سو گھوڑے سوار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے علیؓ ابن ابی طالب کے لئے لواء یعنی پرچم باندھا اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے عمامہ باندھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جاؤ...... کسی دوسری طرف توجہ مت کرنا۔ جب تم ان کے علاقہ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالو تو اس وقت تک

جنگ مت کرنا جب تک کہ وہ خود ہی لڑائی نہ شروع کر دیں۔!"

یمن میں پہلی فتح...... اس کے بعد حضرت علیؓ روانہ ہوگئے۔ یہ پہلا گھوڑے سوار لشکر تھا جو یمن کے علاقہ کو پامال کر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کو ادھر ادھر ٹولیاں بنا کر روانہ فرمایا (یعنی صحابہ مذحج کے علاقہ میں گئے) انہوں نے وہاں بہت سا مال غنیمت قبضہ میں کیا جس میں بچے عورتیں، اونٹ اور بکریاں وغیرہ شامل تھیں۔ حضرت علیؓ نے مال غنیمت پر حضرت بریدہ ابن مصیب کو نگراں مقرر فرمایا۔!"

تبلیغ و تلوار اور فتح..... اس کے بعد ان صحابہ کا سامنا دشمن کے ایک بڑے جتھے سے ہوا مسلمانوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس پر انہوں نے نہ صرف ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ صحابہ پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے آخر مسلمانوں نے اپنی صفوں کی ترتیب کی اور مسعود ابن سنان کو اسلامی پرچم دیا پھر صحابہ نے دشمن پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں دشمن کے بیس آدمی قتل ہوگئے آخر وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے اور جس کا جدھر منہ اٹھا وہ ادھر ہی فرار ہوگیا۔ حضرت مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں کو دشمن کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد پھر ان لوگوں سے سامنا ہوا تو انہوں نے دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی جس پر ان کے سرداروں میں سے کچھ لوگوں نے فوراً ہی اسلام قبول کیا اور کہنے لگے۔

"ہم اپنی قوم کے ان لوگوں کے بھی نمائندے ہیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ یہ ہماری طرف سے صدقات کا مال ہے اس میں سے آپ ﷺ اللہ کا حق نکال لیجئے۔!"

مال غنیمت کی تقسیم...... اس کے بعد حضرت علیؓ نے تمام مال غنیمت جمع کیا اور اس کے پانچ حصے کئے ان میں سے ایک پانچواں حصہ انہوں نے اللہ کے نام کا متعین کیا اور اسے علیحدہ کر دیا اور باقی چار عدد پانچویں حصے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے۔

مکہ کو علیؓ کا کوچ...... پھر حضرت علیؓ (اپنے لشکر پر ایک دوسرے شخص کو امیر بنا کر) خود وہاں سے روانہ ہو کر مکہ میں آنحضرت ﷺ سے جا ملے جہاں آپ ﷺ حج یعنی حجتہ الوداع کے لئے تشریف لائے تھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک سریہ میں یمن کی طرف بھیجا تو ہمدان کا پورا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا۔ حضرت علی نے یہ خوشخبری لکھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس خط لکھا۔ آپ ﷺ نے جیسے ہی یہ خط پڑھا فوراً ہی سجدہ میں گر گئے پھر آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھے اور فرمایا کہ ہمدان والوں پر سلامتی ہو۔ اس کے بعد یمن کے لوگ ایک کے بعد ایک اسلام میں داخل ہونے لگے۔ کتاب اصل میں ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ سریہ اول ہے اور اس سے پہلے جو بیان ہوا ہے وہ دوسرا ہے۔

سریئہ خالدؓ ابن ولید

نبی ﷺ کی پیشین گوئی...... یہ سریہ اکیدر ابن عبدالملک کی طرف بھیجا گیا جو دومتہ الجندل کے مقام پر تھا یہ شخص عیسائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ رجب ۹ھ میں دومتہ الجندل کے مقام پر اکیدر کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے خالد ابن ولیدؓ سے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر تم اکیدر کو گائے کا شکار کرتا ہوا پاؤ گے۔ حضرت خالدؓ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ اکیدر کی حویلی کے قریب پہنچ گئے اور

حویلی نظر آنے لگی۔ یہ ایک چاندنی رات تھی اور فضا بھی صاف تھی۔

اکیدر شکار میں......اس وقت اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ مکان کے بالاخانے میں تھا اچانک وہاں ایک گائے آئی جو حویلی کے پھاٹک میں سینگ مارنے لگی (یہ دونوں بالاخانے سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ (اکیدر کی بیوی کہنے لگی کہ کیا تم نے کبھی پہلے بھی یہ واقعہ دیکھا ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم کبھی نہیں وہ بولی پھر اسے کون چھوڑ سکتا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ نیچے اترا اور گھوڑا منگا کر زین کسوائی اس کے ساتھ ہی گھر کے کچھ دوسرے لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جن میں اس کا بھائی حسان بھی تھا۔

شکاری خود شکار......کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ حضرت خالدؓ کے دستے سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی اکیدر نے تو مقابلہ کی سکت نہ دیکھ کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا لیکن اس کا بھائی حسان مقابلہ میں ڈٹ گیا آخر لڑتا ہوا مارا گیا۔ حضرت خالد نے اکیدر کو اپنی پناہ میں لے کر قتل ہونے سے بچالیا تاکہ اسے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کریں اور اس پناہ کے نتیجہ میں وہ خالد کے ہاتھوں دومتہ الجندل فتح کرادے۔

اکیدر کا قیمتی لباس......اکیدر اس وقت ایک نہایت قیمتی قبا پہنے ہوئے تھا جس میں اس طرح سونے کی پتیاں بنی ہوئی تھیں جیسے کھجور کی ہوتی ہیں۔ حضرت خالد نے اس کی وہ قبا اتار کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دی۔ صحابہ نے جب اسے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کی حیرانی دیکھ کر فرمایا۔

"جنت میں سعد ابن معاذؓ کے رومال بھی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ ہیں۔!"

اکیدر کی جزیہ پر صلح......یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے۔

اکیدر نے دومتہ الجندل والوں کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کرلی جو دو ہزار اونٹ، آٹھ سو راس، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ وہاں سے اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے اور اکیدر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اس کے ساتھ جزیہ پر صلح کی اور اکیدر اور اس کے بھائی مصاد کی جاں بخشی فرمادی پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور انہیں ایک امان نامہ لکھ کر دیا جس پر اس دن مہر لگائی گئی۔

اکیدر کو نبی کا امان نامہ......اس امان نامے کے مضمون کا ایک حصہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ کی جانب سے اکیدر کے لئے ہے جبکہ وہ دومتہ الجندل اور اس کے قرب وجوار کے علاقے سے خالد ابن ولید سیف اللہ کے ساتھ آیا اور اس نے بتوں اور گمراہیوں کو چھوڑ کر اسلام کا رخ کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ظاہر ہے اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیدر مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ بات ابونعیم اور ابن مندہ کے قول کے مطابق ہے جو اس کو مسلمان اور صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اکیدر نے رسول اللہ ﷺ کو ایک حُلّہ ہدیہ کیا تھا جو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر ابن خطابؓ کو ہبہ فرمادیا۔

ادھر علامہ ابن کثیرؒ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اکیدر کے اسلام کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اب اس تحریر کے اس جملے کا۔ کہ اس نے اسلام کا رخ کیا۔ یہ مطلب ہوگا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوا۔ لیکن تحریر کا یہ جملہ قرین قیاس نہیں ہے کہ اس نے بتوں اور گمراہیوں کو چھوڑ دیا۔ بہر حال یہ اختلاف روایات قابل غور ہے۔

بد عہدی اور قتل...... پھر جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی صلح ہو گئی تو وہ اپنی حویلی یعنی گڑھی میں لوٹ آیا اور وہاں نصرانی مذہب پر رہتے ہوئے زندگی گزارتا رہا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے دور میں حضرت خالدؓ نے دوبارہ حملہ کر کے اس کی گڑھی کا محاصرہ کر دیا اور پھر اس کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔

علامہ ابن کثیر علامہ بلاذری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب اکیدر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا جس کے نتیجہ میں عراق سے شام کے علاقے میں لوٹنے کے بعد حضرت خالدؓ کے ہاتھوں ہی مارا گیا۔

اب اس قول کی بنیاد پر اکیدر کو صحابہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا ورنہ تو ہر اس شخص کو صحابہ میں شمار کرنا پڑے جو آنحضرت ﷺ کی حیات میں مسلمان ہو کر آپ ﷺ کی وفات کی بعد مرتد ہو گیا جبکہ ظاہر ہے یہ بات کوئی شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے عمارہ ابن قیس ابن حرث شیبانی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں قتل کیا گیا لہٰذا اب وہ ہر لحاظ سے صحابہ کے دائرہ سے خارج ہو گیا۔

سریۂ اُسامہ ابن زید بسوئے اُبنیٰ

رومیوں کے خلاف لشکر...... یہ لفظ اُبنیٰ الف پر پیش باء کے سکون اور نون مقصورہ مفتوحہ کے ساتھ ہے جو عسقلان اور رملہ کے درمیان ایک بستی تھی مگر علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ اُبنیٰ۔ موتہ کے قریب ایک گاؤں تھا اور موتہ وہی جگہ ہے جہاں اُسامہ کے والد حضرت زید ابن حارثہ قتل ہوئے تھے۔ ۱۱ھ میں پیر کے دن جبکہ ماہ صفر کے چار دن باقی تھے رسول اللہ ﷺ نے رومیوں کی عظیم سلطنت کے خلاف کمر بستہ ہونے کا حکم فرمایا۔ اگلے دن آنحضرت ﷺ نے اسامہ ابن زیدؓ کو بلا کر فرمایا۔

"اس مقام کی طرف بڑھو جہاں تمہارے والد قتل ہوئے تھے اور اس علاقے کو اسلامی شہسواروں سے پامال کرو۔ میں تمہیں اس لشکر کا امیر بناتا ہوں۔ ابنی والوں کیخلاف صبح میں جنگ کرنا اور ان کی جائیدادوں کو نذر آتش کر دینا۔ تم نہایت تیزی کے ساتھ سفر کر کے اپنی منزل کی طرف بڑھو تاکہ جاسوسوں کی اطلاعات سے پہلے دشمن کے سر پر پہنچ جاؤ۔ اگر خدا تعالیٰ تمہیں ان پر فتح عطا فرمائے تو ان لوگوں میں زیادہ مت ٹھہرنا اور اپنے ساتھ جاسوس اور مخبر لے جانا۔!"

آخری فوج ظفر موج...... پھر اگلے دن بدھ کے روز رسول اللہ ﷺ کو درد سر شروع ہوا جس کے بعد آپ ﷺ کو بخار بھی ہو گیا (اور آپ ﷺ کا مرض وفات شروع ہوا) جمعرات کے دن آنحضرت ﷺ نے تکلیف کے باوجود خود اپنے دست مبارک سے اسامہ کو لواء یعنی پرچم باندھ کر دیا اور فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے پر جہاد کے لئے جاؤ اور جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے جنگ کرو۔!"

اسامہ کی سرداری پر چہ میگوئیاں...... چنانچہ حضرت اسامہؓ ابن زید اپنا پرچم لے کر روانہ ہوئے پھر انہوں

نے وہ پرچم حضرت بریدہ کے حوالے کیااور مدینہ کے باہر جرف کے مقام پر لشکر کو ٹھہرادیا(حضرت اسامہ ابن زید ایک بالکل نوعمر اور نوجوان لڑکے تھے جنہیں لشکر کا امیر بنایا گیا تھا جس میں بڑے بڑے ممتاز اور تجربہ کار صحابہ شریک تھے)ادھر مہاجر صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے یہ بات محسوس نہ ہو رہی ہو یہاں تک کہ ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو بھی اس کا احساس ہوا چنانچہ کچھ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا مہاجرین اولین اور انصاریوں پر اس لڑکے کو امیر بنایا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت اسامہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ایک قول کے مطابق انیس سال اور ایک قول کے مطابق سترہ سال تھی۔

ایک کمسن عالم...... سترہ سال کے قول کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ خلیفہ مہدی جب بصرہ میں آئے تو ان کو ایاس ابن معاویہ سے ملایا گیا جس کی ذکاوت وذہانت کی مثالیں دی جاتی تھیں۔اس وقت یہ ایاس بچہ یعنی بہت کم عمر لڑکے تھے۔ان کو خلیفہ مہدی سے اس طرح ملایا گیا کہ ان کے پیچھے پیچھے چار سو علماء اور مشائخ تھے۔خلیفہ نے یہ منظر دیکھا تو لوگوں سے کہا۔

"ان علماء اور مشائخ پر افسوس ہے۔کیا ان کے درمیان اس بچے کے سوا کوئی شیخ نہیں تھا جس کو یہ آگے رکھتے۔!"

اس کے بعد خلیفہ مہدی ایاس کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا کہ لڑکے تمہاری عمر کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔

"خدا امیر المومنین کا سایہ تادیر سلامت رکھے میری عمر وہی ہے جو اس وقت اسامہ ابن زید کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس لشکر کا امیر بنایا تھا جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے حضرات شامل تھے۔!"

یہ جواب سن کر خلیفہ مہدی کو اس لڑکے کی ذہانت وذکاوت کا اندازہ ہوا اور اس نے ان سے کہا کہ آگے آؤ خدا تم میں برکت عطا فرمائے۔

اس وقت ایاس کی عمر سترہ سال کی تھی۔ان کے جو اقوال مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص اپنے عیبوں سے واقف نہیں وہ احمق ہوتا ہے۔اس پر کسی نے ان سے کہا کہ اے ابو وائلہ تم میں کون سا عیب ہے۔انہوں نے کہا زیادہ بولنا۔

چہ میگوئیوں پر سرزنش...... اسامہ کی عمر کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ بیس سال کے تھے۔غرض چونکہ اسامہ کی سرداری پر تمام بڑے بڑے صحابہ میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اس لئے جب آنحضرت ﷺ کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اسی حالت میں حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور بدن پر ایک چھوردار چادر تھی۔آپ ﷺ مسجد میں آکر منبر پر چڑھے پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

"اما بعد! لوگو یہ کیسی باتیں ہیں جو میرے اسامہ کو امیر بنادینے پر تم میں سے کچھ لوگوں کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہیں۔اس سے پہلے ایک بار جب میں نے اسامہ کے باپ کو امیر بنایا تھا تو اس وقت بھی تم نے طعن کئے تھے جبکہ قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ وہ یعنی زید ابن حارثہ امارت کے لئے موزوں ترین آدمی تھا اور اب اس

کے بعد اس کا بیٹا اسامہ امارت کے لئے موزوں ترین ہے اور یہ میرے نزدیک تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ دونوں باپ بیٹے ایسے ہیں کہ ان کے متعلق خیر کا ہی گمان کیا جاسکتا ہے لہٰذا اس کے یعنی اسامہ کے بارے میں خیر کا گمان رکھو کیونکہ وہ تم میں کے بہترین لوگوں میں سے ہے۔!"

الوداع کے لئے لشکری نبی کے پاس...... یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اسامہ کو حب ابن حب کہا جاتا ہے۔ جب اسامہؓ چھوٹے سے تھے تو آنحضرت ﷺ خود اپنے کپڑے سے ان کی ناک صاف کیا کرتے تھے۔ غرض اتنا فرما کر آنحضرت ﷺ منبر سے اترے اور اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ دس ربیع الاول ۱۱ھ سنیچر کے دن کا ہے۔ اس کے بعد وہ مسلمان جو اسامہ کے ساتھ لشکر میں جانے والے تھے آنحضرت ﷺ سے رخصت ہونے کے لئے آنے لگے جس کے بعد وہ جرف کے مقام پر لشکر میں چلے گئے۔

آنحضرت ﷺ مرض وفات میں...... آنحضرت ﷺ کی طبیعت زیادہ خراب ہوتی جارہی تھی مگر پھر بھی آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کردو مگر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو روک لیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے جن میں سے ایک کے مطابق حضرت ابو بکر اس لشکر میں شامل تھے اور دوسرے کے مطابق وہ لشکر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ کیونکہ درحقیقت ابتداء میں وہ لشکر میں شامل تھے لیکن جب آنحضرت ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو وہ رک گئے تھے۔

اس قول سے حضرت ابو بکرؓ پر رافضیوں کے اس طعن کی تردید ہو جاتی ہے کہ انہوں نے حضرت اسامہؓ کے لشکر میں جانے سے دامن بچالیا تھا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کا رکنا دراصل آنحضرت ﷺ کے حکم کی بناء پر تھا تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر وہی رافضی آگے کہتا ہے کہ۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی تھی جو اسامہ کے لشکر میں جانے سے رک گئے تھے۔ مگر اس رافضی کا یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ یہ لعنت کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی ہے۔

مرض کی شدت...... پھر اتوار کے دن رسول اللہ ﷺ کا درد بہت زیادہ بڑھ گیا اسامہ اپنے لشکر سے آئے اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں حاضر ہوئے اس وقت آپ آنکھیں بند کئے نڈھال تھے اسامہ نے آہستہ سے آپ ﷺ کا سر دبایا اور پھر پیشانی کو بوسہ دیا آنحضرت ﷺ نے کوئی بات نہیں کی بلکہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور پھر انہیں اسامہ پر رکھ دیا۔ اسامہ کہتے ہیں میں نے سمجھ لیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد اسامہ پھر اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔

لشکر میں آتے ہی اسامہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا مگر جب کہ وہ کوچ کی تیاری کر رہے تھے اچانک ان کے پاس ان کی ماں ام ایمن کا قاصد آیا اور بولا کہ رسول اللہ ﷺ کا وقت آخر ہو رہا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر اسامہ مدینہ سے چلے یہاں تک کہ جرف کے مقام پر پہنچ گئے اسی وقت ان کی بیوی فاطمہ بنت قیس کا پیغام پہنچا جنہوں نے کہلایا تھا کہ آپؓ جانے میں جلدی نہ کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔

وفات النبی اور کوچ کا التواء...... یہ سنتے ہی اسامہ اور ان کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ فوراً مدینہ آئے۔ یہ حضرات سیدھے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے لیکن اس وقت آپ ﷺ کا وقت آخر ہو رہا تھا۔ پھر سورج جھکنے یعنی زوال کے وقت آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اسامہ ذی خشب

کے مقام پر ہی پہنچے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا۔

اسی وقت وہ تمام مسلمان جو جرف کے مقام سے کوچ کے لئے تیار تھے جوق در جوق مدینہ آکر حجرہ مبارک پر جمع ہو گئے۔ اُدھر حضرت بریدہ نے جن کے پاس اسلامی پرچم تھا حجرۂ مبارک پر آکر دروازے کے پاس پرچم گاڑ دیا۔ اس کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لئے خلافت کی بیعت لی گئی تو انہوں نے بریدہ کو حکم دیا کہ وہ پرچم اسامہ کے گھر لے جائیں اور یہ کہ اسامہ آنحضرت ﷺ کے حکم کو پورا کریں۔

عرب میں فتنۂ ارتداد...... اُدھر جوں ہی آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی عرب کے قبائل مرتد ہونے لگے کیونکہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی عرب میں نفاق اور پھوٹ پیدا ہو گئی اور عیسائیوں و یہودیوں کی طاقت پھر سے ابھر آئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی حالت ایسی ہو گئی جیسے سردیوں کی رات میں بارش سے بھیگی ہوئی بھیڑ کی ہوتی ہے چنانچہ عرب کے قبائل مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نمازیں تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔

لشکر روکنے کا مشورہ...... اس وقت صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ اسامہ کے لشکر کو جانے سے روک دیں۔ انہوں نے کہا۔

"یہ لشکر ایسے وقت میں رومیوں کے مقابلے کے لئے بھیجنا کیسے مناسب ہو گا جبکہ مدینہ کے گردو پیش میں عرب قبائل مرتد ہو رہے ہیں۔!"

حکم نبوی ﷺ پر خلیفہ کی پختگی...... مگر حضرت ابو بکرؓ نے یہ مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اگر آنحضرت ﷺ کی ازواج یعنی بیویوں تک کے پیروں کو کتے نوچنے لگیں تو بھی میں اس لشکر کو ہرگز نہیں روکوں گا جس کو آنحضرت ﷺ نے روانگی کا حکم دیا تھا اور نہ میں وہ پرچم کھولوں گا جو آنحضرت ﷺ نے باندھا تھا۔"

"ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ "خدا کی قسم میرے نزدیک یہ بات زیادہ آسان ہے کہ مجھے پرندے نوچ کھائیں بہ نسبت اس کے کہ میں آنحضرت ﷺ کے حکم کو پورا کرنے سے پہلے کوئی کام کروں۔!"

اسامہ کا تائل اور انصار کا پیغام...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بعض علماء نے روایت کیا ہے کہ (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق اسامہ کو غزوہ میں جانے کا حکم دیا تو) اسامہ خندق کے پاس ٹھہر گئے اور (امیر لشکر کی حیثیت سے) انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیے اور ان سے درخواست کیجئے کہ وہ مجھے لشکر کے ساتھ واپس مدینہ آنے کی اجازت دے دیں کیونکہ میرے لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابہ شریک ہیں اگر میں ان سب کو لے کر رومیوں کی سمت چلا گیا تو مجھے خلیفہ کے متعلق اطمینان نہیں رہے گا کیونکہ ان پر بڑا بوجھ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں ہیں کہیں مشرکین ان پر جھپٹ نہ پڑیں۔

اسی وقت انصاری مسلمانوں نے حضرت عمرؓ سے یہ کہا۔

"اگر حضرت ابو بکرؓ لشکر کے جانے پر ہی اصرار کریں تو ان کو ہماری طرف سے سلام پہنچا کر درخواست کیجئے گا کہ پھر وہ ہم پر اسامہ جیسے نو عمر لڑکے کے بجائے کسی معمر آدمی کو امیر بنا دیں!"

حضرت عمرؓ وہاں سے سیدھے حضرت صدیق اکبر کے پاس آئے اور انہیں حضرت اسامہ کا پیغام پہنچایا۔

مگر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر مجھ کو بھیڑیئے اور کُتّے بھی نوچ کھائیں تو بھی میں اس فیصلہ کو پورا کرنے سے نہیں رک سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ انصاریوں نے مجھے آپ ﷺ تک یہ پیغام اور درخواست پہنچانے پر مامور کیا ہے کہ آپؓ ان پر کسی دوسرے شخص کو امیر بنادیں جو اسامہ کے مقابلہ میں معمر اور تجربہ کار ہو۔

صدیق اکبر کا پُرجوش عزم...... حضرت ابو بکرؓ جو بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمرؓ کی یہ بات سنتے ہی اچھل کر کھڑے ہوگئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے۔

"تیری ماں تجھ سے ہاتھ دھوئے اور تجھ سے محروم ہو جائے اے ابن خطاب! اسامہ کو خود رسول اللہ ﷺ نے امیر بنایا تھا اور مجھ سے کہہ رہے ہو کہ میں اسے اس ذمہ داری سے سبکدوش کردوں۔!"۔

اس جواب پر حضرت عمرؓ اسی وقت لشکر میں واپس آکر کہنے لگے کہ۔ تمہاری مائیں تم سے ہاتھ دھو بیٹھیں چلو بڑھو آج مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بُرا بننا پڑا۔

یہاں تک ان بعض علماء کا کلام ہے۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے اسامہ کے امیر بننے پر گرانی کا اظہار کیا تھا اس پر آنحضرت ﷺ بیماری کی حالت میں ہجرہ سے باہر نکلے اور منبر پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو سرزنش فرمائی تھی۔ لہٰذا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اس سرزنش کا حال انصاریوں کے کانوں تک نہ پہنچا ہو (لہٰذا پھر انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس یہ پیغام کیسے بھیجا)

اب اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ جن انصاریوں نے اس وقت حضرت عمرؓ کے ذریعہ یہ بات کہلوائی ممکن ہے ان تک آنحضرت ﷺ کی ناگواری کا حال نہ پہنچا ہو۔ یا ان انصاریوں نے یہ خیال کیا ہو کہ ممکن ہے حضرت اس میں مصلحت دیکھ کر ان کے ساتھ اتفاق کرلیں۔ اور حضرت عمرؓ نے اس لئے ان کا پیغام پہنچادیا ہو کہ وہ خود ان کو انکاری جواب نہیں دے سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا جو اسامہ کی امارت پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔

سالار مجاہدین کا احترام...... پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسامہ سے اس بارے میں بات کی کہ وہ حضرت عمرؓ کو ساتھ نہ لے جائیں۔ اسامہ اس پر تیار ہوگئے۔ صدیق اکبرؓ کا اسامہؓ سے یہ اجازت لینا غالباً حضرت اسامہؓ کی دلداری کے لئے تھا (ورنہ ظاہر ہے کہ صدیق اکبرؓ خلیفۃ المسلمین تھے اور وسیع اختیارات رکھتے تھے) چنانچہ اسی دلداری کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب بھی اسامہ سے ملتے تو کہتے اَلسَّلَامُ علیک ایُّھَا الامیر جیسا کہ آگے اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

لشکر اسامہ کا کوچ...... اس کے بعد جب ۱۱ھ کے ربیع الآخر کا چاند نظر آیا تو اسامہ ابن زید تین ہزار صحابہ کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے جس میں ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق خلیفۃ المسلمین نے اسامہ کو اس حال میں الوداع کہا کہ اسامہ سواری پر تھے اور خلیفۃ المسلمین ان کے ساتھ کچھ دور تک پیدل چلے۔ پیچھے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف خلیفہ رسول کی سواری لئے چل رہے تھے۔ حضرت اسامہ نے صدیق اکبر سے عرض کیا کہ خلیفۃ المسلمین یا تو آپؓ بھی سواری پر سوار ہو جائیں ورنہ میں اپنی سواری سے اترا جاتا ہوں۔ مگر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ نہیں خدا کی قسم نہ میں سوار ہو کر چلوں گا اور نہ تم سواری سے اترو گے۔ اس

کے بعد صدیق اکبر نے فرمایا۔

"میں تمہیں، تمہارے دین کو، تمہاری امانت کو اور تمہارے نیک اعمال کو خدا کے سپرد کرتا ہوں!"

اسلام کی فتح...... اسی قسم کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کا بھی ہے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ ﷺ کچھ دور تک اس طرح ان کے ساتھ ساتھ چلے کہ خود آنحضرت ﷺ پیدل تھے اور حضرت معاذؓ کو جو سواری پر سوار تھے نصیحتیں فرمارہے تھے۔

غرض اس کے بعد وہ ابنی کی طرف چلے اور اچانک دشمن کے سر پر پہنچ کر حملہ کر دیا۔ یعنی صحابہ ٹولیاں بناکر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کا جنگی نعرہ یامنصور اَمِت تھا۔

اس لڑائی میں دشمن کے بہت لوگ مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ پھر مسلمانوں نے دشمن کے مکانات اور زمین باغات کو آگ لگادی درخت اور باغات اکھاڑ کر اور اجاڑ کر ان میدانوں کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا ایک آدمی بھی قتل نہیں ہوا۔ اسامہ اپنے والد حضرت زید ابن حارثہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے اور اس جنگ میں انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا۔ مال غنیمت میں سے انہوں نے گھوڑے کے دو حصے نکالے اور گھوڑے سوار کا ایک حصہ رکھا۔ اسی کے مطابق انہوں نے اپنا حصہ بھی نکالا۔

مدینہ واپسی اور استقبال...... شام کو انہوں نے لشکر کو واپسی کے لئے کوچ کا حکم دیا اور نہایت تیزی کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے۔ آگے آگے انہوں نے مسلمانوں کی فتح و سلامتی کی خوشخبری دے کر ایک قاصد بھیج دیا تھا حضرت ابو بکر اس فاتح لشکر کا استقبال کرنے کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لائے ان کے ساتھ بہت سے مہاجر اور انصاری صحابہ تھے جو اس لشکر کے ساتھ نہیں بھیجے گئے تھے۔ ان حضرات نے اسامہ اور ان کے ساتھیوں کا استقبال کیا اور مسلمانوں کی فتح و سلامتی پر سب نے خوشی کا اظہار کیا۔

یہ فتح اور دبدبۂ اسلام...... اسامہ اپنے سامنے اسلامی پرچم بلند کئے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچ کر اترے اس کے بعد وہ اپنے گھر گئے۔ یہ لشکر کشی اس موقعہ پر مسلمانوں کے لئے زبردست نعمت اور فال نیک ثابت ہوئی کیونکہ عرب کے بہت سے وہ قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس لشکر اور اس کی فتوحات سے مرعوب ہوگئے (اس طرح وہ دشمنان اسلام کی سازشوں اور ارتداد سے بچ گئے) عرب کے قبائل کہنے لگے کہ اگر اصحاب محمد ﷺ کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو وہ اتنا بڑا لشکر نہیں بھیج سکتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس سریہ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی یہ کیفیت تھی کہ جب بھی وہ حضرت اسامہ کو دیکھتے یہاں تک کہ خلیفہ ہو جانے کے بعد بھی تو کہتے السلام علیك یا امیر حضرت اسامہؓ کہتے اللہ تعالیٰ آپؓ کی مغفرت فرمائے امیر المومنین آپؓ مجھے یہ کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے جب تک میں زندہ ہوں تمہیں یہی کہہ کر پکارتا ہوں گا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو تم مجھ پر امیر تھے۔

نزول سورۂ برأت

امیر مکہ امیر حج...... (اس طرح یہ آخری سریہ تھا جو آنحضرت ﷺ نے روانہ فرمایا تھا) سیرت شامی ان سریوں کے علاوہ جن کا یہاں ذکر ہوا کچھ اور سرایا کا تذکرہ بھی کیا ہے مگر ہم نے کتاب اصل یعنی عیون الاثر کی

تقلید میں اس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتاب ابن اسید کو حکم بھیجا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں۔ اس وقت حضرت عتاب ابن اسید مکہ ہی میں تھے آپ ﷺ نے ان کو اس وقت مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے حنین کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا تھا۔ ایک قول ہے کہ حنین سے واپسی پر مقرر فرمایا تھا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات تک وہی مکہ کے امیر رہے۔ پھر صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کی مدت میں بھی ان کو برقرار رکھا پھر ان کی وفات بھی اسی دن ہوگئی جس دن صدیق اکبرؓ کی ہوئی کیونکہ انہوں نے بھی اسی دن جام مرگ پیا جس دن صدیق اکبر نے پیا تھا۔ یہ حج جو عتاب ابن اسید نے کرایا عرب کے اسی طریقے کے مطابق تھا جو جاہلیت کے زمانے میں کفار کا حج مسلمانوں کے ساتھ ہوا کرتا تھا تاہم مسلمان عرفات کے میدان میں ان سے علیحدہ قیام کیا کرتے تھے۔

بحیثیت امیر حج ابوبکر کا ارسال...... پھر جب ۹ھ شروع ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حج کرانے کی ذمہ داری حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سپرد فرمائی۔ صدیق اکبر تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے جانور بھیجے جن کے گلے میں خود آنحضرت ﷺ نے قلادہ ڈالا اور ان کا اشعار کیا۔ خود حضرت ابوبکر اپنے ساتھ پانچ قربانی کے جانور لے گئے۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے آنحضرت ﷺ کی اونٹنی قصواء پر حضرت علی روانہ ہوئے۔ یہ لفظ قصواء قاف پر زبر اور آخر میں مد کے ساتھ ہے مگر ایک قول کے مطابق قاف پر پیش اور آخر میں یاء مقصوری کے ساتھ ہے مگر اس قول کو غلط کہا گیا ہے۔

اعلان برأت کے لئے علی کا ارسال...... غرض جب پیچھے حضرت علیؓ بھی پہنچے تو صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا حج کرانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو مقرر فرمادیا ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ آپ ﷺ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو سورۂ برأت پڑھ کر سناؤں اور جن جن لوگوں کے ساتھ معاہدے ہیں ان کو ختم کرنے کا اعلان کردوں۔

مشرکوں کے معاہدوں کا اختتام...... جہاں تک معاہدوں کا تعلق ہے تو آنحضرت ﷺ اور مشرکوں کے درمیان عمومی معاہدہ بھی تھا اور خصوصی معاہدہ بھی تھا۔ عمومی معاہدہ تو یہ تھا کہ جو شخص بھی بیت اللہ میں حاضر ہونے کے لئے آئے اسے روکا نہیں جائے گا اور حرام مہینوں میں کسی شخص کو جان کا خوف نہیں ہوگا جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اور خصوصی معاہدے آنحضرت ﷺ اور عرب قبائل کے درمیان تھے جو مقررہ اور معینہ مدّت کے لئے تھے۔

ابوبکر کی سربراہی برقرار...... علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بھیجے جانے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کو چونکہ تشویش ہوئی اس لئے حضرت ابوبکرؓ راہ میں سے ہی مدینہ واپس آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے (یعنی حج کی ذمہ داری میرے سپرد کرنے کے بعد کیا میرے متعلق کوئی وحی نازل ہوئی جس کی بناء پر حضرت علیؓ کو بھیجا گیا) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میری جانب سے جو شخص یہ اعلان کرے وہ میرے گھر کا ہی کوئی فرد ہو۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ مطمئن ہو کر روانہ ہوگئے اور مکہ پہنچ کر انہوں نے ذی الحجہ کے مہینے میں لوگوں کو حج کرایا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں نہیں جیسا کہ ایک قول ہے کہ نسیٔ کی وجہ سے قریش نے ذی قعدہ میں حج کرلیا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں قریش کا یہ طریقہ تھا کہ بعض دفعہ کھجوریں پکنے کا موسم اور اس کی مصروفیت کی وجہ

سے یا تجارتی مشغولیتوں کی وجہ سے وہ حج کو مقدم یا مؤخر کر دیا کرتے تھے اور تاخیر کو نسئ کہتے تھے (اسی کو قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ اِنَّمَا النَّسِیْئُ زِیَادَۃٌ عَلَی الْکُفْرِ)

علی کے ذریعہ اعلان برأت...... یہ اس وجہ سے ہوا کہ سورۂ برأت کا ابتدائی حصہ حضرت ابو بکرؓ کی روانگی کے بعد ہی نازل ہوا۔ اگرچہ اس کی کچھ آیات اس سے پہلے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر نازل ہو چکی تیں جو یہ ہیں۔ اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَ ثِقَالاً الخ۔ اب جبکہ اس کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ یہ آیات حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھجوادیں تو اچھا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے یہ امانت میرے ہی گھر کے کسی آدمی کو ادا کرنی چاہئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلا کر حکم دیا کہ سورۂ برأت کی ابتدائی آیات لے کر جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ کے مقام پر جمع ہوں تو یہ آیات ان کے سامنے پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے یوم نحر میں جو حج اکبر کا دن ہے جمرہ اولیٰ کے قریب ہو کر یہ آیات لوگوں کو سنادیں اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور کسی برہنہ آدمی کو طواف کی اجازت نہیں ہوگی۔

چار اہم اعلان...... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابو طالب نے حکم دیا کہ میں منیٰ کے ایک ایک پڑاؤ میں جاکر سورۂ برأت سنادوں۔ چنانچہ میں انتہائی بلند آواز سے یہ آیات پڑھتا ہوا چلا یہاں تک کہ میرا گلا بیٹھ گیا۔ اس پر کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ وہاں کیا اعلان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں چار چیزوں کا اعلان کر رہا تھا۔ اول یہ کہ مومن کے سوا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ کسی برہنہ آدمی کو بیت اللہ کے طواف کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور چوتھے یہ کہ جس کسی شخص کا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ ہے وہ اب صرف چار مہینے تک باقی ہے پھر اس کے بعد اس کے کسی معاہدے کی پابندی باقی نہیں رہے گی۔

مہلت اور کفار کی خوش فہمی...... اس چار مہینے کی مدّت کی ابتدا اسی سال کے یوم حج سے تھی (یعنی وہ چار ماہ اسی دن سے شمار ہوئے تھے) اور جس کا کوئی معاہدہ نہیں اس کو ماہ محرم کے ختم میں چھوٹ ہے۔ جب مشرکوں نے حضرت علیؓ سے سورۂ برأت کا یہ اعلان سنا تو کہنے لگے کہ اب چار مہینوں کے بعد تم خود ہی دیکھ لوگے جب ہمارے اور تمہارے چچازاد بھائی یعنی آنحضرت ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ باقی نہیں ہوگا تو اس وقت ہمارے تمہارے درمیان صرف قتل و غارت گری ہوگی۔

برہنہ طواف کی ممانعت...... آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اس وقت تک مشرکین بھی مسلمانوں کے ساتھ حج کیا کرتے تھے اور بہت بلند آواز کر کے یہ کلمات کہا کرتے تھے کہ۔ "تیری خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے سوائے ایک کے جو خود تیرا ہی ہے اور تو ہی اس کا بھی مالک ہے اور جو کچھ اس کا ہے وہ بھی تیرا ہی ہے۔" ان کے یہ کلمات کہنے کا جو سبب تھا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح یہ مشرکین طواف کرتے تو رات کے وقت ان میں سے کچھ لوگ ایسے برہنہ ہوتے کہ ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہوتا اس وقت ان میں سے کوئی کہتا کہ میں بیت اللہ کا طواف اسی حالت میں کر رہا ہوں جس حالت میں میری ماں نے مجھے جنم دیا تھا۔ میرے جسم پر دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہے جس میں ظلم کی آمیزش ہوتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس میں ہمارے گناہ آمیز ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان میں سے ایک

آدمی سوائے "ثیاب حمس" یعنی قریش کے کپڑوں کے کسی کپڑے میں طواف نہیں کر سکتا تھا حمس یعنی قریش کے کپڑے وہ شخص مستعار یعنی عارضی طور پر یا کرائے پر لے لیا کرتا تھا۔ اور اگر وہ اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہن کر طواف کر لیتا تو طواف کے بعد وہ اس کپڑے کو ۔ل کر پھینک دیتا اور پھر کبھی اس کپڑے کو وہ خود یا دوسرا کوئی شخص ہاتھ بھی نہ لگاتا۔ ان کپڑوں کو وہ لعنی کہتے۔ یعنی ملعون اور مردود کپڑے۔

تفسیر کشاف میں یوں ہے کہ ان مشرکوں میں سے کوئی ایک آدمی ننگا ہو کر طواف کرتا اور اپنے کپڑے مسجد حرم کے باہر ہی چھوڑ آتا۔ اگر وہ کپڑوں سمیت طواف کر لیتا تو اس کو مارا جاتا اور اس کے کپڑے چھین لئے جاتے تھے۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم ان کپڑوں میں اللہ کی عبادت نہیں کریں گے جنہیں پہن کر ہم گناہ کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق وہ لوگ شگون کے طور پر ایسا کرتے تھے کہ ہم گناہوں سے اسی طرح ننگے یعنی خالی ہو جائیں جس طرح ہم نے خود کو کپڑوں سے بے نیاز کر لیا ہے۔

جاہلیت کی عریانیت و بے حیائی...... یہاں تک کہ عورتیں بھی اسی طرح برہنہ ہو کر طواف کرتیں۔ ایک قول ہے کہ کبھی کوئی عورت جالی دار چادر اوڑھ کر طواف کرتی اور کبھی بالکل برہنہ ہو کر اس طرح طواف کرتی کہ اپنا ہاتھ اپنی پیشاب گاہ پر رکھ لیتی تھی۔ اس وقت وہ یہ شعر پڑھا کرتی۔

اَلْیَوْمَ　یَبْدُوْا　بَعْضُہٗ　اَوْ　کُلُّہٗ
فَمَا　بَدَامِنْہُ　فَلَا　اُحِلُّہٗ

ترجمہ: آج چاہے کچھ حصہ کھل کر ظاہر ہو جائے اور چاہے سب کچھ ظاہر ہو جائے اور جو کچھ کھل جائے گا میں اسے ڈھانپوں گی نہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (سورۃ اعراف، پ ۸، ع ۴، آیت ۳۰)

ترجمہ: اے اولاد آدم کہ تم مسجد کی ہر حاضری یعنی عبادت کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والے کو۔ آپ ﷺ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑے جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔

احمقانہ طریقہ...... لہٰذا عرب کی اس عادت کو سورۂ برأت نے اسی سال باطل قرار دے دیا۔ ایک قول ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد سنگھار ہے اور ایک قول کے مطابق خوشبو ہے۔ بنی عامر کی یہ عادت تھی کہ حج کے دنوں میں وہ لوگ کھانا صرف اتنا ہی کھاتے تھے جس سے زندہ رہ سکیں اور کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ تیل اور چربی وغیرہ بھی حج کے احترام میں بالکل نہیں کھاتے تھے۔ یہ دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے کہا کہ (اگر اس طرح حج کا احترام ہوتا ہے تو) ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان دنوں میں کھانا پینا چھوڑ دیں۔ اس پر ہی ان کو حکم دیا گیا کہ۔ خوب کھاؤ پیو اور حد سے مت نکلو۔

ایک دلچسپ حکایت...... (کھانے پینے پر ایک حکایت کا ذکر دلچسپی کا باعث ہوگا) کہا جاتا ہے کہ ایک نہایت مشہور اور حاذق عیسائی طبیب نے ایک مسلمان عالم سے کہا۔

"تمہاری کتاب یعنی قرآن میں علم طب سے متعلق کچھ نہیں ہے حالانکہ دنیا میں علم ہی اصل میں دو
ہ۔ایک علم ابدان اور دوسرا علم ادیان۔(یعنی ایک بدن اور جسم انسانی کا علم جسے طب کہتے ہیں اور دوسرا علم ادیان
ی دین کا علم جسے شریعت کہتے ہیں)!"

اس پر اس عالم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں پورے علم طب کو ایک ہی آیت میں سمو دیا ہے۔
رانی طبیب نے کہا وہ کون سی آیت ہے تو عالم نے یہ آیت پڑھی۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔ پھر اس عیسائی
بیب نے کہا۔ مگر تمہارے پیغمبر نے تو طب کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔ اس عالم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے
پورے طب کو بڑے سیدھے سادے چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے۔

طبیب نے پوچھا وہ کیسے ؟ تو اس عالم نے کہا۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ۔ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز دوا کا سردار ہے۔ اور ہر بدن کو وہی غذا
جس کا تم نے اسے عادی اور خوگر بنا دیا ہے!"

یہ سن کر وہ طبیب کہنے لگا۔

"تمہاری کتاب یعنی قرآن اور تمہارے نبی نے تو جالینوس حکیم کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔!"

بکرؓ و علیؓ...... غرض سورۂ برأت نے یہ بات واضح کر دی کہ جس کا جو معاہدہ باقی ہے وہ اپنی مدت تک ہی ہے
جس کا کوئی معاہدہ نہیں ہے اس کو چار مہینے کی مہلت ہے۔

ایک روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ مدینہ سے چل کر حضرت ابو بکرؓ سے ملے تو صدیق اکبر نے انہیں
کر پوچھا کہ تم امیر بن کر آئے ہو یا مامور اور تابع بن کر۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں مامور ہوں۔

ضیوں کا غلط استدلال...... اسی پر شیعوں اور رافضیوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو
امامت سے معزول اور برطرف کر کے حضرت علیؓ کو امیر بنا دیا تھا بعض رافضیوں نے اس سلسلے میں جو کچھ
ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ سورۂ برأت لے کر روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وحی کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ نے تین دن بعد ان کو واپس بلا لیا تھا۔ اب کون عقلمند آدمی ایک ایسے شخص
لافت کو تسلیم کر سکتا ہے جس کے ذریعہ اللہ کی وحی کے سبب اس کے رسول سورۂ برأت کی دس آیات
انے کے روادار بھی نہیں ہوئے۔ یہاں تک اس رافضی کا کلام ہے۔

ب استدلال...... اس کے جواب میں امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا
۔ یہ بات متواتر روایات سے معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو ہرگز معزول نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے لوگوں
کرایا اور اس سفر میں حضرت علیؓ ان کے ایک ماتحت اور رعیت کی حیثیت میں تھے جو دوسرے تمام مسلمانوں
رح صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور اس وقت تک مدینہ واپس نہیں آئے جب تک کو حج پورا نہیں کر
۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو صرف معاہدے ختم کرنے کا اعلان کرنے کے لئے صدیق اکبرؓ کے
روانہ فرمایا تھا۔ کیونکہ عربوں کے یہاں یہ اصول تھا کہ معاہدوں کا یا تو خود سردار اور مطاع توڑ سکتا تھا یا اس
ر والوں میں سے کوئی شخص توڑ سکتا تھا۔

لہٰذا اگر برأت کی ان آیات کو حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے سامنے تلاوت کر دیتے جن میں وہ معاہدے ختم
ئے تھے جو آنحضرت ﷺ نے فرمائے تھے تو بہت ممکن تھا کہ مشرکین اس کی کوئی علت پیدا کر لیتے اور کہہ

دیتے کہ یہ ہمارے جانے پہچانے طریقہ کے خلاف بات ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مشرکوں کو اس سخن طرازی کا موقعہ نہیں دیا اور یہ اعلان ایک ایسے شخص کی زبانی ہوا جو آنحضرت ﷺ کے نسب میں قریب ترین باپ یعنی عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا۔ پھر امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی افترا پردازی اور بہتان تراشی سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ اس طرح واقعات کو توڑ موڑ دیں۔

عربوں کے جس طریقے کا ذکر ہوا ہے اس کے تحت ہی آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ میری طرف سے سورۂ برأت میرے گھر کے لوگوں میں سے کسی کے علاوہ کوئی نہیں پہنچائے گا جیسا کہ بیان ہوا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ وہی پہنچائے گا جو مجھ ہی میں سے ہو یعنی معاہدہ کرنے یا معاہدہ ختم کرنے کا کام سوائے اس کے جو مجھ ہی میں سے ہو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو میرے نسب کے قریب ترین باپ کی اولاد میں سے ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی ختم ہو چکے تھے لہٰذا ان کے بعد وہ شخص آپ ﷺ کے قریب ترین نسبی باپ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہونا ضروری ہے۔ مگر اس قاعدہ کو احکام اسلامی اور قرآن مجید کی تبلیغ پر بھی محمول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس تبلیغ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہر مسلمان کو اجازت ہے۔

پھر یہی وہ سال ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے پاس عرب کے قریب اور دور دراز کے علاقوں سے لوگوں کے وفد آنے شروع ہوئے۔ ان وفدوں کی تعداد اس قدر زیادہ اور مسلسل تھی کہ اس سال کو ہی عام الوفود یعنی وفدوں کا سال کہا جانے لگا (ان وفدوں کی تفصیل آئندہ باب میں آرہی ہے)
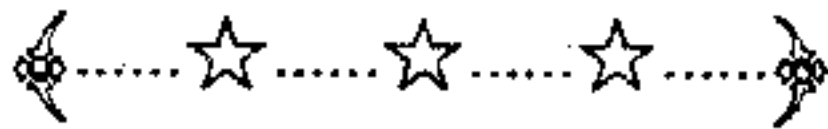
باب وفود

گذشتہ وفود...... اس باب میں ان وفود کا تذکرہ کیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرب کے قریبی اور دور دراز علاقوں سے حاضر ہوئے مگر اس میں ان وفود کا ذکر نہیں کیا گیا جو مختلف واقعات کے ذیل میں پیچھے بیان ہو چکے ہیں جیسے پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جعرانہ کے مقام پر بنی ہوازن کا وفد آیا تھا۔ یا اسی طرح اسی مقام پر آپ ﷺ کے پاس مالک ابن عوف نصری حاضر ہوا تھا۔ یہ واقعہ ۸ھ کے آخر کا ہے۔ اسی طرح ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تھا۔ یا سریہ عیینہ ابن حصن کے موقعہ پر آپ ﷺ کی خدمت میں بنی تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا۔ علامہ ابن سعد کے قول کے مطابق یہ واقعہ محرم ۹ھ کا ہے۔ اسی طرح نجران کے عیسائیوں کا ایک دوسرا وفد ہجرت کے بعد پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

وفد نجران...... اس وفد میں سو سوار تھے جو آکر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ نہایت اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں ملبوس تھے اور اوپر ریشمیں چادریں ڈالے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں سونے کی انگشتریاں تھیں۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے لئے ہدایا بھی لے کر آئے تھے۔

نجرانیوں کے تحائف...... ان تحائف میں ایک تو فرش تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور دوسرے ایک ٹاٹ تھا۔ صحابہ فرش کی تصویروں کو دیکھنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ تحفے دیکھ کر فرمایا۔

"جہاں تک اس فرش کا تعلق ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں البتہ یہ ٹاٹ۔ اگر تم دینا چاہتے ہو تو میں لے لوں گا۔!"

دولت آخرت کی خوشخبری...... ان لوگوں نے کہا

"ہاں! ہم یہ ٹاٹ آپ ﷺ کو پیش کرتے ہیں۔!"

ادھر جب غریب و نادار صحابہ نے ان لوگوں کے قیمتی اور بھڑک دار لباس اور ان کی زیب و زینت دیکھی تو ان کے دلوں میں بھی دنیا کا شوق پیدا ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی۔

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ سورۃ آل عمران پ ۳، ع ۲، آیت ۱۵)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو بدرجہا بہتر ہو ان چیزوں سے (تو سنو) ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے مالک حقیقی کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور ان کے لئے ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور ان کے لئے خوشنودی ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے بھالتے ہیں بندوں کی۔

مسجد میں عیسائی نماز کی اجازت...... پھر جبکہ ان عیسائیوں کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے مسجد نبوی ہی میں اپنی نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا یہ عصر کے بعد کا وقت تھا لوگوں نے ان کو اس سے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو کرنے دو۔ چنانچہ ان نجرانی عیسائیوں نے مشرق کی طرف منہ

کر کے اپنی نماز پڑھی۔

اسلام کی پیشکش...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی کئی آیات تلاوت فرمائیں مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا!

"ہم تو آپ ﷺ سے بھی پہلے سے مسلمان ہیں۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تم غلط کہتے ہو تمہیں اسلام قبول کرنے سے تین چیزیں روکتی ہیں۔ ایک تو تمہاری صلیب کو پوجنے کی عادت، دوسرے تمہاری خنزیر کا گوشت کھانے کی عادت اور تیسرے تمہارا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بیٹا ہے۔!"

مسیحی عقائد...... اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ حضرت مسیح اللہ کے بیٹے تھے کیونکہ ان کے کوئی باپ نہیں تھا۔ اس پر دوسرے نے کہا کہ حضرت مسیح خود ہی خدا تھے کیونکہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، غیب کی خبریں دیتے تھے، ہر طرح کے کوڑھ اور برص سے نجات دیتے تھے اور مٹی سے پرندے بنا کر ان میں جان ڈال دیتے تھے۔

نجرانیوں کی ہٹ دھرمی...... پھر ان لوگوں میں جو شخص سب سے افضل تھا اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ان باتوں کے باوجود آخر آپ ﷺ کس بنا پر ان کو برا کہتے اور انہیں محض ایک بندہ بتاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا!

"وہ اللہ کے بندے اور اس کا کلمہ یعنی حکم ہیں جس کو خدا نے مریم تک پہنچایا تھا۔"

اس پر یہ عیسائی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم اسی بات سے راضی ہو سکتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ کہیں کہ مسیحؑ خدا تھے۔

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا!

"اگر آپ ﷺ سچے ہیں تو ہمیں خدا کا کوئی اور ایسا بندہ تو کھلایئے جو مُردوں کو زندہ کر سکتا ہو، جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر سکتا ہو۔ اور جو مٹی سے پرندے بنا کر ان میں روح پھونک سکتا ہو یہاں تک کہ وہ اڑ جائیں۔!"

یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ پر قرآن پاک کی یہ آیات وحی میں نازل ہوئیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (سورۃ مائدہ پ ۶، ع ۳، آیت ۱۷)

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے۔

دوسرا ارشاد خداوندی یہ ہوا۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (سورۃ آل عمران پ ۳، ع ۶، آیت ۵۹)

ترجمہ: بے شک حالت عجیبہ حضرت عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ حضرت آدمؑ کے ہے کہ ان کے قالب کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ جاندار ہو جا پس وہ جاندار ہو گئے۔

مباہلہ کی دعوت...... پھر رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے فرمایا!

"مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر تم لوگ اسلام کی طرف نہ آؤ تو میں تم سے مباہلہ کروں۔!"

مباہلہ پر نجرانیوں کا خوف...... یعنی ہم خوب خوب دعائیں مانگیں کہ ہم میں جو بھی جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو (اسی کو مباہلہ کہتے ہیں)

یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم ابھی ہم واپس جاتے ہیں تاکہ اس معاملے میں غور کر لیں اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس آئیں گے۔ پھر یہ لوگ وہاں سے ہٹ کر اپنی قیام گاہ پر جا بیٹھے اور وہاں تنہائی میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے۔ اس وقت بعض لوگوں نے کہا۔

"خدا کی قسم تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے اور جب بھی کسی قوم نے کسی نبی کے ساتھ مباہلہ اور مقابلہ لعنت کیا ہے وہ قوم ہمیشہ نیست و نابود ہو گئی۔ اس لئے اگر تم اپنا دین چھوڑنے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہو تو بہتر یہ ہے کہ ان سے الجھو مت بلکہ ان سے صلح کر کے اپنے وطن کو واپس لوٹ چلو۔!"

یہود کا مشورۂ صلح...... ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مباہلہ کی دعوت کے بعد یہ لوگ بنی قریظہ کے یہودیوں کے پاس گئے۔ یعنی ان کے جو بچے کچھے لوگ مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اسی طرح بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس مشورہ کے لئے گئے اس پر ان سب یہودیوں نے بھی ان نجرانیوں کو یہی مشورہ دیا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے صلح کر لیں مباہلہ اور ملاعنت نہ کریں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ نجرانیوں نے آنحضرت ﷺ سے اگلے دن کا وعدہ کیا۔ صبح کو آنحضرت ﷺ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر تشریف لائے اور فرمایا!

"اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔!"

مباہلے سے گریز...... آپ ﷺ نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ ان عیسائیوں کا بڑا پادری ایک دم بول اٹھا!

"میں یہاں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو ہٹانے کی دعا بھی مانگیں تو وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اس لئے ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور روئے زمین پر ایک بھی نصرانی نہ رہے!"

چنانچہ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ لوگ مباہلے پر آمادہ ہو جاتے تو آپ (اپنے اہل خانہ میں سے) کس کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں علی، فاطمہ، حسن، حسین، عائشہ اور حفصہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھ پکڑتا۔

اس روایت میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ناموں کا اضافہ بھی ہے۔ اسی کی طرف حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ کیا گیا ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (سورۃ آل عمران پ ۳، ع ۶، آیت ۶۱)

ترجمہ: پس جو شخص آپ ﷺ سے عیسیٰؑ کے باب میں اب بھی حجت کرے آپ کے پاس علم قطعی آئے پیچھے تو آپ ﷺ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم اور تم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور

تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم سب مل کر خوب دل سے دعا کریں اس طور سے کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو اس بحث میں ناحق پر ہوں۔

(تو گویا گذشتہ روایت میں جہاں آنحضرت ﷺ نے مباہلہ کے وقت حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ہاتھ پکڑنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس پر اس قرآنی آیت کے الفاظ ونِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُمْ دلالت کرتے ہیں کہ مباہلہ کے وقت اپنی اولاد اور خود اپنی جانوں کے علاوہ اپنی عورتوں اور بیویوں کو بھی بلا لیا جائے)

نجرانیوں کی صلح...... غرض پھر ان عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جزیہ پر صلح کر لی یعنی ایک ہزار حلے صفر کے مہینے میں اور ایک ہزار حلے رجب کے مہینے میں ادا کریں گے اور ہر حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی ہوگی۔ اس صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک تحریر لکھ کر عنایت فرمادی۔

جزیہ وصول کنندہ امین امت...... پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ اپنے کسی امین یعنی امانتدار آدمی کو بھیج دیجئے (جو ہم سے جزیہ وصول کر لے) آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ جانے کے لئے حضرت ابو عبیدہ عامر ابن جراح کو متعین کیا اور عیسائیوں سے فرمایا!

"یہ اس امت کے امین ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ یہ ایک طاقتور اور امین آدمی ہیں۔!"

آنحضرت ﷺ کے اسی ارشاد کی وجہ سے صحابہ حضرت ابو عبیدہ کو "امین امت" کہا کرتے تھے۔

صلح نجرانیوں کی خوش قسمتی...... آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک اہل نجران پر عذاب آپڑتا اور اگر وہ میرے ساتھ صلح و آشتی کا معاملہ نہ کرتے تو وہ لوگ پرٹ کر بندروں اور خنزیریوں جیسے ہو جاتے اور ان کی ساری وادی ان پر آگ سے بھر جاتی۔ اور حق تعالیٰ نجران اور اس کے باشندگان کو نیست و نابود فرمادیتا یہاں تک کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے بھی فنا ہو جاتے ایک سال بھی نہ گزرنے پاتا کہ نصرانی ہلاک و برباد ہو جاتے۔

وفد دارمین...... اسی طرح ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ کے پاس قبیلہ دار کا وفد بھی حاضر ہوا تھا اس وفد میں ابو ہند داری، تمیم داری، اس کا بھائی نعیم داری اور چار دوسرے آدمی تھے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں سرزمین شام میں سے کچھ زمینیں عنایت فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا جہاں سے چاہو مانگ لو۔

ابو ہند کہتے ہیں کہ ہم وہاں سے اٹھ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کون سا علاقہ مانگیں۔ تمیم دار نے کہا۔

"ہمیں بیت المقدس اور اس کے گردونواح کا علاقہ مانگنا چاہیئے۔"

بیت جیرون کی طلب گاری...... ابو ہند نے کہا!

"مگر وہ عجم کے بادشاہ کا مرکز ہے اور عنقریب عرب کے بادشاہ کا مرکز ہو جائے گا اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ علاقہ ہمارے پاس رہنے والا نہیں!"

تمیم داری نے کہا!

"ہم آپ سے بیت جیرون اور اس کے گردوپیش کا علاقہ کیوں نہ مانگ لیں!"

نبی کا اقرار نامہ...... اس فیصلے بعد ہم لوگ اٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس آکر آپ ﷺ کے سامنے یہ

درخواست پیش کی آپ ﷺ نے اسی وقت چمڑے کا ایک ٹکڑا منگایا اور اس پر یہ تحریر یعنی اقرار نامہ لکھوادیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر یعنی اقرار نامہ ہے جس میں اس علاقے کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے داریوں کو دی جب کہ اللہ تعالیٰ اسے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ سرزمین فتح کرائے گا اس نے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے ان داریوں کو بیت عینون، جیرون، مرطوم اور بیت ابراہیمؑ ابدالآباد تک کے لئے دیئے!"

اس تحریر پر حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب، خزیمہ ابن قیسؓ اور شرحبیل ابن حسنہؓ نے گواہی کے دستخط کئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہ تحریر ہمیں عطا فرمائی اور کہا!

"جاؤ یہاں تک کہ تم میری ہجرت کے بارے میں سنو۔!"

تجدید اقرار...... ابوہند کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم آپ ﷺ کے پاس سے لوٹ آئے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس تحریر کی تجدید فرمادیں اور ہمیں ایک دوسرا اقرار نامہ لکھ دیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک دوسرا اقرار نامہ لکھ کر دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اقرار نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تمیم داری اور ان کے ساتھیوں کو دیا۔ میں نے تمہیں بیت عینون، جیرون، مرطوم اور بیت ابراہیم تمام کا تمام دیا اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی دیا اور یہ سب ان کو اور ان کے بعد آنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دیا پس ان جگہوں میں جو شخص ان لوگوں کو تکلیف پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف پہنچائے!"

اس اقرار نامہ کے گواہ حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ، حضرت عمر ابن خطاب، حضرت عثمان ابن عفان، حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت معاویہ ابن ابوسفیان رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

اس اقرار نامہ کو کتاب مواہب میں نقل کیا گیا ہے اور روایت کو درست قرار دیا گیا ہے۔

جساسہ کا واقعہ...... پھر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے تمیم داری نے بیان کیا اور جساسہ کا واقعہ سنایا۔

تمیم داری نے آنحضرت ﷺ سے یہ واقعہ یوں بیان کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھی سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ ان کا جہاز بھٹک گیا اور اس نے انہیں ایک جزیرہ پر لا پھینکا۔ یہ لوگ جہاز سے اتر کر پانی کی تلاش میں جزیرہ کے اندر گئے تو وہاں انہیں ایک شخص ملا جس کے بال اتنے لمبے لمبے تھے کہ وہ انہیں کھینچتا پھرتا تھا۔

تمیم کی جساسہ سے ملاقات...... تمیم داری نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں جساسہ ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں کچھ حالات بتلاؤ؟ اس نے کہا میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا لیکن تمہیں اس جزیرہ میں ضرور جانا چاہئے۔

ایک قیدی کے سوالات...... تمیم داری کہتے ہیں کہ ہم لوگ جزیرہ کے اندر گئے تو وہاں ہم نے ایک قیدی کو دیکھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم لوگ عرب ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس نبی کا کیا ہوا جو تم لوگوں میں ظاہر ہوا تھا؟ ہم نے کہا!

"ان پر بہت سے لوگ ایمان لاچکے ہیں اور ان کی پیروی اختیار کر کے ان کو سچا مان چکے ہیں۔"

اس نے کہا ان لوگوں کے لئے اسی میں خیر ہے۔

پھر اس نے کہا۔

"کیا تم لوگ مجھے بتاؤ گے کہ عین ذغر نامی چشمے کا کیا ہوا!؟"

ہم نے اس شخص کو اس کے متعلق بتلایا تو وہ ایک دم جوش سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا۔

"اور عرب کے کھجور کے باغات کا کیا ہوا کیا ان پر پھل آ گیا؟"

ہم نے بتایا کہ ہاں ان پر پھل آ گیا ہے۔ یہ سن کر وہ اسی طرح اُچھل پڑا اور پھر کہنے لگا۔

"حقیقت میں جب مجھے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی تو میں طیبہ یعنی مدینہ کے علاوہ ہر ہر جگہ کو اپنے قدموں سے پامال کر دوں گا۔!"

طیبہ اور دجّال...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تمیم داریؓ کو سب صحابہ کے سامنے لائے اور سب کو یہ واقعہ سنوایا (اس روایت میں چشمہ ذغر اور نخل بیان عرب یعنی عرب کے کھجوروں کے باغات کے متعلق جو ذکر ہے وہ ظہور دجّال کی علامات میں سے بتلایا گیا ہے) غرض یہ واقعہ سنوا کر آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ شہر یعنی مدینہ ہی طیبہ ہے اور وہ قیدی شخص دجّال ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ بڑوں کی چھوٹوں سے روایت بیان کرنے کی یہ سب سے بہترین مثال ہے جو محدّثین نے پیش کی ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا (کیونکہ یہ روایت حضرت تمیم داریؓ کی ہے جسے خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے)

اشعریوں کا وفد...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے پاس اشعریوں کا وفد حاضر ہوا جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھی تھے اس وقت آپ ﷺ خیبر میں تھے۔ یہ لوگ حبشہ سے حضرت جعفرؓ ابن ابو طالب کے ہمراہ آئے تھے اور جیسا کہ بیان ہوا آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق صحابہ سے فرمایا تھا۔

"تمہارے پاس یمن والے آئے ہیں جو نرم دل اور ملائم مزاج کے ہوتے ہیں۔ ایمان بھی یمانی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔"

اہل یمن...... اسی طرح آنحضرت ﷺ نے یمن والوں کے حق میں فرمایا ہے کہ دنیا کی قومیں یمن والوں کو سرنگو کرنا چاہتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو سر بلند کرنے کا ارادہ فرما چکا ہے۔

یہ لفظ اشعری اصل میں اشعر کی طرف نسبت ہے جو ایک شخص کا لقب تھا اس کا اصل نام بنت ابن اُدُو ابن یشجب تھا۔ اشعر دراصل شعر سے بنا ہے جس کے معنی بال کے ہیں اس شخص کو اشعر اس لئے کہا جانے لگا تھا کہ جب یہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو اس کے تمام بدن پر بال تھے۔

فتح مکہ کفر کی شکست...... (قال) غرض پھر جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کے دین میں شامل ہو گئے تو عربوں نے سمجھ لیا کہ نہ ان میں آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے کی طاقت ہے اور نہ آپ ﷺ سے دشمنی رکھ کر زندہ رہنے کی قوت۔ کیونکہ قریش ہی عربوں کے رہنما اور سالار تھے (جن کے بل بوتے پر یہ ساری دشمنیاں اور لڑائیاں جاری تھیں) اور اب وہی قریش جوق در جوق رسول اللہ ﷺ کے دین میں شامل ہو رہے تھے۔

وفد کی حقیقت...... کتاب نہایہ میں لفظ وفد کی تعریف میں لکھا ہے کہ۔

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اکٹھے ہو کر کسی خاص مقصد کے لئے کہیں جائیں جانے والے کو وافد کہتے

ہیں۔ خود وفد اپنی قوم یا بھیجنے والوں کا قاصد ہوتا ہے اور ان کی نمائندگی کرتی ہے۔

کعب کی آمد یا وفد کعب...... کبھی وفد کے معنیٰ میں اس سے بھی زیادہ عمومیت ہوتی ہے اور اس شخص یا جماعت کو بھی وفد کہہ دیا جاتا ہے جو کسی کا قاصد نہ ہو بلکہ بطور خود جائے چنانچہ حضرت کعب ابن زہیر کی آنحضرت ﷺ کے پاس حاضری اسی کی مثال ہے۔

کعب و بجیرؓ دو بھائی...... اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن حضرت کعبؓ اور ان کے بھائی بجیرؓ ابن زہیر اپنی بھیڑیں لے کر چلے۔ راستے میں بجیر نے اپنے بھائی کعب سے کہا!

"تم ذرا بکریوں کے پاس ہی رہنا میں اس شخص یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ان کا کلام سننا چاہتا ہوں تاکہ معلوم تو ہو ان کے پاس ہے کیا۔"

بجیر کا اسلام...... کعب بکریوں کے پاس رک گئے اور بجیر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ ﷺ کا کلام سنا تو وہیں مسلمان ہو گئے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بجیرؓ اور کعبؓ کے باپ زہیر اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے اور ان سے اکثر سنا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے۔

کعبؓ و بجیرؓ کے باپ کا خواب...... اسی دوران ان کے والد زہیر نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے ان کی طرف ایک رسی کھینچی ہوئی ہے جسے پکڑنے کے لئے انہوں نے ہاتھ بڑھایا مگر ان کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکا۔

اس خواب کی تعبیر انہوں نے یہ لی کہ نبی اکرم ﷺ کا آخر زماں میں ظہور ہو گیا مگر انہیں آپ ﷺ کا زمانہ نہیں مل سکے گا۔

بیٹوں کو اسلام کی نصیحت...... زہیر نے یہ بات اپنے بیٹوں یعنی بجیرؓ اور کعبؓ سے بتلائی ساتھ ہی اس نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ملے۔ یعنی آنحضرت ﷺ تمہاری زندگی میں ہی ظاہر ہو جائیں تو تم اسلام قبول کرنا۔

بجیرؓ کا کعبؓ کو خط...... غرض بجیرؓ نے آنحضرت ﷺ سے ملنے کے بعد آپ ﷺ کی تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے جب کعبؓ کو بھائی کے اسلام کی خبر ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوئے۔ اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ طائف سے لوٹ رہے تھے تو بجیرؓ نے اپنے بھائی کعب ابن زہیر اور ان لوگوں کو لکھا جو آنحضرت ﷺ کی ہجو اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے۔ کہ آپ ﷺ نے مکہ فتح فرمالیا ہے اور قریش کے جو شاعر آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے ان کو قتل کرا دیا ہے کچھ لوگ جان بچا کر ادھر ادھر بھاگ گئے ہیں جیسے ابن زبعری اور ہبیرہ ابن ابی وہب۔ ساتھ ہی انہوں نے کعب کو لکھا کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا ہے کہ کعب ابن زہیر تم میں سے جسے بھی ملے وہ اسے قتل کر دے۔

قبول اسلام کی فہمائش...... آگے انہوں نے کعب کو لکھا!

"پس اگر تمہیں ذرا بھی اپنی جان عزیز ہے تو اڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤ کیونکہ آنحضرت ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کر لیتا ہے نہ آپ ﷺ اس کو اسلام سے پہلے کے گناہوں اور قصوروں پر سزا دیتے ہیں۔ ہاں اگر تم کو یہ بات منظور نہیں تو اپنے بچاؤ کی فکر کر لو!"

علامہ ابن ابی الفوارس کی کتاب صحیح الانساب میں یوں ہے کہ زہیر ابن ابی سلمٰی نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے میری طرف ایک رسّی گری میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہا مگر میرا ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی ہے کہ وہ اصل میں وہی نبی ہیں جو اس زمانے میں ظاہر ہونے والے ہیں مگر مجھے ان کا زمانہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا تم میں سے جس بھی اس نبی کا زمانہ ملے اسے چاہئے کہ ان کی تصدیق کرے اور ان کی پیروی اختیار کرے تاکہ ہدایت پا جائے۔

کعب کے شعر اور نبی ﷺ کی ناراضگی...... چنانچہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ظاہر فرمادیا تو بجیرؓ ابن زہیر آپ ﷺ پر ایمان لائے لیکن دوسرے بیٹے کعب کفر و شرک پر باقی رہے اور اپنے شعروں میں حضرت اُمّ ہانیؓ بنت ابو طالب کے عشقیہ انداز میں تذکرے کرتے رہے۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کعب میرے ہاتھ پڑ گیا تو میں یقیناً اس کی زبان کاٹ ڈالوں گا۔ کیونکہ کعب آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر کہا کرتے تھے۔

بجیر کے خط پر کعب کا خوف...... جب کعب کو بھائی کا یہ خط ملا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ادھر ان کے دشمن یہ کہہ کر انہیں اور زیادہ ڈرانے لگے کہ بس یہ سمجھ لو یہ شخص قتل ہو چکا ہے۔ آخر کعب کو اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

نبی کی شان میں کعب کا قصیدہ...... چنانچہ کعب نے اپنا وہ مشہور قصیدہ لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے اور دشمنوں کے ڈرانے کا ذکر ہے اس قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

ع. بانت سعاد فقلبی الیوم مستبول

ترجمہ: سعاد مجھ سے جدا ہو گئی اور شدّت غم سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔

بارگاہ نبوت میں حاضری اور اسلام...... اس کے بعد کعب ابن زہیر روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر اپنے ایک جاننے والے کے یہاں ٹھہرے۔ اگلے روز وہ شخص کعب کو آنحضرت ﷺ کے سامنے لے کر آیا جبکہ آپ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تھے۔ کعب کے میزبان نے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کعب سے کہا۔

"یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کھڑے ہو کر آپ ﷺ سے امان مانگو۔!"

کعب فوراً اٹھ کر آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھے اور بالکل آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ادھر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے پاس موجود صحابہ میں سے کوئی بھی کعب ابن زہیر کو پہچانتا نہیں تھا۔ پھر کعب نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کعب ابن زہیر آپ ﷺ کے پاس اپنی جان بخشی چاہنے اور توبہ کر کے مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے اگر میں اسے آپ ﷺ کے پاس لے آؤں تو کیا آپ ﷺ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!

تب کعب نے عرض کیا کہ میں ہی کعب ابن زہیر ہوں۔ یہ سنتے ہی ایک انصاری مسلمان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! اس خدا کے دشمن کو میرے حوالے فرمائیے تاکہ میں اس کی گردن مار دوں۔!"

مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جانے دو۔ یہ شخص توبہ کرنے اور شرمساری ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔!"

قصیدہ میں ذکر انصار سے گریز...... اس کے بعد جب کعب نے اپنا قصید پڑھا تو اس میں مہاجر کی تو تعریفیں کیں لیکن انصاریوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

ایک قول ہے کہ چونکہ وہ شخص جس نے آنحضرت ﷺ سے کعب کی گردن مارنے کی اجازت چاہی تھی وہ ایک انصاری مسلمان تھا جبکہ مہاجروں میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی اس لئے کعب نے اپنے قصیدہ میں انصاریوں کی کوئی تعریف نہیں کی۔ اب یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں بیان ہوا کہ کعبؓ نے یہ قصیدہ جس کا ایک مصرعہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے مدینہ آنے سے پہلے کہا تھا تو پھر اس میں انصاریوں کا ذکر نہ ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔ ہاں اگر یوں کہا جائے کہ کعبؓ نے یہ قصیدہ اسی وقت اور برجستہ موزوں کیا تھا تو بات ٹھیک ہو جاتی ہے۔

غرض اس قصیدہ میں چونکہ انصاریوں کا ذکر نہیں تھا اس لئے انصاری مسلمان ان پر ناراض ہو گئے اس پر کعب نے انصار کی تعریف میں ایک دوسرا قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مَنْ سَرَّهُ الحَيَاةِ فَلاَ يَزَلْ
فِيْ مُقْنَبٍ مِنْ صَالِحِيْ الاَنْصَارِ

ترجمہ: جس کو بہترین زندگی پسند ہے تو وہ ہمیشہ انصاریوں کے بہترین لوگوں کے ہجوم میں رہے گا۔

نبی کے حکم پر انصار کی تعریف...... یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعبؓ ابن زہیر کو خود آنحضرت ﷺ نے ہی انصاریوں کی تعریف کرنے پر اکسایا تھا کیونکہ جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ کعبؓ نے اپنے قصیدے میں مہاجروں کی تو تعریفیں کی ہیں لیکن انصاری مسلمانوں کا کوئی ذکر نہیں کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"تم نے اپنے قصیدے میں انصار کا کوئی ذکر خیر نہیں کیا جبکہ وہ اس کے اہل ہیں!"

کعبؓ پر نبی کی نوازش...... جب کعبؓ نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا اور اس میں اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسيف يستضاء به
مهند من سيوف الله مسلول

ترجمہ: پیغمبر ایک ہندوستانی تلوار کی طرح ہیں جن سے دفاع کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شمشیر برہنہ ہوتے ہیں۔

چادر مبارک کا کعبؓ کو ہدیہ...... تو آپ ﷺ نے اپنی چادر حضرت کعبؓ ابن زہیر پر ڈال دی جو اس وقت آپ ﷺ کے جسم مبارک پر تھی۔ بعد میں اس چادر کو حضرت امیر معاویہؓ ابن ابو سفیان نے ایک بہت بڑی رقم دے کر آل کعب سے خرید لیا تھا۔

اس سے پہلے اس سلسلے میں خود کعبؓ کو دس ہزار کی پیش کش کی گئی تھی مگر حضرت کعبؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس متبرک کپڑے کو جدا نہیں کروں گا مگر پھر جب حضرت کعبؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے کعبؓ کے وارثوں سے بیس ہزار میں یہ چادر مبارک خرید لی تھی۔

یہ چادر شاہان اسلام میں...... اس کے بعد پھر یہ چادر خلافت بنی امیہ اور پھر خلافت بنی عباس کے حکمرانوں کو

وراثت کے طور پر منتقل ہوتی رہی کیونکہ بنی امیہ کی خلافت ختم ہونے کے بعد بنی عباس کی خلافت کا دور شروع ہوا تو سب سے پہلے عباسی خلیفہ سفاح نے تین سو دینار میں یہ متبرک چادر خریدلی۔ بنی عباس کے خلفاء اس چادر کو اٹھتے بیٹھتے اپنے کاندھوں پر ڈالے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ عباس خلیفہ مقتدر باللہ کو جس وقت قتل کیا گیا تو یہ چادر اس وقت بھی کاندھے پر تھی اور اسی لئے یہ اس کے خون سے آلودہ ہوگئی تھی۔

ایک قول ہے کہ جو چادر عباسی خلفاء کے پاس تھی وہ آنحضرت ﷺ کی وہ چادر تھی جو آپ ﷺ نے ایلہ والوں کو اپنے ایک امان نامہ کے ساتھ عنایت فرمائی تھی۔ یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے دوران کا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت کعبؓ ابن زہیر والی چادر جو خلفائے بنی امیہ کے پاس تھی اموی خلافت کے زوال کے وقت ضائع ہوگئی تھی اور بنی عباس والی چادر دوسری تھی جو تاتاری فتنے کے دوران عباسی خلافت کے زوال کے وقت ضائع ہوئی۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز...... پھر میں نے اس سلسلے میں علامہ ابن کثیرؒ کی تاریخ دیکھی۔ علامہ کہتے ہیں کہ وہ چادر مبارک جو بنی امیہ کے خلفاء کے پاس رہی امیر معاویہؓ نے حضرت کعبؓ کے گھر والوں سے چالیس ہزار درہم میں خریدی تھی۔ پھر (امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد) وہ چادر بنی امیہ کے خلفاء اور ان کے بعد عباسی خلفاء کے پاس وراثت کے طور پر پہنچتی رہی یہاں تک کہ بغداد کے زوال کے وقت وہ تاتاریوں کے قبضے میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ ایک بہت مشہور بات ہے مگر میں نے کسی کتاب میں مضبوط سند کے ساتھ نہیں دیکھی!

کعبؓ شاعر اسلام...... غرض اسلام قبول کرنے کے حضرت کعب ابن زہیرؓ رسول اللہ ﷺ کے شاعروں میں کہلائے جن کی شاعری اسلام کے لئے ہوتی تھی جیسے حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ اور حضرت حسانؓ ابن ثابت تھے جو دونوں انصاری صحابہ تھے۔

مسعود ثقفی کا اسلام...... پھر جب رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں تبوک سے واپس مدینہ پہنچے تو اسی مہینے میں آپ ﷺ کے پاس بنی ثقیف کا وفد حاضر ہوا۔ بنی ثقیف کے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ طائف سے بنی ثقیف کا محاصرہ اٹھا کر واپس مدینہ کو روانہ ہوئے تو عروہ ابن مسعود ثقفی آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے آپ ﷺ کو جالیا۔ اور حضرت عروہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

مسعود ثقیف کی تبلیغ کو...... اس کے بعد انہوں آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی کہ اپنی قوم میں جاکر انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ تم سے مقابلہ کریں گے۔ حضرت عروہؓ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ! میں انہیں ان کی جیٹھی یعنی پہلی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ان کی آنکھ کا تارا ہوں۔!"

مسعودؓ کا قوم میں مرتبہ...... چنانچہ آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر عروہؓ اپنی قوم کی طرف واپس روانہ ہوگئے۔ چونکہ اپنی قوم میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اس لئے انہیں قوم کو کھلے عام تبلیغ کرنے کا اطمینان تھا کسی کی مخالفت کا خطرہ نہ تھا کیونکہ حضرت عروہؓ کا اپنی قوم میں بہت احترام تھا اور سب لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے۔

مگر جب وہ اپنی قوم میں پہنچ کر ایک روز ایک بلند جگہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دے کر بتلایا کہ وہ خود بھی دین اسلام قبول کر چکے ہیں تو لوگ غضب ناک ہو گئے اور ہر طرف سے حضرت عروہؓ پر تیروں کی بوچھار کر دی یہاں تک کہ تیر کھا کر وہ شہید ہو گئے۔

تبلیغ اور قتل...... ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عروہؓ مسلمان ہونے کے بعد رات کے وقت طائف پہنچے تو بنی ثقیف کے لوگ ان سے ملنے آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے حضرت عروہؓ نے اسی وقت انہیں اسلام کی دعوت دی اور وعظ و نصیحت کی لوگ یہ سنتے ہی بھڑک گئے اور ان کی توہین کرنے اور برا بھلا کہنے لگے جس کی وہ عادی نہیں تھے وہ تمام لوگ اسی وقت ان کے پاس سے اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔

صبح کو سویرے ہی حضرت عروہؓ اپنے مکان کی ایک کھڑکی میں کھڑے ہوئے اور کلمۂ شہادت پڑھنے لگے۔ اسی وقت بنی ثقیف کے ایک شخص نے اٹھ کر ان پر تیر چلایا جس سے وہ شہید ہو گئے آخر وقت میں ان سے پوچھا گیا کہ اپنے خون اور قتل کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے۔

حضرت عروہؓ نے فرمایا۔

"میری یہ موت ایک عزت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا اور میرا یہ قتل مقام شہادت ہے جو حق تعالیٰ نے مجھے میسر فرمایا اس لئے میری حیثیت بس وہی ہے جو ان شہیدوں کی ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں آپ ﷺ کے یہاں سے جانے سے پہلے شہید ہو چکے تھے اس لئے مجھے بھی ان ہی شہیدوں کے برابر دفن کرنا۔!"

مسعودؓ کی مثال...... چنانچہ انہیں وہیں دفن کیا گیا۔

حضرت عروہ ابن مسعودؓ ثقفی کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی قوم میں ان کی مثال ایسی ہے جیسی صاحب یٰسین کی۔ یعنی اس مرد خدا کی جس کا واقعہ سورۂ یٰسین میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ان بزرگ کا نام حبیب ابن بری تھا۔ انہوں نے اپنی قوم سے آکر کہا تھا کہ تم کو چاہئے کہ ان رسولوں کی اتباع و اطاعت کرو اس پر اس مرد بزرگ کی قوم نے ان کو قتل کر دیا۔

صاحب یٰسین حبیب کا واقعہ

تشریح...... سورۂ یٰسین میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. الخ سورۂ یٰسین پ (۲۲۔ ۲۳ع ۲۔ آیت ۲۰ تا آخر)

ترجمہ: اور ایک شخص مسلمان اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اور رسولوں کی راہ پر چلو ضرور ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

مرد خدا کی تبلیغ اور قتل...... ان آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اس کو علامہ ابن کثیرؒ اپنی

تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس بستی کے لوگوں کی سرکشی اتنی بڑھی کہ انہوں نے اپنی نبیوں کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا اس بستی کے آخری سرے پر ایک خداترس اور نیک مسلمان رہتا تھا جو رسی بٹنے کا کام کرتا تھا اس شخص کی پیشے کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ یہ بڑھئی تھا، کسی نے دھوبی بتایا ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ شخص موچی کا کام کرتا تھا۔ اس کو جذام کی بیماری تھی لیکن بہت نیک طبیعت اور دردمند انسان تھا جو کچھ کماتا تھا اس میں سے اکثر حصہ لوگوں کی امداد میں خرچ کر دیتا تھا۔

اس کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ قوم کی سرکشی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب وہ اپنے نبیوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ یہ نیک دل بزرگ بھاگتے ہوئے لوگوں کے پاس آئے اور انہیں سمجھانے لگے کہ تم ان پیغمبروں کے خلاف ایسی سازشیں کرتے ہو جو تم سے اپنے کسی فائدے کے لئے کچھ نہیں کہتے، تم سے کوئی اجرت اور صلہ نہیں مانگتے بلکہ خلوص دل سے تمہیں نیکی کا راستہ دکھلاتے ہیں اور خود بھی اسی سچے راستے پر چل رہے ہیں تمہیں تو یہ چاہئے کہ ان کی پیروی اور اطاعت کرو۔ مگر قوم نے اس مرد خدا کی ایک نہ سنی بلکہ غضبناک ہو کر انہیں بھی شہید کر دیا۔ (تشریح ختم۔ ازمرتب)

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ مراد صاحب الیاس ہوں کیونکہ ان کو یٰسین بھی کہا گیا ہے۔

اسی قسم کی بات رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کی بارے میں بھی فرمائی ہے جن کا نام قرہ ابن حصین یا ابن حرث تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بنی ہلال ابن عامر کی طرف بھیجا تھا جہاں انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر بنی ہلال نے ان کو شہید کر دیا۔ اس خبر پر بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کی مثال صاحب یٰسین کی سی ہے۔

بنی ثقیف کا اسلام...... غرض حضرت عروہؓ کو قتل کرنے کے ایک مہینے بعد بنی ثقیف کے لوگ ایک دن جمع ہوئے اور سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم لوگ گرد و پیش کے تمام عربوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد انہوں نے طے کیا کہ ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا جائے۔ اس بارے میں انہوں نے عبدیالیل ابن عمرو سے بات چیت کی یہ عبدیالیل بھی حضرت عروہ ابن مسعودؓ کی عمر کا ہی تھا۔ اسنے قاصد بن کر جانے سے انکار کر دیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کا انجام وہی نہ ہو جو حضرت عروہؓ کا ہو چکا ہے۔ ایک قول ہے کہ انہوں نے مسعود ابن عبدیالیل سے بات کی مگر یہ بات درست نہیں ہے۔

غرض اس نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جاؤں گا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی بھیجا جائے چنانچہ بنی ثقیف نے اس کے ساتھ پانچ آدمی بھیجے جن میں شرحبیل ابن غیلان بھی تھے جو بنی ثقیف کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔ یہ غیلان مع اپنی دس بیویوں کے مسلمان ہوئے تھے۔ ایسے ہی خود حضرت عروہ ابن مسعودؓ بھی تھے جو اپنی دس عورتوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے!

ثقیف کا وفد مدینہ کو...... ان کے علاوہ مسعود ابن معتب، مسعود ابن عمیر، سفیان ابن عبداللہ اور ابو عقیل مسعود ابن عامر تھے یہ سب کے سب بنی ثقیف میں سے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جانے والے انیس آدمی تھے جو سب کے سب ثقیف کے سربرآوردہ لوگ تھے۔ ان میں کنانہ ابن عبدیالیل بھی تھے جو اس وقت ان کے امیر تھے۔ نیز ان میں عثمان ابن ابوالعاص بھی تھے جو اس وفد میں سب سے کم عمر شخص تھے۔

غرض یہ لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت مغیرہ ابن شعبہ ثقفیؓ ان کو ملے جب انہیں حقیقت حال معلوم ہوئی تو وہ تیزی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو یہ خوش خبری سنانے کے لئے چلے کہ بنی ثقیف آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔

نبی کو وفد کی خوشخبری...... راستے میں ان کو حضرت ابو بکرؓ ملے تو مغیرہؓ نے یہ خوش خبری سنائی حضرت ابو بکرؓ نے سنتے ہی ان سے کہا۔

"میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہلے مت پہنچنا تاکہ آنحضرت ﷺ کو خوش خبری سنانے والا پہلا آدمی میں ہوں۔!"

حضرت مغیرہؓ اس بات کو مان گئے اور حضرت ابو بکرؓ سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ کو یہ مبارک خبر سنائی۔ ادھر مغیرہؓ پھر بنی ثقیف کے وفد کے پاس پہنچے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کا طریقہ بتلایا۔ یعنی اسلامی سلام بتلایا مگر ان لوگوں نے اپنے جاہلیت کے طریقہ پر ہی سلام کرنے پر اصرار کیا۔ وہ سلام تھا "عم صباحا"

وفد کو تعلیم قرآن و نماز...... اس کے بعد حضرت مغیرہؓ ان لوگوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ کے حکم پر ان لوگوں کے لئے مسجد نبوی کے ایک جانب ایک قبہ نصب کر دیا گیا تاکہ وہ لوگ قرآن پاک بھی سنتے رہا کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ لوگ کیسے نماز پڑھتے ہیں۔

عثمان ثقفی کا شوق اسلام...... یہ لوگ روزانہ دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آجاتے اور عثمان ابن ابوالعاص کو جو کم عمر تھے سامان کے پاس چھوڑ آتے جب یہ لوگ واپس قبہ میں آجاتے تو حضرت عثمان ثقفی آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور دین کی معلومات کرتے اور قرآن پاک پڑھوا کر سنتے۔ اگر یہ آنحضرت ﷺ کو سوتا ہوا پاتے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچ جاتے مگر اپنے آنے جانے کو اپنے ساتھیوں سے چھپاتے تھے تاکہ بچہ اور کم عمر ہونے کی وجہ سے وہ انہیں منع نہ کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات اور جذبہ بہت پسند تھا اور اسی لئے آپ ﷺ ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

جذام کے مریض سے احتیاط...... اس وفد میں ایک شخص مجذوم یعنی جذام کا مریض بھی تھا آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی ہے اس لئے تم واپس جا سکتے ہو (یعنی آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر بیعت نہیں لی۔ جذام کوڑھ سے زیادہ خوفناک مرض ہے جس میں جسم کی کھال گل جاتی ہے اور اس سے ہر وقت مواد رستا رہتا ہے)۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جذامی آدمی کی طرف نظر جما کر مت دیکھو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی جذامی آدمی سے بات کرو تو اپنے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کے برابر فاصلہ رکھو۔

کیا بیماری میں چھوت ہے...... مگر یہ روایات آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ!

"نہ بیماری متعدی یعنی چھوت کی ہوتی ہے اور نہ اُڑ کر لگنے والی ہوتی ہے۔"

اسی طرح کچھ دوسری احادیث بھی اس کے خلاف ہیں جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برتن میں کھلایا اور فرمایا!

"اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اللہ پر یقین اور توکّل کرتے ہوئے۔!"

توکّل اور احتیاط دونوں کی تعلیم......اس اختلاف روایات کے سلسلے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ جذامی سے پرہیز کرنے اور بچنے کا حکم ایک ہدایت اور رہنمائی ہے اور اس کے ساتھ کھانا تناول فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ جذامی کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے لیکن جذامی کے ساتھ میل جول رکھنے کا جواز ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ایمان مضبوط ہو اور عدم جواز ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ایمان کمزور ہو۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دونوں صورتوں پر عمل کر کے دکھلایا تاکہ دونوں ہی صورتوں پر آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کی جاسکے۔ یعنی قوی ایمان والا آدمی توکّل کا طریقہ اختیار کرے اور کمزور ایمان والا آدمی تحفظ اور احتیاط کا طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔

وفد ثقیف کی واپسی...... غرض جب یہ لوگ مدینہ سے واپس جانے لگے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:-

"یارسول اللہ! ہم پر کسی شخص کو امیر مقرر فرما دیجئے جو ہماری امامت کے فرائض انجام دے!"

وفد کا کمسن امیر......اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ کو (جو ان میں سب سے کم عمر تھے) ان کا امیر بنادیا کیونکہ آپ ﷺ اسلام کے لئے ان کا شوق و جستجو دیکھ چکے تھے اور جانتے تھے کہ وہ دین کی تعلیم اور قرآن پاک کی قرأت سیکھ چکے ہیں۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے متعلق آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لڑکا ان لوگوں میں سب سے زیادہ دین اسلام اور قرآن پاک کی قرات کا شوقین ہے۔

ایک روایت میں خود حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ کہتے ہیں۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے میری قوم کا امام بنادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں امام بنایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جب تم امامت کرو تو ہلکی نماز پڑھانا۔ اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اذان دینے کی اجرت نہ لے۔!"

(یعنی لمبی نماز اور طویل رکوع و سجود نہ کرنا) حضرت خالد ابن سعد ان کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان پیغام رسانی کا واسطہ بنے ہوئے تھے۔ آخر انہوں نے ان لوگوں کے لئے تحریر لکھی جس میں ایک جزء یہ تھا کہ۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد النبی ﷺ کی طرف سے ہے جو مومنوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں کہ "وجّ" کے کانٹے اور شکار حرام ہے وہاں کا کوئی درخت نہیں کاٹا جاسکتا۔ جو شخص ایسا کرتا ہوا پایا جائے اس کے کپڑے اتار کر کوڑے لگائے جائیں۔!"

وجّ طائف کی ایک وادی کا نام ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خود طائف ہی کو وجّ کہا جاتا ہے۔ یہاں جس لفظ کا ترجمہ کانٹے کیا گیا ہے وہ "عضاہ" ہے اور عضاہ تمام کانٹے دار اور بڑے درختوں کو کہتے ہیں یہ لفظ جمع ہے اور اس کا مفرد عضۃ ہے جیسے شفۃ سے شفاہ آتا ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی نے یوں روایت کیا ہے کہ۔ "خبردار رہو کہ وجّ کا شکار اور وہاں کے کانٹے حرام اور محرم ہیں۔"

غرض بنی ثقیف کے وفد کے لوگ مدینہ پہنچنے کے بعد اتنے مجبور ہو گئے کہ جب تک مسلمان نہیں

ہوگئے آنحضرت ﷺ کا بھیجا ہوا کھانا خالد ابن سعد کو چکھائے بغیر نہیں کھاتے تھے۔

ممنوعات میں رعایت کی درخواست...... مسلمان ہونے کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ نماز ہمارے لئے معاف کر دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ جس میں رکوع نہ ہو۔

اسی طرح پھر ان لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں زنا، سود اور شراب نوشی کی اجازت دے دی جائے مگر آنحضرت ﷺ نے انکار فرمادیا۔

آنحضرت ﷺ کا قطعی انکار...... اس کے بعد بنی ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ کم از کم ان کے طاغیہ بت کو چھوڑ دیا جائے اور اب سے تین سال بعد توڑا جائے۔ یہ طاغیہ بت وہی لات نامی بت تھا اور اس کو یہ لوگ ربہ کہا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ وہ لوگ پھر بھی اصرار کرتے رہے اور اس پر آگئے کہ طاغیہ کو کم از کم ایک سال تک نہ توڑا جائے مگر آنحضرت ﷺ انکار فرماتے رہے۔

بت شکنی میں مہلت کے لئے انکار...... آخر میں انہوں نے عرض کیا کہ اچھا ربہ کو کم از کم ایک مہینے کے لئے چھوڑ دیا جائے یہ مہلت مانگنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ رفتہ رفتہ ان کی قوم کے دلوں میں اسلام جاگزیں ہو جائے گا ورنہ اگر اس وقت ان کے سب سے بڑے بت کو توڑ اگیا تو قوم کے بے وقوف لوگ اور عورتیں دہشت زدہ ہو جائیں گی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ایک مہینے کی مہلت دینے سے بھی انکار فرمادیا۔

قوم کے لئے وفد کا منصوبہ..... آخر مایوس ہو کر جب وہ روانہ ہونے لگے تو ان کے سردار کنانہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا!

"میں بنی ثقیف کو تم میں سب سے زیادہ جانتا ہوں اس لئے مناسب یہ ہے کہ فی الحال تم لوگ اپنے اسلام کو قوم سے چھپائے رکھنا اور جنگ و خوں ریزی کے خطرات سے ڈرانا۔ ان سے کہنا کہ محمد ﷺ نے ہم سے بہت بڑی بڑی باتوں کا مطالبہ کیا اور ہم ان کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ہم سے مطالبہ کیا کہ ہم طاغیہ بت کو توڑ ڈالیں اور زنا، سود اور شراب نوشی چھوڑ دیں۔!"

سخت شرائط اور مایوسی کا ذکر...... چنانچہ جب واپس پہنچے پر بنی ثقیف ان لوگوں کے پاس آئے اور ان سے حالات پوچھے تو انہوں نے کہا۔

"ہم ایک انتہائی تند خو اور سخت طبیعت شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس نے تلوار کے زور سے اپنا سکہ جمالیا ہے اور لوگ اس کے دین کو قبول کر چکے ہیں انہوں نے ہمارے سامنے بڑی سخت باتیں پیش کی ہیں۔!"

اشتعال اور ہتھیار بندی...... اس کے بعد انہوں نے وہ سب باتیں ان لوگوں کو سنائیں۔ بنی ثقیف کہنے لگے کہ واقعی ہم تو یہ باتیں کبھی بھی نہیں مان سکتے اور نہ ان کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اس پر وفد والوں نے کہا!

"بس تو ہتھیار لگاؤ اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور تیر اندازی کے ذریعہ اپنی حویلیوں کی حفاظت کرو۔!"

چنانچہ بنی ثقیف جنگ کے لئے تیار ہو کر بیٹھ رہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں دو تین دن گزر گئے۔

دلوں میں اسلامی دبدبہ...... مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ودبدبہ ڈال دیا چنانچہ انہوں نے پھر اپنے وفد کے لوگوں کو جمع کر کے کہا۔

"خدا کی قسم ہم میں ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں اس لئے تم لوگ پھر واپس جاؤ اور ان کے سب مطالبے منظور کر لو۔!"

قوم سے اظہار حقیقت...... یہ سنتے ہی وفد والوں نے ان سے کہا!

"ہم پہلے ہی ان کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہیں اور مسلمان ہو چکے ہیں۔!"

لوگوں نے کہا پھر تم نے یہ بات ہم سے چھپائی کیوں تھی؟

انہوں نے جواب دیا۔

"اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی نخوت وغرور نکال دے!"

ثقیف کا اسلام...... غرض اس کے بعد وہ سب لوگ مسلمان ہوگئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد آئے۔ آپ ﷺ نے طاغیہ بت کو توڑنے کے لئے حضرت ابوسفیان ابن حربؓ اور حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کو بھیجا تھا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ثقیف کے وفد کے لوگ جب مدینہ میں اپنے معاملات سے فارغ ہوگئے اور وطن کو واپس روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ کو طاغیہ بت توڑنے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں بھی وفد کے ساتھ ہی روانہ ہوئے۔

بت شکن دستہ...... جب یہ حضرات طائف کے سامنے پہنچ گئے تو حضرت مغیرہؓ نے چاہا کہ ابوسفیانؓ کو آگے بھیج دیں مگر ابوسفیانؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تمہاری قوم ہے تم ہی شہر میں داخل ہو۔ چنانچہ جب مغیرہؓ داخل ہوئے تو انہوں نے بت کو توڑنے کے لئے کدال بلند کی۔ یعنی وہ بڑی کدال جس سے چٹانیں توڑی جاتی ہیں۔ اس وقت حضرت مغیرہؓ کی قوم کے لوگ ان کے بچاؤ کے لئے دیوار بن کر کھڑے ہوگئے تاکہ کوئی شخص تیر نہ چلا دے اور کہیں ان کا بھی وہی حشر ہو جو حضرت عروہؓ کا ہو چکا ہے۔

اس وقت بنی ثقیف کی عورتیں حسرت وافسوس کے ساتھ یہ منظر دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل آئیں حتیٰ کہ دوشیزائیں تک کھلے سر اپنے تہہ خانوں سے باہر آکر طاغیہ کے انجام پر آنسو بہا رہی تھیں۔

بت شکنی اور مغیرہؓ کا مذاق...... ایک روایت ہے کہ ان کا خیال تھا کہ طاغیہ کو توڑ دینا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ خود اپنی حفاظت کرے گا۔ اس وقت مغیرہؓ نے اپنی قوم کے ساتھ مذاق کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں بنی ثقیف کی حرکتوں پر تمہیں ہنساؤں گا۔

قوم کی بت سے عقیدت وخوف...... چنانچہ انہوں نے طاغیہ کو توڑنے کے لئے اس پر کدال بلند کی تو ایک دم جان بوجھ کر گر پڑے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ گرے اور اچانک کانپنے لگے، یہ دیکھ کر بنی ثقیف کے لوگ ایک ساتھ چلا اٹھے اور کہنے لگے۔

"خدا مغیرہؓ کو سمجھے۔ اسے ربہ نے ہلاک کر دیا۔ پھر کہنے لگے۔ خدا کی قسم وہ اس کو توڑ نہیں سکتا۔!"

ایک روایت میں یوں ہے کہ مغیرہؓ نے کدال اٹھا کر لات کے ماری اور ساتھ ہی ایک چیخ مار کر منہ کے بل گر پڑے۔ یہ منظر دیکھتے ہی سارا طائف خوشی کی چیخوں سے گونج اٹھا کہ لات نے مغیرہؓ کو پچھاڑ دیا۔ پھر لوگ

خوش ہوتے ہوئے مغیرہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"کیا دیکھا مغیرہؓ۔ ارے جاؤ تم اسے کیا توڑو گے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ جو شخص طاغیہ کے مقابلے میں آئے گا وہ اس کو ہلاک کر دے گا۔!"

بت کے ڈھول کا پول...... اس وقت حضرت مغیرہؓ ایک دم ہنستے ہوئے کھڑے ہو گئے اور بنی ثقیف سے بولے۔

"ارے خبیثو! میں نے تم پر لوگوں کو ہنسوانے کے لئے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اسی وقت وہ اچانک اچھل کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا تمہیں خراب کرے یہ بت تو بے جان پتھر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہی عافیت و خیر مانگو اور اسی کی عبادت کرو!"

اس کے بعد حضرت مغیرہؓ نے طاغیہ کو توڑنا شروع کیا آخر انہوں نے اس کو منہدم کر دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے اس بت خانہ کا دروازہ توڑا تھا یہاں تک کہ پھر اس کی بنیاد تک کھود کر پھینک دی اور اس کی مٹی اور اینٹیں تک اکھاڑ ڈالیں کیونکہ انہوں نے اس بت خانے کے پجاری کو یہ کہتے سنا تھا کہ اس کی بنیادوں سے غیظ و غضب ظاہر ہو گا اور سب کو لے ڈوبے گا۔

بت خانے کی دولت...... حضرت مغیرہؓ نے اس بت خانے کا تمام مال و دولت اور زیورات و سونا چاندی قبضے میں لیا اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔

جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ابو سفیانؓ کو حکم دیا کہ طاغیہ کے اس مال میں سے عروہؓ اور اسودؓ کا قرض ادا کر دو۔ چنانچہ ابو سفیانؓ نے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو ملیح ابن عروہ ابن مسعود اور قارب آپس میں چچازاد بھائی تھے اور قارب اسود کے بیٹے تھے جو عروہؓ کے سگے بھائی تھے۔

قرضوں کی ادائیگی...... یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں درخواست کی تھی۔ یہ دونوں حضرت عروہ ابن مسعودؓ کے قتل ہو جانے کے بعد آئے تھے جبکہ بنی ثقیف نے مسلمان ہونے سے پہلے حضرت عروہؓ کو تبلیغ کے جرم میں قتل کر دیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

جب ابو ملیح نے عروہ کا قرضہ ادا کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا۔ اس پر قارب نے جو ابو ملیح کے چچازاد بھائی تھے عرض کیا۔

"اور اسود کی طرف سے بھی یا رسول اللہ۔ اس لئے کہ عروہؓ اور اسودؓ دونوں سگے بھائی تھے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسود مشرک ہونے کی حالت میں مرا ہے۔

اس پر قارب نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! قرض تو اب میرے اوپر ہے اور میں ہی مانگ رہا ہوں۔!"

بنی تمیم کا وفد اور قیس...... بہر حال ان وفدوں کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرب کے جو وفد آئے ان میں سے ایک بنی تمیم کا وفد تھا۔ اس وفد کے متعلق پچھلی سطروں میں وہاں بیان گزر چکا ہے جہاں حضرت عیینہ ابن حصن فزاری کے سریہ کا ذکر ہوا ہے جو بنی تمیم کی طرف بھیجا گیا تھا۔

قیس کا بے مثال حلم و مروّت...... اس وفد میں عطارد ابن حاجب، عمرو ابن اہتم، اقرع ابن حابس اور زبرقان ابن بدر شامل تھے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ وفد تمیم کے ساتھ قیس ابن عاصم بھی تھے اور وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ اہل وبر کا سردار ہے۔ یہ ایک نہایت عقلمند آدمی تھے اور اپنی نرم مزاجی میں مشہور تھے۔

احنف ابن قیس ایک بے انتہا حلیم اور بردبار انسان تھے ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ آپؒ نے یہ حلم و بردباری کس سے سیکھی؟ انہوں نے کہا!

قیس ابن عاصم سے۔ میں نے ایک روز انہیں اپنے گھر کے باہر آنگن میں بیٹھے دیکھا وہ تلوار کا پرتلہ ٹانگوں پر لپیٹے بیٹھے تھے اور لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ اسی وقت ان کے پاس ایک قاتل کو لایا گیا جس کو باندھ رکھا تھا اور ایک دوسرے شخص کی لاش لائی گئی جسے اس قاتل نے قتل کیا تھا پھر انہیں بتایا گیا کہ یہ قاتل آپ کا بھتیجا ہے اور یہ مقتول آپ کا بیٹا ہے جسے آپ کے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ مگر یہ اتنا بھیانک واقعہ سننے کے بعد بھی قیس ابن احنف نے نہ تو نشست بدلی اور نہ اپنی گفتگو روکی۔

یہاں تک کہ جب وہ اپنی بات پوری کر چکے تو اپنے بھتیجے کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔

"بھتیجا تم نے یہ کیا کیا۔ کہ اپنے پروردگار کا گناہ کیا، خون کے رشتے کو کاٹ ڈالا، اپنے چچازاد بھائی کو قتل کیا اور خود اپنے ہی پر تیر چلا دیا۔!"

اس کے بعد انہوں نے اپنے دوسرے بیٹے سے کہا۔

"اٹھو بیٹے! اپنے بھائی کے دفن کا انتظام کرو۔ اور اپنے چچا کے بیٹے کی رسّیاں کھول ڈالو۔ اور اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور اس بے چاری کو سو اونٹنیاں خوں بہا کے طور پر دے دو۔!"

قیس اور شراب نوشی سے توبہ...... حضرت قیس ابن عاصم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ (یعنی مسلمان ہونے سے پہلے ہی شراب پینی چھوڑ چکے تھے) اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز وہ بے حد نشے میں ڈوبے ہوئے تھے چنانچہ اسی مدہوشی میں اپنی بیٹی کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس کے ماں باپ کو گالیاں دینے لگے پھر چاند پر نظر پڑی تو اس سے باقاعدہ باتیں کرنے لگے اور شراب بنانے والے کو بہت سامال و دولت دے ڈالا۔

قیس کی بیٹیوں کو قیمتی وصیت...... اس کے بعد جب انہیں ہوش آیا تو (انہیں اپنی حرکتوں پر ندامت ہوئی اور) انہوں نے شراب اپنے اوپر حرام کر لی۔ ساتھ ہی انہوں نے شراب کی مذمّت اور برائی میں بہت سے شعر لکھے۔

اپنی وفات کے وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان سے کہا!

"بیٹو! میری یہ بات یاد رکھنا کہ مجھ سے زیادہ تمہیں خیر خواہی سے نصیحت کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یاد رکھو کہ ہمیشہ ہر معاملہ میں اپنے بڑوں کو ہی سردار اور بڑا بنانا اپنے چھوٹوں کو مت بنانا ورنہ لوگ تمہارے بڑوں کو ہی بے وقوف بتائیں گے اور ان کی توہین کیا کریں گے۔ تم پر ضروری ہے کہ اپنے مال کی اصلاح کرو کیونکہ یہ مال ہی ہے جو شریف آدمی کو بیدار رکھتا ہے اور آدمی کو کمینے لوگوں سے بے نیاز رکھتا ہے۔ دیکھو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے ہمیشہ بچنا کیونکہ سوال کرنے کی عادت انسان کو محنت کرنے کی

روزی حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھ پر نوحہ و ماتم مت کرنا کیونکہ آنحضرت ﷺ پر بھی نوحہ اور بین نہیں کیا گیا تھا۔!"

ان کی وفات پر جو شعر لکھے گئے ان میں سے ایک یہ ہے۔

فَمَا كَانَ قَيْسٌ هَلْكُهُ هَلْكَ وَاحِدٌ
وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

ترجمہ: قیس کی موت تنہا قیس کی ہی نہیں ہے بلکہ اس کی موت سے پوری قوم کی بنیادیں شکستہ ہو گئیں۔

وفد بنی تمیم کے متعلق یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حجروں کے سامنے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو آوازیں دی تھیں اور تین دفعہ پکار کر کہا تھا کہ اے محمد ﷺ ذرا باہر ہمارا پاس آیئے جس پر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تھے۔ یہ سب تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

وفد بنی عامر...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بنی عامر کا حاضر ہوا جس میں عامر ابن طفیل، اربد ابن قیس اور جَبار سلمی (سین کے پیش یا زبر کے ساتھ) شامل تھے۔ یہ تینوں آدمی اپنی قوم کے سر کردہ لوگوں میں سے تھے۔

دشمن خدا عامر...... ان میں دشمن خدا عامر ابن طفیل بنی عامر کا سردار تھا۔ عکاظ کے میلے میں اس کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان کرایا جاتا تھا کہ اگر کوئی یہاں بغیر سواری کے پیدل ہے تو ہمارے پاس آئے ہم اس سے سواری دیں گے، بھوکا ہے تو ہم اسے کھانا کھلائیں گے اور کسی سے خوفزدہ ہو تو ہم اسے امان اور پناہ دیں گے۔ یہ عامر انتہائی خوبصورت شخص تھا۔

عامر و اربد کی سازش...... غرض یہ عامر ابن طفیل دوسی اصل میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غداری اور دغا کرنے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا چنانچہ اس نے اربد کو اسی دغا پر آمادہ کیا تھا۔ یہ اربد عرب کے شاعر لبید کا بھائی تھا۔ عامر ابن طفیل نے اربد ابن قیس سے کہا۔

"جب ہم ان کے یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کو باتوں میں لگا کر ان کا رخ اور ان کی توجہ اپنی طرف پھیر لوں گا بس جیسے ہی میں اس میں کامیاب ہوں تو تم ان پر تلوار بلند کر کے حملہ کر دینا۔!"

حالانکہ عامر سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اے عامر! لوگ اسلام لا چکے ہیں تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا۔

"خدا کی قسم میں عہد کر چکا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک کہ سارا عرب میرے پیچھے پیچھے نہ چلنے لگے۔ لہٰذا کیا اس قریشی نوجوان کی اطاعت کروں گا۔!"

عامر آنحضرت ﷺ کے روبرو...... اس کے بعد جب یہ لوگ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو عامر ابن طفیل نے کہا۔

"اے محمد ﷺ! مجھے اپنا دوست بنا لیجئے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں جب تک کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس نے پھر کہا کہ اے محمد ﷺ۔ مجھے دوست بنا لیجئے اور پھر آنحضرت ﷺ سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ ساتھ ہی وہ اربد کی طرف سے اپنی حکم کی تعمیل کا انتظار کرتا رہا مگر اربد نے کچھ بھی نہ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ عامر جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو اس کے لئے آنحضرت ﷺ نے ایک گدا بچھوایا تاکہ اس پر بیٹھے۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ عامر تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا۔

"مجھے دراصل آپ سے ایک کام ہے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا اچھا قریب آجاؤ۔ چنانچہ ابو عامر اتنا قریب بیٹھ گیا کہ گویا آپ ﷺ پر جھک گیا اب اس سے ابو عامر کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے جس میں اس نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ مجھے تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ نیز اسی سے ابو عامر کا اربد سے یہ کہنا بھی واضح ہو جاتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی توجہ اور رخ تمہاری جانب سے پھیر دوں گا۔

قبول اسلام کی شرائط...... (قال) ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عامر ابن طفیل سے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو وہ کہنے لگا۔

"اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا آپ ﷺ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بنادیں گے ؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ وعدہ نہ تمہیں دیا جاسکتا ہے اور نہ تمہاری قوم کو۔ یہ معاملہ اللہ کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے دے۔!"

نصف حکومت کا مطالبہ...... اس کے بعد عامر ابن طفیل کہنے لگا۔

"میں اس شرط پر مسلمان ہو سکتا ہوں کہ دیہاتی علاقے کی حکومت مجھے مل جائے اور شہری علاقے کی حکومت آپ ﷺ رکھ لیں۔!"

انکار پر عامر کی دھمکیاں...... آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں۔ عامر بولا کہ پھر مسلمان ہو کر مجھے کیا ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کو ملتا ہے وہی تمہیں ملے گا اور جو سب مسلمانوں کی ذمہ داریاں ہیں وہی تمہاری ہوں گی۔" عامر نے کہا

"تب پھر یاد رکھو میں گھوڑے سوار اور پیدل فوجوں سے یہ سارا علاقہ پاٹ دوں گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ بہادر شہسواروں اور جانباز پیدل لشکر سے یہ علاقہ بھر دوں گا۔ اور ہر ہر درخت سے ایک گھوڑا بندھا نظر آئے گا۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزّوجلّ تمہیں ایسا کرنے نہیں دے گا۔

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں اس وقت حضرت اسید ابن حضیرؓ ان دونوں کے سروں پر ٹھوکے مار کر کہنے لگے کہ نکل جاؤ یہاں سے اے لنگورو۔ عامر نے ان کی طرف مڑ کر کہا تم کون ہو ؟ انہوں نے کہا اسید ابن حضیرؓ۔ عامر نے کہا۔ کیا حضیر ابن سماک کے بیٹے ؟ انہوں نے کہا ہاں۔ عامر نے کہا۔ تمہارے باپ تم سے کہیں بہتر آدمی تھے۔ انہوں نے کہا۔

"نہیں میں تجھ سے اور اپنے باپ دونوں سے بہتر ہوں اس لئے کہ میرا باپ بھی مشرک تھا اور تو بھی مشرک ہے۔!"

عامر کے لئے بد دعا...... ادھر آنحضرت ﷺ (عامر کی سرکشی اور خیرہ سری دیکھ کر) کئی دن تک ان لوگوں کے لئے بد دعا فرماتے رہے۔ آپ ﷺ دعا میں فرماتے۔

"اے اللہ! تو جیسے چاہے مجھے عامر ابن طفیل سے نجات عطا فرما اور اس کے لئے کوئی ایسی بیماری بھیج دے جو اسے ہلاک کر دے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ اور بنی عامر مسلمان ہوتے تو میں قریش سے ان کے ٹھکانوں پر پہنچ کر مڈ بھیڑ کرتا۔"

بنی عامر کے لئے دعائے ہدایت...... پھر آپ ﷺ نے اس کی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ اے قوم ایمان لاؤ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! بنی عامر کو ہدایت عطا فرما اور عامر ابن طفیل کی توجہ میری طرف سے ہٹا دے جیسے تو چاہے اور جہاں چاہے۔!"

سازش کی ناکامی...... بخاری میں ہے کہ عامر ابن طفیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا!

"میں آپ ﷺ کو تین باتوں میں سے کوئی ایک صورت قبول کرنے کا اختیار دیتا ہوں یا تو یہ کہ آپ ﷺ شہری علاقوں کی حکومت لے لیں اور میرے لئے دیہات چھوڑ دیں۔ یا یہ کہ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ ورنہ پھر میں غطفانیوں کے ایک ہزار نوجوان مردوں اور ایک ہزار نوجوان عورتوں کے ساتھ آپ سے جنگ کروں گا۔!"

اربد پر عامر کا غصہ...... جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس روانہ ہوئے تو باہر نکل کر عامر نے اربد سے کہا۔

"اربد۔ تیرا برا ہو میں نے تجھے جو حکم دیا تھا اس کا کیا ہوا۔ خدا کی قسم روئے زمین پر صرف تو ہی ہے جس سے میں ہمیشہ ڈرتا تھا لیکن خدا کی قسم آج کے بعد میں تجھ سے اب کبھی نہیں ڈروں گا۔!"

اربد کی داستان ناکامی...... اربد نے کہا۔

"کوئی پرواہ نہیں مگر تم میرے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو خدا کی قسم مجھے تم نے جو ہدایت کی تھی میں نے اسے پورا کرنے کا جوں ہی ارادہ کیا میرے اور اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کے درمیان پردے حائل ہو گئے یہاں تک کہ مجھے تمہارے سوا کوئی تیسرا آدمی نظر نہیں آرہا تھا اب کیا میں تم پر تلوار چلا دیتا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان لوہے کی ایک دیوار دیکھی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جوں ہی میں نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا میرا ہاتھ وہیں جم کر رہ گیا یہاں تک کہ میں اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب میں نے تلوار سونتنے کا ارادہ کیا تو اچانک مجھے اپنے سامنے ایک سانڈ اونٹ نظر آیا جو منہ کھولے ہوئے میری طرف متوجہ تھا خدا کی قسم اگر میں تلوار سونتتا تو وہ سانڈ میرا سر اپنے منہ سے چبا ڈالتا۔!"

اب ان مختلف روایتوں میں اس طرح جمع اور موافقت ممکن ہے کہ جب اربد نے پہلی بار آنحضرت ﷺ پر حملے کے تلوار سونتنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ اس کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور اس صرف عامر نظر آیا۔ پھر اس نے جب تلوار کھینچنے کا ارادہ دوسری دفعہ کیا تو اسے درمیان میں ایک فولادی دیوار نظر آئی۔ اسی طرح تیسری مرتبہ میں اس کے ہاتھ جم گئے اور چوتھی دفعہ میں اسے وہ خوفناک سانڈ نظر آیا۔

عامر بد دعا کا شکار...... غرض اس کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کو واپس روانہ ہوئے مگر اچانک راستے ہی میں عامر کے گلے میں۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ حلق میں اللہ تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط فرمادی اور اسے ایک سلولی عورت کے گھر جو بنی سلول سے تعلق رکھتی تھی پناہ لینی پڑی۔ یہ لوگ کمینگی اور کنجوسی میں مشہور تھے۔

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ اس عورت کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ عورت نسب کے لحاظ سے عامر ابن طفیل سے قریب تھی کیونکہ یہ سلول ابن صعصعہ کی طرف منسوب تھی یعنی اس کی اولاد میں سے تھی اور عامر کا باپ طفیل بنی عامر ابن صعصعہ کے خاندان سے تھا۔ یہ عورت عامر پر افسوس کرنے لگی اور عامر بھی اس پر افسوس کر رہا تھا کہ اس کی موت اس عورت کے گھر میں ہو رہی ہے۔

موت کی گلٹی...... عامر ابن طفیل طاعون کی بیماری کا اندازہ کر کے حسرت و فریاد کرنے لگا۔

"اے بنی عامر!۔ گلٹی۔ یعنی اونٹ کو جیسے بیماری کی گلٹی نکلتی ہے وہی میرے نکل آئی ہے۔ اور بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں موت آرہی ہے۔ میرا گھوڑا لاؤ۔!"

کیونکہ اول تو عربوں میں میدان جنگ کی موت ہی عزت کی موت تھی بستر پر پڑ کر مرنا نہایت ذلت کی بات تھی اور پھر وہ بھی بنی سلول کی کسی عورت کے گھر میں جو عام طور پر کمینگی اور بخل میں بدنام تھے۔ اور بھی رسوائی کی بات تھی)

غرض پھر عامر ابن طفیل اپنے گھوڑے پر سوار ہوا نیزہ سنبھالا اور چکرانے لگا یہاں تک کہ اس حالت میں گر کر مر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ پکارنے لگا۔ اے ملک الموت میرے مقابلہ پر آ۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آ اے موت مجھ سے مقابلہ کر۔ میں تجھ سے لڑنے کو تیار ہوں۔

عامر کی موت...... اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عامر کی موت میں مدینہ سے چلنے کے بعد زیادہ مدّت نہیں لگی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد ابھی وہ دور نہیں گیا تھا کہ اسے اپنی قوم کی ایک عورت ملی جس کو سلولیہ کہا جاتا تھا۔ عامر اس کے گھر اتر گیا اور رات کو وہیں سویا اسی حالت میں اس کے حلق کے اندر موت کی گلٹی نکل آئی۔ عامر تیزی سے اٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنا نیزہ سنبھال کر وہیں چکرانے لگا۔ ساتھ ہی وہ کہتا جاتا تھا کہ اونٹوں والی گلٹی اور وہ بھی سلولیہ کے گھر میں۔ آخر کچھ دیر بعد اسی حالت میں وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

بہر حال اس قول میں اور اوزاعی کے قول میں موافقت ضروری ہے۔ جس کے مطابق یحیٰی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ تیس دن تک عامر ابن طفیل کے حق میں بد دعا فرماتے رہے (جبکہ ان روایات کے مطابق عامر مدینہ سے چلنے کے بعد جلد ہی مر گیا تھا)

آنحضرت ﷺ کے خلاف اربد کا غیظ...... عامر کے راستے میں مرنے کے بعد اس کے دونوں ساتھی اپنے وطن پہنچے تو لوگوں نے اربد سے پوچھا کہ کیا دیکھ کر اور کیا کر کے آئے ہو؟ تو اربد نے کہا۔

"خدا کی قسم کچھ بھی نہیں۔ اس نے ہمیں ایسی چیز کی عبادت کی طرف دعوت دی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اگر وہ یعنی آنحضرت ﷺ میرے سامنے ہو تو میں اسے تیر مار کر ہلاک کر دوں۔!"

اربد کا عبرتناک انجام...... یہ الفاظ سننے کے ایک دو دن بعد ہی وہ اپنا اونٹ لے کر جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر آسمانی بجلی گرائی جس سے اسی وقت اربد اور اس کا اونٹ دونوں جل کر بھسم ہوگئے۔ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ) اس روز مطلع بالکل صاف تھا یعنی آسمان میں کہیں بادل نہیں تھے دھوپ اور گرمی پڑ رہی تھی۔

چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ

(سورۂ رعد پ ۱۳ ع ۲، آیت ۱۳)

ترجمہ: اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔

بنی عامر کا اسلام...... عامر ابن طفیل کے تیسرے ساتھی جبار سلمی تھے۔ وہ اور ان کے علاوہ بنی عامر کے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے تھے۔

وفد ضمام ابن ثعلبہ...... اسی طرح ضمام ابن ثعلبہ کا وفد آیا۔ اس بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وفد ۵ھ میں حاضر ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا اس کے متعلق طلحہ ابن عبید اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے والی مسجد میں سے ایک دیہاتی آیا۔ جس کے بال الجھے ہوئے غبار آلود تھے ہم اس کی آواز کی گونج تو سن رہے تھے مگر اس کی گفتگو ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ (حدیث)

اعرابی نبی ﷺ کے حضور میں...... یہ شخص اونٹ پر سوار آیا تھا جسے اس نے مسجد میں آکر بٹھایا اور باندھ دیا پھر اس نے مجمع کی طرف دیکھ کہا کہ تم میں سے عبد المطلب کا بیٹا کون ہے؟ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ تم میں سے محمد ﷺ کون ہیں؟

صحابہ نے جواب دیا۔

"یہ سرخی مائل گورے گورے جو اپنی کہنی پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔!"

صاف گوئی کے لئے اجازت طلبی...... یہ سن کر وہ شخص آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا اور کہنے لگا۔

میں آپ ﷺ سے کچھ سوالات کرنے آیا ہوں اور بات چیت صاف صاف کروں گا"

آپ ﷺ نے فرمایا جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔

ایک روایت ہے کہ اس دیہاتی نے یوں گفتگو شروع کی کہ میں ذرا صاف صاف باتیں کروں گا اس لئے آپ ﷺ میرے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں جبکہ خود میرے دل میں کوئی ایسی بات نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔

دعوائے نبوت کے متعلق سوال...... تب اس دیہاتی نے کہا!

"اے محمد ﷺ! ہمارے پاس آپ ﷺ کا قاصد آیا تھا جس نے بتایا کہ آپ ﷺ کا دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا اس نے ٹھیک بتایا۔

تو اس دیہاتی نے کہا۔

"میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ سے پہلوں کے پروردگار اور آپ ﷺ کے بعد آنے والوں کے پروردگار کا واسطہ دے کر پوچھوں گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ، اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھوں گا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ان پہاڑوں کو نصب کیا ہے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک۔

توحید کے متعلق سوال...... (قال) ایک روایت کے مطابق اس سے پہلے اس نے آپ ﷺ سے یہ کہا!

"کیا اللہ نے ہی آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ہمیں ہدایت کریں کہ ہم اسی تنہا ذات کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی طرح کا شرک نہ کریں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا ہمیشہ سے پوجتے آئے ہیں؟"

نمازیں...... آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک!

غرض پھر اس نے کہا۔

میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ ہی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ہم روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک۔!"

زکوٰۃ...... پھر اس نے کہا!

"میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ ہی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے دولت مند لوگوں سے مال یعنی زکوٰۃ لے کر اسے ہمارے غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک!

رمضان کے روزے...... پھر اس نے کہا۔

میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ ہی نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم بارہ مہینوں میں سے اس مہینے یعنی رمضان کے روزے رکھا کریں؟"

حج بیت اللہ...... آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک۔

پھر اس نے کہا۔!

"میں آپ ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ ہی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ہم میں سے جسے مقدور و طاقت ہو وہ اس گھر یعنی بیت اللہ کا حج کیا کرے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک!

ضمام کا اسلام...... تب اس نے عرض کیا۔

"تو میں بھی ایمان لایا اور میں نے بھی ان سب باتوں کی تصدیق کی۔ میں ضمام ابن ثعلبہ ہوں۔!"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ روایت کی اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمام ابن ثعلبہ کا یہ وفد حج فرض ہونے کے بعد آیا تھا لیکن پھر وہ گذشتہ قول غلط ہو جائے گا کہ ضمام ۵ ھ میں آئے تھے (کیونکہ اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا) اسی وجہ سے ابن قیمؒ نے روایت کے اس حصہ کو بعید از قیاس کہا ہے (یعنی اس جملے کو جس میں حج کا

ذکر ہے)وہ کہتے ہیں کہ بظاہر یہ جملہ کسی راوی نے اس روایت میں خود اضافہ کر دیا ہے (یعنی ضمام کا آنا تو ۵ھ میں ہی ہوا لیکن چونکہ یہ ظاہر ہے کہ ۵ھ میں حج فرض نہیں ہوا تھا اس لئے روایت میں حج کی فرضیت کا حصہ راوی کا اضافہ ہے)

مگر دوسری طرف ابن اسحاق اور ابو عبیدہ نے یقین طور پر لکھا ہے کہ ضمام ابن ثعلبہ ۵ھ میں نہیں بلکہ ۹ھ میں حاضر ہوئے تھے علامہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی قول کو درست قرار دیا ہے۔ اسی لئے مسلم شریف میں بھی اس روایت میں حج کا ذکر آیا ہے۔ اسی بات کی تائید حضرت ابن عباس کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ کہ بنی بکر ابن سعد نے ضمام ابن ثعلبہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا چونکہ وہ ہمارے پاس آئے۔ (حدیث)۔ اور حضرت ابن عباسؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے (اور۔ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا تھا)

ضمام کے متعلق صحابہؓ کی رائے...... غرض اس کے بعد جب ضمام ابن ثعلبہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فقیہ اور سمجھدار ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اگر یہ شخص سچا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہو گا۔!"

حضرت عمرؓ ان کے متعلق فرماتے تھے۔

"ضمام ابن ثعلبہؓ سے زیادہ بہتر اور واضح سوالات کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔!"

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

"ہم نے کسی ایسے وفد کے بارے میں نہیں سنا جو ضمام ابن ثعلبہ سے افضل ہو۔!"

قوم کو ضمام کی تبلیغ...... حضرت ضمام ابن ثعلبہؓ جب واپس اپنی قوم میں گئے تو انہوں نے قوم سے کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا ہے اور ان پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے جس کے ذریعہ تمہیں ان باتوں سے بچایا گیا ہے جن میں تم مبتلا ہو۔!"

قوم کی توہم پرستی...... (قال) ایک روایت کے مطابق ضمامؓ نے اپنی قوم میں پہنچ کر سب سے پہلا جو کلام کیا اس میں لات اور عزیٰ بتوں کو برا بھلا کہا۔ اس پر قوم نے کہا۔

"ضمام۔ کوڑھ۔ جذام اور جنون جیسی بیماریوں سے ڈرو۔" (یعنی ایسی گستاخیاں کر کے ان خوفناک بیماریوں کو دعوت نہ دو)

ضمامؓ کا جرأت مندانہ اعلان...... حضرت ضمام ابن ثعلبہؓ نے فرمایا۔

"تمہارا برا ہو۔ یہ دونوں پتھر کے بت نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا ہے جن پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے اور اس کے ذریعہ تمہیں ان تباہیوں سے بچانا مقصود ہے جن میں تم پھنسے ہوئے ہو۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہی۔ وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں ان پیغمبر کے پاس سے ہی تمہارے پاس وہ احکام لے کر آیا ہوں جن کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے اور جن سے تمہیں روکا ہے۔!"

پوری قوم آغوش اسلام میں...... اس کے بعد ان کی قوم کا ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت مسلمان ہو گئے۔

وفد عبد القیس...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد عبد القیس آیا جن میں جارود بھی تھے جو نصرانی مذہب کے تھے اور انہوں نے بہت مطالعہ کیا تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے چند شعر کہے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

يَا نَبِيَّ الْهُدٰى أَتَاكَ رِجَالٌ
قطعت فَدفَداً وَالاً فَالاً

ترجمہ: اے نبی ہدایت! آپ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے ہیں جو تپتے ہوئے صحراؤں اور شاداب نخلستانوں کو طے کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔

تَتَّقِي وَقْعَ شَرِّ يَوْمٍ عَبُوسٍ
أَوْجَلَ الْقَلْبِ ذِكْرُهُ ثُمَّ هَالاً

ترجمہ: یہ لوگ اس دن کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے آئے ہیں جس دن چہرے جھلسے ہوئے ہوں گے۔ اس دن کی ہولناکیوں نے دلوں کو لرزا رکھا ہے۔

نصرانی عالم کا اسلام..... فدفد جنگل کو کہتے ہیں اور آل سے مراد صبح و شام کے وہ لوقات ہیں جب سائے لمبے ہو جاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ آل کے معنی سراب کے ہیں یعنی صحرا میں چمکتا ہوا وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔

اس وفد میں سولہ آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے سلام پیش کیا تو جارود نے عرض کیا۔

"اے محمد ﷺ! میں بھی ایک مکمل دین کا پیرو تھا مگر اب میں آپ ﷺ کا دین قبول کرنے کے لئے اپنا دین چھوڑتا ہوں۔!"

وفد کا اسلام...... اس کے بعد وہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہوگئے۔ پھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے لئے سواریاں فراہم کر دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہاری سواریوں کے لئے کچھ نہیں ہے۔ جارود نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمارے اور ہمارے وطن کے درمیان مسلمانوں کے گمشدہ اونٹ وگائے کے گلّے پڑتے ہیں جن کا رکھوالا اور نگراں کوئی نہیں ہوتا۔ کیا ہم ان پر سوار ہو کر اپنے وطن جا سکتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا!

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ان سے دور ہی رہنا کیونکہ وہ جہنم کی لپٹ ہیں۔ (یعنی بغیر اجازت ان پر سواری دوزخ کی آگ ہے)۔!"

دو دوست اور نبی کا امتحان...... اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں اسی طرح ہے۔ سیرت ابن ہشام میں یوں ہے کہ جارود اصل میں اپنے ایک حلیف اور دوست کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے تھے جن کا نام سلمہ ابن عیاض ازدی تھا اور جارود نے سلمی سے کہا تھا۔ کہ تہامہ سے ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔

پھر انہوں نے سلمہ سے کہا۔

"کیا تم ان کے پاس چلنا پسند کرو گے۔ اگر ہم نے ان کے پاس خیر دیکھی تو ہم ان کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ میری آرزو ہے کہ کاش وہ وہی نبی ہوں جن کی بشارت اور خوشخبری حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے۔ مگر ہم دونوں کو اپنے دل میں تین تین سوال متعین کر لینے چاہئیں جو ہم ان سے کریں اور وہ سوال ہم

ایک دوسرے کو نہ بتائیں۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے ہمارے سوالات کا جواب دے دیا تو سمجھو وہ سچے نبی ہیں جن کے پاس وحی آتی ہے۔!"

جارود کے آزمائشی سوالات...... اس کے بعد جب یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو جارود نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کے پروردگار نے آپ ﷺ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے ؟"

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"یہ شہادت دے کر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور ہر اس راستے اور دین سے برأت دے کر جو اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرائے اور یہ حکم دے کر کہ نمازیں ان کے اوقات میں ادا کی جائیں اور زکوٰۃ اس کے حق کے ساتھ نکالی جائے رمضان کے روزوں کا حکم دے کر اور یہ کہ جس شخص کو استطاعت وہمت ہو وہ دینداری کے ساتھ بیت اللہ کا حج کرے۔ جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

اپنے دلی منصوبوں کے متعلق سوال...... پھر جارود نے عرض کیا!

"اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو بتائیے ہم نے اپنے دلوں میں کیا منصوبہ بنایا تھا۔!"

وحی کے ذریعہ اطلاع...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر کے لئے سر جھکالیا جیسے آپ ﷺ کو اونگھ آگئی ہو اس کے بعد آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا تو چہرہ اقدس پر پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے۔ اچانک آپ نے جارود کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

"جہاں تک تمہارا معاملہ ہے جارود۔ تم نے دل میں طے کیا تھا کہ مجھ سے جاہلیت کے زمانے کے قتل اور خون کے حساب، زمانۂ جاہلیت کے عہد وپیان کی حیثیت اور حسن سلوک یعنی صدقہ کے بارے میں پوچھو گے۔ پس سن لو کہ زمانۂ جاہلیت کا خون باطل ہے اور اس دور کا عہد وپیان مردود ہے۔ کیونکہ اسلام میں کوئی جھوٹا عہد وپیان نہیں۔ اور سن لو کہ سب سے افضل صدقہ اور حسن سلوک یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو جانور کی پیٹھ پر سواری دو یا بکری پیش کردو کیونکہ بکری صبح کو گھر سے جاتے ہوئے بھی دودھ دے کر جاتی ہے اور شام کو گھر آنے پر بھی دودھ دیتی ہے۔ اور جہاں تک تمہارا معاملہ ہے سلمہ! تو تم نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ مجھ سے ایک تو بت پرستی کے متعلق سوال کرو گے۔ دوسرے یوم سباسب کے بارے میں پوچھو گے اور تیسرے ہیچ اور کمتر آدمی کی جان کے قصاص اور بدلے کے بارے میں سوال کرو گے۔ لہذا جہاں تک بت پرستی کا تعلق ہے تو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء پ ۱۷، ع ۷، آیت ۹۷)

ترجمہ: بلاشبہ تم اے مشرکین اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے اور تم سب اس میں داخل ہو گے۔

اور جہاں تک یوم سباسب کا تعلق ہے تو اللہ نے اس کے بدلے میں ایک ایسی رات یعنی شب قدر دی ... ... لہذا تم ... رات اور رمضان کی آخری دہائی میں تلاش کرو جس کی علامت یہ ... ... جب سورج نکلتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں

ہوتیں (بلکہ دھندلا رہتا ہے)۔اور جہاں تک کمتر آدمی کی جان کا تعلق ہے تو سن لو کہ سب مومن بھائی بھائی ہیں جن کے خون برابر درجے کے ہیں ان میں کا اعلیٰ ان کے ادنیٰ کا محافظ ہے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔!"

دونوں دوستوں کی حیرانی اور اسلام...... یہ سن کر ان دونوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی وحدانیت و معبودیت اور آنحضرت ﷺ کی عبدیت و رسالت کی گواہی دی۔ سیرت ابن ہشام میں اس وفد عبدالقیس کے بارے میں یہ ہے کہ یہ وفد فتح مکہ سے پہلے حاضر ہوا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں جو تفصیل ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے باتیں فرمارہے تھے اچانک آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

وفد کی پیشگی اطلاع...... "جلد ہی ادھر سے تمہارے سامنے ایک قافلہ آئے گا جو مشرق کے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں۔ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ مشرق والوں کا ایک قافلہ جلد ہی نمودار ہوگا جس میں اسلام کو ناپسند کرنے والے لوگ نہیں ہوں گے۔انہوں نے اس طول طویل سفر میں اپنی سواریوں کو کمزور کر لیا اور ان کا زاد راہ یعنی توشہ ختم ہو چکا ہے۔اے اللہ عبدالقیس کی مغفرت فرما۔!"

عمرؓ وفد کے استقبال کو...... یہ سن کر حضرت عمرؓ فوراً اٹھے اور قافلے کے راستے کی طرف چلے تو انہیں تیرہ آدمیوں کا قافلہ ملا۔ایک قول ہے کہ اس میں بیس آدمی تھے اور ایک قول ہے کہ چالیس آدمی تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کس قوم یعنی قبیلے کے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم بنی عبدالقیس میں سے ہیں۔!حضرت عمرؓ نے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ نے ابھی ابھی آپ کی آمد کا ذکر فرمایا ہے اور آپ لوگوں کے حق میں کلمہ خیر فرمایا ہے۔!"

اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ بھی ان کے ساتھ ہی چلنے لگے یہاں تک کہ یہ سب آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کر کے بنی عبدالقیس سے فرمایا۔

"یہی وہ ہستی ہیں جن کے پاس آپ لوگ حاضر ہونے کے لئے آئے ہیں۔!"

قدم بوسی...... یہ سنتے ہی وہ لوگ مسجد کے دروازے پر اپنی سواریوں سے اترے اور سفر کے ہی کپڑوں میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو چومنے لگے۔ان لوگوں میں عبداللہ ابن عوف اشج بھی تھے جو ان لوگوں کے امیر تھے اگرچہ عمر میں سب سے کم تھے۔

امیر وفد حضرت اشج...... چونکہ وہ امیر تھے اس لئے سب لونٹوں کے بیٹھنے اور سامان اکٹھا کرنے تک وہ وہیں رہے۔وہ ایسی جگہ تھے جہاں سے انہیں رسول اللہ ﷺ دیکھ سکتے تھے۔ عبداللہ نے دو سفید کپڑے نکال کر پہنے اور پھر آہستہ آہستہ چل کر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر چوما۔ یہ ایک بدشکل آدمی تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے جب نظر بھر کر ان کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ان کی بدصورتی کو دیکھ رہے ہیں انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ !لوگوں کی چمڑی اور کھال میں پانی بھر کر نہیں پیا جاتا بلکہ آدمی کی سب سے بڑی خوبی زبان اور دل کی سچائی ہے۔!"

اشج کی دو محبوب خصلتیں...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہیں۔ ایک حلم و مروّت اور دوسری وقار و تمکنت۔!"

عبداللہ ابن عوف اشج نے سوال کیا۔

"یارسول اللہ! یہ دونوں خوبیاں مجھ میں بطور تصنّع اور بناوٹ کے ہیں یا فطری اور جبلّی ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان خوبیوں ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔!"

عبداللہ اشج نے عرض کیا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی دو خصلتوں کے ساتھ پیدا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہیں۔!"

یہاں جس لفظ کا ترجمہ وقار و تمکنت کیا ہے وہ اَنَاۃ ہے جو قَنَاۃ کے وزن پر ہے۔ اسی کو عربی میں تؤدہ بھی کہتے ہیں جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ تؤدہ یعنی وقار اور استقلال و ثابت قدمی اور حسن رائے و تدبیر نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ہیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم بنی ربیعہ سے ہیں۔ ایک روایت میں صرف لفظ ربیعہ ہے جیسا کہ کبھی کبھی بعض سے کل کی مراد لے لی جاتی ہے۔ بخاری میں کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ یہ خاندان ربیعہ کے خاندانوں میں سے ایک ہے۔

اصل میں یہ لفظ ربیعہ اس جگہ کا نام ہے جہاں اس قبیلے کا پڑاؤ تھا پھر یہی لفظ ربیعہ قبیلہ کا نام بھی پڑ گیا کیونکہ وہاں سب ہی لوگ ایک دوسرے پر مدار رکھتے تھے۔

غرض آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ ربیعہ عبدالقیس اچھے لوگ ہیں آپ لوگوں کو مرحبا۔

<u>وفد کو خوش آمدید</u>...... مرحبا کے معنی ہیں کہ آپ لوگ وسعت و کشادگی لے کر آئے ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے لفظ مرحبا کا استعمال کیا تھا وہ سیف ابن ذی یزن تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کلمہ اکثر و بیشتر استعمال فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمہ اپنے چچا کی لڑکی حضرت اُمّ ہانیؓ کے لئے بھی استعمال فرمایا تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے یہ کلمہ حضرت عکرمہ ابن ابوجہل کے لئے بھی استعمال فرمایا تھا کہ اس مہاجر سوار کو مرحبا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بھی فرمایا تھا کہ میری بیٹی کو مرحبا۔ آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص حاضر ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے مرحبا و علیک السلام۔

غرض رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"تم لوگوں کو مرحبا جو نہ رسوا ہوئے اور نہ شرمندہ۔ (یعنی خوشی سے مسلمان ہو گئے جنگ و خوں ریزی کے ذریعہ کہ اس کے نتیجہ میں تم ذلیل اور شرمندہ ہو کر مسلمان ہوتے)۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔

"ان آنے والوں کو مرحبا جو بغیر رسوائی و ندامت کے آئے ہیں۔ جو شخص بنی عبدالقیس پر ظلم کرے میں اس کے خلاف احتجاج کروں گا۔!"

راہ کے خطرے اور سفر کی مشکل...... اس پر ان لوگوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم لوگ بہت دور دراز کا سفر کر کے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں۔ (کیونکہ ہمارا وطن بحرین اور اس کے عراق سے قریبی علاقے ہیں) ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان بنی مضر کے مشرکین کا قبیلہ پڑتا ہے (جو مسلمانوں کا دشمن ہے) اس لئے ہم لوگ سوائے حرام مہینوں کے اور کسی وقت آپ ﷺ کے پاس نہیں آسکتے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ سوائے اس حرام مہینے کے۔ مراد وہی چاروں حرام مہینے ہیں (جن کے دوران عرب میں خوں ریزی ممنوع تھی)۔"

جامع احکام کی درخواست...... اس وقت رجب کا مہینہ تھا جیسا کہ بعض روایات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اس بات سے یہ دلیل ملتی ہے کہ نیک اعمال اگر قبول ہو جائیں تو انسان کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتی ہے چونکہ بنی مضر رجب کے مہینے کی تعظیم باقی حرام مہینوں سے زیادہ کرتے تھے اسی لئے رجب کے مہینے کو "رجب مضر کہا جاتا تھا۔ غرض پھر اس وفد نے کہا۔"

"اس لئے آپ ﷺ ہمیں کوئی ایسا حکم فرمایئے جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن ہو۔!"

چار احکام اور چار ممنوعات...... اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میں تمہیں چار خصلتوں کا حکم دیتا ہوں۔ یعنی چار نصیحتیں کرتا ہوں۔ اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان کیا ہے؟ وہ یہ شہادت اور گواہی ہے کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ۔!"

احکام...... یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ حکم دیا جارہا ہے وہ تو پہلے سے مومن اور کلمہ شہادت کے اقرار تھے۔ بخاری میں زکوٰۃ کے بیان میں جہاں کلمہ شہادت ذکر ہوا ہے وہاں لفظ شہادت سے پہلے واؤ کا اضافہ ہے مگر یہ اضافہ شاذ اور اتفاقی ہے جسے راوی نے ہر موقع پر ذکر نہیں کیا ہے۔ غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے دوسرے تین احکام بتلاتے ہوئے فرمایا۔

"اور نمازیں قائم کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دیا کرو۔!"

کیونکہ وہ لوگ بنی مضر کے کفار سے ہر وقت حالت جنگ میں رہتے تھے۔ یہ آخری حکم ان چار حکموں سے زائد ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آخری حکم کا عطف چار چیزوں پر ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کا پورا جملہ نحوی ترکیب کے لحاظ سے یوں ہے کہ میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور یہ کہ ان کے علاوہ اس کا حکم دیتا ہوں کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ دیا کرو۔ اسی لئے بیان کے اسلوب میں آپ ﷺ نے اس حکم کو ان چار سے علیحدہ فرمادیا۔

مسلم شریف میں یوں ہے کہ...... "میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔"

ان احکام میں آپ ﷺ نے حج کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ صحیح روایات کے مطابق حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا جیسا کہ حافظ دمیاطیؒ نے کہا ہے کیونکہ صحیح روایت کی بنیاد پر حج ۶ھ میں فرض ہوا ہے۔ اب علامہ

واقدی کا یہ قول کہ وفد عبدالقیس ۸ھ میں آیا تھا درست نہیں ہے۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ بنی عبدالقیس کا وفد دو مرتبہ آیا ایک بار حج فرض ہونے سے پہلے اور دوسری مرتبہ فرضیت حج کے بعد آیا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مسند امام احمد میں اس روایت کے ساتھ حج کا بھی ذکر آیا ہے کہ "اور یہ کہ تم بیت اللہ کا حج کرو۔" مسند کی روایت پر اس موجودہ روایت سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ اس روایت میں چار احکام کا عدد متعین ہے۔

ممنوعات...... غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اور میں تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ دباء۔ یعنی کدّو کے تونبے میں نبیذ بھگونے سے۔ اور حنتم یعنی سبز لاکھی گھڑیا میں نبیذ بھگونے سے۔ ایک قول کے مطابق حنتم اس گھڑیا یا ٹھلیا کو کہتے ہیں جو مٹی اور چمڑے اور بالوں سے بنائی جاتی تھی اور اس میں نبیذ بھگوئی جایا کرتی تھی۔ اور نقیر یعنی درخت کی جڑ کی لکڑی جسے کھود کر اس کی ٹھلیا بناتے تھے اور اس میں نبیذ بھگویا کرتے تھے۔ اور مزفت یعنی روغنی برتن میں نبیذ بھگونے سے۔"

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ اور قیر یعنی قار ملے ہوئے برتن میں نبیذ بھگونے سے یہ قار بھی ایک نباتاتی مادّہ ہوتا ہے کہ اسے گرم کر کے کشتیوں پر ملا جاتا تھا جس سے لکڑی کے جوڑوں سے پانی اندر نہیں آسکتا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ ان احکام کی خبر تم اپنے اگلوں کو بھی کر دینا۔ یعنی جن لوگوں سے ملو ان کو اور اپنی اولادوں کو بھی بتا دینا۔!"

اس پر ان لوگوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! پھر ہم کن برتنوں میں پئیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"چمڑے کے پیالوں میں یعنی کھال کے بنے ہوئے جن کو منہ پر سے باندھ دیا جاتا ہے۔!"

وفد کے لوگوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! ہمارے علاقے میں چوہے بہت زیادہ ہیں اس لئے وہاں چمڑے کے برتن محفوظ نہیں رہتے۔!"

بوجہ آب وہوا رعایت کی درخواست...... یعنی ان کو چوہے کتر دیتے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا چاہے ان کو چوہے کھا ہی کیوں نہ لیں۔ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا پھر حضرت اشج نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمارے علاقے کی آب وہوا بہت بھاری اور بادی ہے اس لئے اگر ہم یہ مشروبات نہ پئیں تو ہمارے پیٹ پھول جائیں لہٰذا اس قسم کی چیزوں میں ہمیں رعایت عطا فرمائیں۔!"

دین میں رعایت سے انکار...... یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں بلند کیں اور ان سے فرمایا۔

"اے اشج! اگر میں اس قسم کی چیزوں میں تمہارے لئے اتنی رعایت کر دوں تو تم اتنی پیو گے۔!"

نشے کی برائیاں...... یعنی پہلی بار لفظ "اتنی" پر آپ ﷺ نے دونوں ہتھیلیاں ملائے رکھیں اور دوسرے بار لفظ "اتنی" پر آپ ﷺ نے ہاتھوں کو کھول کر ان کے درمیان فاصلہ کر دیا۔ یعنی میں اتنی سی رعایت دے دوں تو تم لوگ اس سے کئی گنا زیادہ فائدہ اٹھاؤ گے۔

پھر آپ ﷺ نے آگے فرمایا۔

" یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو نشہ چڑھے گا تو وہ مدہوشی کا عالم میں تلوار لے کر اپنے چچازاد بھائی کی ہی ٹانگ مار دے گا۔!"

نبی کی باخبری...... اس وفد میں ایک ایسا آدمی موجود تھا جس کے ساتھ یہی واقعہ پیش آچکا تھا اس شخص کا نام جہم ابن قثم تھا۔ جہم کہتے ہیں جیسے ہی میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات سنی میں اپنے کپڑوں سے اپنی چوٹ کا نشان چھپانے لگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس چوٹ کو اپنے نبی پر ظاہر فرمادیا تھا علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے علم اور باخبری پر حیران ہونے لگے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کر کے یہ بات کہی تھی۔ یہاں تک علامہ سہیلیؒ کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ وفد کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے نبیذ کے بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ چونکہ ہماری سرزمین کی آب و ہوا میں بادی کے اثرات ہیں اس لئے وہاں کے لحاظ سے نبیذ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

" تو اسے نقیر یعنی کھدی ہوئی جڑ کی لکڑی کے برتن میں بھگو کر مت پیو کیونکہ اگر تم نقیر میں بھگو کر پیو گے تو یہ سمجھو گویا مجھے نظر آرہا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں لیکر چڑھ دوڑو گے اور کسی کی تلوار دوسرے کے اس طرح لگے گی کہ وہ ہمیشہ کے لنگڑا ہو جائے گا۔"

اس پر وہ لوگ ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیونکہ ہنس رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔

"ہم نے واقعی نقیر میں بھگو کر نبیذ پی تھی اور نتیجہ میں یہی ہوا کہ ہم میں کے بعض لوگ ایک دوسرے پر تلواریں سونت کر چڑھ دوڑے اور اس شخص کے ایک آدمی نے تلوار ماری جس سے یہ لنگڑا ہو گیا جیسا کہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔!"

اہل وفد کا اسلام...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے کھجور کی وہ قسمیں گنائیں جو ان کے علاقے میں پائی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تم وہ کھجور کھایا کرو جس کا تمہارے ہاں یہ نام ہے۔ اور وہ کھجور کھایا کرو جس کو تم اس نام سے یاد کرتے ہو۔!"

یہ سن کر وفد میں سے ایک شخص بے ساختہ کہہ اٹھا۔

آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ! اگر میں وادیٔ ہجر میں پیدا ہوا ہوتا تو بھی اس کے متعلق اتنا نہ جانتا ہوتا جتنا آپ ﷺ جانتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں!"

وفد کا علاقہ نبی کی نظر میں...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جس وقت سے تم لوگ میرے پاس آکر بیٹھے ہو تمہاری تمام سرزمین میری نظروں کے سامنے کر دی گئی ہے اور میں اس کے اس سرے سے اس سرے تک دیکھ رہا ہوں!"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

" تمہارے علاقے کی بہترین کھجور برنی ہے جو بیماریوں کو دور کرنے والی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں ہے۔!"

ان لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے جن ممنوعات کا ذکر فرمایا وہ صرف مذکورہ برتنوں میں نبیذیں

پینے تک محدود ہیں جبکہ ممنوعات میں اس سے کہیں زیادہ شدید حرمت کی ایسی چیزیں بھی تھیں جن میں وہ لوگ مبتلا تھے۔

اس بارے میں علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ خاص طور پر ان مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت یوں کی گئی کہ نبیذ میں اس طرح بہت جلد نشہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے بہت ممکن تھا کہ کوئی شخص یہ جانے بغیر وہ نبیذ پی لیتا کہ اس میں نشہ پیدا ہو چکا ہے۔

بنی عبدالقیس کے اس وفد میں ابووازع ابن عامر اور ان کا بھانجہ مطر ابن ہلال بھی تھا جب بنی عبدالقیس نے آنحضرت ﷺ سے بتلایا کہ مطر ہمارا بھانجہ ہے (یعنی ہم میں سے نہیں بلکہ دوسرے قبیلے کا بیٹا ہے البتہ ہمارا بھانجا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے گنا جاتا ہے۔!"

ایک معجزۂ نبوی...... ادھر ان لوگوں کے ساتھ ابووازع کا بھتیجا بھی تھا۔ یہ ایک بہت بوڑھا اور دیوانہ آدمی تھا۔ ابووازع اس کو اپنے ساتھ اس لئے لے کر آئے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے اس کے لئے دعا کرائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور اس کیلئے دعا کی جس سے وہ اسی گھڑی بالکل ٹھیک اور تندرست ہو گیا یہاں تک کہ وہ بالکل نوجوان اور نہایت حسین آدمی نظر آنے لگا اور اس کا چہرہ ایک موتی کی طرف دکھنے لگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پیلو کی مسواکیں ان لوگوں کے ساتھ کیں جن سے یہ مسواک کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اس وفد میں ایک نہایت خوبرو لڑکا بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی پشت کی طرف بیٹھے۔ اور لوگوں سے فرمایا۔

"حضرت داؤدؑ کی خطا نگاہ کی ہی تھی۔!"

(اس روایت کے متعلق کافی اشکال ہے کیونکہ اس کی سند مضبوط نہیں ہے۔ دوسرے انبیاء کے معصوم عن الخطا ہونے کے متعلق اس کے مقابلے میں مضبوط روایات موجود ہیں لہٰذا مضبوط روایات کی موجودگی میں ان کے خلاف کمزور روایات نا قابل قبول ہیں)

وفد بنی حنیفہ...... اسی طرح پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بنی حنیفہ کا وفد حاضر ہوا۔ اس وفد کے ساتھ مسیلمہ کذّاب بھی تھا (جو مشہور زمانہ جھوٹا اور عیّار تھا جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور پھر مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔) یہ وفد ۹ھ میں آیا تھا۔

مسیلمہ کذّاب کی آمد...... ایک قول ہے کہ بنی حنیفہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ہمراہ مسیلمہ کذّاب بھی تھا جسے ان لوگوں نے کپڑوں سے ڈھانک رکھا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی جس کے سرے پر کچھ پتے بھی لگے ہوئے تھے۔

شریک نبوت بنانے کا مطالبہ...... مسیلمہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا جبکہ اس کے ساتھی اس کو کپڑوں سے ڈھانکے ہوئے تھے اس نے قریب پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے بات چیت شروع کی اور مطالبہ کیا کہ اپنی نبوت میں مجھے بھی شریک کیجئے آنحضرت ﷺ نے اس کی اس بیہودہ بات کے جواب میں فرمایا۔

"اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے تو میں تجھے یہ بھی نہیں دے سکتا۔!"

ایک قول ہے کہ بنی حنیفہ نے مدینہ پہنچ کر مسیلمہ کو تو پڑاؤ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے میں مسیلمہ کی حیثیت اور مرتبہ بتلاتے ہوئے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم اپنے سردار کو پڑاؤ میں ہی چھوڑ آئے ہیں جہاں وہ سامان کی محافظت کر رہا ہے!"

مسیلمہ کی خوش فہمی...... اس پر آنحضرت ﷺ نے جیسے عام لوگوں کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی تھی اتنی ہی چاندی مسیلمہ کو بھی دیئے جانے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"جہاں تک اس کا تعلق ہے وہ (حصے کے معاملہ میں) کمتر نہیں ہے۔!"

اس کے بعد جب بنی حنیفہ کے لوگ اپنے پڑاؤ میں واپس پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی بات مسیلمہ کو بتلائی جو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمائی تھی۔ وہ بولا۔

"در حقیقت انہوں نے یہ بات اسی لئے کہی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے بعد حکومت اختیار میرے ہی پاس ہوگا۔!"

(اس طرح مسیلمہ بھی گویا اپنے وفد کے ساتھیوں کے ساتھ یہاں مسلمان ہو گیا تھا)

مُسَیلمہ کا دعوائے نبوت...... مگر جب یہ لوگ یہاں سے واپس ہو کر یمامہ پہنچے تو یہ خدا کا دشمن مرتد ہو گیا اس نے اپنی نبوت کا جھوٹا اعلان کیا اور دعویٰ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت میں مجھے بھی شریک کر دیا گیا ہے۔

پھر اس نے اپنے وفد کے ساتھیوں سے کہا۔

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ جب تم نے ان سے میرا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ۔ وہ تم سے کمتر نہیں ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ جانتے ہیں مجھے ان کی حکومت و نبوت میں حصہ دار بنایا گیا ہے۔!"

حالانکہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کے متعلق جو جملہ ارشاد فرمایا تھا اس کا مطلب اسکے سوا کچھ نہیں تھا کہ وہ واقعی اپنے ساتھیوں کے سامان کی ٹھیک ٹھیک نگرانی کر رہا ہے (لیکن اس بدبخت نے اس کا مطلب اپنی مرضی کے مطابق نکال کر اپنے ساتھیوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی)

مُسَیلمہ کے متعلق نبی کا خواب...... مگر بخاری و مسلم میں یوں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس کے ساتھ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پڑاؤ پر پہنچے اس وقت آپ ﷺ کے دست مبارک میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی آپ ﷺ نے مسیلمہ کے سامنے پہنچ کر اس سے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے چھڑی بھی مانگے گا تو میں تجھے نہ دوں گا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ مسیلمہ نے کہا ہے کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد اپنے جانشینی مجھے دینے کو تیار ہوں تو ان کی پیروی کر سکتا ہوں۔

پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اور تو شاید وہی شخص ہے جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے۔ یہ قیس تجھے میری طرف سے جواب دیں گے۔!"

یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ وہاں سے واپس تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس خواب کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن

ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ کر پریشان ہوا تو اسی وقت اللہ نے مجھ پر خواب ہی میں وحی نازل فرمائی کہ میں ان پر پھونک ماروں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو کذاب یعنی جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے۔

جھوٹے نبی...... یہ جھوٹے نبی طلیحہ عنسی اور مُسیلمہ کذّاب تھے۔ طلیحہ تو صنعاء کا رہنے والا تھا اور مُسیلمہ کذّاب یمامہ کا باشندہ تھا۔ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

طلیحہ عنسی کہتا تھا کہ میرے پاس بھی ایک فرشتہ آتا ہے جس کا نام ذوالنون ہے جیسے محمد ﷺ کے پاس جبرئیل آتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس نے آسمان کے ایک بہت عظیم فرشتے کا نام لیا ہے جس کو ذوالنون کہا جاتا ہے۔

اب گویا اس وفد کے سلسلے میں دو روایتیں ہو گئیں ایک وہ جو علامہ حلبیؒ نے لکھی ہے اور ایک وہ جو بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کی گئی ہے ان دونوں میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے کیونکہ بظاہر مسیلمہ کذّاب دو مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ پہلی دفعہ میں تو وہ وفد کے ایک معمولی رکن کی حیثیت سے آیا اور دوسری مرتبہ میں وفد کا امیر بن کر آیا۔ چونکہ ایک مرتبہ وہ وفد کا امیر اور سربراہ تھا اس لئے پڑاؤ ہی میں قافلہ والوں کے سامان کی نگرانی کے لئے رکا رہا (جیسا کہ اس زمانے میں قاعدہ تھا کہ قافلہ کا سالار ہی پڑاؤ کا محافظ ہوا کرتا تھا)

دوسرے موقعہ پر جبکہ وہ قافلہ کے ایک عام آدمی کی حیثیت میں تھا اس وقت اپنی سرکشی اور تکبر و غرور کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق دونوں دفعہ اس کے ساتھ عزت اور دلداری کا معاملہ فرمایا اور خود اس کے پڑاؤ میں اس کی قوم کے پاس تشریف لائے جہاں وہ خود بھی موجود تھا۔ اس بارے میں یہی قول ہے۔

پچھلی سطروں میں ایک جملہ گزرا ہے کہ۔ "وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔" اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ مسیلمہ کذّاب دونوں مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس نہیں آیا۔

اسی طرح گذشتہ سطروں میں ذکر ہوا ہے کہ جب مسیلمہ آیا تو اس کے ساتھی اسے کپڑوں سے ڈھانکتے ہوئے لا رہے تھے۔ اسی سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ اس وقت امیر اور سربراہ تھا (اسی لئے اسکے ساتھ اعزاز کا یہ معاملہ کیا جا رہا تھا)

مُسیلمہ کی واہی تباہی...... اس کے بعد سے مسیلمہ کذّاب لعنہ اللہ ہذیان بکنے لگا اور قرآن کی آیات کی سی نقل بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ چنانچہ اس روسیاہ کا ایک قول ہے۔

لَقَدْ انعم اللّٰهُ علَى الْحُبْلٰى اَخْرَجَ مِنْهَا نَسِمَةً تَسْعٰى مِنْ بَيْنَ شَغَافٍ وَحُشًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت پر انعام کیا کہ اس سے دوڑتا ہوا بچہ نکالا۔ یہ بچہ جھلی اور آلائش میں سے نکلا ہے۔

ایک اور موقعہ پر اس پیٹ کے غلام نے اپنی یہ من گھڑت وحی سنائی۔

وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا وَالْخَبِزَاتِ خَبْزًا وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا وَاللَّا قِمَاتِ لُقْمًا

ترجمہ: قسم ہے ان عورتوں کی جو گیہوں پیسنے والی ہیں اور آٹا گوندھنے والی ہیں اور پھر روٹی پکانے والی ہیں

اور ثرید تیار کرنے والی ہیں اور پھر اس سے لقمے بنانے والی ہیں۔

نماز معاف اور شراب و زنا جائز...... ادھر جو لوگ اس ناپاک شخص کے ہاتھوں گمراہ ہوئے اس کی اطاعت کرنے لگے ان کے لئے اس نے نماز معاف کر دی اور شراب نوشی اور زناکاری کو جائز قرار دے دیا۔ (اس طرح اس نے ان تمام برائیوں اور ناپاکیوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی جنہیں اسلام نے آکر مٹایا تھا)

مُسیلمہ کی الٹی کرامات...... ایک قول ہے کہ ایک مرتبہ اس کے بعض پیروکاروں نے اس سے کہا کہ فلاں کنویں میں تھوک دیجئے تاکہ پانی متبرک بن جائے چنانچہ اس نے کنویں میں تھوک دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نجاست سے سارے کنویں کا پانی خراب اور نمکین ہو گیا۔

ہاتھ کی "برکت"...... اسی طرح ایک بار اس کے کسی چیلے چانٹے نے مسیلمہ سے اپنے بچے کے سر پر ہاتھ رکھوادیا۔ نتیجہ میں وہ بچہ ایسا گنجا ہوا کہ عمر بھر اس کی کھوپڑی پر ایک بال بھی نہیں نکلا (اور اس کے ہاتھ کی ناپاکی اسے ہمیشہ کے لئے لے ڈوبی)

"دعا" کا اثر...... اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے دو بچوں کے لئے اس سے برکت کی دعا کرائی مگر مسیلمہ سے دعا کرا کے جب وہ شخص اپنے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ دونوں بچوں میں سے ایک تو کنویں میں گر کر ہلاک ہو چکا ہے اور دوسرے کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا۔

دست بے شفا...... ایک بار اس کے ایک تابعدار کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہوئی اس غریب نے شفا کی امید میں مسیلمہ کا ہاتھ اپنی دونو آنکھوں پر پھروالیا مگر اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کی دونوں آنکھیں بالکل سفید اور بے رونق و بے نور ہو گئیں۔ مسیلمہ یہ سب حرکتیں رسول اللہ ﷺ کی نقل میں کیا کرتا تھا۔

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس بچے کے سر میں شاید پہلے سے کچھ گنج (یا اور کوئی مرض) رہا ہو اور اسی لئے اس کے سر پر ہاتھ پھروایا گیا ہو کہ اسے شفا ہو جائے (لیکن یہ محض اندازہ کی بات ہے کہ کسی تکلیف کی وجہ سے بچے کے سر پر ہاتھ پروایا گیا ہو کیونکہ یہ ایک عام بات ہے کہ لوگ کسی بڑے سے خاص طور پر ایسے شخص سے جس کا وہ احترام کرتا ہو اپنے بچوں کے سر پر برکت وسعادت کے لئے ہاتھ پھروادیا کرتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ کسی بڑے سے اس لئے بچے کے سر پر ہاتھ پھروایا جاتا ہے کہ اس کے سر میں کوئی تکلیف رہی ہوتی ہے۔ اس لئے یہی بات واضح ہے کہ یہ مسیلمہ کے ہاتھ کی ہی برکت تھی کہ بچہ ہمیشہ کے لئے فارغ البال اور عیب دار ہو گیا)

بچکانہ "معجزہ"...... پھر مسیلمہ کذاب نے اپنے خیال کے مطابق ایک "معجزہ" دکھایا جو یہ تھا کہ اس نے ایک انڈا لے کر ایک بوتل میں ڈال دیا اور مشہور کر دیا کہ یہ انڈا آج ہی اس بوتل کے اندر بنا ہے (کسی چھوٹے منہ کے برتن میں چونکہ ثابت انڈا ویسے داخل نہیں کیا جا سکتا للذا مسیلمہ نے اعلان کیا کہ میرے معجزے سے یہ انڈا بوتل کے اندر ہی خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ کچھ لوگ اس کے دھوکہ میں آگئے کہ اس چھوٹے منہ کی بوتل میں ثابت انڈا کیسے پہنچ گیا)

حقیقت یہ ہے کہ اگر چوبیس گھنٹے تک انڈے کو سرکہ اور نوشادر کے محلول میں ڈبوئے رکھا جائے تو وہ اتنا نرم ہو جاتا ہے کہ اسے دھاگے کی طرح کھینچ کر پتلا اور لمبا کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ ثابت اور صحیح سالم رہے گا۔ اس حالت میں اسے چھوٹے سے چھوٹے منہ کی بوتل میں ثابت کا ثابت اتارا جا سکتا ہے۔ پھر بوتل میں اتارنے کے بعد اس پر ٹھنڈے پانی کی دھار دی جائے تو انڈا پھر پہلے کی طرح سخت ہو کر اصلی حالت پر آجائے گا۔

بنی حنیفہ کے ایک شخص نے مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کا مرثیہ لکھا تھا جس کے چند مصرعے یہ ہیں۔

لَهفی عَلَيكَ اَبَاثمامة
كَم ايَةٍ لَكَ فيهمُو
كَا لشَّمس تَطْلَع مِن غمامه

ترجمہ: اے ابو ثمامہ تجھ پر افسوس ہے۔ تیری کتنی ہی نشانیاں ہیں کس کس بات پر غم کریں کیونکہ تو ایسا تھا جیسے بادلوں سے سورج نکل آتا ہے۔

مگر ان اشعار میں جو باتیں کہی گئی ہیں ان کی تردید گذشتہ واقعات اور مثالوں سے ہو جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب بکواس ہے اس کی نشانیاں یعنی نام نہاد معجزے الٹے اور بے بنیاد تھے جن میں نہ کوئی اصلیت تھی اور نہ اعجاز تھا)

<u>نبی کے نام مُسَیلمہ کا خط</u>...... (قال) مُسَیلمہ روسیاہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط بھیجا تھا جس میں اس نے لکھا تھا۔

"یہ خط ہے "اللہ کے رسول "مُسَیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ امّابعد! بات یہ ہے کہ مجھے آپ ﷺ کی نبوت میں شریک بنایا گیا ہے اور ہم دونوں آدھے آدھے کے حصہ دار ہیں مگر قریش کے لوگ (یعنی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے قبیلے کے لوگ) انصاف پسند نہیں ہیں۔!"

<u>آنحضرت ﷺ کا جواب</u>...... یہ خط دے کر مُسَیلمہ نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے خط کے جواب میں یہ لکھوایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مُسَیلمہ کذّاب کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت اور سیدھے راستے کی پیروی کی۔ امّابعد! یہ روئے زمین اللہ کی ملک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جسے چاہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ در حقیقت بہتر انجام تو خدا سے ڈرنے والوں کا ہی ہوتا ہے۔!"

<u>قاصدوں کو ڈانٹ</u>...... اس کے بعد آپ ﷺ نے مُسَیلمہ کے دونوں قاصدوں سے فرمایا۔

"کیا تم بھی وہی بات کہتے ہو جو وہ کہہ رہا ہے؟"

انہوں نے کہا۔ ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم اگر قاصدوں کو قتل کرنا خلاف دستور نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں مار دیتا۔!"

<u>وفد طے</u>...... پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنی طے کا وفد حاضر ہوا جس میں زید الخلیل بھی تھے۔ ان لوگوں میں قبیصہ ابن اسود بھی تھے۔ اس وفد کے امیر زید الخیل تھے خیل عربی گھوڑے سواروں کے جتھّے کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت زید کے پاس پانچ گھوڑے تھے اس لئے ان کو زید الخیل کہا جانے لگا تھا۔

لیکن اگر نام پڑنے کے لئے یہ وجہ ہو سکتی ہے تو پھر زبر قان ابن بدر کو زبر قان الخیل ضروری کہا جاتا کیونکہ کہا جاتا ہے زبر قان جب اموی خلیفہ عبدالملک ابن مروان کے پاس گئے تھے تو اس کے لئے اپنے ساتھ پچپن گھوڑے لے کر گئے تھے اور ان میں سے ہر گھوڑے کا نسب اس کے ماں باپ کی طرف ظاہر کیا ساتھ ہی انہوں نے ہر گھوڑے پر ایک ایسا نیا حلف کیا جو پہلے گھوڑے پر کئے گئے حلف کے علاوہ تھا۔

خلیفہ عبدالملک نے اس پر ان الفاظ میں اپنی حیرت کا اظہار کیا۔
"گھوڑوں کے نسب سے اس شخص کو جو اب واقفیت ہے مجھے اس پر اتنی حیرت نہیں جتنی اس کی نئی نئی قسموں اور حلقوں پر ہے۔!"
زید الخیل اور وفد کا اسلام...... حضرت زید الخیل ایک مشہور شاعر اور بہترین خطیب تھے ساتھ ہی وہ نہایت فراخ دل آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس پر یہ سب لوگ فوراً ہی مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔
نبی ﷺ کی زبانی زید کی تعریف...... آنحضرت ﷺ نے زید الخیل کے متعلق جو تعریفی اور محبت کے کلمات فرمائے وہ یہ ہیں۔
"سوائے زید الخیل کے میں نے عرب کا کوئی آدمی ایسا نہیں پایا جس کی مجھ سے تعریفیں اور فضیلتیں بیان کی گئی ہوں اور پھر ملاقات ہونے پر وہ اس سے کم نہ نکلا ہو۔ کیونکہ جو کچھ اس کے بارے میں سنا وہی سب کچھ اس میں پایا۔!"
آنحضرت ﷺ نے ان کا نام زید الخیل کی بجائے زید الخیر رکھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابھی آنحضرت ﷺ سے ان کا تعارف بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔
"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے سرد و گرم کے باوجود تمہیں یہاں پہنچایا اور تمہارے دل کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔!"
پھر آنحضرت ﷺ نے زید کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تم کون ہو۔ حضرت زید نے عرض کیا۔
"میں زید الخیل ابن مہلہل ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔!"
زید کو زمین کا ہبہ نامہ...... آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔
"نہیں بلکہ تم زید الخیر ہو۔ پھر فرمایا۔ زید! میں نے جب بھی کسی شخص کی کوئی تعریف سنی تو ملنے پر اس شخص کو سنی ہوئی باتوں سے کم ہی پایا۔ سوائے تمہارے۔!"
آنحضرت ﷺ نے اس وفد کے ہر آدمی کو پانچ پانچ اوقیہ عنایت فرمائے لیکن زید الخیل کو بارہ اوقیہ سے بھی زائد عطا فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنی زمین میں سے دو قطعے عنایت فرمائے اور ان کو اس بارے میں ایک تحریر عطا فرمائی۔
مرگ زید کی پیشین گوئی...... حضرت زید الخیل جب واپسی کے لئے آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔
"اگر زید بخار سے بچ سکا۔!"
یعنی یہ بخار سے نہیں بچ سکے گا (مطلب یہ ہے کہ یہ راستے ہی میں بخار سے ختم ہو جائیں گے) چنانچہ راہ میں ہی ان کو بخار نے آلیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے خود حضرت زیدؓ سے بھی فرما دیا تھا کہ زید تم اُمّ ملدم سے ہلاک ہونے والے ہو۔
ایک روایت میں ہے کہ جب زیدؓ آنحضرت ﷺ کے پاس سے وطن کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ

نے فرمایا کہ۔ اگر یہ جوان اُمّ کلبہ یعنی بخار سے بچ سکا۔ کلبہ آسانی کڑک کو کہتے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے پھر زید کی تعریف فرماتے ہوئے یہی بات اس طرح فرمائی۔

"میرے پاس عرب کا جو بھی ایسا آدمی آیا جس کی تعریفیں اس کی قوم نے کیں اسے میں نے تعریفوں سے کم ہی پایا سوائے زید کے لیکن یہ شخص مدینہ کے بخار سے نہ بچ سکے گا۔!"

واپسی اور راہ میں زیدؓ کی وفات...... چنانچہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا وہی ہوا (حضرت زید کا انتقال راستے ہی میں ہو گیا) جہاں ان کی وفات ہوئی ان کے ساتھی قبیصہ ابن اسود ان کے سوگ میں ایک سال تک وہیں ٹھہرے رہے۔ ایک برس بعد قبیصہ ابن اسود حضرت زید کی اونٹنی اور ان کا پالان لے کر وطن کو روانہ ہوئے۔

ہبہ نامہ نذر آتش...... اسی پالان میں آنحضرت ﷺ کی وہ تحریر بھی رکھی ہوئی تھی جس کے ذریعہ آپ نے زید کو اپنی زمین میں سے دو قطعے عنایت فرمائے تھے۔ وطن پہنچ کر جوں ہی حضرت زید کی بیوی نے مرحوم شوہر کا پالان دیکھا اس نے رنج و صدمہ کی شدّت میں اسے آگ لگا دی جس سے وہ پالان اور اس میں رکھی ہوئی آنحضرت ﷺ کی تحریر جل گئی۔

علامہ سہیلیؒ ان قطعات کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے زید الخیل کو ایک تحریر دی تھی جس کی رو سے انہیں بہت سی بستیاں (یعنی قطعات) عنایت فرمائے تھے اور ان ہی میں فدک کا قطعہ بھی تھا۔ یہاں تک علامہ سہیلیؒ کا حوالہ ہے۔

حضرت زید الخیرؓ کے متعلق ایک کمزور روایت یہ بھی ہے کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہے (مگر یہ قول بہت ضعیف ہے)

وفد عدی ابن حاتم طائی...... پھر آنحضرت ﷺ کے پاس عدی ابن حاتم طائی کا وفد آیا۔ خود حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں اپنے قبیلے میں ایک معزز آدمی تھا جس کو مال غنیمت میں سے مرباع یعنی چوتھائی حصہ علیٰحدہ ملتا تھا جیسا کہ جاہلیت کے زمانے میں عرب سرداروں کا طریقہ تھا کہ سردار کے لئے غنیمت کا چوتھا حصہ علیٰحدہ نکالا جاتا تھا۔ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے (یہ حضرت عدی مسلمان ہونے سے پہلے عیسائی تھے)

عدی کی اسلام سے بیزاری...... جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سنا تو مجھے آپ ﷺ سے اتنی بیزاری ہوئی کہ اتنی بیزاری شاید عرب کے کسی آدمی کو بھی آپ ﷺ کے متعلق سن کر نہیں ہوئی ہو گی۔ میں نے ایک لڑکے سے کہا جو میرے اونٹ چرایا کرتا تھا (عدی چونکہ آنحضرت ﷺ کے سائے سے بھی بھاگنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے اس لڑکے سے کہا)

"سن میرے اونٹوں میں سے کچھ فربہ اور تیز رفتار اونٹ علیٰحدہ کر کے انہیں میرے قریب رکھا کر۔ پھر جب بھی تو یہ سنے کہ محمد ﷺ کا لشکر اس علاقہ کا پامال کرنے آرہا ہے تو مجھے آگاہ کر دینا۔!"

مسلم لشکر اور عدی کا فرار...... لڑکے نے حکم کی تعمیل میں بہترین اونٹ علیٰحدہ کر لئے (اور انہیں ہر وقت تیار رکھنے لگا) پھر ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"عدی! تم نے محمد ﷺ کے نرغہ میں آنے سے پہلے جو کچھ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے وہ اس وقت کر لو کیونکہ میں نے ابھی بہت سے پرچم لہراتے ہوئے دیکھے ہیں، میں نے ان کے متعلق تحقیق کی تو معلوم ہوا یہ

محمد ﷺ کے لشکر کے پرچم ہیں۔!"

عدی کی بہن سفانہ کی گرفتاری...... میں نے یہ سنتے ہی اس سے کہا کہ میرے اونٹ لے آ جب اونٹ آ گئے تو میں نے اپنی بیوی اور لڑکے کو سوار کرایا اور وہاں سے روانہ ہو کر ملک شام میں اپنے عیسائی بھائیوں کے پاس پہنچ گیا لیکن حاتم کی بیٹی یعنی میری بہن وہیں مسلم فوجوں کے قریب بستی میں رہ گئی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہو گئی۔

سفانہ پر نبی کا احسان...... جب تمام قیدی رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں پیش کئے گئے اور آپ ﷺ کو میرے ملک شام کی طرف فرار ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے میری بہن پر احسان کیا (اور اسے گرفتار رکھنے یا باندی بنانے کے بجائے) آپ ﷺ نے اسے خلعت اور سواری عطا فرمائی اور مال و دولت دے کر رخصت فرمایا۔

سفانہ عدی کے پاس...... وہ مدینہ سے روانہ ہو کر ملک شام میں میرے پاس آ گئی، میں اس وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میری نظر ہودج میں بیٹھی ہوئی ایک پُرسکون عورت پر پڑی، میں نے کہا کہیں حاتم کی بیٹی تو نہیں، پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی ہے، میرے پاس پہنچ کر وہ سواری سے اتری اور ایک دم بھڑک اٹھی۔

"اے ظالم و قاتل تو اپنے بیوی اور بچے کو لے کر بھاگ آیا اور اپنے باپ کی باقی اولاد اور اپنے ناموس سے آنکھیں بند کر لیں۔!"

میں نے کہا۔

"بہن تم ٹھیک کہتی ہو خدا کی قسم میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے میں نے واقعی وہی سب کچھ کیا جو تم کہہ رہی ہو۔!"

نبی کے متعلق سفانہ سے سوال...... اسکے بعد وہ اونٹنی سے اتری اور میرے پاس ٹھہری، وہ ایک نہایت عقلمند اور سمجھدار عورت تھی، میں نے اس سے کہا۔

"تم نے اس شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) کے بارے میں کیا رائے قائم کی ہے؟"

مدینہ حاضری کا مشورہ...... اس نے کہا:-

"خدا کی قسم میری رائے ہے کہ تم جلد از جلد ان کے پاس پہنچ جاؤ کیونکہ اگر وہ نبی ہیں تو جو پہلے پہنچنے والے ہیں فضیلت و سعادت ان ہی کا مقدر بنے گی، اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تم ہی تم ہو گے۔!" میں نے کہا کے خدا کی قسم یہ رائے بہت مناسب ہے۔

یہ خاتون اگرچہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو چکی تھیں مگر شاید انہوں نے بھائی کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے جو یہ کلمہ کہا تھا کہ، اگر وہ نبی ہیں، اس سے بھائی کہیں اور زیادہ بیزار نہ ہو جائے اس لئے بھائی کے سامنے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق اس انداز میں بات کی کہ۔ تھوڑی دیر کو فرض کر لو وہ نبی ہیں، اس کا مقصد عدی کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو جائیں (کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کے بعد کسی بھی سلیم اور شریف طبیعت آدمی کا گمراہ اور ہدایت سے محروم رہنا ممکن نہیں ہے)

عدی بارگاہ نبوت میں...... حضرت عدی کہتے ہیں اس کے بعد میں وہاں سے روانہ ہوا اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا، جب میں آپ ﷺ کے سامنے پہنچا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا عدی ابن حاتم ہوں! یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے حجرۂ مبارک کی طرف لے کر چلے۔

میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ درمیان میں ایک بوڑھی عورت نے آپ ﷺ کو روک لیا۔ آپ روک گئے اور وہ عورت بہت دیر تک اپنے کام کے سلسلے میں آپ ﷺ سے بات کرتی رہی، یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں ہو سکتے (کیونکہ شاہوں کو اس طرح روک کر کوئی بھی باتیں نہیں کر سکتا)

آنحضرت ﷺ کی تواضع...... آخر حجرۂ مبارکہ میں داخل ہو کر چھال بھرا ہوا چمڑے کا ایک تکیہ اٹھایا اور اسے میری طرف بڑھا کر فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا نہیں اس پر آپ تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم ہی بیٹھو۔ چنانچہ میں اس پر بیٹھ گیا اور خود رسول اللہ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے پھر دل میں سوچا کہ خدا کی قسم یہ کسی بادشاہ کا برتاؤ نہیں ہو سکتا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے عدی ابن حاتم۔ مسلمان ہو جاؤ اور سلامتی حاصل کرو۔!"

اسلام کی دعوت...... آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو پہلے ہی ایک آسمانی دین پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارے دین کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔!"

عیسائی مذہب...... میں نے پوچھا کیا آپ ﷺ میرے دین کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ہاں۔ کیا تم عیسائیوں کے رکوسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ کیا تم اس قوم میں سے نہیں جن کا اپنا مستقل دین ہے؟"

کیونکہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عدی ابن حاتم عیسائی تھے۔ غرض انہوں نے کہا۔ بے شک۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تمہیں تمہاری قوم مال غنیمت میں سے مرباع یعنی چوتھائی حصہ ادا نہیں کرتی تھی۔ یعنی کیا تم غنیمت میں چوتھائی کا حصہ نہیں لیا کرتے تھے جیسا کہ جاہلیت میں سر کردہ لوگ چوتھائی حصہ لیا کرتے تھے؟

میں نے عرض کیا۔ بے شک! تب آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لیکن تمہارے دین کے مطابق یہ باتیں تمہارے لئے جائز نہیں تھیں۔!"

میں نے عرض کیا۔ "بے شک خدا کی قسم"۔

عدی کا اسلام...... اور اب میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور وہ باتیں بھی بتا دیتے ہیں جن کو وہ جانتے نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"عدی! شاید تم اس دین میں داخل ہونے سے اس لئے تامل کر رہے ہو کہ لوگ کہتے ہیں اس مذہب

کو صرف کمزور اور بے طاقت قسم کے لوگ قبول کر رہے ہیں جنہیں قبائل عرب دھتکار چکے ہیں۔ مگر خدا کی قسم جلد ہی وہ وقت آرہا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ اتنا مال ودولت آجائے گا کہ اس کو لینے والا نہیں ملے گا۔ اور شاید تم اس لئے اس دین کو قبول کرنے میں ہچکچا رہے ہو کہ دیکھنے میں اس کے دشمن زیادہ نظر آتے ہیں اور حمایتی کم۔ مگر کیا تم نے حیرہ کا نام سنا ہے ؟"

ترقی اسلام کی پیشین گوئی..... میں نے عرض کیا کہ اس شہر کے بارے میں سنا ہے دیکھا نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس دین کی برکت ایسی پھیلے گی کہ ایک گھر میں بیٹھنے والی عورت شہر حیرہ سے تن تنہا روانہ ہو گی اور مکہ میں بیت اللہ کا طواف کر سکے گی۔"

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ۔

"عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ تم سنو گے ایک تن تنہا عورت اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چلے گی اور بے خوف و خطر حرم میں بیت اللہ کا طواف کر جائے گی۔ اور شاید تمہیں اس دین کو اختیار کرنے میں پس و پیش ہے کہ حکومت و سلطنت غیروں کے ہاتھ میں ہے مگر خدا کی قسم عنقریب تم سنو گے کہ سر زمین بابل کے دودھیا محلات کے دروازے مسلمانوں کو اپنی آغوش میں لے رہے ہیں۔!"

یہ قادسیہ عراق کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے (جو اس زمانے میں کسرائے فارس کی بادشاہت سلطنت میں شامل تھا) یہ جگہ کوفہ سے دو مرحلوں کے فاصلے پر ہے۔

غرض حضرت عدی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے واقعی بہت جلد دیکھ لیا کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر روانہ ہوئی اور حج کر کے واپس گئی۔ اور خدا کی قسم دوسری بات بھی اسی طرح حقیقت بنے گی کہ مسلمانوں کے پاس مال ودولت کی اس قدر فراوانی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔ (یہ حقیقت بھی دنیا دیکھ چکی ہے کہ جب مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب چلا تو دنیا کی عظیم ترین سلطنتیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور قیصر و کسریٰ کے عظیم و مرمریں محلات کے دروازے مسلم فوجوں کے لئے وا ہو چکے تھے۔

وفد فروہ ابن مسیک مرادی..... پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں فروہ ابن مسیک مرادی حاضر ہوئے یہ بنی کندہ کی سلطنت سے اپنا تعلق ختم کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے۔ دراصل زمانۂ اسلام کے قریب ان کی قوم مراد اور قبیلہ ہمدان کے درمیان ایک روز سخت لڑائی ہوئی تھی وہ دن عرب میں یوم ردم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس لڑائی میں ہمدان نے مرادیوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ جب یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"یوم ردم میں تمہاری قوم کا جو نقصان ہوا کیا اسی سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے ؟"

فروہ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ ! کون ایسا ہے جس کی قوم کو اس قدر نقصان پہنچے جیسا میری قوم کو پہنچا ہے۔ اور پھر بھی اسے تکلیف نہ پہنچے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اب اسلام قبول کرنے کے بعد تمہاری قوم کو خیر ہی خیر حاصل ہوگی۔!"

پھر آنحضرت ﷺ نے فروہ ابن مسیک کو بنی مراد اور بنی زبید پر امیر مقرر فرمادیا اور ان کے ساتھ حضرت خالد ابن سعید ابن عاص رضی اللہ عنہ کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابن سعید رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک وہیں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

فروہ کا شوق منزل...... فروہ جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدس میں حاضری کے لئے جارہے تھے تو انہوں نے یہ شعر کہے۔

لَمَّا رَأَيْتُ مُلُوكَ كِنْدَةَ أَعْرَضَتْ
كَالرَّجُلِ خَانَ الرَّجُلَ عِرْقَ نِسَائِهَا

ترجمہ: جب میں نے بنی کندہ کے سرداروں کو دیکھا تو میں نے ان سے پہلو بچالیا۔ بالکل اس طرح جیسے وہ شخص اپنے حریف سے بھاگتا ہے جس نے اس کی بیوی کے ساتھ خیانت وبدکاری کی ہو۔

قَرَّبْتُ رَاحِلَتِي أَؤُمُّ مُحَمَّداً
أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَ حُسْنَ ثَوَابِهَا

ترجمہ: پھر میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضری کی نیت سے اپنی سواری پر سوار ہوا یہاں تک میں آپ ﷺ کے انعامات اور احسانات کی امید میں آیا ہوں۔

وفد بنی زبید......اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس بنی زبید کا وفد حاضر ہوا۔ زبید میں زاپر پیش اور باپر زبر ہے۔ اس وفد میں عمرو ابن معدیکرب زبیدی بھی تھے۔ یہ عرب کے مشہور شہسوار اور بہادر شخص تھے اور ساتھ ہی نہایت قادر کلام اور بہترین شاعر بھی تھے۔

عمرو کا میلان اسلام......انہوں نے اپنے بھتیجے قیس مرادی سے کہا۔

"تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک قریشی شخص جن کا نام محمد ﷺ ہے حجاز سے ظاہر ہوئے ہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ اب تم ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ ان کا علم کہاں تک ہے۔ اگر وہ واقعی نبی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو یہ بات تم سے چھپی نہیں رہ سکتی اور اس صورت میں ہم ان سے ملنے کے بعد ان کی پیروی اختیار کرلیں گے۔ لیکن اگر وہ نبی نہیں ہیں تو ہمیں ان کے علم کی حد معلوم ہو جائے گی۔!"

قیس کی ناراضگی...... مگر قیس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور عمرو کی رائے کا مذاق اڑایا۔ آخر عمرو ابن معدیکرب خود ہی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ روانہ ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ جب قیس کو عمرو کے جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے میری مخالفت کی اور میرے رائے اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی چنانچہ اس نے عمرو کا نام لے کر دھمکی دی۔ جب عمرو کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے قیس کے متعلق چند شعر کہے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

فمن ذا عاذری من ذی سفاه
یرید بنفسه شذا لمزار

ترجمہ: کون ہے جو میری طرف سے اس احمق کے سامنے عذر و معذرت کرے جو مجھے گرفت میں لینے کے لئے بے قرار ہے۔

أُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَ يُرِيْدُ قَتْلِي
عَذِيْرَكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُرَادِيْ

ترجمہ: میں اس کی زندگی کا خواہشمند ہوں لیکن وہ میری موت کا خواہاں ہے۔ لہٰذا تیرے دوست کے سامنے میرا سب سے بڑا دوست یعنی دلیل اور بچاؤ میری صاف نیت ہی ہے۔

(اس طرح عمرو ابن معدیکرب آنحضرت ﷺ کے پاس آکر مسلمان ہوگئے تھے) پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسود عنسی کے ساتھ یہ مرتد ہوگئے تھے۔ مگر اس کے بعد یہ دوبارہ مسلمان ہوگئے تھے اور پھر ایک پختہ کار مسلمان رہے (اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا)

عمرو کا دو مرتبہ اسلام...... عمرو ابن معدی کرب دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانوں میں بہت سی فتوحات میں شریک ہوئے۔ ادھر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک کمزور قول کے مطابق عمرو ابن معدیکرب آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہوئے تھے (لیکن اول تو یہ قول کمزور ہے اور اگر اس میں کسی حد تک صحت بھی مان لی جائے تو اس کا مطلب بظاہر یہ ہوگا کہ دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد عمرو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے اس کا سبب بھی ظاہر ہے) عمرو کے بھتیجے قیس مرادی بھی بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ (اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا قیس مرادی صحابہ میں سے ہیں یا نہیں یعنی مسلمان ہونے کے بعد انہیں آنحضرت ﷺ کی صحبت میسر آئی یا نہیں) ایک قول ہے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کی صحبت ملی ہے اور ایک قول ہے کہ نہیں ملی۔

وفد کندہ...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں بنی کندہ کا وفد آیا۔ آنحضرت ﷺ کے نسب میں آپ ﷺ کی ایک دادی اسی قبیلے کی ہوئی ہیں جن کا نام اُمّ جدّہ کلاب تھا۔

آپ ﷺ کی خدمت میں بنی کندہ کا جو وفد آیا اس میں اسّی آدمی اور ایک قول کے مطابق ساٹھ آدمی تھے ان ہی میں اشعث ابن قیس بھی تھے۔ یہ ایک خوش جمال اور اپنی قوم میں معزز آدمی تھے۔ کتاب امتاع میں ہے کہ یہ اپنے ساتھیوں میں سب سے کم عمر تھے۔

وفد کا احترام نبوت...... جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں باریاب ہونے کا وقت ہوا تو ان لوگوں نے کاندھوں تک لٹکے ہوئے بالوں میں کنگھا کیا، آنکھوں میں سرمہ لگایا اور یمن کی دھاری دار چادریں اوڑھیں جن کے اوپر ریشمی سنجاف کا کام تھا۔ اس طرح یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے اور انہوں نے اَبَیتَ اللّعنَ کہا (یہ زمانۂ جاہلیت کا سلام تھا جس کی تفصیل گذشتہ ابواب میں گزر چکی ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔!"

نبوت کے امتحان کے لئے سوال...... ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کو نام لے کر خطاب نہیں کر سکتے! آپ نے فرمایا تو میرا لقب ابوالقاسم ہے۔ تب ان لوگوں نے عرض کیا۔

"اے ابوالقاسم! ہم نے ایک چیز آپ ﷺ سے چھپا رکھی ہے بتائیے وہ کیا ہے!"

دراصل ان لوگوں نے گھی کے ایک برتن میں ایک ٹڈی کی چھوٹی سی آنکھ چھپا رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"سبحان اللہ! یہ سب تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جبکہ کاہن، کہانت اور کاہنوں کو ماننے والا سب

جہنم کا ایندھن ہیں۔!"

پتھروں سے شہادت کا معجزہ...... ان لوگوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کیسے آزمائیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر زمین سے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا۔

"یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔!"

بنی کندہ کا اسلام...... اسی وقت ان کنکریوں سے جو آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں تھیں تسبیح کی آواز آنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے حق اور سچائی دے کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے جس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔!"

آیات قرآنی کی تلاوت...... بنی کندہ نے عرض کیا اس کتاب کا کچھ حصہ ہمیں بھی سنائیے۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ. رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔

(سورۂ صٰفٰت پ ۲۳، ع ۱، آیت ۱ تا ۵)

ترجمہ: قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا اتنا پڑھ کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے اور اس طرح ساکت وصامت ہوگئے کہ جسم کے کسی حصہ میں حرکت نہیں تھی ساتھ ہی آپ ﷺ کی ریش مبارک پر آنسو بہہ کر آرہے تھے۔ یہ دیکھ کر بنی کندہ نے کہا۔

آنحضرت ﷺ پر خشیت وگریہ...... "ہم آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔! کیا آپ ﷺ اس ذات کے خوف سے رو رہے ہیں جس نے آپ کو رسالت دے کر بھیجا ہے؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"مجھے اسی کے خوف نے رلا دیا۔ اس نے مجھے صراط مستقیم پر بھیجا جو تلوار کی دھار کی طرف باریک اور تیز ہے اگر مجھے اس سے ذرا بھی لغزش ہو تو میں ہلاک ہو جاؤں۔!"

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵، ع ۱۰، آیت ۸۶)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ ﷺ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے واپس لانے کے لئے آپ ﷺ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایت نہ ملے مگر یہ آپ ﷺ کے رب ہی کی رحمت ہے کہ ایسا نہیں کیا۔ بے شک آپ ﷺ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

ریشمی لباس پر نبی کا اعتراض...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کا ریشمی لباس دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ انہوں نے عرض کیا بے شک ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا۔

"پھر تمہاری گردنوں میں ان ریشمی کپڑوں کا کیا کام؟!"

انہوں نے اسی وقت وہ ریشمی چادریں اتار کر ایک طرف ڈال دیں۔ مگر اس روایت سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے شافعی فقہاء کا قول ہے کہ ریشم کا سنجاف جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا استعمال اسی وقت تک جائز ہے جب تک یہ ریشمی سنجاف آدمی کے جسم پر جائز حد سے آگے نہ بڑھے۔ ان لوگوں نے جو سنجاف پہنا ہوا تھا وہ شاید جواز کی حدود سے بڑھا ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ سے قرابت کا اظہار...... پھر وفد کے لوگوں میں سے اشعث ابن قیس نے رسول ﷺ سے عرض کیا۔

"ہم بھی آکل مرار کی اولاد میں سے ہیں اور آپ ﷺ آکل مرار کے بیٹے ہیں۔!"

مراد ہیں آپ ﷺ کی نسبی دادی اُمّ کلاب۔ (مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اور ہمارے درمیان نسبی رشتہ بھی موجود ہے) کیونکہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اُمّ کلاب بنی کندہ میں سے تھیں۔

ایک قول کے مطابق انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب چونکہ تاجر تھے اس لئے وہ عرب کے مختلف قبیلوں میں جاتے رہتے تھے اور جب بھی وہ کسی قبیلہ میں جاتے اور ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کہاں کے ہیں تو وہ کہتے کہ میں آکل مرار کا بیٹا ہوں۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس طرح بنی کندہ کی طرف سے بھی نسبت و رشتہ داری ظاہر ہو جائے اور ان کا رعب و داب اور عظمت اور بڑھ جائے کیونکہ بنی کندہ شاہی خاندان تھا۔

غرض بنی کندہ حضرت عباسؓ کے اسی مذکورہ قول کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ قبیلہ قریش بھی ان ہی میں سے ہے (چنانچہ بنی کندہ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے اسی نسبی رشتے کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"نہیں۔! ہم بنی نضر ابن کنانہ ہیں۔ ہم ایسا نہیں کرتے کہ ننھیال کا نسب چلائیں اور ددھیال یعنی باپ دادا کی طرف کا نسب چھوڑ دیں۔!"

اشعث کا اسلام ارتداد اور پھر اسلام...... یہ اشعث اس وقت مسلمان ہو گئے تھے اور پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام سے منہ موڑ کر مرتد ہو گئے تھے لیکن پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ صورت یہ ہوئی کہ جب یہ مرتد ہو گئے تو صدیق اکبرؓ کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور پھر گرفتار کر کے انہیں دربار خلافت میں لائے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے قتل کا حکم دینے کا ارادہ کیا تو یہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے خلیفہ رسول سے عرض کیا۔

"آپؓ مجھے اپنی جنگوں میں شرکت کا موقعہ دیجئے اور اپنی بہن کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔!"

(صدیق اکبرؓ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی اور) اپنی بہن اُمّ فروہ کی شادی ان سے کر دی۔ شادی کرنے کے بعد اشعث مدینہ کے اونٹوں کے بازار میں گئے اور تلوار سونت لی وہاں انہیں جو اونٹ نظر آیا انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں (کونچ چوپائے کی ایڑی سے اوپر کے پٹھے کو کہتے ہیں)

اشعث کا عجیب و غریب ولیمہ...... جب انہوں نے اس طرح کئی اونٹوں کو زخمی کر دیا تو لوگ چیخنے لگے کہ

اشعث کافر ہو گیا مگر اشعث اپنے کام میں لگے رہے آخر بہت سے اونٹوں کو زخمی کرنے کے بعد انہوں نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور پکار کر کہا۔

"خدا کی قسم میں نے کفر نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ اس شخص یعنی حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بہن کی شادی مجھ سے کر دی ہے اس موقعہ پر اگر ہم اپنے وطن میں ہوتے تو ولیمہ اس کے سوا کچھ اور ہوتا!"

اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے خطاب کر کے کہا۔

"مدینہ والو! ان اونٹوں کو ذبح کر کے کھاؤ پیو!"

پھر انہوں نے اونٹوں کی قیمت ان کے مالکوں کو ادا کر دی۔

(قال) غرض آنحضرت ﷺ نے اشعثؓ سے پوچھا کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے کہا۔

"میرا ایک لڑکا ہے جو اس وقت پیدا ہوا جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہو رہا تھا۔ میری آرزو ہے کہ مجھے اس سے قوت و طاقت حاصل ہو۔!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اولاد اصل میں آدمی کے لئے بزدلی، بخل و کنجوسی اور غم و آلام کا سبب ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا سکون رہتی ہے۔!"

وفد اَزْد شنوءَ...... پھر آپ ﷺ کے پاس وفد ازد شنوءَ حاضر ہوا۔ قبیلہ اَزْد کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے جن میں صرد ابن عبداللہ اَزْدی بھی تھے۔ یہ اپنی قوم میں ایک بااثر آدمی تھے۔ لہٰذا (ان لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد) آنحضرت ﷺ نے صرد کو ہی ان مسلمانوں پر امیر مقرر فرمادیا اور انہیں حکم دیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کے ساتھ مل کر یمن کے مشرک قبیلوں کے ساتھ جہاد کریں۔

وفد ازد کا اسلام اور کفار سے جنگ...... صرد ابن عبداللہ یہاں سے روانہ ہوئے تو جُرَش کے مقام پر جا کر ٹھہرے جُرَش ایک شہر تھا جس میں یمنی قبیلوں میں کے کچھ قبائل رہتے تھے۔ مسلمانوں نے تقریباً ایک مہینہ تک اس شہر کا محاصرہ کئے رکھا (مگر شہر فتح نہیں ہوا) آخر صرد ابن عبداللہ نے محاصرہ اٹھالیا اور وہاں سے واپس ہو گئے۔

مشرکوں کی شکست...... صرد ابن عبداللہ یہاں سے چل کر کوہ شکر تک پہنچ گئے مشرکوں نے یہ سمجھا کہ مسلمان ہم سے ڈر کر اور شکست کے احساس سے یہاں سے گئے ہیں چنانچہ مشرکین بھی قلعے سے نکلے اور مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ کوہ شکر کے پاس انہوں نے مسلمانوں کو جالیا۔

انہوں نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور شدید جنگ کی لیکن ان کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے (اور مشرکوں کو شکست ہوئی) ادھر جُرَش کے لوگوں نے اپنے دو آدمی مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجے تھے ایک روز وہ دونوں آنحضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا۔

"کوہ شکر کس علاقے میں ہے؟"

یہ سنتے ہی یہ دونوں آدمی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

"یارسول اللہ! ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ ہے جس کو کَشَر کہا جاتا ہے!"

نبی کو جنگ کی آسمانی خبر...... آپ ﷺ نے فرمایا وہ کشر نہیں بلکہ شکر ہے۔ ان دونوں نے پوچھا کہ اس کا معاملہ کیا ہے یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اس کے پاس اللہ کے نام کے جانوروں کی قربانیاں کی جارہی ہیں۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے اس کے دامن میں ہونے والی لڑائی کا حال بتایا جو اسی وقت وہاں ہو رہی تھی۔

قوم اَزْد کا اسلام...... اس کے بعد یہ دونوں وہاں سے واپس اپنے وطن اور قوم کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ان کی قوم اسی روز اور اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں نقصان اٹھا رہی تھی جس روز اور جس وقت آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اس کی اطلاع دی تھی۔

قوم اَزْد کی تعریف...... جب ان دونوں نے قوم کو آنحضرت ﷺ کا یہ واقعہ بتلایا تو فوراً اہل جرش کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا۔

"مرحبا ہو تم لوگوں کو جو صورت و شکل میں بہترین لوگ ہو، ملاقات میں سب سے زیادہ سچے اور مخلص ہو، گفتگو میں نہایت پاکباز ہو اور امانت داری میں سب سے زیادہ بلند درجہ کے ہو۔ تم لوگ مجھ میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں۔ اور تمہارے شہر کے گرد حفاظتی انتظامات میری حفاظت ہے!"

(یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی سن کر اور آپ ﷺ کی محبت و اپنائیت سے بے حد متاثر ہوئے۔

شاہان حمیر کا خط...... اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس شاہان حمیر کا قاصد آیا جس کے پاس آنحضرت ﷺ کے نام شاہی خط بھی تھا اس میں حرث ابن عبد کلال اور معافر اور ہمدان کے اسلام کا اقرار تھا۔ جہاں تک حرث ابن عبد کلال کا تعلق ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خود آئے تھے یا نہیں۔ اگر یہ خود ہی آئے تھے تو یہ صحابی ہوئے ورنہ نہیں ہمدان ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ادھر ایک قبیلہ کا نام ہمدان بھی تھا جو تمیم کا قبیلہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کا جواب...... رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ان لوگوں کو لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے حرث ابن عبد کلال اور نعمان و معافر و ہمدان کے نام۔ امّا بعد۔ میں تمہارے سامنے اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارا قاصد ہمارے پاس اس وقت آیا جب ہم سرزمین روم سے آئے تھے یعنی غزوۂ تبوک سے ہماری واپسی پر پہنچا ہم اس سے مدینہ میں ملے، اس نے تمہارا پیغام پہنچایا تمہارے حالات بتلائے، تمہارے اسلام قبول کرنے کی خبر دی اور یہ کہ تم نے مشرکوں کو قتل کیا ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت فرمائی ہے جس سے تم لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ جب تک تم اللہ و رسول کی اطاعت کئے رہو گے، نمازیں قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور مال غنیمت میں سے اللہ کے لئے پانچواں حصہ اور نبی کا حصہ اور انتخاب نکالتے رہو گے اور وہ صدقات دیتے رہو گے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر واجب کئے ہیں۔

امّا بعد! پس محمد ﷺ نبی نے اپنے قاصد زرعہ ذی یزن۔ اور ایک روایت کے مطابق زرعہ ابن سیف یزن کے علاقے میں بھیجے ہیں جب تمہارے پاس میرے قاصد پہنچیں تو میں تمہیں ان کے ساتھ نیک سلوک کی نصیحت کرتا ہوں وہ لوگ معاذ ابن جبل، عبداللہ ابن زید، مالک ابن عبادہ، عقبہ ابن نمر، مالک ابن مرارہ اور ان کے ساتھی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور یہ کہ تمہارے کل مال پر جو کچھ صدقہ اور جزیہ واجب ہوتا ہے وہ سب جمع کر کے میرے قاصدوں کے حوالے کر دو۔ اور یہ کہ ان کے امیر معاذ ابن جبل ہیں معاذ کو کسی بھی

حالت میں تمہارے یہاں سے ناخوش واپس نہیں آنا چاہئے۔

امابعد ! پس محمد ﷺ شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ وہ خود اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر مالک ابن کعب ابن مرارہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حمیر والوں میں سب سے پہلے تم مسلمان ہوئے اور تم مشرکوں کے ساتھ لڑے لہذا تمہیں خیر اور بھلائی کی بشارت ہو اور میں تمہیں حمیر والوں کے ساتھ بھی بھلائی کا حکم دیتا ہوں تم لوگ خیانت اور بددیانتی مت کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دغا دینا کیونکہ اللہ کا رسول تمہارے دولت مندوں اور غریبوں سب کا آقا ہے۔ نیز صدقہ کا مال نہ محمد ﷺ کے لئے حلال ہے اور نہ اس کے گھرانے کیلئے جائز ہے بلکہ درحقیقت وہ زکوٰۃ ہے جس کے ذریعہ غریب مسلمانوں اور مسافروں کو صدقہ ادا کیا جاتا ہے۔ مالک نے تمام حالات بتلا دیئے ہیں اور خفیہ باتوں کو حفاظت سے پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں اور تم لوگوں پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں!"

فروہ کے قاصد کی آمد...... اسی طرح آپ ﷺ کے پاس فروہ ابن عمرو جذامی کا قاصد حاضر ہوا جس نے آپ ﷺ کو فروہ کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی۔ فروہ نے آپ ﷺ کے پاس ایک سفید رنگ کا خچر بطور ہدیہ بھجوایا جس کا نام فضّہ تھا۔ اور ایک گدھا بھیجا جس کو یعفور کہتے تھے نیز ایک گھوڑا بھجوایا تھا جس کا نام ظرب تھا۔ اس کے علاوہ فروہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ کپڑے اور ایک قباء بھیجی تھی جس پر سونے کا کام تھا۔

فروہ کی معطلی...... یہ حضرت فروہ رومیوں کی طرف سے ان عربوں پر عامل یعنی گورنر مقرر تھے جو عیسائی تھے اور ان کے قریب آباد تھے۔ چنانچہ جب رومیوں کو فروہ کے اسلام قبول کرنے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔

فروہ کی ثابت قدمی...... پھر ایک دن بادشاہ نے ان سے کہا۔

"تم محمد ﷺ کے دین سے پھر جاؤ تو ہم دوبارہ تمہیں تمہارے علاقہ کی حکمرانی دے دیں گے۔!"

مگر حضرت فروہؓ نے فرمایا۔

"میں محمد ﷺ کا دین کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا جبکہ تم خود بھی جانتے ہو کہ حضرت عیسٰیؑ نے بھی آنحضرت ﷺ کے ظہور کی بشارت دی ہے مگر تم اپنی سلطنت کی وجہ سے اس حقیقت کو نہیں مانتے۔!"

فروہ کا قتل...... آخر بادشاہ نے ان کا سر قلم کروادیا۔ اور اس کے بعد ان کی لاش عام گزرگاہ پر لٹکوادی۔

وفد بنی حرث...... پھر آپ ﷺ کے پاس بنی حرث ابن کعب کا وفد آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کو بنی حرث ابن کعب کی طرف نجران کے مقام پر بھیجا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دیں۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا۔

"اگر وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں تو تم بھی ان پر اعتماد کرنا لیکن اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان سے جنگ کرنا۔!"

تبلیغ اور بنی حرث کا اسلام...... چنانچہ حضرت خالد مدینہ سے روانہ ہو کر نجران پہنچے یہاں انہوں نے دعوت دی چاروں طرف اپنے سوار بھیجے جنہوں نے نجرانیوں کو اسلام کی اور ان سے کہا کہ لوگو! اسلام قبول کرکے سلامتی کا راستہ اختیار کرو۔ اس پر وہ لوگ مسلمان ہوگئے تو حضرت خالد نے ان کو اسلامی شریعت کی تعلیم دینی شروع کی اور

آنحضرت ﷺ کو یہ مبارک اطلاع ایک خط کے ذریعہ بھیجی۔

آنحضرت ﷺ نے جواب میں خالد کو لکھا کہ وہ مدینہ واپس آجائیں اور بنی حرث کا ایک وفد بھی اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ حضرت خالدؓ ان کا ایک وفد لے کر مدینہ آئے اس وفد میں قیس ابن حصین ذوالغصہ بھی تھے۔ غُصہ عربی میں اچھو لگنے یا گلے میں پھندا لگنے کو کہتے ہیں اور ذوالغصہ کا مطلب ہے اچھو والا چونکہ ان کے حلق میں کچھ ایسا پھندا تھا کہ اس کی وجہ سے یہ صاف طور پر بول نہیں سکتے تھے اس لئے ان کو ذوالغصہ کہا جاتا تھا اصل میں یہ عیب ان کے باپ حصین میں تھا اور ان کو ہی ذوالغصہ کہا جاتا تھا لیکن اکثر خود قیس کو بھی ذوالغصہ کہہ دیا جاتا تھا۔ مگر کتاب نور میں ہے کہ ممکن ہے خود قیس کو بھی اپنے باپ کی طرح سے یہی مرض ہو اور ان کو ذوالغصہ اور ابن ذی الغصہ دونوں طرح پکارا جاتا ہو۔ مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

بنی حرث کا اتفاق و اتحاد...... غرض جب اس وفد کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی کس وجہ سے اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہتے تھے ؟ انہوں نے عرض کیا۔

"ہم لوگ اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہتے تھے اور کبھی آپس میں پھوٹ نہیں پڑنے دیتے تھے۔ نیز ہم لوگ کبھی ظلم میں ابتدا نہیں کرتے تھے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت زید ابن حصین کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

ان لوگوں کی مدینہ سے واپسی کے چار ہی مہینے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تھی۔ (یعنی یہ وفد آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ و مبارکہ کے آخری دور میں حاضر ہوا تھا)

رفاعہ ابن زید کی آمد...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں رفاعہ ابن زید خزاعی حاضر ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کو ایک غلام بھی نذر کیا۔ یہ مسلمان ہوئے اور ہمیشہ ایک پختہ کار مسلمان رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی قوم کے نام ایک نامہ مبارک لکھ کر عطا فرمایا جو یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے رفاعہ ابن زید کے لئے۔ میں رفاعہ کو اس کی پوری قوم اور ان لوگوں کی طرف بھیج رہا ہوں جو ان کی قوم میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ یعنی رفاعہ ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیں۔ جو لوگ ان کی دعوت قبول کر لیں وہ اللہ کی جماعت اور اس کے رسول کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے لیکن جو لوگ اس دعوت سے منہ موڑیں گے ان کو دو مہینے کی امان ہو گی۔"

رفاعہؓ کی قوم کا اسلام...... جب حضرت رفاعہؓ نے اپنی قوم میں پہنچ کر ان کو دین کی دعوت دی تو انہوں نے اسے قبول کیا اور مسلمان ہو گئے۔

وفد ہمدان...... پھر آپ ﷺ کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ ہمدانیوں کے اس وفد میں مالک ابن نمط بھی تھے جو ایک اونچے درجہ کے شاعر تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ ان لوگوں کے جسموں پر مختصر کپڑے تھے۔

ایک قول ہے کہ یمن کی دھاری دار چادریں اور عدنی عمامے لپیٹے ہوئے تھے۔ یہ عدن یمن کے علاقے میں ایک شہر ہے عماموں کی نسبت اسی عدن کی طرف کی گئی ہے۔ عدن کے معنی قیام کرنا ہیں۔ جو اس زمانے میں

مجرموں کو اسی شہر میں قید کر کے رکھا جاتا تھا اس لئے اس جگہ کا نام ہی عدن پڑ گیا۔
یہ لوگ مہریہ اور ارحبیہ سواریوں پر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے۔ مہریہ سے دراصل ایک قبیلہ کی طرف نسبت کی گئی ہے جس کو مہرہ کہا جاتا تھا اور جو یمن میں آباد تھا۔ اسی طرح ارحبیہ سے ارحب کی جانب نسبت کی گئی ہے۔

مالک کے رزمیہ اشعار...... غرض جب یہ وفد آنحضرت ﷺ کے سامنے پہنچا تو مالک ابن نمط ایک دم رجزیہ اور رزمیہ اشعار پڑھنے لگے جو یہ تھے۔

اِلَیْکَ جَاوَزْنَا سَوَادَ الرِّیْفِ
فِی هَبْوَاتِ الصَّیْفِ وَ الْخَرِیْفِ

ترجمہ: ہم اپنے تروتازہ اور شاداب علاقے چھوڑ کر صرف آپ ﷺ کے پاس ہی آئے ہیں۔ ہم نے تو موسم سرما و گرما کی ان ہواؤں کو بھی آپ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

مخطمات بِحِبَالِ اللِّیْفِ

جو لیف کے پہاڑوں میں سر سراتی ہیں۔
مالک ابن نمط کے اشعار میں چند شعر یہ ہیں۔

حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّقِصَاتِ اِلٰی مِنٰی
صَوَادِرُ بِالرُّکْبَانِ مِنْ هَضَبِ قَرْدَدِ

ترجمہ: میں نے منیٰ کے میدان میں خدا کے سامنے قسم کھائی ہے اور ان آنے والے قافلوں کی موجودگی میں قسم کھائی جو قرود سے آرہے تھے۔

بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْنَا مُصَدَّقٌ
رَسُوْلٌ اَتٰی مِنْ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مهتد

ترجمہ: کہ ہمارے درمیان میں ایک رسول ہیں جو اس ہدایت دینے والے قاصد کی تصدیق کرتے ہیں جو ان کے پاس عرش سے ہدایت لے کر آتا ہے۔

فَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوقَ رَحْلِهَا
اَشَدَّ عَلٰی اَعْدَائِهٖ مِنْ مُحَمَّدِ

ترجمہ: اونٹ کی پشت پر سوار ہونے والوں میں میں نے کسی شخص کو اپنے دشمنوں کے سامنے اتنا بہادر نہیں پایا جیسے آنحضرت ﷺ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مالک ابن نمط کو ان کی قوم کے ان لوگوں کا امیر مقرر فرمادیا جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان کو بنی ثقیف سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ بنی ثقیف کے مویشی جب بھی چرنے کے لئے باہر نکلتے یہ ان پر حملہ کرتے۔ کتاب اصل میں اسی طرح ہے۔

ہمدان کو خالدؓ کی تبلیغ...... مگر کتاب ھدی میں بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی طرف حضرت خالد ابن ولید کو روانہ کیا تھا جو ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے حضرت خالدؓ چھ مہینے تک ان لوگوں میں ٹھہرے اور انہیں تبلیغ اسلام کرتے رہے مگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

علیؓ کی روانگی اور تبلیغ...... آخر آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا اور حضرت خالدؓ کو واپسی کا حکم بھیجا۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ جو دوسرے صحابہ بھیجے گئے تھے ان کے لئے آنحضرت ﷺ نے

یہ فرمان بھیجا کہ اگر وہ لوگ چاہیں تو حضرت خالدؓ کے ساتھ ہی واپس آجائیں اور اگر چاہیں تو حضرت علیؓ کے ساتھ وہیں ٹھہرے رہیں۔ (یہ واقعہ ۸ھ کا ہے)

اہل ہمدان کا اسلام...... حضرت علیؓ جب ان لوگوں کے علاقہ میں پہنچے تو وہ لوگ مقابلے کے لئے نکل آئے۔ حضرت علیؓ نے ان کے سامنے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی اور ایک ہی صف بنائی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اپنی صف سے نکل کر آگے بڑھے اور دشمن کو آنحضرت ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا۔ یہ خط سن کر وہ سب لوگ فوراً مسلمان ہو گئے۔

ہمدان کو نبی ﷺ کی دعا...... حضرت علیؓ نے یہ خوشخبری ایک خط کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجی۔ آنحضرت ﷺ نے جب خط پڑھا تو آپ ﷺ فوراً سجدے میں گر گئے۔ کچھ دیر بعد آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا۔

"ہمدانیوں پر سلامتی ہو...... ہمدانیوں پر سلامتی ہو۔!"

یہ روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہمدان کے لوگوں کی بنی ثقیف سے کوئی جنگ اور مڈ بھیڑ نہیں ہوئی اس لئے کہ قبیلہ ہمدان یمن میں رہتا تھا اور بنی ثقیف طائف میں رہتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ہمدان بہت اچھا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ فتح و نصرت کی طرف بہت تیزی سے بڑھنے والے اور مشقتوں پر بہت صبر کرنے والے ہیں۔ ان میں ابدال بھی ہیں اور اوتاد بھی ہیں۔"

وفد تجیب...... اسی طرح بھی آنحضرت ﷺ کی بارگاہ مقدس میں بنی تجیب کا وفد آیا۔ یہ بنی کندہ میں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ وفد آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اس میں تیرہ آدمی تھے یہ لوگ اپنے ساتھ اپنے مال و دولت میں سے صدقات و زکوٰۃ لے کر آئے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض فرمائے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس سے بے حد خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بڑی عزت و تکریم فرمائی۔

مال زکات سمیت حاضری...... ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے پاس اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق لے کر حاضر ہوئے ہیں۔!"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اس مال کو واپس لے جاؤ اور اپنی قوم کے غریبوں اور فقراء میں تقسیم کر دو۔!"

اس پر ان حضرات نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں وہی مال لے کر آئے ہیں جو قوم کے غریبوں کو تقسیم کرنے کے بعد بھی بچ رہا تھا۔!"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ سے ان کے بارے میں عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ان کے جیسا عرب کا کوئی وفد اب تک نہیں آیا تھا۔!"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"حقیقت میں ہدایت و راستی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ حق تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا سینہ ایمان کے لئے کھول دیتا ہے۔!"

وفد کو عطایا و اجازت رخصت...... اس کے بعد وہ لوگ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ کے متعلق سوالات کرتے رہے جس سے آنحضرت ﷺ کو ان کے ساتھ اور زیادہ رغبت و دلچسپی پیدا ہو گئی۔ پھر جب انہوں نے واپس اپنے گھروں کو جانے کی اجازت مانگی تو ان سے کہا گیا کہ کیا جلدی ہے۔ اس پر ان لوگوں نے کہا۔

"ہم وہاں پہنچ کر لوگوں کو بتلائیں گے کہ ہم نے اپنے آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی جو کیفیات ہم پر گزری ہیں وہ بتلائیں گے۔!"

وفد کا ایک کمسن رکن...... اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے رخصت ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ آنحضرت ﷺ آنے والے وفدوں کو جو کچھ انعامات عطا فرمایا کرتے تھے ان لوگوں کو ان سے زیادہ عنایت فرمایا۔ جب سب کو دیا جا چکا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم میں سے کوئی رہا تو نہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔

"ایک لڑکا رہ گیا ہے جسے ہم اپنے پڑاؤ میں ہی چھوڑ آئے ہیں کیونکہ وہ سب سے کم عمر ہے!"

آپ ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس بھیج دو۔ ان لوگوں نے پڑاؤ میں جاکر اس لڑکے کو بھیج دیا۔ اُس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں اسی جماعت کا ایک فرد ہوں جو ابھی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی ضروریات پوری فرمائی ہیں اب میری بھی حاجت روائی فرمائیے۔!"

نو عمر لڑکے کی عظیم درخواست...... آپ ﷺ نے پوچھا تیری ضرورت کیا ہے؟ اس نے عرض کیا۔

"آپ ﷺ اللہ عزّ و جلّ سے دعا فرمائیے کہ وہ میری مغفرت فرما دے، مجھ پر رحم و کرم رکھے اور میرے دل کو غنی اور بے نیاز فرما دے۔!"

دعائے نبوی اور اس کا اثر...... آنحضرت ﷺ نے اسی وقت اس لڑکے کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِر لَه وَارْحَمْهُ وَ اجْعَلْ غِنَاهُ فِي قَلْبِه

ترجمہ: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم و کرم فرما اور اس کے دل کو غنی اور بے نیاز فرما دے!

اس دعا کو خود اپنے لئے اس طرح پڑھنا چاہئے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِيْ وَ اجْعَلْ غِنَايَ فِي قَلْبِي

ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم و کرم فرما اور میرے دل کو غنی اور بے نیاز فرما دے۔

بزرگی بعقل است نہ بسال..... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کو بھی اتنا ہی انعام دیئے جانے کا حکم فرمایا جتنا ان کے ایک ایک ساتھی کو دیا گیا تھا (اس کے بعد یہ لوگ واپس اپنے وطن چلے گئے)۔

اس ملاقات کے بعد پھر یہ سب لوگ حج کے موقعہ پر منیٰ کے میدان میں آنحضرت ﷺ سے ملے مگر اس وقت ان کے ساتھ وہ لڑکا نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ ان سے پوچھا کہ وہ لڑکا کہاں گیا جو تمہارے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم نے اس جیسا لڑکا نہ کبھی دیکھا اور نہ اس جیسے بے نیاز اور دل کے غنی لڑکے کے بارے میں کبھی سنا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے عنایت فرمایا اسی میں مگن اور قانع رہتا ہے اگر لوگ دنیا جہان کی دولت

تقسیم کرتے ہوں تو وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے اور نہ ان کی جانب توجہ کرے۔!"

حسن خاتمہ کی دعا...... رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

"الحمد للہ! میری آرزو ہے کہ اس کی موت خاطر جمعی کی حالت میں آئے۔!"

ان میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آدمی خاطر جمعی کی حالت میں نہیں مرتا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"آدمی کی خواہشات اور پریشانیاں دنیا کی وادیوں میں بھٹکتی پھرا کرتی ہیں اس لئے ممکن ہے اس کی موت ان ہی میں سے کسی وادی میں اس کو گرفت میں لے لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ شخص کس وادی میں موت سے ہمکنار ہو رہا ہے۔!"

کمسن صحابی کی خدمات...... پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب یمن کے کچھ لوگ اسلام سے پھر گئے تو اسی نوجوان نے اپنی قوم کے درمیان کھڑے ہو کر انہیں وعظ و نصیحت کی اور ان کے سامنے حق تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اسلام کی خوبیاں بیان کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر کوئی شخص مرتد نہیں ہوا۔

ادھر خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اس لڑکے کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اس کا اکثر ذکر فرماتے۔ جب صدیق اکبرؓ کو اس نوجوان کی کوششوں اور وعظ و نصیحت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضر موت کے والی یعنی گورنر کو ہدایت لکھ کر بھیجی کہ وہ اس نوجوان کا خاص طور پر خیال رکھیں اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

وفد بنی ثعلبہ...... پھر آپ ﷺ کے پاس بنی ثعلبہ کا وفد حاضر ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس بنی ثعلبہ کے چار آدمیوں کی جماعت حاضر ہوئی جو اسلام کا اقرار کرتے آئے تھے۔ جب یہ لوگ آئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

وفد والوں میں سے ایک شخص کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک نظر ہماری طرف دیکھا ہم فوراً ہی تیزی کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف بڑھے اس وقت حضرت بلالؓ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے تھے ہم نے قریب پہنچ کر آپ ﷺ کو سلام عرض کیا اور پھر آپ ﷺ سے کہا۔

"یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنی قوم کی طرف سے بطور قاصد کے ہیں اور ہم لوگ اسلام کا اقرار کر چکے ہیں مگر ہم سے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام معتبر نہیں ہے!"

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

"تم جہاں بھی ہو اگر اللہ سے ڈرتے رہو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے۔!"

انعامات نبوی ﷺ...... پھر آنحضرت ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد اپنے حجرۂ مبارک میں

واپس تشریف لے گئے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہمیں بلایا۔ آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا علاقہ کس قسم کا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ سرسبزی و شادابی کا دور دورہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا الحمد للہ۔

اس کے بعد ہم لوگ چند دن وہیں ٹھہرے اور آنحضرت ﷺ کی مہمانی کا لطف اٹھایا۔ پھر جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کو کچھ عطیات دو حضرت بلالؓ نے ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

وفد ھُذیم...... اسی طرح آپ ﷺ کے پاس بنی سعد ھُذیم کا وفد آیا جو بنی قضاعہ کی ایک شاخ تھی۔ حضرت نعمان سے روایت ہے کہ میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ادھر آنحضرت ﷺ اس وقت تک اکثر علاقوں پر فوج کشی کے ذریعہ غلبہ حاصل فرما چکے تھے اور عرب آپ ﷺ کے سامنے سرنگوں ہو چکے تھے۔

غلبہ اسلام اور عرب...... اس وقت عرب میں دو قسم کے لوگ تھے ایک تو وہ جو مسلمان ہو چکے تھے اور اسلام کے فدائی تھی اور دوسرے وہ لوگ تھے جو اسلامی تلوار سے خوفزدہ تھے۔ ہم پہلے مدینہ پہنچ کر ایک محلے میں فروکش ہوئے اس کے بعد ہم لوگ مسجد نبوی ﷺ کی طرف گئے۔

جب ہم مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد کے اندر ایک جنازے کی نماز پڑھا رہے تھے۔ واضح رہے کہ یہ جنازہ حضرت سہیل ابن بیضاء کا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کے سوا کسی کے جنازے کی نماز مسجد کے اندر نہیں پڑھائی۔ ادھر مسلم میں جو یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے اندر حضرت سہیل اور ان کے بھائی دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ اس میں شبہ ہے اگرچہ ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس کو تسلیم کیا ہے۔

ھُذیم بارگاہ نبوت میں...... غرض حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ وہیں ایک طرف کو کھڑے ہو گئے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ ہم نے سوچا کہ آنحضرت ﷺ پہلے نماز سے فارغ ہو لیں اور ہم آپ ﷺ کو بیعت دے دیں (اس کے بعد ہی ارکان شروع کریں مگے)

نماز سے فارغ ہو کر جب آنحضرت ﷺ مڑے تو ہم لوگوں پر آپ ﷺ کی نظر پڑی۔ آپ ﷺ نے ہمیں بلا کر پوچھا کہ تم کس قبیلے کے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم بنی سعد ھذیم میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم لوگ مسلمان ہو؟ ہم نے کہا۔ ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی۔
ہم نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم یہ سمجھتے تھے کہ جب تک آپ ﷺ سے بیعت نہ کرلیں اس وقت تک یہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تم جہاں کہیں بھی مسلمان ہوئے اب مسلمان ہی ہو۔!"

ھُذیم کا اسلام اور بیعت..... نعمان کہتے ہیں اس کے ہم مسلمان ہوئے اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کے لئے بیعت کی پھر ہم وہاں سے لوٹ کر اپنے پڑاؤ میں آئے جہاں ہم اپنے ایک ساتھی کو چھوڑ گئے تھے کیونکہ وہ ہم میں سب سے کم عمر تھا۔

اسی وقت پیچھے پیچھے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا جو ہمارے ساتھ اس لڑکے کے پاس آیا اور پھر ہم سب (یعنی اس لڑکے سمیت) آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔

وہ لڑکا آگے بڑھا اور آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی اسلام پر بیعت لی۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو ہم میں سب سے چھوٹا اور کم عمر ہے اور دوسرے ہمارا خادم ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"قوم کا سردار ہی قوم کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر برکتیں نازل فرمائے۔!"

کمسن امیر..... حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اس دعا کے اثر سے وہ واقعی ہم میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے والا ثابت ہوا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسی کو ہمارا امیر بنادیا جس کے بعد نماز میں وہی ہماری امامت کرتا تھا۔

جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو آواز دے کر ہم میں سے ہر ایک کو چاندی کے اوقیہ دلوائے۔

اس کے بعد ہم لوگ واپس اپنے وطن لوٹ آئے۔

وفد بنی فزارہ...... پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی فزارہ کا وفد آیا۔ اس وفد میں پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں میں عیینہ ابن حصن فزاری کے بھائی خارجہ ابن حصن اور ان کے بھتیجے جد ابن قیس ابن حصن بھی تھے۔ یہ جد ابن قیس اس وفد میں سب سے کم عمر تھے۔

قحط سالی کی فریاد...... یہ لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے تھے۔ یہ سب کے سب قحط کے مارے ہوئے تھے اور سوکھی ہوئی کمزور اونٹنیوں پر سوار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے ان کے وطن کا حال پوچھا تو ایک شخص یعنی خارجہ نے عرض کیا۔

"ہمارا علاقہ قحط کا مارا ہوا اور خشک سالی کا شکار ہے ہمارے مویشی ہلاک ہوگئے اور گردو پیش میں سب کچھ قحط سے تباہ ہو گیا۔ ہمارے گھر والے بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ وہ

ہماری مدد فرمائیے۔ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیے تو یقیناً آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ سے ہماری سفارش فرمائے گا۔"

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"سبحان اللہ! تمہارا برا ہوا۔ میں تو حق تعالیٰ سے تمہاری سفارش کر سکتا ہوں مگر وہ کون ہے جس سے ہمارا پروردگار سفارش کرے۔ اس اعلیٰ اور عظیم ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی کرسی بے کنار ہے۔"

ایک قول کے مطابق کرسی سے مراد علم ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کے قدموں کی جگہ تمام آسمان وزمین ہیں یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کرسی عرش سے چھوٹی ہے جیسا کہ اس بارے میں صحابہ کے آثار اور اقوال موجود ہیں۔ لہٰذا وہ زمین و آسمان اس ذات کے عظمت و جلال سے دب کر چرچرانے لگتی ہے جس طرح کجاوہ بوجھ کی کثرت سے چرچرایا کرتا ہے۔ حدیث

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری حیرانی و پریشانی اور قحط زدگی پر ہنستا ہے کیونکہ تمہارے لئے باران رحمت کا وقت قریب آگیا ہے۔"

اس پر اس دیہاتی نے عرض کیا۔

ہم اس پروردگار کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے جو خیر اور بھلائی کے لئے ہنستا ہے!"

<u>نبی کا دست دعا</u>...... اس کی اس بات پر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور چند کلمات ارشاد فرمائے۔ آنحضرت ﷺ سوائے دعائے استقاء یعنی دعائے باران رحمت کے کسی دعا میں پورے ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے چنانچہ اس وقت آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اتنے اونچے کئے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

کتاب نور میں ہے کہ میرے خیال کے مطابق آنحضرت ﷺ بارش کے لئے دعا کے وقت جو زیادہ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے تو اس کا مطلب ہے کہ اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف بلند فرماتے تھے جیسا کہ مسلم میں بھی ہے لہٰذا اس گزشتہ روایت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ سوائے بارش کے دعا کے کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف بلند نہیں کیا کرتے تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ ایسا ہی کرتے تھے چاہے آپ ﷺ کی دعا کسی مقصد کے حصول کے لئے ہی ہو جیسا کہ اس دعائے استقاء میں ہوا کہ یہ مقصد کے حصول کے لئے تھی (مراد یہ ہے کہ جب کوئی فوراً ہی حصول کی نیت سے ہوتا تو ہاتھوں کی پشت اوپر ہوتی تھی)

مگر کتاب نور میں ہے کہ دعا اگر کسی مقصد کے حصول کے لئے ہوتی تو ہتھیلیاں آسمان کی جانب سیدھی فرمالیتے تھے۔ لیکن بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا چاہے استقاء کے لئے ہوتی یا کسی اور مقصد کے لئے آپ ﷺ کی دعا کی کیفیت یکساں ہی رہتی تھی۔ مگر یہ بات قابل غور ہے واللہ اعلم۔

<u>بارش کی دعا</u>...... آنحضرت ﷺ کی دعائے بارش طلبی کے جو کلمات احادیث میں آتے ہیں ان میں سے یہ ہیں

اَللّٰھُمَّ اسْقِ بِلَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْعًا مُسْرِعًا مُرْتِعًا طَبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا رَحْمَۃً وَّلَا تَسْقِنَا عَذَابًا وَلَا ھَدْمًا وَلَا غَرَقًا وَلَا مَحْقًا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا

الغیثَ وَانصُرنا عَلَی الاَعْدَاءِ (حدیث)

ترجمہ: اے اللہ! تو اپنے شہروں اور اپنے جانوروں کو باران رحمت سے سیر اب فرمادے۔ اپنی رحمت کو کھول دے اور اپنے مردہ شہروں کو دوبارہ زندگی دیدے۔ اے اللہ! ہمیں ایسی بارش عطا فرما جو رحمت کی ہو زرخیز ہو جلد ہو، سیر اب کرنے والی ہو، زمین میں بچنے والی ہو، دور دور تک ہو۔ جلد آئے لیکن نقصان رساں نہ ہو، فائدہ مند ہو لیکن مضرت نہ ہو۔ اے اللہ! تو ہمیں باران رحمت عطا فرما ایسی بارش نہ دے جو عذاب کی ہو یا تباہ کن ہو اور غرقابی و بربادی کی ہو۔ اے اللہ! تو ہمیں اپنے کرم کی سیرابی عطا فرما اور ہمارے دشمنوں پر ہمیں غلبہ و نصرت عطا فرما۔

مدینہ کے لئے درخواست دعا...... اس دعا پر حضرت ابولبابہؓ ایک دم کھڑے ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے کہ یارسول اللہ! باغوں کی کھجوروں کے لئے بھی دعا فرمائیے حضرت ابولبابہؓ نے یہ درخواست اور آنحضرت ﷺ نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! ہمیں ایسی باران رحمت عطا فرما کہ ابولبابہؓ کپڑے اتار کر ان کے ذریعہ اپنے باغ میں سے پانی کا نکاس بند کرنے کھڑے ہوں۔"

معجزاتی بارش...... آنحضرت ﷺ کا یہ دعا مانگنا تھا کہ سلع پہاڑی کے پیچھے سے سیاہ بدلیاں جھوم کر اٹھیں اور اس طرح چھا گئیں جیسے ڈھال ڈھک دی جاتی ہے۔ یہ بادل جب آسمان پر پھیل گئے تو ایک دم بارش شروع ہو گئی اور ایسی ہوئی کہ خدا کی قسم ایک ہفتہ تک ہمیں سورج کی شکل نظر نہیں آئی ادھر حضرت ابولبابہؓ واقعی برہنہ جسم ہو کر اپنے کپڑوں کے ذریعہ باغ سے پانی کے نکاس کا راستہ بند کر رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس دعا کے بعد جب بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر انصاری مسلمان ابولبابہؓ کے پاس آنے لگے اور کہنے لگے۔

"ابولبابہؓ! خدا کی قسم یہ بارش اس وقت تک بند نہیں ہو گی جب تک کہ تم برہنہ جسم ہو کر اپنے کپڑوں کے ذریعہ اپنے باغ سے پانی کے نکاس کا راستہ نہیں روکو گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا!"

چنانچہ حضرت ابولبابہؓ برہنہ جسم ہو کر اپنے کپڑوں کے ذریعہ نکاس کا راستہ بند کرنے کھڑے ہو گئے تاکہ اس میں سے بہہ کر کھجوریں نہ نکل جائیں۔ اس کے بعد ہی بارش تھمی۔

اب اس تفصیل کی روشنی میں راوی کا یہ کہنا کہ تاکہ اس میں سے بہہ کر کھجوریں نہ نکل جائیں۔ اس کی

سمجھ کا فرق ہے۔ اسی طرح صحابہ کا یہ قول کہ۔ ایک ہفتہ تک ہمیں سورج کی شکل نظر نہیں آئی۔ غالباً کسی دوسرے موقعہ پر ہوگا لیکن راویوں نے غلط فہمی سے اس واقعہ میں بیان کر دیا۔

باران رحمت سے جل تھل...... غرض اس شدید بارش کے بعد بنی فزارہ میں سے وہی شخص یا کوئی اور پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ وہی پہلا آدمی آیا جس کو بعض محدّثین نے خارجہ ابن حصن بتلایا ہے (یعنی بنی فزارہ کے وفد نے ایک دفعہ مدینہ آکر آنحضرت ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی اور بارش کے لئے دعا کرا کے چلے گئے۔ آپ ﷺ کی دعا کے طفیل سے خوب بارش ہوئی اور جل تھل بھر گئے تو حضرت خارجہؓ پھر مدینہ آکر آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے اور پانی کی زیادتی کی شکایت کرتے ہوئے عرض پیرا ہوئے۔

"یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے!"

بارش تھمنے کے لئے دعا...... اس وقت آنحضرت ﷺ پھر ممبر پر تشریف لے گئے اور دعا کے لئے ہاتھ اس قدر اونچے کئے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ واضح رہے کہ بغلوں میں سفیدی اور چمک آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار ہوتی ہے۔

غرض آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اے اللہ! ہمارے گردو پیش میں پانی برسا ہم پر نہیں۔ اے اللہ! چوٹیوں اور ٹیلوں پر برسا اور گڑھوں وادیوں اور درختوں کے جھنڈوں پر پانی برسا۔

فوری قبولیت...... اس دعا کے طفیل بدلیاں مدینہ پر سے چھٹ گئیں اور آسمان کپڑے کی طرح دھل کر صاف ہوگیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: شاید یہ بارش مدینہ منورہ کے ساتھ اس کے گردو پیش اور قرب وجوار تک تھی چنانچہ اسی لئے اس علاقے تک برسی جہاں سے یہ وفد بنی فزارہ آیا تھا ورنہ ظاہر ہے کہ ان وفد والوں نے بارش کی دعا اپنے علاقے کے لئے کرائی تھی اور ان کے علاقے میں بارش کے ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ مدینہ میں بھی پانی برسے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ بنی فزارہ کا علاقہ مدینہ سے اتنا قریب ہو کہ مدینہ کی بارش اکثر وہاں تک پائی جاتی ہو۔

قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اسی واقعہ کی طرف اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

وَدَعَا لِلْاَنَامِ اِذْ دَهَمَتْهُمْ
سَنَةٌ مِنْ مُحُوْلِهَا شَهْبَاءُ

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے لئے اس وقت باران رحمت او سیرابی کی دعا فرمائی جب انہیں خشک سالی نے گھیر رکھا تھا۔

فَاسْتَهَلَّتْ بِالْغَيْثِ سَبْعَةَ اَيَّامٍ
عَلَيْهِمْ سَحَابَةٌ وَطْفَاءُ

ترجمہ: چنانچہ سات دن تک مسلسل بارش برستی رہی اور آسمان پر بادل گھرے رہے۔

تَتَحَرّٰى مَوَاضِعَ الزَّرْعِ وَالسَّقْيِ
وَحَيْثُ الْعِطَاشِ تُوْهِي السِّقَاءُ

ترجمہ: یہ بادل ہر طرف چراگاہوں اور تالابوں کو بھی خود ہی تلاش کرتے پھرتے تھے اور ہر اس جگہ کو بھی جہاں کوئی پیاسا ہو۔

وَاَتَی النَّاسَ یَشْتَکُوْنَ اَذَاھَا
وَرَخَاءَ یُؤْذِی الْاَنَامَ غَلَاءُ

ترجمہ: آخر آپ کے پاس وہی لوگ آئے اور شدید بارش کی شکایت کرنے لگے اور پانی کی فراوانی کی فریاد کرنے لگے کیونکہ اس کی کثرت پریشان کن ہو گئی تھی۔

فَدَعَا فَانْجَلَی الْغَمَامُ فَقُلْ فِی
وَصْفِ غَیْثٍ اِقْلَاعُہٗ اِسْتَسْقَاءُ

ترجمہ: آپ نے پھر دعا فرمائی تو بادل کھل گئے کیونکہ یہی بادل جہاں رحمت ہوتے ہیں وہیں زحمت بھی بن جاتے ہیں۔

ثُمَّ اَثْرَی الثَّرٰی وَقَرَّتْ عُیُوْنٌ
بِقِرَاھَا وَاُحْیِیَتْ اَحْیَاءُ

ترجمہ: پھر مٹی نم ہو گئی، پانی کی کثرت سے آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور قبیلے زندہ ہو گئے۔

فَتَرَی الْاَرْضَ عِنْدَہٗ کَسَمَاءٍ
اَشْرَقَتْ مِنْ نُجُوْمِھَا الظَّلْمَاءُ

ترجمہ: چنانچہ اب یہ زمین آسمان کی طرح ہو گئی ہے جیسا کہ آسمان کے تاروں سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں۔

یَنْجَلُ الدُّرَّ وَالْیَوَاقِیْتَ مِنْ نُوْرِ
رُبَاھَا الْبَیْضَاءُ وَالْحَمْرَاءُ

ترجمہ: اِدھر اُدھر سرخ اور سفید بادل ہر طرف موتی اور جواہر برساتے جا رہے ہیں۔

پھر میں نے علامہ ابن جوزی کی کتاب حدائق میں حضرت انسؓ کی روایت دیکھی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ خشک سالی و قحط کا شکار ہوئے۔ ایک دن جبکہ آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف لائے تو ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"یارسول اللہ! مال و متاع تباہ ہو گیا اور بچے بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے سیرابی کی دعا فرمائیے۔

آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت آسمان صاف تھا کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے دعا فرماتے ہی پہاڑوں کے برابر بڑے بڑے بادل ابھرے اور آسمان میں تیرنے لگے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ ابھی منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنے لگی یہاں تک کہ پانی کے قطرے آنحضرت ﷺ کی ریش مبارک سے ٹپک رہے تھے۔ پھر وہ بارش اس روز تمام دن ہوتی رہی۔ اگلے دن اور اس سے اگلے دن یہاں تک کہ اگلے جمعہ کے روز تک برابر برستی رہی۔

اگلے جمعہ کو پھر وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کرنے لگا۔

"یارسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال و متاع ڈوب رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے!"

آنحضرت ﷺ نے اسی وقت پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اے اللہ! ہمارے چاروں طرف برسا ہمارے اوپر نہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے دوران آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے آسمان کی جس سمت کو بھی اشارہ فرماتے وہیں سے بادل پھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ شہر اندھیرے اجالے سے سرمئی رنگ کا سا ہو گیا۔ اس بارش کے پانی سے پوری وادی میں ایک مہینے تک سیلابی کیفیت رہی اور پانی چلتا رہا۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی طرف سے آتا تو وہ پانی کی فراوانی کا ذکر کرتا تھا۔

(اب گویا اس واقعے کے سلسلے میں دو روایتیں ہو گئیں) میں نے اس سلسلے میں بعض اقوال دیکھے جن میں کہا گیا ہے کہ دعائے بارش کی حدیثیں بخاری و مسلم سے ثابت ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں کیونکہ ایک حدیث میں یہ ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ نماز جمعہ کے خطبہ میں تھے اور دوسری میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی گئی تو آپ ممبر پر چڑھے اور آپ نے دعا فرمائی۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے اس کے مطابق آنحضرت ﷺ شہر سے باہر نماز کے لئے تشریف لے گئے تھے کیونکہ آپ نے لوگوں سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ وہاں آپ ﷺ کے لئے منبر نصب کیا گیا پھر آپ ﷺ نے بارش کے لئے دعا فرمائی جو مقبول ہوئی اور اللہ نے باران رحمت عطا فرمائی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ ہمارے پاس نہ اونٹوں کے لئے پانی ہے اور نہ بچوں کے لئے۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھا۔

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْکَ فِرَارُنَا
وَاَیْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

ترجمہ: آپ ﷺ کے سوا ہمارے لئے کوئی جائے فرار اور ٹھکانہ نہیں ہے۔ اور لوگوں کے لئے جائے فرار اور ٹھکانہ سوائے پیغمبروں کے اور کہاں ہو سکتا ہے۔

یہ سنکر آنحضرت ﷺ اپنی چادر کھینچتے ہوئے فوراً کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف لائے پھر آپ نے دعا فرمائی اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کو سیرابی حاصل ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو اس وقت ان کا شعر ہمیں پڑھ کر سنائے!"

اسی وقت حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! قول سے شاید آپ ﷺ کی مراد ان کا یہ شعر ہے۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

ترجمہ: وہ روشن چہرے والے جن کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کا ملجا اور بیواؤں و بے سہاروں کا مامن ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ بے شک۔

ایک راویت میں ہے کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! بارش کا قحط پڑ رہا ہے درخت سوکھ چکے ہیں، ڈھور ڈنگر ہلاک ہو گئے اور لوگ پیاس اور سوکھے سے بے حال ہو رہے ہیں

اس لئے آپ ﷺ اپنے پروردگار سے ہماری سیرابی کے لئے دعا فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ پورے سکون اور وقار کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ (شہر سے باہر) نماز کی جگہ پر پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی جن میں آپ ﷺ نے باآواز بلند قرأت فرمائی۔

آنحضرت ﷺ عیدین اور استسقاء کی نمازوں میں اکثر پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَه کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

نماز پوری کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ صحابہ کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک پلٹ کر لوڑھی تاکہ قحط سالی پلٹ کر سیرابی میں بدل جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ دوزانو ہو کر بیٹھے اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے ایک مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا اور پھر یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا وَاَغِثْنَا غَيْثًا مُغِيْثًا رَحِيْمًا وَاسِعًا وَجِدًا طَبَقًا مُغْدِقًا عَامًّا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا مُرْتِعًا وَابِلًا سَائِلًا مُسْبِلًا مُجَلِّلًا دَائِمًا دَارًّا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ غَيْثًا اَللّٰهُمَّ تُحْيِيْ بِهِ الْبِلَادَ وَتُغِيْثُ بِهِ الْعِبَادَ وَتَجْعَلُهُ بَلَاغًا لِلْحَاضِرِ مِنَّا وَالْبَادِ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ فِيْ اَرْضِنَا زِيْنَتَهَا وَاَنْزِلْ عَلَيْنَا سَكَنَهَا اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا تُحْيِيْ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَاسْقِهِ مِمَّا خَلَقْتَ اَنْعَامًا وَاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں سیراب فرما اور بارش کے ذریعہ ہماری مدد فرما ایسی بارش جو برکت والی ہو رحمت والی ہو، دور دور تک ہو گڑھوں کو بھرنے والی ہو، زمین میں نچنے والی ہو، عام ہو، مبارک ہو، مسرتوں کی ہو، زرخیز ہو، حیات آفریں ہو، موسلادھار ہو، بہنے والی ہو، چلنے والی ہو، وسیع ہو، دائمی طور پر بابرکت ہو، خیر کی ہو اور بلا نقصان کی ہو، جلد ہو اور بلا ضرر کے ہو اور معین و مددگار ہو۔ اے اللہ! تو اس سے مُردہ شہروں کو زندگی عطا فرمادے اور اپنے بندوں کی چارہ گری فرما۔ اس کو ہم میں سے شہریوں اور دیہاتیوں سب کے لئے نفع بخش بنادے۔ اے اللہ! اس باران رحمت کو ہماری سرزمین کی آرائش بنا کر برسا اور اس کے ذریعہ ہمیں سکون و سرخوشی میسر فرما۔ اے اللہ! آسمان سے ہمارے لئے ایسا پاکیزہ پانی نازل فرما جس سے دور دراز تک مُردہ بستیاں زندگی پا جائیں اور جس سے تو نے بے شمار حیوان و انسان پیدا فرمائے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو یہ دعا فرمائے ابھی کچھ وقت بھی نہ گزرا تھا کہ اچانک سامنے سے گھنگھور گھٹائیں اٹھیں اور آسمان پر چھا گئیں۔ اس کے بعد جو بارش برسنی شروع ہوئی تو مسلسل سات روز گزر گئے لیکن مدینہ پر سے بادل نہیں چھٹے۔ آخر صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہے، مکانات گر رہے ہیں اور آمد و رفت کے راستے بند ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اس کو ہم سے ہٹالے۔

اس وقت آنحضرت ﷺ منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ ﷺ یہ فریاد سن کر ایک دم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دائیں بائیں تک کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ ﷺ اس بات پر ہنسے کہ یہ ابن آدم کتنی جلد ہر چیز سے پریشان اور بیزار ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے دست دعا بلند فرمائے اور بارگاہ حق میں عرض کیا کہ اے اللہ ہمارے گردو

چیش میں برسا ہم پر نہیں۔ اے اللہ! ٹیلوں اور چوٹیوں پر برسا اور گڑھوں، وادیوں اور درختوں کے جھنڈوں کو سیراب فرمادے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد مدینہ سے بادل چھٹ گئے۔

تشریح: یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے رحمت اور برکت و خیر والی بارش کی دعا مانگی تھی اور دعا میں ایسی بارش سے پناہ مانگی تھی جو نقصان رساں اور تکلیف دہ ہو۔ پھر اس بارش سے مکانات کیوں منہدم ہوئے اور مویشی کیوں ہلاک ہوئے۔ کیونکہ جس نقصان رسانی سے پناہ مانگی گئی تھی وہ بادو باراں کی عام تباہ کاری اور سیلاب سے پیدا ہونے والی ہولناک بربادیاں تھیں جن سے بستیاں کی بستیاں غرقاب ہو کر تاراج ہو جاتی ہیں اور ہزاروں انسان اور مویشی تباہی و ہلاکت کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ جب شدید اور طوفانی بارشیں ہوتی ہیں تو پورے پورے علاقے تہہ آب ہو جاتے ہیں اور عمارتوں اور مال و متاع کی تباہی کے ساتھ ساتھ بادو باراں کی ہولناکیوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے بارش کے ان ہی ہولناک نتائج اور تباہ کاریوں سے پناہ مانگی تھی جو حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ایسی باران رحمت عطا فرمائی کہ لوگوں کے مصائب دور ہو گئے۔

اب جہاں تک کچھ مکانات کے گر جانے اور راستوں کے بند ہو جانے کا تعلق ہے تو یہ بارش اور پانی کے طبعی نتائج ہیں جن سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ظاہر ہے کہ پانی برسے گا تو کمزور قسم کے مکانات کو نقصان پہنچنا ایک قدرتی بات ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز کے قدرتی اثرات لازمی ہوا کرتے ہیں یہ معمول کے مطابق ہوں تو طبعی نتائج کہلائیں گے اگر غیر معمولی ہوں تو آفات کہلائیں گے۔ تشریح ختم۔ از مرتب)

غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو طالب کا خدا بھلا کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ہمارے سامنے ان کا قول یعنی شعر دہرائے۔ اس پر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ شاید آپ ﷺ کی مراد ان کے اس قول سے ہے۔ پھر ان کا وہ شعر پڑھا۔

وفد بنی اسد...... پھر آپ ﷺ کے پاس بنی اسد کا وفد حاضر ہوا اس وفد میں ضرار ابن ازور وابصہ ابن معبد اور طلحہ ابن عبداللہ بھی تھے۔ طلحہ یہاں سے جا کر اسلام سے پھر گئے تھے اور انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا مگر پھر انہوں نے توبہ کی اور دوبارہ مسلمان ہو کر آخر تک ایک پختہ کار مسلمان رہے اس وفد میں معاذہ ابن عبداللہ ابن خلف بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاذہ سے ایک لونٹنی مانگی جو سواری اور دودھ کے معاملہ میں اچھی ہو مگر بچے والی نہ ہو۔ معاذہ نے لونٹنی تلاش کرائی ایسی لونٹنی سوائے ان کے ایک چچازاد بھائی کے اور کسی کے پاس نہیں ملی۔

معاذہ وہ لونٹنی لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ نکالا اور اس میں سے تھوڑا سا پی کر باقی انہیں پلا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ اس میں برکت عطا فرمائیے اور جو اس سے نفع اٹھائے اس پر بھی برکتیں نازل فرمائیے!"

اس پر معاذہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس پر بھی برکتیں نازل ہوں جو یہ اونٹنی لے کر آیا ہے۔

اسلام کا احسان جتانے پر وحی...... ان ہی لوگوں میں حضرمی ابن عامر بھی تھے۔ جب یہ وفد پہنچا تو آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"یا رسول اللہ! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ

کہ آپ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کے بلانے پر نہیں بلکہ خود ہی (اسلام کی تڑپ پر) حاضر ہوئے ہیں اور اپنی پوری قوم کی طرف سے نمائندگی کرتے ہیں۔"

ایک روایت کے مطابق حضرمی ابن عامر نے عرض کیا۔ "ہم آپ ﷺ کے پاس بھیانک راتوں میں چل کر اور سخت قحط کے دوران آئے ہیں آپ ﷺ کے دستے ہمارے پاس نہیں گئے تھے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ یا رسول اللہ! ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور دوسرے عربوں کی طرح ہم نے آپ ﷺ سے کوئی جنگ نہیں کی۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ . إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورۂ حم، پ۲۶، ع۲، آیت ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ ﷺ پر احسان رکھتے ہیں آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشر طیکہ تم سچے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔

کہانت ورمل کی ممانعت ...... پھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے اپنے زمانۂ جاہلیت کے مشغلوں اور اعمال کے متعلق پوچھا کہ آیا انہیں اب بھی کر سکتے ہیں جیسے عیافہ یعنی سفر سے پہلے پرندہ اڑا کر اس کی پرواز سے سمت کی فال لینا اور تخرّص یعنی غیب کی باتوں کے متعلق اندازے لگانا اور کہانت یعنی کائنات کے بارے میں آئندہ کی خبریں دینا ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ان سب مشغلوں سے منع فرمایا۔

پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک عادت باقی رہ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا علم رمل اور ان چیزوں کا جاننا جو اس سے متعلق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

"یہ علم ایک نبی کو دیا گیا تھا لہٰذا اب اگر کوئی شخص علم رمل کے زائچے بالکل ان پیغمبر کے جیسے بنا سکے۔ مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ۔ جو شخص ان کے خطوط کے مطابق اپنا علم کر لے تو اس کے لئے یہ علم جائز ہے۔ یعنی اس کے بغیر جائز نہیں کہ اس کا علم ان کے علم کے مطابق ہو (جو ظاہر ہے محال اور ناممکن ہے)

شرح مسلم میں ہے کہ علماء نے اس مسئلے پر جو کلام کیا ہے اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ یہ بات متفقہ طور پر ناجائز ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس سے ہم انبیاء کے علم کے مطابق یقینی علم تک پہنچ سکیں۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے بھی ان لوگوں کو جو جواب دیا ہے وہ گویا دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر تم اس نبی کے علم کے مطابق اپنا علم کر لو تو جائز ہے مگر اس موافقت اور مطابقت کو جاننے کے لئے تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ لوگ چند دن آنحضرت ﷺ کے پاس ٹھہرے اور اسلام کے فرائض سیکھتے اور جانتے رہے۔ پھر یہ آپ ﷺ سے رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو کچھ عطیات دیئے جانے کا حکم دیا جنہیں لے کر یہ لوگ اپنے وطن اور علاقے کو روانہ ہوئے۔

وفد بنی عذرہ ...... اسی طرح آپ ﷺ کے پاس بنی عذرہ کا وفد آیا جو یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ بنی عذرہ کے وفد میں بارہ آدمی تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم

لوگ کس قوم کے ہو۔ ان میں سے کسی نے عرض کیا کہ ہم بنی عذُرہ میں سے ہیں۔ یہ عذرہ قصیٰ ابن کلاب کا ماں شریک بھائی تھا۔ انہوں نے کہا۔

"ہم وہی لوگ ہیں جو کبھی قصیٰ ابن کلاب کے دست و بازو تھے اور مکہ پر سے بنی خزاعہ اور بنی بکر کو دھکیلا تھا۔ اس لئے ہمارے تو قریش سے رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"مرحبا۔ اھلاً۔ یعنی تم کشادگی میں آئے اور اپنوں ہی میں آئے ہو؟ اس لئے مانوس ہو کر ٹھہرو۔ وحشت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں خوب جانتا ہوں۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسلامی سلام کیوں نہیں کیا۔ اس پر ان لوگوں نے عرض کیا۔

"اے محمد ﷺ! ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر تھے مگر اب ہم اپنے اور اپنی قوم کے طریقوں کو چھوڑ کر آئے ہیں!"

پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں جو یکہ و تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ تم شہادت دو کہ میں تمام انسانوں کے لئے اللہ کا رسول ہوں!"

اس پر ان کی طرف سے بولنے والے نے پوچھا کہ اس کے علاوہ اور کیا چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

"پانچ نمازیں جو پوری طرح پاکی حاصل کر کے اپنے اپنے وقت پر پڑھی جاتی ہیں کیونکہ یہی سب سے افضل اور اعلیٰ عمل ہے!"

اسلام اور تعلیم دین...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے باقی فرائض کا ذکر فرمایا جیسے روزہ زکوٰۃ اور حج۔ اس پر وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو خوشخبری و بشارت سنائی کہ ان کے ہاتھوں ملک شام فتح ہوگا اور شاہ ہرقل اپنی سرحدوں کے کنارے تک فرار ہو تا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو کاہنوں سے آئندہ کے حالات معلوم کرنے کی ممانعت فرمائی۔ اصل میں ان لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا۔

"یارسول اللہ! ہمارے یہاں ایک قریشی کاہنہ عورت ہے اور عرب کے لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے اس کے پاس جاتے ہیں۔ کیا ہم بھی اپنے معاملات میں اس سے سوال کر سکتے ہیں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم کوئی سوال مت کرو۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان لوگوں کو ایسے ذبیحہ کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

اس کے بعد ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کے حمایتی اور مددگار رہیں گے اور اس کے بعد واپس چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو عطایا اور تحائف مرحمت فرمائے اور ان میں سے ایک شخص کو لباس بھی مرحمت فرمایا۔

وفد بلی...... پھر آپ ﷺ کے پاس قبیلہ بلی کا وفد آیا جو بنی قضاعہ کی ایک شاخ تھی۔ لفظ بلی کا وزن علی کے مطابق یعنی لام پر زیر کے ساتھ ہے۔ اس وفد میں ابوضبیب بھی تھے جو اس قبیلے کے شیخ تھے یہ ضبیب لفظ ضب کی تصغیر ہے جو ایک مشہور جانور ہے جس کو اردو میں گوہ کہتے ہیں۔

یہ لوگ رویفع ابن ثابت بلوی کے یہاں آکر اترے۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ رویفع بھی آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یہ لوگ میری قوم کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہیں بھی مرحبا اور خوش آمدید اور تمہاری قوم کو بھی مرحبا۔ پھر یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اس خدائے بزرگ کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص اسلام کے بغیر مرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

توفیق خداوندی......(قال) رویفع سے ایک روایت ہے کہ میری قوم کا وفد جب مدینہ آیا تو میں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرایا پھر میں ہی انہیں آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر گیا آپ ﷺ اس وقت اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا۔ رویفع میں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس قوم کے لوگ ہیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری قوم کے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہیں اور تمہاری قوم کو مرحبا۔ میں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس وفد کے طور پر اور اسلام کا اقرار کرنے آئے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی قوم کے باقی تمام لوگوں کے نمائندے ہیں۔"

اقرار قبولیت و توبہ...... آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اسلام کی ہدایت فرماتا ہے۔ اس وقت وفد کے شیخ ابوضبیب آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر بولے۔

"یا رسول اللہ! ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس اس مقصد سے آئے ہیں کہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں۔ نیز ان سب چیزوں کو چھوڑنے آئے ہیں جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں!"

فضائل و آداب مہمانداری......اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اس خدائے بزرگ کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی کیونکہ تم میں سے جو شخص بغیر اسلام کے مرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ پھر ابوضبیب نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! مجھے لوگوں کی میزبانی کرنے کا شوق ہے کیا اس میں بھی میرے لئے کوئی اجر ہے؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ہاں اور ہر وہ نیک کام میں جو تم کسی امیر اور غریب کے حق میں کرو صدقہ ہے۔"

پھر ابوضبیب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مہمانی کی مدت کتنی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تین دن۔ اس کے بعد وہ صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اتنا ٹھہرے کہ میزبان کو تنگی ہونے لگے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "اتنا ٹھہرے کہ میزبان کو گناہ گار کرے یعنی اسے گناہ پر مجبور کردے۔ مطلب یہ ہے کہ میزبان برے انداز میں بات کرنے لگے یا برا بھلا کہنا شروع کردے۔"

پھر ابوضبیب نے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ ایسی گمشدہ بکری کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو مثلاً کسی صحرا یا بیابان میں

مل جائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"وہ تمہاری یا تمہارے بھائی کی ہے ورنہ کسی درندے کا حصہ ہوگی!"

ابوضبیب نے عرض کیا۔ اور اگر لونٹ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تمہیں اس سے کیا واسطہ اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اسے ڈھونڈھ نکالے!"

خیال خاطر احباب...... حضرت رُوَیفع کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ لوگ اٹھکر میرے مکان پر واپس آگئے تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس کچھ کھجوریں اٹھائے میرے مکان پر تشریف لائے آپ ﷺ نے وہ کھجوریں مجھے عنایت کر کے فرمایا کہ ان کھجوروں سے تمہیں ان لوگوں کی مہمانداری میں مدد ملے گی۔

چنانچہ وہ لوگ تین دن ٹھہرے اور اس عرصے میں ان کو میں یہ لور اپنے پاس کی کھجوریں کھلاتا رہا اس کے بعد وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہوئے اور اپنے وطن کو واپس گئے۔ ان کی روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان کو زاد و راہ دیا۔

وفد بنی مُرّہ...... اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس بنی مُرّہ کے تیرہ آدمیوں کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد کے سربراہ حرث ابن عوف تھے۔ حرث نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم لوگ آپ ﷺ کی قوم کے اور آپ ﷺ کے خاندان والے ہیں۔ ہم لوگ لوئی ابن غالب کی اولاد میں سے ہیں!"

آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم اپنے بیوی بچوں کو کہاں چھوڑ آئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سلاح اور اس کے آس پاس ہیں۔

قحط سالی پر درخواست دعا...... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا وطن کا کیا حال ہے؟ حرث نے کہا۔

"خدا کی قسم ہم لوگ سخت قحط سالی کا شکار ہیں۔ مال و متاع سب ختم ہو چکا ہے آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے!"

آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اَسْقِھِمُ الْغَیْثَ اے اللہ باران رحمت سے ان کو سیراب فرما۔ یہ لوگ چند دن ٹھہرے جب واپس ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اجازت چاہی۔

آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا جس پر انہوں نے ہر ایک کو دس دس اوقیہ چاندی دی۔ حرث ابن عوف کو خصوصی طور پر بارہ اوقیہ دی۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ہر ایک کو دس دس اوقیہ عطا فرمائی (اور پھر حرث کو خصوصی طور پر بارہ اوقیہ علیحدہ مرحمت فرمائی)

قبولیت دعا کا مشاہدہ...... اس کے بعد یہ لوگ اپنے وطن پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں بارش ہو چکی ہے انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بارش کب ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ عین اسی دن بارش ہوئی تھی جس روز رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد سے پورا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

وفد خولان...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قبیلہ خولان کا وفد آیا۔ یہ خولان یمن کا ایک قبیلہ تھا

اس وفد میں دس آدمی تھے انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم ان لوگوں کی طرف سے بھی نمائندے ہیں جو ساتھ نہیں آئے جو ہم لوگ اللہ عزّوجلّ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم لوگ اونٹوں کو تھکاتے ہوئے اور زمین کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے دور دراز علاقے سے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اور آپ ﷺ کی زیارت کے لئے آئے ہیں!"

سفر مدینہ کی فضیلت...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میرے پاس آنے کے لئے تم نے اپنے جس پر مشقت سفر کا ذکر کیا ہے اس میں تمہارے اونٹوں کے ہر ہر قدم پر اونٹ والوں کے لئے ایک ایک نیکی ہے۔ اور تم نے جو میری زیارت کے لئے یہ سفر اختیار کیا تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ جس نے میری زیارت کے لئے مدینہ کا سفر کیا وہ قیامت کے دن میری پناہ اور پڑوس میں ہوگا!"

انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! پھر تو اس سفر میں کوئی نقصان نہیں ہوا!"

خولان کے بت کی کسمپرسی...... پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے ان کے بت کے بارے میں پوچھا کہ عم انس کا کیا ہوا۔ عم انس بنی خولان کے بت کا نام تھا جس کی وہاں عبادت کی جاتی تھی۔ بنی خولان نے عرض کیا۔

بہت برے حال میں ہے آپ ﷺ کی ہدایت ور ہنمائی اس کا نعم البدل بن گئی ہے۔ اب ہم لوگوں میں صرف چند بوڑھے اور بوڑھیاں باقی رہ گئی ہیں جو اسے لپٹے ہوئے ہیں۔ یہاں سے واپسی کے بعد انشاء اللہ ہم اس کا نام و نشان ہی مٹادیں گے کیونکہ اس کی وجہ سے ہم لوگ بڑی سرکشی اور فتنہ میں مبتلا تھے۔"

کفر کے مصائب...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا سب سے بڑا فتنہ کیا تھا؟"

انہوں نے عرض کیا۔

"اس کا بدترین فتنہ یہ تھا کہ اس کی وجہ سے ہم بوسیدہ ہڈیاں تک کھانے پر مجبور ہوگئے تھے کیونکہ ہمارے پاس جو کچھ پونجی تھی وہ سب ہم جمع کر کے اس سے ایک سو بیل خریدتے اور ان سو کے سو بیلوں کو ایک ہی دن میں عم انس کے لئے قربانی کے طور پر ذبح کر دیتے۔ پھر ہم ان کٹے ہوئے جانوروں کو وہیں چھوڑ آتے تاکہ درندے اس گوشت سے پیٹ بھریں حالانکہ اس وقت درندوں سے زیادہ ہم خود اس گوشت کے ضرورت مند ہوتے تھے۔ پھر اسی وقت بارش ہو جاتی اور ہم دیکھتے کہ بارش میں اونٹوں کے پالان تک ڈوب جاتے۔ اور پھر ہم میں سے کوئی شخص کہتا کہ عم انس نے ہم پر انعام فرمادیا ہے!"

مال و زر کی بربادی...... پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ کس طرح ہم اپنا مال اپنے مویشی اور غلّہ وغیرہ اس بت کے نام پر لٹادیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"ہم لوگ کھیتی کر کے غلّہ اگاتے اور اس میں سے ایک حصہ علیٰحدہ کر کے رکھتے اور اسے عم انس کے نام کر دیتے۔ اسی طرح دوسرے کھیت کا غلّہ دوسری جانب رکھتے اور اسے اللہ کے نام کر دیتے۔ اب اگر ہوا کا رخ اس طرف کو ہوتا جدھر اللہ کے نام کا کھیت ہوتا تو اس پیداوار کو ہم عم انس بت کے نام کر دیتے اور ہوا کا رخ

ادھر ہوتا جدھر عم انس کے نام کی پیداوار ہوتی تو اسے ہم اللہ کے نام کا نہیں دیتے تھے!"

رسول اللہ ﷺ نے اس پر ان سے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے جو یہ ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورۂ انعام، پ ۸، ع ۱۶، آیت ۱۳۶)

۱۳۶ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے۔

شیاطین کا فریب...... پھر بنی خولان نے کہا کہ ہم اپنے جھگڑوں میں اسی بت عم انس کو۔ حَکَم بنایا کرتے تھے تو فیصلہ دینے کے لئے وہ بولتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شیاطین ہوتے ہیں جن کی آواز آتی ہے۔

پھر اس کے بعد ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عبادات اور اللہ کے فرائض کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں فرائض بتلائے۔

تعلیمات نبوی ﷺ...... اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اپنا کیا ہوا عہد ہمیشہ پورا کریں امانت کی ادائیگی کریں پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور کسی پر ظلم نہ کریں کیونکہ ظلم قیامت کی ظلمات یعنی تاریکیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو عطایا دیئے یعنی ہر ایک کو بارہ اوقیہ چاندی سے کچھ زائد مرحمت فرمائی۔ یہاں سے رخصت ہو کر یہ لوگ اپنے وطن پہنچے اور عم انس نامی بت کو انہوں نے وہاں پہنچنے کے بعد جلد ہی نیست و نابود کر دیا۔

وفد بنی محارب...... پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی محارب کا وفد آیا۔ اس وفد میں دس آدمی تھے ان لوگوں میں خزیمہ ابن سواد بھی تھے۔ جس زمانے میں حج اور عرب کے دوسرے تہواروں کے وقت جب قبائل کہیں جمع ہوتے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کو تبلیغ کے لئے وہاں پہنچتے تھے تو یہ خزیمہ ابن سواد آپ کے خلاف سب سے زیادہ بدگوئی اور زبان درازی کیا کرتے تھے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں سخت ترین لوگوں میں سے رہ چکے تھے۔

جان دشمن کفش برداروں میں...... غرض یہ بنی محارب کا وفد مدینہ آیا۔ ایک روز یہ لوگ ظہر کے وقت سے عصر تک آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھے رہے۔ آنحضرت ﷺ ان میں سے ایک شخص کو برابر غور سے دیکھ رہے تھے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے! اس شخص نے عرض کیا۔

آپ ﷺ نے واقعی مجھے دیکھا ہے میں آپ ﷺ کے خلاف سخت ترین بدکلامی اور زبان درازی کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کو بدترین جواب دیا کرتا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ عکاظ کے میلے میں لوگوں کے پاس خود تشریف لے جایا کرتے تھے اور انہیں تبلیغ فرماتے تھے!"

نعمت اسلام پر شکر...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔
پھر اس شخص نے عرض کیا۔
"یارسول اللہ! اپنے ساتھیوں میں اس وقت میں ہی آپ ﷺ کی مخالفت میں سب سے زیادہ سخت تھا اور میں ہی اسلام سے سب سے زیادہ دور تھا۔ آج خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہاں پہنچادیا اور میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کرلی جبکہ وہ لوگ جو اس وقت میرے ساتھی تھے اپنے ہی دین پر مر چکے ہیں!"
آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
"یہ دل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔"
پھر خزیمہ ابن سواد نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آخرکار آپ ﷺ کی خدمت میں لوٹ آیا میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اسلام کفر کی پچھلی تمام برائیوں کو مٹادیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے خزیمہ ابن سواد کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا جس سے ایک دم ان کا چہرہ روشن ہو کر چمکنے لگا۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی انعامات وہدایا سے اسی طرح نوازا جیسے دوسرے سب وفدوں کو نوازتے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ وطن کو لوٹ گئے۔
وفد صدا...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صدا کا وفد آیا۔ یہ یمن کا ایک کنبہ تھا۔ اس وفد میں پندرہ آدمی تھے۔ اس وفد کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ تیار کیا اس میں چار سو مسلمان تھے آپ ﷺ نے اس سریہ کا امیر حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ کو بنایا۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک سفید رنگ کا لواء اور سیاہ رنگ کا رائیت بنا کر عطا فرمایا۔ حضرت قیس کو آنحضرت ﷺ نے یمن کے ایک علاقہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اسی حصہ میں قبیلہ صدا رہتا تھا۔
لشکر اسلام کا خوف...... اسی زمانے میں اتفاق سے صدا کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اسے اس لشکر کے بھیجے جانے کا حال معلوم ہوا وہ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔
"یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے وفد کی حیثیت میں آیا ہوں اور پوری قوم کا نمائندہ ہوں۔ آپ ﷺ اپنے لشکر کو روک لیجئے میں اپنی قوم کی طرف سے آپ ﷺ سے معاہدہ کرتا ہوں۔"
وفد کی آمد...... آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے اقرار پر حضرت قیس ابن سعد کو روک دیا۔ اُدھر وہ صدائی شخص فوراً اپنی قوم کے پاس پہنچا اور ان لوگوں کا ایک وفد لے کر دوبارہ آنحضرت ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت سعد ابن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ان لوگوں کو میرے گھر ٹھہرنے کی اجازت عطا فرمادیجئے۔
اسلام اور بیعت...... آنحضرت ﷺ کی اجازت پر یہ سب لوگ حضرت سعدؓ کے یہاں ٹھہرے۔ انہوں نے ان لوگوں کو خوب داود ہش کی۔ ان کا بڑا اعزاز واکرام کیا اور انہیں بہت سے کپڑے جوڑے دیئے۔ اس کے بعد حضرت سعد انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے اسلام پر بیعت کی اور کہا کہ ہم اپنی قوم کے باقی لوگوں کی طرف سے بھی نمائندگی کرتے ہیں۔

صدا میں اسلام کا بول بالا...... اس کے بعد یہ لوگ اپنی قوم میں واپس پہنچے تو اس قبیلے میں اسلام کا بہت بول بالا ہوا۔ پھر حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کو اس قبیلے کے سو آدمی ملے آنحضرت ﷺ نے اس صدائی شخص کا نام زیاد ابن حرث رکھا جس کی وجہ سے یمن کو جانے والا لشکر روکا گیا تھا اور جس کی وجہ سے صدائیوں کا وفد مدینہ آیا تھا۔

یہ حضرت زیاد ابن حرث صدائی کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"اے صدائی بھائی! تم تو اپنی قوم میں بڑے معزز اور بااثر ہو!"

زیاد کا تقرر بحیثیت امیر...... میں نے عرض کیا۔

"بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کے رسول کا احسان ہے۔"

اور ایک روایت کے مطابق انہوں نے جواب دیا۔

"نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی ہے۔"

مال صدقات کی اجازت...... آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں تمہیں ہی ان لوگوں پر امیر نہ بنادوں؟ میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں میرے لئے ایک تحریر لکھ دی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے صدقات میں سے بھی میرے حصے کے لئے کوئی حکم تحریر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں میرے لئے ایک تحریر لکھ دی۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ زیاد کا سفر...... حضرت زیاد کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا میں چونکہ ایک قوی ہیکل آدمی تھا اس لئے میں برابر آپ ﷺ کی سواری کا رکاب تھامے رہا جبکہ دوسرے صحابہ رفتہ رفتہ اِدھر اُدھر ہوتے گئے۔ صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے صدائی بھائی اذان کہو چنانچہ میں نے اپنی سواری پر ہی اذان کہی۔ اس کے بعد ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک جگہ اتر گئے۔ آنحضرت ﷺ ضروری حوائج کے لئے تشریف لے گئے واپس آکر آپ ﷺ نے پوچھا کہ صدائی بھائی تمہارے پاس کچھ پانی ہوگا؟ میں نے عرض کیا میرے مشکیزے میں تھوڑا سا پانی ہے۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے کہا! نہیں بہت تھوڑا سا ہے جو آپ ﷺ کو کافی نہیں ہوگا۔

ایک معجزۂ نبوی...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا لے آؤ۔ میں لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے پیالے میں انڈیل دو میں نے مشکیزے کا سب پانی پیالے میں نکال دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے دوسرے صحابہ بھی وہاں پہنچنے شروع ہوگئے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پانی میں ڈالا اچانک میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ہر دو انگلیوں کے درمیانی حصوں میں پانی کے چشمے فوارے کی طرح پھوٹنے لگے اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا۔

"اے صدائی بھائی! اگر مجھے اپنے رب کی حیا نہ ہوتی تو ہم خود بھی سیراب ہو جاتے اور دوسروں کو بھی سیراب کر دیتے۔"

یعنی بغیر کسی مخزن اور پانی کے سوت کے سب کو سیراب کر دیتے۔ آنحضرت ﷺ نے وضو کی اور پھر فرمایا۔

"لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے وضو کی ضرورت ہو وہ آکر وضو کر لے!"

چنانچہ ہر ہر شخص نے آکر اسی پانی سے وضو کی۔ اسی وقت حضرت بلالؓ نے آگے بڑھ کر نماز کے لئے

تکبیر کہنی چاہی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ہمارے صدائی بھائی نے اذان کہی تھی اور جو شخص اذان کہتا ہے وہی تکبیر کہتا ہے۔"

پھر میں نے تکبیر کہی اور آنحضرت ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آنحضرت ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل یعنی گورنر کی شکایت کی اور کہا۔

"یارسول اللہ! وہ ہم سے وہ تمام دشمنیاں نکال رہا ہے جو ہمارے اور اس کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں چلی آرہی تھیں۔"

مومن کے لئے عہدہ میں خیر نہیں...... ایک روایت میں ہے کہ ہر وہ بدلہ لے رہا ہے جو ہمارے درمیان جاہلیت میں باقی تھا۔ (شرح مواہب میں ہے کہ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا کر رہا ہے انہوں نے عرض کیا ہاں! تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے جن میں یعنی زیاد ابن حرث صدائی بھی شامل تھا) اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مرد مومن کے لئے امارت اور عہدہ میں کوئی خیر نہیں ہے۔"

غیر مستحق کے لئے مال صدقہ آفت ہے...... (چونکہ زیاد کو آپ ﷺ نے قوم صدا کا امیر مقرر فرمادیا تھا اس لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی) پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صدقہ کے مال میں سے مجھے بھی کچھ عنایت فرمادیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے صدقات کی تقسیم کسی مقرب فرشتے یا نبی مرسل تک کی مرضی پر بھی نہیں رکھی بلکہ اس کے مستحق لوگوں کی آٹھ قسمیں فرمادی ہیں۔ لہٰذا اگر تم ان آٹھ قسموں میں سے کسی قسم میں آتے ہو تو میں تمہیں صدقات میں سے حصہ دیدوں گا لیکن اگر تم صدقات سے غنی اور بے نیاز ہو (یعنی اس کے مستحق نہیں ہو) تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ صدقات کا مال ایک دردِ سر اور پیٹ کے لئے ایک بیماری ہے!"

زیاد کا ردِّ عمل...... میں نے جو آنحضرت ﷺ سے امارت اور صدقات کے مال کے متعلق یہ ارشاد سنا تو فوراً عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ ﷺ اپنی یہ دونوں تحریریں واپس ہی لے لیجئے!"

عہدہ و اجازت صدقہ سے دست برداری...... آپ ﷺ نے فرمایا کیوں۔ تو میں نے عرض کیا۔

"میں نے ابھی آپ ﷺ کے یہ ارشاد سن لئے ہیں کہ مسلمان کے لئے امارت اور عہدے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور یہ کہ جس ایسے شخص نے صدقہ کے مال کا سوال کیا جو اس کا مستحق نہیں ہے اس کے لئے وہ مال دردِ سر ہے اور پیٹ کے لئے بیماری ہے۔ میں واقعی صدقات کے مال کا مستحق نہیں ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہی میں کہہ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اپنی قوم کے کسی ایسے آدمی کا نام بتاؤ جسے میں امیر نامزد کردوں۔ میں نے ایک شخص کی نشان دہی کی اور آنحضرت ﷺ نے اس کو قوم صداء کا امیر مقرر فرمادیا۔

کنویں میں برکت کے لئے کنکریاں...... اس کے بعد میں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمارے یہاں ایک کنواں ہے سردی کے موسم میں تو اس کا پانی ہم لوگوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن گرمی کے موسم میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اس وقت ہمیں مختلف چشموں پر جا کر قیام کرنا پڑتا

ہے اور ہم سب لوگ تتر بتر ہو جاتے ہیں۔ ادھر ہماری قوم میں ابھی تک کم ہی لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اس لئے (مختلف چشموں پر منتشر ہو جانے سے) ہم ڈرتے ہیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے اس کنویں کے پانی میں برکت کی دعا فرمائیے!"

کنکریوں کی کرامت...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا مجھے سات کنکریاں اٹھا کر دو۔ میں نے کنکریاں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پھٹکا اور مجھے کنکریاں واپس دے کر فرمایا۔

"جب تم اپنے کنویں پر پہنچو تو اللہ کا نام لے لے کر یہ کنکریاں ایک ایک کر کے کنویں میں ڈال دینا!"
میں نے وطن پہنچ کر اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد سے آج تک ہمیں پانی کی تنگی محسوس نہیں ہوئی۔

وفد غسان...... پھر آپ ﷺ کی خدمت میں غسانیوں کا وفد حاضر ہوا۔ یہ غسان دراصل ایک چشمے کا نام تھا قوم ازد کے لوگوں نے اس چشمے پر جا کر پڑاؤ ڈالا اس وقت سے خود یہ لوگ ہی قوم غسان کہلانے لگے۔ بنی حنیفہ بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک شاخ تھے۔ ایک قول ہے کہ غسان ایک قبیلے کا نام تھا۔

غسان کے تین آدمیوں کا وفد آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہوا مگر ساتھ ہی ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم آیا ہماری قوم بھی ہماری پیروی کرے گی یا نہیں۔ دراصل وہ لوگ اپنی حکومت کو باقی رکھنا اور قیصر روم سے اپنا قریبی تعلق برقرار رکھنا پسند کرتے ہیں۔

قبیلہ غسان کی محرومی...... آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو ہدیا اور انعام واکرام سے نوازا۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر جب انہوں نے دیکھا کہ قوم کے لوگ نہیں مان رہے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے اسلام کو ان سے چھپائے رکھا اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ یہ تینوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

وفد سلامان...... اسی طرح پھر آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلامان کا وفد حاضر ہوا۔ عرب میں تین خاندان تھے جو قوم سلامان کہلاتے ہیں ان خاندانوں کے نام یہ ہیں۔ ایک ازد کی ایک شاخ کا خاندان ایک بنی طے کی ایک شاخ کا خاندان۔ اور ایک بنی قضاعہ کی ایک شاخ کا خاندان۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قوم سلامان کے سات آدمیوں کا وفد آیا۔ ان میں حضرت خبیب ابن عمرو سلامانی بھی تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کیا۔

حضرت خبیب سے روایت ہے کہ اتفاق سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہماری ملاقات مسجد نبوی سے باہر ہوئی کیونکہ آنحضرت ﷺ ایک جنازے کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

ہم نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کہا السلام علیك یارسول اللّٰہ آپ ﷺ نے فرمایا وعلیکم السلام تم لوگ کون ہو؟ ہم نے عرض کیا۔

ہم قوم سلامان سے ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ہم لوگ اپنی قوم کے باقی لوگوں کے بھی نمائندے ہیں۔"

نماز افضل ترین عمل...... آنحضرت ﷺ یہ سن کر اپنے غلام ثوبان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ ان لوگوں کو ٹھہراؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ہم سے بعض سوالات کئے۔ حضرت خبیب کہتے ہیں میں نے عرض کیا

کہ یارسول اللہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نماز جو اس کے وقت میں ادا کی جائے۔

بارش کے لئے دعا...... پھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے علاقے میں خشک سالی کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَسْقِھِمُ الْغَیْثَ فِی دَارِھِمْ۔ یعنی اے اللہ! ان کے علاقے میں باران رحمت دے کر ان کی مدد فرما۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اپنے دونوں ہاتھ بھی اٹھا دیجئے تاکہ بارش خوب اور برکت والی ہو۔ اس پر آپ ﷺ مسکرا اٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی تک نظر آگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم سب بھی اٹھ گئے۔

ہم نے تین روز تک ٹھہر کر آنحضرت ﷺ کی مہمانی کا لطف اٹھایا اور اس کے بعد رخصت ہوئے آنحضرت ﷺ نے ہم لوگوں کو عطایا اور تحائف دیئے جانے کا حکم فرمایا چنانچہ ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی گئی۔ پھر بھی حضرت بلال حبشیؓ نے ہم سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمارے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔ ہم نے کہا اس سے زیادہ اور اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ اس کے بعد ہم لوگ وطن لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہمارے علاقے میں ٹھیک اسی دن بارش ہوئی تھی جس روز آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

وفد بنی عبس ...... پھر آپ ﷺ کی خدمت میں بنی عبس کا وفد حاضر ہوا۔ اس وفد میں تین آدمی تھے (یہ لوگ مسلمان تھے) انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہماری قوم کے قاری ہمارے پاس آئے تو انہوں نے بتلایا کہ جس نے ہجرت نہیں کی وہ مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اب ہمارے پاس کچھ مال ہے اور مویشی ہیں وہی ہمارا ذریعہ معاش ہے لیکن اگر بغیر ہجرت آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا تو ہم ان سب چیزوں کو بیچ دیں اور سب لوگ ہجرت کریں!"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو تو تمہارے اجر کو کوئی چیز کم نہیں کر سکتی!"

حضرت خالد ابن سنان...... پھر آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے حضرت خالد ابن سنان کے بارے میں پوچھا کہ آیا ان کی اولاد اور نشانیوں میں سے کوئی ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی نہیں ان کی ایک بیٹی تھی وہ بھی بے نشان ہی ختم ہو چکی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ سے حضرت خالد ابن سنان کی باتیں کرنے لگے اور فرمایا کہ وہ نبی تھے مگر ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔

ادھر حدیث میں آتا ہے کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس بارے میں جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں حضرت خالد ابن سنان یا کسی اور کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ روایات صحیح ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی مرسل اور صاحب شریعت نبی نہیں گزرے ہیں۔ اس جواب میں جو اشکال ہے وہ پیچھے گزر چکا ہے۔

آخری وفد نخع...... اسی طرح پھر آپ ﷺ کی خدمت میں نخع کا وفد آیا یہ بھی یمن ہی کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہونے والا آخری وفد تھا۔ (یہ وفد نصف ماہ محرم 11ھ میں حاضر ہوا تھا جبکہ اگلے سے اگلے مہینے یعنی ربیع الاول 11ھ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی)

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قبیلہ نخع کے دو سو آدمیوں کا وفد حاضر ہوا جو اسلام کا اقرار کرنے آیا

تھا۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر حضرت معاذ ابن جبلؓ کو بیعت دے چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کے بعد ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام زُرارہ ابن عمرو تھا عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں نے اپنے اس سفر میں ایک عجیب چیز دیکھی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس سے میں دہشت زدہ ہو گیا!"

زُرارہ کے عجیب خواب...... آپ ﷺ نے پوچھا کیا دیکھا تھا؟ زُرارہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک گدھی دیکھی جس کو میں نے محلّے میں چھوڑ رکھا ہے۔ اس گدھی نے ایک بکری کے بچے کو جنم دیا۔ اس بچے کا رنگ کہیں سرخی مائل سیاہ ہے اور کہیں سبز کا ہی رنگ ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے زرارہ سے فرمایا۔

"کیا تم کسی ایسی لڑکی کو چھوڑ بیٹھے ہو جو یہی کہتی رہی ہو کہ اس کے پیٹ میں تمہارا بچہ ہے۔"

تعبیر اور زُرارہ کا راز...... انہوں نے کہاہاں ایسا تو ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بچہ ہو گا جو تمہارا بیٹا ہے۔ زُرارہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کا ہی رنگ اور سرخی مائل سیاہ رنگ کا کیا مطلب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ یہ آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیا تمہارے بدن پر برص یعنی کوڑھ کے نشان ہیں جنہیں تم سب سے چھپاتے ہو۔"

زُرارہ نے حیران ہو کر عرض کیا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا اس بات کی کسی کو خبر نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ کے سوا آج تک کسی کو اس کا پتہ چل سکا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان رنگوں کا یہی مطلب ہے۔

دوسرا خواب...... اس کے بعد زُرارہ نے دوسرا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں نے نعمان ابن منذر کو دیکھا جو عرب کے ایک علاقے کا بادشاہ تھا (اور کسرائے فارس کے ماتحت تھا جو کانوں میں بالیاں پہنے ہوئے تھا اور بازو بند اور کڑے وغیرہ لگائے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

"وہ عرب کا بادشاہ تھا جو اپنے بہترین لباس اور عظمت کے ساتھ سلطنت پر آگیا ہے۔"

تیسرا خواب...... پھر زُرارہ نے اپنے تیسرے خواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک بہت بوڑھی عورت دیکھی جس کے سفید بالوں میں کہیں کہیں سیاہ بالوں کی آمیزش ہے وہ عورت زمین سے نکلی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ "وہ دنیا کا باقی دور ہے۔"

اس کے بعد زُرارہ نے اپنا چوتھا خواب بیان کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے دیکھا کہ زمین سے ایک آگ نکلی جو میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہو گئی وہ آگ پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہے کہ میں آگ ہوں میں آگ ہوں۔ کوئی بینا اور کوئی نابینا مجھے کھانے کے لئے دو۔ میں تمہیں کھاؤں گی۔ تمہارے گھر والوں اور مال و متاع کو چٹ کر جاؤں گی۔

چوتھے خواب کی تعبیر...... آنحضرت ﷺ نے اس کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا۔

"یہ ایک فتنہ کی طرف اشارہ ہے جو آخر زمان میں ہو گا۔"

فتنے کی پیشین گوئی...... انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ فتنہ کیا ہو گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کر دیں گے۔ بڑے بڑے لوگ اس اختلاف اور

فتنے کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ یہ کہتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسالیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔
"اس وقت ہر بدکار خود کو نیکوکار سمجھے گا۔ ایک مومن کے نزدیک دوسرے مومن کا خون بہت معمولی بات اور ٹھنڈے پانی پینے سے زیادہ ذائقہ دار ہوگا۔ اگر تمہارا بیٹا پہلے مر گیا تو تم اس فتنہ کو پاؤ گے اور اگر تم پہلے مر گئے تو تمہارا بیٹا اس فتنے کو پائے گا!"
یہ سن کر زُرارہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میں اس فتنے کو نہ پاؤں۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! یہ اس فتنے کو نہ پائے۔
چنانچہ اس فتنے سے پہلے ہی زُرارہ کا انتقال ہو گیا اور ان کا بیٹا عمرو اس فتنے کے وقت موجود تھا (اور خود بھی باغیوں کے ساتھ شریک تھا) عمرو کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی اس لئے وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی تھا اور حضرت عثمانؓ کے باغیوں میں سے تھا۔
تشریح تعبیر...... تشریح: آنحضرت ﷺ کی اس تعبیر سے اس خواب کے اجزاء کی تشریح کی گئی ہے چنانچہ علامہ قسطلانی کی کتاب مواہب کی شرح میں علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ
بینا اور نابینا کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دو گروہ بن جائیں گے۔ بینا جو حق و صداقت کو پہچانیں گے اور اس کی پیروی کرتے ہوں گے اور نابینا وہ جن کو حق کی طرف رہنمائی نہیں ہوسکے گی للذا وہ گمراہی میں پڑ جائیں گے۔ اسی طرح مجھے کھانے کو دو۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ کہہ رہی ہے کہ میرے فتنے میں مبتلا ہو جاؤ اور گمراہی کا ارتکاب کرو۔
رسول اللہ ﷺ نے اس فتنے کو آخر زمانے میں فرمایا ہے حالانکہ یہ فتنہ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا واقعہ ہے اور خود آنحضرت ﷺ نے ہی زُرارہ سے فرمایا کہ تم اسے دیکھو گے اور یا تمہارا بیٹا دیکھے گا دراصل آنحضرت ﷺ نے اس معنی میں اسے آخر زمانہ فرمایا ہے کہ اس وقت حالات اتنے بگڑ جائیں گے کہ وہ زمانہ بھی آخر زمانہ کے درجہ میں ہوگا کیونکہ آخر زمانے میں شریعت اور اس کے احکام لوگوں کی نظروں میں بے معنی اور بے وقعت ہو جائیں گے یہاں تک کہ مذہب اسلام ایسا ہو جائے گا گویا اس کا کوئی اثر ہی نہیں ہے۔
یا پھر آخر زمانے سے مراد خلافت راشدہ کا آخر زمانہ ہے جو حقیقی خلافت تھی۔ اسی دور میں لوگ آنحضرت ﷺ کی سنتوں اور طریقوں پر پورا پورا عمل کرتے تھے اگرچہ اس خلافت میں ابھی حضرت علی اور ان کے صاحبزادے کی خلافت کا زمانہ باقی تھا مگر چونکہ اس کے آخری دور کے قریب ہی حضرت عثمانؓ کا قتل ہوا اس لئے اس کو آپ ﷺ نے آخر فرمایا۔ تشریح ختم از زرقانی جلد چہارم صفحہ ۲۹ مرتب)
ایک روایت میں یوں ہے کہ بنی نخع نے اپنے میں سے صرف دو آدمی پورے قبیلے کی طرف سے اسلام کا اقرار کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجے تھے ان میں سے ایک ارطات ابن شرجیل تھے جو بنی حارثہ میں سے تھے اور دوسرے ارقم تھے جو بنی بکر میں سے تھے۔
بنی نخع کی دلفریب شان...... جب یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا گیا تو دونوں مسلمان ہو گئے اور اپنی پوری قوم کی طرف سے دونوں نے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی۔ آنحضرت ﷺ کو ان دونوں کی عجیب شان اور خوبصورت وضع قطع بہت پسند آئی چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے

فرمایا۔

"تم دونوں اپنے پیچھے اپنی جس قوم کو چھوڑ کر آئے ہو کیا وہ بھی تم دونوں ہی کی طرح ہے؟"

انہوں نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ! ہم اپنے پیچھے اپنی قوم کے ستر آدمی چھوڑ کر آئے ہیں وہ سب کے سب ہم سے افضل ہیں اور ان سے ہر ایک جیسے چاہتا ہے فیصلے کر سکتا ہے!"

آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے لئے اور ان کی قوم کے لئے دعائے خیر فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِی النَّخعَ آپ ﷺ نے ان میں سے حضرت ارطاتؓ کو ان کی قوم کے نام پر ایک لواء یعنی پرچم باندھ کر عطا فرمایا۔ یہ پرچم فتح مکہ کے دن ان کے ہاتھ میں تھا۔ یہی پرچم لے کر وہ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور اسی دن شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہاں یہ قول شبہ پیدا کرتا ہے کہ یہ پرچم فتح مکہ کے دن حضرت ارطاتؓ کے ہاتھ میں تھا۔ کیونکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ یہ وفد ۱۱ھ میں حاضر ہوا تھا (جبکہ اس وقت مکہ فتح ہوئے عرصہ گزر چکا تھا) للذا اس شبہ کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ دو آدمی اس بڑے وفد سے پہلے آئے تھے جس میں دو سو آدمی تھے یعنی یہ دو علیٰحدہ علیٰحدہ وفد تھے ایک فتح مکہ سے پہلے اور دوسرا بڑا وفد اس کے بعد آیا تھا۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں چند وفود کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے سیرت عراقیہ اور سیرت ہشامیہ میں ہے کہ ہم نے اصل کی پیروی میں ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عمرو ابن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر مسلمان ہوئے پھر واپس اپنی قوم میں جاکر انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گے جب تک بنی عقیل کو بھی اتنا ہی نقصان پہنچا کر بدلہ نہ لے لیں جتنا انہوں نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد ان کے اور بنی عقیل کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں یہ عمرو ابن مالک بھی ان کی طرف سے لڑے انہوں نے بنی عقیل کا ایک آدمی قتل بھی کیا (پھر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے ہاتھ ایک طوق میں باندھ لئے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آنحضرت ﷺ کو میری اس حرکت کا علم ہو چکا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر عمرو میرے پاس آیا تو میں اس طوق کے اوپر سے اس کے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے سلام کیا مگر آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا بلکہ میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر میں دائیں جانب سے آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے دوسری طرف رخ پھیر لیا۔ میں بائیں طرف سے آیا تو پھر آپ ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔

آخر میں آپ ﷺ کے سامنے آگیا اور میں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! پروردگار کو راضی کیا جاتا ہے تو وہ بھی راضی ہو جاتا ہے اس لئے آپ ﷺ بھی مجھ سے راضی ہو جایئے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے راضی ہو۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں راضی ہو گیا!

اس بارے میں پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں اسی لئے اس نے پیغمبر بھیجے جنہوں نے بشارتیں دیں اور عذاب سے ڈرایا (جس کے نتیجہ میں لوگوں نے گناہوں سے توبہ کی) اسی طرح اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں اسی لئے اس نے اپنی تعریف و مدح فرمائی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے کھلے ہوئے اور چھپے ہوئے ہر قسم کے فواحش اور بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

شاہانِ عالم کے نام فرامین رسالت

ان خطوط میں رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی یعنی اکثر میں ایسا ہی ہوا ہے ورنہ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جن میں ایسا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے یہ نامہائے مبارک آپ ﷺ کی ان تحریروں کے علاوہ ہیں جو آپ ﷺ نے بعض لوگوں کو امان دینے کے لئے تحریر فرمائے تھے جیسا کہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

مہر کی ضرورت کا مشورہ...... جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہانِ عالم کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ سلاطین اور بادشاہ اس وقت تک کوئی خط نہیں پڑھتے جب تک کہ وہ مہر زدہ نہ ہو (یعنی جب تک اس پر لکھنے والے کے نام کی مہر نہ لگائی گئی ہو)

مہر کا مقصد...... مہر لگانے کا مقصد یہ جتانا تھا کہ ان سلاطین کو جو باتیں لکھی گئی ہیں ان کا دوسروں کے علم میں آنا مناسب نہیں ہے۔ اس بارے میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ مقصد تو اس طرح بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ خط کو لپیٹنے کے بعد اس کا اس طرح مہر لگا دی جائے کہ اس پر لوم لگا کر مہر مار دی جائے مگر بظاہر ایسا ہوتا نہیں تھا۔ اب گویا مہر لگانے کا مقصد یہ ہوا کہ خط جعلی نہ سمجھا جائے کیونکہ مہر کی وجہ سے اس کا امکان نہیں رہتا۔

سونے کی مہر دار انگوٹھی...... غرض اس مشورے پر آنحضرت ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی میں نام کی مہر بنوائی دراصل پہلے آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی میں مہر بنوائی تھی۔ یہ دیکھ کر پیسے والے اور خوش حال صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے وہ انگوٹھی پہن لی تو ان صحابہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پہن لیں۔

مردوں کے لئے سونے کی ممانعت...... اگلے ہی دن رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ سونا پہننا آپ ﷺ کی امت کے مردوں پر حرام ہے آنحضرت ﷺ نے اسی وقت اپنی انگوٹھی نکال کر پھینک دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار ڈالیں۔

چاندی کی انگوٹھی...... اس کے بعد آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس انگوٹھی میں مہر کا نقش تین سطروں میں تھا ایک سطر میں "محمد" دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ تھا۔ ایک من گھڑت حدیث میں ہے کہ اس مہر کا نقش صدق اللہ تھا۔

مہر کا نقش اور الفاظ...... ایک شاذ روایت کے مطابق اس کا نقش بسم اللہ محمد رسول اللہ تھا (مگر صحیح روایت وہی ہے جس کے مطابق نقش کے الفاظ محمد رسول اللہ تھے۔ یہ تین سطریں نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی تھیں یعنی محمد آخری سطر یعنی سب سے نیچے کی سطر میں تھا۔ درمیان کی سطر میں رسول کا لفظ تھا اور لفظ اللہ سب سے اوپر کی

سطر میں تھا۔ ہمارے بعض آئمہ نے اس کی ترتیب اسی طرح بیان کی ہے۔

نقش کی الٹی لکھائی...... کتاب نور میں ہے کہ میرے نزدیک انگوٹھی میں یہ کتابت اور لکھائی الٹی تھی اور جب اس سے مہر لگائی جاتی تھی تو وہ لکھائی سیدھی آتی تھی جیسی کہ آج کل کے بڑے آدمیوں کی انگوٹھیوں اور مہروں میں ہوتا ہے۔ (کیونکہ اگر مہر کا نقش سیدھا ہوگا تو کاغذ پر اس کا نقش الٹا ہو جائے گا)

انگوٹھی نبی سے خلفاء تک اور گمشدگی......اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے تمام فرامین پر یہ مہر لگواتے رہے۔ یہ انگوٹھی آنحضرت ﷺ کی انگلی میں رہتی تھی پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی انگلی میں رہی۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ پھر ایک روز یہ انگوٹھی ارلیس نامی ایک کنویں میں گر گئی یہ اسی سال کی بات ہے جس سال حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی۔ لوگوں نے تین دن تک اس کو کنویں میں تلاش کیا مگر یہ نہیں ملی۔

انگوٹھی بنوائی یا کسی سے لی...... کہا جاتا ہے کہ یہ انگوٹھی جو پہلے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت ابو بکرؓ کے پھر حضرت عمرؓ کے اور پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی اصل میں لوہے کی تھی اور اس پر چاندی کا پانی پھرا ہوا تھا اور یہ وہی انگوٹھی تھی جو آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد ابن سعید کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس کی مہر کا نقش کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ اس پر محمد رسول اللہ نقش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اتار کر مجھے دیدو۔ چنانچہ اس طرح یہ انگوٹھی آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی اور آپ ﷺ نے اس کو اپنی انگلی میں پہن لیا۔ پھر یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ وغیرہ وغیرہ۔ حدیث

انگوٹھی کا نگینہ...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چاندی کی مہر دار انگوٹھی پہنتے رہے جس کا نگینہ حبشی تھا۔ کیونکہ یہ حبشہ سے ہی لایا جاتا تھا۔

ایک قول ہے کہ زبر جد کی ایک قسم تھی اور اسی میں محمد رسول اللہ نقش تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کا نگینہ اسی میں کا تھا۔ اور ایک قول کے مطابق اس کا نگینہ عقیق پتھر کا تھا۔ (جو ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے اب اگر وہ نگینہ عقیق ہی کا تھا تو بھی اس کو حبشی کہنا درست رہتا ہے کیونکہ عقیق حبشہ کے علاقہ سے ہی لایا جاتا تھا۔

عقیق ایک بابرکت پتھر......ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ نے پوری کی پوری عقیق کی بنی ہوئی انگوٹھی پہنی ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عقیق کی بنی ہوئی (یعنی عقیق کے نگینے والی انگوٹھی پہنا کرو کیونکہ یہ پتھر مبارک ہوتا ہے۔ عقیق کی بنی ہوئی انگوٹھی پہنا کرو کیونکہ یہ پتھر فقرو غربت کو دور کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کس ہاتھ اور انگلی میں پہنتے تھے......ایک قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی میں یہ انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ عام طور پر صحابہ اور تابعین کی روایت یہی ہے مگر ایک قول ہے کہ دائیں ہاتھ کی کن انگلی یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔ یہ حضرت ابن عباسؓ اور کچھ دوسرے صحابہ کا قول ہے جن میں حضرت عائشہؓ بھی شامل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے داہنے ہاتھ میں وہ انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور جس وقت آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت بھی انگوٹھی آپ ﷺ کی انگلی میں موجود تھی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دائیں ہاتھ والی روایت عبیدہ ابن قاسم کی ہے جو ایک بہت بڑا جھوٹا شخص

ہے اس نے علماء کی اس متفقہ روایت کی مخالفت کی ہے جس کو علامہ بغویؒ نے پیش کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے مگر پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں پہن لی تھی اور آخری صورت یہی باقی رہی۔ ادھر اشعب ابن طالع نے عبداللہ ابن جعفرؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ واہنے ہاتھ میں وہ انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

انگوٹھی زینت ہے...... چنانچہ امام نوویؒ فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا یا بائیں ہاتھ میں پہننا دونوں باتیں صحیح اور ثابت ہیں لیکن دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے کیونکہ انگوٹھی پہننا ایک زینت ہے اور اس کا زیادہ مستحق دایاں ہاتھ ہی ہے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

نگینہ کا رخ ہتھیلی کی طرف...... چنانچہ ابن ابی حاتم حضرت ابوزرعہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کے دائیں ہاتھ میں زیادہ رہتی تھی اور آپ ﷺ اس کو اس طرح پہنتے تھے کہ اس کا نگینہ اندر یعنی ہتھیلی کی طرف رہتا تھا۔

لوہے کی انگوٹھی کی کراہت...... پیچھے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو انگوٹھی ایک دن پہنی اور پھر اس کو اتار دیا وہ سونے کی تھی۔ اس کے بارے میں بھی ایک قول یہ ہے کہ وہ اصل میں لوہے کی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جن لوگوں کو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا ان سے فرمایا۔

"یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں دوزخیوں کے حلیہ میں دیکھ رہا ہوں!"

تانبے کی انگوٹھی کی کراہت...... یہ سنتے ہی انہوں نے لوہے کی انگوٹھی اتار ڈالی۔ غالباً اس ارشاد کا سبب یہ ہے کہ جہنمیوں اور دوزخیوں کی بیڑیاں طوق اور زنجیریں لوہے کی ہوں گی۔ اس کے بعد وہ صحابی دوبارہ آئے تو تانبے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا۔

"یہ کیا بات ہے کہ مجھے تم میں سے بتوں کی سی بو آرہی ہے!"

سونے کی انگوٹھی کی ممانعت...... اس ارشاد کا سبب یہ تھا کہ اکثر بت تانبے اور کانسی کے بنے ہوتے تھے۔ غرض اس کے بعد یہ صحابی سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے تو آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا۔

"کیا بات ہے کہ میں جنتیوں کے حُلیہ میں دیکھ رہا ہوں۔"

جواز کی شکل اور وزن و قیمت...... مراد یہ ہے کہ اس حُلیہ میں جس کی اجازت خاص طور پر جنت والوں کے لئے صرف جنت ہی میں ہے (یعنی جنت میں جانے سے پہلے اس حُلیہ کی اجازت نہیں ہے) تب ان صحابی نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ پھر میں کس چیز کی انگوٹھی پہن سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کے پانی کی مگر وہ ایک مثقال کے برابر نہ ہو یعنی اس کا وزن ایک مثقال کے برابر نہ ہو۔ مگر امام ابوداؤدؒ کی روایت میں یوں ہے کہ نہ اس کا وزن ایک مثقال کے برابر ہو اور نہ اس کی قیمت ایک مثقال کے برابر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی اگر وزن میں ایک مثقال سے کم ہی ہو لیکن بناوٹ کی وجہ سے قیمت میں ایک مثقال کے برابر ہو وہ بھی ناجائز ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہاتھ کو پاک نہیں کرتا جس میں لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوتی ہے مگر علامہ شمس علقمیؒ نے لکھا ہے کہ لوہے یا تانبے کی انگوٹھی مکروہ نہیں ہے کیونکہ شیخین کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ تلاش کرو چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

صحابہ کو فرمانبرداری کی ہدایت...... جب رسول اللہ ﷺ نے شاہان عالم کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ فرمالیا اور صحابہ سے بھی اس بارے میں بات کرلی تو ایک روز آپ ﷺ اپنے صحابہ کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا۔

"لوگو۔! اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر اور تمام ہی انسانوں کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے تم لوگ اس پیغام کو میری طرف سے پہنچاؤ۔ تم لوگ میرے بارے میں اس طرح اختلاف مت کرنا جیسے عیسیٰؑ ابن مریم کے معاملے میں ان کے حواریوں نے اختلاف کیا تھا!"

حضرت عیسیٰ پر حواریوں کا اختلاف...... صحابہ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے معاملے میں حواریوں نے کیا اختلاف کیا تھا؟"

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"انہوں نے بھی اپنے حواریوں کو اسی جیسے کام کے لئے دعوت دی تھی جیسے میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں چنانچہ جسے انہوں نے قریب کی جگہ بھیجا وہ تو راضی ہو کر مان گیا لیکن جسے انہوں نے کسی دور جگہ بھیجا اسے ناگواری ہوئی اور اس نے انکار کردیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس کی فریاد کی جس کے نتیجہ میں اگلے روز ان میں سے ہر شخص اسی قوم کی زبان میں باتیں کرنے لگا جس کی طرف اسے بھیجنا طے کیا گیا تھا۔"

بادشاہ ہرقل قیصر روم کے نام فرمان نبوت

دحیہ کلبی نامہ بر...... قیصر روم کو ہرقل ہاء پر زیر راء پر زبر اور قاف اور لام پر سکون کے ساتھ) شہنشاہ روم کو کہا جاتا تھا۔ اس بادشاہ کے نام آپ ﷺ کا نامہ مبارک لے کر حضرت دحیہ کلبیؓ گئے تھے۔ یمنی لغت میں لفظ دحیہ کے معنی رئیس اور سردار کے ہیں۔

لفظ قیصر اور اس کے معنی...... اسی طرح لفظ قیصر کے معنی ایسے بچے کے ہیں جسے ماں کا پیٹ چاک کر کے نکالا گیا ہو۔ اسی تعبیر سے اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا گیا ہو۔ ہرقل کی پیدائش بھی اسی طرح ہوئی تھی کیونکہ اس کی ماں دردزہ میں ہی مرگئی تھی چنانچہ قیصر کو ماں کے پیٹ سے اسی طرح نکالا گیا اور اسی لئے اس کو قیصر کہا جانے لگا۔ یہ ہرقل قیصر روم اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ میں فرج یعنی عورت کی شرمگاہ جیسی گندی جگہ میں سے نہیں نکلا ہوں۔ لیکن قیصر شاہی خطاب اور لقب بھی تھا چنانچہ ہر بادشاہ روم کو قیصر کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قیصر کے نام جو مکتوب گرامی لکھا اس میں اسے اسلام کی دعوت دی۔ آپ ہرقل نے حضرت دحیہؓ کو یہ والا نامہ دے کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ یہ خط قیصر ہی کے حوالے کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت دحیہ کو متعین فرمانے سے پہلے آپ ہرقل نے صحابہ کے سامنے فرمایا۔

"کون ہے جو میرا خط پہنچائے اور قیصر کے پاس جائے جس پر اس کے لئے جنت ہے۔"

(اس پر حضرت دحیہ نے حامی بھرلی) ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت دحیہ کو حکم دیا تھا کہ یہ خط شاہ بصری کو دیں تاکہ وہ قیصر کے حوالے کرے۔ اس بادشاہ کا نام حرث تھا اور یہ غسان کا بادشاہ تھا چنانچہ

دحیہ کلبیؓ خط لے کر شاہ بصری حرث کے پاس پہنچے حرث نے ان کے ساتھ عدی ابن حاتم کو کیا تاکہ وہ دحیہ کو قیصر تک پہنچادیں۔

دربار قیصری کے آداب اور دحیہ...... حضرت دحیہؓ وہاں سے عدی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر اس کی قوم نے دحیہ سے کہا۔

"جیسے ہی تم بادشاہ کو دیکھو فوراً ہی اس کے سامنے سجدے میں گر جانا اور اس وقت تک ہرگز سر نہ اٹھانا جب تک شہنشاہ ہی تمہیں اجازت نہ دیں!"

سجدے سے انکار...... حضرت دحیہؓ نے فرمایا۔

"یہ تو میں کبھی بھی نہیں کروں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہرگز کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا! اس پر ایک شخص نے کہا کہ تب تو تمہارا خط ہرگز بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسی وقت ایک دوسرے شخص نے کہا!

"میں تمہیں ایک ایسی ترکیب بتاؤں گا کہ تمہارا خط بھی قبول کرلیا جائے گا اور تمہیں اس کو سجدہ بھی نہیں کرنا پڑے گا!"

خط پہنچانے کی ترکیب...... حضرت دحیہؓ نے پوچھا وہ کیا ترکیب ہے؟ تو اس شخص نے کہا۔

"جب وہ اوپر چڑھتا ہے تو زینے کی ہر سیڑھی پر اس کے لئے ایک ایک منبر بنا ہوا ہے جس پر وہ دم لینے کے لئے بیٹھتا ہے۔ تم اپنا خط منبر کے بالکل سامنے رکھ دینا وہاں اسے کوئی نہیں چھیڑے گا۔ اس طرح قیصر خود ہی اسکو اٹھائے گا اور پھر اپنے کسی آدمی کو بلائے گا!"

تحقیق حال کے لئے قریشی کی تلاش...... چنانچہ حضرت دحیہؓ نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ خط قیصر روم کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس پر عربی زبان میں عنوان لکھا ہوا ہے تو بادشاہ نے اپنے ترجمان کو بلایا جو عربی تحریریں پڑھ کر سنایا کرتا تھا خط سننے کے بعد قیصر نے کہا کہ اس نبی کی قوم کے کسی آدمی کو بلاؤ تاکہ ہم اس سے اس نبی کے بارے میں سوالات کریں۔

ابوسفیان کا قافلہ شام میں...... اس زمانے میں ابوسفیان اپنی تجارت کے سلسلے میں ملک شام ہی میں تھے (اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) ان کے ساتھ قریش کے کچھ دوسرے تاجر بھی تھے۔ یہ زمانہ حدیبیہ کی صلح کا تھا اس کا پہلا سال ذی قعدہ ۶ھ میں تھا (جیسا کہ معاہدۂ حدیبیہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیصر کے نام یہ خط تبوک سے بھیجا تھا (جہاں آپ غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے) یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ روایات کے اس اختلاف کو ختم کرنے کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ دراصل رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ خط لکھا پہلی بار وہ جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے اور دوسری بار وہ جس کو علامہ سہیلیؒ نے بیان کیا ہے اس کے لئے انہوں نے مسند امام احمد کی ایک روایت کو دلیل بنایا ہے۔ اس بارے میں یہ قول بہت ہی ناقابل تعیین ہے کہ اس خط کی کتابت ۵ھ میں ہوئی تھی۔

ابوسفیان کی طلبی...... ابوسفیان کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیصر کا ایلچی آیا جو اس کے محافظ دستے کا ایک افسر تھا۔ وہ ہمیں لے کر اس کے پاس آیا قیصر اس وقت بیت المقدس میں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بادشاہ تاج پہنے بیٹھا ہے اور بڑے بڑے رومی سردار اس کے گرد بیٹھے ہیں۔

قیصر اپنے ترجمان کی طرف متوجہ ہوا۔ ترجمان کے معنی ایک زبان سے دوسری زبان میں بات کو بیان کرنے والے کے ہیں۔ یہ لفظ معرب ہے یعنی دوسری زبان کے لفظ کو تھوڑی سی تبدیلی کر کے عربی زبان میں لے لیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ لفظ عربی ہی کا ہے معرب نہیں ہے۔

قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا۔

"ان سے پوچھو ان میں سے کون آدمی اس شخص کا سب سے زیادہ قریبی اور نسبی رشتے دار ہے جو یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ نبی ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اس شخص کا جو سرزمین عرب میں ظاہر ہوا ہے اور نبوت کا دعویدار ہے؟

ابوسفیان کی نبی سے قرابت...... ابوسفیان نے کہا کہ یہاں اس شخص کا سب سے زیادہ قریبی اور نسبی رشتہ دار میں ہوں۔ کیونکہ اس قافلے میں میرے سوا بنی عبد مناف کا کوئی شخص نہیں تھا اور عبد مناف چوتھی پشت میں آنحضرت ﷺ کے دادا تھے اسی طرح ابوسفیان کے بھی چوتھی پشت میں دادا تھے۔

ایک روایت کے مطابق پھر قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا تمہاری ان سے کیا رشتہ داری ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا وہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔

سچ بولنے کی تاکید اور انتظام...... اب قیصر نے مجھ سے کہا کہ میرے قریب آجاؤ۔ پھر میرے ساتھیوں کو حکم دے کر میری پشت کی طرف بٹھا دیا۔ اس کے بعد قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا!

"ان لوگوں سے کہو میں نے تمہارے اس ساتھی کو تم سے آگے اس لئے بٹھایا ہے کہ میں ان سے اس شخص کے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں جو نبوت کا دعویدار ہے۔ تم لوگوں کو میں نے اس کی پشت پر اس لئے بٹھایا ہے کہ اگر یہ یعنی ابوسفیان کہیں جھوٹ بولے تو تم فوراً اس کی تردید کر دو!"

جھوٹ کی خواہش اور سچ کی مجبوری...... مقصد یہ ہے کہ پیچھے بیٹھے ہونے کی وجہ سے تم اس کے جھوٹ کی فوراً تردید کر سکو گے اور تمہیں اس سے آنکھ کا لحاظ نہیں آئے گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں خدا کی قسم اگر اس وقت مجھے یہ دھڑکا نہ ہوتا کہ پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ مجھے جھٹلا دیں گے تو اس روز میں ضرور جھوٹ بولتا مگر ان لوگوں کی شرم میں میں نے ہر بات کا سچ سچ جواب دیا حالانکہ سچ بولتے ہوئے مجھے خود گرانی ہو رہی تھی (کیونکہ سچ بولنے کی وجہ سے ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور حقانیت کا پہلو نکلتا تھا جو کہ ان کو ناگوار تھا) ایک روایت کے مطابق ابوسفیان کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد میں میری قوم تک میرے جھوٹ کا چرچا ہوگا اور لوگ میرے وطن میں بھی میرا جھوٹ بیان کیا کریں گے تو اس روز یقیناً میں جھوٹ بولتا کیونکہ مجھے آنحضرت ﷺ سے شدید نفرت اور دشمنی تھی اور میں ہمیشہ ان کی برائیاں کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ جھوٹ بولنا جاہلیت کے دور میں بھی اسی طرح عیب اور برائی تھا جس طرح اسلام کے زمانے میں ہے۔

قیصر کے سوالات...... غرض اس کے بعد قیصر نے ترجمان سے کہا۔

"اس سے پوچھو تم لوگوں کے درمیان ان کا یعنی آنحضرت ﷺ کا حسب و نسب کیسا ہے؟"

ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہم لوگوں میں حسب و نسب کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہیں۔

قیصر نے کہا۔

"اس سے پوچھو کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟"
میں نے کہا۔ نہیں۔ پھر قیصر نے سوال کیا۔
"اس سے پوچھو کیا ان کے نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگوں نے کبھی ان کو کسی بات میں جھوٹا پایا تھا؟"
میں نے کہا۔ کبھی نہیں
ایک روایت کے مطابق قیصر نے کہا۔
"اس سے پوچھو کیا وہ کبھی بات بات میں قسمیں کھانے والے جھوٹ بولنے والے اور دھوکہ باز ہے ہیں کہ ممکن ہے اس طرح وہ حکومت و عزت کے طلب گار رہے ہوں جواب سے پہلے ان کے خاندان میں کسی شخص کے پاس رہی ہو۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق مفصّل تحقیق حال

...... میں نے اس کا بھی انکار کیا۔ پھر قیصر نے کہا۔ کیا ان کے باپ دادا میں کبھی کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

ایک روایت کے مطابق قیصر نے سوال کیا کہ رائے اور عقل کے لحاظ سے وہ کیسے آدمی سمجھے جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہم نے ان کی عقل اور رائے میں کبھی کوئی عیب نہیں پایا۔ پھر قیصر نے دریافت کیا کہ ان کی پیروی کرنے والے آیا بڑے بڑے لوگ ہیں یا کمزور اور چھوٹے قسم کے آدمی ہیں؟

یہاں بڑے لوگوں سے مراد شرفاء اور صاحب عزت و مرتبہ آدمی نہیں بلکہ نخوت و تکبر والے لوگ مراد ہیں لہٰذا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت حمزہؓ جیسے بڑے لوگ جو اس سوال سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اس کی زد میں نہیں آتے۔

ابو سفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔
"ان کی پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ہم میں کمزور غریب اور نوجوان قسم کے ہیں ورنہ جہاں تک ذی عزت اور بلند مرتبہ لوگوں کا تعلق ہے ان میں سے کسی نے ان کی پیروی نہیں کی!"

علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ غالب اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو کمزور قسم کے لوگ ہیں۔ پھر قیصر نے پوچھا۔ آیا ان کے پیروی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟
میں نے کہا نہیں روز بروز بڑھ رہی ہے۔ پھر قیصر نے سوال کیا۔
"کیا ان کی پیروی کرنے والوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کے دین میں شامل ہونے کے بعد پھر اسے ناپسند کر کے اس دین کو چھوڑ بیٹھے ہوں؟
میں نے کہا! نہیں۔ یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ بات عبداللہ ابن حجش کے واقعہ کے خلاف ہے جو ملک حبشہ میں پہنچ کر مرتد ہو گیا تھا کیونکہ عبداللہ کا مرتد ہونا اسلام سے بیزاری اور ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس میں شہوت اور نفسانی غرض شامل تھی جیسا کہ اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

پھر قیصر نے دریافت کیا کہ کیا وہ یعنی آنحضرت ﷺ کبھی عہد کر کے اس سے مکر بھی گئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ بلکہ آج کل بھی ہم لوگ ان ہی کے دیئے ہوئے امن اور عہد یعنی معاہدۂ حدیبیہ کے ماتحت ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم وہ معاہدہ کی اس مدت میں کیا کر رہے ہیں!"

پھر قیصر نے کہا کیا تمہاری کبھی ان سے جنگ بھی ہوئی ہے ؟ میں نے کہا ہاں۔
اس نے سوال کیا تمہاری اور ان کی جنگ میں کیا فرق تھا ؟ میں نے کہا۔
"ہار اور جیت دونوں ہی چلتی ہیں۔ کبھی ہم ان پر غالب آئے ہیں۔ یعنی جیسے غزوۂ احد میں ہوا۔ اور کبھی وہ ہم پر غالب آئے۔ یعنی جیسے غزوۂ بدر میں ہوا
غزوۂ احد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ احد کے دن ابوسفیان نے غزوۂ بدر کی قریشی شکست کو یاد کرتے ہوئے کہا تھا کہ جنگ ہار جیت کی بازی ہے یعنی کبھی میدان کسی کا اور کبھی کسی کا ہوتا ہے ایک روایت کے مطابق ابوسفیان نے کہا۔
"ایک بار جنگ بدر کے موقعہ پر وہ ہم پر غالب آگئے تھے اس وقت میں موجود نہیں تھا۔ پھر میں خود لشکر لے کر لڑا تو ان کے گھروں اور کونوں کھدروں اور ان کے کوکھر وتک میں جا کر ان کو مارا اور شکست دی۔
اس سے ابوسفیان کا اشارہ جنگ احد کی طرف تھا۔ پھر قیصر نے پوچھا کہ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں ؟ میں نے کہا۔
"وہ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں اور اس ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ وہ کہتے ہیں خدائے واحد کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانو۔ وہ ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے روکتے ہیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے اور صدقات و زکات دینے کا حکم دیتے ہیں۔ نیز پاک دامنی یعنی حرام چیزوں سے اور برائیوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں!"
قیصر کا تاثر اور اعتقاد...... تب شہنشاہ ہرقل قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا۔
"اس سے کہو میں نے تم سے ان کا حسب و نسب پوچھا تو تمہارے خیال میں یہ تم لوگوں میں اونچے نسب کے ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ جو رسول بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم میں بلند حسب و نسب اور اونچے مرتبے کا ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا ان سے پہلے بھی کسی نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو تم نے بتایا نہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے پہلے بھی یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ وہ اپنے سے پہلوں کے دعویٰ کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم نے ان کو کسی بات میں جھوٹا پایا تھا۔ تم نے کہا نہیں۔ اس سے میں نے سمجھا کہ وہ لوگوں کے متعلق جھوٹ نہیں بولتے تو خدا کے متعلق بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کیا کوئی بادشاہ گزرا ہے ؟ تم نے کہا نہیں۔ اگر ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں سمجھتا کہ وہ اپنے باپ دادا کی حکومت حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ آیا ان کو ماننے والے بڑے بڑے لوگ ہیں یا کمزور قسم کے لوگ ہیں ؟ تم نے کہا کمزور قسم کے۔ حقیقت میں پیغمبروں کے ماننے والے شروع میں ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے پیرو کار عام طور پر کمزور اور چھوٹے قسم کے لوگ ہوتے ہیں حشم خدم والے بڑے آدمی نہیں ہوا کرتے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے ؟ تم نے کہا بڑھ رہی ہے۔ ایمان کی علامت یہی ہوتی ہے کہ وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آیا کوئی ایسا بھی ہے جو ان کے دین میں شامل ہونے کے بعد پھر ناپسندیدگی اور ناراضگی کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہو ؟ تم نے کہا نہیں ایمان کی علامت

یہی ہے کہ جب اس کی بشاشت و اطمینان دلوں میں جاگزیں ہو جاتا ہے کیونکہ جب ایمان کی وجہ سے سینے کھل جاتے ہیں اور فرحت و سکون پیدا ہو جاتا ہے تو کوئی شخص اس سے بددل نہیں ہوتا۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کبھی تمہاری ان سے جنگ بھی ہوئی ہے؟ تم نے کہا ہاں اور یہ کہ تمہاری جنگ اور ان کی جنگ ہار جیت کی بازی رہی کہ کبھی تم ان پر غالب آگئے اور کبھی وہ تم پر غالب آگئے تو پیغمبروں کا حال یہی ہوتا ہے کہ ان پر آزمائشیں آتی ہیں لیکن انجام کار وہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتلایا کہ وہ تم لوگوں کو نماز، زکوٰۃ، پاکدامنی ایفائے عہد اور امانت داری کا حکم دیتے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں تو تم نے کہا نہیں۔ رسولوں کی شان بھی یہی ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے کیونکہ وہ دنیوی آسائشوں کے طلب گار نہیں ہوتے جو غداری اور وعدہ خلافی کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔ اس طرح میں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ نبی ہیں۔ میں جانتا تھا کہ ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ظاہر ہوں گے۔ تم نے جو کچھ بتلایا ہے اگر یہ سب سچ ہے تو عنقریب وہ اس جگہ تک کے مالک ہو جائیں گے جہاں اس وقت میں بیٹھا ہوں!"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ باتیں جن کے متعلق ہرقل نے سوالات کئے اس کے پاس موجود پرانی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ بات ہرقل کے قول کے مطابق نہیں رہتی کیونکہ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علامتیں ہر نبی کے لئے ہیں (خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے ظہور سے متعلق نہیں ہیں۔ لیکن بہت سے دوسرے اقوال ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم کتابوں خاص طور پر نبی آخر الزماں کے ظہور اور آپ ہرقل کی نبوت کی نشانیوں کا ذکر موجود تھا اس لئے یہ علامات بھی نبی آخر الزماں کے متعلق ہی تھیں (مگر چونکہ انبیاء کے اکثر اوصاف ایک سے ہوتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کی بہت سی نشانیوں کو جان کر ہرقل نے یہ الفاظ کہے کہ پیغمبروں کی شان یہی ہوتی ہے)

قیصر کی تمنائے اسلام...... اس کے بعد ہرقل نے کہا۔

"اگر میں جانتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کی ملاقات کے لئے مشقتیں برداشت کرتا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ مگر میں ان تک رسائی نہیں پا سکتا کیونکہ اگر میں ایسا کروں گا تو میری حکومت میرے ہاتھ سے جائے گی اور رومی مجھے قتل کر دیں گے!"

سلطنت کا لالچ...... امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس کے لئے کوئی عذر نہیں بن سکتی کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کی صداقت کو سمجھ چکا تھا مگر حکومت کے لالچ سے مسلمان نہیں ہوا گویا اس نے سلطنت کو اسلام پر ترجیح دی۔ اگر خدا تعالیٰ کو اس کی ہدایت منظور ہوتی تو اس کو اسلام کی توفیق دی جاتی جیسا کہ نجاشی بادشاہ کو توفیق میسر آئی اور اس کی سلطنت بھی باقی رہی۔

قیصر کی محرومی...... علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے والانامے میں ہرقل کو یہ جملہ لکھا تھا کہ۔ اَسْلِمْ تَسْلَم یعنی اسلام قبول کر کے سلامتی حاصل کرے۔ اگر ہرقل اس جملہ کا مفہوم اور معنی سمجھ لیتا اور پہچان لیتا کہ اسلام لانے کی جزاء میں جس سلامتی کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے لئے عام ہے (یعنی دنیوی جاہ و سلطنت کی سلامتی اور آخرت کی سلامتی دونوں حاصل ہوں گی) تو وہ یقیناً سلامتی پا لیتا

(یعنی اس کی سلطنت بھی یقیناً باقی رہتی) اگر وہ ہر خطرے کے باوجود مسلمان ہو جاتا لیکن توفیق اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔

آنحضرت ﷺ سے گہری عقیدت...... پھر ہرقل نے کہا۔

"اگر میں ان کے پاس ہوتا تو آپ ﷺ کے پاؤں دھو دھو کر پیتا۔ یعنی انتہائی طور پر آپ ﷺ کی خدمت کرتا۔ اور آپ ﷺ سے کوئی عہدہ اور منصب نہ طلب کرتا!"

قیصر کے نام مکتوب نبوی...... ابو سفیان کہتے ہیں اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک منگایا اور اسے پڑھوایا۔ اس والا نامے کی عبارت یہ تھی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد ابن عبداللہ کی جانب سے ہرقل شاہ روم کے نام۔ سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی نہیں کرتا اس پر کوئی سلام نہیں۔ للذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کافر کے نام خط کو سلام سے شروع کیا گیا ہے۔

"اما بعد! میں تمہیں اس کلمہ کی دعوت دیتا ہوں جو اسلام کی طرف بلانے والا ہے۔" یعنی وہ کلمہ اسلام کی طرف لاتا ہے اور وہ کلمہ توحید ہے۔ "تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا!"

دوہرا اجر یا دوہرا گناہ...... یعنی دوہرا اجر اس معنی میں کہ تم عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور پھر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ گے۔ یا مراد یہ ہے کہ تمہارے ایمان لانے کی وجہ سے چونکہ تمہاری رعایا کے لوگ بھی ایمان لائیں گے اس لئے تمہیں دوہرا اجر ملے گا۔

آگے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہوا۔

"لیکن اگر تم اسلام سے منہ موڑو گے تو دیہاتی کسانوں کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

یہاں جس لفظ کا ترجمہ دیہاتی کسان کیا گیا ہے وہ "اریسین" ہے جس کے معنی فلاحین قری یعنی دیہات میں رہنے والے کسان ہیں۔ اسی وجہ سے ایک روایت کے مطابق اس نامہ مبارک میں اِثْمُ الْاَرِیْسِیِّیْنَ کے بجائے اِثْمُ الْفَلَّاحِیْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں اِثْمُ الْاَکَّارِیْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ "اکارین" کے معنی بھی۔ "فلاحین" یعنی کسان کے ہیں۔ اور "اثم" گناہ کو کہتے ہیں۔ خاص طور پر کسانوں کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ملک کا سواد اعظم اور عمومی اکثریت کسانوں ہی کی تھی۔

مراد یہ ہے کہ تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہی ہوگا کیونکہ رعایا تمہارے نقش قدم پر چلتی ہے اور تمہارے احکامات پر سر جھکاتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں جہالت اور بے خبری غالب ہوتی ہے اور دین کی کمی ہوتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرو گے تو تمہارے اپنے گناہ کے ساتھ تمہاری رعایا کا گناہ بھی ہوگا۔ یعنی رعایا کے گناہ کے ذمہ دار بھی تم ہی رہو گے کیونکہ اگر قیصر اسلام قبول کرلیتا تو رعایا بھی اسلام لے آتی اسی طرح وہ مسلمان نہ ہوا تو رعایا بھی نہیں ہوئی۔ للذا رعایا کے اسلام نہ لانے کا سبب بھی بادشاہ ہی بنا۔ چنانچہ ایسا شخص جس کے گناہ دوسروں کے گناہ کرنے کا سبب بنے دوہرے گناہ کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے ایک اس کا اپنا گناہ جو اس نے کیا اور ایک گناہ یہ کہ وہ دوسروں کی گناہ گاری کا سبب بنا۔

غرض اس کے بعد نامہ مبارک میں قرآن پاک کی یہ آیت تھی۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (سورۃ آل عمران، پ ۳، ع ۷، آیت ۶۴)

ترجمہ: اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہونے میں برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ لوگ حق سے اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم ہمارے اس اقرار کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

قرآن پاک کی اس آیت میں صرف یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنے والا نامے میں وَیٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تحریر فرمایا یہ واؤ دراصل عطف کے لئے ہے جو کلمہ اَدْعُوْکَ پر عطف ہے اور اس کلمہ کو معطوف بنا رہی ہے۔ یہ کلمہ اَدْعُوْکَ یہاں مقدر یعنی پوشیدہ ہے یعنی یہاں دراصل یہ عبارت پوشیدہ مانی ہوگی۔ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ وَاَقُوْلُ لَکَ وَلِاَتْبَاعِکَ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ یعنی میں تجھے اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں اور تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے کہتا ہوں اے اہل کتاب۔

ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت اس کے نازل ہونے سے پہلے ہی تحریر فرمائی تھی (یعنی حق تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت آنحضرت ﷺ کی زبان پر جاری فرما دی تھی) کیونکہ یہ آیت وفد نجران کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔ یہ وفد ۹ھ میں آیا تھا جبکہ مکتوب مبارک کا یہ واقعہ ۶ھ کا ہے۔

مگر ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ آیت اس کے نازل ہونے کے بعد ہی تحریر فرمائی تھی کیونکہ یہ آیت ہجرت کے فوراً ہی بعد یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ بعض علماء نے اس آیت کا نزول دو مرتبہ مانا ہے مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ بہرحال یہ بات قابل غور ہے۔

قیصر کے خلاف اشتعال...... غرض ابو سفیان کہتے ہیں جب قیصر اپنی بات کہہ چکا اور نامہ مبارک سن چکا تو وہاں موجود عیسائیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور بہت زیادہ نکتہ چینی کرنے لگے۔ یعنی سب لوگوں کی چہ میگوئیاں اس طرح ابھری تھیں کہ الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ بخاری میں یوں ہے کہ اس کے گرد و پیش میں زور زور سے بحثا بحثی کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ بخاری میں ابو سفیان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان آوازوں سے میں نہیں سمجھ سکا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

پھر قیصر نے ہمیں باہر بھیج دینے کا حکم دیا چنانچہ میں اور میرے ساتھی باہر نکل آئے اور اس طرح ہمیں چھٹکارا ملا۔ یہاں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ابن ابی کبشہ یعنی آنحضرت ﷺ کا معاملہ بہت اہم ہو گیا یہ بنی اصفر یعنی زرد فام لوگوں کا بادشاہ ہے مگر ابن ابی کبشہ سے ڈر رہا ہے۔

اس کے بعد میں اسی خیال میں رہتا تھا کہ یہ دین پھیلنے والا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہی دل میں اسلام ڈال دیا یعنی میرے دل میں جو یقین تھا وہ ظاہر ہو گیا (اور میں نے مسلمان ہو جانے کا اعلان کر دیا) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میں محمد ﷺ سے مرعوب رہتا تھا یہاں تک کہ آخر میں مسلمان ہو گیا۔

کبشہ کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ آمنہ کے والدوہب کے جو دلوا تھے ان کالقب ابوکبشہ تھا(اس لئے بہت سے لوگ آنحضرت ﷺ کو ابن ابوکبشہ یعنی ابوکبشہ کا بیٹا کہا کرتے تھے)

شرح مسلم میں ہے کہ یہی شخص یعنی ابوکبشہ شعریٰ نامی بُت کی پرستش کیا کرتا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا ننھیالی رشتہ دار ابو سلمہ بھی ابوکبشہ کہلاتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی دودھ پلانے والی دایا کا شوہر بھی ابوکبشہ کالقب رکھتا تھا۔

بنی اصفر یعنی زرد فام لوگوں کے سلسلے میں بھی بحث گزر چکی ہے۔

معراج اور ابوسفیان کی بے یقینی...... ایک روایت ہے کہ جب قیصر نے ابوسفیان سے یہ پوچھا کہ کیا تم نے کبھی آنحضرت ﷺ کو جھوٹ بولتے بھی پایا ہے تو ابوسفیان نے کہا۔

" نہیں! مگر جہاں پناہ میں آپ کو ایک بات بتلاتا ہوں جس سے آپ سمجھ لیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا تھا۔"

قیصر نے کہا۔ وہ کیا ہے؟

ابوسفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔

"وہ کہتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری سرزمین حرم سے روانہ ہوئے اور تمہارے اس شہر کی مسجد۔

قیصر سے معراج کا ذکر...... یعنی مسجد اقصیٰ میں پہنچے اور پھر اسی رات صبح ہونے سے پہلے وہ لوٹ کر مکہ واپس بھی آگئے۔

قدس کے بطریق کی تصدیق...... وہاں اس وقت بادشاہ کے پادریوں اور راہبوں کا گروہ بھی تھا جو مسجد اقصیٰ میں رہتا تھا ان کو بطریق کہا جاتا تھا۔ ان بطریقوں کے ایک قائد نے جو بادشاہ کے برابر میں کھڑا تھا فوراً کہا کہ جہاں پناہ وہ یعنی آنحضرت ﷺ سچ کہتے ہیں۔ بادشاہ نے بطریق کی طرف نظر اٹھائی اور پوچھا کہ تم یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟

اس نے کہا!

" میرا دستور ہے کہ میں رات کو اس وقت تک ہرگز نہیں سوتا جب تک کہ مسجد کے دروازے بند نہ کرلوں؟ اس رات یعنی معراج کی رات میں بھی میں نے سارے دروازے بند کئے صرف ایک دروازہ رہ گیا کیونکہ وہ بہت سخت اور بھاری ہو گیا اور مجھ سے بند نہیں ہوا لہٰذا اس کو بند کرنے کے لئے میں نے اپنے کارندوں اور وہاں موجود لوگوں کو بھی مدد کے لئے بلا لیا مگر ہم سب کی کوشش کے باوجود دروازہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کو ہلانا چاہ رہے ہیں۔

مسجد اقصیٰ میں معراج کی علامت...... آخر میں نے بڑھیوں کو بلایا انہوں نے دروازے کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد کہا کہ صبح ہونے سے پہلے ہم اسکو ہلانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے صبح کو میں پھر دروازے پر آیا اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسجد کے زاویہ میں جو پتھر ہے اس میں سوراخ ہو رہا ہے۔ کتاب نور کے مطابق اس پتھر سے مراد صخرہ ہے جیسا کہ اس سلسلے میں پیچھے بھی کلام گزر چکا ہے۔

غرض وہ بطریق کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ پتھر کے اس سوراخ میں کسی سواری کے جانور کو باندھے جانے کے نشانات بھی ہیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ضرور اسی کی وجہ سے رات یہ دروازہ بند نہیں

ہو سکا تھا۔"

غرض اس کے بعد قیصر نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا!

"لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ قیامت کے قریب ایک نبی ظاہر ہوں گے۔ ان کے متعلق تمہیں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بھی بشارت دخوشخبری دی ہے۔ کیا اس نبی کے متعلق تم یہ آرزو نہیں کرتے رہے ہو کہ وہ تم ہی میں سے ہو؟"

قیصر کی زبانی آنحضرت ﷺ کی تصدیق..... لوگوں نے کہا۔ "بے شک"

تب قیصر نے کہا۔

"تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے وہ نبی تمہارے سوا دوسری قوم میں سے ظاہر فرمادیا ہے نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے جسے وہ جہاں چاہے ظاہر فرمادیتا ہے۔"

پھر قیصر نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو عزت واحترام سے ٹھہرائے جانے کا حکم دیا۔

خط پر قیصر کے بھتیجہ کا غصہ...... کہا جاتا ہے کہ اس پر قیصر کے بھتیجے نے بہت زیادہ غیظ و غضب کا اظہار کیا اور قیصر کو بھی آنحضرت ﷺ کے خلاف بھڑکانے کے لئے اس سے یعنی اپنے چچا سے کہا۔

"اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ نے خط میں اپنا نام آپ سے پہلے لکھا ہے اور آپ کو صرف صاحب روم لکھا ہے اس لئے یہ خط اٹھا کر پھینک دیجئے!"

قیصر کی صاف گوئی...... قیصر نے کہا۔

"تم بہت ہی بیہودہ رائے کے آدمی ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ میں اس شخص کا خط اٹھا کر پھینک دوں جن کے پاس ناموس اکبر یعنی جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں۔

وہ اسی کے حقدار ہیں کہ خط کی ابتدا اپنے نام سے کریں۔ یہ بھی انہوں نے بالکل درست کہا ہے کہ میں صاحب روم یعنی رومی قوم کا خادم اور محافظ ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا بھی مالک ہے اور روم کا بھی۔"

قیصر کے بھائی کی غضب ناکی...... ایک روایت کے الفاظ یوں ہے کہ جب قیصر کے بھائی نے خط کی یہ عبارت سنی کہ محمد ﷺ کی جانب سے قیصر صاحب روم کے نام۔ تو اس نے ترجمان کے سینے پر بہت زور سے ہاتھ مار کر اس سے خط چھین لیا۔ وہ خط کو پھاڑنا چاہتا تھا کہ قیصر نے اس سے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا۔

"آپ اس شخص کا خط نہیں دیکھتے کہ وہ آپ سے پہلے اپنے نام کے ساتھ خط کو شروع کر رہے ہیں اور آپ کو قیصر صاحب روم لکھ رہے ہیں آپ کے لئے بادشاہ کا لفظ تک نہیں لکھا۔"

قیصر کا احترام نبوت...... اس پر قیصر نے اس سے کہا۔

"یا تو تم ایک ننھے منے احمق ہو اور یا بہت بڑے پاگل ہو کہ میرے پڑھنے سے بھی پہلے ایک شخص کا خط پھاڑنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم جیسا کہ وہ کہہ رہے ہیں اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ میرے مقابلے میں اس سے کہیں زیادہ حقدار ہیں کہ خط کو خود اپنے نام سے شروع کریں اور اگر انہوں نے مجھے صاحب روم لکھا ہے تو بالکل سچ لکھا ہے۔ میں رومیوں کے ایک محافظ سے زیادہ نہیں میں ان کا مالک نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو میرے واسطے مسخر فرمادیا ہے وہ اگر چاہے تو ان ہی رومیوں کو خود میرے اوپر بھی مسلط فرما سکتا ہے جس طرح اس نے فارس کی قوم کو شہنشاہ کسریٰ پر مسلط فرمادیا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔"

بقاء حکومت کی بشارت...... جب رسول اللہ ﷺ کو قیصر کی ان باتوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی حکومت بچ گئی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ وہ رومیوں کے لئے باقی رہے گا۔ اور واقعی اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی ہے کیونکہ بادشاہ منصور قلاوون کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

بادشاہ منصور قلاوون نے ایک مرتبہ اپنے ایک امیر کو شاہ مغرب کے پاس کچھ ہدیا اور تحائف دے کر بھیجا شاہ مغرب نے اس امیر کو ایک سفارش کے سلسلے میں شاہ فرنگ کے پاس بھیجا شاہ فرنگ نے وہ سفارش قبول کی اور اس امیر کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس سے کہا!

"میں تمہیں ایک بہت قدیم اور متبرک تحفہ دکھاؤں گا۔"

یہ خط خاندان قیصری کا تبرک...... پھر اس نے سونے کے کام کا ایک صندوق نکالا اس کے اندر سے اس نے سونے کا ایک خول نکالا (جس میں رسول اللہ ﷺ کا وہ نامہ مبارک رکھا ہوا تھا) علامہ سہیلیؒ سے بھی روایت ہے کہ میں نے سنا ہے شاہ ہرقل نے وہ آنحضرت ﷺ کا والا نامہ سونے کے ایک خول میں محفوظ کر لیا تھا۔

غرض شاہ فرنگ نے اس خول میں سے ایک سالخوردہ تحریر نکالی جس کے اکثر حروف دھندلا چکے تھے وہ خط ایک ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ خط دکھا کر شاہ فرنگ نے امیر سے کہا۔

"یہ تمہارے نبی کا خط ہے جو میرے دادا قیصر روم کے نام ہے۔ ہم اس کو نسل در نسل وراثت میں حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے باپ دادا نے اپنے باپ دادا کے حوالے سے ہمیں بتایا ہے کہ جب تک یہ والا نامہ ہمارے پاس محفوظ ہے ہماری سلطنت و حکومت ہمارے ہاتھوں سے نہیں جاسکتی اسی لئے ہم اس تبرک کی جان سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں اور اس کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ہم نصرانیوں یعنی اپنی قوم سے اس کو چھپائے رکھتے ہیں تاکہ ہماری حکومت باقی رہے۔

ادھر ایک حدیث اور ہے جس میں ہے کہ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے کیونکہ اس دوسری روایت سے مراد یہ ہے کہ جب قیصر کی حکومت ملک شام سے ختم ہو جائے گی تو ملک شام میں کوئی اس کا جانشین نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کہ رومی حکومت صرف ملک روم میں ہی باقی رہ گئی اور قیصر کے بعد ملک شام میں کوئی قیصر نہیں آیا بلکہ اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

قیصر کی قدس سے واپسی...... ایک روایت ہے کہ اس کے بعد قیصر بیت المقدس سے واپس اپنی سلطنت کے دارالحکومت میں آیا جو شہر حمص تھا۔ قیصر کے بیت المقدس جانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ کسرائے فارس سے جنگوں میں جب آخرکار قیصر کو فتح حاصل ہو گئی اور اس نے قوم فارس کو اپنی سرحدوں سے نکال بھگایا تو اس نے منت مانی کہ شکرانے کے طور پر میں پیدل بیت المقدس جاؤں گا۔

قدس میں موجودگی کا سبب...... چنانچہ جب اس نے یہ سفر اختیار کیا تو تمام راستے میں اس کے لئے قیمتی کپڑوں کا فرش بچھایا گیا اور ان پر خوشبوئیں چھڑکی گئیں قیصر حمص سے چلا اور ان پر تکلف راستوں پر سفر کرتا ہوا آخرکار بیت المقدس پہنچ گیا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

قیصر کا اعلان اسلام کا تجربہ...... غرض بیت المقدس سے واپس حمص پہنچ کر قیصر اپنے عظیم الشان محل میں داخل ہوا۔ اس نے محل کے سارے دروازے بند کرا دیئے اور شہر میں اعلان کرایا کہ لوگو! سن لو کہ ہرقل

حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس نے ان کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

عوام میں اشتعال...... یہ اعلان سنتے ہی عوام (غضب ناک ہو گئے اور انہوں) نے اپنے ہتھیار لے لے کر شاہی محل کو گھیر لیا۔ لوگ جوش و غضب میں قیصر کو قتل کرنے کے در پے ہو گئے (قیصر نے یہ اعلان ایک تجربہ کے طور پر کیا تھا کہ لوگوں کا ردِّ عمل معلوم ہو سکے۔ یعنی اگر لوگوں میں سکون رہتا ہے یا کوئی خاص جوش و غضب پیدا نہیں ہوتا تو اس اعلان کو حقیقت بنا دے ورنہ تردید کر دے کیونکہ وہ حکومت ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا)

قیصر کا انکار اسلام...... اب لوگوں کا جوش و غضب دیکھ کر قیصر نے فوراً دوسرا اعلان کرایا کہ میں تو تمہارا صرف امتحان لے رہا تھا کہ تم لوگ اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو تمہاری پختگی دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اس اعلان کو سن کر لوگوں میں بھی سکون پیدا ہو گیا اور وہ قیصر سے خوش ہو گئے۔

بخاری میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب قیصر اپنے دار الحکومت حمص پہنچا تو اس نے تمام بڑے بڑے رومی سرداروں کو اپنے محل کے دربار میں جمع کیا اور اس کے سارے دروازے بند کرا دیئے پھر خود سامنے آیا اور سب حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے گروہ روم! کیا تمہیں فلاح اور رشد و ہدایت سے کچھ دلچسپی نہیں! جبکہ تمہاری حکومت بھی باقی رہے گی تمہیں چاہئے کہ اس نبی کی پیروی اختیار کرو۔"

سرداران روم کا ردِّ عمل...... یہ سنتے ہی سارے رومی سردار وحشی گدھوں کی طرح دربار سے نکلنے کے لئے دروازوں کی طرف بھاگے مگر اب دیکھا تو تمام دروازے بند تھے پھر وہ لوگ قیصر سے کہنے لگے۔

کیا آپ ہمیں یہ دعوت دے رہے ہیں کہ ہم نصرانی دین چھوڑ دیں اور ایک عرب دیہاتی کے غلام بن جائیں۔"

قیصر نے اپنی قوم کی بیزاری اور ایمان سے یہ نفرت دیکھی تو اپنے محافظوں سے کہا کہ ان بھاگنے والوں کو واپس میرے سامنے لاؤ۔ وہ لوگ آئے تو قیصر نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے یہ بات صرف تمہارے امتحان کرنے اور اپنے دین کے ساتھ تمہارا لگاؤ دیکھنے کے لئے کہی تھی جو میں نے دیکھ لیا۔

قیصر کے انکار پر مسرت...... لوگ یہ سن کر ایک دم قیصر کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اس سے خوش ہو گئے۔ اسی وقت قیصر نے آنحضرت ﷺ کے نام ایک جوابی خط لکھا اور حضرت دحیہؓ کے سپرد کیا۔ اس خط میں قیصر نے لکھا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں مگر اپنے عوام سے مغلوب اور مجبور ہوں۔ ساتھ ہی اس نے آنحضرت ﷺ کے لئے کچھ ہدایا بھیجے۔

قیصر کا جواب اور آنحضرت کا ارشاد...... جب قیصر کا خط رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"یہ دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے!"

قیصر کی ہدایا کی قبولیت...... آنحضرت ﷺ نے قیصر کا ہدیہ قبول فرما لیا اور اس کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ آنحضرت ﷺ نے قیصر کا خط سن کر اس کو جھوٹا فرمایا۔ اس کی تصدیق یوں ہو گئی کہ اس واقعہ کو دو سال بھی گزرنے نہیں پائے تھے کہ قیصر نے غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔

قیصر کا جھوٹا اسلام...... کتاب صحیح ابن حبان میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تبوک

سے بھی ایک خط قیصر کے نام لکھا تھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ قیصر اس وقت اس دعوت کو قبول کرتے کرتے رہ گیا تھا۔ کتاب مسند احمد میں ہے کہ اس نے تبوک سے رسول اللہ ﷺ کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کا خط سن کر فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے وہ نصرانی مذہب پر ہی قائم ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ :وہ دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے خدا کی قسم وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوا۔

حکومت کا لالچ...... حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ کتاب استیعاب میں اس کے اسلام کے متعلق جو عبارت ہے اس کی بنیاد یہی اقوال ہیں۔ استیعاب میں یہ عبارت ہے کہ قیصر ایمان لے آیا تھا یعنی اس نے نبوت کی تصدیق کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس پر باقی نہیں رہا اور نہ اس نے تصدیق کے تقاضوں پر عمل کیا بلکہ اپنی حکومت کے لالچ میں رہا اور اس نے عافیت کو عاقبت پر ترجیح دی۔ اس پر خدا کی لعنت ہو کیونکہ اس کا کفر ثابت ہو چکا ہے۔

قیصر کا ایلچی دربار نبوت میں...... آنحضرت ﷺ کے نام قیصر کا جوابی خط جو شخص لے کر آیا وہ بیان کرتا ہے کہ میں تبوک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان رونق افروز تھے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کے صاحب یعنی آقا کہاں ہیں۔ انہوں نے اشارہ کیا۔

تبلیغ اسلام اور ایلچی کا انکار...... کہ یہ ہیں میں بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا لایا ہوا خط آپ ﷺ کو پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے خط لے کر اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں تنوخ کا ایک شخص ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں اسلام اور دین حقیقت سے کچھ رغبت ہے کہ یہ ملت ابراہیمی کا دین ہے۔ میں نے کہا۔

"میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور ایک قوم کے دین پر قائم ہوں۔ میں اس دین سے اس وقت تک نہیں پھر سکتا جب تک کہ اپنی قوم کے پاس واپس نہ پہنچ جاؤں!"

ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے...... یہ سن کر آنحضرت ﷺ ہنسے اور آپ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (سورۃ قصص، پ ۲۰، ع ۶، آیت ۶۵)

ترجمہ: آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم بھی اسی کو ہے۔

ایلچی سے فیاضانہ سلوک...... پھر جب آنحضرت ﷺ میرا خط سن چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارا ایک حق ہے تم قاصد ہو اس لئے اگر ہماری چیزوں میں سے تمہیں کوئی چیز پسند آئے تو بتاؤ۔ ہم وہ تمہیں انعام میں دیدیں گے کیونکہ ہم قاصدوں کا احترام کرنے والی قوم ہیں۔"

اسی وقت ایک شخص نے کہا کہ اس قاصد کو انعام میں دوں گا۔ پھر وہ ایک حُلّہ لے کر آئے اور اسے میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ عثمان ابن عفانؓ ہیں۔

نامہ مبارک بنام کسریٰ شاہ فارس

نامہ بر عبداللہ سہمیؓ...... یہ والا نامہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کے ہاتھ بھیجا تھا کیونکہ وہ اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حذافہ سہمیؓ کو یہ خط دے کر بھیجا۔ ایک قول ہے کہ ان کے بھائی خنیس کو بھیجا تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کے بھائی خارجہ کو اور ایک قول کے مطابق شجاع ابن وہب کو بھیجا۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عمر ابن خطابؓ کو بھیجا تھا۔

نامۂ نبوی کا مضمون...... آنحضرت ﷺ نے اس نامہ بر کو شاہ کسریٰ فارس کے پاس روانہ فرمایا اور اس کو اپنا والا نامہ دیا جو مہر زدہ تھا۔ اس گرامی نامے کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کے کلمے کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ اس شخص کو ڈراؤں جس کا دل زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے لیکن اگر تم نے انکار کیا تو مجوسیوں۔ یعنی تمہارے پیروکار آتش پرستوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔"

عبداللہ دربار کسریٰ میں...... حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ نامہ مبارک لے کر کسریٰ کے محل پر پہنچا اور بادشاہ کے سامنے پہنچنے کی اجازت حاصل کی۔ آخر جب میں شاہ کسریٰ کے روبرو پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو میں نے آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک اس کے حوالہ کیا۔ جب وہ خط اس کو پڑھ کر سنایا گیا تو کسریٰ نے (آگ بگولہ ہو کر) اسے چاک کر دیا۔

خط کسریٰ کے حوالے...... ایک روایت میں ہے کہ جب کسریٰ کو آنحضرت ﷺ کے نامہ بر کے متعلق خبر ہوئی تو اس نے باریابی کی اجازت دی جب حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ دربار میں پہنچے تو کسریٰ نے حکم دیا کہ خط اس نامہ بر سے لے لیا جائے مگر حضرت عبداللہؓ نے کہا۔

"نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا ہے میں یہ خط خود کسریٰ ہی کے ہاتھ میں دوں گا۔

کسریٰ کا غیظ و غضب...... یہ سن کر کسریٰ نے کہا کہ اس شخص کو میرے قریب لاؤ چنانچہ میں نے قریب جا کر وہ خط کسریٰ کے حوالے کر دیا۔ تب کسریٰ نے خط پڑھنے والے کو بلا کر نامہ مبارک کا مضمون سنا۔ خط کے شروع ہی میں یہ تھا کہ۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔

خط چاک کرنے کا حکم...... اسے اس بات پر سخت غصہ آیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے نام سے خط شروع فرمایا ہے اس نے پورا خط سننے سے پہلے ہی حکم دیا کہ اس خط کو چاک کر دو ساتھ ہی اس نے نامہ بر کو بھی باہر نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ خط بھی چاک کر دیا گیا اور حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کو بھی باہر نکال دیا گیا۔

نامہ بر کی مدینہ واپسی...... حضرت عبداللہ یہ صورت حال دیکھ کر فوراً ہی اپنی سواری پر بیٹھے اور واپس روانہ ہو گئے کچھ دیر بعد جب کسریٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے نامہ بر کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا مگر حضرت عبداللہؓ

کہیں نہیں ملے۔ اِدھر حضرت عبداللہ وہاں سے سیدھے مدینہ منورہ آئے اور آنحضرت ﷺ کو سب تفصیل بتلائی (کہ کس طرح کسریٰ نے آگ بگولہ ہو کر نامہ مبارک پارہ پارہ کر ڈالا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا "کسریٰ کی حکومت بھی پارہ پارہ ہو گئی!"

حاکم یمن باذان کو حکم کسریٰ ...... اِدھر کسریٰ نے یمن میں اپنے حاکم یعنی گورنر کو حکم بھیجا۔ گورنر کا نام باذان تھا۔ کسریٰ نے اس کو لکھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش کا ایک شخص مکہ میں ظاہر ہوا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے تم فوراً وہاں جاؤ اور اس کو سرزنش کر کے اس سے معافی طلب کرو۔ اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دو جس نے مجھے یہ خط لکھا ہے اور جو میرا ایک غلام ہوتے ہوئے خط کو اپنے نام سے شروع کر رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کا حکم ...... ایک روایت کے مطابق کسریٰ نے باذان کو جو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔

تم میری طرف سے اس شخص کو ٹھکانے لگا دو جو تمہارے ہی علاقے میں ظاہر ہوا اور مجھے اپنے دین کی دعوت دے رہا ہے۔ ورنہ خود تمہارا حشر میرے ہاتھوں خراب ہو گا۔ لہٰذا تم دو قوی ہیکل آدمی وہاں بھیجو جو اس کو گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں۔

باذان کے دو سپاہی مدینہ کو ...... چنانچہ باذان نے کسریٰ کا غیظ و غضب سے بھرپور خط دے کر اپنا ایک سورما بھیجا اور اس کے ساتھ ایک فارس کا آدمی روانہ کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کو گرفتار کر کے سیدھے کسریٰ کے پاس لے جائیں (جیسا کہ بادشاہ کا حکم تھا)

آنحضرت کے سامنے حکم کسریٰ ...... یہ دونوں آدمی وہاں سے روانہ ہو کر جب طائف سے گزر رہے تھے تو انہیں طائف میں ایک قریشی شخص ملا انہوں نے اس سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ مدینہ میں ملیں گے۔ یہ دونوں یہاں سے سیدھے مدینہ منورہ گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

"شہنشاہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے اپنا ایک قاصد شاہ باذان کے پاس بھیجا ہے اور حکم بھیجا کہ وہ اپنے آدمی کے ساتھ آپ ﷺ کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرے چنانچہ باذان نے ہمیں آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے۔ اب اگر آپ ﷺ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو آپ ﷺ خود بھی ہلاک ہوں گے اور اپنی قوم اور اپنے علاقہ کو بھی ہلاکت میں ڈالیں گے۔

قاصدوں کے داڑھی منڈے چہرے ...... باذان کے یہ دونوں ہرکارے فارس والوں کی ہی وضع قطع میں تھے یعنی ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آنحضرت ﷺ کو ان کی طرف دیکھنا بھی ناگوار ہو رہا تھا۔ آخر آپ ﷺ نے ان دونوں سے ان کی وضع قطع کے بارے میں فرمایا۔

"تمہارا برا ہو۔ تمہیں کس نے یہ حکم دیا ہے؟"

آنحضرت ﷺ کی ناگواری ...... انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے پروردگار (یعنی کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مگر میرے پروردگار نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں تراشنے کا حکم دیا ہے۔"

قتل کسریٰ کے متعلق وحی ...... اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اب جاؤ کل میرے پاس آنا۔ اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آسمان سے خبر آئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے کو مسلّط فرمادیا ہے جو کسریٰ کو فلاں مہینے اور فلاں دن قتل کر دے گا اگلے دن آپ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں کو بلا کر یہ اطلاع دیدی۔

باذان کو جواب ...... ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے باذان کے نام ایک خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کسریٰ کو فلاں مہینے اور فلاں دن قتل کر دے گا۔ باذان کو یہ خط ملا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"اگر وہ نبی ہیں تو جیسا انہوں نے کہا ہے کہ ویسا ہی ہو گا۔"

چنانچہ بعد میں پتہ چلا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اسی دن اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کرادیا تھا۔

ایک قول ہے کہ شیرویہ نے کسریٰ کو رات میں سات گھڑی وقت گزرنے پر قتل کیا تھا اس طرح گویا آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں جو "دن" کا لفظ ہے اس سے محض وقت مراد ہے۔

قاصدوں کو قتل کسریٰ کی اطلاع ..... ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے باذان کے ہرکارے سے فرمایا۔

"اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ میرے رب نے تیرے پروردگار کو آج رات قتل کر دیا ہے۔"

بعد میں اطلاع ملی کہ کسریٰ کو اسی رات میں قتل کر دیا گیا تھا اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمادیا تھا ویسا ہی ہوا۔ جب آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کے ہلاک ہونے کی خبر پہنچائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کسریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہ فارس اور عرب میں پہلے آدمی کی ہلاکت ہے!"

کسروی خزانہ پر فتح کی بشارت ...... حضرت جابر ابن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں۔ یا۔ مومنوں کی ایک جماعت یا ایک روایت کے مطابق۔ میری امت کے مٹھی بھر آدمی کسریٰ کے ان خزانوں کو فتح کریں گے جو اس کے مرمریں محل میں محفوظ ہیں۔ چنانچہ جب یہ فتح حاصل ہوئی تو میں اور میرے والد دونوں ان مجاہدوں کے شریک کارواں تھے۔ ان خزانوں میں سے ایک ہزار درہم ہمیں بھی ملے تھے۔

باذان کے نام نئے کسریٰ کا خط ...... ادھر امیر یمن باذان کے پاس سابق کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا قاصد اس کا خط لے کر آیا۔ جس میں لکھا تھا۔

"امّا بعد۔ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور یہ قتل صرف قوم فارس کی غضب ناکی کی وجہ سے کیا گیا ہے کیونکہ اس نے قوم کے بڑے اور معزز لوگوں کو قتل کرادیا تھا جس کی وجہ سے عوام میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو تم اپنے آدمیوں سے میرے لئے اطاعت کا حلف لو۔ جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کے متعلق کسریٰ نے تمہیں لکھا تھا تو اس پر صرف نظر رکھو لیکن جب تک میرا حکم نہ پہنچے اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وحی کی تصدیق پر باذان کا اسلام ...... (آنحضرت ﷺ کا یہ کھلا معجزہ دیکھنے کے بعد) باذان نے فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیجا اور معہ اپنے ساتھیوں کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی۔ ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا کہ کسریٰ نے اپنی بیٹی کو اپنا جانشین یعنی کسرائے فارس بنا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔
"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا سربراہ کسی عورت کو بنا دیا ہو۔"

شاہ حبشہ نجاشی کے نام فرمان نبوت

مضمون خط ...... یہ گرامی نامہ حضرت عمرو ابن امیہ ضمریؓ لے کر گئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ کو نجاشی کے پاس روانہ فرمایا تو بادشاہ کے نام اپنا یہ مکتوب بھیجا۔

"محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام۔ تم سالم یعنی سلامتی والے ہو میں تمہارے سامنے اس خدائے بزرگ و برتر کی پاکی بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور جو بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے۔ سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں جسے حق تعالیٰ نے مریم پاک باز پاک دامن اور پاک باطن تک پہنچایا تھا۔

عیسیٰ ابن مریمؑ کا ذکر ...... اس حدیث میں حضرت مریم کے لئے بتول، طیبہ اور حصینہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد عفیفہ ہے یعنی پاک باز جو مردوں سے منقطع تھیں اور جن کو مردوں میں کوئی شہوت نہیں تھی۔ یا یہ کہ۔ جو دنیا اور اس کی زینتوں سے منقطع اور الگ تھلگ تھیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بھی بتول کہا جاتا ہے۔ غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا۔

"پس حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حاملہ ہو گئیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ یعنی پھونک سے پیدا فرمایا جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بلا ماں باپ کے پیدا فرمایا تھا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلاتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری پیروی کرو اور اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آئی ہے (یعنی قرآن کریم) کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے تمام لشکروں کو اللہ عزّوجلّ کی طرف بلاتا ہوں میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور نصیحت پوری کر دی اب تم میری نصیحت کو قبول کرو پس اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔"

نجاشی کی والہانہ عقیدت ...... نجاشی بادشاہ کے پاس جب یہ والا نامہ پہنچا تو اس نے اسے آنکھوں سے لگایا اور تخت شاہی سے اتر کر زمین پر بیٹھا پھر اس نے اسلام قبول کیا اور ہاتھی دانت کی ایک صندوقچی منگا کر آنحضرت ﷺ کے گرامی نامہ کو بصد ادب اس میں رکھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ملک حبش اس وقت تک خیر و برکت سے ہمکنار رہے گا جب تک یہ والا نامہ اہل حبشہ کے درمیان موجود ہے۔"

بعض علماء نے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو ابن امیہ ضمریؓ کو نجاشی کے پاس روانہ فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کے سب سے پہلے نامہ بر تھے۔ آپ ﷺ نے بادشاہ کے نام دو خط لکھے ایک میں آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور دوسرے میں نجاشی کو لکھا کہ وہ حضرت ام حبیبہؓ سے آنحضرت ﷺ کا نکاح کر دے۔

جواب خط اور اقرار اسلام ...... نجاشی نے دونوں خطوط کو وصول کر کے انہیں چوما اور سر و آنکھوں پر رکھا پھر

وہ بطور تواضع وادب تخت شاہی سے اتر کر زمین پر بیٹھا اسلام قبول کیا اور حق وصداقت کی شہادت دی۔ اس کے بعد نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کو خط کا جواب لکھا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کے نام نجاشی اصحمہ کی طرف سے۔ یا نبی اللہ! آپ ﷺ پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور اس ذات پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

امابعد! یارسول اللہ! مجھے آپ ﷺ کا والا نامہ ملا جس میں آپ ﷺ نے عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ زمین و آسمان کے رب کی قسم جو کچھ آپ ﷺ نے ان کے متعلق ذکر فرمایا ہے عیسٰی علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں ہیں۔ انہیں جو کچھ دعوت دے کر ہماری طرف بھیجا گیا تھا اسے ہم نے سمجھ لیا اور ہم نے آپ ﷺ کے ابن عم (یعنی چچا کے بیٹے) اور انکے ساتھیوں کی مہمانی کی۔ مراد ہیں جعفرؓ ابن ابو طالب اور ان کے ساتھی مسلمان۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ سچے اور تصدیق کیے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے ابن عم یعنی جعفرؓ طیار سے بیعت کی اور میں پروردگار عالم اللہ تعالیٰ کیلئے جعفرؓ طیار کے ہاتھ پر مسلمان ہوں۔"

یہ خط دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"تم بھی اہل حبشہ کے لئے وہی فراخدلی دکھاؤ جو انہوں نے تمہارے لئے دکھائی تھی!"

نجاشی کے سامنے نامہ بر کی تقریر...... کہا جاتا ہے کہ جب عمرو ابن امیہ ضمریؓ نے آنحضرت ﷺ کا خط نجاشی بادشاہ کو پیش کیا تو اس سے کہا۔

"اے اصحمہ۔ بات کہہ دینا میرا کام ہے اور اس کو سن کر توجہ کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ ہمارے سے زیادہ آزاد و خود مختار ہیں اور ہمیں آپ پر اچھی طرح اعتماد ہے کیونکہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی خیر کی امید کی وہ ہمیں حاصل ہوئی اور جب بھی ہم نے آپ کے ذریعہ کسی شر سے پناہ چاہی وہ بھی ہمیں حاصل ہوئی۔ آپ کے متعلق ہمارے پاس حجت ہے ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل شاہد عدل ہے جس کی شہادت رد نہیں کی جا سکتی وہ ایسا قاضی ہے جو عدل وانصاف کے تقاضوں سے باہر نہیں جاتا۔ یہ خیر کا موقعہ اور صحیح فیصلہ کرنے کا وقت ہے ورنہ نبی اُمّی ﷺ کے مقابلے میں آپ کی وہی حیثیت ہوگی جو عیسٰی علیہ السلام کے مقابلے میں یہودیوں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاصد تمام لوگوں کی طرف روانہ فرمائے ہیں مگر دوسروں کے مقابلے میں آپ سے خیر کی زیادہ امید ہے اور دوسروں سے جس بات کا ڈر ہے وہ آپ سے نہیں ہے یہ ایک ایسی پیشکش ہے جس کا اجر ملتا ہے۔

شہادت موسٰی وعیسٰی...... یہ سن کر نجاشی نے کہا۔

میں قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ وہی نبی ہیں جس کا انتظار اہل کتاب کرتے آرہے ہیں۔ راکب حمار یعنی گدھے سوار کہہ کر جس طرح موسٰی علیہ السلام نے عیسٰی علیہ السلام کی بشارت دی تھی اسی طرح عیسٰی علیہ السلام نے اونٹ سوار کہہ کر (آنحضرت ﷺ کی) بشارت دی کہ اونٹ سوار پر سلام ہو۔ خبر صادق کے مقابلے میں اور کوئی بات تسلی بخش نہیں ہو سکتی۔"

بعض علماء نے اس روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ!

"لیکن حبشیوں میں میرے مددگارو حمایتی کم ہیں۔ اس لئے میری طرف توجہ کیجئے کہ میرے حمایتی بڑھیں اور نرم دل ہوں۔"

نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ......اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں یوں ہی ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کو آنحضرت ﷺ نے یہ خط لکھا تھا وہ وہی نجاشی بادشاہ ہے جس کے پاس نبوت کے پانچویں سال مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے، جس کی موت کی خبر آنحضرت ﷺ نے اسی دن دی تھی جس دن حبشہ میں اس کا انتقال ہوا تھا اور جس کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے مدینہ میں غائبانہ طور پر پڑھائی تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے مدینہ واپس ہی پہنچے تھے۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔

نجاشی اول و ثانی...... مگر ابن حزم وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ نجاشی بادشاہ جس کو آنحضرت ﷺ نے عمرو ابن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا وہ نجاشی نہیں تھا جس کی آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی اور جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکا تھا اور جس نے آپ ﷺ کے صحابہ کا اعزاز و اکرام کیا تھا بلکہ یہ نجاشی دوسرا تھا (کیونکہ حبشہ کے تخت شاہی پر بیٹھنے والا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا)

صحیح مسلم میں اس بارے میں جو روایت ہے وہ بھی ابن حزم کے قول کی تائید کرتی ہے۔ مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جس نجاشی کو آنحضرت ﷺ نے خط لکھا تھا وہ نجاشی وہ نہیں تھا جس کی آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی بلکہ دوسرا تھا۔

دونوں بادشاہوں کے نام خط......اس اختلاف کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حبش کے دو نجاشی بادشاہوں کو خط لکھے تھے ایک تو اس کو جس کی آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی اور دوسرے اس کو جو پہلے نجاشی کی موت کے بعد اس کا جانشین بنا۔ یہ دونوں خط آپ ﷺ نے حضرت عمرو ابن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ بھیجے تھے۔ اس تفصیل کے بعد روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

نجاشی ثانی کے نام مکتوب...... تشریح اسی کی تفصیل حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے اپنی کتاب سیرت المصطفیٰ میں بیان کی ہے جس سے واضح طور پر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو نجاشی بادشاہوں کو خط لکھے تھے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۴۶ پر موجود ہے اس کے حوالے سے مولانا نے لکھا ہے پہلے نجاشی کے نام خط کا مندرجہ بالا واقعہ لکھنے کے بعد مولانا نے آگے لکھا ہے کہ

"اس کی (یعنی پہلے نجاشی کی) وفات کے بعد جو دوسرا نجاشی اس کا جانشین ہوا رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط اس کے نام بھی روانہ فرمایا جس کو امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ وہ خط یہ ہے۔

"از جانب محمد ﷺ بطرف نجاشی عظیم حبشہ۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اس کے لئے بیوی ہے اور نہ اولاد اور گواہی دے کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسلام لا سلامت رہے گا اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں پس اگر روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور

اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اے نجاشی! اگر تو نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاری کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

دوسرے نجاشی کا اسلام ثابت نہیں...... اس نجاشی کا اسلام ثابت نہیں ہوا اور نہ اس کا نام معلوم ہوا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ نجاشی اس نجاشی کے علاوہ ہے کہ جو حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ آہ کلامہ بعض لوگوں کو التباس (یعنی مغالطہ) ہوگیا اور دونوں کو ایک یہ سمجھ لیا۔ صحیح مسلم کی روایت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں۔ اس دوسرے خط میں جو نجاشی کے ساتھ اصحمہ کا لفظ مذکور ہے وہ راوی کا وہم ہے اصحمہ پہلے نجاشی کا نام ہے راوی نے دونوں کو ایک سمجھ کر اس خط میں بھی اصحمہ کا لفظ غلطی سے بڑھادیا۔ (التفصیل فی الزرقانی ۳۴۶ جلد ۳ تشریح ختم از سیرت مصطفیٰ صفحہ ۳۷۷ و ۳۷۸ جلد ۳ مرتب۔

نجاشی اول مرد مومن تھا...... چنانچہ کتاب نور میں ہے کہ بظاہر یہ خط اس خط کے بعد لکھا گیا ہے جو اصحمہ نامی نجاشی کے نام تھا وہ ایک صالح انسان تھا اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لایا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے صحابہ کی بڑی قدر و منزلت کی تھی۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نام نجاشی بادشاہ کا جو جواب ذکر ہوا ہے اور جو جواب اس نے حضرت عمرو ابن امیہؓ کو دیا تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ وہی نبی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے آرہے ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ جواب اسی پہلے نجاشی کا ہو سکتا ہے اور اسی کے مناسب حال ہے کیونکہ وہ ایک صالح انسان تھا جہاں تک دوسرے نجاشی کے نام آنحضرت ﷺ کے خط کا تعلق ہے تو اس کا جواب نامعلوم ہے۔ اس دوسرے نجاشی کے بارے میں ابن حزم کا یہ قول گزر چکا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بظاہر یہی بات ہے۔

اب یوں کہنا چاہئے کہ راوی نے ان روایات کو خلط ملط کر دیا اور اس کو یہ مغالطہ ہو گیا کہ دوسری بار جس کو خط لکھا گیا تھا وہی پہلی بار کا مکتوب الیہ ہے جیسا کہ اس طرف کتاب ھدی میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

شاہ مصر مقوقس کے نام نامۂ مبارک

قوم قبط کا بادشاہ...... یہ مقوقس قبطی قوم کا بادشاہ تھا جو مصر و اسکندریہ کے رہنے والے لوگ تھے یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے۔ یہ خط حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے ذریعہ بھیجا گیا تھا یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو شاہ مقوقس کے نام خط دے کر روانہ فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ایک دن صحابہ سے فرمایا۔

تم میں سے کون ہے جو میرا یہ خط لے کر شاہ مصر کے پاس جائے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا؟"

نامہ بر حاطب کی روانگی...... یہ سنتے ہی حضرت حاطبؓ تیزی کے ساتھ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میں لے جاؤں گا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے حاطب۔ حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے وہ خط لیا اور آپ ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف چلا جہاں میں نے سامان سفر اور سواری تیار کی اور گھر والوں سے رخصت ہو کر مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔

علامہ سہیلی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب ؓ کے ساتھ حضرت جبیر ؓ کو بھی بھیجا جو حضرت ابورہم غفاری کے غلام تھے۔ کیونکہ یہ جبیر ہی تھے جو مقوقس بادشاہ کے پاس سے ماریہ قبطیہ نامی باندی ساتھ لے کر آئے تھے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبیر ؓ کو حضرت حاطب کے ساتھ ہی مقوقس کے پاس بھیجا ہو کیونکہ ممکن ہے حضرت جبیر ؓ کو خود شاہ مقوقس نے ہی حضرت حاطب ؓ کی واپسی کے وقت ان کے ساتھ بھیجا ہو (مگر یہ احتمال بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے)

مضمون خط...... یہ لفظ مقوقس بادشاہ مصر کا لقب ہوتا تھا۔ اس کے معنی سند ھلی کے ہیں۔

اس کا اصل نام جریج ابن مینا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے نام جو والا نامہ روانہ فرمایا وہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد ابن عبداللہ کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد! میں تمہیں اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے تمہیں اللہ تعالیٰ اس کا دوہرا اجر دے گا لیکن اگر تم نے روگردانی کی تو تمام قبطی قوم کا گناہ بھی تم پر ہی ہوگا۔ جو تمہاری رعایا ہیں۔ اے اہل کتاب ایک ایسی سیدھی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم لوگ آپس میں خدا کے سوا ایک دوسرے کو رب بنائیں۔ اگر اس سے روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں اور حق تعالیٰ کی فرمانبردار ہیں۔

خط کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے اپنی مہر لگائی تھی۔ حاطب ابن بلتعہ ؓ یہ خط لے کر مصر پہنچے مگر ان دنوں مقوقس وہاں نہیں تھا لہٰذا وہ اسکندریہ میں مقوقس کے پاس پہنچ گئے۔ اسکندریہ میں ان کو معلوم ہوا کہ مقوقس ساحل سمندر پر اپنے مصاحبوں کے ساتھ سیر کر رہا ہے۔

بادشاہ کو خط کی حوالگی...... حضرت حاطب ؓ اپنی سواری پر بیٹھ کر ساحل کی طرف گئے اور بادشاہ کی مجلس کی بالکل سامنے پہنچ کر خط کی طرف اشارہ کیا مقوقس نے فوراً ان کو روبرو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حاطب نے اس کے پاس پہنچ کر خط حوالے کیا۔ بادشاہ نے خط کھول کر پڑھا۔ پھر اس نے حاطب سے کہا۔

"اگر وہ نبی ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کے خلاف بددعا کیوں نہیں کی جنہوں نے ان کی مخالفت کی اور انہیں وطن سے بے وطن کیا وہ دعا کر کے ان پر مسلط ہو سکتے تھے!"

بادشاہ نے دومرتبہ یہ بات کہی پھر خاموش ہو گیا۔ حضرت حاطب نے کہا۔

"کیا آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ انہیں جب ان کی قوم نے پکڑ کر قتل کرنا چاہا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے قوم کے لئے بددعا کیوں نہیں کی کہ قوم ہلاک ہو جاتی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود عیسیٰ علیہ السلام کو ہی آسمان پر اٹھالیا

حاطب کی بات پر پسندیدگی...... مقوقس نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

"بہت خوب جواب دیا۔ تم خود بھی حکیم یعنی حکمت والے ہو اور حکیم ودانشمند ہی کے پاس سے آئے ہو۔

حاطب کی تقریر...... اس کے بعد حاطب ابن بلتعہ ؓ نے پھر بادشاہ کو خطاب کر کے کہا۔

"تم سے پہلے یہاں ایک شخص یعنی بادشاہ تھا جو خود کو رب اعلیٰ کہتا تھا مراد ہے فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے

اس کو دنیا کے اور آخرت کے عذاب میں پکڑا اور اس سے پورا پورا انتقام لیا۔ لہٰذا تم دوسروں سے عبرت حاصل کرو دوسرے تم پر عبرت نہ کریں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو آپ ﷺ کے خلاف سب سے زیادہ سختی کے ساتھ قریش کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن یہودی بنے لیکن آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب نصرانی یعنی عیسائی ہیں خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی تھی وہ بالکل ایسی ہی ہے جیسی بشارت آنحضرت ﷺ کے لئے حضرت عیسیٰؑ نے دی اور ہم بھی تمہیں قرآن پاک کی طرف اسی طرح دعوت دے رہے ہیں جس طرح تم اہل تورات یعنی یہودیوں کو انجیل کی طرف دعوت دیتے ہو کیونکہ جس قوم کے زمانے میں کوئی نبی آیا وہ قوم اسی نبی کی امت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس قوم کا حق یہی ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے چنانچہ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے آنحضرت ﷺ کا زمانہ پایا ہے ہم تمہیں مسیحی مذہب سے منع نہیں کرتے بلکہ اس کا حکم دیتے ہیں۔

(یعنی مسیحی مذہب کو مانو گے تو اسی کی ہدایت اور حکم کے مطابق اب تم پر رسول اللہ ﷺ کو ماننا اور آپ ﷺ کی اطاعت کرنا فرض ہوگا)

تاثر اور غور کا وعدہ...... یہ تقریر سن کر مقوقس بادشاہ نے کہا۔

"میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ وہ کسی بری چیز کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی چیز کو منع نہیں کرتے۔ میں نے ان کو نہ گمراہ جادوگر پایا اور نہ جھوٹا کاہن بلکہ میں نے ان میں نبوت کی علامتیں پائی ہیں کہ وہ غیب کی اور پوشیدہ باتوں کی خبر دے دیتے ہیں۔ بہرحال میں ان کے معاملے پر مزید غور کروں گا۔

مقوقس کا جواب خط...... اس کے بعد بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک لے کر اسے ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں محفوظ کیا اور اس پر مہر لگا دی پھر اس نے وہ ڈبہ اپنی ایک باندی کے حوالے کیا۔ اس کے بعد مقوقس نے اپنے کاتب کو بلایا جو عربی زبان میں لکھنا جانتا تھا بادشاہ نے اسے آنحضرت ﷺ کے نام یہ جواب لکھوایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد ابن عبداللہ کے لئے مقوقس عظیم مصر کی طرف سے۔ آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ امابعد میں نے آپ ﷺ کا والا نامہ پڑھا اس میں آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اور جو دعوت دی ہے میں نے اس کو سمجھ لیا ہے میں یہ بات جانتا تھا کہ ابھی ایک نبی کا آنا باقی ہے مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا بہت اعزاز و اکرام کیا ہے۔ کیونکہ مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو سو دینار اور پانچ خلعت یعنی قیمتی جوڑے بطور انعام دیئے تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لڑکیاں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑے اونچے درجہ کی اور معزز سمجھی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ماریہ اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ اس کے علاوہ کچھ خلعت پیش کر رہا ہوں۔ یہ مصر کے اعلیٰ کپڑے کے بیس تھان تھے۔

آنحضرت ﷺ کو شاہی ہدایا...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ کپڑے آخر تک آنحضرت ﷺ کے پاس رہے یہاں تک کہ ان ہی میں کے ایک کپڑے سے رسول اللہ ﷺ کو کفن پہنایا گیا۔ ان ہی علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ مقوقس نے کپڑے کے تھانوں کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو کچھ عمامے، ملبوسات خوشبوئیں عود و عنبر اور مشک بھی بھیجی تھی۔ نیز ان کے ساتھ ایک ہزار مثقال سونا اور کانچ کا ایک پیالہ بھی ہدیہ کئے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ اسی پیالے میں مشروبات نوش جاں فرمایا کرتے تھے۔

دراصل شاہ مقوقس نے حضرت حاطبؓ سے پہلے آنحضرت ﷺ کے مرغوبات کے بارے میں

سوال کیا اور کہا۔

"تمہارے آقا سب سے زیادہ کون سا کھانا پسند فرماتے ہیں؟"

حضرت حاطب ابن بلتعہؓ نے کہا کہ کدّو کا سالن۔ پھر مقوقس نے پوچھا کہ کس چیز میں پیتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ لکڑی کے ایک پیالے میں۔ اس پر مقوقس نے ایک کانچ کا پیالہ آنحضرت ﷺ کے لئے بھیجا (جسے اس کے بعد آپ ﷺ نے استعمال فرمایا)

غرض اس کے بعد آخر میں مقوقس نے اپنے جوابی خط میں آنحضرت ﷺ کو لکھا۔

"نیز آپ ﷺ کی سواری کے لئے میں ایک مادہ خچر آپ ﷺ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ والسلام علیک

مقوقس کی اسلام سے محرومی...... مقوقس کا خط یہیں تک تھا لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا۔

واضح رہے کہ آگے ایک روایت آئے گی کہ مقوقس بادشاہ نے ان دو لڑکیوں کے علاوہ ایک لڑکی اور ہبہ کی تھی جس کا نام قیسر تھا۔ یہ لڑکی ماریہ قبطیہ کی بہن تھی لیکن راوی نے صرف دو ہی لڑکیوں کا ذکر کیا حالانکہ یہ تیسری لڑکی خود ماریہ کی بہن تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لڑکی قیسر حسن و دلکشی میں ان دونوں سے کم تھی بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ سیرین بھی ماریہ کی بہن تھی اس طرح گویا تینوں لڑکیاں آپس میں بہنیں تھیں۔

فرستادہ لڑکیاں...... کتاب ینبوع حیات میں علامہ ابن ظفر نے یوں لکھا ہے کہ بادشاہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو چار لڑکیاں ہدیہ میں بھیجیں۔ اس قول سے بعض دوسرے علماء کی اس روایت کی تائید ہوتی ہے کہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو ایک سیاہ فام باندی بھیجی جس کا نام بریرہ تھا (مطلب یہ ہے کہ ان تین باندیوں کے علاوہ جن کے نام ماریہ، سیرین اور قیسر تھے یہ لڑکی بریرہ چوتھی ہوئی)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ابو جہم ابن قیس عبدی کو ہبہ کر دی تھی وہی لڑکی زکریا ابن جہم کی ماں بنی جو مصر میں حضرت عمرو ابن عاص کے خلیفہ ہوئے تھے۔ دوسری لڑکی آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان ابن ثابتؓ شاعر اسلام کو دیدی تھی۔ یہ لڑکی عبدالرحمٰن ابن ثابت کی ماں بنی جیسا کہ واقعہ افک کے بیان میں گزرا ہے۔

ہدیہ کا غلام...... ان لڑکیوں کے علاوہ بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سیاہ فام زنخہ غلام بھی بھیجا تھا جس کا نام مابور تھا۔ ایک قول ہے کہ اس کا نام بغیر راء کے مابو تھا۔ اور ایک دوسرے قول کے مطابق ھابو تھا۔ یہ غلام ماریہ کا چچازاد بھائی تھا۔ اس غلام کے بارے میں یہی قول مشہور ہے کہ ہدیہ کئے جانے کے وقت یہ مقطوع الذکر یعنی زنخہ تھا اور یہ کہ اس کو مقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

مگر ایک قول کے مطابق یہ غلام جُریج ابن میناء قبطی نے ہدیہ کیا تھا جو ہرقل سے پہلے مصر کا حکمراں تھا۔ نیز یہ کہ ہدیہ کے وقت یہ غلام مقطوع الذکر یعنی زنخہ نہیں تھا پھر یہ کہ یہ غلام مابو حضرت ماریہ کے ساتھ ہی آیا تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ایک پختہ کار مسلمان رہا۔ یہ حضرت ماریہ کے پاس چلا جایا کرتا تھا۔ اس بات پر یہ غلام خود ہی خوشدلی کے ساتھ راضی ہو گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی حرم محترم کے پاس جانے کے لئے اسے اپنے آپ کو زنخہ بنانا پڑے گا چنانچہ اس نے اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان موجود چیز کو اس طرح کٹوا دیا کہ وہاں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ بہر حال یہ اختلاف قابل غور ہے اس کا واقعہ آگے آ رہا ہے۔

وَلدُل...... مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو جو مادہ خچر بھیجی تھی وہ دُلدُل تھی۔ یہ چتکبری تھی۔ لغت میں دُلدُل ایک بڑی سیہی کو کہتے ہیں جو بڑے چوہے یا گھونس جیسی ہوتی ہے۔ بہر حال یہ خچر مادہ تھی اسی لئے روایت میں بغلۃ کا لفظ آیا ہے۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بغل نہ تھا مادہ نہیں تھی۔

فرستادہ خچر...... سب سے پہلے خچروں کی نسل جس شخص نے پیدا کرائی وہ قارون تھا واضح رہے کہ خچروں کی نسل کوئی قدرتی نسل اور جانوروں میں مستقل نوع نہیں ہے بلکہ گھوڑی اور گدھے کا ملاپ کرانے سے یہ درمیانی نسل کا جانور پیدا ہوتا ہے جسے خچر کہتے ہیں خود خچروں میں تناسل کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ خچر اپنی جسامت اور بدن میں گھوڑے کے برابر بلکہ اکثر اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور طاقت و جفاکشی میں گھوڑوں سے زیادہ اور قیمت میں گھوڑوں سے کم ہوتے ہیں البتہ یہ جانور زیادہ تیز دوڑ نہیں سکتا (گھوڑے اور گدھی کے میل سے جو نسل نکلتی ہے وہ ٹٹو کہلاتی ہے جو بدن اور جفاکشی میں کم ہوتی ہے) کہا جاتا ہے کہ خچر اپنے بدن اور جسامت میں اپنے باپ کے بجائے ماں سے مشابہ ہوتا ہے۔

ایک قول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو بادشاہ مقوقس کا بھیجا ہوا یہ خچر پہنچا اس وقت عرب میں کہیں خچر نہیں پایا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ نے خچر کے بارے میں فرمایا کہ اگر ہم گدھے کو گھوڑی سے ملائیں تو اسی طرح کا جانور بر آمد ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرکت ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جو لاعلم ناواقف ہیں۔ علامہ ابن حبان کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو لوگ اس کی ممانعت کو نہیں جانتے۔ اس بارے میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان جتلایا ہے اور احسان مکروہ چیز کے ذریعہ نہیں ہوا کرتا۔

فرستادہ گھوڑا...... چتکبرے گدھے یعنی کالے سفید گدھے کو یعفور اور عفیر کہا جاتا ہے قاضی عیاض نے اس کو یغفور لکھا ہے مگر یہ غلط ہے یہ لفظ عفرہ سے ماخوذ ہے جو مٹی کے رنگ کو کہتے ہیں۔ غرض بادشاہ مقوقس نے اس خچر کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو ایک گھوڑا بھی بھیجا تھا جس کا نام لزاز تھا۔ بادشاہ نے اس بارے میں حضرت حاطبؓ سے پوچھا تھا کہ تمہارے آقا کون سا گھوڑا پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ زردی مائل سرخ رنگ کا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کا نام مرتجز تھا۔ بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے ایک بہترین قسم کا مصری گھوڑا منتخب کر کے بھیجا اور اس کو زین اور لگام سے سجا کر روانہ کیا وہی آنحضرت ﷺ کا وہ گھوڑا تھا جس کو میمون کہا جاتا تھا۔

ہدیۂ شہد...... اس کے علاوہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو بنہا کا شہد بھی ہدیہ میں بھیجا یہ بنہا با پر زیر کے ساتھ ہے یہ مصر کے ایک گاؤں کا نام تھا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ شہد بہت پسند آیا آپ ﷺ نے بنہا کے شہد کے لئے برکت کی دعا فرمائی کیونکہ جب آپ ﷺ نے اس شہد میں سے کھایا تو صحابہ سے فرمایا!

"تمہارا شہد اگر زیادہ اعلیٰ ہے تو یہ شہد زیادہ میٹھا ہے!"

مختلف تحائف...... پھر آپ ﷺ نے اس شہد کی برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے علاوہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کے لئے سرمہ دانی رکھنے کی ڈبیہ، تیل کی شیشی، کنگھا، قینچی، مسواک، خوشبودار لکڑیوں کی بنی ہوئی سرمہ دانی اور آئینہ بھی بھیجے۔ اس سے پہلے بادشاہ نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا تھا کہ آیا تمہارے آقا سرمہ بھی لگاتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔

"ہاں۔ اور آپ ﷺ آئینہ بھی دیکھتے ہیں اور بالوں میں کنگھا بھی کرتے ہیں۔ پانچ چیزیں آپ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے چاہے سفر میں ہوں یا ٹھکانے پر ہوں یعنی آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، کھجانے اور بال برابر کرنے کا کنگھا اور مسواک!"

عادت مبارکہ...... حدیث میں کھجانے کے کنگھے کے لئے یدری کا لفظ ہے اور ساتھ میں یہ تشریح ہے کہ یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے بال سلجھائے جاتے ہیں اور اس سے کھجایا بھی جاتا ہے کیوں کہ انگلیوں سے کھجانے میں بال پریشان ہو جاتے ہیں اور الجھ جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے یوں روایت ہے کہ سات چیزیں ایسی تھیں جو آنحضرت ﷺ سفر اور حضر میں ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ بعض علماء نے ان کے ساتھ سوئی اور دھاگے کا بھی ذکر کیا ہے۔ مقوقس نے اپنے خط میں ان چیزوں کا ذکر غالباً اس لئے نہیں کیا کہ اس کی نظر میں یہ چیزیں غیر اہم تھیں۔

نذرانہ کے طبیب کی واپسی...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ مقوقس نے اپنے ہدیوں کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کے لئے ایک طبیب بھی بھیجا تھا مگر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا۔

"تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ کیونکہ ہم لوگ اس وقت تک کھاتے نہیں جب تک بھوک نہ لگے اور جب کھاتے ہیں تو سیر ہو کر نہیں کھاتے۔

بیماری کی جڑ...... اور بیماری کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں کہ یا تو بے بھوک کھایا جائے اور یا بے تحاشہ کھا لیا جائے (لہٰذا ہمیں طبیب کی ضرورت نہیں ہے)

مقوقس نے اپنے ہدایا میں جو گدھا بھیجا تھا اس کا نام یعفور ذکر کیا گیا ہے اس پر شکال کیا گیا ہے کہ جس گدھے کا نام یعفور تھا وہ آنحضرت ﷺ کو فروہ ابن عمرو جذامی نے ہدیہ کیا تھا جو بادشاہ ہرقل کا ایک عامل اور نائب تھا۔ مقوقس نے ایک چتکبرا خچر ہدیہ کیا تھا جس کو فضہ کہا جاتا تھا اور اسی نے ایک گھوڑا بھیجا تھا جس کا نام ظرب تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

پھر میں نے بعض علماء کا قول دیکھا کہ قیصر کے نائب نے جو گدھا ہدیہ کیا تھا اس کو عفیر بھی کہا جاتا تھا چنانچہ اسی کی بنیاد پر مقوقس کے بھیجے ہوئے گدھے کو بھی عفیر کہہ دیا گیا جیسا کہ کتاب اصل میں ہے کہ مقوقس نے جو گدھا ہدیہ کیا تھا اس کا نام یعفور تھا۔ جہاں تک اس کو عفیر کہنے کا تعلق ہے تو یہ کسی راوی کا مغالطہ ہے۔ لہٰذا اس بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

مشرک کا ہدیہ...... اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کا ہدیہ قبول کیا گیا جبکہ پیچھے ایک موقع پر گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کا ہدیہ واپس کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کو کھجوریں ہدیہ فرمائی تھیں اور ان سے ان کی فرمائش کی تھی چنانچہ ابوسفیان نے آپ ﷺ کی فرمائش پوری کی جبکہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

مقوقس کی حق گوئی...... کہا جاتا ہے کہ مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"اس پیغمبر کی پیروی کرنے کے معاملے میں قبطی قوم میری اطاعت نہیں کرے گی میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ میری بات چیت اور معاملہ لوگوں کو معلوم ہو کیونکہ میں کسی طور بھی اپنی حکومت سے ہاتھ

دھونا پسند نہیں کروں گا وہ پیغمبر بہت جلد ساری دنیا پر چھا جائیں گے اور ان کے صحابہ انکے بعد خود ہماری اس سرزمین پر آکر بھی پڑاؤ ڈالیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مسلمانوں نے ۱۶ھ میں مصر فتح کیا اور اس کے میدانوں میں پڑاؤ ڈالے۔

مقوقس کا قوم سے خوف...... پھر مقوقس نے حضرت حاطبؓ سے آگے کہا۔

"اب تم واپس اپنے آقا کے پاس جاؤ اور مجھ سے رخصت ہو جاؤ لیکن یاد رکھو قبطی قوم کو ایک حرف بھی نہ بتانا!"

حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں بادشاہ سے رخصت ہو گیا اس نے میرے ساتھ فوج کا ایک دستہ کیا جو جزیرہ نمائے عرب کی سرحد تک میرے ساتھ آیا وہاں مجھے ایک قافلہ مل گیا جو ملک شام سے واپس ہو کر مدینہ جا رہا تھا۔ یہاں سے فوجی دستہ واپس ہو گیا اور حضرت حاطبؓ قافلہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

دنیا پرستی...... حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ (مدینہ پہنچ کر) میں نے ساری روداد آنحضرت ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے مقوقس کے بارے میں فرمایا۔

"اس خبیث نے اپنی حکومت سے پیار کیا لیکن حکومت کی بقاء سے پیار نہ کیا!"

(یہ مصر کا علاقہ بھی رومی حکومت کے ماتحت تھا اور وہاں کا بادشاہ ہرقل قیصر روم کا ہی مقرر کیا ہوا ہوتا تھا) چنانچہ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ جب ہرقل کو معلوم ہوا کہ مقوقس کا دل اسلام کی طرف مائل ہے تو اس نے مقوقس کو بادشاہت سے معزول کر دیا تھا (اس طرح آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد پورا ہو گیا کہ مقوقس نے اپنی حکومت کا خیال کیا حکومت کے باقی رہنے کا خیال نہیں کیا۔

مگر بعض علماء کے ایک قول سے مقوقس کے معزول کئے جانے کی روایت غلط ثابت ہوتی ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے (اپنی خلافت کے زمانے میں) ان ہی حاطب ابن بلتعہؓ کو پھر شاہ مقوقس کے پاس بھیجا اور انہوں نے قبطیوں سے صلح کر لی۔

اب اس بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے مقوقس کو معزول کرنے کے بعد دوبارہ تخت نشین کر دیا گیا ہو۔

اسکندریہ شہر...... (اس واقعہ میں چونکہ اسکندریہ کا ذکر آیا ہے جہاں حاطب ابن بلتعہؓ کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی تھی اس لئے اسکندریہ شہر کی تاریخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) بعض مؤرخوں کے بیان کے مطابق اس شہر کے بانی نے جب اسکندریہ شہر قائم کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے حکام سے کہا۔

"میں ایک ایسا شہر بنانا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف فقیر و محتاج ہو اور لوگوں سے غنی اور بے نیاز ہو!"

چنانچہ اسکندریہ شہر بنایا گیا جو آج تک باقی ہے۔ اس کے بعد اس بادشاہ کے بھائی نے ایک شہر بنایا۔ اس شہر کی بنیاد رکھنے سے پہلے اس نے اپنے امیروں سے کہا کہ میں ایک ایسا شہر بنانا چاہتا ہوں جو لوگوں کی طرف محتاج اور فقیر ہو اور اللہ سے غنی اور بے نیاز ہو۔ اس کے بعد وہ شہر تعمیر ہو کر آباد ہو گیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پر بربادی اور ویرانی مسلط فرما دی اور وہ شہر فنا ہو گیا۔ حضرت عمرو ابن عاصؓ نے جب مصر فتح کیا تو وہ اس برباد شدہ شہر کے خرابوں پر کچھ دیر ٹھہرے اور اس شہر کی تاریخ معلوم کی تو ان کو یہ تفصیل بتلائی گئی۔

منذر ابن ساویٰ عبدی کے نام مکتوب نبوت

نامہ بر علا حضرمی...... یہ منذر ابن مساوی عبدی بحرین کا حاکم تھا اس کے نام آنحضرت ﷺ کا جو خط تھا وہ حضرت علا ابن حضرمیؓ لے کر گئے تھے۔ آپ ﷺ کے اس مکتوب کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ کی طرف سے منذر ابن ساوی کے نام تم پر سلامتی ہو۔ میں تیرے سامنے اس خدائے پاک کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سزاوار عبادت نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے امّا بعد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں کیونکہ جو شخص نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت کرتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے وہ میری ہی اطاعت کرتا ہے جس نے ان کی نصیحت قبول کی اس نے میری نصیحت قبول کی۔ میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے میں نے تمہاری قوم کے متعلق تمہاری سفارش قبول کرلی ہے لہٰذا جن املاک کے ساتھ وہ لوگ مسلمان ہوئے وہ املاک ان کے قبضہ میں ہی رہنے دو۔ میں نے گناہ گاروں کو معاف کر دیا۔ اس لئے تم بھی ان کی معافی قبول کرو۔ تم جب تک صلح و آشتی کے ساتھ رہو گے ہم تمہیں تمہاری ذمہ داریوں پر باقی رہنے دیں گے۔ جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر باقی رہے گا اس پر جزیہ دینا واجب ہوگا۔

شاہ منذر کا اسلام...... دراصل اس خط سے پہلے آنحضرت ﷺ نے منذر کے نام جو اولین خط بھیجا تھا شاہ منذر نے آنحضرت ﷺ کو اس کا جواب بھیجا تھا۔ اس جواب پر آنحضرت ﷺ نے منذر کے نام یہ دوسرا خط روانہ فرمایا جو یہاں نقل کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے پہلے والا نامہ میں منذر کو اسلام کی دعوت دی تھی جس پر وہ مسلمان ہوگیا تھا اور ایک پختہ کار مسلمان ثابت ہوا۔

منذر کے نام یہ دوسرا خط تھا......اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا وہ پہلا خط جس میں آپ ﷺ نے منذر ابن ساویٰ کو اسلام کی دعوت دی تھی کہیں نہیں مل سکا (یعنی اس کے مضمون کا کچھ پتہ نہیں چلتا) اور اس قاصد اور نامہ بر کا نام معلوم نہ ہو سکا جو رسول اللہ ﷺ کا وہ پہلا خط لیکر شاہ منذر کے پاس گیا تھا۔

علا کی نصیحت انگیز تقریر...... بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا پہلا خط لے جانے والے بھی یہی حضرت علا حضرمیؓ تھے کیونکہ علامہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ علا ابن حضرمیؓ جب منذر ابن ساوی کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس سے کہا۔

"اے منذر! آپ دنیا میں بڑے عقلمند اور دانشمند آدمی شمار ہوتے ہیں لہٰذا آخرت کے متعلق نادان اور بے عقل نہ بن جانا۔ یہ مجوسیت یعنی آتش پرستی (جس پر تم چلتے ہو) سب سے زیادہ بدترین دین ہے اس دین میں ان عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں جن کے ساتھ نکاح کا خیال بھی قابل شرم ہے اور ایسی چیزیں کھا لیتے ہیں جن کو کھانے کے تصور سے بھی کراہت اور گھن آتی ہے۔ اس دین کے لحاظ سے تم دنیا میں اسی آگ کو پوجتے ہو جو قیامت کے دن تمہیں کھا جائے گی۔ تم نادان اور بے عقل نہیں ہو اس لئے خود غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا (یعنی آنحضرت ﷺ) کیا اس کی تصدیق نہ کرنا ہمارے لئے مناسب ہے؟ جو شخص کبھی خیانت نہیں کرتا کیا اس پر اعتماد نہ کرنا ہمارے لئے مناسب ہے؟ اور جو شخص کبھی غلط بات نہیں کہتا کیا اس پر

یقین نہ کرنا درست ہے'!اگر آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے تو سمجھ لو کہ آنحضرت ﷺ وہی نبی امی ہیں جن کے متعلق خدا کی قسم کوئی باشعور آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ نے فلاں چیز سے روکا ہے کاش اس کی اجازت ہوتی۔یا آپ ﷺ نے فلاں کام کا حکم دیا ہے کاش اس سے روکا ہوتا

شاہ کی حق پسندی...... یہ سن کر منذر نے کہا۔

"میں جس دین پر اس وقت ہوں میں نے اس پر غور کیا تو اسے صرف دنیا کے لئے پایا آخرت کے لئے اس میں کچھ بھی نہیں پھر جب میں نے تمہارے دین پر غور و فکر کیا تو اسے میں نے دین اور دنیا دونوں کے لئے پایا اللہ اب کیا چیز مجھے ایسے دین کو قبول کرنے سے روک سکتی ہے جس میں زندگی کی تمنائیں بھی ہیں اور موت کے بعد کی راحتیں بھی ہیں۔ کل تک میں ان لوگوں پر حیران ہوا کرتا تھا جو اس دین کو قبول کر رہے ہیں اور آج مجھے ان پر تعجب ہو رہا ہے جو اس دین سے روگردانی کرتے ہیں۔ جو انسان ایسا بلند و برتر دین لے کر آیا ہے اس کے اعزاز کا طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے قاصد کا عزت و احترام کیا جائے میں اس بارے میں مزید غور کروں گا۔ واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کو منذر کا خط...... آنحضرت ﷺ کے پہلے والا نامے کا منذر ابن ساوی نے جو جواب دیا تھا اس کا کچھ حصہ یہ ہے۔

اما بعد! یا رسول اللہ بحرین والوں کے سلسلے میں میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں جنہیں اسلام سے محبت ہو گئی انہوں نے اسے پسند کیا اور اس دین میں داخل ہو گئے اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اس دین کو ناپسند کیا۔ میرے علاقہ میں مجوسی اور یہودی دونوں قوموں کے لوگ رہتے ہیں اس لئے مجھے ان کے بارے میں ہدایت فرمائیے۔

اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے یہ خط ارسال فرمایا تھا جس کا مضمون گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے۔ابن قانع نے لکھا ہے کہ یہ منذر ابن ساوی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے بعد حاضر بھی ہوئے تھے اس لئے یہ صحابہ میں سے ہیں۔ مگر ابو الربیع نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

مکتوب نبوی بنام شاہ جیفر و شاہ عبد شاہان عمان

نامہ برعمرو ابن عاص...... یہ لفظ عمان عین پر پیش کے ساتھ ہے۔ یہ یمن کے علاقہ میں ایک شہر ہے اس علاقہ کے دونوں حاکم جلندی کے بیٹے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے نام جو خط بھیجا وہ حضرت عمرو ابن عاصؓ لے کر گئے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ کے ہاتھ جیفر و عبد پسران جلندی کے نام جو والا نامہ بھیجا اس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... محمد ابن عبد اللہ کی طرف سے جیفر اور عبد پسران جلندی کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تم دونوں کو اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں تم دونوں مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے۔ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو ڈراؤں جن کا دل زندہ ہو اور کافروں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو تو میں تم کو تمہاری

حکومت پر بدستور باقی رکھوں گا لیکن اگر تم نے اسلام کا اقرار کرنے سے انکار کیا تو سمجھ لو کہ تمہاری حکومت ختم ہونے والی ہے پھر میرے شہسوار تمہارے گھر کے آنگن تک میں پہنچیں گے اور میری نبوت تمہاری سلطنت پر غالب آکر رہے گی۔

خط کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی مہر لگائی اور حضرت عمرو ابن عاصؓ کے ہاتھ اسے شاہان عمان کے پاس ارسال فرمایا حضرت عمروؓ کہتے ہیں میں مدینہ سے روانہ ہو کر عمان پہنچا اور پہلے شاہ عبد ابن جلندی کے پاس گیا۔

عمروؓ کی شاہ عبد سے ملاقات...... یہ عبد اپنے دوسرے بھائی جیفر کے مقابلے میں زیادہ بردبار اور بااخلاق آدمی تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔

"میں رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے آپ کے اور آپ کے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

یہ سن کر عبد نے کہا۔

"میرا بھائی عمر اور مرتبہ کے لحاظ سے مجھ سے مقدم ہے میں تمہیں ان کے پاس لے چلوں گا تاکہ وہ تمہارا لایا ہوا خط پڑھ لیں۔ پھر اس نے کہا۔ مگر تم کس بات کی دعوت دینے آئے ہو؟"

دعوت مکتوب...... میں نے کہا۔

میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دینے آیا ہوں جو اکیلا ہے اس ایک خدا کے علاوہ دوسری چیزوں کی عبادت چھوڑ دو اور گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبد کی تحقیق و جستجو...... عبد ابن جلندی نے کہا!

"اے عمرو! تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو لہٰذا یہ بتلاؤ کہ تمہارے پاس عاص ابن وائل نے کیا کیا تھا کیونکہ ہم بھی ان ہی کی پیروی کریں گے؟"

حضرت عمروؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔

"وہ تو اسی حالت میں مرگئے کہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے حالانکہ میری آرزو تھی کہ کاش وہ ایمان لے آتے اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرتے اگرچہ اس سے پہلے میں بھی ان ہی کے جیسے خیالات رکھتا تھا لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت فرمادی۔

شاہ عبد نے پوچھا کہ تم نے کب ان کی پیروی اختیار کی؟ میں نے کہا حال ہی ہیں۔

پھر اس نے پوچھا کہ میں نے کہاں اسلام قبول کیا تھا؟ میں نے کہا نجاشی بادشاہ کے پاس پھر میں نے اسے بتایا کہ خود بادشاہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

اس نے پوچھا کہ پھر نجاشی کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

میں نے کہا قوم نے اسی کو اپنا بادشاہ برقرار رکھا اور اس کی پیروی اختیار کرلی۔

نجاشی کے اسلام پر حیرت...... پھر شاہ عبد نے پوچھا کہ نصرانی مذہب کے پادریوں اور راہبوں نے کیا کیا آیا انہوں نے بھی بادشاہ کی پیروی کی۔ میں نے کہا! ہاں۔ اس پر شاہ عبد نے کہا! اے عمرو جو کچھ کہہ رہے ہو خوب سوچ سمجھ کر کہو کیونکہ جھوٹ سے بڑھ کر آدمی کی بڑی خصلت اور کوئی نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔

ہر قل کی لا تعلقی پر مزید تعجب...... پھر اس نے کہا میرا خیال ہے کہ ہر قل قیصر روم کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا پتہ نہیں ہے۔ میں نے کہا ہاں اس کو خبر ہو چکی ہے اس نے کہا تمہیں اس کا کیسے پتہ ہوا۔ میں نے کہا۔

"نجاشی بادشاہ ہر سال ہر قل کو خراج ادا کیا کرتا تھا جب وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کر دی تو خراج دینے کے بجائے کہلا دیا کہ خدا کی قسم اب اگر قیصر نے مجھ سے ایک درہم بھی طلب کیا تو ہر گز نہیں دوں گا۔!"

جب ہر قل کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے خاموشی اختیار کر لی مگر اس کے بھائی نے جس کا نام نیاق تھا ہر قل سے کہا۔

"کیا آپ اپنے اس غلام کو یوں ہی چھوڑ دیں گے جو خراج بھی نہیں دے رہا ہے اور ایک نئے دین پر چلنے لگا ہے ؟"

بادشاہ نے کہا۔

"ایک شخص اپنے لئے کسی دین کو پسند کر کے اسے اختیار کر لیتا ہے تو میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی سلطنت جاتے رہنے کا فکر نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

اس پر شاہ عبد نے پھر حضرت عمروؓ کو خبر دار کیا کہ عمروؓ دیکھو سوچ سمجھ کر بات زبان سے نکالو۔ حضرت عمرو نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آپ سے ہر ہر بات سچ کہی ہے۔ تب شاہ عبد نے کہا۔

"اچھا مجھے بتلاؤ کہ وہ نبی کن باتوں کا حکم دیتے ہیں اور کن باتوں سے منع کرتے ہیں ؟"

میں نے جواب دیا۔

"وہ اللہ عزّ و جلّ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے روکتے ہیں۔ وہ نیکی اور رشتہ داروں کی خبر گیری کا حکم دیتے ہیں اور ظلم و سرکشی، زنا کاری، شراب نوشی، بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع کرتے ہیں!"

شاہ عبد کا میلان اسلام...... شاہ عبد نے یہ سن کر کہا۔

"کیسی اچھی باتیں ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں۔ میرا بھائی میری مانتا تو ہم دونوں آنحضرت ﷺ کے حضور میں پہنچ کر آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتے لیکن میرے بھائی کو سلطنت کا بہت لالچ ہے وہ اسے چھوڑنا اور دوسرے کی اطاعت کرنا پسند نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا۔

"اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو آنحضرت ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت بدستور قائم رہنے دیں گے تاکہ وہ قوم کے دولت مندوں سے صدقات وصول کر کے غریبوں میں بانٹ دیا کرے۔

صدقات پر تامّل...... شاہ عبد ابن جلندی نے کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے ؟ صدقہ کیا اور کتنا ہوتا ہے۔"

میں نے اسے تفصیل بتلائی کہ آنحضرت ﷺ نے مال پر کتنا صدقہ یعنی زکوٰۃ فرض فرمائی ہے۔ جب میں نے مویشیوں کی زکوٰۃ کا ذکر کیا تو عبد کہنے لگا کہ اے عمرو! کیا وہ ان مویشیوں پر بھی صدقات لیتے ہیں جو جنگلوں میں چرتے ہیں اور چشموں پر جا کر پانی پی لیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں

اس پر شاہ عبد نے کہا۔

"خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ میری قوم ان باتوں کو قبول نہیں کرے گی بلکہ انہیں یہ بھی اطمینان ہے کہ ان کا علاقہ مدینہ سے بہت دور ہے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

دربار میں باریابی...... حضرت عمرو ابن عاصؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد شاہ جیفر کے دروازے پر باریابی کا منتظر رہا۔ اس کے بھائی نے اسے میری خبر کرادی تھی۔ آخر جیفر نے مجھے بلوایا اور میں دربار میں داخل ہوا بادشاہ کے پہریداروں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔

شاہ جیفر کو خط کی حوالگی...... آخر بادشاہ کے حکم پر پہرہ داروں نے مجھے چھوڑ دیا اور میں بیٹھنے کے لئے آگے بڑھا مگر پہرہ داروں نے مجھے بیٹھنے نہیں دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا اپنی ضرورت بیان کرو۔ میں نے آنحضرت ﷺ کا مہر بند خط اس کو پیش کر دیا۔

بادشاہ نے مہر توڑ کر پورا خط پڑھا اور پھر اسے اپنے بھائی کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بھی خط کا مطالعہ کیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

مجھے قریش کے متعلق بتلاؤ کہ انہوں نے اس بارے میں کیا کیا؟"

میں نے کہا۔

"قریش نے آنحضرت ﷺ کی پیروی اختیار کرلی ہے کچھ نے بخوشی اور کچھ نے تلوار کے ڈر سے مجبور ہو کر۔"

تحقیق حال...... اس نے پوچھا کہ اس نبی کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا۔

لوگوں کو دین اسلام کی طرف رغبت ہوئی اور انہوں نے دوسرے دین کے مقابلے میں اسلام کو گلے لگایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی اور انہوں نے اپنی عقل سے سمجھ لیا کہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقے میں آپ کے سوا کوئی ایسی قوم باقی نہیں رہی جو اسلام سے بیگانہ ہو۔ اور آپ بھی اگر مسلمان نہیں ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کریں گے تو شہسواران عرب کا لشکر آپ کو پامال کر کے آپ کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دے گا۔ لہٰذا مسلمان ہو جائیے سلامتی حاصل ہو گی آنحضرت ﷺ تمہیں ہی تمہاری قوم کی بادشاہت پر برقرار رہنے دیں گے اور کوئی سوار یا پیدل فوج تم پر حملہ آور نہیں ہو سکے گی۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا۔

غور و فکر کا وعدہ...... آج مجھے غور کر لینے دو۔ کل میرے پاس پھر آنا۔"

دوسری ملاقات اور شاہ کا تامل...... اگلے دن میں پھر اس کے پاس پہنچا مگر اس نے ملاقات کی اجازت نہیں دی میں سیدھا اس کے بھائی عبد کے پاس گیا اور اسے بتلایا کہ میں بادشاہ تک باریاب نہیں ہو سکا۔ آخر عبد ابن جلندی خود مجھے اپنے ساتھ لے کر شاہ جیفر کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"تم نے جس چیز کی دعوت دی ہے میں نے اس پر کافی غور و خوض کیا اگر میں ایک ایسے شخص کو اپنی ساری بادشاہی اور طاقت و قوت سونپ دوں جو اپنے شہسواروں کو چڑھا کر یہاں تک لا بھی نہیں سکتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں عربوں میں کمزور ترین آدمی ہوں لیکن اگر وہ شہسوار یہاں تک پہنچ بھی جائیں تو انہیں

یہاں بے مثال جنگ اور مدافعت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جیفر اور عبد کا اسلام...... میں نے کہا میں بہر حال کل واپس چلا جاؤں گا۔ جب اسے میرے جانے کا یقین ہو گیا تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ علیحدگی میں مشورہ کرنے کے لئے اٹھ گیا۔ اگلے دن اس نے مجھے بلایا اور دونوں بھائیوں نے میرے سامنے ایک ساتھ اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور دونوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔

صدقات کی وصولی کی اجازت...... اس کے بعد دونوں نے مجھے لوگوں سے صدقات وصول کرنے کی آزادی دی اور ان کے درمیان فیصلے کرانے کی بھی چھوٹ دی دوسری طرف جن لوگوں نے میری مخالفت کی ان کے مقابلے میں دونوں نے میری مدد کی۔ (کتاب اصابہ میں ہے کہ اصل میں عمان کا بادشاہ ان دونوں بھائیوں کا باپ جلندی تھا۔ غالباً اپنے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے اس نے سلطنت کا بوجھ اپنے بیٹوں کے کاندھوں پر ڈال دیا تھا۔ علامہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق آنحضرت ﷺ نے دعوت اسلام کا یہ پیغام جلندی کی طرف ہی بھیجا تھا۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جلندی اور اسکے بیٹوں سب کو ہی دعوت اسلام کا پیغام بھیجا ہو)

فرمان نبوی ﷺ بنام شاہ یمامہ

اس کا نام ہوذہ تھا جو ذال سے ہے۔ ایک قول کے مطابق دال سے ہے مگر کتاب نور میں ہے کہ میرے خیال میں یہ صرف لغزش قلم ہے۔ یہ یمامہ کا بادشاہ تھا بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ خط ہوذہ اور ثمامہ ابن اثال حنفی کے نام بھی تھا کیونکہ یہ دونوں ہی یمامہ کے بادشاہ تھے۔ مگر اس بارے میں اشکال ہے کیونکہ حضرت ثمامہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔

سلیط کے ذریعہ نامہ مبارک...... یہ خط حضرت سلیط ابن عمرو عامریؓ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا کیونکہ سلیط اکثر و بیشتر یمامہ جاتے رہتے تھے اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوذہ ابن علی کے نام اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین وہاں تک پہنچنے والا ہے جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں لہٰذا اسلام لے آؤ تو سلامتی پاؤ گے اور تمہیں تمہارے ماتحت علاقوں پر برقرار رکھا جائے گا۔

شاہ کا گول مول جواب...... جب سلیط یہ مہر زدہ خط لے کر پہنچے تو ہوذہ نے ان سے عزت واحترام کے ساتھ معاملہ کیا اور آنحضرت ﷺ کا خط سنا مگر ہوذہ نے اس خط کا نامناسب جواب دیا جس کا مضمون یہ ہے۔

"آپ ﷺ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت ہی خوب اور نہایت عمدہ ہے میں خود بھی اپنی قوم میں بڑا شاعر اور خطیب ہوں عرب کے لوگ میرے مرتبہ سے تھرّاتے ہیں لہٰذا آپ کچھ اختیار مجھے بھی دیدیجئے میں آپ ﷺ کی پیروی اختیار کر لوں گا۔

شاہی جواب پر نبی کا ردِّ عمل...... ساتھ ہی شاہ ہوذہ نے حضرت سلیط کو بہت کچھ انعام واکرام دیا اور ہجر کا بہترین لباس دے کر رخصت کیا حضرت سلیط یہ سب چیزیں لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ساری بات آپ ﷺ کو بتلائی۔ آپ ﷺ نے شاہ یمامہ کا خط سنا اور فرمایا۔

"اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک بالشت ٹکڑا بھی مانگے گا تو نہیں دوں گا۔ وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس کی حکومت بھی ہلاک ہوئی!"

جھوٹے نبی کے متعلق پیش گوئی...... اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ ہوذہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"سرزمین یمامہ سے ایک کذّاب یعنی جھوٹا (مراد ہے مُسَیلمہ کذّاب) پیدا ہو گا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہو گا

اس پر کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسے کون قتل کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کرنے والے شخص کہ اسے کون قتل کرے گا۔ حضرت خالد ابن ولیدؓ تھے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی خلافت کے دوران مسیلمہ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے جو لشکر روانہ کیا تھا اس کے سربراہ حضرت خالدؓ ہی تھے مسیلمہ کے قاتل کے سلسلے میں جو اختلاف ہے وہ گزر چکا ہے مشہور قول یہ ہے کہ اس کا قاتل وحشی تھا جس نے جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

ہوذہ کو عیسائی عالم کی فہمائش...... شاہ ہوذہ جس وقت مرا اس وقت اس کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہوذہ نے آنحضرت ﷺ کو جس وقت اپنا جواب بھجوایا تھا تو اس وقت اس کے پاس ایک بڑا عیسائی عالم بیٹھا ہوا تھا اس نے ہوذہ سے کہا کہ تم اس دعوت کو مان کیوں نہیں لیتے؟ ہوذہ نے کہا۔

"میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں اگر میں نے ان کی پیروی اختیار کر لی تو میری بادشاہت باقی نہیں رہے گی۔"

اس شخص نے کہا۔

"یقیناً رہے گی۔ خدا کی قسم اگر آپ نے ان کی پیروی اختیار کر لی تو وہ آپ کی بادشاہت کو برقرار رکھیں گے۔ ان کا اتباع کرنے میں آپ کے لئے خیر ہی خیر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ وہی نبی عربی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دی تھی ہمارے یہاں کتاب مقدس انجیل میں ان کا نام صاف محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔"

بادشاہ کو سلیط کی نصیحت...... علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ سلیط نے بادشاہ سے کہا۔

"اے ہوذہ! تجھے پرانی ہڈیوں نے اور دوزخی روحوں یعنی کسریٰ نے سرداری دی ہے کیونکہ کسریٰ نے ہی اس کو مقرر کیا تھا۔ دراصل سردار وہ ہے جو ایمان سے بہرہ ور ہو اور پھر تقویٰ و پرہیزگاری سے آراستہ ہو۔ قوم تمہارے ذریعہ خوش بختی سے بہرہ ور ہو سکتی ہے لہٰذا تم اسے بد بختی میں نہ ڈالو۔ میں تجھے ایک بہترین چیز کا حکم کرتا ہوں اور ایک بدترین چیز سے روکتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور شیطان کی عبادت سے روکتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا صلہ جنت ہے اور شیطان کی عبادت کا صلہ جہنم ہے۔ اگر تو نے میری یہ نصیحت قبول کر لی تو تیری آرزوئیں پوری ہوں گی اور تو ہر خوف سے نجات پا جائے گا لیکن اگر تو نے انکار کر دیا تو قیامت کا ہولناک و ہیبت ناک منظر ہمارے اور تیرے درمیان سے اس پردے کو اٹھا دے گا۔

بادشاہ ہوذہ نے یہ تقریر سن کر کہا۔

"اے سلیط! مجھے اس نے سردار بنایا ہے جو اگر تجھے سردار بنا دیتا تو تو بھی اسے باعزت سمجھتا میں ایک ذی رائے آدمی ہوں اور معاملات کو سمجھنے کا شعور رکھتا ہوں مگر اس وقت میرے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا

ہے۔اس لئے مجھے کچھ مہلت دو تاکہ میں اپنی فکری توانائیوں کو آواز دے سکوں اس کے بعد انشاء اللہ تمہیں جواب دوں گا۔

☆......☆......☆

حرث ابن ابی شمر غسانی کے نام مکتوب

شجاع کے ذریعہ نامۂ نبوی...... یہ بادشاہ دمشق میں تھا جہاں یہ اپنے مشہور محل غوطہ میں مقیم تھا اس محل کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بہت سی نہریں اور بے شمار درخت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بادشاہ کے پاس حضرت شجاع ابن وہبؓ کو بھیجا تھا جن کے ساتھ آپ ﷺ کا یہ والا نامہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے حرث ابن ابی شمر غسانی کے نام۔

اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس خدائے بزرگ پر ایمان لاؤ جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس طرح تمہاری حکومت بھی باقی رہے گی۔"

شجاع کا پہریدار سے ربط و ضبط...... اس والا نامے پر آنحضرت ﷺ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ حضرت شجاع کہتے ہیں کہ خط لے کر میں روانہ ہوا یہاں تک کہ اس کے محل کے دروازے پر پہنچا وہاں دو تین دن گزر گئے (مگر شاہ تک رسائی نہ ہو سکی) آخر میں نے وہاں کے پہریدار سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایلچی کی حیثیت سے اس کے پاس آیا ہوں۔ پہریدار نے کہا

"وہ فلاں دن باہر آئیں گے اس سے پہلے تم ان سے کسی طرح نہیں مل سکتے۔"

پہریدار کا اسلام...... پھر وہ پہریدار مجھ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوت کے متعلق سوالات کرنے لگا۔ میں اسے تفصیلات بتاتا رہا جس سے اس کے دل پر بہت اثر ہوا اور وہ روتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں نے انجیل میں پڑھا تھا اس نبی کی بالکل یہی تفصیلات اس میں موجود ہیں مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ سرزمین شام میں ظاہر ہوں گے مگر اب معلوم ہوا کہ وہ سرزمین قرظ میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ بہر حال میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے حرث ابن ابی شمر سے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔"

خط کی حوالگی...... اس کے بعد یہ پہریدار میری بہت عزت کرنے لگا اور بہتر سے بہتر انداز میں میری میزبانی کرتا وہ مجھے حرث کے متعلق بھی اطلاعات دیتا رہتا اور اس کے متعلق مایوسی کا اظہار کرتا۔ وہ کہتا کہ حرث اصل میں بادشاہ ہرقل سے بہت ڈرتا ہے۔

حرث کا غصہ...... آخر ایک دن شاہ حرث دربار میں آکر بیٹھا اس کے سر پر تاج تھا۔ پھر مجھے حاضری کی اجازت ملی تو میں نے اس کے سامنے پہنچ کر آنحضرت ﷺ کا والا نامہ اس کے حوالے کیا۔ حرث نے خط پڑھتے ہی اسے اٹھا کر پھینک دیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا۔

"کون ہے جو مجھ سے میری حکومت و سلطنت چھین سکے! میں خود اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں چاہے وہ یمن ہی میں کیوں نہ ہو میں وہیں پہنچ کر اسکی گوشمالی کروں گا۔ لوگ فوجی تیاری کریں۔!"

حرث کی طرف سے ہرقل کو اطلاع...... اس کے بعد وہ وہیں بیٹھا رہا اور لوگ اس کے سامنے پیش ہوتے رہے پھر اس نے گھوڑے سواروں کی تیاری کا حکم دیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اپنے آقا سے یہاں کا سب حال بتا دینا۔ اس کے بعد اس نے قیصر شاہ روم کو آنحضرت ﷺ کے خط کا سارا واقعہ لکھ کر بھیجا۔

ہر قل کا حکم امتناعی ...... حرث کا یہ نامہ بر قیصر کے پاس اس وقت پہنچا جب آنحضرت ﷺ کے نامہ بر حضرت دحیہ کلبیؓ نے آپ ﷺ کا والا نامہ خود قیصر کو دیا تھا۔ قیصر نے شاہ حرث کا خط پڑھ کر اس سے کہا کہ اس نبی پر حملے اور پیش قدمی کا خیال چھوڑ دو اور ان سے مت الجھو بلکہ ایلیا یعنی بیت المقدس کے کام میں متوجہ ہو جاؤ۔ مراد یہ ہے کہ بیت المقدس میں قیصر کی آمد کے سلسلہ میں تیاریاں کرو۔ کیونکہ قیصر نے حمص سے بیت المقدس تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ایلیا سے مراد بیت المقدس ہے کیونکہ عبرانی زبان میں ایلیا کے معنی بیت اللہ کے ہیں۔

ایک قول ہے کہ شہنشاہ ہر قل قیصر روم نے یہ منّت قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک پیدل سفر کرنے کے سلسلے میں مانی تھی۔ یہ منّت اس فتح کے شکرانے کے سلسلے میں تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس کو کسرائے فارس کے مقابلے میں عنایت فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں سلطنت روم کو سلطنت فارس پر غلبہ حاصل ہوا چنانچہ ہر قل قیصر روم کے لئے اس پورے راستے پر بہترین قالینوں کے فرش بچھائے گئے اور ان پر خوشبوئیں چھڑکی گئیں اور اس طرح بادشاہ ان راستوں پر سے چلتا ہوا میلوں کا سفر کر کے بیت المقدس پہنچا تھا۔

حرث کی روش میں تبدیلی ...... غرض قیصر کا یہ جوابی خط حرث ابن ابی شمر کے پاس پہنچا جس میں شہنشاہ نے شاہ حرث کو ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے نہ الجھے ورنہ آپ ﷺ کو کچھ کہے سنے۔ حضرت شجاع ابن وہبؓ کہتے ہیں کہ میں اس عرصہ میں شاہ حرث کے پاس ہی ٹھہرا رہا۔

شجاع کی واپسی ...... جب حرث کو قیصر روم کا خط ملا تو اس نے مجھے بلا کر پوچھا کہ تم کب واپس جانے کا ارادہ کر رہے ہو۔ میں نے کہا کل۔ بادشاہ نے اسی وقت مجھے سو مثقال سونا دلائے جانے کا حکم دیا۔ ادھر وہ دربان میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کچھ روپیہ اور لباس دیا۔ پھر کہنے لگا۔

"رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں آپ ﷺ کے دین کا پیروکار بن چکا ہوں!"

حضرت شجاع ابن وہبؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں آنحضرت ﷺ کے پاس واپس پہنچا تو آپ ﷺ کو شاہ حرث کے متعلق سب حال بتایا۔ آپ ﷺ نے تمام روداد سن کر فرمایا کہ اس کی سلطنت تباہ ہو گئی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو دربان کا سلام پہنچایا اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سب بتلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

کیا حرث مسلمان ہو گیا تھا...... بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ کچھ سیرت نگاروں کے خیال کے مطابق شاہ حرث مسلمان ہو گیا تھا مگر ساتھ ہی اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں تو مجھے ڈر ہے کہ شہنشاہ ہر قل قیصر روم مجھے قتل کر دے گا (لہٰذا اس نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا)

شاہ جبلہ کو پیغام اسلام...... علامہ ابن ہشام نے یہ لکھا ہے کہ حضرت شجاع ابن وہب دراصل شاہ جبلہ ابن ایہم کی طرف گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شجاع کو حرث ابن ابی شمر غسانی اور جبلہ ابن ایہم دونوں کے پاس نامہ بر بنا کر بھیجا گیا تھا جبلہ کے پاس پہنچ کر حضرت شجاع نے اس سے کہا۔

"اے جبلہ! تمہاری قوم نے اس نبی کو اس کے وطن سے نکال کر ان کے یعنی انصار کے وطن کو جانے پر مجبور کر دیا۔ انصار نے ان پیغمبر کو ٹھکانہ دیا ان کی حفاظت کی اور ان کی مدد کی۔ یہ دین جس پر تم چل رہے ہو

تمہارے باپ دادا کا دین نہیں ہے بلکہ حقیقت میں چونکہ تم شامی علاقہ کے بادشاہ ہو اور رومیوں کے پڑوس میں رہتے ہو اس لئے عیسائی ہو گئے ہو۔ اگر تم کسریٰ فارس کے پڑوسی ملک میں ہوتے تو فارسی قوم کا دین یعنی مجوسیت اختیار کر لیتے۔ لیکن اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو شامی علاقہ کے لوگ تمہارے اطاعت گزار ہوں گے اور رومی تمہاری ہیبت سے ڈرنے لگیں گے۔ لیکن اگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہ بھی پڑے تو ان کے حصے میں دنیا آئے گی اور تمہارے حصہ میں آخرت آئے گی۔ تم نے مسجدوں کو گرجاؤں میں بدل رکھا ہے اور اذان کے بجائے ناقوس بجاتے ہو اور جمعہ کے بجائے ان لوگوں کے مذہبی اجتماع کرتے ہو۔ حالانکہ خیر اور باقی رہنے والی چیز وہی ہے جو اللہ کے پاس ہے!"

جبلہ کا امید افزا جواب...... یہ تقریر سن کر بادشاہ جبلہ نے کہا۔

"خدا کی قسم میری آرزو ہے کہ اس نبی کے نام پر تمام لوگ ایک ہو جائیں اور اس طرح سارے انسان آسمان و زمین کے خالق کے نام لیوا بن جائیں میری قوم کے لوگ یعنی حرب ان کی آواز پر ایک ہو گئے مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہے شہنشاہ قیصر نے جنگ موتہ کے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں اس پیغمبر کے صحابہ سے جنگ کروں مگر میں نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا لیکن میں خود اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ ہاں اب میں ضرور اس معاملے پر غور کروں گا!"

جبلہ کا اسلام...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے خط کا جواب بھیجا جس میں آپ ﷺ کو اپنے مسلمان ہو جانے کی اطلاع دی ساتھ ہی اس نے آنحضرت ﷺ کے لئے کچھ ہدایا بھی بھیجے۔ اس کے بعد شاہ جبلہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے تک اسلام پر ثابت قدم رہا۔ وہ حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں ہی حج کو گیا تھا۔ بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں بادشاہ جبلہ ابن ایہم مسلمان ہو گیا تو اس نے فاروق اعظم کو ایک خط لکھا جس میں ان کو اپنے اسلام کی خبر دی اور ان کے پاس حاضری کی اجازت چاہی۔ حضرت عمرؓ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور جبلہ کو حاضر ہونے کی اجازت دی۔

جبلہ کی مدینہ آمد...... چنانچہ جبلہ اپنے خاندان کے دو سو پچاس افراد کو ساتھ لے کر روانہ ہوا مدینہ کے قریب پہنچ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا پھر اس نے گھوڑوں کی گردنوں میں سونے چاندی کے ہار پہنوائے اور ان پر ریشم و کمخواب کے ساز ڈلوائے۔ خود بادشاہ جبلہ نے اپنا تاج سر پر سجایا۔ اس سج دھج کی وجہ سے ہر جوان اور بوڑھے کی نگاہیں جبلہ اور اس کی شان و شوکت پر جم کر رہ گئیں۔

حضرت عمرؓ کے ساتھ حج...... جب جبلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کو خوش آمدید کہا اور اسے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر فاروق اعظم نے بڑی عزت کے ساتھ مدینہ میں اس کے قیام کا انتظام کیا۔ (چونکہ حضرت عمرؓ حج کو جانے والے تھے اس لئے جبلہ بھی ان کے ساتھ حج کے لئے جانے کی نیت سے آیا تھا)

جبلہ اور ایک فزاری شخص...... آخر حضرت فاروق اعظم حج کے لئے روانہ ہوئے تو جبلہ بھی ان کے ساتھ گیا حرم میں پہنچ کر جبکہ جبلہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا تو اس ہجوم میں اچانک اس کے لباس کا ایک کونہ بنی فزارہ کے ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ وہ کپڑا دبنے کی وجہ سے کھنچ کر کھل گیا۔

حرم میں جھگڑا...... جبلہ (چونکہ بادشاہ تھا اس لئے اپنی اس توہین پر اس کو غصہ آ گیا اور اس) نے اس فزاری

شخص کے اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا اور سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔ ایک قول کے مطابق اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔

فاروقی عدالت...... اس فزاری شخص نے حضرت فاروق اعظمؓ سے اس ظلم کے خلاف فریاد کی حضرت عمرؓ نے بادشاہ جبلہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جبلہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔

"تم نے اس کی ناک کیوں توڑی۔ یا یوں کہا کہ۔ تم نے اس کی آنکھ کیوں پھوڑی؟"

شاہ جبلہ نے کہا۔

"امیر المومنین! اس نے تو مجھے برہنہ ہی کر دیا تھا۔ اگر بیت اللہ کا احترام میرے پیش نظر نہ ہوتا تو میں تلوار مار کر اس کی گردن ہی اڑا دیتا!"

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔

"تم اپنے جرم کا اقرار کر چکے ہو اس لئے یا تو اب تم اس شخص کو راضی کر کے بات ختم کر لو ورنہ میں اس شخص کو تم سے قصاص اور بدلہ دلاؤں گا!"

جبلہ کی شاہانہ مزاجی...... ایک روایت کے مطابق فاروق اعظمؓ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ یا تو یہ شخص تمہیں معاف کر دے ورنہ تم سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا بادشاہ جبلہ نے پوچھا کہ قصاص کی صورت میں آپؓ میرے ساتھ کیا کریں گے؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا وہی جیسا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق جبلہ نے کہا۔

"کیا آپؓ مجھ سے برابر کا قصاص اور بدلہ لیں گے حالانکہ میں ایک بادشاہ ہوں اور یہ شخص ایک بازاری و معمولی آدمی ہے!"

اسلام میں سب برابر...... حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔

"اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے اس لئے اب تمہیں اس پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔ برتری صرف تقویٰ کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

جبلہ کی سرکشی...... اس پر بادشاہ جبلہ نے کہا۔

"اگر اس دین میں میں اور یہ برابر ہیں تو میں پھر نصرانی ہو جاؤں گا کیونکہ امیر المومنین میں تو یہ سمجھتا تھا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد میں جاہلیت سے بھی زیادہ معزز ہو جاؤں گا۔

امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا۔

"(اگر تم نصرانی اور مرتد ہوئے) تو پھر میں تمہاری گردن مار دوں گا!"

آخر جبلہ نے کہا۔

"تو آپؓ مجھے آج رات تک کی مہلت دیجئے تاکہ میں اپنے معاملے پر غور کر لوں!"

جبلہ کا فرار اور ارتداد...... فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ یہ بات تمہارے فریق یعنی اس فزاری شخص پر منحصر ہے۔ اس شخص نے بات سنتے ہی کہہ دیا کہ امیر المومنین میں اس کو مہلت دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بادشاہ جبلہ کو اس کی قیام گاہ پر جانے کی اجازت دے دی۔ جبلہ اسی وقت اپنے پڑاؤ پر گیا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ اپنے خاندان والوں یعنی بنی اعمام کے ساتھ سوار ہو کر قسطنطنیہ کی طرف فرار ہو گیا اور شہنشاہ ہرقل کے پاس پہنچ کر نصرانی

ہو گیا پھر اسی نصرانی مذہب پر وہ مرا۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ بعد میں وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام پر ہی اس کا انتقال ہوا۔

جبلہ اور ہرقل کی دامادی...... یہ جبلہ ایک بے حد طویل قامت آدمی تھا اس کا قد بارہ بالشت تھا۔ جب یہ سواری پر بیٹھا ہوتا تو اس کے پاؤں زمین کو چھوتے تھے غرض جب شہنشاہ ہرقل کے پاس پہنچ کر جبلہ عیسائی ہوا تو ہرقل اس سے بے حد خوش ہوا یہاں تک کہ اس نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ نیز اپنی سلطنت میں سے ایک حصہ اس کو دیدیا اور جبلہ کو اپنے معتمدوں میں شامل کر لیا۔ ہرقل نے جبلہ کے لئے طرابلس اور اذقیہ کے درمیان ایک شہر تعمیر کر لیا اور اس کا نام جبلہ رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کی قبر اسی شہر میں ہے۔

شاہ جبلہ اور ابو عبیدہ...... جبلہ کا جو جھگڑا اور اختلاف گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ جھگڑا حضرت عمرؓ کے سامنے نہیں بلکہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ کے سامنے ہوا تھا (جو اسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے) چنانچہ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ جبلہ اسلام لانے کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے تک ثابت قدم مسلمان رہا۔

اسی دوران ایک دن وہ دمشق کے بازاروں میں سے گزر رہا تھا کہ قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص کا پاؤں جبلہ کے پاؤں کے نیچے آ گیا اس مزنی شخص نے ایک دم پلٹ کر جبلہ کے رخسار پر طمانچہ مارا۔ جبلہ نے اس شخص کو فوراً پکڑوا کر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ کی خدمت میں بھجوایا۔

ان لوگوں نے اس مزنی شخص کو ابو عبیدہ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ اس نے جبلہ کے منہ پر طمانچہ مارا ہے حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا۔ تو جبلہ بھی اس کے طمانچہ مار دے۔ ان لوگوں نے کہا اتنی سی سزا کو تو بادشاہ جبلہ نہیں مانے گا۔ ابو عبیدہ نے فرمایا۔ ضرور ماننا پڑے گا۔

ان لوگوں نے کہا اس کا ہاتھ کاٹا جانا چاہئے۔ ابو عبیدہ نے فرمایا۔

"نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے برابری کے بدلے کا حکم دیا ہے!"

(روایت میں قود کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ یہاں برابری کے بدلے کا کیا گیا ہے۔ لغت میں قود کے معنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کرنے کے ہیں)

جب بادشاہ جبلہ کو حضرت ابو عبیدہؓ کے اس فیصلے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا۔

"کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اس شخص کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر لوں۔ یہ تو بہت خراب دین ہے!"

اس کے بعد وہ مرتد ہو کر نصرانی یعنی عیسائی ہو گیا اور اپنی قوم کے ساتھ وہاں سے فرار ہو کر رومی علاقے میں شہنشاہ ہرقل کے پاس چلا گیا۔ (جہاں تک جبلہ کے دوبارہ مسلمان ہو جانے کی روایت ہے وہ ایک کمزور قول ہے)

حجۃ الوداع

اس حج کے نام...... اس کو حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس حج میں رسول اللہ ﷺ لوگوں سے وداع ہوئے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی حج نہیں کیا (کیونکہ اسی سال آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات ہو گئی۔ وداع کے معنی رخصتی کے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے حج ...... نیز اسی آخری حج میں آپ ﷺ نے لوگوں کو حرام و حلال کے تمام مسائل بتادیئے اور پھر سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ کیا میں نے دین کو پہنچادیا؟"

نیز مدینہ منورہ سے آپ ﷺ نے اس کے سوا کوئی حج نہیں کیا (ہجرت سے پہلے جبکہ آپ ﷺ مکہ میں تھے آپ ﷺ نے کئی حج ادا کئے جن کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ مگر مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے یہی حج کیا جس کو حجتہ الوداع کہا جاتا ہے۔

کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں کفار ہر سال حج کو گیارہ دن آگے بڑھادیا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ تینتیس سال میں ایک سال کا دور اور فرق پورا ہو جاتا اور موسم حج پھر اپنے صحیح وقت پر پہنچ جاتا تھا۔

قمری سال کا فرق ...... تشریح: اس کی وجہ یہ تھی کہ قمری مہینوں کا سال ایک برس کی کل مدت یا زمین کی ایک گردش سے گیارہ دن کم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قمری مہینوں کے موسم ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں یعنی اس سال یکم محرم کی تاریخ جس موسم میں آئے گی اگلے سال وہ موسم میں ذی الحجہ کو ہوگا۔ اس طرح ایک قمری مہینہ تین سال میں اپنے موسم سے تینتیس دن یا ایک مہینہ تین دن پیچھے ہٹ جاتا ہے چنانچہ اس طرح تینتیس سال میں ایک قمری سال پورے تین سو تریسٹھ دن کم ہو جاتا ہے جو تقریباً ایک سال کی مدت ہے کیونکہ ایک سال تین سو پینسٹھ دن کا ہوتا ہے یعنی زمین اپنی ایک مداری گردش تین سو پینسٹھ دن میں مکمل کرتی ہے اور اس عرصے میں اپنا چکر پورا کر کے اسی جگہ پہنچ جاتی ہے جہاں سے چلی تھی۔ یہی مکمل گردش یا چکر ایک سال کہلاتا ہے چنانچہ شمسی سال یا جنوری کی پہلی تاریخ جس موسم میں آتی ہے ہمیشہ اسی موسم میں آتی رہے گی۔

شمسی سال ...... شمسی سال بھی پوری طرح مکمل نہیں ہے اگرچہ اس میں زمین کی ایک پوری گردش کو سمانے کی اس طرح کوشش کی گئی ہے کہ کچھ مہینے تیس دن کے کر کے باقی مہینے اکتیس دن کے کر دیئے گئے ہیں یعنی اس طرح بارہ مہینوں میں تین سو پینسٹھ دن پورے کر لئے گئے مگر پھر بھی اس میں چھ گھنٹے کا فرق رہ جاتا ہے یعنی ایک شمسی سال زمین کی گردش پوری ہونے سے چھ گھنٹے پہلے پورا ہو جاتا ہے اور چار سال میں یہ چوبیس گھنٹے یعنی پورے ایک دن کی مدّت کم ہو جاتا ہے چنانچہ اسی ایک دن کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہر چوتھے سال فروری کا مہینہ انتیس دن کا کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دن کی کمی پوری ہو جاتی ہے اور سال کی ہر تاریخ پھر اصل موسم پر آجاتی ہے۔

جاہلیت اور قمری سال میں اضافہ ...... زمانۂ جاہلیت میں عربوں نے قمری سال کی اس کمی کو محسوس کر کے حج کے لئے ہر سال گیارہ دن موسم حج کو آگے بڑھانا شروع کر دیا تاکہ حج کا موسم یکساں رہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تینتیس سال بعد قمری سال جب ایک برس پیچھے ہو جاتا تو پھر تاریخوں کے لحاظ سے صحیح وقت پر آجاتا تھا۔ تشریح ختم۔ از مرتب)

سال حجتہ الوداع کی خصوصیت ...... رسول اللہ ﷺ نے اس حجتہ الوداع میں فرمایا۔

" وقت اور زمانہ گھوم کر اسی جگہ آگیا ہے جہاں وہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا!" کیونکہ یہ حج اس سال میں ہوا جس میں موسم حج لوٹ کر اپنے صحیح وقت میں آچکا تھا (مراد یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے مطابق بھی یہ حج اپنی صحیح تاریخ میں ہی ہوا کیونکہ یہ تینتیسواں سال تھا اور موسم اور تاریخ دونوں کے

لحاظ سے یہ حج اپنے صحیح وقت پر ہوا) یہ حجتہ الوداع ۱۰ھ میں ہوا۔

فرضیت حج کا سال...... جمہور علماء کے نزدیک حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی تھی۔ علامہ رافعی نے بھی باب سیر میں اسی قول کو درست قرار دیا ہے اور علامہ نووی نے بھی ان ہی کے قول کی پیروی کی ہے۔ اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حج کی فرضیت 9ھ میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق 10ھ میں ہوئی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ نے اسی قول کو لیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ فوراً ہی اس فرض کی ادائیگی ہوئی۔ ایک قول ہے کہ حج ہجرت سے بھی پہلے فرض ہو چکا تھا مگر یہ قول بہت غریب ہے۔

مدینہ سے پہلا حج...... رسول اللہ ﷺ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے لوگوں یعنی تمام قبائل میں آپ ﷺ کے اس ارادہ کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت سے آپ ﷺ نے اس کے سوا کوئی اور حج نہیں کیا تھا۔

مکی زندگی کے حج...... جہاں تک ہجرت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے زمانے کا تعلق ہے یعنی نبوت کے بعد مکہ کی زندگی کا تو اس میں آپ ﷺ نے تین حج کئے تھے۔ ایک قول کے مطابق دو حج کئے تھے اور یہ وہی دونوں حج تھے جن میں آپ ﷺ نے عقبہ کے مقام پر انصاریوں سے بیعت لی تھی (جس کی تفصیل ابتدائی قسطوں میں گزر چکی ہے)

مگر علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ ادھر علامہ ابن جوزی نے یہ لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے بہت سے حج کئے جن کی صحیح تعداد کا کوئی علم نہیں ہے (ان مختلف اقوال سے اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے کئی حج کئے ہیں لیکن ان کی صحیح تعداد محفوظ نہیں ہے)

وقوف عرفات اور آسمانی رہنمائی...... نبوت سے پہلے بھی آنحضرت ﷺ حج کے دوران عرفات میں وقوف کیا کرتے تھے اور وہاں سے مزدلفہ جاتے تھے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو رہنمائی اور توفیق تھی ورنہ یہ بات اس وقت قریش کے طریقہ کے خلاف تھی کیونکہ قریش کے لوگ اس وقت حج کے دوران حرم کی حدود سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے۔

"ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اہل حرم یعنی حدود حرم کے باشندے ہیں۔ ہم لوگ ہی بیت اللہ کے والی اور خادم ہیں۔"

لہٰذا وہ لوگ مکہ میں ہی محدود رہتے اور کہتے کہ

"عرب میں کسی اور قوم کو ہمارے جیسا درجہ اور مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں اس طرح حل یعنی حدود حرم سے باہر کا احترام اور عظمت نہیں کرنی چاہئے جس طرح ہم حدود حرم کی عظمت کرتے ہیں۔"

وہ لوگ قریشیوں سے کہتے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو عربوں کی نظروں میں تمہارے حرم کی عظمت کم ہو جائے گی۔" چنانچہ وہ لوگ کہا کرتے تھے۔

"تمام عرب حل کی عظمت بھی اسی طرح کرنے لگے ہیں جیسے وہ حدود حرم کی عظمت کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم حرم کی حدود سے باہر نکلیں۔ ہم لوگ محافظین حرم میں سے ہیں"

طریقۂ جاہلیت...... اس طرح انہوں نے عرفات کا وقوف اور وہاں سے مزدلفہ جانا چھوڑ دیا تھا۔ ان کی رائے

تھی کہ یہ فرض باقی تمام عربوں کا ہے کہ وہ عرفات میں ٹھہرا کریں۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے یعنی نبوت سے پہلے دیکھا کہ آپ ﷺ حج کے زمانے میں عرفات میں اپنے اونٹ پر تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپکی قوم کے لوگ بھی تھے۔ یہاں تک کہ پھر توفیق خداوندی کے تحت آپ ﷺ وہاں سے ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

مدینہ میں وبا اور لوگوں کی محرومی...... جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس حج کے لئے روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ میں اچانک چیچک کی وباء اور بیماری پھوٹ پڑی اور لوگ اس میں مبتلا ہونے کی بناء پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کو جانے سے رہ گئے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنا بڑا مجمع تھا کہ اسکی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ایک قول ہے کہ آپ کے ساتھ جانے والے صحابہ کی تعداد چالیس ہزار تھی ایک قول کے مطابق ستّر ہزار تھی۔ ایک قول ہے کہ نوّے ہزار آدمی تھے اور ایک قول کے مطابق ایک لاکھ چودہ ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ آنحضرت ﷺ کے ہم قدم تھے۔ نیز کچھ اقوال کے مطابق پروانہ ہائے نبوت کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔

رمضان میں عمرہ کا ثواب...... بہت سے مسلمان بیماری یا دوسری مجبوریوں کی وجہ سے آنحضرت کے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی روانگی کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کا ثواب ایک حج کے برابر ہوتا ہے۔ یا ایک قول کے مطابق رمضان میں عمرہ کا ثواب میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ ارشاد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کی دلداری کیلئے فرمایا جو آپ ﷺ کے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو درست قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے اس حج سے واپسی کے بعد فرمایا تھا۔

یعنی حج سے واپس مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے یہ بات حضرت اُمّ سنان انصاریہ سے فرمائی تھی۔

آپ ﷺ نے اُمّ سنان سے پوچھا۔

"کیا بات ہے تم ہمارے ساتھ حج کو کیوں نہیں گئیں"؟

انہوں نے عرض کیا۔

"ہمارے پاس صرف دو ہی اونٹ ہیں ان میں سے ایک پر ابو فلاں مراد ہیں شوہر اور میرا بیٹا حج کے سفر کو گئے اور دوسرے اونٹ سے ہم اپنی زمینوں اور کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کی اور ان جیسے دوسرے لوگوں کی دلداری کے لئے یہ ارشاد فرمایا ان کے علاوہ آپ ﷺ نے یہی بات دوسری عورتوں سے بھی فرمائی تھی جن میں اُمّ سلیم، اُمّ طلق اور اُمّ ہیثم شامل ہیں۔ بہر حال یہ بات ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد دو مرتبہ فرمایا ہو ایک دفعہ حج کو روانگی سے پہلے اور دوسری مرتبہ حج سے واپسی کے بعد اُمّ سنان وغیرہ سے فرمایا ہو۔

مدینہ سے تاریخ روانگی...... رسول اللہ ﷺ چوبیس ذی قعدہ 10ھ جمعرات کے دن مدینہ منورہ سے حجتہ الوداع کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے سنیچر کے دن پچیس ذی قعدہ کو مکہ کی جانب کوچ فرمایا تھا۔ بعض علماء نے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور اس کو ثابت کرنے میں طویل استدلال پیش

کئے ہیں یہ روانگی دن کے وقت ہوئی اور یہ ہجرت کا دسواں سال تھا۔

اہتمام سفر...... روانگی سے پہلے آنحضرت ﷺ نے کنگھی کی تھی اور سر میں تیل لگایا تھا۔ آپ ﷺ مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز میں (قصر کی) دو رکعتیں آپ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر پڑھیں اس رات میں آپ اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔

ازواج مطہرات کی ہمراہی...... آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ یعنی اپنے ہودجوں میں تھیں۔ ان کی تعداد نو تھی پھر آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور صبح کی اور پھر دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے خوشبو لگائی جس کا نام زریرہ تھا۔ یہ مختلف عطروں کا مجموعہ ہوتا تھا پھر مشک کا عطر لگایا۔

احرام...... اسکے بعد آنحضرت ﷺ نے احرام باندھنے کے لئے دوبارہ غسل کیا اور احرام باندھا جس میں آپ نے صرف ایک تہبند باندھا اور ایک چادر اوڑھی۔

شیخین سے بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک چادر اور ایک تہبند کے ذریعہ احرام باندھا لیکن سارے بدن پر خوشبو نہیں لگائی بلکہ مشک کی خوشبو آپ ﷺ کے سر کی مانگ اور آپ ﷺ کی داڑھی میں نظر آرہی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے سر کے بالوں میں ایک ایسا تیل لگایا تھا جس سے بال ایک دوسرے کے ساتھ جماؤ کے ساتھ ٹھہر گئے تھے اور بکھرتے نہیں تھے۔

احرام اور خوشبو...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے احرام کے وقت بھی خوشبو لگائی اور احرام سے حلال ہونے کے بعد بھی خوشبو لگائی۔

ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے احرام کیلئے بھی خوشبو لگائی اور آپ ﷺ کے حلال ہونے کے وقت بھی بیت اللہ کے طواف سے پہلے خوشبو لگائی یہ روایت شیخین نے نقل کی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگائی پھر آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اسکے بعد آپنے اس حال میں احرام باندھا کہ خوشبو آپکے بدن سے ٹپکتی اور جھڑتی تھی۔

اس روایت سے حضرت ابن عمر کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ میں قطران کی خوشبو سے معطر ہو جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں اس حال میں احرام باندھوں کہ خوشبو میرے بدن سے جھڑتی ہوئی ہو نیز اسی روایت سے ابن عمر کی اس روایت کی تائید ہوتی ہے جو پیچھے حدیبیہ کے بیان میں گذری ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ جس نے احرام سے پہلے خوشبو لگائی ہو وہ احرام کے وقت اسے دھو ڈالے اس بارے میں جو شبہ ہوتا ہے وہ بھی پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

کیا احرام سے پہلے نوافل ہیں...... بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ مراد یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اس روایت سے علامہ ابن قیمؒ کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ظہر کے چار فرض پڑھنے کے علاوہ احرام باندھنے کے لئے دو رکعتیں پڑھیں۔

روانگی...... آنحضرت ﷺ کی اونٹنی قصوا جسوقت آپکو لے کر اٹھی تو آپ ﷺ احرام میں تھے۔ اس روایت سے ابن سعد کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے حج کے لئے مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کیا تھا اور سب نے تھکن اور کمزوری کی وجہ سے کمریں باندھ رکھی تھیں۔ اسی لئے علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ پیدل سفر کی حدیث منکر اور کمزور سند کی ہے۔ حقیقت میں آنحضرت ﷺ سواری پر تھے البتہ آپ ﷺ کے کچھ صحابہ پیدل تھے۔ آنحضرت ﷺ اپنی پوری عمر میں کبھی بھی پیدل سفر کر کے عمرہ کے لئے نہیں گئے۔ آنحضرت ﷺ کی حیات پاک کے واقعات و حالات ایسی چیز نہیں ہیں کہ لوگوں سے پوشیدہ رہیں۔ دراصل یہ حدیث ہی منکر اور شاذ ہے جس سے کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی۔

آنحضرت ﷺ کی سواری پر ایک پرانا اور بوسیدہ کجاوہ تھا جو چار درہم قیمت کا رہا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک ایسے معمولی کجاوے پر اور ایک ایسی معمولی چادر میں حج کے لئے تشریف لے گئے جن کی قیمت چار درہم یا اس سے بھی کم رہی ہوگی۔

کوچ اور دعا...... اس وقت آنحضرت ﷺ یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا لَا رِیَاءَ فِیْہِ وَلَا سُمْعَۃً

ترجمہ: اے اللہ! اس حج کو مقبول بنادے اور ایسا بنادے جس میں نہ تو ریاکاری اور دھوکا ہو اور نہ دکھاوا اور ظاہر داری ہو۔

اقسام احرام...... یہ واقعہ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا گویا آپ نے قران کا حرام باندھا ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کا احرام افراد کا تھا۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے اول صرف عمرہ کا احرام باندھا اور پھر عمرہ کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا احرام تمتع کا تھا کیونکہ بعض صحابہ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا احرام تمتع کا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے صرف احرام کی نیت کی قران، افراد یا تمتع کی نیت سے نہیں باندھا۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں! آنحضرت ﷺ کے احرام کے بارے میں روایات مختلف ہو گئی ہیں کہ آیا آپ ﷺ کا احرام افراد کا تھا یا قران کا تھا یا تمتع کا تھا۔ یہ سب روایتیں درست ہیں سوائے اس کے جس میں تمتع کا احرام کہا گیا ہے اور مراد یہ لی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

آنحضرت ﷺ کا احرام...... امام نوویؒ کہتے ہیں! ان روایات میں کہ آیا آنحضرت ﷺ اپنے احرام میں قارن تھے یا مفرد تھے یا متمتع تھے۔ موافقت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول آپ ﷺ نے افراد کا احرام صرف حج کے لئے باندھا پھر آپ ﷺ نے اسی میں عمرہ کو داخل کر لیا یہ بات یعنی مقابلۃً کمزور چیز یعنی عمرہ کو ایک قوی چیز یعنی حج پر داخل کر لینا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لہٰذا اسی احرام پر عمرہ کو داخل کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ قارن ہو گئے (قارن اس شخص کو کہتے ہیں جس نے قرآن کا احرام باندھا ہو۔ مفرد اس شخص کو کہتے ہیں جس نے افراد کے احرام کی نیت کی ہو اور متمتع اس شخص کو کہا جائیگا جس کا احرام تمتع کا ہو۔ قران، افراد اور تمتع احرام کی تین قسمیں جن کی تفصیل گذشتہ سطروں میں ذکر ہوئی ہے۔

آسمانی حکم...... اسی بات کی تائید بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ جب آپ ﷺ عقیق کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کے پاس پروردگار کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اس نے

آنحضرت ﷺ سے عرض کیا :-

"اس مبارک وادی میں نماز پڑھیئے اور حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ لبیک کہئے۔!"

اس طرح آنحضرت ﷺ قارن ہوگئے جبکہ اس سے پہلے تک آپ ﷺ مفرد تھے۔ لہٰذا جس شخص نے یہ روایت کی کہ آپ ﷺ کا احرام قران کا تھا اس نے یہ بعد والی صورت حال بیان کی۔ اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ حج اور عمرہ کے لئے لبیک۔ لبیک

قران یا تمتع لغوی کی روایت ...... اسی طرح جس راوی نے تمتع کے احرام کی روایت کی اس نے تمتع کے اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں بلکہ لفظی اور لغوی معنیٰ مراد لئے ہیں جو نفع اٹھانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے قران کے احرام کا فائدہ اٹھایا۔ اور قران سے مراد وہی مذکورہ قران ہے کہ آپ ﷺ نے حج پر عمرہ کو داخل کر لیا (یعنی اصل میں آپ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر اس پر عمرہ کو داخل کر لیا) کیونکہ اس صورت میں دونوں مناسک اور ارکان کے لئے ایک ہی عمل کافی ہو گیا یعنی حج اور عمرہ کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ دو طوافوں اور دو سعیوں کی ضرورت نہیں ہوئی۔

گویا اس روایت میں تمتع سے مراد حقیقی تمتع نہیں ہے جو یہ ہے کہ اول صرف عمرہ کا احرام باندھا جائے اور اس کے تمام ارکان سے فارغ ہونے کے بعد پھر حج کے لئے احرام باندھا جائے۔ کیونکہ تمتع کی حقیقت یہی ہے۔ اسی لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ علماء سلف میں سے اکثر حضرات نے متعہ یا تمتع کا اطلاق قران پر ہی کیا ہے۔

احرام افراد کی روایت ...... اسی طرح جس شخص نے آنحضرت ﷺ کے افراد کے احرام کی روایت کی ہے اس نے گویا پہلی والی صورت بیان کی (جس کے مطابق آپ ﷺ نے افراد یعنی صرف حج کے احرام کی نیت کی تھی اور پھر پروردگار کی طرف سے حکم ملنے پر آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ لبیک پڑھنی شروع کر دی)

اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کے قول سے ہوتی ہے۔ ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا آنحضرت ﷺ نے صرف حج کے لئے ہی لبیک کہی تھی یا حضرت ابن عمر نے آپ ﷺ کے یہی الفاظ سنے کہ لبیک حج کے لئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ نہیں سنے کہ۔ اور عمرہ کے لئے۔ اس لئے انہوں نے صرف وہی بیان کیا جو سنا تھا۔ جبکہ حضرت انسؓ نے یہ بعد والے الفاظ بھی سنے تھے یعنی حج اور عمرہ دونوں الفاظ سنے۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے صرف حج کے لئے ہی لبیک پڑھی تھی۔

اس کے بعد حضرت انسؓ سے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا :-

"کیا وہ ہمیں بچہ سمجھتے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ کلمات پڑھتے سنا کہ۔ لبیک لبیک حج اور عمرہ کے لئے۔

یعنی دونوں مناسک کی صراحت کے ساتھ لبیک پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر حضرت انسؓ نے کہا

"میں اس موقعہ پر ابو طلحہ کے ساتھ ان کی اونٹنی پر تھا اور میرا گھٹنا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے سے چھو رہا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک پڑھ رہے تھے۔"

اس روایت سے حضرت ابن عمرؓ کا قول بھی ثابت ہو جاتا ہے اور ایک اس سے زائد جز بھی ثابت ہوتا ہے لہٰذا یہ بات ابن عمرؓ کی بات کے مخالف نہیں ہے۔

احرام مطلق کی روایت...... اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مطلقاً احرام کی نیت کی تھی۔ (افراد یا قران یا تمتع کے ساتھ اسے خاص نہیں کیا تھا) اس کی دلیل امام شافعیؒ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ مطلق احرام باندھ کر روانہ ہوئے (لیکن یہ کہ کون سے احرام کی نیت کریں) اس بارے میں فیصلہ کا انتظار کر رہے تھے یعنی وحی کے نازل ہونے کا انتظار تھا تاکہ وحی کے فیصلہ کے مطابق اپنے مطلق احراموں کو متعین کرلیں اور افراد یا تمتع یا قران میں سے کسی ایک قسم کی نیت کرلیں۔

احرام کے متعلق وحی کا نزول..... چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی آگئی کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے اس کو آپ ﷺ حکم دیں کہ وہ یہاں سے عمرہ کی نیت کرے۔ اور اس طرح وہ متمتع بن جائے اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کی نیت کرلے اور مفرد ہو جائے کیونکہ جس کے ساتھ ہدی کا جانور ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جس کے ساتھ ہدی نہیں ہے اور حج عمرہ کے مقابلہ میں افضل ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ نے پہلے مطلق احرام باندھے تھے (انہیں متعین نہیں کیا تھا) اس کا ثبوت شیخین کی ایک روایت سے ملتا ہے جو حضرت عائشہؓ کی ہے کہ ہم لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے جس کے ساتھ نہ حج کا ذکر کرتے تھے اور نہ عمرہ کا۔ مگر اس بات کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ اگرچہ صحابہ نے احرام باندھنے کے وقت اس کی قسم متعین کر دی تھی مگر تلبیہ یعنی لبیک پڑھتے ہوئے وہ اس کا ذکر نہیں کر رہے تھے۔

صحابہ کوئی بھی احرام باندھ سکتے ہیں..... ادھر مسلم میں حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:-

"تم میں سے جو شخص چاہے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے۔ اور جو شخص چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے!"

ہدی والوں کے لئے ہدایت...... اس حدیث کے ذریعہ گزشتہ قول غلط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

"جس کیساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور نہ ہو اور وہ اپنے احرام کو عمرہ کے لئے کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے لیکن جس کے ساتھ ہدی ہو وہ نہ کرے!"

یعنی وہ احرام کو عمرہ کے لئے نہ کرے بلکہ حج کے لئے کرے۔ اس روایت میں افراد اور تمتع کا ذکر کیا گیا ہے لیکن قران کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ایک دوسری سند کے ساتھ اس روایت میں یوں ہے کہ جس کے ساتھ ہدی کا جانور تھا اس کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حج اور عمرہ یعنی قران کا احرام ایک ساتھ باندھے۔

احرام مطلق اور حکم وحی...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے احرام کے لئے حج یا عمرہ کسی رکن کو متعین نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ آسمانی فیصلے کا انتظار فرماتے رہے۔ آخر جبکہ آپ ﷺ صفا و مروہ کے درمیان میں تھے تو آپ ﷺ پر آسمانی فیصلے کا نزول ہوا اسی وقت آپ ﷺ نے ایسے صحابہ کو جنہوں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا۔ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ

کا کرلیں۔

کیا آنحضرت قران تھے...... ادھر کتاب ہدیٰ میں ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت احرام باندھا تھا اسی وقت حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرلی تھی لہٰذا آپ ﷺ قارن تھے اور اس وقت تک آپ ﷺ احرام سے حلال نہیں ہوئے جب تک کہ آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کے ارکان سے فارغ نہیں ہو گئے اور جب تک کہ آپ ﷺ نے دونوں مناسک کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی نہیں کرلی۔ جیسا کہ اس پر مختلف متواتر اور قوی ترین احادیث موجود ہیں جو محدثین کے علم میں ہیں۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو طواف اور دو سعیتیں کی تھیں وہ صحیح نہیں ہے۔ ہدیٰ میں ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے وہ غلط ہے کہ آپ ﷺ نے تنہا حج کے لئے لبیک پڑھی اور پھر اس پر عمرہ کو داخل کرلیا جیسا کہ گزشتہ سطروں کی روایات میں موافقت کی تفصیل میں علامہ نوویؒ کے حوالے سے گزرا۔ اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے وہ بھی غلط ہے کہ آپ ﷺ نے شروع میں صرف عمرہ کے لئے لبیک پڑھی تھی اور پھر اسی احرام پر حج کو داخل کرلیا تھا۔ یہ بات پیچھے نہیں گزری۔

احرام مطلق اور افراد کی تردید...... پھر آگے کتاب ہدیٰ میں ہے کہ وہ بھی غلط ہے جو یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے احرام کو مطلق چھوڑ دیا تھا اسے کسی ایک رکن اور عمل کے لئے متعین نہیں فرمایا تھا پھر احرام باندھنے کے بعد اسے متعین فرمایا۔ یہ روایت امام شافعیؒ کے حوالے سے پیچھے گزری ہے۔

اسی طرح یہ قول بھی غلط ہے کہ آپ ﷺ نے حج کے لئے افراد کا احرام باندھا تھا یعنی آپ ﷺ نے حج کے ارکان اداکئے صرف عمرہ کے ارکان کی ادائیگی کے لئے احرام نہیں باندھا۔ یہ بات بعض روایات سے ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا یعنی افراد کا۔ عمرہ کا نہیں۔ مگر بعض محدثین نے کہا ہے کہ یہ بہت زیادہ غریب حدیث ہے اور اس میں زبردست نکارت ہے۔

تلبیہ حج...... غرض پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے آنحضرت ﷺ نے تلبیہ یعنی لبیک پڑھی جو اس طرح تھی۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَاشَرِیْكَ لَكَ

ترجمہ: حاضر ہوں!! اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں، تمام تعریفوں اور نعمتوں نیز حکومت کا مالک تو ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا کہ لَبَّیْكَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّیْكَ یعنی حاضر ہوں اے معبود خلائق میں حاضر ہوں۔ نیز ایک روایت کے مطابق مذکورہ تلبیہ میں آپ ﷺ نے یہ اضافہ کیا کہ لَبَّیْكَ حَقًّا تَعَبُّدًا وَرِقًّا یعنی حاضر ہوں سچائی کے ساتھ اور بندگی و غلامی کے ساتھ۔

آپ ﷺ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ اس تلبیہ میں اپنی طرف سے کلمات کا اضافہ اور کمی کر رہے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا۔ اسی بنیاد پر ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ مذکورہ مشہور تلبیہ پر اضافہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمرؓ اس تلبیہ میں یہ اضافہ کیا کرتے تھے:-

لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِی یَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ

ترجمہ: حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرے حضور میں پیش ہوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہی قبضہ میں ہیں اور ہماری

عاجزی اور عمل تیرے ہی لئے ہے۔

تلبیہ میں بلند آوازی کا حکم ...... اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ تلبیہ میں اپنی آوازیں بلند کریں کہ یہ حج کا شعار ہے۔ چنانچہ حضرت زید ابن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :-

"میرے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ اپنے صحابہ کو حکم دیجئے کہ تلبیہ میں اپنی آوازیں بلند کریں کیونکہ یہ حج کے شعائر میں سے ہے!"

نفاس والی عورت کا حکم ...... اس حج کو روانہ ہوتے وقت آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابو دجانہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول ہے کہ حضرت سباع ابن عرفط کو بنایا تھا۔ اسی سفر کے دوران ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت اسماءؓ بنت عمیس کے یہاں جو حضرت ابو بکرؓ کی بیوی تھیں، پیدائش ہوئی اور انہوں نے محمد ابن ابو بکر کو جنم دیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع کرائی۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم بھیجا کہ وہ غسل کریں اور خون روکنے کے لئے گوڈر وغیرہ کی ایک گدی سی بنا کر رکھیں اور اس کے اوپر ایک ایسا کپڑا رکھ لیں جس کے دونوں کناروں پر کوئی کترن بندھی ہو اس کترن کو کمر کے گرد باندھ لیں تاکہ خون کا بہاؤ رکا رہے جیسا کہ حیض والی عورت کرتی ہے اور اس کے بعد احرام باندھ لیں۔

حائضہ کے لئے حکم ...... پھر سفر کے دوران ہی راستے میں ایک مقام پر جس کو سرف کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حیض کا خون آنا شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ عمرہ کا احرام باندھ چکی تھیں۔ چنانچہ بخاری میں ان کی روایت ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھی جو عمرہ کا احرام باندھ چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں اور عمرہ پر حج کو داخل کر لیں۔

حیض اور حضرت عائشہؓ پر اثر ...... اقول مؤلف کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا :-

"تم کیوں رو رہی ہو عائشہ۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ تم کس لئے رو رہی ہو لڑکی شاید تمہیں خون آگیا ہے!"

یعنی شاید تمہیں حیض شروع ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا :-

"جی ہاں! خدا کی قسم۔ کاش میں اس سال اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ نہ آئی ہوتی۔!"

نبی کی فہمائش ...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا :-

"ایسی بات ہرگز نہ کہنی چاہئے۔ کیونکہ یہ حیض ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی تمام بیٹیوں پر اتارا ہے!"

حیض کب سے شروع ہوا ...... اسی روایت سے امام بخاری نے اس بات کی دلیل نکالی ہے کہ حیض کا خون آدمؑ کی تمام بیٹیوں کو آتا رہا ہے اور اسی حدیث سے انہوں نے ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حیض کا خون سب سے پہلے بنی اسرائیل کی عورتوں کو آنا شروع ہوا۔

عمرہ کے بجائے احرام حج ...... ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا! میں نے عرض کیا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا :-

"تم پر اس سے کوئی گناہ نہیں کیونکہ تم بھی آدم کی بیٹیوں میں کی ایک عورت ہو۔ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کا پابند کیا ہے جس کا پابند اس نے باقی سب عورتوں کو کیا ہے۔ تم حج کا احرام باندھ لو۔"

ایک روایت میں ہے کہ :-

"اپنا عمرہ ترک کر دو۔ یعنی عمرہ کے اعمال میں سے کوئی عمل مت کرو بلکہ حج کا احرام باندھ لو کیونکہ جو اعمال ایک حاجی کرتا ہے حیض کے باوجود وہی تم بھی ادا کر سکتی ہو سوائے اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتیں۔"

حج اور عمرہ دونوں سے فراغت ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا یعنی عمرہ کے احرام پر حج کی نیت کر لی اور مواقف پر وقوف کیا یعنی حج کے ارکان ادا کئے۔ انہوں نے عرفات میں وقوف کیا جبکہ وہ حائضہ تھیں۔ یہاں تک کہ جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں جو ایک قول کے مطابق یوم نحر تھا اور ایک قول کے مطابق عرفہ کی رات تھی تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا :-

"تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو گئیں۔"

حضرت عائشہؓ و صفیہؓ کے اونٹ ...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس حج کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اونٹ نہایت تیز رفتار تھا اور اس پر حضرت عائشہؓ کا وزن بھی بہت ہلکا تھا۔ اور دوسری طرف حضرت صفیہؓ کا اونٹ بہت سُست رفتار تھا اور اس پر حضرت صفیہؓ کا وزن بھی زیادہ تھا اسی لئے یہ اونٹ قافلہ سے پیچھے چل رہا تھا۔

اونٹوں کے تبادلہ کی رائے ...... آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت صفیہؓ کی سواری حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر کر دی جائے اور حضرت عائشہؓ کے سواری حضرت صفیہؓ کی اونٹ پر کر دی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کی خاطرداری کے لئے ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا :-

"اے اُمّ عبداللہ! تمہارا وزن کم ہے اور تمہارا اونٹ تیز رفتار ہے اور صفیہ کا وزن زیادہ ہے اور ان کا اونٹ بھی سُست رفتار ہے اس لئے وہ قافلے سے پیچھے آرہا ہے۔ لہٰذا ہم نے سوچا کہ تمہاری سواری ان کے اونٹ پر کر دیں اور ان کی سواری تمہارے اونٹ پر کرا دیں تاکہ سفر آسان ہو جائے!" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا :-

"آپ ﷺ کا دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں!"

حضرت عائشہ کی ناراضمندی ...... آپ ﷺ نے فرمایا :-

"اے اُمّ عبداللہ! کیا تمہیں اس بارے میں شک ہے میں اللہ کا رسول ہوں؟"

صدیقہ عائشہؓ نے عرض کیا :-

"پھر آپ ﷺ انصاف کیوں نہیں کرتے؟"

صدیق اکبر کا غصہ ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں یہ سن کر ان کے والد حضرت ابوبکرؓ کو سخت غصہ آگیا اور انہوں نے ایک دم میرے چہرے پر طمانچہ مارا۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً ان کو ملامت کی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"آپ ﷺ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا تھا!"

آپ ﷺ نے فرمایا:-

"جانے دو۔ یہ سیدھی سادی عورت نیچے کھڑی ہو کر وادی کی بلندی کا اندازہ نہیں کر سکتی!"

اونٹ کی گمشدگی...... پھر جب یہ قافلہ عرج کے مقام پر پہنچا تو وہ اونٹ گم ہو گیا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا زادِ راہ یعنی کھانے کا سامان تھا اس اونٹ کی نگرانی حضرت ابو بکرؓ کے ایک غلام کے ذمہ تھی۔ صدیق اکبر نے اپنے اس غلام سے پوچھا کہ تیرا اونٹ کہاں گیا؟ اس نے کہا کہ رات وہ گم ہو گیا۔ حضرت ابو بکر نے کہا:-

"تیری نگرانی میں میں نے صرف ایک ہی اونٹ دیا تھا اور تو نے اسے بھی گم کر دیا!"

اونٹ پر آنحضرت ﷺ کا زادِ راہ تھا...... اور کوڑا لے کر اسے مارنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر مسکراتے اور صرف اتنا فرماتے جاتے تھے!

"ذرا اس احرام والے شخص کو دیکھو کیا کر رہا ہے!"

نعم البدل...... جب کچھ صحابہ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا زادِ راہ گم ہو گیا ہے تو وہ حیس کا کھانا لے کر آئے اور آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا جو اپنے غلام پر غضب ناک ہو رہے تھے۔

"ابو بکر۔ ٹھنڈے ہو جاؤ یہ معاملہ نہ تمہارے قبضے کا ہے اور نہ ہمارے۔ اس غلام کی کوشش تو یقیناً یہی رہی ہو گی کہ اونٹ گم نہ ہو۔ لو یہ ایک پاک غذا آ گئی جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور اس غلام کے ساتھ ہمارا جو کھانا تھا یہ اس کا بدل ہے۔"

اونٹ کی بازیافت...... پھر آنحضرت ﷺ نے اور ابو بکر صدیقؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور ان لوگوں نے بھی کھایا جو ان دونوں حضرات کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت صفوان ابن معطل پہنچے جو قافلے کے پیچھے چلا کرتے تھے۔ یہ ان کا طریقہ تھا جیسا کہ واقعہ افک یعنی بہتان تراشی کے واقعہ میں بیان ہوا ہے (یہ اسی لئے پیچھے چلا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنا کچھ سامان بھول گیا ہے یا نادانستگی میں اس سے گر گیا ہے تو یہ اسے اٹھا کر اس کے مالک کو پہنچا دیں

حضرت صفوانؓ آئے تو وہ اونٹ ان کے ساتھ تھا اور اس پر زادِ راہ بھی موجود تھا۔ انہوں نے اونٹ کو آنحضرت ﷺ کے پڑاؤ کے دروازے پر لا کر بٹھایا تب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا:-

"دیکھو تمہارے سامان میں سے کچھ گم تو نہیں ہوا؟"

سامان کی بازیابی...... انہوں نے عرض کیا:-

"سوائے ایک پیالے کے جس میں ہم پانی پیا کرتے تھے کوئی چیز گم نہیں ہوئی!"

اسی وقت غلام نے کہا کہ وہ پیالہ تو میرے پاس موجود ہے۔

نعم البدل کی مزید پیشکش...... ادھر جب حضرت سعد ابن عبادہؓ اور ان کے بیٹے قیس کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا ناشتے اور زادِ راہ کا سامان گم ہو گیا ہے تو وہ دونوں اپنے پاس سے سامان لے کر آئے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا:-

"یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا زادِ راہ گم ہو گیا ہے اس لئے اس کی جگہ ہم یہ ناشتے کا

سامان لائے ہیں!"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ نے ہمارا زادراہ بھیج دیا ہے اس لئے تم دونوں اپنا لایا ہوا یہ زادراہ واپس لے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔"

مکہ میں داخلہ...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ذی طویٰ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور اس رات وہیں قیام فرمایا پھر آپ ﷺ نے وہیں صبح کو غسل فرمایا اور صبح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور مکہ کے سامنے پڑاؤ کیا۔ پھر دن میں چاشت کے وقت آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ ثنیۂ علیا سے داخل ہوئے جسے ثنیۂ کداء کہا جاتا تھا (اور جو ایک ٹیلہ تھا)

ابو عبیدہ کے قول کے مطابق یہ لفظ کداء نحوی لحاظ سے غیر منصرف ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے مکہ کے قبرستان فعلات میں داخل ہوتے تھے۔ اسی قبرستان کو اب حجون کہا جاتا ہے اور فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ یہیں سے مکہ میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اگلے دن آپ ﷺ صبح کے وقت باب عبد مناف سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اس باب عبد مناف کو ہی باب بنی شیبہ کہتے تھے جو اب باب السلام کے نام سے مشہور ہے۔

منزل مراد اور اس کی دعا...... رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفاً وَّتَعْظِیْماً وَّمَھَابَةً وَّبِرّاً وَزِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَکَرَمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفاً وَّتَکْرِیْماً وَّتَعْظِیْماً وَّبِرّاً

ترجمہ : اے اللہ! اس گھر کی عزت و عظمت اور دبدبہ و خیر کو روز افزوں فرما اور اس کا حج یا عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی عزت و عظمت کرتے ہیں ان کے مرتبے و عزت و عظمت اور خیر و صلاحیت میں دن دونی ترقی عطا فرما۔

زیارت بیت اللہ پر دعا...... مسند امام شافعیؒ میں وہ سعید ابن سالم سے اور وہ ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ کو دیکھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھا کرتے (جو پیچھے ذکر ہوئی)

ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے بعد بیت اللہ کو دیکھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ . الخ

ترجمہ : اے اللہ! تو خود سلامتی والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی آتی ہے پس اے ہمارے پروردگار تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ اس گھر کی عزت و عظمت۔ وغیرہ وغیرہ

پیدل طواف...... پھر مسجد حرام میں داخل ہونے پر آپ ﷺ نے پیدل چل کر بیت اللہ کے سات طواف یعنی چکر کیے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم سورج کے اٹھنے پر مکہ میں داخل ہوئے آنحضرت ﷺ سیدھے حرم کے دروازے پر آئے وہاں آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

آنحضرت ﷺ پر کیفیت گریہ...... آپ ﷺ نے حجر اسود سے ابتداء کی (یعنی سب سے پہلے اس پر گئے) اور اسے چھوا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے طواف میں تین چکر رمل کے ساتھ یعنی سینہ نکال کر کئے اور باقی چار چکروں میں معمولی چال سے چلے۔

حجر اسود کو بوسہ...... طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حجر اسود کو چوما اور اپنے دونوں ہاتھ اس پر رکھے اور پھر ہاتھوں کو چہرۂ مبارک پر پھیرا۔ اس روایت کو بیہقی نے سنن کبریٰ میں عمدہ سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ناسازیٔ طبع اور سواری پر طواف...... ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی جدعاء پر بیٹھے بیٹھے ہی طواف کیا تھا۔ کیونکہ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو آپ ﷺ کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ پہنچے تو آپ ﷺ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے آپ ﷺ نے اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے ہی طواف کیا۔ جب رکن یمانی پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اسے اپنی ڈھال سے چھوا طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے سواری کو بٹھایا اور دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔ مگر اس روایت کو رد کیا گیا ہے کہ یہ حدیث صرف یزید ابن زیاد نے ہی بیان کی ہے اور وہ کمزور راوی ہے۔

ادھر حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ واقعہ حجتہ الوداع کے موقعہ کا ہے اور اس حج کے تین طوافوں میں سے پہلے طواف کا بھی نہیں ہے وہ تین طواف طواف قدوم، طواف افاضہ اور طواف وادع ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ صورت پہلے طواف میں نہیں ہوئی بلکہ اس کے علاوہ طواف افاضہ یا طواف وداع میں ہوئی ہے۔

لہٰذا اب یہ بات نہ تو اس حدیث کے خلاف رہی جو حضرت جابرؓ سے پیچھے روایت ہوئی ہے اور نہ مسلم میں جابرؓ ہی کی اس روایت کے خلاف پڑتی ہے جس میں ہے کہ حجتہ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا تا کہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیں اور آپ ﷺ سے پوچھ سکیں۔

کیفیت طواف...... پیچھے یہ قول گزرا ہے کہ آپ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا یعنی تیزی کے ساتھ چلے باوجودیکہ آپ کے ﷺ قدم قریب قریب ہی پڑرہے تھے۔ اور چار چکروں میں آپ ﷺ سکون کے ساتھ چلے۔ ان میں سے ہر چکر میں آپ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کو چھوتے تھے۔ (رمل کا مطلب اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلنا ہے)

طواف میں رمل کی ابتداء و حکمت...... رمل کی ابتداء عمرۂ قضا میں ہوئی تھی جب کہ مشرکوں نے مسلمانوں کے متعلق آپس میں کہا تھا کہ۔ کل تمہارے سامنے ایسے لوگ آئیں گے جنہیں یثرب کے بخار نے چاٹ لیا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو رمل کا حکم دیا تا کہ مشرکین ان کے حوصلے اور ہمت کو دیکھیں۔ چنانچہ جب مشرکوں نے مسلمانوں کو اس طرح چلتے دیکھا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

"ان ہی لوگوں کے بارے میں تم یہ کہتے تھے کہ انہیں یثرب کے بخار نے چاٹ لیا ہے۔ یہ لوگ تو کہیں زیادہ طاقتور معلوم ہوتے ہیں!"

جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا ہے پھر جب حجتہ الوداع کا یہ موقعہ آیا تو اس وقت بھی سب نے اسی طرح رمل کیا اور یہ عمل ایک سنت بن گیا۔

(قال) یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور پھر بوسہ دیا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حجر اسود کو ہتھیلی کے نچلے حصہ سے چھوا اور پھر ہتھیلی کو بوسہ دیا۔

کیا رکن یمانی کو بوسہ دیا گیا...... مگر یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رکن یمانی کو چوما ہو یا اسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کو ہاتھ سے چھونے کے بعد ہاتھ کو چومنا مستحب ہے۔

امام شافعیؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کی طرف رخ کیا۔ اسے چھوا اور پھر اس پر دیر تک اپنے ہونٹ رکھے۔

حجر اسود پر دعائے نبوی...... آنحضرت ﷺ جب حجر اسود کو چھوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ قرآنی دعا پڑھا کرتے تھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ الآیہ (سورۃ بقرہ، پ ۲، ع ۲۵، آیت ۲۰۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔

کعبہ کے گرد طواف کے دوران اس موقعہ کے سوا آنحضرت ﷺ سے کوئی اور ذکر ثابت نہیں ہے اسی طرح حجر اسود کے سامنے جو دو رکن ہیں آپ ﷺ کا ان کو چھونا ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں۔

حجر اسود کے لئے زور آزمائی کی ممانعت...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-

"تم ایک طاقتور آدمی ہو اس لئے حجر اسود کے پاس زور آزمائی نہ کیا کرو جس سے کمزور لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر تم دیکھو کہ حجر اسود کے پاس جگہ خالی ہے تو اسے چھو لیا کرو۔ ورنہ اس کی طرف صرف رخ کر کے تکبیر اور تہلیل کر لیا کرو!"

ہجوم کے وقت چھونا ضروری نہیں...... ہمارے بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کسی کو حجر اسود کو چھونا مشکل ہو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ تکبیر و تہلیل کرے۔ (اس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کا وہ حکم ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو دیا تھا)

طواف کے بعد دوگانہ...... پھر طواف سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ ﷺ، مقام ابراہیم اور کعبہ کے درمیان اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ ﷺ نے اس دروازے کی طرف رخ کیا جہاں اب مقام ابراہیم ہے۔ خلف مقام یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہونے سے یہی مراد ہے ان دو رکعتوں میں آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھیں۔

چاہ زمزم نورٌ علی نور...... پھر رسول اللہ ﷺ چاہ زمزم کے حصے میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے لئے کنویں میں سے ایک ڈول پانی کھینچا گیا آپ ﷺ نے ڈول میں سے زمزم پیا اور پھر اس میں کلی کر کے ڈول کا پانی واپس کنویں میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا:-

"اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ اس عمل کو بھی حج کا ایک رکن بنالیں گے تو میں خود ایک ڈول پانی کھینچتا۔"

فتح مکہ کے بیان میں ایک روایت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

"اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ بنی عبدالمطلب اس عمل کو صرف اپنا شرف بنالیں گے تو وہ ایک ڈول اس میں سے خود کھینچتا!"

صفا و مروہ کی سعی...... آپ ﷺ کے لئے حضرت عباسؓ نے ڈول کھینچا۔ غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس حجر اسود پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اس کو چھوا پھر آپ ﷺ صفا پہاڑی کی طرف چلے۔ آنحضرت ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ یعنی تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار دین خدا وندی ہیں۔ ان میں یعنی دونوں پہاڑیوں میں سے جس پہاڑی کے نام سے اللہ نے ابتداء فرمائی ہے تم بھی (اپنی سعی کی) ابتداء اسی سے کرو!"

کیا سعی پیدل کی گئی...... غرض آپ ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے سات مرتبہ سعی کی۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ مکہ میں پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے جو سعی فرمائی وہ آپ ﷺ نے پیدل کی تھی سواری پر نہیں کی تھی۔ لہٰذا اس سعی کی روایت میں اونٹ کا ذکر کسی راوی کی غلطی سے ہوا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں بعض دوسری کتابیں بھی دیکھیں۔ چنانچہ ایک جگہ ہے کہ حضرت جابرؓ وغیرہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ پیدل تھے اور شاید اتنا کلمہ۔ صفا اور مروہ کے درمیان۔ اس روایت میں غلطی سے شامل ہو گیا ہے۔ یا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان کچھ چکر تو پیدل کئے لیکن جب لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا تو باقی چکر آپ ﷺ نے سواری پر بیٹھ کر کئے۔

کیا سواری پر سعی مسنون ہے...... اسی کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کی قوم کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صفا و مروہ کے درمیان سواری پر بیٹھ کر سعی کرنا سنت ہے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا! "وہ لوگ ٹھیک بھی کہتے ہیں اور غلط بھی!"

لوگوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ بات ٹھیک بھی ہو اور غلط بھی۔ انہوں نے فرمایا:-

"اس حد تک تو وہ ٹھیک کہتے ہیں کہ سعی سنت ہے لیکن اس حد تک یہ بات غلط ہے کہ سعی میں سواری پر ہونا سنت ہے۔ کیونکہ سنت دراصل سعی میں پیدل چلنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سعی میں پیدل چلے تھے مگر لوگ آپ ﷺ کے گرد ہجوم کرنے لگے جو یہ کہتے جاتے تھے کہ یہ محمد ہیں۔ یہ محمد ہیں۔ یہاں تک کہ گھروں میں کی عورتیں تک نکل آئیں۔ اور آنحضرت ﷺ یہ نہیں کرتے تھے کہ اپنے سامنے سے لوگوں کو دھکیل دیں۔ آخر جب بھیڑ بہت بڑھ گئی تو آپ ﷺ سواری پر سوار ہو گئے!"

اس روایت سے گزشتہ اختلاف دور ہو جاتا ہے اور جن احادیث سے پیدل چلنا ثابت ہے ان کے ساتھ ان دوسری احادیث کی موافقت ہو جاتی ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سواری پر بیٹھ کر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی۔

کیفیت سعی...... رسول اللہ ﷺ سعی کے دوران تین پھیروں میں تیز چلتے تھے اور چار میں عام رفتار سے چلتے تھے۔ نیز آپ ﷺ صفا پر چڑھتے تھے اور کعبے کی طرف منہ کر لیتے تھے اس کے دوران آپ ﷺ اللہ کی توحید بیان کرتے جاتے تھے اور تکبیر کہہ رہے تھے جس کے الفاظ یہ تھے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

تکبیر و تہلیل...... ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو تن تنہا ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنے بندہ کی مدد کی اور جس نے تن تنہا لشکر احزاب کو شکست

دی یعنی بغیر خوں ریزی کے انہیں خوار و ذلیل کیا۔

پھر آپ ﷺ نے مروہ پر پہنچ کر بھی اسی طرح کیا یہاں یہ قول گذرا ہے کہ آنحضرت ﷺ سعی کے دوران تین پھیروں میں تیز چلے اور باقی چار میں عام رفتار سے چلے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت بیت اللہ کے طواف میں ہوتی ہے صفاء و مروہ کی سعی میں نہیں ہوتی۔

طواف قدوم اور سعی...... یہاں اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے طواف قدوم کے بعد سعی بھی کی۔ جبکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حج کیا تو مکہ پہنچ کر سب سے پہلے جس چیز سے ابتدا کی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے تین تین بار ہاتھ منہ دھو کر وضو کیا اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس روایت میں سعی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ الآیۃ (سورۂ بقرۃ، پ ۲، ع ۱۹، آیت ۱۵۸)

ترجمہ: تحقیقا صفا اور مروہ منجملہ یادگار دین خداوندی ہیں۔

رسم جاہلیت اور صفا و مروہ...... اس ارشاد باری کے نزول کے سلسلے میں مسلم میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مہاجرین ساحل سمندر پر دو بتوں کی عبادت کے لئے چاند نکلنے کے وقت ان کا احرام باندھا کرتے تھے ان بتوں کے نام اساف اور نائلہ تھے۔ پھر یہ لوگ وہاں سے واپس آکر صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے اور اس کے بعد سر منڈاتے۔ جب اسلام آگیا تو صفا اور مروہ کے درمیان طواف یعنی پھیرے۔

صفا و مروہ کی اہمیت...... کرنا انہیں اچھا نہیں لگا انہوں نے سوچا کہ یہ زمانۂ جاہلیت کی حرکت ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تحقیقا صفا اور مروہ منجملہ یادگار دین خداوندی ہیں۔

صفا و مروہ اور انصار...... ایک قول کے مطابق اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ انصار زمانۂ جاہلیت میں منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے اور جو شخص منات کے نام کا احرام باندھ لیتا تھا وہ صفا و مروہ کا طواف یعنی سعی نہیں کرتا تھا۔

جب یہ حضرات مسلمان ہوگئے تو انہوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تحقیقا صفا اور مروہ منجملہ یادگار دین خداوندی ہیں (یہاں لفظ مہاجرین اور لفظ انصار سے مراد یہ ہے کہ وہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد مہاجرین اور انصار کہلائے)

غیر ہدی والے احرام سے حلال...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو احرام کھول دینے کا حکم دیا جن کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کے جانور نہیں تھے چاہے انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا بھی نہ ہو یعنی چاہے انہوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ حکم سنا بھی نہ ہو کہ جس کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور نہیں ہے وہ عمرہ کا احرام باندھے۔ اور یہ حکم نہ سننے کے نتیجہ میں اس نے حج کا احرام قارن کے طور پر یا مفرد کے طور پر باندھا ہو۔

صحابہ میں طلحہؓ و علیؓ کے ساتھ ہدی...... علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں سوائے حضرت طلحہؓ کے کوئی ایسا نہیں تھا جس کے ساتھ ہدی کا جانور رہا ہو۔ اس طرح حضرت علیؓ کے ساتھ بھی ہدی کا جانور تھا وہ یمن سے آکر حج میں شریک ہوئے تھے اس روایت میں جو شبہ ہے وہ آگے ذکر ہوگا۔

احرام سے فراغت سر منڈانے کے بعد...... رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو حلال ہونے کا م حکم دیا تھا

وہ حکم سر منڈانے یا بال کتروا دینے کے بعد کا تھا کیونکہ اس کے بعد ہی عمرہ کے ارکان پورے ہوئے اور اب اس کے لئے ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو ایک احرام والے کے لئے حرام ہے جیسے عورتوں سے ہمبستری کرنا، خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا۔

حج کا احرام یوم ترویہ میں...... حلال ہونے کے حکم کے ساتھ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ وہ ترویہ کے دن تک اسی طرح بغیر احرام کے رہیں۔ ترویہ کا دن آٹھ ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھیں۔

ترویہ نام کی وجہ...... اس دن کو یوم ترویہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کو اہل عرب پانی کھینچا کرتے تھے اور اسے اپنے ساتھ مکہ سے عرفات لے جایا کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں عرفات میں پانی میسر نہیں تھا (لہٰذا حاجی لوگ پانی جمع کر کے مکہ سے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ترویہ کے معنی سفر میں پانی ساتھ لے جانے کے ہیں)

ہدی والے احرام باقی رکھیں...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے دوسرا حکم یہ دیا کہ جس کے ساتھ ہدی کا جانور ہے وہ اپنے احرام کو برقرار رکھے یعنی قارن کے طور پر یا مفرد کے طور پر۔ یہاں تک کہ کسی نے کہا کو جو معاملہ بعد میں پیش آیا اگر وہ مجھے پہلے سے معلوم ہو تا تو میں ہدی کا جانور لے کر نہ آتا (یعنی وحی کا نزول اور احرام کے متعلق اللہ کے فیصلے کا علم بعد میں ہوا ورنہ میں بھی ہدی نہ لاتا اور سب کے جیسا احرام باندھتا)

(قال) ایک روایت ہے کہ یہ قول خود رسول اللہ ﷺ کا ہے چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی سعی پوری کر لی تو فرمایا :-

"اگر یہ بات مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں ہدی کا جانور نہ لاتا اور اپنے احرام کو بھی عمرہ کا کر لیتا۔

صحابہ کا تذبذب...... یہ بات آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے جواب میں کہی تھی۔ بعض صحابہ کی یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تھی کہ ہم منیٰ کو جا رہے ہیں حالانکہ ہم میں ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ذکر یعنی عضو تناسل سے منی کے قطرے ٹپک رہے ہیں ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہماری شرم گاہوں سے منی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ یعنی اپنی عورتوں سے ہمبستری کر چکے ہیں۔

اس روایت میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ حج کا احرام باندھے بغیر منیٰ جا ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کو مکہ سے احرام باندھنا تھا اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ہم حج کا احرام باندھنے کے بعد کیسے عورتوں کے ساتھ ہمبستری کر سکیں گے اور حج کا احرام باندھنے کے بعد اسے کس طرح عمرہ کا کر لیں گے۔ آگے ایک روایت سے بھی اسی مراد کا اندازہ ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو تذبذب پر گرانی...... حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ غصہ میں تھے۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو کس نے ناراض کیا خدا اسے جہنم میں داخل فرمائے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا :-

"تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کا حکم دیا لیکن وہ اس میں تردد اور تذبذب کر رہے

ہیں۔1"

آنحضرت ﷺ کے افسوس کا سبب...... آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد جو گذرا ہے کہ اگر میں اس بات کو پہلے سے جانتا ہوتا یہ دراصل دینی امور میں سے ایک امر اور شریعت کی ایک مصلحت کے فوت ہو جانے پر افسوس کا اظہار ہے۔ امام احمدؒ یہی فرماتے ہیں کیونکہ وہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تمتع کا احرام افضل ہے۔ اس بات کی تردید میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تمتع کے فوت ہو جانے پر جو سب سے افضل ہے افسوس کا اظہار نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کو صحابہ کے لئے تمتع کی بناء پر افسوس ہوا کیونکہ انہیں یہ بات شاق گزر رہی تھی کہ آنحضرت ﷺ تو اپنے احرام میں باقی اور اسکی وجہ سے پابند ہیں اور ہم لوگ احرام سے حلال ہو کر اسکی پابندی سے آزاد ہو گئے ہیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے صحابہ کو یہ بات شاق گزر رہی تھی

تشریح: یہاں آنحضرت ﷺ نے لفظ "اگر" کے ذریعہ حسرت اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اگر یہ معاملہ پہلے سے جانتا جو بعد میں پیش آیا تو میں ہدی کا جانور نہ لاتا اور ویسا ہی احرام باندھتا جیسا سب مسلمانوں نے باندھا ہے اور اس وقت سب کی طرح میں بھی احرام سے حلال ہو جاتا۔

یہ لفظ "اگر" حسرت و تمنا کا اظہار کیا کرتا ہے جیسا کہ اسکی مثال میں غالب کا ایک شعر پیش کیا جا سکتا ہے ۔

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو یوں ہوتا

گذشتہ روایت میں آنحضرت ﷺ نے لفظ اگر کے ذریعہ ایک فوت شدہ بات پر افسوس ظاہر فرمایا ہے جبکہ خود آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد ہے جس میں اس طرح اگر مگر کے ذریعہ حسرت و تمنا ظاہر کرنے کی برائی بیان فرمائی گئی ہے۔

ایک حدیث صحیح میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

"لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ

یعنی لفظ "اگر" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔

لہٰذا یہاں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ روایت تو خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے خلاف ہو جاتی ہے مگر اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ شیطانی عمل کا دروازہ کھولنے والا وہ اگر ہوتا ہے جو دنیوی لطف و عیش کے فوت ہو جانے پر بولا جائے اور اس کے ذریعہ حسرت و افسوس ظاہر کیا جائے۔ (تشریح ختم)

جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ لفظ "اگر" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے تو اس کی وجہ سے گذشتہ روایت پر کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لفظ "اگر" کے ذریعہ دنیا کا حظ اور لطف فوت ہونے پر افسوس ظاہر کرنا شیطانی عمل کا درواہ کھولتا ہے لہٰذا یہ بات پہلے قول کے مخالف نہیں ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا :-

"لوگو! تم جانتے ہو کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا اور اس کے لئے

سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوں۔ جو کچھ بعد میں پیش آیا اگر وہ مجھ پر پہلے ظاہر ہو جاتا تو میں ہدی کا جانور لے کر نہ آتا اور احرام سے حلال نہ ہوتا۔

نیت احرام بدلنے پر تأمل...... ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا :-

"ہم اس احرام کو عمرہ کا کیسے کرلیں جبکہ ہم نے اسے حج کے نام سے باندھا ہے"

آنحضرت ﷺ کی وضاحت...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :-

"جو کچھ میں نے تمہیں حکم دیا ہے اسی کے مطابق کرو اور اپنے احراموں کو حج کے بجائے عمرہ کا کرلو۔ اگر میں ہدی کا جانور لے کر نہ آیا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا جیسا تمہیں حکم دے رہا ہوں۔

چنانچہ سب نے حکم کی تعمیل کی اور جو احرام باندھے تھے ان کے لئے حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کی نیت کرلی۔

ہدی لانے والے صحابہ...... اس سفر میں جن لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور تھا ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ تھے۔ حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکہ پہنچ کر حج میں شریک ہوئے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔

کیا حضرت علیؓ ہدی نہیں لائے...... مگر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سوائے آنحضرت ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے کسی کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں بھی بیان ہوا ہے) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا :-

" جاؤ جاکر بیت اللہ کا طواف کرو اور اسی طرح حلال ہو جاؤ جس طرح تمہارے ساتھی (احرام سے) حلال ہوئے ہیں۔"

احرام کھولنے پر علیؓ کا تردد...... حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ایسا ہی احرام باندھا ہے جیسا آپ کا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا جاؤ اسی طرح حلال ہو جاؤ جیسے تمہارے ساتھی حلال ہوئے ہیں۔

حضرت علیؓ نے کہا :-

"یا رسول اللہ! جب میں نے احرام باندھا تھا تو اس کی نیت کرتے ہوئے یوں کہا تھا کہ اے اللہ! میں اسی نیت کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ تیرے نبی، تیرے بندے اور تیرے رسول محمد ﷺ نے احرام باندھا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے ہدی میں شرکت...... آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ساتھ ہدی کا کوئی جانور ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنے ہدی میں شریک کرلیا اور حضرت علیؓ نے اپنا احرام برقرار رکھا یہ روایت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کا احرام حج کا تھا۔

علی کا ہدی پہنچنے میں تاخیر...... پیچھے روایت گذری ہے کہ حضرت علیؓ یمن سے مکہ آکر حج میں شریک ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی کا جانور تھا اور دوسری یہ روایت ہے کہ ان کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا ان دونوں روایتوں میں اس طرح موافقت ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ تو پہلے آگئے تھے اور ان کا ہدی کا جانور کچھ دن بعد مکہ پہنچا تھا کیونکہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس جلد سے جلد پہنچنا چاہتے تھے لہٰذا وہ پہلے روانہ ہوگئے اور اپنے لشکر پر ایک ساتھی کو اپنا قائم مقام بنا دیا تاکہ وہ تیاری اور انتظام کر کے بعد میں روانہ ہوں۔ ہدی کا جانور بھی

لشکر کے ساتھ تھا اور آنحضرت ﷺ سے گفتگو کے وقت تک لشکر اور ہدی کا جانور نہیں پہنچا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے کل ہدی کا جانور...... اس بات کی تائید ایک دوسرے قول سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے اور حضرت علیؓ کے ساتھ یمن سے ہدی کے جو جانور آئے تھے ان کی مشترک تعداد سو تھی۔ یعنی علیحدہ علیحدہ تعداد اس طرح تھی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو جانور تھے ان کی تعداد تریسٹھ تھی اور حضرت علیؓ کے ساتھ والے جانوروں کی تعداد غالباً سینتیس تھی۔

یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں جاتی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے ہدی کے جانوروں میں شریک کر لیا تھا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا اس احتمال پر کر لیا ہو کہ کہیں حضرت علیؓ کے آنے والے جانور راستے میں ضائع نہ ہو جائیں یا وقت پر نہ پہنچ سکیں۔

حضرت علی کا احرام...... اس سلسلے میں بخاری کی جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ یمن سے مکہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:-

"علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا:-

"جس چیز کا احرام نبی ﷺ نے باندھا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا:-

"بس تو قربانی کرنے تک احرام کی حالت میں اسی طرح رہنا جیسے اب ہو۔"

یمن کو تبلیغی جماعت...... جیسا کہ پیچھے گذرا ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کو یمن میں قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجا تھا تا کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت خالدؓ کے ساتھ یمن گئے تھے۔

خالد کی جگہ علی امیر جماعت...... ہم لوگ وہاں چھ مہینے تک رہے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر وہ لوگ نہیں مانے پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ خالد ابن ولیدؓ کو واپس بھیج دیں اور خود ان کی جگہ سنبھال لیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا! "خالد کے ساتھیوں سے کہہ دینا کہ ان میں سے جو تمہارے ساتھ وہاں ٹھہرنا چاہئے وہ ٹھہر جائے اور جو چاہے وہ واپس آجائے"

حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ وہیں ٹھہر گئے تھے۔ اس کے بعد جب ہم قبیلہ ہمدان کے قریب پہنچے تو وہ ہمارے مقابلے کے لئے سامنے آگئے۔ حضرت علی نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہمیں ایک قطار میں صف بندی کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

یمنی قبیلہ ہمدان کا اسلام...... اس کے بعد حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ہمدانیوں کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس پر قبیلہ ہمدان اسی وقت سارا سارا مسلمان ہو گیا حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے نام خط روانہ کیا جس میں ہمدانیوں کے اسلام کی اطلاع تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے خط پڑھ کر سجدۂ شکر ادا کیا پھر سجدے سے سر اٹھا کر آپ ﷺ نے فرمایا "ہمدان پر سلامتی ہو...... ہمدان پر سلامتی ہو......!"

جن صحابہ کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تھے جب وہ یمن سے مکہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جس

چیز کا احرام نبی ﷺ نے باندھا ہے آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ ہدی کا جانور ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! پھر ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔

شیخین کی روایت کے مطابق ابو موسیٰ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کا ہے کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اسی کا جسکا احرام نبی نے باندھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا :-

"تب تم نے بہت اچھا کیا۔ اب تم بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو اور پھر سر منڈانے یا بال کم کرانے کے بعد حلال ہو جاؤ۔"

اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا احرام آیا صرف حج کا تھا یا حج اور عمرہ کا۔ اب اس بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو موسیٰ کو یہ اجازت دی کہ وہ اپنے احرام کو حج سے فسخ کر کے عمرہ کا کر لیں جیسا کہ آپ ﷺ اپنے دوسرے ایسے صحابہ کو حکم دیا تھا جن کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا لیکن انہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔

اُمّہات المومنین کے احرام...... جن صحابہ کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا ان میں اُمّہات المومنین بھی تھیں چنانچہ انہوں نے مطلق احرام باندھے تھے اور پھر (آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر) اپنے احراموں کے لئے عمرہ کی نیت کر لی تھی یا انہوں نے تمتع کے احرام باندھے تھے۔ البتہ حضرت عائشہؓ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ انہوں نے عمرہ کے بعد حج کی نیت کر لی تھی جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

صاحبزادی فاطمہؓ کا احرام...... جن لوگوں نے طواف و سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیئے تھے ان میں آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی تھیں کیونکہ ان کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ بھی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ احرام سے حلال...... جب حضرت فاطمہؓ نے اپنا احرام کھولا تو حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس بات کی شکایت کی کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ نے زرد رنگے ہوئے کپڑے پہن رکھے ہیں اور آنکھوں میں سرمہ لگا لیا ہے حضرت علیؓ نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ مجھے میرے والد محترم نے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت فاطمہؓ کی شکایت لے کر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ کی بات کی تصدیق کی کہ آپ ﷺ نے ہی ان کو ایسا حکم دیا تھا آپ ﷺ نے حضرت علی کی شکایت کے جواب میں فرمایا۔ علی وہ ٹھیک کہتی ہے وہ ٹھیک کہتی ہے۔ وہ ٹھیک کہتی ہے میں نے ہی اسکو یہ حکم دیا تھا۔

حضرت سراقہ ابن مالک نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا :-

"یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے تمتع کا یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟"

حج کے ساتھ عمرہ کا دائمی شمول...... آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں آپس میں پیوست کر کے فرمایا :-

"نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج میں عمرہ کو قیامت تک کے لئے اسی طرح داخل کر دیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں پھنسائیں اور دو مرتبہ فرمایا کہ اس طرح عمرہ کو حج

میں داخل کردیا گیا ہے ابد الآباد یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے"

تمتع لغوی...... آنحضرت ﷺ کا جو یہ جواب ہے کہ عمرہ کو حج میں داخل کردیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے کی مراد یہاں تمتع سے حقیقت میں تمتع نہیں ہے بلکہ قران کا احرام ہے کیونکہ تمتع کی حقیقت یہ ہے کہ عمرہ کے ارکان سے فارغ ہو کر حج کے احرام کی نیت کرلی جائے۔

مگر بعض صحابہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سعی کے آخری پھیرے کے بعد مروہ کی پہاڑی پر یہ ارشاد فرمایا:۔

"اگر میں اپنے معاملات میں آزاد ہوتا تو پیچھے نہ ہٹتا۔ میں ہدی لے کر نہ آتا اور اپنے احرام کو عمرہ کا کر لیتا للہذا تم میں جس کے پاس ہدی کا جانور نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور احرام کو عمرہ کا کرلے"

یہ سن کر حضرت سراقہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ یارسول اللہ! یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے، للہذا سراقہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع سے ان کی مراد حقیقت میں تمتع کا احرام ہی ہے۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ کا اس پر یہ جواب مناسب حال نہیں رہتا کہ میں نے عمرہ کو ہمیشہ کے لئے حج میں داخل کردیا ہے للہذا مراد یہی ہو سکتی ہے کہ چونکہ احرام حج کی نیت کو بدل کر احرام عمرہ کی نیت کرلی گئی اس لئے احرام حج کے باوجود عمرہ ہی ادا ہوا۔

تبدیلی نیت کن کے لئے...... یہ مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ اس ساری تفصیل کے مطابق آنحضرت ﷺ نے یہی حکم دیا تھا کہ جن لوگوں کے پاس ہدی کے جانور نہیں ہیں اور انہوں نے حج کا احرام باندھا ہے وہ لوگ اپنے احراموں کی نیت تبدیل کر کے انہیں عمرہ کا احرام کرلیں۔

کیا یہ حکم اس سال کے لئے خاص تھا...... اس بارے میں ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے یہ جواب دیا ہے کہ حج کی نیت کو فسخ کر کے عمرہ کی نیت کرلینا فقط اس سال کے لئے صحابہ کی خصوصیت تھی (یعنی یہ حکم صرف اس سال صحابہ کے لئے خاص تھا) تاکہ زمانۂ جاہلیت کے عقیدہ کی مخالفت ہو جائے کیونکہ جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا حرام ہے وہ کہتے تھے کہ ایسا کرنا سب سے بڑی برائی ہے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعیؒ اور سلف و خلف کے تمام جمہور علماء کا ہے۔

صحابہ کے لئے خاص یا دائمی حکم...... مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حج کی نیت فسخ کر کے احرام کو عمرہ کے لئے کرلینا صرف حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کے لئے ہوا ہے مگر امام احمد بن حنبلؒ اور اصحاب ظاہر میں سے ایک جماعت نے اس رائے کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم فقط اس سال کے لئے۔ اور صرف صحابہ کے لئے مخصوص نہیں تھا بلکہ قیامت تک ہر شخص کے لئے باقی ہے للہذا آج بھی ہر اس شخص کے لئے یہ بات جائز ہے جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور اس نے حج کا احرام باندھ لیا ہو۔ کہ وہ اپنے احرام کو حج سے بدل کر عمرہ کا کرلے اور عمرہ کے ارکان ادا کر کے حلال ہو جائے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت سراقہ کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ حج کے موسم میں عمرہ کا جواز آیا صرف اس سال کے لئے ہے یا قیامت تک کے لئے ہے۔ مگر پھر یہاں بھی وہی اشکال پیدا ہوگا جو پہلے بیان ہوا کہ اگر سراقہ کی مراد یہ تھی تو پھر آنحضرت ﷺ کا یہ جواب سوال کے مطابق نہیں رہتا کہ عمرہ کو حج میں داخل کرلیا گیا ہے۔

منیٰ کو روانگی...... غرض اسکے بعد ترویہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ تمام لوگ منیٰ کو روانہ ہوئے۔ ترویہ کا دن ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوتی ہے اس روانگی کے وقت ان تمام لوگوں نے حج کا احرام باندھا جو عمرہ کر کے احرام سے حلال ہو چکے تھے۔

منیٰ میں نمازیں...... منیٰ میں آنحضرت ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور یہ رات وہیں گذاری یہ جمعہ کی رات تھی پھر آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز بھی منیٰ میں ہی پڑھی اور سورج طلوع ہونے کے بعد وہاں سے آپ ﷺ عرفات کو روانہ ہوئے۔

عرفات کو روانگی...... آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آپکے لئے اونٹ کے بالوں کا ایک قبہ بنادیا جائے پھر آپ ﷺ عرفات کے میدان میں پہنچ کر اس قبہ میں ٹھہرے یہاں تک کہ جب سورج زوال پر آگیا تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء کے لانے کا حکم دیا یہ لفظ قصواء قاف پر زبر اور واؤ پر مد کے ساتھ ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ قاف پر پیش اور واؤ پر مد نہیں بلکہ قصر ہے مگر یہ قول غلط ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

وادیٔ عرفات میں خطبہ...... کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ قصواء۔ عضباء اور جدعاء ایک ہی اونٹنی کے مختلف نام تھے مگر اس قول کو تسلیم کرنے میں اشکال ہے جو ظاہر ہے غرض آپ ﷺ کے حکم پر اونٹنی لائی گئی اور آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے اندر پہنچے اور اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے ہی آپنے مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔

قوانین جاہلیت ختم کرنے کا اعلان...... اس خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے قتل وخون، مسلمانوں کے مال و دولت اور عزت و ناموس کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر حرام فرمایا نیز جاہلیت کے سود کو کالعدم قرار دے دیا سب سے پہلا سود جو آپ ﷺ نے ختم فرمایا وہ اپنے چچا حضرت عباس کا سود تھا اسی طرح آپ ﷺ نے جاہلیت کے زمانے میں کئے گئے خون معاف کرنے کا اعلان فرمایا اور سب سے پہلا خون جو آپ نے معاف فرمایا وہ اپنے چچا کے بیٹے ربیعہ ابن حرث کا خون تھا جو عبدالمطلب کا پوتا تھا ربیعہ کو بنی ہذیل نے قتل کیا تھا (یعنی آپ ﷺ نے امت کو یہ تعلیم اپنے گھرانے سے ابتدا کر کے اور سب سے پہلے خود عمل کر کے دی) آپ ﷺ نے فرمایا :-

خون مسلم کی حرمت...... "جاہلیت کے زمانے میں کئے گئے خون میں یہ پہلا خون ہے جس کے ساتھ ابتدا کرتے ہوئے میں اسے باطل قرار دیتا ہوں اب اسلام میں اس خون کے بدلے کا کوئی مطالبہ نہیں ہے"

احترام عورت اور اس کے حقوق...... اسی خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو عورتوں کے ساتھ احترام اور بھلائی کا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی ہاں اگر وہ کوئی ناجائز اور حرام کام کریں تو ان کو اس حد تک مارنے کی اجازت دی جہاں تک تکلیف دہ نہ ہو۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے نیک سلوک کے ساتھ ان کے نان نفقہ اور کپڑوں کا ذمہ دار ان کے شوہروں کو بنایا۔

دین پر جمے رہنے کی نصیحت...... رسول اللہ ﷺ نے اس خطبہ میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑے رہیں اور سنت رسول کی پیروی کرتے رہیں آپ ﷺ نے انہیں بتلایا کہ جو شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ نے حق تبلیغ ادا فرمادیا...... پھر آپ ﷺ نے خدا کو گواہ بنا کر لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے ان تک اللہ کا پیغام مکمل طور پر پہنچادیا؟ لوگوں نے اس کا اعتراف واقرار کیا تب آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا

کہ جو یہاں حاضر ہیں وہ غائب تک یہ پیغام پہنچادیں۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں فرمایا :-

"تمہارا خون اور تمہارا مال و متاع تم میں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے اس شہر، تمہارے اس مہینے اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ جاہلیت کے زمانے کی جتنی باتیں اور معاملات اس وقت موجود ہیں وہ میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں۔ جاہلیت کے تمام سود باطل ہیں سب سے پہلے میں جس سود کو باطل کرتا ہوں وہ عباس ابن عبد المطلب کا سود ہے۔ تم لوگ اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ ان کو تم نے اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔ ان کا نان نفقہ اور بھلائی کے ساتھ ان کا لباس اور کپڑے تمہارے ذمہ ہیں۔ تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے ؟"

صحابہ کا اعتراف اور گواہی...... لوگوں نے عرض کیا :-

"ہم گواہ ہیں کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور اپنا فرض پورا کر دیا اور ہمیں وعظ و تلقین فرمادی !"

تب آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کی اور پھر اسے لوگوں کی طرف گھما کر تین مرتبہ فرمایا :-

"اے اللہ ! تو گواہ رہ...... اے اللہ تو گواہ رہ...... اے اللہ تو گواہ رہ !"

ربیعہ کے ذریعہ اعلان...... حدیث میں آتا ہے کہ اس خطبہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ایک شخص نے یہ تمام باتیں جو آپ ﷺ نے فرمائیں تمام لوگوں میں پکار دیں یہ پکارنے والے شخص صفوان ابن امیہ کا بھائی ربیعہ ابن امیہ ابن خلف تھا یہ ایک بہت بلند آواز شخص تھا آنحضرت ﷺ ربیعہ سے فرماتے جاتے تھے کہ اے ربیعہ لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کا رسول ایسا ایسا کہتا ہے جو بیان ہوا۔ چنانچہ ربیعہ بلند آہنگی سے پکار کر وہ بات دہرا دیتا وہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کے سینے کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔

ربیعہ کی اسلام سے روگردانی...... یہ ربیعہ ابن امیہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں مرتد ہو گیا تھا یعنی اس نے اسلام چھوڑ دیا تھا۔ دراصل اس نے شراب پی لی تھی اور پھر سزا سے ڈر کر مدینہ سے بھاگ گیا اور ملک شام میں پہنچ کر پناہ گزین ہوا۔ پھر وہاں سے یہ رومی بادشاہ قیصر کے پاس پہنچا اور عیسائی ہو گیا اور اسی حالت میں اس کے پاس مر گیا۔

ربیعہ کی شراب نوشی...... حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ سے روایت ہے کہ ایک رات وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ کی جو کسی کے لئے گھوم رہے تھے۔ انہیں ایک گھر میں روشنی نظر آئی تو وہ دونوں اس کی طرف بڑھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ایک بند دروازے کے پیچھے کچھ لوگ جمع ہیں جو بلند آوازوں سے اول فول باتیں بک رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ کو علم...... حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ رسول ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کس کا مکان ہے ؟ انہوں نے عرض کیا نہیں :-

فاروق اعظمؓ نے فرمایا :-

"یہ ربیعہ ابن امیہ کا مکان ہے ان لوگوں نے اس وقت شراب پی رکھی ہے۔ اب ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے ؟"

ربیعہ کی جلاوطنی...... حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا :-

"میری رائے یہ ہے کہ اس وقت ہم ایک ایسی حرکت کر رہے ہیں جس سے حق تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ (قرآن پاک میں) منع فرمایا ہے کہ۔

وَلَا تَجَسَّسُوا پارہ ۲۶ سورۂ حجرات، ، ع ۲، آیت ۱۲)

ترجمہ: اور سراغ مت لگایا کرو۔

ربیعہ کا ایک خواب...... چنانچہ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ وہاں سے لوٹ آئے۔ اسکے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے ربیعہ کو مدینہ سے شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا مگر وہاں بھی اسکی وہی حالت رہی ادھر اس سے پہلے خود ربیعہ نے ایک دفعہ خواب دیکھا تھا کہ وہ ایک نہایت سرسبز و شاداب علاقے میں اور پھر اچانک وہاں سے نکل کر ایک انتہائی قحط زدہ اور بنجر علاقے میں پہنچ گیا پھر اس نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا کہ وہ ایک تخت کے پاس لوہے کی زنجیروں سے لوگوں کو حشر کی طرف گھیر رہے ہیں۔

تعبیر خواب اور کفر کی تیرگی...... ربیعہ نے یہ خواب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سنا کر تعبیر پوچھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا :-

"اگر تو اپنے خواب میں سچا ہے تو تو ایمان کی وادی سے نکل کر کفر کے اندھیروں میں گم ہو جائے گا اور جہاں تک میرا تعلق ہے (یعنی جہاں تک خواب کے اس حصے کا تعلق ہے جو تو نے میرے بارے میں دیکھا اسکی تعبیر یہ ہے کہ) وہ میرا دین یعنی دین کے لئے پختگی ہے جسکے ذریعہ گم کردہ راہ لوگوں کو حشر کی طرف گھیروں گا (جیسا کہ بعد میں صدیق اکبرؓ نے فتنۂ ارتداد کا شدید ترین مقابلہ کیا)"

آپ ﷺ یوم عرفہ میں روزہ دار نہیں تھے...... غرض پھر وہیں مکہ میں اُمّ فضل نے ایک پیالے میں آنحضرت ﷺ کے پاس دودھ بھیجا یہ اُمّ فضل حضرت عباسؓ کی بیوی اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی والدہ تھیں۔ آنحضرتؐ نے ان کا بھیجا ہوا دودھ وہیں لوگوں کے سامنے نوش فرمایا جس سے سب کو پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ اس دن روزے سے نہیں ہیں۔ یہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی دراصل لوگ اُمّ فضل کے پاس یوم عرفہ یعنی اس نویں تاریخ میں آنحضرت ﷺ کے روزوں کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔

عرفات میں روزہ غیر مستحب...... حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے یوم عرفہ میں عرفات کے میدان میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اسی حدیث سے ہماری شافعی فقہاء دلیل لیتے ہیں کہ یوم عرفہ میں یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو حاجی کے لئے روزہ رکھنا غیر مستحب ہے۔

جمع بین الصلوٰتین...... خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ اذان کے بعد بلال حبشیؓ نے تکبیر کہی اور ظہر کی نماز ہوئی اسکے بعد پھر تکبیر کہی اور عصر کی نماز ہوئی ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی اس طرح آپ ﷺ نے یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھیں۔

جمع حج کے لئے یا مسافرت کے لئے...... اسکی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ نے اتنا قیام نہیں فرمایا تھا جو مسافرت کو ختم کرنے والا ہو کیونکہ آپ ﷺ ذی الحجہ کی چار تاریخ کو مکہ میں داخل ہوئے تھے اور آٹھ تاریخ کو مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے اس طرح آپ نے مکہ کے قیام میں اکیس نمازیں پڑھیں جو چار تاریخ

کی ظہر کی نماز سے شروع ہوئیں اور آٹھویں تاریخ کی عصر پر ختم ہوئیں۔ ان نمازوں میں آپ ﷺ قصر فرماتے رہے۔ للذا یہاں عرفات میں آنحضرت ﷺ نے جو ظہر اور عصر کی نمازوں کو ایک وقت جمع کیا وہ مسافرت کی بنیاد پر کیا جیسا کہ جمہور علماء کی طرح امام شافعیؒ کہتے ہیں حج کے ارکان اور مناسک کے طور پر ان کو جمع نہیں کیا جیسا کہ بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں۔

شوافع کے قول پر ایک شبہ...... اقول !مؤلف کہتے ہیں۔ یہاں ایک اشکال ہوتا ہے۔ ہمارے شافعی فقہاء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں جمعہ نہیں پڑھا تھا حالانکہ آپ ﷺ کا اتنے دن قیام کرنے کا ارادہ تھا کہ اس مدت میں مسافرت کی حالت نہیں رہتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ یہاں وطنی قیام کے ارادے سے نہیں آئے تھے۔

آپ ﷺ مقیم تھے یا مسافر...... اس اشکال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ مکہ میں اتنی مدت قیام فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے جس میں حالت مسافرت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ کا مکہ میں قیام کا ارادہ دراصل حج اور اسکے ارکان یعنی وقوف عرفات اور رمی سے فارغ ہو کر مکہ سے واپس آنے کے بعد کے لئے ہو اور آپ ﷺ کی حالت مسافرت مکہ واپس پہنچے بغیر ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

قصر مسافر...... جس صورت کو ہمارے شافعی فقہاء نے دلیل بنایا ہے وہی زیادہ بہتر ہے جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے وطن اقامت کا ہونا واجب ہے جبکہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ وہ مسافر نہیں تھے کیونکہ انہوں نے اس جگہ کو وطن نہیں بنایا تھا۔

اس بارے میں امام شافعیؒ کی جو رائے ہے وہی زیادہ مناسب ہے کہ یہاں دونوں نمازوں کو جمع کرنا سفر کی وجہ سے تھا ارکان حج کے طور پر نہیں میں نے ایک جگہ پڑھا کہ ایک دفعہ امام مالکؒ نے امام ابو یوسفؒ سے ایک سوال کیا وہ ہارون رشید کے ساتھ حج کو گئے تھے۔ دونوں کی یہ گفتگو خلیفہ ہارون رشید کی موجودگی میں ہوئی تھی امام مالکؒ نے امام ابو یوسفؒ سے کہا۔

"جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں جو نماز پڑھی تھی اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں آیا آپ نے وہ جمعہ کی نماز پڑھی تھی یا ظہر کی نماز کو قصر کر کے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔

امام مالکؒ کی رائے...... ابو یوسف نے جواب دیا:-

آنحضرت ﷺ نے وہ جمعہ کی نماز پڑھی تھی کیونکہ اس نماز سے پہلے اس کے لئے آپ نے خطبہ دیا تھا۔

امام مالکؒ نے کہا:-

"آپ غلطی پر ہیں کیونکہ جہاں تک خطبہ کا تعلق ہے تو اگر سنیچر کے دن آپ ﷺ نے عرفات میں وقوف یعنی قیام فرمایا ہوتا تب بھی خطبہ دیتے!"

ابو یوسف نے پوچھا کہ پھر آپ نے وہ کون سی نماز پڑھی تھی؟ امام مالکؒ نے کہا:-

"وہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی تھی اور مسافرت کی وجہ سے قصر کر کے دو رکعتیں پڑھی تھیں کیونکہ اس نماز میں آپ ﷺ نے جہراً یعنی آواز کے ساتھ قرأت نہیں فرمائی تھی۔

امام مالک کی اس دلیل کو خلیفہ ہارون رشید نے بھی درست قرار دیا۔ واللہ اعلم۔

یوم عرفہ میں افضل ترین دعا...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر وہاں سے موقف میں آئے اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور زوال کے وقت سے لے کر غروب آفتاب تک آپ ﷺ دعا فرماتے رہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ عرفہ کے دن سب سے افضل دعا جو ہے..... اور اس دن جو کچھ میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے دعائیں کیں ان میں سب سے افضل۔ جیسا کہ بعض اور روایات سے ثابت ہے۔ یہ کلمات ہیں :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو اکیلا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ حکومت اسی کی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس روز آپ ﷺ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک یہ ہے :-

یوم عرفہ کی دوسری دعائیں...... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ وَسْوَسَةِ الشَّيْطَانِ وَ مِنْ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَ مِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، شیطانی وسوسوں سے دل کے وسوسوں سے غیر، مستقل مزاجی اور ہر شریر کے شر اور برائی سے۔

ایک اور دعا...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں جو دعائیں مانگیں ان میں یہ دعا بھی تھی :-

"اے اللہ! تو میرا کلام سن رہا ہے، میری حیثیت کو جاننے والا ہے اور میری مخفی اور عیاں سب باتوں سے واقف ہے۔ میری کوئی چیز تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے، میں ایک بھوکا فقیر ہوں جو تجھ سے مدد مانگتا ہوں، تیری پناہ چاہتا ہوں، میں ایک ایسا ڈرنے والا بندہ ہوں جسے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اقرار ہے میں تجھ سے ایک مسکین کا سوال کرتا ہوں، میں تیرے سامنے ایک گناہ گار ذلیل کی طرح گڑگڑاتا ہوں اور تجھ سے ایک ڈرنے والے انسان کی طرح دعا مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے حضور جھکی ہوئی ہے، آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں جسم خمیدہ ہے اور ناک زمین پر ہے۔ پروردگار مجھے میری دعاؤں میں ناکام نہ کیجئے، میرے ساتھ رحمت و کرم کا معاملہ فرمائیے اے کہ تیری ذات ہی سب سے بہتر ہے جس سے مانگا جا سکتا ہے اور تو ہی سب سے اچھا بخشش و عطا فرمانے والا ہے۔

عرفات میں خطبہ...... رسول اللہ ﷺ اسی طرح دعائیں مانگتے رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں سورج غروب ہو گیا اور شام کی زردی بھی جاتی رہی اسی دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔

اعلان حقوق...... چنانچہ شہر ابن حوشب حضرت عمرو ابن خارجہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یعنی ابن خارجہ کو عتاب ابن اسید نے ایک کام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اس وقت آنحضرت ﷺ عرفات میں وقوف یعنی قیام فرماتے تھے میں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور پھر آپ ﷺ کی اونٹنی کے نیچے اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اونٹنی کے منہ کا لعاب میرے سر پر گرنے لگا اس وقت میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

"لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کے حقوق متعین فرما دیئے ہیں لہٰذا وارث یعنی ترکہ چھوڑنے والے

کے لئے لولاد کے واسطے تقسیم مال کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں کے شوہر یعنی باپ ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا اور زناکار کو پتھر ملیں گے یعنی اس کو سنگسار کیا جائے گا۔ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا یا آزاد شدہ غلام نے کسی اور کو اپنا آقا بتلایا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی لور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ نیک کام میں اسکا کوئی خرچ یعنی صدقات قبول نہیں فرماتا"۔

حج ہو جانے کی شرط...... پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بخری علاقے کی ایک جماعت حاضر ہوئی ان لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ حج کس طرح کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ حج وقوف عرفات کا نام ہے جو شخص عرفہ کی رات گذار کر سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ میں پہنچ گیا اس نے بھی حج کو پالیا (یعنی اس کو بھی کم از کم حج کا ثواب ملا جائے گا) ایام منیٰ تین ہیں۔ لیکن جو شخص دو دن میں مکہ واپس آنے میں جلدی کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں ہے"

پورا عرفات موقف ہے...... پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ وقوف کیا لیکن پورا عرفات موقف یعنی وقوف کی جگہ ہے۔ مالکؒ نے مؤطا میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ۔ وَارْفَعُوْا عَنْ قَطْنِ عُرَنَةَ یعنی ۔وادی عرفہ سے اٹھ آؤ (وہاں قیام نہ کرو کیونکہ وہاں شیطان کے اثرات ہیں۔)

آیت تکمیل دین کا نزول...... بعض علماء نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مائدہ، پ۶، ع۱، آیت ۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

یہ آیت جمعہ کے دن عصر کے بعد نازل ہوئی تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے اور اپنی اونٹنی عضباء پر سوار تھے وحی کے بوجھ سے لونٹنی کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

اس یوم عرفہ کی ایک ندرت...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس روز یعنی اس یوم عرفہ میں اتفاق سے چار عیدیں جمع ہو گئیں۔ ایک تو مسلمانوں کی عید یعنی جمعہ کا دن لور اسی طرح یہودیوں عیسائیوں لور مجوسیوں کی عیدیں بھی اسی دن پڑ رہی تھیں اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مختلف قوموں اور ملتوں کی عیدیں اس طرح ایک ہی دن میں جمع ہوئی ہوں۔

آیت تکمیل دین پر عمرؓ کا گریہ...... جب یہ آیت نازل ہوئی جو گذشتہ سطروں میں بیان ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ عمر! تم کس لئے روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا:-

"میں اس لئے روتا ہوں کہ آج تک تو ہم زیادتی لور اضافے کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن اب دین مکمل ہو گیا اور جب چیز مکمل ہوتی ہے تو لامحالہ کم ہو جاتی ہے یعنی اضافہ رک جاتا ہے!"

آپ ﷺ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔

یہ آیت قرب وفات کی علامت...... اس آیت نے گویا رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آجانے کی خبر دی کیونکہ اس کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ صرف تین ماہ تین دن زندہ رہے اور اس کے بعد پھر کوئی احکام نازل نہیں ہوئے۔

مزدلفہ کو روانگی...... اس خطاب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ ابن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کی نکیل اتنی زیادہ رکھینچ رکھی تھی کہ اونٹنی کا سر مڑ کر آپ کے پیروں کی طرف آگیا تھا آخر جب آپ کچھ گنجائش دیکھتے تو اسے چلاتے۔

اونٹنی پر سوار آپ ﷺ لوگوں کو اطمینان سے چلنے کا حکم دے رہے تھے آخر جب شعب ابتر کے قریب والے راستے میں پہنچے تو وہاں اتر کر اور پیشاب سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ہلکی وضو کی اس کے بعد پھر سوار ہو کر آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے جس کو جمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کہا جاتا ہے۔

یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کا عرفات میں وقوف اور وہاں سے مزدلفہ کی طرف کوچ اس بارے میں آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قریش کے طریقہ کے خلاف تھا۔

عورتوں کو پہلے رمی کا حکم...... پھر آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں یعنی دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھیں اور نماز میں قصر کیا۔ یہ دو نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھی گئیں۔ پھر آپ لیٹ گئے اور عورتوں اور بچوں کے لئے اعلان کرا لیا کہ وہ رات ہی میں رمی جمار کر لیں (رمی جمار کا مطلب منیٰ کے میدان میں جمرات یعنی شیطان کے نشانوں پر کنکریاں مارنا ہے) مراد یہ ہے کہ عورتیں اور بچے آدھی رات کے ایک گھنٹہ بعد مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جائیں تاکہ وہاں ہجوم ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ پر رمی کر سکیں۔

مگر حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عورتوں اور بچوں کو ہدایت فرماتے جاتے تھے کہ سورج نکلنے سے پہلے جمرہ عقبہ پر رمی نہ کریں۔ یہ اختلاف قابل غور ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے نصف آخر میں مزدلفہ سے روانہ ہوئیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو یا ان کے ساتھ کی عورتوں کو دم دینے کا حکم نہیں دیا (دم عربی میں خون کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے ارکان میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو جانور کی قربانی کے ذریعہ اس کا کفارہ دیا جائے)

ہجوم کی وجہ سے عورتوں کی رعایت...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کی مستورات کے ساتھ پہلے منیٰ کو روانہ فرما دیا تھا اس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ان ضعفہ یعنی بچوں کو آخر شب میں منیٰ جانے کی اجازت دی تھی اس طرح مردوں کو یا ان کے ضعفاء یعنی بوڑھوں وغیرہ کو یہ اجازت نہیں دی لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ ضعفہ سے مراد بچے ہی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

مردوں کے لئے فجر مزدلفہ میں...... اس سے ہمارے شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو آدھی رات کے بعد مردوں سے پہلے ہی منیٰ بھیجنا مستحب ہے۔ یعنی ان کے علاوہ دوسرے لوگ وہیں مزدلفہ میں رہیں۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی وہیں اندھیرے منہ پڑھیں۔

اُمہات بھی اخیر شب میں روانہ...... حضرت عائشہؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ اگر حضرت سودہ کی طرح میں بھی آنحضرت ﷺ سے (پہلے جانے کی) اجازت لے لیتی تو یہ بات میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھی بہ نسبت اس بات کے جس پر میں اب مطمئن ہوں۔ یعنی میں بھی مردوں کے آنے سے پہلے رمی کر لیتی ایک روایت میں یوں ہے کہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے رمی سے فارغ ہو جاتی کیونکہ حضرت سودہؓ ایک بھاری جسم کی

عورت تھیں للذاانھوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے لی کہ وہ بھی دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ پہلے ہی مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔

مسلم میں روایت ہے کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ بھی مزدلفہ سے رات کو ہی یعنی آدھی رات میں روانہ ہو گئی تھی (یہ دونوں ازواج مطہرات میں سے ہیں)

ابن عباس کی ہمراہی...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی منیٰ کے لئے بھیج دیا تھا۔ چنانچہ ہم نے صبح کی نماز منیٰ میں پڑھی اور جمرہ عقبہ کی رمی کی (یعنی اس سے پہلے کہ مرد وہاں پہنچیں اور ہجوم ہو جائے)

آنحضرت ﷺ سپیدۂ سحر تک مزدلفہ میں...... ادھر جب فجر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں اندھیرے منہ ہی فجر کی نماز پڑھائی اس کے بعد آپ ﷺ مشعر حرام کے پاس تشریف لائے اور وہاں آپ ﷺ نے وقوف فرمایا یعنی اس حالت میں کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ پھر آپ ﷺ نے قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور تکبیر و تہلیل کی اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ یہاں اتنی دیر رکے رہے کہ دن کی روشنی پھوٹنے لگی۔

امت کی مغفرت اور ابلیس کا غم...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرفہ کے دن امت کے لئے مغفرت کی دعا کی جس پر آپ ﷺ کو جواب دیا گیا کہ مظالم کے سوا اور ہر بات سے امت کی مغفرت کر دی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے مزدلفہ میں بھی یہی دعا یعنی امت کے لئے مغفرت کی دعا مانگی تو آپ ﷺ کی یہ دعا قبول کی گئی یعنی مظالم پر مغفرت دی گئی۔ اس وقت ابلیس غم و افسوس میں اپنے سر پر مٹی بکھیرتا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ اس کی اس حرکت پر ہنس رہے تھے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس دعا میں امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے عرفات میں وقوف کیا۔

آنحضرت ﷺ کی منیٰ کو روانگی...... پھر سورج نکلنے سے پہلے آنحضرت ﷺ مشعر حرام سے روانہ ہو گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ نہیں ہوا کرتے تھے آنحضرت ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے ساتھ فضل ابن عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے۔

حج بدل کی اجازت...... اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کیا:۔

"یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض فرمایا ہے، میرے باپ بہت بوڑھے ہیں اور سواری پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہیں للذا کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں!"

فتنۂ شباب...... اسی وقت فضل ابن عباسؓ نے اس عورت کو تکنا شروع کر دیا اور وہ عورت ان کو تکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ بار بار فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیتے (مگر وہ دونوں پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے) آخر آنحضرت ﷺ نے فضل کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تب فضل نے اپنا منہ دوسری طرف پھیرا۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ آپ ﷺ نے فضل کی گردن پکڑ کر نیچے جھکا دی ان کے والد حضرت عباسؓ نے عرض کیا:۔

"یارسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنے ابن عم کی گردن کیوں موڑ دی؟"

جوان مرد و عورت کے بیچ شیطان...... آپ ﷺ نے فرمایا
"میں نے ایک نوجوان لڑکے ور ایک نوجوان لڑکی کو ایک جگہ دیکھا توان دونوں کو شیطان سے محفوظ نہیں پایا"
آنحضرت ﷺ کا فریضہء رمی...... جب آنحضرت ﷺ محسر پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو کسی قدر جنبش دی جسکے بعد وہ اس راستہ پر چل پڑی جو جمرۂ عقبہ کی طرف جاتا ہے جمرۂ عقبہ کے سامنے پہنچ کر آپ ﷺ نے رمی کی یعنی سات کنکریاں اس پر ماریں۔ یہ کنکریاں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے وہیں سے اٹھا کر آپ ﷺ کو دی تھیں جہاں کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے رمی کی تھی۔ یہ کنکریاں غلیل یا گوپھن کے ڈھیلوں جیسی تھیں۔
کنکریاں مزدلفہ سے چُننا مستحب...... یہ روایت ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے قول کے خلاف نہیں کہ مستحب یہ ہے کہ رمی کی کنکریاں مزدلفہ سے چُن کر لے جانی چاہئیں رمی کی جگہ سے ان کا چُننا مکروہ ہے۔ یہ روایت اس قول کے خلاف اس لئے نہیں کہ ممکن ہے کہ یہ کنکریاں آپ ﷺ کو مزدلفہ سے ہی چُن کر دی گئی ہوں لیکن جمرہ عقبہ کے پاس پہنچ کر وہ آپ ﷺ سے گر گئیں جس پر آپ ﷺ نے ابن عباسؓ کو ان کے اٹھانے کا حکم دیا ہو۔
کنکریوں کا حجم وناپ...... مگر مسلم میں یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وادی محسر میں داخل ہوئے جو مشہور وادی ہے اور میدان منٰی کا ابتدائی حصہ ہے تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:-
"تمہیں چاہئے کہ گوپھن والی کنکریاں چن لو جن سے جمرہ پر رمی کی جائے گی!"
اس سے معلوم ہو تا کہ کنکریاں وہاں سے چُننا مستحب ہے اب اس بارے میں شافعی فقہاء یہی کہہ سکتے ہیں کہ شاید آپ نے یہ حکم اس جماعت کو دیا ہو جنہوں نے مزدلفہ سے کنکریاں نہیں چنیں آنحضرت ﷺ نے گھوپھن والی کنکریاں کے برابر کنکریاں چُننے کا حکم دیا اس سے بڑی کنکریاں اٹھانے سے منع فرمایا۔
رمی کے ساتھ تکبیر...... رمی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ یعنی لبیک پڑھنی بند کر دی تھی بلکہ ہر کنکری پھینکتے وقت آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے۔ اس وقت بھی آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے۔
ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ خچر پر سوار تھے۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت بہت زیادہ غریب ہے۔
رمی کے وقت بلالؓ واسامہؓ کی رفاقت...... اس وقت حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑ رکھی تھی اور دوسرا ایک کپڑے سے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ نہ لونٹنی کو مارا جا رہا تھا نہ ڈپٹا جا رہا تھا نہ ہی ہٹو بچو کا شور تھا (یعنی کوئی امتیازی بات نہیں تھی) ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی لونٹنی کی لگام پکڑے اسے کھینچ رہے تھے اور حضرت اسامہ بن زید آپ ﷺ کو گرمی سے بچانے کے لئے آپ ﷺ کے لوپر ایک کپڑا تانے ہوئے تھے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے۔
خطبہ اور حرمتوں کا ذکر...... پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک چتکبرے مادہ خچر پر بیٹھے ہوئے خطبہ دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ منٰی میں یہ خطبہ آپ ﷺ نے ایک لونٹ پر بیٹھ کر دیا تھا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے زنالور ایک

دوسرے کے مال اور ایک دوسرے کے عزت و ناموس کو حرام قرار دیا ساتھ ہی آپ ﷺ نے یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی حرمت بیان فرمائی اور تمام شہروں پر شہر مکہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا :۔

"لوگو! یہ کون سا دن ہے ؟"

ناموس اور مال مسلم کی حرمت...... لوگوں نے عرض کیا کہ یوم حرام یعنی مقدس دن۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا اور یہ کون سا شہر ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا کہ شہر حرام یعنی محترم شہر۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا :۔

" تمہارا خون اور تمہارا مال و دولت اور تمہاری عزت و ناموس تمہارے درمیان ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسی تمہارے لئے اس دن کی حرمت ہے اور اس شہر کی حرمت ہے اور اس مہینے کی حرمت ہے"

صحابہ کو تلقین و نصیحت...... یہ بات آپ ﷺ نے کئی مرتبہ فرمائی اسکے بعد آپ ﷺ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا :۔

"اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ (پھر لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا) پس اب تم میں سے جو موجود ہے وہ غائب تک یہ تبلیغ پہنچادے میرے بعد تم لوگ کفر کی تاریکیوں میں نہ لوٹ جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو!"

متوقع وفات کی طرف اشارہ...... پھر آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ سے حج کے مناسک اور طریقے سیکھ لیں کیونکہ ممکن ہے اس سال کے بعد آپ ﷺ کو حج کا موقعہ نہ مل سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس حج کے تین ماہ بعد ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ اور یہ حج آپ ﷺ کا آخری حج ثابت ہوا) یہاں جمرات اور لوگوں کے درمیان آپ ﷺ نے جو توقف فرمایا اس کے دوران کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔

ایام تشریق میں خطبے...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایام تشریق کے پہلے اور دوسرے دن خطبہ دیا تھا (ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ سے تیرہ تاریخ تک کے دن کہلاتے ہیں جن میں ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیرات کہی جاتی ہیں) ایام تشریق کا دوسرا دن اوسط اور وسطی دن ہوتا ہے اس دن کو یوم نفر اول یعنی کوچ کا دن کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن کوچ کرنا جائز ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایام تشریق کے تیسرے دن کو یوم نفر آخر کہا جاتا ہے۔

تریسٹھ جانوروں کی قربانی...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ منیٰ میں منحر یعنی قربانی کی جگہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے تریسٹھ جانور قربان فرمائے۔ یہ سب جانور وہی تھے جو ہدی کے طور پر آپ ﷺ مدینہ سے لے کر آئے تھے یہ سب جانور آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور اس طرح گویا اپنی عمر کے ہر سال کے بدلے ایک جانور قربان فرمایا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس تعداد کے ذبح کرنے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک پوری ہو گئی ہے اس لئے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی لہٰذا آپ ﷺ نے عمر کے ہر سال کے بدلے میں ایک ایک جانور خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیا آپ ﷺ کے لئے یہ گوشت پکایا گیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ گوشت تناول فرمایا۔

مزید سینتیس قربانیاں...... ان تمام جانوروں کے گوشت میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر ہانڈی میں ڈالا اور پکایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا گوشت کھایا نیز آپ ﷺ نے تھوڑا سا شوربہ نوش بھی فرمایا :۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور انہوں نے باقی اونٹ ذبح کئے جس کے بعد کل ملا کر سو اونٹ ہوئے یہ باقی سینتیس اونٹ غالباً وہی تھے جو حضرت علیؓ یمن سے آنحضرت ﷺ کے لئے لائے تھے (اور اس طرح کل ملا کر آنحضرت ﷺ کے قربانی کے جانور سو ہو گئے تھے)

آنحضرت ﷺ کے لئے کھانا...... مگر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے جانور ایک سو تھے جن میں سے تمیں جانور آپ ﷺ نے خود ذبح کئے اور باقی جانور آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علیؓ نے ذبح کئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان کا گوشت اور چمڑا اور جھولیں لوگوں میں تقسیم کر دو مگر ذبح کرنے والے کو اس میں سے کچھ مت دینا ہمارے لئے ہر اونٹ کے گوشت میں سے ایک ایک بوٹی لے کر ایک ہانڈی میں پکا دو تاکہ ہم بھی کھائیں۔ اور اس کا کچھ شوربہ بھی پی لیں۔ حضرت علیؓ نے اس حکم کی تعمیل کی۔

تمام منیٰ منحر ہے...... پھر رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ منیٰ کا تمام میدان منحر یعنی ذبح کرنے کی جگہ ہے (مراد یہ ہے کہ پورے منیٰ میں کہیں بھی جانور ذبح کیا جا سکتا ہے) اور مکہ کی سب گھاٹیاں بھی منحر ہیں۔

بالوں کی منڈائی اور ترتیب...... اسکے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنا سر منڈایا۔ آپ ﷺ کے بال بنانے والے حضرت معمر ابن عبداللہ تھے۔ بال بنانے کے وقت آپ ﷺ نے اپنے سر کی دائیں جانب کو اشارہ کر کے معمر سے فرمایا کہ یہاں سے شروع کرو چنانچہ انہوں نے دائیں طرف سے ہی شروع کیا اور ادھر کے بال مونڈے پھر بائیں طرف کے حصے کے بال مونڈے۔ سر مبارک کے یہ بال آپ ﷺ نے صحابہ میں تقسیم فرمائے۔

موئے مبارک کی تقسیم...... ان بالوں میں سے آدھے موئے مبارک آپ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ انصاری کو عنایت فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ سر مبارک کے بائیں نصف حصے کے بال ابو طلحہ کو عنایت فرمائے اس سے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو طلحہ یہاں ہیں ایک قول ہے کہ یہ نصف سر کے بال آپ ﷺ نے ابو طلحہ کی بیوی اُم سلیم کو عنایت فرمائے تھے۔ نیز ایک قول کے مطابق ابو کریب کو عطا فرمائے تھے۔ کہ کسی کو ایک بال دیا اور کسی کو دو دو بال مرحمت فرمائے۔

تبرک میں ابو طلحہ کا حصہ...... ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سر مونڈنے والے کو دائیں حصے کے بال اتارنے کا حکم دیا۔ اس نے دائیں جانب کے بال اتار دیئے جو آپ ﷺ نے ابو طلحہ انصاری کو بلا کر مرحمت فرما دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے مونڈنے والے کو بائیں طرف کے بال اتارنے کا حکم دیا۔ اس نے بائیں جانب کے بال اتار دیئے تو آپ ﷺ نے یہ بال ابو طلحہ انصاری کے حوالے کر کے انہیں حکم دیا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔

کتاب نور میں ہے کہ: خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں مسلم کی روایات مختلف ہیں بعض روایتوں کے مطابق آپ ﷺ نے ابو طلحہ کو بائیں حصہ سر کے موئے مقدس عنایت فرمائے اور بعض کے مطابق انہیں دائیں جانب کے بال مرحمت فرمائے۔ ابن قیم نے کہا ہے کہ جس جانب کے بال آپ ﷺ نے خصوصی طور پر ابو طلحہ کو دیئے وہ بائیں جانب ہے۔

ترتیب تقسیم...... اقول! مؤلف کہتے ہیں: مسلم کی روایات یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے سر کی دائیں جانب کو اشارہ کر کے حجام سے فرمایا یہاں۔ اس نے وہ بال اپنے قریب موجود لوگوں کے درمیان تقسیم

کر دیئے۔ ایک روایت کے مطابق اس نے ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے حجام کی طرف اور سر مبارک کی بائیں جانب اشارہ کیا۔ اس نے ادھر کے بال اتار دیئے جو آپ ﷺ نے اُمّ سلیم کو عنایت فرما دیئے۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا ابو طلحہ یہاں ہیں۔ یا یہ فرمایا کہ ابو طلحہ کہاں ہیں اور وہ بال انہیں مرحمت فرما دیئے۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حجام کو دائیں جانب کا اشارہ کیا۔ اس نے بال اتار دیئے جو آپ ﷺ نے ابو طلحہ کو بلا کر دیدیئے۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں جانب اشارہ کیا اور وہ بال اتروا کر ابو طلحہ کو دیئے اور حکم دیا کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ ان تمام روایتوں میں جمع اور موافقت ممکن ہے واللہ اعلم۔

موئے مقدس کی برکات...... ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ جنگ یر موک میں حضرت خالد ابن ولیدؓ کی ٹوپی پھٹ گئی اور کہیں گر پڑی حضرت خالدؓ نے زبردست پیمانے پر تلاش کرائی اور اس کی گمشدگی پر سخت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اس ٹوپی میں آنحضرت ﷺ کی پیشانی کا ایک موئے مبارک رکھا ہوا ہے اور جب تک وہ ٹوپی میں موجود ہے میں ہر موقعہ پر کامیابی سے ہمکنار رہوں گا۔

تبرک کے لئے صحابہ کی وارفتگی...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حجام رسول اللہ ﷺ کے بال بنا رہا تھا تو میں نے صحابہ کو آپ ﷺ کے گرد منڈلاتے ہوئے دیکھا کہ جہاں کوئی بال گرتا وہ اس کو احتیاط کے ساتھ اٹھا لیتے تھے۔

خوشبو کا استعمال...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خوشبو لگائی خوشبو آپ ﷺ کے حضرت عائشہؓ نے لگائی جس میں مشک تھا۔ یہ خوشبو آپ ﷺ نے طواف افاضہ سے پہلے لگائی اس کو طواف رکن بھی کہا جاتا ہے اور طواف صدر بھی۔ مشہور قول یہ ہے کہ طواف صدر ہی طواف وداع ہوتا ہے۔

بال منڈوانے اور کتروانے کے درجات...... آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے اپنے سر منڈوائے اور بعض نے ترشوائے یعنی منڈائے نہیں بلکہ کم کرا دیئے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا اور ترشوانے والوں کی بھی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے صرف اتنے ہی الفاظ تین مرتبہ فرمائے جبکہ صحابہ بھی ہر مرتبہ یہ اضافہ بتلاتے رہے آخر چوتھی مرتبہ میں آپ ﷺ نے مقصرین یعنی ترشوانے والوں کے لئے بھی مغفرت مانگی۔

حج میں بال منڈانا افضل...... صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا اسی حجۃ الوداع میں مانگی تھی جیسا کہ آپ ﷺ نے یہی دعا حدیبیہ میں بھی کی تھی جس کا بیان گزر چکا ہے مگر ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا آپ ﷺ نے صرف صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہی مانگی تھی۔ کتاب نہایہ میں امام الحرمین نے اسی قول کو پختگی سے بیان کیا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ دونوں موقعوں پر آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی ہو۔ فتح الباری میں وہ کہتے ہیں بلکہ یہ بات متعین اور یقینی ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق دونوں موقعوں پر متعدد روایتیں ملتی ہیں۔ اس لئے کہ حجۃ الوداع کے بیان میں مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ بال منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے لقمہ دیا۔ اور بال ترشوانے والوں کی بھی۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا! اے اللہ بال منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے پھر لقمہ دیا۔ اور ترشوانے والوں کی بھی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے اللہ بال منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے تیسری مرتبہ عرض کیا اور ترشوانے والوں کی بھی۔ تب آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ میں فرمایا اور ترشوانے والوں کی بھی۔

مکہ واپسی اور طواف افاضہ...... اس کے بعد آپ ﷺ اٹھکر مکہ جانے کے لئے سواری پر بیٹھے۔ مکہ آکر آپ ﷺ نے اسی دن ظہر سے پہلے طواف کیا یہی طواف افاضہ تھا پھر آپ ﷺ نے ایک سبیل میں کی نبیذ نوش فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر گزر رہے تھے آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ ابن زیدؓ تھے آپ ﷺ کو پیاس لگی تو ہم آپ ﷺ کے لئے ایک برتن میں نبیذ لائے جو حضرت عباسؓ کی سبیل میں کی تھی کیونکہ وہ اپنی سبیل میں کھجور اور انگور ڈالے رکھتے تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے پیا اور باقی جو بچی وہ حضرت اسامہؓ کو پلادی:- پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تم نے خوب کیا اور عمدہ طریقہ سے کیا۔ ایسا ہی بنانا چاہئے۔

زمزم نوشی...... پھر آنحضرت ﷺ نے ڈول میں سے زمزم کا پانی پیا۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا اور ایک قول کے مطابق آپ ﷺ اس وقت اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے لئے زمزم کے کنویں سے یہ ڈول کھینچنے والے آپ کے چچا حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب تھے۔ ایسا ہی انھوں نے فتح مکہ کے وقت بھی کیا تھا جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

کیا پانی آپ ﷺ نے خود کھینچا...... ایک قول ہے کہ زمزم نوش فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اس میں کا کچھ پانی اپنے سر مبارک پر چھڑکا۔ حضرت ابن جُرَیج سے یہ روایت ہے کہ زمزم کا یہ ڈول اپنے لئے آپ ﷺ نے خود کھینچا تھا۔

مگر ایک قول کے مطابق یہ روایت اس حدیث کے خلاف ہے جو پیچھے گزری ہے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ اس کو بھی حج کا ایک رکن بنالیں گے تو یہ ڈول میں خود کھینچتا اس طرح یہ بھی آپ کے اس ارشاد کے خلاف ہے جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ بنی عبد المطلب اس کو اپنی خصوصیت اور دوسروں پر امتیاز بنالیں گے تو چاہ زمزم سے ایک ڈول میں خود کھینچتا۔

نماز ظہر کی ادائیگی...... پھر آپ ﷺ منیٰ واپس تشریف لے گئے اور وہیں ظہر کی نماز پڑھی جیسا کہ اس پر شیخین کا اتفاق ہے۔ مگر ایک قول ہے کہ ظہر کی نماز آپ ﷺ نے مکہ میں ہی پڑھی۔ یہ تنہا امام مسلم کی رائے ہے جسے وہ مختلف وجوہ سے ترجیح دیتے ہیں۔

یہ نماز مکہ میں پڑھی یا منیٰ میں...... ان دونوں روایتوں کے درمیان اس طرح جمع اور موافقت پیدا کی گئی ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے ظہر کی یہ نماز اول وقت مکہ میں پڑھی ہو پھر آپ ﷺ منیٰ لوٹ کر گئے تو وہاں آپ ﷺ نے یہی نماز ان صحابہ کو پڑھاتے ہوئے دوبارہ پڑھی ہو جو آپ ﷺ کے پیچھے منیٰ میں رہ گئے تھے کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو اپنا منتظر پایا تھا لہذا یہ منیٰ میں پڑھی جانے والی ظہر آپ ﷺ کی دوسری نماز تھی۔

بعض فقہاء نے کہا کہ ان لوگوں کے لئے یہ موافقت قبول کرنی مشکل ہے جو دوبارہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ فقہاء اس پر اشکال کرتے ہیں کہ اسی دن آنحضرت ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی پھر ترسٹھ جانور ذبح کئے اس کے بعد سو میں کے باقی جانور حضرت علیؓ نے ذبح کئے پھر ہر جانور کے گوشت میں سے

تھوڑا تھوڑا گوشت لیکر اور ایک ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا پھر جب وہ تیار ہو گیا تو اس میں سے آپ ﷺ نے تناول فرمایا اور اس میں سے کچھ شوربہ نوش جان فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سر منڈایا کپڑے پہنے خوشبو لگائی اور خطبہ دیا۔

اتنے کاموں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ میں اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھ لی اور ظہر کے وقت کے اندر اندر منیٰ میں واپس بھی پہونچ گئے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی دن کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے اور پھر منیٰ واپس لوٹ آئے۔ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

<u>شبہ کا جواب</u>...... اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ موسم کے لحاظ سے اس دوران لمبے دن ہو رہے تھے لہٰذا اس میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہی آنحضرت ﷺ نے اتنے بہت سے کام انجام دے لئے۔ ادھر ان کاموں میں جہاں تک اس دن آپ ﷺ کے خطبہ دینے کا سوال ہے اس کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آیا اس دن یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تشریف لے جانے سے پہلے دیا یا منیٰ میں واپس آنے کے بعد دیا۔ جہاں تک حضرت عائشہؓ کی روایت کا تعلق ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز بیت اللہ یعنی مکہ آنے سے پہلے منیٰ ہی میں پڑھی تھی۔ تو اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث اس بارہ میں کوئی نص اور آخری دلیل نہیں ہے بلکہ اس میں بھی احتمال ہے۔ بہر حال یہ اشکال قابل غور ہے۔

<u>طواف زیارت یا زیارت بیت اللہ</u>...... اب اگر اس سلسلے میں یوں کہا جائے کہ امام بخاری نے بھی روایت بیان کی ہے اور باقی چاروں سنن میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی زیارت کو رات تک مؤخر فرمادیا تھا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ زیارت آپ ﷺ نے رات کو کی تھی۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ زیارت سے مراد آپکی مکہ تشریف آوری ہے طواف زیارت نہیں جسکو طواف افاضہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ بیہقیؒ کی روایت ہے کہ منیٰ میں قیام کی راتوں میں رسول اللہ ﷺ ہر رات بیت اللہ کی زیارت کے لئے مکہ تشریف لایا کرتے تھے۔

<u>تاخیر طواف</u>...... یہ حضرت عروہ ابن زبیر کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوم نحر میں رات تک طواف کو مؤخر فرمادیا تھا۔ ان کی یہ رائے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی روشنی میں ہے جو پیچھے بیان ہوئی ہے اس میں جو اشکال ہے وہ بیان ہو چکا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس بارے میں صحیح روایت یہ ہے جو جمہور علماء کی بھی ہے کہ یوم نحر میں آنحضرت ﷺ نے دن میں ہی طواف کیا تھا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ طواف زوال آفتاب سے پہلے کیا گیا۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

<u>اُمّ سلمہؓ کا طواف</u>...... حضرت اُمّ سلمہؓ نے اس دن اپنے اونٹ پر لوگوں کے دائرہ کے پیچھے رہ کر طواف کیا وہ کہتی ہیں کہ جب میں طواف کر رہی تھی تو آنحضرت ﷺ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور اسمیں یہ سورت تلاوت فرمارہے تھے۔

وَالطُّورِ وَ کِتٰبٍ مَّسْطُورٍ (سورۂ طور، پ ۲۷، ع ۱، آیت ۱، ۲)

ترجمہ: قسم ہے طور پہاڑ کی اور اس کتاب کی۔

یہاں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمّ سلمہ کو یوم نحر کی رات میں ہی بھیج چکے تھے اور انہوں نے فجر سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کر لی تھی پھر اس کے بعد انہوں نے وہاں سے روانہ ہو کر طواف افاضہ کیا تھا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کے ظہر سے پہلے طواف کرنے سے اس بات کا جوڑ کیسے ثابت ہو گا کیونکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ میں نہیں تھے۔

اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنے طواف کو اس وقت تک ملتوی رکھا ہو جبکہ وہ مکہ میں فجر سے پہلے ہی پہنچ چکی تھیں

پھر اس روایت پر دوسرا اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اول تو طواف کی رکعتوں میں سورۂ طور نہیں پڑھی دوسرے یہ کہ دن کی نماز میں جہر سے تلاوت نہیں ہوتی کہ اُمّ سلمہؓ نے لوگوں کے پیچھے ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کی تلاوت سن لی یہ بات محال ہے۔

غیر ضروری شبہ...... اس اشکال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے طواف کی رکعتوں میں سورۂ طور نہیں پڑھی تھی۔ ایک انکاری شہادت ہے جو کسی بات کو ثابت کرنے والے کے خلاف دی جاتی ہے جبکہ اُمّ سلمہ اس بات کا دعویٰ ہی نہیں کر رہی ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تلاوت سنی تھی۔

فجر میں سورۂ طور کی تلاوت...... پھر میں نے اس سلسلے میں علامہ ابن کثیرؒ کی رائے دیکھی۔ وہ کہتے ہیں کہ بظاہر رسول اللہ ﷺ نے اس دن وہ صبح کی نماز پڑھی تھی کہ یہ نماز آپ ﷺ نے سواف وداع کے لئے مکہ پہنچنے پر اپنے صحابہ کے ساتھ کعبہ کے پاس پڑھی اور اسی فجر کی نماز میں آپ ﷺ نے سورۂ طور تلاوت فرمائی تھی۔

پھر علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس بات کی تائید حضرت اُمّ سلمہؓ کی ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میری طبیعت خراب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے دائرہ کے پیچھے رہتے ہوئے طواف کر لو۔ چنانچہ اُمّ سلمہؓ طواف کرتی ہوئی گذریں جبکہ اس وقت آنحضرت ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور والطور و کتب مسطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔

راوی کا گذشتہ حدیث میں یہ قول گذرا ہے کہ ام سلمہؓ نے اسی دن جو یوم نحر تھا طواف کر لیا تھا اس طرح ایک دوسری روایت میں راوی کا یہ قول گذرا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ کو یوم نحر کی رات میں ہی روانہ فرما دیا تھا اور انہوں نے فجر سے پہلے ہی جمرہ عقبہ کی رمی کر لی تھی پھر وہ روانہ ہوئیں اور انہوں نے افاضہ کیا ان دونوں اقوال سے اب مراد یہ ہو گی کہ انہوں نے طواف افاضہ کیا۔

اُمّ سلمہؓ کی آمد کب ؟...... اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ یوم نحر میں وہ مکہ میں نماز صبح کے وقت آپکے ساتھ آملیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں یوم نحر کا لفظ راوی کی غلطی ہے یا پھر کاتب کی غلطی سے یوم نحر لکھا گیا ہے ورنہ درحقیقت یہ لفظ یوم نفر ہے۔ چنانچہ گذشتہ روایت کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے مگر یہ بات قابل غور ہے کہ کیونکہ آگے ایک روایت آرہی ہے کہ آپ ﷺ نے طواف وداع نماز فجر سے پہلے سحر کے وقت کیا تھا اب اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ طواف کے بعد آنحضرت ﷺ نماز صبح کے لئے وہیں ٹھہر گئے تھے یہاں تک آپ ﷺ نے یہیں فجر کی نماز پڑھی۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کا طواف یعنی طواف وداع نماز صبح کے بعد کیا تھا۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ و صفیہ کا طواف...... اسی دن یوم نحر میں حضرت عائشہؓ نے بھی طواف کیا جبکہ وہ حیض سے فارغ ہو چکی تھیں۔ اس سے پہلے یوم عرفہ میں وہ حائضہ تھیں جیسا کہ بیان ہوا۔ اس طرح حضرت صفیہؓ نے بھی اسی دن طواف کیا۔

مناسک کے متعلق سوالات...... اس دن آنحضرت ﷺ سے ان مختلف مناسک اور ارکان کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایک کے بعد ایک مسلسل کیے گئے یعنی رمی کرنا سر منڈانا، قربانی کرنا اور طواف کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج یعنی کوئی گناہ نہیں ہے چنانچہ مسلم میں حضرت عمرو ابن عاصؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں لوگوں کے سامنے اپنی سواری ٹھہرا رکھی تھی اور صحابہ آپ ﷺ سے سوالات کر رہے تھے۔ اسی وقت ایک شخص نے آکر عرض کیا۔

"یارسول اللہ! میں نے اس کا خیال نہیں کیا کہ قربانی سے پہلے حلال ہو سکتا ہوں لہٰذا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔!"

رمی اور ذبیحہ کے متعلق سوال...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ذبیحہ کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر آپ ﷺ کے پاس ایک اور شخص آیا اور عرض گزار ہوا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ رمی قربانی سے پہلے ہوتی ہے لہٰذا میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اب رمی کر لو۔ کوئی حرج نہیں ہے!"

طواف افاضہ کا سوال...... پھر ایک اور شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

"یارسول اللہ! میں رمی کرنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف افاضہ کر آیا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

دین میں گنجائشیں...... حضرت عمرو ابن عاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا جس کو سوال کرنے والے نے پہلے یا بعد میں کر لیا تھا آپ ﷺ نے جواب میں یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترتیب مناسک اور سعی...... چنانچہ آپ ﷺ نے یہی بات بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے متعلق بھی فرمائی کہ جو چاہے وہ سعی کو طواف قدوم سے پہلے کر لے اور چاہے طواف افاضت کے بعد کرے۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سعی طواف قدوم کے بعد کی تھی۔

کھانے پینے کے دن...... رسول اللہ ﷺ منیٰ میں تین دن ٹھہرے جس میں آپ ﷺ نے جمرات کی رمی کی اور اس میں جانے اور آنے میں آپ ﷺ پیدل چلے۔ نیز آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ منیٰ میں لوگوں کے درمیان یہ اعلان کر دے کہ یہ دن کھانے پینے اور بیویوں سے ہمبستری کے ہیں۔

وقت رمی اور کنکریوں کی تعداد...... جہاں تک رمی کا تعلق ہے تو آپ ﷺ نے تینوں جمرات کی رمی زوال آفتاب کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے ہی کی۔ آپ ﷺ نے ہر جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور اس سے شروع فرمائی جو مسجد منیٰ یعنی مسجد خیف کے قریب ہے۔ اس کی رمی کے بعد آپ ﷺ وہاں دعا کے لئے ٹھہرے پھر اس جمرہ پر رمی فرمائی جو اس کے قریب ہے اور جو جمرہ وسطیٰ ہے پھر وہاں بھی دعا کے لئے ٹھہرے پھر جمرہ عقبہ کی

رمی کی لیکن اس کے پاس دعا کے لئے نہیں ٹھہرے۔ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات ان تین دنوں میں رات کے وقت ہی رمی کرتی رہیں۔

یوم قرو یوم اکارع...... جیسا کہ بیان ہوا منیٰ کے ان تین دنوں میں سے پہلے دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اسی دن کو "یوم قر" کہا جاتا ہے کیونکہ منیٰ میں اس دن جو کہ یوم روس ہے یعنی جانور کی سری کھانے کا دن۔ لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس دن قربانی کا گوشت کھائیں گے اور ایام منیٰ کے دوسرے دن بھی آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ یہ یوم نفر اول ہوتا ہے جس کو یوم اکارع کہا جاتا ہے (اکارع گائے بکری کے پائے کو کہتے ہیں جو پکائے جاتے ہیں) اسے یوم اکارع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن حجاج اکارع کھاتے ہیں۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے رشتہ داروں کے حقوق اور ان کی خبر گیری کرنے کا حکم دیا۔

حجتہ الوداع میں تعداد خطبات...... اس حج میں رسول اللہ ﷺ نے پانچ خطبے دیئے پہلا خطبہ ذی الحجہ کی سات تاریخ کو مکہ میں دیا گیا۔ دوسرا خطبہ یوم عرفہ میں تیسرا خطبہ منیٰ میں یوم نحر میں، چوتھا خطبہ منیٰ میں یوم قر میں اور پانچواں خطبہ بھی منیٰ میں یوم نفر اول میں ہی دیا گیا۔

منیٰ سے واپسی...... پھر آنحضرت ﷺ تیسرے دن منیٰ سے رخصت ہوئے۔ یہ دن یوم نفر آخر کہلاتا ہے یہ روانگی زوال کے اور رمی کرنے کے بعد ہوئی آپ کے ساتھ باقی مسلمان بھی روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی تھی کہ منیٰ کی تینوں راتوں میں وہ اپنی سبیل اور اس کے انتظامات کی وجہ سے یہ راتیں منیٰ میں نہیں گزار سکتے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو یہ رعایت عطا فرمادی تھی۔

وادیٔ محصب میں قبہ...... رسول اللہ ﷺ کے لئے وادی محصب یعنی ابطح میں قبہ کھڑا کیا گیا۔ یہ قبہ حضرت ابو رافع نے نصب کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے سامان کے نگراں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ کہ میں وادی ابطح میں ٹھہروں بلکہ میں خود ہی اس وادی میں آکر اترا اور یہاں آنحضرت ﷺ کے لئے قبہ نصب کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ یہاں اترے اور قیام فرمایا۔

کیا یہی وادیٔ محاصرہ تھی...... اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے اسامہ ابن زید سے فرمایا تھا کہ کیا ہم وادی محصب میں ٹھہریں۔ یہ وہی وادی ہے جس میں قریش اور بنی کنانہ نے آپس میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کرنے کا معاہدہ اور حلف کیا تھا کہ یہ مقاطعہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے تاکہ ہم آپ ﷺ کو قتل کردیں۔ یہی حلف تھا جس کی وجہ سے وہ معاہدہ لکھا گیا تھا (جس کی تفصیل گزر چکی ہے)

شعب ابو طالب...... یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بیان میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حجون میں پڑاؤ ڈالا جو شعب ابو طالب کے پاس ہے اور شعب ابو طالب وہی گھاٹی ہے جس میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو محصور کیا گیا تھا اور یہ کہ یہ دامن کوہ بنی کنانہ کی گھاٹی تھی جس میں تمام ہی قریش نے قسمیں کھائیں اور حلف کئے تھے۔

وادیٔ خیف ...... مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمادے تو انشاء اللہ ہماری منزل خیف ہوگی جہاں مشرکوں نے کفر پر عہد و پیمان کئے تھے (روایات میں اس وادی

ے کے یا اس کے ناموں کے بارے میں ان روایات سے اختلاف ظاہر ہے)

حضرت عائشہؓ کو آرزوئے عمرہ...... غرض وادیٔ محصب میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں ایسا حج کر کے واپس جا رہی ہوں جس کے ساتھ عمرہ ہوا ہی نہیں!"

عبدالرحمٰن بہن کی ہمراہی میں...... اس پر آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر کو بلا کر ان سے فرمایا۔

"اپنی بہن کو ساتھ لے کر حرم سے روانہ ہو اور پھر دونوں طواف سے فراغت کے بعد اسی وادیٔ محصب میں مجھ سے آملو۔"

عائشہؓ کی عمرہ سے واپسی...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے عمرہ پورا کرا دیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ پھر ہم نے تنعیم کے مقام سے عمرہ کا احرام باندھا جو میرے اسی عمرہ کی جگہ تھی جو مجھ سے فوت ہو گیا تھا۔ پھر ہم آدھی رات تک عمرہ کے طواف سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد وادیٔ محصب میں رسول اللہ ﷺ نے آملے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں اپنے طواف کر آئے؟ ہم نے عرض کیا۔ ہاں۔ تب آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ پھر رسول اللہ ﷺ مجھے اس صورت میں ملے کہ آپ ﷺ مکہ سے فراز کی سمت جا رہے تھے اور میں نشیب میں جا رہی تھی۔ یا میں فراز کو جا رہی تھی اور آپ نشیب کی سمت آرہے تھے۔

کیا عائشہ نے عمرہ نہیں کیا تھا...... یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول کیسے صحیح ہوگا کہ۔ "جو میرے اسی عمرہ کی جگہ تھی جو مجھ سے فوت ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ جواب دیا تھا کہ۔ تم اپنے حج اور عمرہ سے حلال ہو گئیں۔ اور اب آنحضرت ﷺ نے کیسے ان کی اس بات کو درست قرار دیا۔

مزید عمرہ کی خواہش...... اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جب اپنی ساتھنوں یعنی دوسری ازواج کو پہلے عمرہ اور پھر حج دونوں ارکان کرتے دیکھا جبکہ وہ خود صرف حج ہی کر سکی تھیں تو ان کا دل چاہا کہ وہ ایک عمرہ کریں جو حج کے علاوہ ہو اگرچہ حج میں عمرہ شامل تھا اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کی خاطر داری کے لئے ان کی بات مانی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا معاملہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ یہ تھا کہ اگر وہ کسی ایسی بات کی خواہش کرتیں جو شریعت کے خلاف نہ ہو تو آپ ﷺ اس کو مان لیتے تھے۔ اسی واقعہ سے ہمارے شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ طواف وداع سے پہلے عمرہ کا احرام جائز ہے۔

طواف وداع کا حکم...... پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے وطن کو لوٹنے سے پہلے ان کا آخری کام یہ ہونا چاہئے کہ بیت اللہ کا طواف کریں یعنی طواف وداع کر کے لوٹیں جس کے معنی رخصتی یا الوداعی طواف ہے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ رعایت بھی دی کہ وہ حیض والی ایسی عورتوں کو اس حکم کا پابند نہ بنائیں جو اپنے حیض سے پہلے طواف افاضہ کر چکی ہیں جیسے ام المومنین حضرت صفیہؓ تھیں کہ ان کو طواف افاضہ کے بعد منیٰ سے یوم نفر کی رات میں حیض شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس وقت عرض کیا۔

"میں نے آپ ﷺ سب کو اپنے طہر یعنی پاکی اور طواف وداع کا انتظار کرنے کا پابند کر دیا!"

حائضہ عورت اور طواف وداع...... آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تم نے یوم نحر میں طواف نہیں کیا تھا؟ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ تم نے یوم نحر میں طواف افاضہ نہیں کر لیا تھا؟"

انہوں نے عرض کیا بے شک کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

"پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ تم ہمارے ساتھ چل سکتی ہو۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

کیونکہ وہی طواف، طواف رکن ہے جو ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ بر خلاف طواف وداع کے کہ وہ حائضہ یعنی حیض والی عورت پر واجب نہیں نہ اس کے لئے حیض سے پاکی حاصل کرنے کا انتظار ضروری ہے اور نہ اس طواف کے چھوٹ جانے سے اس عورت پر دم واجب ہو گا۔

امام نووی کہتے ہیں کہ یہ مذہب ہمارا ہی نہیں بلکہ تمام علماء کا بھی ہے سوائے چند علماء سلف کے لیکن وہ بہت شاذ رائے ہے اور اسی لئے اس کو رد کر دیا گیا ہے۔

مدینہ کو کوچ...... پھر اسی رات رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور سحر کے وقت یعنی فجر کی نماز سے پہلے آپ ﷺ نے طواف وداع کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ ثنیہ سفلیٰ شبیکہ کدی کے راستے روانہ ہوئے جو باب شبیکہ کے قریب ہے۔ آپ ﷺ کا رخ مدینہ کی طرف تھا یہ راستہ وہی تھا جس سے آپ فتح مکہ کے موقعہ پر روانہ ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ مسجد حرام سے آپ باب غزورہ کے راستے نکلے جس کو باب حناطین کہا جاتا ہے۔

مکہ سے روانگی کا وقت...... حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے آفتاب غروب ہونے کے وقت روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز آپ ﷺ نے مقام سرف پہنچ کر پڑھی۔ مگر بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ صورت کسی دوسرے موقعہ کی ہے کیونکہ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے طواف وداع نماز صبح کے بعد ہی کر لیا تھا لہذا پھر آپ ﷺ غروب آفتاب کے وقت تک کس وجہ سے رکے۔ یہ بات بہت غریب اور بعید از قیاس ہے۔ یہاں تک ان کا حوالہ ہے۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ طواف وداع کے بعد آنحضرت ﷺ پھر وادیٔ محصب کو ہی واپس چلے گئے تھے۔ یہ تفصیل غیر محفوظ ہے۔

طواف کے بعد پھر وادیٔ محصب میں...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: آپ ﷺ کے طواف وداع کی روایت اور پچھلی روایتوں کے درمیان موافقت اور جمع کی یہ صورت امام نوویؒ کی پیش کردہ ہے کہ طواف وداع کے بعد آنحضرت ﷺ پھر وادیٔ محصب میں تشریف لے گئے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ اس موافقت کا سبب یہ ہے کہ وادیٔ محصب سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ عمرہ کے لئے بھیج دیا تھا اور ان سے یہ طے کیا تھا کہ عمرہ کے بعد وہ آپ ﷺ سے وادیٔ محصب میں ہی آملیں گی۔ ان کے جانے کے بعد خود آنحضرت ﷺ طواف وداع کے لئے بیت اللہ کی جانب تشریف لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ پھر واپس وادی محصب میں تشریف لے آئے اسی وقت آپ ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ﷺ تو واپس آ رہے تھے اور حضرت عائشہؓ عمرہ کے طواف کے لئے بیت اللہ میں داخل ہو رہی تھیں۔ پھر طواف سے فارغ ہو کر حضرت عائشہؓ آپ ﷺ سے آملیں جبکہ آپ وادی

محصب میں ہی تھے۔

آنحضرت ﷺ کے طواف وداع کا وقت...... پھر امام نووی کہتے ہیں کہ جہاں تک حضرت عائشہؓ کے اس قول کا تعلق ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ میں روانگی کا اعلان فرمایا اور بیت اللہ سے گزرتے ہوئے وہاں طواف کیا۔ تو اس روایت میں تقدیم اور تاخیر کے پہلو میں (یعنی ابتدائی حصہ کا ذکر بعد میں اور بعد کے حصے کا ذکر پہلے ہو رہا ہے) ورنہ در حقیقت آنحضرت ﷺ نے جو طواف وداع کیا ہے وہ حضرت عائشہؓ کے عمرہ کے لئے چلے جانے کے بعد اور ان کی واپسی سے پہلے کیا اور آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے عمرہ کے طواف سے پہلے طواف وداع سے فارغ ہو گئے تھے۔ یہاں تک امام نووی کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔

مکہ میں قیام کی مدت...... اس طرح آنحضرت ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے اور پھر وہاں سے واپس روانہ ہونے کی درمیانی مدت دس دن ہے۔ نیز اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد پھر عمرہ نہیں کیا۔ مگر یہ بات پھر اس گزشتہ روایت کے مطابق نہیں رہتی کہ آپ ﷺ نے افراد کا احرام باندھا تھا یعنی آپ ﷺ مفرد بالحج تھے بلکہ یہ بات اس قول کے مطابق ہو گی کہ آپ ﷺ نے قران کا احرام باندھا تھا یا یہ کہ ابتداء میں مطلق احرام باندھنے کے بعد آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی۔ یا یہ کہ آپ ﷺ نے عمرہ کی نیت پر حج کو بھی شامل کر لیا تھا۔

کیا حج کے بعد بھی عمرہ کیا گیا...... بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس سال آنحضرت ﷺ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہی نہیں نہ حج سے پہلے اور نہ حج کے بعد اور اگر آپ ﷺ صرف حج کا احرام باندھتے تو خلاف افضل ہوتا کیونکہ یہ قول کسی کا نہیں ہے کہ بغیر عمرہ کے صرف حج اور احرام آپ ﷺ کی سنت کے باب میں قران سے افضل ہے۔

بعض دوسرے حضرات نے یہ لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے حج کے بعد عمرہ نہیں کیا لہذا یہ بات متعین ہو گئی کہ آپ ﷺ متمتع رہے ہوں گے جو تمتع قران تھا افراد کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ صرف حج کے ارکان پورے کئے جائیں چاہے احرام حج اور عمرہ دونوں کا باندھا ہو جیسا کہ قران کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ دو طواف اور دو سعی کی جائیں لہذا جس نے یہ روایت کی کہ آپ ﷺ نے افراد حج کا احرام باندھا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صرف حج کے ارکان ادا کئے صرف عمرہ کے اعمال ادا نہیں کئے۔

کیا آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے...... اس حج کے سلسلہ میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ اس حج کے موقعہ پر آپ ﷺ کعبہ کے اندر بھی تشریف لے گئے تھے غرض جب آپ ﷺ نے طواف کے سات پھیرے پورے کر لئے تو آپ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ٹھہرے اور وہاں آپ ﷺ نے دعا مانگی اس وقت آپ ﷺ نے اپنا جسم مبارک یعنی سینہ اور چہرہ مبارک ملتزم سے ملا رکھا تھا۔

غدیر خم میں خطبہ...... مدینے واپسی کے سفر میں جب آپ ﷺ غدیر خم کے مقام پر پہنچے جو رابغ کے قریب ہے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے فضائل بیان فرمائے آپ ﷺ نے ان اعتراضات سے حضرت علیؓ کی برأت کی جن کے متعلق بعض ایسے صحابہ چہ میگوئیاں کر رہے تھے جو یمن میں ان کے ساتھ تھے کیونکہ وہاں حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کے حق میں کچھ ایسے فیصلے کئے تھے جن کو بعض لوگ جور اور بخل سمجھ رہے تھے جبکہ حقیقت میں ان کے فیصلے درست تھے۔

اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

انبیاء کی عمروں کا نظام...... "لوگو اور حقیقت تمہاری طرح میں بھی ایک بشر اور بندہ ہوں۔ ممکن ہے اب جلد ہی میرے پاس میرے رب کا ایلچی یعنی بلاوا آجائے اور میں اس کے آگے سر تسلیم خم کر دوں۔ طبرانی میں جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ لوگو! مجھے خدائے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ اس نے ہر نبی کو جو عمر دی ہے وہ اس نبی کی عمر سے آدھی عمر ہوتی ہے جو اس سے بالکل پہلے اور قریب ترین نبی گزرا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب عنقریب ہی میرا بلاوا آنے والا ہے اور میں اپنے رب کے بلاوے پر سر جھکاؤں گا۔ میں بھی خدا کے سامنے جوابدہ ہوں اور تم بھی جوابدہ ہو۔ اب تم کیا کہتے ہو؟"

حق تبلیغ اور اعتراف صحابہ...... صحابہ نے عرض کیا۔

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا، اس میں پوری محنت فرمائی اور نصیحت تمام کر دی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

اقرار عقائد کا مطالبہ...... "کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اور یہ کہ جنت دوزخ اور موت برحق چیزیں ہیں اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ جو قبروں میں پہنچ چکے ہیں؟"

صحابہ کا اقرار...... صحابہ نے عرض کیا۔

"بے شک! ہم ان سب باتوں کی گواہی دیتے ہیں!"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے اللہ تو گواہ رہ!" (حدیث)

اتباع قرآن اور پاس اہل بیت...... پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک پر جمے رہیں اور اپنے اہل بیت یعنی گھر والوں کے بارے میں لوگوں کو نصیحت فرمائی۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اپنا گھرانہ یعنی اپنے گھر والے۔ تم لوگ منتشر ہو کر پھوٹ مت ڈال لینا یہاں تک کہ تم سب حوض کوثر پر میرے پاس جمع ہو جاؤ!"

حضرت علیؓ کے فضائل...... اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں ارشادات فرمائے اس سے پہلے آپ ﷺ نے تین دفعہ لوگوں سے یہ سوال کیا۔

"کیا میں تم لوگوں کے درمیان خود تم سے زیادہ اولیٰ اور بہتر نہیں ہوں!"

علی سے محبت رکھنے کا حکم...... تینوں مرتبہ صحابہ نے جواب میں اس بات کی تصدیق کی اور اس کا اعتراف کیا تب آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا۔

"میں جس کا مولیٰ اور آقا ہوں علی بھی اس کے مولیٰ آقا ہیں۔ اے اللہ جو اس کا یعنی علی کا مددگار ہو تو

بھی اس کا مددگار ہو جا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھیو، جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھیو، جو اس سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھیو، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما جو اس کی اعانت کرے تو اس کی اعانت فرما جو بھی اس کو رسوا کرے تو اس کو رسوا فرما اور وہ جہاں بھی ہو حق اور صداقت کو اس کا ساتھی بنا دے۔

یہ حدیث شیعوں کی اہم تر دلیل...... یہ روایت شیعہ فرقے، امامیہ فرقے اور رافضیوں کے لئے سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے کہ حضرت علیؓ ہر شخص کے مقابلے میں امامت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ایک نص صریح ہے جس سے خلافت کے لئے حضرت علی کا حق ثابت ہوتا ہے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو تمیں صحابہ نے سنا اور اس بات کی گواہی دی۔ للذا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر حضرت علیؓ کو وہی برتری حاصل ہے جو آنحضرت ﷺ کو ان پر حاصل تھی۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ۔ کیا میں تم لوگوں کے درمیان خود تم سے زیادہ برتر اور بہتر نہیں ہوں اور یہ صحیح حدیث ہے جو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ملتی ہے للذا ابوداؤد اور ابو حاتم رازی جیسے لوگوں نے اگر اس حدیث کی صحت میں شک کیا ہے تو وہ التفات اور توجہ کے لائق نہیں سمجھے جائیں گے۔

شیعوں کے دعوے...... نیز بعض علماء کا یہ قول بھی مردود ہے کہ اس حدیث میں جو یہ اضافہ ہے کہ۔ اے اللہ! جس نے اس کو یعنی علی کو ولی بنایا تو اس کا ولی بن جا آخر تک۔ یہ موضوع یعنی من گھڑت ہے کیونکہ یہ الفاظ مختلف سندوں کے ساتھ ملتے ہیں جن میں اکثر کو علامہ ذہبی نے درست قرار دیا ہے۔

خطبہ غدیر خم اور حضرت علیؓ...... ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا۔ "غدیر خم کے دن (یعنی جس وقت رسول اللہ ﷺ نے وہاں خطبہ کے دوران حضرت علیؓ کے فضائل بیان فرمائے تھے) جو شخص وہاں حاضر رہا ہو اسے میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے اور ایسے شخص کے سوا جس کے کانوں نے خود وہ ارشاد سنا ہو اور دل نے نقش کر لیا ہو کوئی دوسرا شخص کھڑے ہو کر یہ نہ کہے کہ میں نے یہ سنا ہے یا مجھے یہ معلوم ہے!

صحابہ سے تصدیق...... اس پر سترہ صحابہ کھڑے ہوئے ایک روایت میں ہے کہ تمیں صحابہ اٹھے معجم کبیر میں ہے کہ سولہ صحابہ اور ایک روایت کے مطابق بارہ صحابہ کھڑے ہوئے حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ بتاؤ تم نے کیا سنا تھا۔

اس پر انہوں نے وہ حدیث سنائی اور اس میں یہ حصہ بھی بیان کیا جس میں ہے کہ جس کا مولی اور دوست میں ہوں اس کا مولی اور دوست علی بھی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ بھی دوست ہے۔

زید ابن ارقم اور معاملۂ تصدیق...... حضرت زید ابن ارقمؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ بات چھپائی جس کے نتیجہ میں خدا نے میری بینائی ختم کر دی۔ کیونکہ جن لوگوں نے اس بات کو چھپایا ان کے حق میں حضرت علیؓ نے بد دعا فرمائی تھی۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ۔ جس کا ولی اور دوست میں ہوں اس کا دوست علی بھی ہے۔ جب تمام شہروں میں پھیل گیا اور ہر علاقے کے لوگوں کو اس کا علم ہو گیا تو حرث ابن نعمان فہری نے بھی یہ جملہ سنا۔ اس پر وہ مدینہ منورہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی پھر وہ

مسجد میں داخل ہوا۔اس وقت آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔

حرث ابن نعمان آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔

فضیلت علی پر حرث کی حجت و بحث...... "اے محمد ﷺ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ہم نے آپ ﷺ کا یہ فرمان قبول کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم رات دن میں پانچ نمازیں پڑھیں رمضان کے مہینے میں روزے رکھیں، اپنے مال کی زکوٰۃ دیں اور بیت اللہ کا حج کریں ہم نے آپکا یہ فرمان بھی قبول کر لیا مگر آپ ﷺ اتنے پر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ اب اپنے چچا کے بیٹے یعنی حضرت علی کا ہاتھ بلند کر کے ان کی فضیلت اور برتری ظاہر کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ جس کا آقا میں ہوں علی بھی اسکا آقا ہے۔اب بتایئے کہ آیا یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا حکم ہے یا خود آپ ﷺ نے اپنی طرف سے فرمائی ہے۔"

آنحضرت ﷺ کو غصہ...... اس پر رسول ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا"۔

حرث کی گرانی اور دعاء عذاب...... یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی اس پر حرث ابن نعمان یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"اے اللہ! اگر تیری جانب سے یہی بات حق ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ اے اللہ! محمد ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں اگر وہی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں خوفناک عذاب دے۔

حرث کو فوری عذاب...... اتنا کہہ کر وہ چلا اور خدا کی قسم ابھی وہ مسجد کے دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اللہ کے حکم سے آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر آکر لگا اور اس کے پاخانے کے مقام سے نکل گیا جس سے وہ شخص اسی جگہ ختم ہو گیا۔

اسی وقت حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ (سورۃ معارج، پ ۲۹، ع ۱، آیت ۱، ۳)

ترجمہ: ایک درخواست کرنے والا براہ انکار اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے اور جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں اور جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا یعنی آسمان کا مالک ہے۔

یہ تاریخ واقعہ شیعوں کی عید...... یہ اٹھارہ ذی الحجہ کا واقعہ ہے اسی لئے رافضی لوگ اس تاریخ کو عید کے طور پر مناتے ہیں چنانچہ بنی بویہ کی سلطنت بغداد میں چار سو میل تک علاقے میں اس دن طبل وغیرہ بجا کر خوشی منائی جاتی تھی۔

اس تاریخ کا روزہ...... ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ جو شخص ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔اس حدیث کے متعلق بعض علماء لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی کے نزدیک یہ روایت بہت زیادہ منکر ہے بلکہ جھوٹی ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ماہ رمضان کے روزے دس مہینے کے روزوں کے برابر ہیں لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے علاوہ کسی ایک دن کے روزے ساٹھ مہینے کے روزوں کے برابر ہوں۔یہ حدیث

بالکل باطل ہے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔

شیعوں کے دلائل کا رد...... شیعوں اور رافضیوں نے اپنے حق میں جو گذشتہ روایات پیش کی ہیں ان کو میں نے اپنی کتاب مسمی "قول المطاع فی الرد علی اہل الابتداع" میں بہت تفصیل کے ساتھ رد کیا ہے میں نے اس کتاب میں علامہ ابن حجر ہیثمی کے حوالے بھی دیئے ہیں اور بیان کیا ہے کہ شیعوں کا اس سلسلے میں مختلف دلیلوں سے رد ہوتا ہے۔

خبر واحد حجت نہیں بن سکتی...... مثلاً ایک دلیل یہ ہے کہ شیعہ اور روافض جب احادیث سے حضرت علیؓ کی امامت ثابت کرتے ہیں تو اس بات پر سب اتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ اعتبار حدیث متواتر کا ہی کیا جائے گا (حدیث متواتر کی تعریف اور تفصیل سیرت حلبیہ کے گذشتہ ابواب میں گذر چکی ہیں۔ سند کے لحاظ سے حدیث متواتر سب سے زیادہ مضبوط اور پختہ ہوتی ہے جس کے حکم سے انکار نہیں کیا جا سکتا) اب جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے اول تو یہ خبر واحد ہے (جو بہت کمزور حدیث ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ اس کی صحت میں ایسے لوگوں نے کلام اور شک کا اظہار کیا ہے جو فن حدیث کے اماموں میں سے ہیں جیسے امام ابوداؤد اور امام ابو حاتم رازی جیسا کہ بیان ہوا۔ لہٰذا یہ حدیث خود شیعوں کے اصول سے ٹکراتی ہے۔ اسی بناء پر بعض اہل سنت نے شیعوں کی اس دلیل اور بے اصولی کے بارے میں کہا ہے۔

بے اصولی...... سبحان اللہ! شیعوں اور رافضیوں کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں کوئی صحیح حدیث بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو خبر واحد ہے اس سے کام نہیں چل سکتا لیکن جب وہ خود اپنے خیالات کی دلیل دینا چاہتے ہیں تو ایسی باطل اور جھوٹی حدیثیں تک بیان کر ڈالتے ہیں جو حدیث ضعیف کے درجے کی بھی نہیں ہوتی جبکہ حدیث ضعیف خبر واحد کی سب سے ادنیٰ قسم ہے مثلاً ایسی ایک حدیث جو یہ لوگ پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا۔

"وہ میرا بھائی، میرا وارث اور دین کے بارے میں میرا خلیفہ ہے"۔

من گھڑت روایات...... یا مثلاً یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا۔

"تم تمام رسولوں کے سردار ہو تمام متقیوں کے امام ہو اور قیامت میں روشن جبینوں یعنی چمکدار پیشانی والے لوگوں کی جماعت کے سربراہ اور قائد ہو!"

یا جیسے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ

"لوگوں کا امام و امیر ہونے کی حیثیت سے علی پر سلام بھیجا کرو"

یہ تمام روایات جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور رسول اکرم ﷺ پر افتراء اور بہتان ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔

لفظ مولا کے متعدد معنی...... اسی طرح میں نے اپنی کتاب میں دوسری دلیل یہ دی ہے کہ (گذشتہ روایت میں حضرت علیؓ کے لئے مولیٰ کا لفظ آیا ہے) تو لفظ مولیٰ بیس معنی میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی ہیں۔ "ایسا سردار اور سید جس کے لئے محبت و احترام رکھنا مناسب ہے اور جس کے ساتھ بغض رکھنے سے بچنا چاہئے"

یہاں لفظ مولا کا مطلب...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ مولا سے یہی معنی مراد لئے ہیں اس کی تائید اور اس لفظ کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو صحابہ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن بھیجے گئے تھے ان میں سے بعض نے حضرت علیؓ کے متعلق رائے زنی اور ان پر تنقید کرنی شروع کر دی تھی۔

حدیث کا پس منظر...... جیسے حضرت بریدہ تھے کہ وہ اور حضرت علی دونوں ہی اس حج یعنی حجتہ الوداع میں آنحضرت ﷺ کے پاس یمن سے پہنچ گئے تھے۔ حضرت بریدہ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت علیؓ کی شکایتیں کیں کیونکہ بعض معاملات میں ان کو حضرت علیؓ کے عمل سے تکلیف پہنچی تھی حدیث میں اسی تکلیف کے لئے جفوۃ یعنی جفا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

نکتہ چینی روکنے کے لئے یہ ارشاد...... حضرت بریدہؓ سے حضرت علیؓ کے متعلق ایسے الفاظ سن کر آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

"بریدہ! علی کی مخالفت میں مت پڑو کہ علی مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ کیا میں مومنین کے نزدیک خود ان سے اولیٰ اور برتر نہیں ہوں؟

بریدہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔

مولا سے امامت مراد نہیں...... اس سے ظاہر ہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے خاص طور پر حضرت بریدہؓ سے اور ان ہی کے لئے فرمائی تھی۔ اس کے بعد مدینہ کو واپسی میں جب آپ ﷺ غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اسی بات کو تمام صحابہ سے کہنا بھی مناسب خیال فرمایا۔ یعنی جس طرح ان کو مجھ سے محبت رکھنا ضروری ہے اسی طرح ان کے لئے مناسب ہے کہ علی سے بھی محبت رکھیں۔

امامت مآل کار ہو سکتی ہے...... اب اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ حضرت علی امامت کے لئے اولیٰ ہیں تو بھی یہ مراد مآل اور آخر کے لحاظ سے ہو گی فی الحال کے لئے ہر گز نہیں ہو سکتی ورنہ وہ آنحضرت ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود بھی امام ہوتے۔

مآل کے لئے تعین وقت نہیں...... اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ مراد اگر امامت کے لئے ہی تھی تو مآل کے لحاظ سے یعنی انجام کار تھی تو یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ مآل کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا یہ بات کہاں سے نکلتی ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد قائم ہو جاتی ہے یہ مآل ان کو بیعت دینے اور ان کے خلیفہ بن جانے کے بعد ہو سکتا ہے۔

خود علیؓ نے اس کو حجت نہیں سمجھا...... اس بات کا ثبوت خود حضرت علیؓ کی اس روش سے بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اسوقت تک اپنے لئے حجت اور دلیل نہیں بنایا جب تک کہ خلافت انجام کار ان کی طرف نہیں آگئی۔ اس وقت بھی جب کچھ لوگوں نے ان کی خلافت کے حق پر رائے زنی کی تو جواب میں حضرت علیؓ نے اس حدیث کو بطور دلیل اور حجت کے پیش کیا جیسا کہ اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

لہٰذا حضرت علیؓ کا اپنی خلافت کے وقت تک اس حدیث کو حجت اور دلیل بنانے سے خاموش رہنا ایسے لوگوں کے مقابلہ میں خود ایک فیصلہ کن دلیل ہے جن کے پاس فہم تو فہم تھوڑی بہت بھی عقل ہے کہ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے کوئی دلیل اور بنیاد نہیں نکلتی۔

نبی نے خلافت کا فیصلہ نہیں کیا...... پھر اس سلسلے میں تیسری دلیل میں نے یہ پیش کی ہے کہ خود حضرت ﷺ سے یہ روایت متواتر حد تک ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات کے وقت کسی کی خلافت کے لئے کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا نہ حضرت علیؓ کے حق میں اور نہ کسی اور کے حق میں۔ چنانچہ آگے تفصیل آئے گی کہ حضرت علیؓ سے لوگوں نے عرض کیا تھا کہ خلافت کے سلسلے میں آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہ بیان فرمایئے کیونکہ آپ قابل اعتبار ہیں اور آپ کے سننے کے متعلق بھی اطمینان ہے۔

خود علی کا انکار...... حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا۔

"ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم اگر میں سب سے پہلا آپ کی تصدیق کرنے والا ہوتا تو سب سے پہلا آپ ﷺ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے والا نہیں بن سکتا اگر اس سلسلے میں میرے پاس آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی وعدہ اور عہد ہوتا تو آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اس معاملے میں جنگ کرنے سے بھی نہ چوکتا چاہے ساتھ دینے والوں میں مجھے اپنی چادر کے سوا کوئی بھی نہ ملتا"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ

"تو میں بنی تیم اور بنی عدی کے اپنے دونوں بھائیوں یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کے منبر پر آپ ﷺ کا نائب نہ بننے دیتا اور اپنے ہاتھوں سے ان سے جنگ کرتا"

(مراد یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے وقت پر شریعت کے مطابق اور مسلمانوں کی متفقہ رائے سے خلیفہ بنے لہٰذا ان کی خلافت ہر لحاظ سے جائز ہے ہاں اگر خلافت کے سلسلے میں میرے لئے رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم ہوتا تو ان کی خلافت غاصبانہ ہوتی اور میں اس صورت میں ان کو آنحضرت کے منبر پر آپ ﷺ کی نیابت نہ کرنے دیتا)

امامت کے لئے کوئی نص نہیں...... شیعوں کے خلاف چوتھی دلیل میں نے اپنی کتاب میں یہ پیش کی ہے کہ اگر یہ حدیث حضرت علیؓ کی امامت کے لئے کوئی نص اور حکم صریح ہوتی تو حضرت علیؓ کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں تھی اور نہ یہ ان کے لئے جائز تھا کہ وہ اس وقت اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیتے جبکہ حضرت عباسؓ نے ان سے فرمایا تھا کہ آؤ آنحضرت ﷺ کے پاس چلیں اگر یہ معاملہ یعنی امامت ہمارے خاندان ہی کا حق ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔"

خلافت پر بحث اسی لئے...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے معاملے پر بحث نہ ہوتی کیونکہ اس وقت انصار نے یہ کہا تھا کہ ایک امیر آپ میں سے یعنی مہاجروں میں سے بن جائے اور ایک امیر ہم میں سے بن جائے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے دلیل کے طور پر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا کہ امام اور امیر قریش میں سے ہی بنیں گے اب اگر حضرت علیؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی وہ حدیث کوئی حکم صریح ہوتی تو لوگ کہتے حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے آنحضرت ﷺ کا حکم صریح موجود ہے۔ جبکہ غدیر خم کی اس حدیث اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے اس واقعہ کے درمیان تقریباً دو مہینے کا فصل تھا۔ لہٰذا یہ احتمال بھی ناممکنات میں سے ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور تمام انصاری صحابہ اس حدیث کو بھول چکے ہوں۔

حالانکہ خود حضرت علیؓ سے بھی یہ بات بتائی گئی تھی کہ انصار کہہ رہے ہیں ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہئے اور ایک تم میں سے یعنی مہاجروں میں سے ہونا چاہئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔

"کیا انصاریوں کو آنحضرت ﷺ کی یہ بات یاد نہیں رہی (جس میں آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا ہے) کہ ان کی اچھائیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی برائیوں سے در گذر کیا جائے ان کے بارے میں آپ ﷺ کی اس وصیت کی موجودگی میں حکومت وامامت ان کے ہاتھ میں کیسے رہ سکتی ہے"

یہ دعویٰ بغض وعناد پر مبنی...... رافضیوں اور شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام صحابہ کرام حضرت علیؓ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے اس حکم صریح کو جانتے تھے پھر بھی انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ظاہر ہے یہ دعویٰ محض بغض وعناد کی بنیاد پر ہے جس پر توجہ نہیں کی جاسکتی یہ بات ظاہری طور پر بھی بالکل باطل ہے کیونکہ اس سے تمام صحابہ کرام کی گمراہی ظاہر ہوتی ہے جبکہ صحابہ کرامؓ اس بات سے معصوم اور محفوظ ہیں کہ وہ سب کے سب کسی گمراہی پر متفق ہوجائیں۔

بغض وتعصّب کی انتہا...... ایک انتہائی حیرت ناک اور عجیب وغریب واقعہ یہ ہے کہ ایک سخت قسم کا رافضی اسی بنیاد پر تمام صحابہ کرام کو ہی کافر قرار نہیں دیتا بلکہ خود حضرت علیؓ کے بارے میں بھی کہتا ہے کہ انہوں نے بھی کفر کا ارتکاب کیا کیونکہ انہوں نے اس کفر کے معاملہ میں کافروں کی مدد کی (نعوذ باللہ)

تقیّہ کا بہانہ مضحکہ خیز...... جہاں تک شیعوں کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حضرت علیؓ نے خلافت کے اس جھگڑے کو تقیّہ کے طور پر چھوڑ دیا تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی اس وصیت کی تعمیل میں اس معاملے سے علیٰحدہ ہو گئے تھے کہ آپکے بعد نہ کسی فتنہ میں پڑیں اور نہ تلوار سونتیں۔ تو رافضیوں کا یہ دعویٰ کھلا ہوا جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت ﷺ ان کو امام بنادیں اور دوسری طرف ان کو ایسے لوگوں کے خلاف تلوار بلند کرنے سے منع فرمادیں جو حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوں۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت علی کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور اور حضرت عثمانؓ کے خلاف تو تلوار اٹھانے سے منع فرمادیں جبکہ ان تینوں کے حامی اور ماننے والے کم تھے اور حضرت علیؓ کے اطاعت گذار زیادہ تھے۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف تلوار اٹھانے کی آپ نے اجازت دی تھی جبکہ ان کے حامیوں کی تعداد ہزار در ہزار تھی۔

مدعی سُست گواہ چُست...... پھر یہ کہ خود حضرت علیؓ یہ کیسے فرمارہے ہیں جو گذشتہ سطروں میں بھی بیان ہوا کہ اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس بارے میں کوئی عہد اور وعدہ ہوتا تو میں بنی تمیم وعدی کے بھائیوں یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو آنحضرت ﷺ کے منبر پر کھڑے ہوکر آپ ﷺ کی نیابت اور جانشینی نہ کرنے دیتا۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مقابلہ و جنگ نہ کرنے اور حضرت امیر معاویہؓ سے جنگ کرنے کی وجہ خود حضرت علیؓ یہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ہمارے دین کی خاطر پسند فرمایا لہٰذا ہم نے ان کو اپنی بیعت دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ مسند خلافت پر بیٹھے تو ہم نے ان کو اپنی بیعت دی اور ان کے بعد میں نے اپنا عہد حضرت عثمانؓ کو دیا اب ان تینوں حضرات کے بعد حرمین یعنی مکہ اور مدینہ کے لوگوں اور دونوں بڑوں شہروں بصرہ اور کوفہ کے لوگوں نے مجھے اپنی بیعت دی لیکن اب اچانک درمیان میں ایک ایسا شخص آکودا جو نہ مجھ جیسا ہے اور نہ اس کی آنحضرت ﷺ سے میری طرح قرابت ہے، نیز نہ اس کا علم میرے علم جیسا ہے اور نہ اس کو مجھ جیسی اولیت حاصل ہے۔ میں ہر طرح اس شخص سے زیادہ حقدار ہوں۔ مراد ہیں حضرت امیر معاویہؓ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

یہ حدیث اور حسن مُثنیٰ...... چنانچہ حسن مثنیٰ ابن حسن سبط سے اس حدیث کا ذکر کیا گیا کہ۔ جس کا مولیٰ و آقا میں ہوں اس کا مولیٰ علی بھی ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ حدیث حضرت علیؓ کی امامت کے مسئلے میں آنحضرت ﷺ کا ایک حکم صریح ہے۔

مثنیٰ کی تشریح...... اس پر حسن مثنیٰ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم اس ارشاد سے آنحضرت ﷺ کی مراد حضرت علیؓ کی امارت و سلطنت ہوتی تو آپ اس سے زیادہ صاف لفظوں میں فرماتے اور یہ کہتے کہ لوگو! میرے بعد یہی والی اور امیر ہوں گے اس لئے ان کی اطاعت کرنا۔ اور خدا کی قسم اگر آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں کوئی عہد کیا ہوتا اور پھر بھی علیؓ اس کو چھوڑ دیتے تو یہ ان کی سب سے بڑی غلطی ہوتی!"

امام نووی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا۔

"آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ "جس کا مولا میں ہوں اس کے مولیٰ علی بھی ہیں۔ کیا اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے مقابلے میں حضرت علی امامت کے زیادہ حقدار ہیں"؟

امام نووی کی تشریح...... امام نووی نے جواب دیا۔

"اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکلتا بلکہ ان علماء کے نزدیک جو اس میدان میں امتیاز رکھتے ہیں اور جن پر ایسے مسائل کی تحقیق اور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا مددگار، آقا اور محبوب میں ہوں تو علی بھی ایسے ہیں"

اس حدیث کے سبب کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسامہ ابن زیدؓ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ آپ میرے مولیٰ و آقا نہیں ہیں۔ میرے مولیٰ و آقا رسول اللہ ﷺ ہیں اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی مدینہ واپسی...... غرض اس کے بعد مدینہ واپسی کے سفر میں جب رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے رات وہیں گزاری کیونکہ آپ ﷺ نے رات کے وقت مدینہ میں داخل ہونا پسند نہیں فرمایا۔ پھر جب آپ کی نظر مدینہ پر پڑی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ تکبیر کہی اور یہ کلمہ پڑھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اور تعریف اسی کو سزاوار ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے لئے سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی تعریفیں کرتے ہوئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہو گیا اس نے اپنے بندے کی مدد و نصرت کی اور سب گروہوں کو اس تنہا نے شکست دی۔

مدینہ میں داخلہ...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ دن کے وقت مُعَرَّس کے راستہ سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کے عمروں کی تعداد

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے۔ چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے چار سے زائد عمرے نہیں کئے اور ان میں سے ہر ایک عمرہ ذی قعدہ کے مہینے میں کیا گیا ہے۔

یہ بات مشرکوں کے طریقے کے خلاف تھی کیونکہ وہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے کہتے تھے کہ ان دنوں میں عمرہ کرنا سب سے بڑی برائی ہے جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہوا ہے (یعنی وہ لوگ عمرہ کو تنہا ہی ادا کرنا پسند کرتے تھے)

پہلے دو عمرے...... آنحضرت ﷺ کے ان عمروں میں سے پہلا عمرہ حدیبیہ کے موقعہ پر ہوا۔ یہ ذی قعدہ کے مہینے کی بات ہے جبکہ مشرکوں نے آپ ﷺ کو بیت اللہ میں جانے سے روک دیا تھا۔ دوسرا عمرہ آپ ﷺ نے اس کے اگلے سال کیا جسکو عمرہ قضا کہا جاتا ہے۔ یہ بھی ذی قعدہ کے مہینے کی بات ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ مشرکوں نے آنحضرت ﷺ پر اس وقت بڑی زیادتی کی تھی جب انہوں نے آپ ﷺ کو حدیبیہ کے میدان سے واپس ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ذی قعدہ کے مہینہ کا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے اس کا بدلہ یوں لیا کہ آپ ﷺ کو اسی مہینے یعنی ذی قعدہ میں مکہ پہنچایا اور یہ آیات نازل فرمائیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۴، آیت ۱۹)

ترجمہ: حرمت والا مہینہ ہے بہ عوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں۔

جعرانہ سے تیسرا عمرہ...... پھر آپ ﷺ کا تیسرا عمرہ اس وقت ہوا جبکہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ اس عمرہ کے لئے آپ ﷺ جعرانہ کے مقام سے تشریف لے گئے یہ بھی ذی قعدہ کے مہینے کا واقعہ ہے اس عمرہ کے وقت آنحضرت ﷺ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اور اپنا عمرہ پورا کیا۔ پھر اسی رات آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہو کر اس طرح واپس جعرانہ پہنچ گئے جیسے آپ نے پوری رات وہیں بسر فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کے اس عمرہ کا سفر لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

چوتھا عمرہ...... پھر آپ ﷺ کا چوتھا عمرہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر ہوا جو حج ہی میں شامل تھا۔ اور یہ بات اس بنیاد پر ہے کہ آپ نے قرآن کا احرام باندھا تھا۔ یا اس کو آپ ﷺ نے حج میں داخل کر لیا تھا۔ یا پھر گزشتہ روایت کی بنیاد پر آپ ﷺ نے احرام تو مطلق باندھا اور پھر نیت کا تعین کرتے ہوئے حج اور عمرہ کی نیت فرمائی تھی۔ یہ احرام آپ ﷺ نے پچیس ذی قعدہ کو باندھا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ عمرے کئے جو اس عمرہ کے سوا ہیں جس کو آپ ﷺ نے حجتہ الوداع کے احرام کے ساتھ قرآن میں شامل کر لیا تھا۔

اسی طرح بخاری و مسلم نے یہ حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چار عمرے کئے جو سب کے سب ذی قعدہ کے مہینے میں ہوئے سوائے اس عمرہ کے جو آپ ﷺ نے حجتہ الوداع کے ساتھ کیا۔ یعنی یہ حجتہ

الوداع کے ساتھ والا عمرہ ذی قعدہ کے مہینے میں نہیں ہوابلکہ یہ ذی الحجہ کے مہینہ میں حج کے تابع ہو کر واقع ہوا۔ لیکن جہاں تک اس عمرہ کے احرام کا تعلق ہے وہ ذی قعدہ ہی میں پچیس تاریخ کو باندھا گیا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

امام بخاری و امام مسلم نے ہی یہ حدیث بھی پیش کی ہے کہ عروہ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں اور ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے پیٹھ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور ہمیں اندر سے ان کے مسواک کرنے کی آواز آرہی تھی اس وقت میں نے ابن عمر سے کہا۔

"اے ابن عمر! کیا رسول اللہ ﷺ نے رجب کے مہینے میں عمرہ کیا تھا؟"

حضرت عائشہ سے سوال...... انہوں نے کہا۔ "ہاں!"

میں نے پکار کر حضرت عائشہؓ سے عرض کیا۔

"مادر محترم! کیا آپ سن رہی ہیں ابو عبدالرحمٰن کیا کہتے ہیں!"

سب عمرے ذیقعدہ میں...... انہوں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے رجب کے مہینے میں عمرہ کیا تھا۔

اُمّ المومنین نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے آنحضرت ﷺ نے جو عمرہ بھی کیا ہے یہ اس کے شاہد اور چشم دید گواہ رہے ہیں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس میں یہ یعنی ابو عبدالرحمٰن آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے ہیں آپ ﷺ نے رجب کے مہینے میں کبھی عمرہ نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے ذی قعدہ کے مہینے میں ہی عمرہ کیا ہے!"

مگر دار قطنی نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں رمضان کے مہینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہوئی جس کے دوران آپ ﷺ نے روزہ افطار کیا اور میں نے رکھا آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی اور میں نے پوری پڑھی۔

کتاب ہدیٰ میں ہے کہ یہ روایت حضرت عائشہؓ کی طرف غلط طور پر منسوب ہے جو بالکل ظاہر سی بات ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے رمضان میں کبھی عمرہ نہیں کیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بعض علماء نے یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو عمرے اور کئے تھے ایک عمرہ رجب کے مہینے میں اور ایک عمرہ شوال کے مہینہ میں۔ اس طرح آپ ﷺ کے عمروں کی کل تعداد سات بنتی ہے (جو گزشتہ روایات کے خلاف ہے)

اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ کہنے والا کہ آپ ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا تھا حضرت ابن عمرؓ کے اس گزشتہ قول کو اپنی دلیل بناتا ہو۔ مگر اس قول کی تردید بھی بیان ہو چکی ہے۔

اور جہاں تک یہ قول ہے کہ آپ ﷺ نے شوال میں بھی عمرہ کیا تھا۔ تو ممکن ہے مراد یہ ہو کہ آپ ﷺ ایک عمرہ کے لئے شوال کے مہینے میں روانہ ہوئے تھے۔ یہ وہی عمرہ ہو گا جو حجتہ الوداع کے ضمن میں کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کے معجزات

معجزہ بطور دعویٰ ودلیل...... ان سے وہ تمام ہی معجزے مراد ہیں جن کو جھٹلانے کے سلسلے میں مشرکوں کو للکارا جاسکے (عربی میں اس للکارنے کے لئے تحدی کالفظ بولا جاتا ہے جو یہاں بھی استعمال کیا گیا ہے اردو میں اس مفہوم کو ادا کرنے والا کوئی لفظ نہیں البتہ انگریزی میں لفظ چیلنج اس کے بالکل ہم معنی ہے جواب اردو میں بھی اتنا عام استعمال میں آگیا ہے کہ اردو ہی کا ایک لفظ بن گیا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ تمام معجزات جن کے ذریعہ مشرکوں کو چیلنج کیا جاسکے)

وقتی معجزہ اور دوامی معجزہ...... چاہے یہ چیلنج اس وقت تک موجود ہو جیسے قرآن پاک کا معجزہ ہے۔ اس معجزہ کے سامنے یہود ایسے بے بس ہوئے تھے کہ موت کی دعائیں مانگنے لگے تھے (کیونکہ اس معجزہ کا جواب پیش کرنے کا تو سوال ہی نہیں تھا اس لئے اس کو قبول کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ مگر اسے قبول کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں ایمان لانا اور مسلمان ہونا جس کے لئے وہ لوگ اپنے بغض وعناد اور خبث باطن کی وجہ سے تیار نہیں تھے۔ لہٰذا اپنی بے بسی پر موت کی تمنا کرنے لگے تھے) یا موجود نہ ہو۔

عجائبات اور معجزات...... یہ معجزات اصطلاحی طور پر وہ ہیں جو آپ ﷺ کے ظہور سے لے کر وفات تک آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے لیکن کچھ حیرت ناک واقعات وہ ہیں جو آپ ﷺ کی ولادت کے دنوں سے لے کر ظہور تک آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے۔ اسی طرح عجائبات وہ ہیں جو آپ ﷺ کی ولادت سے بھی پہلے ظاہر ہونے لگے تھے۔ یعنی عام ولادت کے خلاف ایسی عجیب وغریب چیزیں پیش آنے لگی تھیں جن سے کفر کی طاقتیں حیران وپریشان اور کمزور ہونے لگی تھیں۔

یہ عجائبات بھی وہ تھے جن کو پیش کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ ان عجائبات کو ظاہر کرنے پر کوئی قادر نہیں ہے سوائے خالق اکبر کے جو انسانی طاقتوں کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور خود ہی قضا وقدر کا بھی خالق ہے۔

ارہاصات اور تاسیسات...... یہ عجائبات جو آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے پیش آئے یا آپ ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ ﷺ کے ظہور تک آپ ﷺ پر ظاہر ہوئے اصطلاحی طور پر معجزات نہیں کہلاتے بلکہ شریعت کی اصطلاح میں ان کو ارہاصات اور تاسیسات یعنی رسالت کی بنیادیں کہا جاتا ہے (ارہاص کی اصل رہص ہے جس کے معنی ہیں دیوار کی تعمیر میں پہلا ردّہ رکھنا۔ ردّہ دیوار میں اینٹوں کی ایک قطار کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تاسیسات کا لفظ اساس سے نکلا ہے جس کے معنی بنیاد کے ہیں)

معجزات کا ذکر جب ایک مومن کے قلب پر اثر انداز ہوتا ہے تو دل کو ایمانی قوت بخشتا ہے اسی طرح جب کوئی بصیرت اور ایمان ویقین رکھنے والا شخص معجزات پر غور کرتا ہے تو اس سے اس کی قوت یقین کو مزید پختگی حاصل ہوتی ہے۔

معجزہ دعوائے رسالت کی دلیل...... یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو بھی حق تعالیٰ نے رسالت دے کر بھیجا اسے کوئی نہ کوئی نشانی اور معجزہ ضرور دیا جس سے اس کی رسالت کی تائید ہوئی۔ وہ نشانی ایسی ہوتی تھی جو عام

عادت کے خلاف کوئی انوکھی چیز ہو کیونکہ خود رسالت کا دعویٰ بھی عام عادت کے خلاف ایک حقیقت ہے۔ لہٰذا پیغمبر اس نشانی سے اپنا دعویٰ اور اس کی سچائی ظاہر کرتا ہے اس لئے کہ دعوائے رسالت کے ساتھ اس نشانی یا معجزہ کا ظہور اس کے دعویٰ کی تصدیق کا سبب بنتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے معجزات کا امتیاز...... انبیاء یعنی رسولوں کو مختلف قسم کے معجزات دیئے گئے جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے آپ ﷺ کو تمام پیغمبروں سے زیادہ معجزات دیئے گئے سب سے بڑی نشانیاں عطا فرمائی گئیں اور سب سے زیادہ کھلی ہوئی دلیلیں اور ثبوت بہم پہنچائے گئے۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جسے کوئی نہ کوئی نشانی نہ دی گئی ہو جسکے ذریعہ بشر یعنی انسان اس پر ایمان لائے اور مجھے جو چیز بطور وحی کے دی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی صورت میں اتارا۔"

معجزات انبیاء وقت کے مطابق...... وہ قرآن پاک ہے جس کی نظیر پیش کرنے کے لئے آپ ﷺ نے لوگوں کو للکارا اور چیلنج کیا۔ آگے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

"اس لئے میری آرزو ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین اور امتی سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں۔"

معجزات موسوی کی حکمت...... موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اور جادو کا بہت زیادہ زور اور چرچا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ نے اسی جنس کا معجزہ اپنی قوم کے سامنے پیش کیا کہ اپنا عصا زمین پر ڈالا (تو وہ ایک زندہ سانپ بن گیا) یا دریا ان کے لئے دو حصوں میں پھٹ گیا (اور پانی کے درمیان راستہ بن گیا)

معجزات عیسوی کی حکمت ...... عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فن طب اور علاج و معالجہ کی مہارت کا بڑا چرچا تھا چنانچہ حضرت عیسیٰ کو اسی جنس کا معجزہ دیا گیا اور انہوں نے مُردوں کو زندہ کر کے دکھایا، کوڑھیوں اور جذامیوں کو تندرست اور ٹھیک کر دیا۔

حضور کا معجزۂ قرآن...... رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری اپنے عروج پر تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی رسالت کی تائید میں قوم کے سامنے قرآن کریم پیش کیا (جو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی کی صورت میں اتارا اور جس کی فصاحت و بلاغت کمال کے اس درجہ پر ہے کہ اس وقت سے آج تک نہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب و شاعر اس کی ایک آیت کی نظیر پیش کر سکا اور نہ آئندہ کبھی پیش کر سکتا ہے)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ معجزات صرف رسولوں کی ہی خصوصیت ہیں۔

معجزات رسل یا معجزات انبیاء...... کتاب مواقف اور اس کی شرح کے مصنف کے قول سے بھی اسی بات کی تائید ہو رہی ہے وہ کہتے ہیں کہ اصطلاح میں معجزہ کا مطلب ہے وہ چیز یعنی عجوبہ جس کے ذریعہ وہ شخص اپنی سچائی ظاہر کرے جس نے اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے (یہاں بھی نبی کے بجائے رسول کا ہی ذکر کیا گیا ہے)

مگر یہی مصنف کتاب آگے جہاں معجزہ کی شرطیں ذکر کر رہے ہیں وہاں چوتھی شرط بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ خرق عادت چیز یعنی معجزہ مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ نشانی اس کے دعویٰ کی تصدیق ہے!"

رسالت اور نبوت کا فرق...... (یہاں رسالت کی بجائے نبوت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے) ممکن ہے کہ نبوت سے رسالت ہی مراد لی گئی ہو۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ نبوت سے مراد یہ ہو کہ اس نبی کی صرف شخصیت اور ذات کی حد تک اس میں چونکہ رسالت بھی شامل ہوتی ہے لہٰذا اس سے بھی معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔

(دراصل رسالت اور نبوت میں ایک بنیادی فرق ہے جس کی وجہ سے رسول کا درجہ ایک نبی کے مقابلہ میں بلند ہو جاتا ہے۔ رسول حق تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا وہ پیغمبر ہوتا ہے جو خود اپنی مستقل شریعت لے کر آتا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کے برخلاف نبی وہ ہوتا ہے جو گزشتہ شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے اور اس کو مزید پھیلانے کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک نبی خود اپنی مستقل اور علیحدہ شریعت لے کر نہیں آتا۔ یہی فرق ہے جو ایک رسول کو نبی کے مقابلے میں ممتاز کرتا ہے)

(گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات صرف رسول سے ہی سرزد ہوتے ہیں لیکن کتاب مواقف کے مصنف نے ظہور معجزات کی جو شرائط بیان کی ہیں ان میں سے چوتھی شرط میں کہا ہے کہ خرق عادت بات یعنی خلاف عادت عجوبہ جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہو)

نبی سے معجزہ کا ظہور ممکن...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات ایک نبی سے بھی سرزد ہو سکتے ہیں۔ مگر اس بات سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ایک مدعی نبوت خود اپنی ذات کے لئے رسالت بھی رکھتا ہے) کیونکہ ایک نبی رسول تو نہیں ہوتا لیکن خود اپنی ذات کے لئے مرسل ہوتا ہے۔

یعنی نبوت کے لئے اس کا جو دعویٰ ہے اس میں خود اپنی ذات کے لئے رسالت کا دعویٰ بھی شامل ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنی ذات کی طرف ایک رسول کی حیثیت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اب یوں کہنا چاہئے کہ معجزات کا ظہور دونوں سے ہو سکتا ہے رسول سے بھی اور ایک نبی سے بھی جو اگرچہ رسول نہیں ہے۔

اس بات کی تائید علامہ نسفی کی عبارت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب عقائد میں لکھی ہے وہ عبارت یہ ہے۔ "حق تعالیٰ نے معجزات اور خرق عادات کے ذریعہ ان کی تائید کی۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ ان سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں!"

تعداد انبیاء و رسل...... پھر آگے علامہ نسفی کہتے ہیں

بعض احادیث میں انبیاء کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت کی بنیاد پر حضرت سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے انبیاء کی تعداد پوچھی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ اور ایک روایت کے مطابق دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے ہیں۔

اسی بات کی تائید امام سنوسی کے قول سے بھی ہوتی ہے انہوں نے اپنی کتاب شرح عقیدت الکبریٰ میں لکھا ہے کہ۔ یہ بات ممکن ہے کہ ایک نبی کا معجزہ جو رسول نہیں ہے اتنا مؤخر ہو جائے کہ اس کی موت کے بعد ظاہر ہو برخلاف ایک رسول کے معجزہ کے کہ اس میں اختلاف ہے اس کے بعد اس اختلاف کی تمام تفصیلات ذکر کی گئی ہیں۔

نبی پر اظہار معجزہ فرض ہے۔...... پھر اسی دوسرے قول کی تائید کتاب خصائص صغریٰ میں بھی ملتی ہے (یعنی اس بات کی تائید کہ معجزات کا ظہور انبیاء و رسل دونوں سے ہو سکتا ہے کیونکہ انبیاء خود اپنی ذات کے لئے رسالت کا وصف بھی رکھتے ہیں) چنانچہ کتاب خصائص صغریٰ میں ایک روایت نقل کی گئی ہے جس کا خود بھی

اقرار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر معجزات کا اظہار فرض قرار دیا ہے کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور اولیاء پر کرامتوں کو چھپانا فرض قرار دیا ہے کہ ان کے ذریعہ فتنوں میں نہ پڑ جائیں۔ انتہٰی

اس طرح گویا انہوں نے معجزہ اور کرامت کے درمیان تقابل کیا ہے۔ اس عبارت سے صاف طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نبی پر جو رسول نہیں ہے معجزہ کا اظہار کرنا فرض ہے۔ (یعنی اس عبارت میں بھی لفظ نبی اور انبیاء استعمال کیا گیا ہے رسول یا رسل کا لفظ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کا ظہور یا اظہار صرف رسولوں کی ہی خصوصیت نہیں ہے)

قرافی مالکی سے روایت ہے کہ نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی نبوت کی خبر دے۔ (یعنی ایک نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی ذات پر ایمان لائے اور پھر یہ بھی اس پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے نبی ہونے کی اطلاع دے اور اس کا اعلان کرے)

حضور کے معجزات۔ بحر بیکراں...... کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ اس باب کا مقصد رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے چند معجزوں کا ذکر کرنا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد تو ایک پر تلاطم اور موج در موج سمندر کی طرح ہے۔

قرآنی معجزات کی تعداد...... بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات محدود اور منحصر نہیں ہیں۔ بعض دوسرے علماء لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تین ہزار معجزات دیئے گئے تھے جو قرآن پاک کے علاوہ ہیں کیونکہ قرآن پاک کی تو ہر آیت ایک ناقابل انکار معجزہ ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے ہر مخلوق عاجز اور بے بس ہے چنانچہ ایک قول ہے کہ قرآن پاک میں ساٹھ ہزار اور ایک دوسرے قول کے مطابق تقریباً ستّر ہزار معجزے ہیں۔

کتاب خصائص میں علامہ حلیمی کا ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ دوسرے کسی پیغمبر کے معجزات میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے جو جسم و بدن پیدا کرنے کی ہمسری کر سکے۔ یہ بات مخصوص طور پر آنحضرت ﷺ کے معجزات میں ہی پائی جاتی ہے۔ یہاں تک خصائص کا حوالہ ہے۔

اس دعویٰ میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ یہ دعویٰ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہو جاتا ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۃ آل عمران، پ ۳، ع ۵، آیت ۴۹)

ترجمہ: اور ان کو تمام بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے پیغمبر بنا کر میں تم لوگوں کے پاس اپنی نبوت پر کافی دلیل لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ جاندار پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے۔

بہر حال یہاں آنحضرت ﷺ کے ان چند معجزات کے مختصر ذکر سے مقصود یہ ہے کہ یک جائی طور پر ان کا ذکر کیا جائے گا چاہے ان میں سے اکثر کا تذکرہ پیچھے بھی ہو چکا ہو مگر ظاہر ہے کہ وہ تذکرہ متفرق جگہوں پر واقعات کے ذیل میں آیا ہے تاہم ان میں سے جن معجزات کا ذکر پیچھے بھی گزر چکا ہے وہاں ہم نے ان الفاظ میں اشارہ کر دیا ہے کہ۔ جیسا کہ بیان ہوا لیکن جن کا ذکر پیچھے نہیں گزرا ہے وہاں اشارہ کا یہ جملہ نہیں دیا گیا ہے۔

معجزۂ اعظم قرآن...... رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن کریم ہے جو آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے کیونکہ اس معجزہ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے حالات وواقعات بھی بتلادیئے ہیں اور گزشتہ نبیوں کی سیرت وسوانح بھی بیان فرمادی ہے۔ یہ پیغمبر وہ ہیں جن کو اہل کتاب پہلے سے جانتے ہیں جبکہ دوسری طرف آنحضرت ﷺ اُمّی تھے نہ آپ ﷺ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔

نبی اُمّی اور تاریخ ماضی...... نہ ہی آنحضرت ﷺ کاہنوں اور راہبوں وغیرہ کی مجلسوں میں کبھی بیٹھے تھے (کہ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کو گزشتہ زمانے کی تاریخ اور واقعات معلوم ہوگئے ہوں) رسول اللہ ﷺ ان مشرکوں کے درمیان اور ان کی نگاہوں کے سامنے ان کے ہی شہر میں پلے بڑھے۔ اس شہر میں کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو پچھلے زمانوں اور گزشتہ امتوں کے ان حالات کو جانتا ہو جو قرآن کریم میں ذکر فرمائے گئے ہیں۔

قرآنی پیشگوئیوں کی صداقت...... عرب میں جو پڑھے لکھے لوگ تھے اور عالم راہبوں کی مجلس میں بیٹھتے تھے وہ بھی ان باتوں کو نہیں جانتے تھے جن کی قرآن پاک نے خبر دی ہے خاص طور پر غیب کی وہ باتیں جو آئندہ پیش آنے والی تھیں اور جن سے آپ ﷺ کی سچائی اور صداقت بالکل واضح ہوگئی کیونکہ وہ واقعات قرآنی پیشین گوئیوں کے مطابق ظہور اور وقوع میں آئے۔

ندرت بیان اور اعجاز قرآن......اسی طرح اس کلام مقدس کی فصاحت وبلاغت ہے کہ بڑے بڑے فصیح و بلیغ ادیب اس کی فصاحت کے حسن وترتیب کے سامنے عاجز ہو کر رہ گئے اس کے کلمات میں جو ندرت اور اعجاز تخییل ہے اس کو دیکھ کر عقلیں مبہوت اور زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں۔

قرآن کا عظیم اسلوب بیان......اس مبارک کلام کے ہر قول میں فصاحت کے دریا موج زن ہیں۔ اس کی آیات پاک کو دلیلوں سے مضبوط کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ہر بات کو نہایت صاف صاف اور واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی عقلیں حیران ہو اٹھیں اور اس کے مقابلہ میں ان کے خیالات وافکار اور ان کا بیان قطعاً احمقانہ اور بچکانہ معلوم ہونے لگا حالانکہ وہ لوگ نظم ونثر کے بادشاہ اور سجع وشعر گوئی کے امام سمجھے جاتے تھے۔

کلام کی انوکھی صنعتیں...... شعراء اور ادیبان عرب کے کلام نثر میں جو اوصاف ہوتے تھے ان کے برخلاف قرآن پاک بالکل انوکھی خوبیاں اور واضح صنعتیں لے کر آیا اس لئے کہ قرآن کریم کا انداز نظم اور بندشیں نہ تو عرب کے مقالات اور خطبات کی طرح ہیں اور نہ ان کے اشعار اور کاہنوں کے قافیہ بند کلام کے جیسی ہیں (بلکہ اس کا انداز ان سے کہیں زیادہ نرالا، پُر تاثیر اور حسن بیان سے لبریز ہے)

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ادیبان عرب کو للکارا کہ وہ قرآن کریم کی فصاحت کا مقابلہ کر کے دکھلائیں اور دعویٰ کیا کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی ہی نظیر پیش کر کے دکھائیں۔ یہ دعویٰ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کامل یقین اور بھروسہ تھا کہ وہ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے کہ یہ کلام یعنی قرآن کریم خدائے قدوس کی طرف سے آیا ہے۔

ادیبان عرب کے لئے دعوائے رسول...... ورنہ آنحضرت ﷺ کا اتنے اعتماد اور یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا ناممکن تھا کیونکہ اگر یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا بلکہ خود آپ ﷺ کا مرتب کیا ہوا ہوتا تو آپ کو یہ اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کہ عرب میں آپ ﷺ کا ہمسر ادیب نہ مل سکے۔ ظاہر ہے عرب اور

خاص طور پر قریش کے لوگوں میں ایک سے ایک فصیح و بلیغ شاعر بلند درجہ و قادر کلام شاعر اور بلند پایہ ادیب موجود تھا۔ وہ لوگ بلاغت کے آخری درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور یہ کلام اسی جنس کا تھا جس میں وہ طبع آزمائی کیا کرتے تھے (لہذا آپ کو یہ اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ انسانی کلام کی نظیر نہیں پیش کر سکتے) پس یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا۔

فصیحان عرب کا عجز...... اگر ادیبان عرب میں سے کسی کو اس کی نظیر پیش کرنے کی قدرت ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ خاص طور پر جبکہ انہوں نے ادبی مقابلہ آرائی کا میدان چھوڑ کر شمشیر و تبر کا میدان اور جنگ و خوں ریزی کا راستہ اختیار کیا۔ اس جنگ میں ان کے بڑے بڑے زور آور سورما اور گراں ڈیل پہلوان پیوند خاک ہو گئے۔ مال و دولت لٹ گئے اور بال بچے قیدی بن گئے جب آدمی پر ایسی زبردست افتاد پڑتی ہے تو قدرتی طور پر وہ مقابلہ آرائی میں اپنی ساری طاقتیں خرچ کر دیتا ہے (لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کریم کی ایک آیت کی نظیر بنانے کی بھی ہمت نہیں کر سکے) اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ کلام مقدس خود اپنی ذات میں مقابلہ کئے جانے اور نظیر بنائے جانے سے محفوظ ہے۔

کیا قرآن کی نظیر بنانا ممکن ہے...... کچھ علماء اس کے برخلاف ایک دوسری قسم کی دلیل دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ادیبان عرب کی طرف سے فصاحت و بلاغت میں قرآن کریم کا مقابلہ ہوا ہی نہیں کیونکہ خود حق تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے تھے اور آیات قرآنی کی نظیر لانے کا خیال ان کے دلوں سے نکال دیا تھا حالانکہ فصیحان عرب کو اس کی قدرت حاصل تھی (گویا اس طرح یہ بھی قرآن کریم کا اعجاز اور خدا کی طرف سے اس کی حفاظت تھی کہ دلوں کو اس مقابلہ آرائی کی طرف سے پھیر دیا گیا)

لیکن یہ دلیل ٹھیک نہیں کیونکہ اگرچہ اس طرح لوگوں کے دل پھر جانا بھی قرآن کریم کا اعجاز ہی کہلائے گا لیکن پہلی صورت میں جو اعجاز نمایاں ہوتا ہے وہ زیادہ مکمل اور قطعی ہے۔ وہی اعجاز قرآن کریم کی عظیم فضیلت کے شایان شان ہے۔

ولید کے سامنے آیات قرآنی...... چنانچہ ایک مرتبہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا قریش میں اس کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ تھا اور اسی لئے اس کو "ریحانۂ قریش" کہا جاتا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ میرے سامنے اپنا کلام پڑھ کر سنایئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ

(سورۃ نحل، پ ۱۴، ع ۱۳، آیت ۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اعجاز قرآنی کا اقرار...... یہ سن کر ولید نے کہا کہ دوبارہ پڑھئے۔ آپ ﷺ نے یہی آیت دوبارہ پڑھی۔ تب ولید نے کہا۔

"خدا کی قسم! اس کلام میں بڑی حلاوت و شیرینی اور بڑی آراستگی و پیراستگی ہے، اس کا ظاہر رس دار ہے تو باطن شاداب ہے یہ کسی بشر اور انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ کلام خود بلند و برتر ہے کوئی دوسرا کلام اس پر برتری

حاصل نہیں کر سکتا!"

ایک روایت میں یوں ہے کہ ولید کے کہنے پر آپ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

حٰم تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ،غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (سورۂ مومن، پ ۲۴، ع ۱، آیت ۱)

ترجمہ: حٰم (!اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔

ولید کے تاثر پر قریش کا ردّ عمل ...... یہ آیات مقدس سننے کے بعد ولید اپنی برادری یعنی بنی مخزوم کے محلہ میں آیا اور ان سے کہنے لگا۔

"خدا کی قسم! محمد ﷺ کا کلام ہرگز کسی انسان کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی جن کا کلام ہے!"

اس کے بعد اس کے گزشتہ جملے ہیں پھر ولید اپنے گھر چلا گیا۔ ادھر قریش کے لوگ کہہ رہے تھے ولید تو بے دین ہو گیا۔ خدا کی قسم لگتا ہے سارے ہی قریش بے دین ہو جائیں گے

ابو جہل کی ولید کو طعنہ زنی ...... اس پر ابو جہل لعین بولا کہ اس سے تمہیں میں نجات دلاؤں گا۔ چنانچہ وہ چہرے پر حزن وملال طاری کر کے اور اداس سی صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے ولید کا گزر ہوا تو وہ ابو جہل کو اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگا۔

"کیا بات ہے۔ تم بڑے غمگین دکھائی دے رہے ہو؟"

ابو جہل نے کہا۔

"غمگین واداس کیوں نہ ہوں۔ آج قریش نے تمہاری مدد کرنے کے لئے چندہ اکٹھا کیا ہے کیونکہ ان کا خیال ہے تم محمد ﷺ کی باتوں کو خوب بنا سنوار کر پیش کرتے پھر رہے ہو تاکہ ان کا بچا ہوا کھانا تمہیں بھی مل جایا کرے!"

ولید کا اشتعال اور قریش سے بحث ...... یہ سن کر ولید ایک دم بگڑ گیا اور کہنے لگا۔

"کیا قریش کو معلوم نہیں ہے کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ اولاد والا شخص ہوں۔ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی اپنے کھانے سے خود اپنا پیٹ ہی بھر سکتے ہیں!"

اس کے بعد وہ ابو جہل کے ساتھ اسی وقت بنی مخزوم کی مجلس میں آیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ جھوٹے ہیں۔ کیا تم نے کبھی ان کا کوئی جھوٹ دیکھا ہے؟"

لوگوں نے کہا! ہرگز نہیں

ولید نے پھر کہا۔

"پھر کیا تم ان کو مجنون سمجھتے ہو۔ کیا تم نے کبھی ان کی کوئی خرافات دیکھی ہے؟"

لوگوں نے کہا! نہیں پھر ولید نے کہا۔

"تب کیا تم ان کو کوئی کاہن سمجھتے ہو۔ کیا تم نے کبھی ان کے منہ سے ایسی پیشین گوئیاں اور خبریں سنی

ہیں جیسی کاہن دیا کرتے ہیں؟"

ولید کی نادانی...... انہوں نے کہا نہیں۔

پھر خود قریش نے ولید سے کہا

"ابو مغیرہ! پھر آخر وہ کیا ہیں؟"

ولید نے کہا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ بس یہ تو جادو ہے

قرآنی فصاحت پر سجدہ...... (یہی الفاظ قرآن کریم میں سورۂ مدثر میں بھی آئے ہیں جو ایک دوسرے مضمون کے ذیل میں ہیں)

ایک دیہاتی نے ایک مرتبہ کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ (سورۂ حجر، پ ۱۴، ع ۶، آیت ۹۴)

ترجمہ: غرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو تو صاف صاف سنا دیجئے۔

قرآنی آیات کی بلاغت...... دیہاتی یہ کلمات پاک سنتے ہی سجدے میں گر گیا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا کہ اس کلام کی فصاحت نے مجھے سجدہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

ایک اور شخص نے کسی کو قرآن کریم کے یہ الفاظ پڑھتے سنا۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (سورۂ یوسف، پ ۱۳، ع ۱۰، آیت ۸۰)

ترجمہ: پھر جب ان کو یوسف علیہ السلام سے تو بالکل امید نہ رہی کہ بن یامین کو دیں گے تو اس جگہ سے علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے۔

یہ کلمات سن کر وہ شخص کہنے لگا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی بھی مخلوق اس قسم کے کلام پر ہرگز قدرت نہیں رکھتی۔"

قرآن کی فصاحت اور اصمعی...... مشہور ادیب اصمعی نے ایک پانچ چھ سالہ بچی کو بڑا فصیح کلام کرتے سنا اس نے اپنی حیرانی کا اظہار کیا تو وہ بچی بولی۔

"کیا حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد بھی تم کسی اور کلام کو فصیح شمار کر سکتے ہو (وہ فصیح و بلیغ ارشاد باری یہ ہے)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ الخ (سورۂ قصص، پ ۲۰، ع ۱، آیت ۷)

ترجمہ: اور جب موسیٰ پیدا ہوئے تو ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔

اصمعی لیک بچی سے لاجواب...... ان مختصر سے الفاظ میں حق تعالیٰ نے (فصاحت و بلاغت کا یہ اعجاز پیدا فرمایا ہے کہ ان میں دو حکم جمع فرمائے اور دو ممانعتیں اور اسی طرح دو خبریں اور دو بشارتیں پنہاں ہیں۔ (باقی آیت کا ترجمہ یہ ہے) پھر جب تمکو ان کی نسبت جاسوسوں کے مطلع ہونے کا اندیشہ ہو تو بے خوف و خطر ان کو دریائے نیل میں ڈال دینا اور نہ تو غرق سے اندیشہ کرنا اور نہ مفارقت پر غم کرنا کیونکہ ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اپنے وقت پر ان کو پیغمبر بنا دیں گے۔ (اس آیت پاک میں دو حکم تو یہ ہیں کہ دودھ پلاؤ۔ اور۔ دریا میں ڈال دینا دو ممانعتیں یہ ہیں کہ مت ڈرو اور غم مت کرو۔ دو خبریں یہ ہیں کہ ہم انہیں تمہارے ہی

پاس واپس پہنچادیں گے اور نبی بنادیں گے۔ چونکہ صرف یہ خبریں ہی نہیں بلکہ خوش خبریاں ہیں اس لئے یہی دونوں بشارتیں بھی ہیں)

قرآن کے مقابلہ کا خبط...... اسی طرح مشرکوں میں سے ایک شخص نے قرآن کریم کی ایک سورت کے مقابلے میں اپنا کلام موزوں کرنے اور ان آیات کی نظیر پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ شخص بڑا بلند درجہ کا ادیب اور فصیح و بلیغ انسان تھا جس کے کلام میں نہایت شیرینی اور شوکت ہوا کرتی تھی (اس نے آیات قرآنی کے مقابلے میں اپنا کلام موزوں کرنا شروع کردیا تھا)

ایک دن اس نے کسی مکتب میں ایک بچے کو قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

وَقِيلَ يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى وَغِيضَ ٱلْمَآءُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَٱسْتَوَتْ عَلَى ٱلْجُودِىِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ (سورۂ ہود، پ ۱۲، ع ۴، آیت ۴۴)

ترجمہ: اور جب کفار غرق ہوچکے تو حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی جو کہ تیری سطح پر موجود ہے نگل جا اور اے آسمان برسنے سے تھم جا (چنانچہ دونوں امر واقع ہوگئے) اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی کوہ جودی پر آٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔

خطیب عرب کا اعتراف عجز...... یہ آیت پاک سنتے ہی وہ شخص فوراً اپنے ارادہ سے باز آیا جو کچھ اس نے لکھا تھا اسے مٹادیا اور کہنے لگا۔

"خدا کی قسم یہ کسی بشر یعنی انسان کا کلام نہیں ہے

بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے سوا اپنے کسی معجزے کے سلسلے میں مخالفوں کے سامنے دعویٰ یعنی چیلنج نہیں کیا۔ چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کریم کا ہر ہر جملہ یعنی آیت ایک مستقل معجزہ ہے۔

حفاظت قرآن خود معجزہ...... اس معجزہ کو حق تعالیٰ نے ایسا محفوظ اور مامون فرمادیا ہے کہ طویل سے طویل وقت گزرنے کے باوجود اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں ہوسکتی (یہ بات خود ایک مستقل معجزہ اور اعجاز ہے کہ اس کا ایک حرف ہی نہیں زیر، زبر اور پیش تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہیں)

فرحت انگیز کلام...... یہ مقدس کلام ایسا فرحت انگیز اور سدا بہار ہے کہ نہ تو اس کو پڑھنے والا کبھی اکتاہٹ محسوس کرتا ہے اور نہ اس کو سننے والا ہی کبھی بے دلی کا احساس کرتا ہے بلکہ اس کو بار بار پڑھنے اور لوٹانے سے ہر دفعہ ایک نیا کیف و سرور محسوس ہوتا ہے ہر مرتبہ اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی محبت و عظمت ہر بار بڑھتی ہی جاتی ہے۔

خلوتوں میں سامان تسکین...... اس کے علاوہ کوئی دوسرا کلام چاہے کتنا ہی بلیغ اور اونچے درجہ کا ہو اگر بار بار پڑھا جائے تو اس سے طبیعت اکتا کر بیزار ہوجاتی ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کریم کو تنہائیوں اور خلوتوں میں پڑھا جائے تو اس سے انس حاصل ہوتا ہے، وحشت دور ہوتی ہے اور سخت سے سخت پریشانی میں اس کی تلاوت سکون دل کا سامان بنتی ہے۔ اس کلام مقدس میں وہ تمام مضامین اور حکمتیں تو شامل ہیں ہی جو گزشتہ صحیفوں میں تھیں ان کے علاوہ بھی نئے مضامین اور حکمتیں موجود ہیں۔

جامع ترین کلام...... ایک رومی راہب و عالم جب مسلمان ہوا تو اس نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ قرآن کریم میں جو یہ آیت ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورہ نور، پ ۱۸، ع ۷، آیت ۵۲)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے پس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

قرآن خود ہی دعوت خود ہی حجت...... اس ایک ہی آیت میں وہ ساری باتیں جمع ہیں جو دنیا و آخرت کے حالات کے سلسلے میں حضرت عیسیٰؑ پر نازل کی گئی تھیں۔

علامہ حلیمی اپنی کتاب منہاج میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی عظمت کا ایک یکتا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت کے ساتھ ساتھ اسی کو دعوت کی حجت اور دلیل بھی بنادیا ہے۔ قرآن کریم کی یہ ایک منفرد خصوصیت ہے ایسا کسی دوسرے نبی کے ساتھ نہیں ہوا۔

ہر نبی کے پاس ایک دعوت تھی اور اس دعوت کی دلیل اور حجت اس دعوت کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہوتی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے لئے حق تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو قرآن کریم ہی میں جمع فرمادیا قرآن پاک خود ہی دعوت بھی ہے اور خود ہی اس دعوت کی حجت اور دلیل یا ثبوت بھی ہے۔ دعوت تو اپنے معانی کے لحاظ سے ہے (جو زندگی کا ایک مکمل دستور اور مقصد حیات پیش کرتے ہیں) اور حجت اپنے الفاظ کے لحاظ سے ہے (کہ جن بلیغ تعبیرات اور جس فصاحت کا نمونہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے ان کی نظیر بنانا انسانی طاقت سے باہر ہے)

دعوت و حجت کا شرف...... ایک دعوت کے لئے یہ بات بڑے شرف اور مرتبہ کی ہے کہ اس کی حجت اور دلیل بھی اس کے ساتھ یعنی اسی میں موجود ہو۔ اسی طرح دعوت کی حجت کے لئے یہ بات بڑے شرف و مرتبہ کی ہے کہ اس حجت کی دعوت اس سے علیحدہ نہ ہو۔

حق تعالیٰ نے اس قرآن پاک میں سب ہی چیزیں اور علوم جمع فرمادیئے ہیں خاص طور پر مثلاً غیب کی بہت سی خبریں۔ چنانچہ بہت سی وہ خبریں اور پیشین گوئیاں جو قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ہیں جوں کی توں دنیا میں دیکھی جاچکی ہیں۔

قرآن کی صلاحیت حفظ...... اسی طرح پچھلے زمانوں کے حالات بھی اس میں بیان کئے گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ ہے یا اصحاب کہف کا واقعہ اور ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں پچھلی امتوں اور قوموں کے حالات کا بیان ہے جیسے مختلف انبیاء کے واقعات معہ ان کی امتوں کے حالات کے ذکر کئے گئے ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک کے حفظ ہوجانے کی خصوصیت ہے (جو کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے) غرض اس کے عجائبات کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں ہے کہ نہ علماء اور دانشور کبھی اس سے سیر ہو سکتے ہیں اور نہ کبھی خواہشات اس سے بے نیاز ہو سکتی ہیں۔

معجزۂ شق صدر...... آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک شق صدر یعنی آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا جاتا ہے اور پھر اس کا دوبارہ اس طرح جوڑ دیا جاتا ہے کہ نہ اس سے آپ ﷺ کو معمولی سا بھی نقصان یا ضرر پہنچا اور نہ ہی کوئی ادنیٰ سی بھی تکلیف اور مشقت ہوئی حالانکہ یہ عمل چار یا پانچ بار ہوا جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔

معجزۂ حکایت بیت المقدس...... اسی طرح آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی تفصیلی شکل اور اس کا مکمل نقشہ لوگوں کو بتلایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ نے قریش کو ایک روز یہ اطلاع دی کہ رات میں آپ ﷺ نے بیت المقدس کا سفر فرمایا ہے (قریش نے اس پر یقین نہیں کیا اور آپ ﷺ سے بیت المقدس کی شکل اور عمارت کا نقشہ پوچھا کہ امتحان ہو جائے آپ ﷺ نے ان کو پوری تفصیل صحیح صحیح بتلادی) جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

موت نجاشی کی خبر...... آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں بیٹھے بیٹھے موت نجاشی کی اطلاع اسی دن دیدی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا (جبکہ نجاشی بادشاہ کی وفات وہاں سے ہزاروں میل دور ملک حبشہ میں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی وقت اس حادثہ کی خبر دیدی اور آپ ﷺ نے مدینہ میں سب کو یہ اطلاع دی) پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مرحوم بادشاہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ (اس لئے کہ شاہ نجاشی مسلمان ہو چکا تھا اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی)

اس پر منافقوں نے کہا۔

ذرا ان کو دیکھو ایک نصرانی کافر کی نماز پڑھ رہے ہیں!"

یعنی جسے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ

(سورۃ آل عمران، پ ۴، ع ۲۰، آیت ۱۹۹)

ترجمہ: اور بالیقین بعض لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو ان کے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے۔

شق قمر و خیرگی نگاہ دشمن...... آپ ﷺ کا ایک معجزہ شق قمر یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ ایک معجزہ یہ ہے کہ قریش کے گروہ نے جب ایک دن دار الندوہ میں بیٹھ کر آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا تو وہ آنحضرت ﷺ کے گھر آئے اور آپ ﷺ کے دروازہ کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب آنحضرت ﷺ باہر نکلے تو مشرکین کی آنکھیں چندھیا گئیں اور انکی گردنیں جھک کر ان کے سینوں پر لٹک گئیں۔ آنحضرت ﷺ سامنے آکر بالکل ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا۔ یہ چہرے بگڑ گئے۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے وہ مٹی ان کے سروں پر اچھال دی۔ یہ مٹی ان میں سے جس کے اوپر بھی پڑی وہ غزوۂ بدر میں قتل ہو گیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔

اس روایت میں ایک مٹھی کے لئے قبضۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لفظ کو اگر قاف پر پیش کے ساتھ قُبضۃ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں پکڑی ہوئی چیز اور اگر اس کو قاف پر زبر کے ساتھ قَبضۃ پڑھا جائے تو معنی ہوں گے ایک دفعہ میں جتنی چیز مٹھی میں آجائے۔

معجزۂ حنین...... ایک معجزہ یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں مشرکوں کے لشکر کو صرف ایک مٹھی بھر مٹی کے ذریعہ شکست فاش نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی اور ان میں ابتری پھیل

گئی) جیساکہ پیچھے جنگ بدر کے بیان میں بھی ایسی ہی مثال گزری ہے۔
معجزۂ غار ثور...... ایک معجزہ یہ ہے کہ (جب آپ ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کے لئے روانہ ہوئے اور غار ثور میں چھپے تو) غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تان دیا تھا (جس سے پیچھا کرنے اور تلاش کرنے والے لوگ مغالطہ میں پڑگئے کہ اس غار میں عرصہ سے کوئی نہیں گھسا) جبکہ اس وقت غار میں خود آنحضرت ﷺ اور آپکے ایک جاں نثار یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ موجود تھے۔ جیساکہ ہجرت کے بیان میں گزر چکا ہے۔
بن بیائی بکری سے دودھ...... آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ اس بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں پھوٹ نکلیں جس کو ابھی نر جانور نے چھوا بھی نہیں تھا (یعنی وہ بکری نہ کبھی گیا بھن ہوئی تھی اور نہ بیائی تھی) جیساکہ اُمّ معبد کے واقعہ میں پیچھے گزرا ہے۔
ایک دوسرے واقعہ میں حضرت ابو عالیہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے نو کے نو گھروں میں آدمی بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لے آئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس کئی صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر کسی گھر میں بھی کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔
آپ ﷺ نے باڑے میں بندھی ہوئی کم عمر بکری پر نگاہ ڈالی۔ یہ ایک سال سے کم عمر کی بکری تھی جو اب تک بیائی نہیں تھی (اور گیا بھن بھی نہیں ہوئی تھی) آپ ﷺ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ اسی گھڑی، اسکی ٹانگوں کے بیچ تھنوں سے دودھ کی دھاریں بہنے لگیں۔ آپ ﷺ نے ایک بڑا قاب منگایا اور اس میں بکری کا دودھ دوہتے رہے اور قاب بھر بھر کر اپنی ازواج کے پاس بھجواتے رہے (یہاں تک کہ نو کے نو گھروں میں) ایک ایک قاب پہنچ گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر دودھ دوہا اور اس میں سے خود بھی نوش فرمایا اور صحابہ نے بھی پیا۔
اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ آپ ﷺ کی وہ دعا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں فرمائی تھی۔
عمر کے ذریعہ اعزاز اسلام کی دعا...... کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اسلام کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ دعا آپ ﷺ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے ذریعہ اسلام کو وہ سربلندی اور شوکت عطا فرمائی کہ دنیا اس کا اعتراف کرتی ہے جیساکہ بیان ہو چکا ہے۔
علی کے لئے دعا کا معجزہ...... ایک معجزہ حضرت علی کیلئے آپ ﷺ کی دعا تھی کہ حق تعالیٰ انہیں گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچائے۔ اس دعا کے نتیجہ میں ان کو ان دونوں میں سے کوئی پریشانی بھی نہیں رہی چنانچہ آنحضرت ﷺ کی اس دعا کے بعد حضرت علی کا حال یہ تھا کہ وہ گرمی کے موسم میں سردی کے کپڑے پہن لیتے اور سردی کے موسم میں گرمی کا لباس استعمال کر لیتے تو وہ اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوتے تھے جیساکہ پیچھے گزرا ہے۔
شدّت سرما اور دعائے تحفظ...... اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت بلالؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں میں نے صبح کی اذان دی۔ اذان سن کر رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے مگر مسجد میں آپ ﷺ کو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اور لوگ کہاں ہیں میں نے عرض کیا۔

"لوگ سردی کی وجہ سے نہیں آئے۔
آپ ﷺ نے اسی وقت دعا فرمائی۔
"اے اللہ! ان سے سردی کی تکلیف دور فرمادے۔"

شفایابیٔ علی کا معجزہ...... حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ان کو ایک ایک کر کے نماز کے لئے آتے دیکھا۔

اسی طرح ایک معجزہ حضرت علیؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کی ایک اور دعا ہے حضرت علی ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور مرض بہت زیادہ بڑھ گیا جس سے وہ سخت پریشانی میں تھے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ دعا کرتے سنا۔

"اے اللہ! اگر میرا وقت آچکا ہے تو مجھے اس کے ذریعہ راحت دیدے (یعنی مجھے اٹھالے) لیکن اگر میری موت میں ابھی دیر ہے تو مجھے شفا عطا فرمادے اور اگر یہ کوئی مصیبت ہے تو مجھے صبر دیدے!"

معجزات لعاب دہن...... یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ حضرت علی نے یہی الفاظ آپ ﷺ کے سامنے پھر دہرادیئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ پھر دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کو صحت وشفا عطا فرمادے۔ چنانچہ اس کے بعد یہ مرض حضرت علیؓ کو کبھی نہیں ہوا۔

واقعۂ حذیفہ......اسی طرح حضرت حذیفہؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کی دعا ہے یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے اور اس رات کا ہے جب مشرکوں کے احزابی لشکر کو شکست ہوئی تھی (یہ بھی ایک سرد رات تھی اور حضرت حذیفہ ٹھنڈک کی وجہ سے پریشان تھے) آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ انہیں سردی کی تکلیف سے نجات عطا فرمائے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد وہ ایسا محسوس کرنے لگے تھے جیسے حمام کی گرمائی میں پھر رہے ہوں۔ جیسا کہ پیچھے بھی یہ واقعہ گزرا ہے۔

واقعۂ علیؓ......اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو آشوب چشم کی تکلیف ہو رہی تھی اور ان کی آنکھیں دکھنے آگئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے انہیں اسی گھڑی آرام ہو گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے بیان میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

واقعۂ کلثوم......اسی طرح وہ واقعہ ہے کہ حضرت کلثوم ابن حصینؓ غزوۂ احد میں ایک تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے زخم میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس کے نتیجہ میں انہیں اسی وقت آرام ہو گیا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

واقعۂ ابو قتادہ......اسی طرح کا ایک واقعہ غزوۂ ذی قرد کا ہے جس میں حضرت ابو قتادہ زخمی ہو گئے تھے ایک تیر ان کے چہرے پر آلگا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا (انہیں آرام ہو گیا اور) نہ وہاں زخم رہا نہ سوجن رہی۔ یہ واقعہ بھی گزر چکا ہے۔

واقعۂ ابن انیس...... اسی طرح حضرت عبداللہ ابن انیسؓ کا واقعہ ہے کہ ان کے ایک زخم آگیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے جب اس پر اپنا لعاب دہن لگادیا تو زخم کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی اور حضرت عبداللہ کو آرام آگیا) جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

واقعۂ سلمہ......اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سلمہ ابن اکوعؓ کا ہے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ان کی پنڈلی میں ایک

زخم آگیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس زخم پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے ان کا زخم اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی گزر چکا ہے۔

واقعۂ ابن معاذ...... ایسے ہی حضرت زیدؓ ابن معاذ کے ساتھ واقعہ پیش آیا تھا۔ کعب ابن اشرف یہودی کے قتل کے موقعہ پر ان کے پیر اور سر پر تلوار کے زخم آگئے تھے آنحضرت ﷺ نے ان دونوں زخموں پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور ان کے دونوں گھاؤ اسی وقت ٹھیک ہو گئے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

واقعۂ ابن حکم...... اسی طرح کا ایک واقعہ علی ابن حکم کا ہے غزوۂ خندق کے موقعہ پر ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس کی برکت سے ان کی ٹانگ ٹھیک ہو گئی یہاں تک کہ انہیں اپنے گھوڑے پر سے اترنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

واقعۂ معوذ...... ایسا ہی ایک حادثہ حضرت معوذ ابن عفراء کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے۔ حضرت عکرمہ ابن ابو جہل نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) ان پر وار کیا جس سے حضرت معوذ کا ہاتھ کٹ گیا وہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے آپ ﷺ نے اسے اس کی جگہ رکھ کر جوڑا اور اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے کٹا ہوا ہاتھ اپنی جگہ پر چڑھ گیا۔ یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔

حاطب کا واقعہ...... آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے جسے حضرت محمد ابن حاطب اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ان کے یہاں سرزمین حبشہ میں محمد ابن حاطب پیدا ہوئے وہ بیٹے کو لے کر حبشہ سے روانہ ہوئیں۔

ہاتھ جلنے کا حادثہ...... وہ کہتی ہیں کہ جب میں مدینہ سے ایک دو رات کے فاصلے پر رہ گئی تو میں تیرے لئے یعنی محمد ابن حاطب کے لئے کھانا پکانے لگی۔ اسی وقت ایندھن کی لکڑی ختم ہو گئی۔ میں لکڑیاں لینے کے لئے گئی۔ تو نے ہنڈیا کو چھیڑ دیا جس سے وہ گرم ہنڈیا تیرے ہاتھ پر الٹ گئی۔

میں مدینہ پہنچی تو تجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! یہ محمد ابن حاطب ہے اور پہلا بچہ ہے جس کا نام آپ ﷺ کے نام پر رکھا گیا ہے یعنی اسلام کے بعد کے زمانے میں!"

آنحضرت ﷺ کی چارہ گری...... آنحضرت ﷺ نے تیرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور تیرے بازو پر اپنا دست مبارک پھیر کر تیرے واسطے دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے تیرے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور یہ دعا فرمائی۔

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْماً (حدیث)

ترجمہ: پروردگار خلائق اس تکلیف کو دور فرمادے شفا عطا فرمادے کہ تو ہی شافی مطلق ہے تیرے سوا شفا و صحت کا مالک کوئی نہیں ہے۔ تیری ہی بخشی ہوئی شفا ایسی ہے کہ وہ کوئی کمی اور سقم نہیں چھوڑتی۔

خُبیب کا واقعہ...... میری والدہ کہتی ہیں کہ اس دعا کے بعد میں وہاں سے اٹھنے بھی نہیں پائی تھی کہ تیرا ہاتھ ٹھیک ہو چکا تھا۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت خبیب کا ہے غزوۂ بدر میں ان کا کاندھا زخمی ہو گیا تھا۔ مقابل کا وار ان کے شانے پر پڑا اور اتنا گہرا گھاؤ لگا کہ ادھر کا بازو لٹک گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور بازو کو اس

کی جگہ رکھ دیا۔ وہ اپنی جگہ پر جڑ کر ٹھیک ہو گیا۔ یہ بیان گزر چکا ہے۔

واقعۂ قتادہ...... یہ واقعہ حضرت قتادہ کا ہے کہ ایک موقعہ پر گھائل ہو کر ان کی آنکھ باہر نکل آئی یہاں تک کہ رخسار پر لٹک گئی آنحضرت ﷺ نے اسے اس کی جگہ رکھ دیا۔ اس کے بعد صحت کے لحاظ سے وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

نابینا کو بینائی ملنے کا معجزہ...... اسی طرح ایک مرتبہ ایک نابینا شخص نے آنحضرت ﷺ سے فریاد کی کہ آنکھیں جاتی رہیں اور کوئی ساتھ لے کر چلنے والا (یعنی اندھے کا سہارا) بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو دعا کے الفاظ بتلائے اور فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور ایسے ایسے دعا مانگو چنانچہ اس نے تعمیل حکم کی اور آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی دعا مانگی جس کی برکت سے اسی گھڑی اس کی بینائی واپس آ گئی۔

ایک اور معجزۂ بینائی...... ایسے ہی ایک شخص کی آنکھیں کسی بیماری سے سفید ہو گئیں (یعنی آنکھوں پر سفید جھلی آ گئی) اور وہ شخص (بینائی سے محروم ہو کر کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہ رہا) آنحضرت ﷺ نے اس کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈال دیا جس سے اس کی بینائی لوٹ آئی۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اسے سوئی میں دھاگہ پروتے ہوئے دیکھا جبکہ اس وقت اس کی عمر اسّی سال کی ہو چکی تھی۔

عتبہ اور لعاب دہن کی برکت...... اسی طرح عتبہ ابن فرقد سلمی کا واقعہ ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک پر اپنا لعاب دہن لگا کر اسے عتبہ کے بدن پر مل دیا۔ اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ ہمیشہ عتبہ کے بدن سے خوشبو مہکتی رہتی تھی جبکہ وہ عطر کو چھوتے بھی نہیں تھے۔

حضرت عتبہ کی ایک بیوی کہتی ہیں کہ عتبہ کی ہم چار بیویاں ہیں ہم میں سے ہر ایک اس کی کوشش کرتی تھی کہ اپنی ساتھی سے زیادہ بہتر خوشبو لگائے (تاکہ عتبہ اس کی طرف زیادہ التفات کریں) مگر خود عتبہ کبھی کسی عطر کو چھوتے بھی نہیں تھے لیکن جب وہ باہر لوگوں میں جاتے تو ہر شخص کہتا کہ ہم نے عتبہ والی خوشبو سے بہتر عطر کبھی نہیں سونگھا۔

آخر ایک روز ہم نے ان سے کہا۔

"ہم اپنے بہتر سے بہتر خوشبو لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی آپ کے جسم سے پھوٹنے والی خوشبو کہیں اعلیٰ ہوتی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

مسیحائی اور بدن سے خوشبو...... حضرت عتبہ ابن فرقد نے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بار میرے پتّی اچھل آئی۔ میں نے جا کر آنحضرت ﷺ سے اپنی شکایت بیان کی۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے اتار دوں۔ میں نے اپنے کپڑے نکال کر شرمگاہ کو ڈھانک لیا اور آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے دوسرے ہاتھ کے ساتھ مل دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے پیٹ اور کمر پر مل دیئے۔ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک لگنے کے بعد اسی دن سے یہ خوشبو میرے بدن سے پھوٹتی ہے۔"

اسی واقعہ کی طرف صاحب اصل یعنی عیون الاثر کے مصنف نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

وَعُتْبَةَ لَمَّا مَسَّهُ رَاحَ عَاطِرًا
يَضُوْعُ الشَّذَا مِنْهُ بِاَعْطَرِ مَا يَحْوِىْ

ترجمہ: جس دن سے سرور عالم ﷺ نے عتبہ کے بدن کو چھوا عتبہ میں سے عطر کی مہک پھوٹنے لگی۔ اس کی برکت سے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو سے بہتر مہک ان کے جسم سے پھوٹتی ہے۔

ابن عباسؓ کے لئے معجزۂ دعا...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حق میں آپ ﷺ کی دعا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ حق تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ اور اس کی مراد نکال لینے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے اس دعا میں فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ اور ایک روایت کے مطابق اَلْحِکْمَۃَ

ترجمہ: اے اللہ! انہیں کتاب یعنی قرآن پاک کا علم دیدے۔ یا۔ انہیں حکمت و دانائی کا علم عطا فرمادے۔

فہم دین کے لئے دعا...... حضرت ابن عباسؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے یہ دعا دی۔

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ

ترجمہ: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرمادے اور مراد نکالنے کی صلاحیت سے بہرہ ور فرما۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابن عباس کے لئے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْہِ وَانْشُرْ مِنْہُ

ترجمہ: اے اللہ! اس کو برکت عطا فرما اور اس کے علم کا فیضان عام فرمادے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

سُست اونٹ اور معجزۂ دعا...... اسی طرح آپ ﷺ کی ایک اور دعا کا معجزہ ہے حضرت جابرؓ کا اونٹ بہت سست رفتار تھا آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی جس کی برکت سے اس کے بعد وہ اونٹ اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے سب سے آگے رہنے لگا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

انس اور معجزۂ دعائے نبوی...... اسی طرح حضرت انسؓ کے لئے آپ ﷺ کی دعا کا معجزہ ہے آپ ﷺ نے ان کے لئے لمبی عمر، کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی اس دعا کی برکت سے ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ انصاریوں میں وہ سب سے زیادہ دولتمند ہیں۔ اپنے انتقال سے پہلے وہ اپنی سو اولادیں دیکھ چکے تھے جو ان کے صلب سے ہوئیں۔ حجاج کے بصرہ میں آنے کے وقت تک حضرت انسؓ کی ایک سو بیس اولادیں دفن ہو چکی یعنی وفات پا چکی تھیں۔ اس کے بعد بھی ان کے اولاد ہوئی۔

والدۂ ابوہریرہ کا واقعہ...... اسی طرح آپ ﷺ کی دعا کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کے لئے اسلام کی دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ مسلمان ہو گئیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں ایسی باتیں کہیں جو میں

برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رونے لگا اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا رہتا ہوں جسے وہ ہمیشہ رد کر دیتی ہیں۔ آج جب میں نے پھر ان کو یہ دعوت دی تو انہوں نے آپ ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ کہے جو میں برداشت نہیں کر سکتا اس لئے آپ ﷺ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرمادے۔

اسلام کے لئے دعا...... آنحضرت ﷺ نے اسی وقت دعا فرمائی کہ اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو اسلام کی طرف ہدایت عطا فرمادے۔ آنحضرت ﷺ کی یہ دعا سن کر میں خوش بخوش وہاں سے گھر چلا۔ گھر پہنچ کر میں دروازے کی طرف بڑھا تو دیکھا وہ بند ہے۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی چاپ سن لی تھی۔ انہوں نے اندر سے کہا:۔

"ابو ہریرہ ذرا انتظار کرو

اسی وقت مجھے اندر سے پانی گرنے کی آواز آئی (جس سے معلوم ہوا کہ وہ غسل کر رہی ہیں۔ انہوں نے غسل کیا، کپڑے پہنے اور جلدی جلدی اوڑھنی سر پر ڈالتے ہوئے آکر دروازہ کھولا۔ پھر اسی وقت اچانک انہوں نے کہا۔

"ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں!"

قبول اسلام اور معجزۂ دعا...... میں اسی وقت واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اس وقت خوشی کے مارے رو رہا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمادی!"

آپ ﷺ نے اس خبر پر اللہ کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا خیر ہے۔

جابر کا واقعۂ قرض......اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک اور دعا کا معجزہ ہے جو آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ کے باغ کی کھجوروں میں برکت کے لئے فرمائی تھی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس فصل کی کھجوروں سے حضرت جابرؓ نے اپنا قرض ادا کیا یہ قرضہ تیس وسق کا تھا جو ان کے والد نے ایک یہودی سے لیا ہوا تھا (ایک وسق اسی تولہ کے سیر سے دو من دس سیر کا ہوتا ہے) اس ادائیگی کے بعد بھی حضرت جابرؓ کے پاس تیرہ وسق کھجور بچی۔ ایک روایت میں ہے کہ سترہ وسق بچیں۔

بہتر فصل کے لئے دعا...... حالانکہ اس سال ان کے باغ میں کھجوروں کی فصل اتنی تھوڑی تھی کہ خود حضرت جابر کہتے تھے کاش اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرضہ ادا کرادے چاہے میں اپنے بھائیوں یعنی گھر والوں کو ایک کھجور بھی نہ دے سکوں کیونکہ اس سال کھجوروں پر بہت ہی تھوڑا پھل لگا تھا۔

(چونکہ فصل نہ ہونے کے برابر تھی ادھر قرض خواہ یہودی اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے تقاضہ کر رہا تھا اس لئے) خود رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی سے بات کی کہ وہ اگلے سال تک اور صبر کرے آنحضرت ﷺ اسے مہلت دینے کے لئے فرماتے رہے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور کہنے لگا کہ ابو القاسم میں اسے مہلت نہیں دے سکتا۔

آخر آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے پورے باغ کا چکر لگایا۔ پھر آپ ﷺ نے جابرؓ

سے فرمایا۔

"جابر! کھجوریں توڑ لو اور اس کا قرض ادا کرو!"

ادائیگیٔ قرض اور معجزۂ دعا...... چنانچہ میں نے کھجوریں توڑنی شروع کیں اور اس یہودی کے تیس وسق ادا کر دیئے اس کے بعد بھی سترہ وسق کھجور میرے پاس بچ رہیں۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو آکر یہ حیرت ناک تجربہ بتلایا۔ آپ ﷺ یہ سنکر ہنسے اور فرمایا کہ یہ بات عمر ابن خطاب کو بھی بتلا دو

میں فوراً حضرت عمر کے پاس پہنچا اور ان کو یہ واقعہ بتلایا۔ انہوں نے فرمایا۔

"جب رسول اللہ ﷺ باغ میں گھومے تھے تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اب یقیناً کھجوروں میں برکت ہو جائے گی۔"

ایک دوسری روایت میں حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا تو ان پر قرض تھا میں نے ان کے قرض خواہوں سے کہا کہ میرے باپ پر جو قرض ہے وہ اس کے بدلے میں کھجوریں لے لیں مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ بات معاملے کے خلاف ہے آخر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو ساری صورت حال بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جب تم کھجوریں توڑ لو اور انہیں گھیر میں جمع کر دو تو مجھے اطلاع کرنا۔"

چنانچہ میں نے کھجوریں توڑنے کے بعد جب انہیں باڑہ میں جمع کر دیا تو آنحضرت ﷺ کو آکر اطلاع کر دی آپ ﷺ حضرت ابو بکر و حضرت عمر کے ساتھ باغ میں تشریف لائے۔ وہاں بیٹھ کر آپ ﷺ نے کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی یہ روایت اس دوسری روایت کا مجمل بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جابر کی کھجوروں کے متعلق دعا فرمائی۔ اس دوسری روایت میں باغ کا لفظ نہیں ہے ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے باغ میں گھومے ہوں اور دعا فرمائی ہو پھر جب جابر نے کھجوریں کاٹ کر باڑہ میں جمع کر دیں تو آنحضرت ﷺ آکر باڑہ میں بیٹھے ہوں اور پھر دعا فرمائی ہو اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اپنے قرض خواہوں کو بلا کر ادائیگی کر دو۔"

آنحضرت ﷺ کا اقرار شہادت...... چنانچہ جس جس آدمی کا ہم پر قرض تھا میں نے ان میں سے ہر ایک کا حساب چکا دیا۔ اس کے بعد بھی اتنی ہی کھجوریں میرے پاس پھر بچ گئیں۔

اس سے فارغ ہو کر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی (کہ میرا حساب بیباق ہو گیا) آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

معجزۂ باراں...... آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ بارش کے لئے آپ ﷺ کی دعا ہے جس کے نتیجہ میں ہفتے بھر تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ آخر لوگوں نے آپ ﷺ سے بارش کی زیادتی کی فریاد کی۔ آپ ﷺ نے بارش رکنے کی دعا کی تو بادل پھٹ گئے۔ یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔

معجزۂ پیش گوئی اور ابن ابو لہب...... آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عتبہ ابن ابو لہب کے حق میں آپ کی یہ بد دعا ہے کہ اس پر ایک کتا یعنی درندہ مسلط فرمادے۔ چنانچہ بھرے مجمع میں سے ایک شیر اس کو چیر پھاڑ گیا (اور وہ دشمن خدا اپنے کیفر کردار کو پہنچا) یہ واقعہ بھی تفصیل سے گزر چکا ہے۔

شیر کے ہاتھوں ہلاکت...... اس روایت میں اس درندہ کے لئے لفظ اسد استعمال ہوا ہے جس کے معنی شیر کے ہیں۔ لیکن اس روایت میں شیر دراصل کُتّے کو کہا گیا ہے کیونکہ شیر بعض عادتوں میں کُتّے کے مشابہ ہوتا ہے مثلاً کُتّے کی طرح شیر بھی پیشاب کرتے وقت ایک ٹانگ اٹھالیتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا اسد یعنی شیر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کا نام ہی کُتا پڑ گیا تھا کیونکہ وہ کُتّوں کی رکھوالی کرتا رہتا تھا۔

اس روایت کی تردید اس دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ جنت میں اصحاب کہف کے کُتّے۔ حضرت عزیرؑ کے گدھے اور حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے سوا کوئی چوپایہ نہیں ہوگا۔ یہ روایت زیادہ تفصیل سے پیچھے بیان ہوئی ہے۔

اس عتیبہ کے بھائی عتبہ کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ اور ان کے تیسرے بھائی معتب فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوگئے تھے۔ مشہور روایت یہی ہے مگر بعض حضرات نے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں تصغیر کے وزن کے ساتھ عتیبہ تو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوگئے تھے اور بغیر تصغیر کے عتبہ کو درندے نے پھاڑا تھا۔

درختوں کے کلام و حرکت کے معجزات...... اسی طرح آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک درخت نے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی۔ یہ واقعہ اس اعرابی یعنی دیہاتی کے معاملے میں پیش آیا جسے آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ اس دعوت پر اس نے کہا کہ جو کچھ آپ ﷺ دعویٰ کر رہے ہیں کیا اس کا کوئی شاہد اور گواہ بھی ہے۔

درخت اور شہادت رسالت ...... آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ درخت ہے میں اس کو بلاتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا تو درخت قریب سرک آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے شہادت طلب کی تو اس نے کہا کہ ہاں آپ ﷺ جیسا کہتے ہیں وہی ہیں۔ اس درخت سے یہ آواز تین مرتبہ آئی اور اس کے بعد وہ اپنی جگہ پر لوٹ کر چلا گیا۔

پردہ کے لئے درختوں کی حرکت...... آپ ﷺ کا ایک معجزہ دو درختوں کے بارے میں ہے آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ آخر آپ ﷺ نے ادھر ادھر کھڑے دو درختوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں ایک جگہ آکر مل جائیں تاکہ آپ ﷺ کے لئے پردہ ہو جائے چنانچہ دونوں درخت آپ ﷺ کے لئے پردہ بن گئے اور پھر دونوں علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ جیسا کہ غزوۂ خیبر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ایک معجزہ حضرت انسؓ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ ﷺ نے حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے باغ کے درختوں کو آنحضرت کا یہ ارشاد پہنچادیں کہ تم ایک جگہ جمع ہو جاؤ تاکہ تمہارے درمیان آنحضرت ﷺ قضا حاجت سے فارغ ہوں۔ فراغت کے بعد آپ ﷺ نے حضرت انس کو حکم دیا کہ درختوں کو واپس لوٹ جانے کا حکم دیں چنانچہ وہ اپنی جگہ چلے گئے۔

درخت کا سلام شوق...... ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک درخت آپ ﷺ پر سایہ کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آگیا تھا اور اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تھا چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ دھوپ میں سو رہے تھے اسی وقت وہاں ایک درخت زمین پھاڑ کر آیا اور اس نے آپ ﷺ کے قریب قائم ہو کر آپ ﷺ پر سایہ کر لیا۔ جب آنحضرت ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اس درخت نے پروردگار عزّوجلّ سے اجازت مانگی تھی کہ مجھے آکر سلام کرے۔ اس کو اجازت دے دی گئی تھی!"

فراق محمدی میں لکڑی کا گریہ...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک خشک لکڑی (کے منبر) نے آنحضرت ﷺ کے فراق میں گریہ وبکا کیا (اور اس کے رونے کی آواز سنائی دی۔ یہ مسجد نبوی کا منبر تھا) اس کے سلسلے میں تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔

تسبیح عصا اور دہلیز کی آمین...... اسی طرح ایک معجزہ اس عصا کا تسبیح کرنا ہے جو آپ ﷺ کے دست مبارک میں رہتا تھا۔ اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعا پر دروازہ کی دہلیز اور گھر کے در و دیوار نے تین بار آمین کہا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

زہریلے گوشت کی اطلاع...... اسی طرح آپ ﷺ کی انگلیوں میں کھانے کے نوالوں کا تسبیح پڑھنا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ ایک معجزہ یہ ہے کہ بکری کا زہریلا گوشت آپ ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ یہ زہریلا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل گزشتہ ابواب میں ذکر ہو چکی ہے۔

جانوروں کی فریاد اور کلام...... ایک معجزہ یہ ہے کہ اونٹ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کا مالک اسے کھانے کو کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے آنحضرت ﷺ نے اس اونٹ کی شکایت پر مالک کو بلا کر یہ شکایت و فریاد بیان کی اور جانوروں کی تکلیف کا ازالہ فرمایا یہ واقعہ سیرت حلبیہ اردو کے گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

پرندہ کی فریاد...... ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک پرندہ نے آکر آپ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کے انڈے یا بچے اٹھا لئے گئے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک کبوتر آکر آپ ﷺ کے سر مبارک پر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے کس نے تکلیف پہنچائی۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس کے انڈے اٹھا لئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"انہیں واپس رکھ دو۔ انہیں واپس رکھ دو اور اس پر رحم کھاؤ!"

ایک روایت کے مطابق کبوتر کے آکر بیٹھنے پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کے بچے اٹھا کر اسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اٹھائے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں ان کی جگہ واپس رکھ دو۔ اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں کہ انڈے اور بچے دونوں رہے ہوں

مرکھنے اونٹ کا سجدہ...... ایک معجزہ یہ ہے کہ اونٹ نے آپ ﷺ کو سجدے کئے۔ اس اونٹ نے مرکھنا ہو کر اپنے اوپر سواری بٹھانی چھوڑ دی تھی اور اس کتّے کی طرح ہو گیا تھا جس کے پاس آتے ہوئے ہر شخص ڈرتا ہے (یعنی اگر جانور مرکھنا ہو جائے اور قریب آنے والے آدمی کو مارنے دوڑے تو وہ کتّے کی طرح ہو جاتا ہے جس کے پاس آتے ہوئے لوگ ڈرتے ہیں) اس واقعہ کا بیان گزر چکا ہے۔

بھیڑوں کا سجدہ...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ انصاریوں میں سے ایک شخص کے باغ میں بھیڑوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا تھا جس کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

ایک معجزہ یہ ہے کہ اونٹ نے آپ ﷺ سے کلام کیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

گدھے کا کلام...... ایک معجزہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے تو ایک گدھے نے آپ ﷺ سے

کلام کیا تھا جس کا نام یعفور تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

ایسے ہی ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک اونٹ نے آپ ﷺ کے سامنے گواہی دی کہ اس کا مالک یہ اعرابی یعنی دیہاتی شخص ہے وہ نہیں ہے جو مالک ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اونٹ کی گواہی...... چنانچہ علامہ طبرانی کی کتاب معجم کبیر میں حضرت زید ابن ثابتؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے سامنے ایک دیہاتی کو دیکھا جو اپنے لونٹ کی لگام پکڑے ہوئے آرہا تھا۔ آخر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ٹھہرا۔ اس وقت ہم لوگ آپ ﷺ کے چاروں طرف جمع تھے۔ اس نے قریب آکر کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

اونٹ کی ملکیت کا جھگڑا...... آنحضرت ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص آیا وہ صورت سے اونٹوں کا رکھوالا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آکر عرض کیا۔

"یارسول اللہ! اس اعرابی نے اونٹوں کا گلّہ چرالیا ہے۔

جانور کی شہادت اور فیصلہ...... یہ سنتے ہی وہ لونٹ بلبلایا اور تھوڑی دیر تک کچھ بڑبڑاتا رہا۔ آنحضرت ﷺ چند لمحے تک خاموشی سے اس کی بلبلاہٹ اور بڑبڑاہٹ سنتے رہے جب لونٹ چپ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس دوسرے آنے والے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

"اس جانور سے باز آؤ کیونکہ یہ اونٹ تمہارے خلاف شہادت دے رہا ہے کہ تم جھوٹے ہو!"

چنانچہ وہ شخص اپنا سامنہ لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اس دیہاتی شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

"جب تم میرے پاس آرہے تھے تو تم کیا کیا کہہ رہے تھے؟"

درود اور اس کی برکت...... اس نے عرض کیا۔

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یارسول اللہ میں اس وقت یہ پڑھ رہا تھا۔ اے اللہ! محمد ﷺ پر اتنا درود ہو کہ کوئی درود باقی نہ رہے اور محمد ﷺ پر اتنی برکتیں ہوں کہ کوئی سی برکت باقی نہ رہ جائے۔ اے اللہ! محمد ﷺ پر اتنے سلام ہوں کہ کوئی سا سلام باقی نہ رہ جائے۔ اے اللہ! محمد ﷺ پر اتنی رحمتیں ہوں کہ کوئی سی رحمت باقی نہ رہ جائے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت مجھ پر اسی وقت ظاہر فرمادی تھی جب یہ لونٹ تمہاری سچائی بتارہا تھا اور اس وقت فرشتوں سے آسمان کے تمام کنارے تک ڈھکے ہوئے تھے!"

بچے والی ہرنی کی فریاد...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک ہرنی نے آپ ﷺ سے فریاد کی۔ اس ہرنی کو پکڑ لیا گیا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے فریاد کی کہ مجھے چھوڑ دیا جائے تاکہ میں بچے کو دودھ پلادوں اس کے بعد پھر لوٹ آؤں گی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ چھوٹ کر گئی اور پھر واپس آگئی۔ اس وقت اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔

ہرنی کا وعدۂ واپسی...... چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک

خیمہ پر سے ہوا اس سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا۔

"یارسول اللہ! مجھے کھلوا دیجئے تاکہ میں جاکر اپنے بچے کو دودھ پلادوں اس کے بعد میں پھر لوٹ آؤں گی اور آپ ﷺ مجھے دوبارہ باندھ دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تو دوسرے لوگوں کا شکار ہے اور دوسروں ہی کی باندھی ہوئی ہے

ایفاء وعدہ...... پھر آپ ﷺ نے اس سے حلف لیا کہ وہ لوٹ کر واپس آجائے گی۔ ہرنی نے اس کا حلف کیا تو آپ ﷺ نے اس کو کھول دیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس آگئی اب اس کے تھن خالی تھے۔ آپ ﷺ نے اسے وہیں باندھ دیا اور پھر خیمہ والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ان سے وہ ہرنی مانگ لی اور اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔

حضرت زید ابن ارقمؓ سے بھی اسی طرح یہ روایت نقل ہوئی ہے البتہ اس میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔

"خدا کی قسم! اس وقت میں اسے دیکھ رہا تھا کہ وہ جنگل میں تسبیح کرتی اور یہ کہتی جاتی تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جانوروں کے ذریعہ شہادت رسالت...... مگر بعض لوگوں نے کہا کہ ہرنی کی یہ حدیث من گھڑت ہے۔

ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بھیڑیئے نے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی شہادت دی جیسا کہ بیان ہوا۔

اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک گوہ نے آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دی جیسا کہ بیان ہو چکا۔

کفار کی قتل گاہوں کی پیشین گوئی...... ایک معجزہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے کفار و مشرکین کی قتل گاہیں بتلادی تھیں (یعنی آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ فلاں مشرک اس جگہ قتل ہوگا اور فلاں اس جگہ) چنانچہ جنگ کے دوران ان میں سے ایک کی قتل گاہ بھی آنحضرت ﷺ کی بتلائی ہوئی جگہ سے ادھر ادھر نہ ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اطلاع دی تھی کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ایک گروہ بحری جنگ کرے گا اور ان لوگوں میں یعنی مجاہدین میں حضرت اُمّ حرام بنت ملحان بھی ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔

قتل عثمان کی پیشین گوئی...... ایسے ہی ایک معجزہ حضرت عثمان غنیؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی تھی کہ وہ ایک زبردست بلوے کا شکار ہوں گے۔ چنانچہ وہ شدید بلوہ اٹھا اور حضرت عثمانؓ اس میں قتل ہوئے۔ (حضرت عثمان غنی کو ان کے مکان میں محصور کر دیا گیا تھا۔ پھر بلوائی ان کے گھر کے اندر گھس گئے جہاں وہ قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ اسی حالت میں خلیفہ رسول کو شہید کر دیا گیا اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی)

انصار کو پیشگوئی...... ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انصاریوں کو پہلے ہی بتلادیا تھا کہ تم میرے بعد ایک افتاد اور پریشانی میں مبتلا ہوگے اس پر تم اس وقت تک صبر کرنا جب تک کہ میرے سے ملو۔ وہ افتاد یہ ہوگی کہ تم پر دنیا کے عہدوں میں دوسروں کو ترجیح دی جائے گی چنانچہ امیر معاویہ کی خلافت میں جنگ جمل اور جنگ صفین

میں ایسا ہی ہوا۔ اور پھر امیر معاویہ کے بیٹے یزید کی حکومت کے دوران جنگ حرۃ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جیساکہ بیان ہوا۔

زمانۂ اصحاب کی حد...... ایک معجزہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت کے سو سال بعد آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی زندہ نہیں ہوگا۔ مگر مناسب یہ ہے کہ یہ سو سال کی مدّت آپ ﷺ کی وفات کے وقت سے مراد لی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں وفات پانے والے آخری آدمی حضرت ابو طفیلؓ ہیں اور ان کی موت آنحضرت ﷺ کی وفات کے سو سال بعد ہوئی۔

ابو طفیل کی عمر کے لئے پیشنگوئی...... حضرت ابو طفیل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا۔

"یہ لڑکا ایک قرن یعنی سو سال زندہ رہے گا۔

چنانچہ حضرت ابو طفیل کی عمر سو سال ہوئی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے آپ ﷺ کا غیب کی کچھ خبریں دینا ہے (یعنی غیب کی جو باتیں حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتلادی تھیں اور دوسرے لوگوں کو بتلادینے کا حکم فرمادیا تھا وہ آپ ﷺ نے صحابہ کو بتلائی تھیں۔ ورنہ آنحضرت ﷺ غیب داں نہیں تھے اور نہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ہے) یہ بات بہت طویل ہے۔

زبان نبوت کی صداقت...... ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کو قتل کردو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے تو چوری کی ہے (اور چوری کی سزا قتل نہیں ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں اسی شخص کو حضرت ابو بکر کے پاس لایا گیا کیونکہ اس نے پھر چوری کی تھی۔ چنانچہ اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی اس نے یہی جرم کیا اور اس کو چوری کی سزا ملتی رہی یہاں تک کہ اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹ گئے۔

سیف زبانی کا معجزہ...... مگر اس نے پھر بھی چوری کرلی اور پانچویں بار پھر اس کو حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں لایا گیا۔ صدیق اکبر نے اب اس سے فرمایا۔

"اب تیرے لئے میرے پاس کوئی سزا نہیں سوائے آنحضرت ﷺ کے اس فیصلے کے جو آپ ﷺ نے تیرے قتل کے متعلق فرمایا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ اس کے بارے میں زیادہ جانتے تھے!"

یہ کہہ کر صدیق اکبرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ (اور اس طرح آنحضرت ﷺ کے فرمائے ہوئے وہ الفاظ پورے ہوگئے جو اس کے متعلق آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس وقت نکلے تھے جب اس چور کو پہلی بار آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا تھا۔ لہٰذا یہ واقعہ آپ ﷺ کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے)

حضرت قیس اور حق گوئی...... ایک معجزہ حضرت قیس ابن خرشہ عبسی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ ہے حضرت قیس نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے (یعنی نازل ہوا ہے) میں اس پر آپ ﷺ کو بیعت دیتا ہوں اور اس پر کہ میں ہمیشہ حق اور سچی بات کہوں گا۔"

(آنحضرت نے فرمایا)

"اے قیس! ممکن ہے زمانہ تمہیں ایسے حکمرانوں سے دوچار کر دے جن کے سامنے تم حق گوئی نہ کر سکو!"

حضرت قیس ابن خرشہ عبسی نے عرض کیا۔

"میں آپ ﷺ کے سامنے جو بیعت اور عہد دے رہا ہوں اسے پورا کروں گا۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"تب پھر تمہیں کوئی شخص گزند اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد زیاد اور عبید اللہ ابن زیاد جیسے لوگوں کے اقتدار کا زمانہ آیا حضرت قیس ان دونوں یعنی زیاد اور اس کے بیٹے عبید اللہ ابن زیاد پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ نیز ان کے بعد والوں پر بھی تنقید کرتے۔

قیس کا کلمۂ حق...... یہ بات عبید اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوئی تو اس نے ان کو طلب کر لیا اور کہا۔

"کیا وہ تمہی ہو جو اللہ اور اس کے رسول پر افتراء اور بہتان باندھتا ہے ؟"

حضرت قیس نے کہا۔

"خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول پر کون بہتان باندھتے ہیں!"

ابن زیاد نے پوچھا وہ کون ہیں ؟ تو حضرت قیس نے فرمایا۔

"جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے!"

ابن زیاد نے دریافت کیا کہ ایسے لوگ کون ہیں ؟ تو حضرت قیس نے کہا۔

"تو اور تیرا باپ اور وہ جس نے تم دونوں کو اس کا حکم دیا ہے!"

ابن زیاد نے کہا۔

"کیا وہ تمہی ہو جو یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں کوئی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا ؟"

انہوں نے کہا۔ ہاں! ابن زیاد نے کہا۔

"آج تجھے پتہ چل جائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔"

پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "عذاب کے داروغہ کو بلاؤ۔"

اچانک حضرت قیس ایک طرف جھکے اور اسی وقت ان کی وفات ہو گئی (جبکہ داروغہ عذاب آیا بھی نہیں تھا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ تمہیں کوئی انسان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ یہ بات آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے شمار کی جاتی ہے)

حضرت عائشہ کے متعلق پیشین گوئی...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک واقعہ حضرت عائشہؓ کا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔

"تم میں وہ کون ہے جس پر چشمۂ حواب کے کتے بھونکیں گے اور تم میں وہ کون سی ہے جو ایک جھبرے اونٹ پر سوار ہو گی جبکہ اس کے چاروں طرف بے شمار مقتولوں کی لاشیں ہوں گی اور پھر وہ نجات پائے گی۔

قتل عثمان اور حضرت عائشہ...... چنانچہ یہ حضرت عائشہ تھیں (جن کے ساتھ برسوں بعد یہ واقعہ پیش آیا) جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو حضرت عائشہؓ مکہ میں تھیں۔ وہ اس وقت ہی مکہ کو روانہ ہو گئی تھیں

جب بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو گھیر کر ان کے مکان میں ان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

طلحہؓ وزبیرؓ کی علیؓ سے مخالفت...... مروان ابن حکم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بات کی کہ وہ نہ جائیں۔ اس نے کہا تھا کہ مادر محترم! آپ نہ جایئے (مگر وہ نہ رکیں) حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مکہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر دونوں حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئے ان دونوں نے مجبوراً حضرت علی کی خلافت تسلیم کر کے ان کو بیعت دیدی تھی۔ بیعت کے بعد انہوں نے حضرت علی سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی حضرت علی نے انہیں اجازت دیدی۔ چنانچہ یہ دونوں عمرہ کرنے کے لئے وہاں سے مکہ معظمہ آگئے۔

مخالفین علی کا مکہ میں اجتماع...... ادھر بنی امیہ کے لوگ بھی مدینہ سے روانہ ہوئے اور حضرت علی کی بیعت شروع ہونے سے پہلے مکہ پہنچ گئے چنانچہ مدینہ والوں میں سے مروان وغیرہ بھی روانہ ہو چکے تھے بنی امیہ کے ان لوگوں میں حضرت یعلی ابن امیہ بھی تھے۔ یہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یمن کے عامل یعنی نائب حکمران تھے۔

ان کو یمن میں جب یہ اطلاع ملی کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کو بلوائیوں نے گھیر رکھا ہے تو یہ ان کی مدد کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف چلے مگر راستے میں یہ اپنے اونٹ پر سے گر پڑے اور ان کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ادھر انہیں حضرت عثمان کے قتل کی اطلاع ملی (لہٰذا انہوں نے مدینہ جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا اور مکہ آگئے۔ وہاں یہ لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان پر اصرار کرنے لگے کہ وہ عراق چلیں۔

عائشہ کا اونٹ اور وہ پیشین گوئی...... بنی امیہ کے لوگ حضرت عائشہؓ پر برابر زور دیتے رہے یہاں تک کہ وہ اس پر تیار ہو گئیں کہ عراق پہنچ کر حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لیں۔ یہ اونٹ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی حضرت عائشہ کو ان ہی حضرت یعلی ابن امیہ نے پیش کیا تھا (یہ اونٹ ویسا ہی تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی میں ذکر تھا یعنی بہت بالوں والا اور جھبرا تھا) اسے یعلی نے دو سو دینار میں خریدا تھا۔

خون عثمان کے بدلہ کا مطالبہ...... اس مہم میں حضرت زبیرؓ نے چار لاکھ دینار سے حضرت عائشہ کو تعاون دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اعلان کیا کہ خون عثمان کے مطالبہ کے لئے جو شخص بھی روانہ ہوگا اس کی تیاری اور ضروریات کا پورا خرچہ میرے ذمہ ہوگا۔ اس اعلان پر قریش کے ستّر آدمی چلنے پر آمادہ ہوئے اور حضرت زبیر نے ان سب کو سواری وغیرہ فراہم کی۔

اس مہم میں حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمر فاروقؓ سے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر انہوں نے جواب میں کہا۔

"معاذاللہ۔ کہ میں اس فتنہ میں شریک ہوں!"

طلحہ وزبیر کو ابن عمر کا جواب...... کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے درخواست کی تھی کہ وہ بھی ساتھ چلیں۔ مگر حضرت ابن عمر نے کہا۔

"لوگو۔ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ یہ فتنہ گر لوگ تمہاری طرف سے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ میں کس منہ سے حضرت علی کے چہرے پر اپنی تلوار کا وار کروں گا جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے فضائل ان کی اولیت اور ان کے مرتبہ کے متعلق سن چکا ہوں اور تم دونوں تو ان کو بیعت یعنی حلف

وفاداری بھی دے چکے ہو اور تم دونوں ہی ان سے یہ درخواست بھی کر چکے ہو کہ وہ اس خلافت کے معاملے پر جمے رہیں۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کو اپناہ گواہ بنانے کے بعد اب اپنے عہد سے ہٹ رہے ہو۔ جبکہ خود ان کی طرف سے معاملے کے سلسلے میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ تغیّر ہوا۔ پھر یہ کہ جن کے قتل کا بدلہ تم مانگ رہے ہو ان کا قاتل خود تمہاری رہنما اور سربراہ یعنی حضرت عائشہ کا بھائی ہے۔

حضرت عائشہؓ کے یہ بھائی محمد ابن ابو بکر تھے (یہی بلوائیوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے گھر کی دیوار پھاند کر اندر گھُسے تھے) اور انہوں نے ہی سب سے پہلے حضرت عثمان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور اسے اتنے جھٹکے دیئے کہ ان کا جبڑا اکھڑ گیا پھر محمد ابن ابو بکر نے ایک چوڑے پھل کے دھاردار آلہ سے ان پر ضرب لگائی۔

پیشین گوئی کی تکمیل...... غرض جب حضرت عائشہؓ یہاں سے روانہ ہوئیں تو راستے میں کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں انہوں نے فوراً اس جگہ کا نام پوچھا تو انہیں بتلایا گیا کہ یہ حوأب کا مقام ہے انہیں فوراً ہی آنحضرت ﷺ کا وہ ارشاد اور پیشین گوئی یاد آگئی۔

حضرت عائشہؓ کا اضطراب...... حضرت عائشہؓ ایک دم چیخ کر رو پڑیں اور انہوں نے وہیں سے واپس ہونے کا فیصلہ کر کے اپنا اونٹ بٹھالیا اور کہنے لگیں۔

"خدا کی قسم وہ حوأب والی عورت میں ہی ہوں (جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا) مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔

کہا جاتا ہے کہ اس وقت طلحہ اور زبیر پچاس آدمیوں کو لے کر حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں نے ان کے سامنے شہادت دی کہ حوأب کا مقام نہیں ہے اور جس نے آپ کو یہ اطلاع دی ہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔

مقابلۂ علی کے لئے پیش قدمی..... علامہ شعبی کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے۔ پھر حضرت زبیرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا۔

حضرت علی کا عزم مقابلہ...... ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ لوگوں کے درمیان صلح و آشتی پیدا فرمادے۔

جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے ساتھیوں اور ہمنواؤں کے ساتھ عراق کی طرف پیش قدمی کر دی ہے تو وہ بھی عراق کی جانب روانہ ہوگئے۔ اس سے پہلے انہوں نے شام جانے کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر یہ اطلاعات سن کر انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔

"لوگو۔ طلحہ اور زبیر اور اُمّ المومنین (یعنی حضرت عائشہؓ) میری خلافت و امارت کے خلاف متحد ہو گئے ہیں اور اب میں ان کے مقابلے کے لئے جارہا ہوں!"

اشتعال انگیزی کی خبریں...... پھر حضرت علیؓ کو اطلاع ملی کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا (خون آلود قمیص دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر نصب کر رکھا ہے اور ساٹھ ہزار شیوخ اس کے نیچے رو رو کر خون عثمان کا بدلہ مانگ رہے ہیں۔ اسی قمیص میں حضرت عثمان کی بیوی کی انگلیاں لٹکی ہوئی ہیں۔ حضرت علی نے یہ سن کر کہا۔

"کیا وہ لوگ خون عثمان کا مطالبہ مجھ سے کر رہے ہیں۔

مدینہ سے رخصت اقتدار...... جب حضرت علیؓ نے مخالفین کے مقابلہ کے لئے کوچ کا ارادہ کیا تو ان کے

پاس حضرت عبداللہ ابن سلام آئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"امیر المومنین! مدینہ سے مت جائیے۔ خدا کی قسم اگر آپ یہاں سے گئے تو مسلمانوں کی طاقت و سلطنت دوبارہ لوٹ کر اس شہر میں نہیں آئے گی!"

اس پر لوگوں نے حضرت عبداللہ کو برا بھلا کہا (حضرت عبداللہ ابن سلام مسلمان ہونے سے پہلے یہودی تھے لہٰذا) لوگوں نے کہا۔

"او یہودی کے بیٹے۔ تجھے کاروبار سلطنت سے کیا واسطہ۔"

اس پر حضرت علیؓ نے لوگوں کو روکا اور کہا۔

"ان سے مت الجھو۔ یہ محمد ﷺ کے صحابہ میں سے ایک نیک شخص ہیں۔"

لشکر عائشہ بصرہ میں ...... دوسری طرف حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت اُمّ المومنین (اپنے لشکر کے ساتھ) مکہ سے چل کر بصرہ پہنچ گئے وہاں ان کے لشکر اور بصرہ والوں کے درمیان زبردست اور خوں ریز جنگ ہوئی کیونکہ وہاں پہنچنے پر ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک فرقہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ خلوص و سچائی پر ہیں اور آپ کا مقصد نیک ہے۔ اور دوسرا فرقہ کہتا تھا کہ وہ جھوٹی ہیں ان میں کے موافق لوگ حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور انہوں نے بصرہ والوں کو کچل کر رکھ دیا۔

اہل بصرہ میں پھوٹ...... طلحہ و زبیر کی طرف سے اعلان کرایا گیا کہ جس شخص کے پاس بھی ان لوگوں میں سے کوئی آدمی ہو جنہوں نے مدینہ میں خوں ریزی کی تھی وہ اسے ہمارے پاس لے کر آئے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو کتوں کی طرح کھینچ کر لایا گیا ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ان سب کو قتل کر دیا گیا ان بصرہ والوں میں سے صرف ایک شخص حرقوص ابن زہیر جان بچا کر نکل سکا۔

اہل کوفہ و شام کے نام مراسلے...... ادھر طلحہ اور زبیر نے شام والوں کو اس مضمون کا مراسلہ لکھ کر بھیجا۔

"ہم لوگ خوں ریزی اور جنگ و جدال ختم کرنے کے لئے نکلے ہیں اور ہمارا مقصد کتاب اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے۔ چنانچہ بصرہ کے نیک اور اچھے لوگ ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں اور برے لوگ ہماری مخالفت پر کھڑے ہوئے۔ بصرہ والوں میں امیر المومنین حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے صرف حرقوص ابن زہیر بچ کر نکل گیا ہے لیکن خدا نے چاہا تو اسے بھی پکڑ لیا جائے گا۔

لشکر علی کا بصرہ کو کوچ...... اسی مضمون کا خط انہوں نے کوفہ والوں کو لکھا اور اسی مضمون کے خطوط یمامہ اور مدینہ والوں کے نام بھیجے گئے۔

غرض پھر حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا۔ انہوں نے کوفہ والوں کو بھی لشکر کے ساتھ آملنے کے لئے کہلایا وہ لوگ بھی حضرت علی کے ساتھ آملے۔ اس سے پہلے انہوں نے کچھ معاملات طے کئے جن کا ذکر طولانی ہے۔ ان کی تعداد سات ہزار تھی۔

مراسلہ علی بنام طلحہ و زبیر...... اس کے بعد دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ ایک طرف حضرت علی کا لشکر تھا اور دوسری طرف حضرت عائشہ کا لشکر تھا۔ اس مقابلہ سے پہلے حضرت علی نے ایک خط حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے نام لکھا تھا۔ (جس میں انہوں نے ان دونوں کو اس مقابلہ آرائی سے روکنے کی کوشش کی تھی) اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"امّا بعد! تم دونوں کو معلوم ہے کہ میں (لوگوں سے اپنی خلافت کی) بیعت لینے پر اس وقت راضی ہوا جب مجھے اس کے لئے مجبور کیا گیا۔ تم دونوں ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اپنی خوشی سے آکر مجھے بیعت دی اور مجھے اس کا پابند کیا۔ اب اگر تم دونوں نے خلوص دل سے بیعت دی تھی تو اللہ کے سامنے توبہ کرو اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اسے چھوڑ کر لوٹ آؤ۔ جہاں تک تمہارا معاملہ ہے طلحہ۔ تو تم شیخ المآخرین ہو (یعنی ان صحابہ میں اہم آدمی ہیں جو دیر میں مسلمان ہوئے) اور تم زبیر۔ ایک بڑے قریشی شہسوار ہو۔ اگر تم بیعت دینے سے پہلے میری خلافت کی مخالفت کرتے تو تمہارے لئے زیادہ گنجائش تھی بہ نسبت اس کے کہ تم لوگ اب مخالفت میں کھڑے ہو رہے ہو۔ والسّلام

حضرت عائشہؓ کو مکتوب علیؓ ...... اسی طرح ایک خط حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے نام بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"امّا بعد! آپ اپنے گھر کی چار دیواری سے نکل آئیں اور یہ سمجھ رہی ہیں کہ آپ مسلمانوں کے درمیان صلح و مصالحت اور اصلاح کر رہی ہیں اور آپ اپنے خیال میں خون عثمان کا بدلہ چاہ رہی ہیں لیکن کل خود آپ ہی ان کی مخالفت پر کمر بستہ تھیں۔ خود آپ ہی اصحاب رسول کے مجمع سے کہتی تھیں کہ اس کم عقل بوڑھے کو قتل کر ڈالو۔ اس نے کفر کیا ہے اللہ اس کو ہلاک کرے۔" آج آپ ان ہی کے خون کا بدلہ مانگ رہی ہیں۔ خدا سے ڈریئے اور اپنے گھر لوٹ جایئے۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فضیحت کرے آپ اپنی پردہ نشینی کی حفاظت فرمایئے اور خدائے بلند و برتر کے سوا کسی میں کیا طاقت و قوت ہے۔

طلحہ وزبیر کی علی سے ملاقات ...... جب انہوں نے یہ دونوں خط پڑھے تو انہیں احساس ہو گیا کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں۔ اسی وقت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر حضرت علی کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر سے حضرت علی ان دونوں کی جانب چلے آخر دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ نے ان دونوں سے فرمایا

"خدا کی قسم تم لوگوں نے گھوڑے سواروں، پیدلوں اور ہتھیار بند لوگوں کا لشکر تیار کیا ہے لیکن تم خدا سے ڈرو اور مکہ کی اس دیوانی عورت جیسے مت بنو جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد اسے خود ہی نوچ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ کیا تم اللہ کی راہ میں میرے بھائی نہ تھے کہ تم دونوں میرے خون کو حرام سمجھتے تھے اور میں تمہارے خون کو حرام سمجھتا تھا۔

حضرت علی کی فہمائش ...... تشریح: یہاں حضرت علیؓ نے جو دیوانی عورت کی مثال دی ہے یہ انہوں نے قرآن پاک کی مثال کو دہرایا ہے۔ قرآن پاک میں وہ آیت یہ ہے کہ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا (سورۂ نحل، پ ۱۴، ع ۱۳، آیت ۱۹)

ترجمہ: اور تم اس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا۔

غداری اور قرآنی مثال ...... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک مثال دی ہے جو عہد و پیمان کر کے توڑ دیتے ہیں مکہ کی یہ عورت خود ہی بڑی محنت سے سوت کاتا کرتی اور جب وہ تیار کر لیتی تو خود ہی اس کی روئی نوچ کر اسے ریزہ ریزہ کر ڈالتی۔ لہٰذا جو شخص کسی کے ساتھ عہد و پیمان کر کے خود اسے توڑ ڈالے اس کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ یزید ابن معاویہ کو بیعت دینے کے بعد اسکو توڑنے لگے تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اپنے خاندان کے سب افراد کو جمع کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ان سے فرمایا۔

بیوفائی ایک گناہ...... اما بعد ہم نے اللہ و رسول کی بیعت پر یزید کی بیعت کی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک غدار کے واسطے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور پھر اعلان کیا جائے گا کہ یہ شخص فلاں ابن فلاں کا غدار ہے۔ سب سے بڑی غداری یہ ہے کہ اللہ و رسول کے نام پر کسی کو بیعت دینے کے بعد اسے توڑ دیا جائے۔ خبر دار تم اس برائی سے بچنا اور اس بارے میں حدود کا خیال رکھنا ورنہ مجھ میں اور ایسے شخص میں جدائی ہے۔

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق اس کی ہدایت فرمائی ہے کہ اپنے عہد و پیمان کا خیال کرنا اور اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس جنگ کے موقعہ پر حضرت علی نے جب ان دونوں حضرات سے ملاقات کی تو پہلا جملہ یہی فرمایا اور اسی آیت کو دہرایا۔ تشریح ختم۔ از مرتب)

سمجھوتہ کے امکانات...... غرض حضرت علی کی اس بات کے جواب میں حضرت طلحہ نے کہا۔

"آپ ہی نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا تھا۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"تم دونوں ہی نے ان کو دغا دی جس کے نتیجہ میں وہ قتل ہو گئے لیکن عثمان کے حق میں جو بدترین لوگ تھے اور جن سے وہ تنگ تھے آج ان پر خدا نے دوسروں کو مسلط فرما دیا ہے۔

قاتلین عثمان کی پریشانی...... پھر وہ سب صلح کرنے پر متفق ہو گئے۔ نیز یہ طے ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل میں جن لوگوں کا ہاتھ اور دخل ہے ان میں سے ہر ایک کو قتل کر دیا جائے (اس فیصلے کی زد میں محمد ابن ابو بکر بھی آتے تھے) پھر دونوں فریقوں نے اسی فیصلے کے مطابق رات گزاری۔ مگر جو لوگ خون عثمان کے بدلہ لینے کے نام پر جنگ کرانا چاہتے تھے انہوں نے یہ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔ وہ ساری رات مشورے کرتے رہے۔ آخر انہوں نے جنگ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

جنگ رکوانے کی کوششیں...... صبح کو منہ اندھیرے ہی انہوں نے ہتھیار لگائے اور جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے ان کے ساتھ لشکر کے باقی لوگ میدان جنگ میں نکل آئے اور لڑنے کو تیار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ اور زبیر لوگوں کے سامنے آئے اور کہنے لگے یہ کیا ہو رہا ہے انہوں نے (اپنی سازش کے مطابق اس حرکت کو درست قرار دینے کے لئے) کہا۔

"ہم پر علی کے لشکر نے شب خون مارا ہے!"

حضرت طلحہ و زبیر نے کہا۔

"ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ حضرت علی نا سمجھ نہیں ہیں کہ خون ریزی کریں اور مسلمانوں کے جان و مال کی حرمت کا پاس نہ کریں۔"

دوسری طرف حضرت علی اپنے لوگوں کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لشکریوں نے کہا۔

"ہم پر حضرت عائشہؓ کے لشکر نے شب خون مارا ہے
حضرت علیؓ نے فرمایا۔
"مجھے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ طلحہ و زبیر نا سمجھ نہیں ہیں کہ خون ریزی کریں اور مسلمانوں کے جان و مال کی حرمت کا پاس نہ کریں۔

جنگ اور حضرت عائشہ کی حفاظت...... مگر اس کے بعد جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے ہودج پر زرہیں چڑھا دیں (تاکہ امّ المومنین محفوظ رہیں) وہ اپنے اونٹ پر ہی رہیں (ان کے گرد جنگ کا اتنا زور تھا کہ) جو شخص بھی ان کے اونٹ کی مہار پکڑ کر کھڑا ہوتا رہا وہ قتل ہوتا گیا۔

طلحہ کا قتل...... اسی دوران حضرت طلحہ بھی قتل ہو گئے وہ ایک نامعلوم سمت سے آنے والے تیر کی زد میں آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان ابن حکم نے چلایا تھا اور یہ حضرت عائشہ کے لشکر کے ساتھ ہی تھا (یعنی جس لشکر کے ساتھ خود حضرت طلحہ آئے تھے اسی کے ساتھ مروان بھی تھا)

نبی کی پیشین گوئی اور زبیر...... جہاں تک حضرت زبیر کا تعلق ہے وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ کے دوران حضرت علی کا اور ان کا سامنا ہوا تو حضرت علی نے ان سے فرمایا۔
"زبیر۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا کہ تم مجھ سے (یعنی علی سے) جنگ کرو گے اور میرے مقابلے میں ظالم ہو گے!"

علی کی یاد دہانی...... حضرت زبیر نے کہا۔
"اگر یہ بات مجھے پہلے یاد آجاتی تو نہ میں آپ سے جنگ کرتا اور نہ اس لڑائی کے لئے آتا لیکن اب لوٹنا بڑے عار اور شرمندگی کی بات ہے۔

زبیر کی کنارہ کشی...... حضرت علیؓ نے فرمایا۔
عار کے ساتھ لوٹ جاؤ۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم عار یعنی آگ اور جہنم کے ساتھ لوٹو!"
چنانچہ حضرت زبیر نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور میدان جنگ سے چلے گئے۔

حضرت عائشہؓ کے گرد جنگ...... دوسری طرف تیروں کی کثرت سے حضرت عائشہؓ کا ہودج ایسا لگتا تھا جیسے سیہی ہوتی ہے۔ (یعنی جیسے سیہی کے جسم پر کانٹے کھڑے ہوتے ہیں) اسی وقت لوگوں نے حضرت عائشہ کے اونٹ کو زخمی کر دیا جس سے ہودج زمین پر گر گیا۔ اس وقت حضرت امّ المومنین کہتی جاتی تھیں۔
"میرے بچو! ساتھ ساتھ رہو!"

محمد ابن ابو بکر اور عائشہ...... ادھر اسی وقت حضرت علیؓ نے محمد ابن ابو بکر سے فرمایا۔
"جاؤ اپنی بہن کا حال دیکھ کر آؤ کہیں وہ زخمی تو نہیں ہو گئیں!"

بہن کی خیریت طلبی...... محمد ابن ابو بکر نے وہاں پہنچ کر ہودج کے اندر ہاتھ ڈالا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا۔ ابن خثعمیہ۔ (ابن خثعمیہ کی تفصیل گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہے)
یہ سنتے ہی امّ المومنین نے فرمایا۔
"تم پر میرے ماں باپ قربان۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں محفوظ رکھا۔
مگر ایک دوسری روایت کے مطابق جب حضرت عائشہؓ نے پوچھا تم کون ہو۔ تو انہوں نے کہا تمہارا

بھائی محمد البار۔ یعنی تمہارا ایک سرشت بھائی محمد۔ اس پر اُمّ المومنین نے فرمایا۔
نہیں۔ بلکہ بدنام و نافرمان۔

حضرت عائشہؓ واپس بصرہ میں...... پھر محمد ابن ابو بکر نے ان کے گرد ایک خیمہ نصب کر دیا۔ اس کے بعد رات کے آخری حصہ میں وہ انہیں لے کر وہاں سے نکلے اور بصرہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں محمد نے اُمّ المومنین کو طلحۂ طلحات کی والدہ صفیہ بنت حرث کے گھر میں ٹھہرایا۔

اُمّ المومنین کا افسوس...... اس وقت حضرت عائشہؓ بہت روئیں اور کہنے لگیں۔
"کاش میں آج کے دن سے بیس سال پہلے مر چکی ہوتی۔"

جنگ کی تباہ کاری...... ادھر جب حضرت علیؓ نے اس جنگ میں کام آنے والے بے شمار مقتولین کو دیکھا تو انہوں نے بھی اسی طرح کا جملہ کہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تیرہ ہزار مسلمان قتل ہوئے۔

علی حضرت عائشہ کی خدمت میں...... پھر حضرت علی نے دونوں فریقوں کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد وہ بصرہ میں داخل ہوئے وہ ایک مادہ خچر پر سوار تھے۔ بصرہ میں وہ سیدھے حضرت عائشہ سے ملنے کے لئے گئے۔ ان کے پاس پہنچ کر حضرت علی نے انہیں سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔

اُمّ المومنین کے لئے حفاظتی انتظامات...... حضرت علیؓ نے اُمّ المومنین کے لئے تمام ضروریات کا انتظام کیا۔ نیز بصرہ کی ممتاز خواتین میں سے چالیس عورتوں کو حضرت عائشہ کے پاس حاضر رہنے اور ان کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے ان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ عمامے باندھیں اور تلواریں حمائل کئے رہیں (جو اس وقت کا جنگی لباس تھا) حضرت علی نے ان عورتوں سے فرمایا۔

"ان پر ہر گز یہ ظاہر مت ہونے دینا کہ تم عورتیں ہو بلکہ مردوں کی طرح رہنا اور ذرا فاصلے سے ان کے گرد رہنا ان کے قریب ہر گز مت جانا۔

پھر حضرت علی نے اُمّ المومنین کے بھائی محمد ابن ابو بکر سے کہا کہ وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ جانے کے لئے تیار رہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت علی نے اُمّ المومنین کے سگے بھائی حضرت عبد الرحمٰن ابن ابو بکر کو ہدایت کی کہ وہ بزرگ صحابہ کی ایک جماعت سمیت حضرت عائشہ کے ساتھ جانے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت عائشہ کو مکہ لئے الوداع...... آخر جب حضرت عائشہ کی واپسی کا دن آیا تو حضرت علیؓ ان کے پاس حاضر ہوئے حضرت علیؓ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ آئے تھے جو باہر ہی ٹھہر گئے۔ اس کے بعد اُمّ المومنین باہر نکلیں تو انہیں سب نے رخصت کیا اور حضرت عائشہؓ نے تمام آنے والوں کو الوداع کہا۔ پھر انہوں نے سب لوگوں سے فرمایا۔

"میرے بچو! خدا کی قسم میرے اور علی کے درمیان کوئی پرانی دشمنی یا جھگڑا نہیں ہے سوائے اس کے جو ایک ساس اور داماد کے درمیان اتفاقی شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس گرانی کے باوجود وہ میرے نزدیک نیک اور اچھے لوگوں میں سے ہیں۔"

اُمّ المومنین کا احترام...... اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا

"لوگو! خدا کی قسم یہ ٹھیک کہتی ہیں اور حقیقت یہی ہے میرے اور ان کے درمیان صرف اتنا ہی اختلاف ہے دنیا اور آخرت میں یہ تمہارے نبی کی بیوی ہیں۔

حج اور مدینہ واپسی...... اس کے بعد حضرت علیؓ تقریباً سات میل تک انہیں پہنچانے کے لئے گئے۔ یہاں سے حضرت عائشہؓ سیدھی مکہ معظمہ گئیں جہاں انہوں نے حج کیا۔ حج کے بعد وہ مکہ سے مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت عائشہؓ کو پہنچنے کے بعد یہ پتہ چلا کہ ان کے گرد وپیش وچالیس آدمیوں کا محافظ دستہ ہے وہ مرد نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔ کیونکہ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے چہرے کھولے اور حضرت عائشہ کو حقیقت حال بتلائی۔ اس پر اُمّ المومنین نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا۔

"خدا کی قسم علی ابن ابوطالب کی شرافت بڑھتی ہی جاتی ہے

کعب اور صلح کی کوشش...... ایک قول ہے کہ (جنگ شروع ہونے سے پہلے) کعب ابن سعد حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تھے (تاکہ کسی طرح ان دونوں لشکروں میں لڑائی رکوانے کی کوشش کریں جبکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آچکے تھے) انہوں نے اُمّ المومنین سے عرض کیا۔

"ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ صلح ومصالحت کی شکل پیدا فرمادے۔ سب سے پہلی ضرورت صلح اور امن وسکون کی حالت پیدا کرنا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان کے قاتلوں کو تلاش کیا جانا چاہئے۔

کعب کی کامیابی...... حضرت عائشہؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کر لیا چنانچہ وہ (صلح کی کوشش میں جانے کے لئے) اپنے ہودج میں سوار ہوئیں۔ ان کو زرہ بکتر پہنا دیئے گئے اور پھر ان کا اونٹ روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد کعب ابن سعد حضرت علیؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی کہا۔

حضرت علیؓ نے کہا کہ تم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو صلح پر آمادہ کر لیا مگر حضرت عثمانؓ کے قاتل اس صورت حال سے خوفزدہ ہو گئے (کیونکہ دونوں فریقوں میں صلح کے بعد ان کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا تھا)

سبائی فتنہ گر کی سازش...... ان لوگوں کے ساتھ ایک شخص ابن سوداء تھا۔ یہ سبائی تھا اور اس سارے فتنہ کی اصل جڑ تھا اس نے ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ تم دو گروہوں میں بٹ جاؤ۔ ایک ایک گروہ دونوں فریقوں کے لشکروں میں شامل ہو جائے۔

جنگ اس سازش کا نتیجہ...... (چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ابن سوداء کے مشورے کے مطابق جب صبح سویرے کا وقت ہوا تو ان میں سے ہر گروہ نے دوسرے لشکر پر حملہ کر دیا۔ نیز خود ان ہی لوگوں نے حملے کے بعد اپنے لشکر میں پکارنا شروع کر دیا کہ مقابل لشکر نے (امن وصلح کے نام پر) ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ اس سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کی آگ بھڑک گئی اور وہ سب کچھ پیش آیا جو بیان ہوا۔

امام حسن کے متعلق پیشین گوئی...... اسی طرح ایک معجزہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو آپ ﷺ نے حضرت امام حسنؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار اور سید ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح ومصالحت کا سامان فرمائے چنانچہ ان کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ نے صلح کی اور مسلمانوں کی دونوں جماعتوں کے درمیان خوں ریزی ہونے سے بچ گئی۔

امیر معاویہؓ و امام حسنؓ...... حضرت علیؓ کی وفات کے دن ان کے صاحبزادے حضرت امام حسن کو (خلیفہ

تسلیم کر کے) خلافت کی بیعت دی گئی تھی۔ یہ سات مہینے تک اور ایک قول کے مطابق چھ مہینے تک مسند خلافت پر فائز رہے۔ جب یہ حضرت امیر معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ چالیس ہزار سے زیادہ لشکر تھا۔

امام حسن پر حملہ...... راستے میں ایک شخص نے اچانک حضرت حسنؓ پر حملہ کیا اور انہیں قتل کرنے کے لئے خنجر سے وار کیا۔ یہ زخم ان کی ران پر لگا۔ اس وقت حضرت حسن نے ان لوگوں سے فرمایا۔

"کل تم ہی لوگوں نے میرے والد کو قتل کیا تھا اور آج مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تاکہ نکوکاروں کے زمرہ سے نکل جاؤ اور گناہ گاروں کے زمرہ میں شامل ہو جاؤ۔ جلد ہی تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

حقوق اہل بیت...... کہا جاتا ہے کہ (حضرت امام حسن پر یہ حملہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اس وقت اچانک ایک شخص نے ان پر چھلانگ لگائی اور ان پر خنجر سے وار کیا جبکہ حضرت حسنؓ سجد میں تھے۔ حضرت امام حسن نے اسی وقت لوگوں کے سامنے تقریر کی اور فرمایا۔

"اے عراق کے لوگو! ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ ہم تمہارے امیر ہیں اور ہم اہل بیت یعنی خاندان رسول ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورۃ احزاب، پ ۲۲، ع ۵، آیت ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح ظاہراً و باطناً پاک و صاف رکھے۔

پیشین گوئی کی تکمیل...... وہ یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ مسجد میں موجود لوگوں میں ہر شخص رونے لگا۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؓ نے امیر معاویہ کو خط بھیجا اور خلافت ان کے حوالے کر دی۔ اس سے پہلے خود امیر معاویہؓ نے ان کے پاس دو ایلچی بھیجے تھے تاکہ صلح جوئی کے لئے ان سے بات کریں۔

حضرت عمرو ابن عاصؓ نے جب حضرت حسنؓ کے ساتھ شہسواروں کے ایسے دستے دیکھے جو پہاڑوں کی طرح اٹل تھے تو انہوں نے امیر معاویہ سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ شہسوار دستے ایسے ہیں کہ جب تک ان کا آخری آدمی بھی زندہ ہے یہ سپر نہیں ڈالیں گے!"

خلافت و سلطنت سے دست برداری...... پھر حضرت امام حسن نے خلافت و سلطنت امیر معاویہ کے حوالے کر دی۔ ان کا یہ فعل کسر نفسی اور پرہیزگاری کے لئے بھی تھا اور شر کو ختم کرنے اور فتنہ کی آگ بجھانے کے لئے بھی تھا۔ نیز ان کے اس فعل سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق بھی ہو گئی جو آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے طور پر بیان ہوا ہے۔

ساتھیوں کی ناراضگی...... امام حسن کے اس فعل سے ان کے ساتھی اس قدر برافروختہ ہو گئے کہ بعض نے انہیں پکار کر کہا۔

"اے مومنوں کے لئے باعث شرم و عار۔ تم نے مومنوں کے منہ کالے کر دیئے!

امام حسن نے فرمایا کہ نار یعنی جہنم کی آگ سے عار بہتر ہے کچھ لوگوں نے ان کے سامنے آکر انہیں

اس طرح سلام کیا۔

"السلام علیک اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔

امن پسندی کا بے مثال مظاہرہ...... امام حسن نے ان سے فرمایا۔

"ایسامت کہو۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ اپنی حکومت و سلطنت کے لئے تمہیں قتل کراؤں۔

اعلان دستبرداری...... پھر جب صلح کی کارروائی مکمل ہو گئی تو امیر معاویہ نے امام حسن سے مطالبہ کیا کہ لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کریں کہ میں نے خلافت و حکومت معاویہ کے حوالے کر دی ہے۔ امام حسن نے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنابیان کی اور پھر کہا۔

"لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اولین آدمی کے ذریعہ تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخری آدمی کے ذریعہ تمہارے جان و مال کی حفاظت کی۔ حقیقت میں بہترین پونجی تقویٰ ہے اور بدترین لاچاری بداعمالی ہے۔ جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے جس پر میرا اور معاویہ کا اختلاف ہوا۔ اس بارے میں یا تو وہ یعنی امیر معاویہ مجھ سے زیادہ حقدار ہو سکتے ہیں اور یا یہ خلافت و سلطنت میرا حق ہو سکتی ہے اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے اس حق کو اللہ کے لئے اور حضرت محمد ﷺ کی امت کی بہتری کے لئے نیز ان کے جان و مال کی حفاظت کے نام پر چھوڑ دیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسنؓ امیر معاویہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور قرآن کریم کی ایک مناسب حال آیت کے ذریعہ ان سے خطاب کیا۔

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ (سورۂ حج ، پ ۱۷، ع ۷، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: اور میں بالیقین نہیں جانتا کہ کیا مصلحت ہے شاید وہ تاخیر عذاب تمہارے لئے صورت امتحان ہو اور ایک وقت یعنی موت تک زندگی سے فائدہ پہنچانا ہو۔

(یعنی نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارے واسطے ایک آزمائش ہے اور صرف ایک مدت تک فائدہ ہے) اس کے بعد حضرت امام حسنؓ کوفہ سے مدینہ کو منتقل ہو گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ (کیونکہ پہلے خلافت کی وجہ سے انہوں نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی)

شرط دستبرداری...... امام حسنؓ نے امیر معاویہ کو خلافت حوالے کرتے ہوئے ان سے یہ شرط منظور کرائی تھی کہ ان کے بعد خلافت و حکومت مسلمانوں کی مجلس شوریٰ اور باہمی مشورہ کے ذریعہ ہو گی۔ نیز یہ کہ امیر معاویہ اپنے بعد کے لئے کسی کو ولی عہد یا جانشین نامزد نہیں کریں گے۔

یزید کی سازش اور زہر خورانی...... ایک قول کے مطابق یہ شرط ہوئی تھی کہ امیر معاویہ کے بعد خلافت پھر حضرت حسن کو ہی ملے گی۔ چنانچہ بعد میں جب حضرت حسن کو زہر دیا گیا تو ان کی بیوی بنت اشعث ابن قیس پر شک کیا گیا کہ یہ حرکت امیر معاویہ کے بیٹے یزید کی سازش سے کی گئی ہے یعنی یزید نے بنت اشعث سے خود شادی کر لینے کا وعدہ کیا اور اس پر ایک لاکھ درہم اس لالچ میں خرچ کئے کہ خلافت خود اس کو مل جائے۔

امیر معاویہ نے حضرت حسن کی زندگی میں یہ معاملہ چلایا تھا اور پھر ان کی وفات سے پہلے اس کو ظاہر نہیں کیا۔ جب امیر معاویہ کو حضرت حسن کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے کہا۔

"حسن ابن علیؓ کا معاملہ بھی کتنا حیرت ناک ہے کہ انہوں نے چاہ رومہ کے شہد کا ایک گھونٹ پیا اور اسی سے رخصت ہو گئے۔"

پھر امیر معاویہ کے پاس حضرت ابن عباسؓ آئے انہیں اس وقت تک اس حادثہ کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ تمہیں مدینہ کی کوئی خبر ملی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ تو امیر معاویہ نے کہا۔

"ابن عباس! حضرت حسنؓ سے ہوشیار رہنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فکر و غم اور برائی سے محفوظ رکھے۔

مگر حضرت ابن عباس کے چہرہ پر تشویش و پریشانی کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے کہا۔

"امیر المومنین! اللہ کے فضل سے جب تک آپ زندہ ہیں مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے ہر غم و فکر اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے گا۔

امیر معاویہ نے صرف اس ایک جملہ پر حضرت ابن عباسؓ کو دس لاکھ درہم دیئے۔

زہر کا اثر...... بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت امام حسنؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ امام حسینؓ بھی تھے۔ امام حسن نے کہا۔

"میرے ساتھ کئی بار یہ حادثہ پیش آچکا ہے کہ میں زہر پی گیا مگر اس مرتبہ جیسا زہر کا اثر کبھی نہیں ہوا کہ میرے منہ سے میرے جگر کے لختے اور ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں۔"

حضرت امام حسینؓ نے پوچھا کہ بھائی آپ کو یہ زہر کس نے پلایا؟ امام حسن نے فرمایا۔

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا اسے قتل کرنا چاہتے ہو؟"

جذبۂ انتقام سے بے نیازی...... انہوں نے کہا۔ ہاں

امام حسن نے فرمایا۔

"اگر وہ شخص وہی ہے جس پر مجھے شبہ ہے تو اللہ سب سے شدید انتقام لینے والا ہے لیکن اگر اس کے علاوہ یہ کسی اور کی حرکت ہے تو میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میری وجہ سے بے گناہ قتل کیا جائے۔

امام حسن کا حلم و مروّت...... حضرت امام حسن ایک نہایت حلیم اور بردبار انسان تھے کبھی ان کے منہ سے کوئی فحش بات نہیں سنی گئی۔ مروان جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا انہیں برا بھلا کہتا رہتا تھا وہ ہر جمعہ کو منبر سے خطبہ میں حضرت امام حسنؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

ایک دن لوگوں نے حضرت امام حسنؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

"میں اس کو برا بھلا کہہ کر اس کے گناہ مٹانا نہیں چاہتا بلکہ میرا اور اس کا حساب اللہ کے یہاں ہوگا۔ اگر وہ سچا ہوا تو حق تعالیٰ اسے اس کا صلہ اور جزا عطا فرمادے گا۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ شدید انتقام لینے والا ہے۔

مروان کی کم نصیبی...... ایک دن مروان نے حضرت امام حسنؓ کو بے انتہا برا بھلا کہا لیکن حضرت امام خاموش رہے۔ پھر اسی وقت مروان نے اپنے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کی۔ حضرت حسن نے اسے ٹوکا اور کہا۔

"تم پر افسوس ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دائیں ہاتھ کا مرتبہ بلند ہے۔"

اس پر مروان شرمندہ ہو گیا۔ حضرت حسنؓ کے جنازہ میں مروان رو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسینؓ نے اس سے کہا

"کیا تم ان پر رو رہے ہو۔ حالانکہ تم ہر وقت ان کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے رہتے تھے۔"

اس پر مروان نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں یہ سب کچھ ایک ایسے شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم اور بامروّت تھا۔"

امام حسن و حسین کی نیک کرداری...... یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حسن اور حضرت حسین کے درمیان رنجش ہوئی تو دونوں ایک دوسرے سے دور ہو گئے مگر پھر حضرت حسنؓ ہی حضرت حسینؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے جھک کر حضرت حسین کے سر پر پیار کیا۔ اس پر حضرت حسین نے کہا۔

"میں نے آپ کے پاس آنے میں پہل اسی لئے نہیں کی کہ آپ مرتبہ اور فضیلت میں مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں مجھے یہ پسند نہیں ہوا کہ آپ کی فضیلت کے معاملہ میں آپ کے سامنے آؤں۔

یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔ حضرت حسنؓ کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے

مَنْ ظَنَّ اَنَّ النَّاسَ یُغْنُوْنَهٗ
فَلَیْسَ بِالرَّحْمٰنِ بِالْوَاثِقِ

ترجمہ: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ لوگ ہی میرے لئے کار آمد ہوں گے تو ایسا آدمی خدا پر اعتماد نہیں رکھتا۔

اسود عنسی کے لئے معجزۂ پیشین گوئی...... آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ اسود عنسی کذّاب کے قتل کی پیشین گوئی ہے۔ یہ اسود وہ شخص ہے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے جس رات کے لئے اس کے قتل کی پیشین گوئی فرمائی اسی رات یہ شخص قتل کیا گیا۔ نیز آپ ﷺ نے اس کے قتل کرنے والے کی بھی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بعد مرگ کلام کی پیشین گوئی...... ایک معجزہ آپ ﷺ کی یہ اطلاع ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ شخص حضرت زید ابن حارثہ ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگوں نے مرنے کے بعد کلام کیا ہے۔

چنانچہ حضرت سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کا انتقال ہوا۔ جب اس شخص کو کفنا دیا گیا اور لوگ جنازہ اٹھانے کے لئے آئے تو وہ مردہ اچانک بول اٹھا اور اس نے محمد رسول اللہ کہا۔ لہٰذا یوں سمجھنا چاہئے کہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی میں ایک شخص سے مراد انسان ہے یعنی جنس انسان ہے۔

ایک معجزہ آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں (گھروں میں جانے والے غلاموں کو) خصی کرانے کا رواج ہوگا۔ ان کے لئے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو خصی کئے جانے کا شکار ہوں گے۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خصی کرانے کا طریقہ اس امت کے سوا کبھی نہیں ہوا۔

علم و امانت اٹھنے کی پیشین گوئی...... ایک معجزہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی ہے کہ دنیا سے امانت داری، علم، فروتنی وانکساری اور علم فرائض اٹھ جائے گا۔ یعنی ایسا قیامت قریب آجانے کے وقت ہوگا۔

(اور یہ سب محرومیاں قیامت کی نشانیوں میں سے ہوں گی)

ثابت کے لئے پیش گوئی...... آپ ﷺ کا ایک معجزہ حضرت ثابت ابن قیس سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تم ایک اچھی اور شکر گزاری کی زندگی بسر کرو گے اور ایک شہید کی موت مرو گے۔ چنانچہ حضرت ثابتؓ جنگ

یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے لشکر سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

علامات قیامت...... رسول اللہ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کے حکم پر) غیب کی جن باتوں کی خبریں دیں ان کا باب بہت طویل ہے۔ ان میں کچھ تو وہ خبریں ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے بعد اخیر زمانے تک دنیا میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں دیں۔ اور کچھ وہ خبریں ہیں جو حالات قیامت کے متعلق دیں جیسے تقدیرات الٰہی، حشر اور حساب و کتاب ہے، نیز جنت و دوزخ کے متعلق خبریں ہیں۔

مستقبل کی خبریں...... چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہ سب باتیں اور واقعات بتلائے جو قیامت تک پیش آنے والے ہیں۔ ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف لائے اور پھر آپ ﷺ نے خطبہ دینا شروع کیا تو ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔

تب آپ ﷺ منبر سے اترے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر منبر پر جاکر خطبہ اور بیان شروع فرمادیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ پھر اترے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لائے اور خطبہ جاری رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے وہ سب باتیں بتلائیں جو ہو چکی ہیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔

قرب وفات کی پیش گوئی...... ایک معجزہ حضرت معاذؓ سے آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد ہے جب آپ ﷺ حضرت معاذؓ کو انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت دے کر یمن کی طرف روانہ کر رہے تھے تو معاذؓ سے فرمایا۔

"معاذ! شاید اس سال کے بعد تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے اور ممکن ہے کل جب تم میری اس مسجد میں آؤ تو میری قبر پر حاضر ہو!"

فتح مصر کی پیش گوئی...... چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت معاذؓ یمن چلے گئے اور ان کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ حضرت معاذؓ اس کے بعد مدینہ آئے تو صدیق اکبر کی خلافت کے دور میں ہی آئے (جبکہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو چکی تھی)

اسی طرح ایک معجزہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جلد ہی تمہارے ہاتھوں مصر فتح ہو جائے گا۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ مہربانی اور خیر کا معاملہ کرنا۔ کیونکہ ان کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے اور سُسرالی تعلق بھی ہے۔

مصر سے حضور ﷺ کے رشتے...... یہاں رشتہ داری سے مراد یہ ہے کہ حضرت اسماعیل ابن ابراہیم علیہما السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رسول اللہ ﷺ کی دادی ہوئیں اور وہ قبطیہ تھیں۔ (قبط ایک قوم کا نام تھا جو مصر میں رہتی تھی)

سُسرالی تعلق کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ مصری تھیں اور قوم قبط سے تھیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی اُمّ ولد تھیں (حضرت ماریہ قبطیہ کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور نذرانہ کے پیش کیا تھا۔ اس طرح یہ آپ ﷺ کی باندی تھیں۔ پھر ان کے پیٹ سے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ جس باندی کے پیٹ سے آقا کا بچہ پیدا ہو جائے اس باندی کو شریعت کی اصطلاح میں اُمّ ولد کہا جاتا ہے) جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

قبولیت دعا کے معجزے...... اسی طرح ایک معجزہ آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت ہے۔ یعنی ان واقعات کے

علاوہ جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔ مثلاً ثعلبہ ابن حاطب انصاری کے لئے آپ ﷺ کی دعا کا معجزہ ہے۔ یہ ثعلبہ وہ نہیں ہیں جو بدری یعنی اصحاب بدر میں سے تھے۔ کیونکہ وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ اور یہ ثعلبہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس بات سے اختلاف کیا ہے مگر یہ ان کا وہم ہے جس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو شخص غزوۂ بدر میں شریک ہوا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (ان کو یہ وہم اور شبہ ان کے نام اور ولدیت کی یکسانیت کی وجہ سے ہوا ہے) حالانکہ ایسا اکثر ہو جاتا ہے کہ دو آدمیوں کے اپنے نام اور باپ کے نام ایک ہی ہوں۔

اس کی مثال ایک صحابی کا یہ قول ہے۔ وہ صحابی طلحہ ابن عبید اللہ ہیں ان کا ایک قول ہے کہ اگر حضرت محمد ﷺ کی وفات ہو گئی تو ان کے بعد میں یقینی طور پر عائشہؓ سے شادی کر لوں گا۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

(سورۂ احزاب، پ ۲۲، ع ۷، آیت ۵۳)

ترجمہ: اور تم کو جائز نہیں کہ رسول خدا کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے۔

اس پر بعض علماء نے یہ سمجھ لیا کہ اس طلحہ سے مراد وہ طلحہ ابن عبید اللہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی جو ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت و خوشخبری دنیا ہی میں دیدی گئی تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ اس قول سے بالکل بری ہیں۔ وہ اتنے بلند مرتبہ صحابی ہیں کہ ان کے منہ سے اس طرح کی بات ہرگز نہیں نکل سکتی۔ (یہ مغالطہ محض ناموں کی یکسانیت کی وجہ سے ہوا کہ دونوں کے نام طلحہ ہیں اور دونوں کے والد کے نام عبید اللہ ہیں)

ثعلبہ کی درخواست دعا...... غرض ثعلبہ ابن حاطب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! حق تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ مجھے مال و دولت عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارا برا ہو ثعلبہ۔ وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکو کہیں بہتر ہے بہ نسبت اس زیادہ مال کے جس کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

دولت مندی کی آرزو اور نبی کا گریز...... اس کے بعد ثعلبہ پھر ایک روز آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر بولے کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال و دولت سے نواز دے آپ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو ثعلبہ۔ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ تم خدا کے رسول ﷺ کی طرح ہو جاؤ کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اپنے پروردگار سے یہ درخواست کروں کہ یہ پہاڑ میرے واسطے سونے اور چاندی کے ہو جائیں تو ایسا ہی ہو جائے۔"

ثعلبہ کا ادائے حقوق کا وعدہ...... مگر ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ مجھے مال و دولت سے نواز دے تو میں یقیناً ہر حقدار کا حق ادا کروں گا۔

دعائے دولت ومال...... اس وقت آپ ﷺ نے (ثعلبہ کی درخواست منظور فرماتے ہوئے) ان کے لئے یوں دعا فرمائی۔

"اے اللہ! ثعلبہ کو مال ودولت سے نوازدے!"

ثعلبہ کی دولتمندی...... اس دعا کے بعد ثعلبہ نے بھیڑیں پالیں وہ بھیڑیں اس تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی بھیڑوں کے لئے مدینہ میں جگہ نہ رہی۔ آخر وہ مدینہ سے ہٹ کر قریب کی وادیوں میں سے ایک وادی میں فروکش ہوگئے۔

عبادات وفرائض میں کوتاہی...... وہاں رہنے کی وجہ سے وہ اب صرف ظہر اور عصر کی نمازیں تو مدینہ میں جماعت سے پڑھتے مگر باقی نمازوں میں جماعت چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ آخر بڑھتے بڑھتے ان کی بھیڑوں میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ اب وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے صرف جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھتے باقی نمازوں کے لئے انہوں نے جماعت میں شرکت چھوڑدی جمعہ کے لئے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوجاتے۔ آخر مشغولیت بڑھتے بڑھتے ایک وقت آیا کہ انہوں نے جمعہ پڑھنا بھی چھوڑدیا (یعنی گھر پر ظہر کی نماز پڑھ لیتے اور آنحضرت ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کے پاس حاضری سے بھی محروم ہوگئے)

ثعلبہ پر نبی کا افسوس...... ایک دن آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوئے؟ لوگوں نے آپ ﷺ کو ان کا حال بتلایا آپ ﷺ نے ان کے حالات سن کر تین مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

يَاوَيْح ثعلبه . یعنی افسوس ثعلبہ۔ افسوس ثعلبہ۔ افسوس ثعلبہ۔

پھر صدقات کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

خُذْمِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَاوَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(سورۂ توبہ، پ ۱۱، ع ۱۳، آیت ۱۰۳)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ جس کو یہ لائے ہیں لے لیجئے جس کے لینے کے ذریعہ سے آپ ان کو گناہ کے آثار سے پاک صاف کردیں گے اور ان کے لئے یہ دعا کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان قلب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

وصول زکات کے لئے گماشتے...... اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو آدمی صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجے اور انہیں صدقہ کے فرائض اور شرح لکھ کردی۔ ان دونوں کو روانہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے انہیں یہ خصوصی ہدایت بھی دی کہ ثعلبہ کے پاس بھی جانا۔

یہ دونوں وہاں سے روانہ ہوکر ثعلبہ کے پاس پہنچے تو ان سے صدقات کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور انہیں آنحضرت ﷺ کی تحریر پڑھوائی۔ ثعلبہ نے کہا۔

"اب تو آگے چلے جاؤ اور دوسروں سے فارغ ہوکر میرے پاس پھر آجانا۔"

ثعلبہ کی ٹال مٹول...... وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ واپسی میں وہ پھر ثعلبہ کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے۔

ذرا وہ تحریر مجھے پھر دکھلاؤ جو تمہارے پاس ہے میں اس پر ایک نظر ڈالوں گا۔"

وہ تحریر پڑھنے کے بعد ثعلبہ نے ان دونوں گماشتوں سے کہا۔

"یہ صدقہ تو جزیہ ہی کی سی ایک قسم ہے اب تو تم جاؤ تاکہ میں بھی اس کے متعلق رائے قائم کرلوں!"

یہ دونوں وہاں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے اس سے پہلے کہ یہ آپ ﷺ کو کچھ بتلاتے۔

زکوٰۃ سے گریز پر وحی...... آپ ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی پھر وہی کلمہ ارشاد فرمایا کہ۔یا ویح ثعلبہ۔افسوس ثعلبہ۔اس کے بعد ان گماشتوں نے آپ ﷺ کو ثعلبہ کی روداد سنائی۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (سورۃ توبہ، پ ۱۰، ع ۱۰، آیت ۷۵، ۷۶)

ترجمہ: اور ان منافقین میں سے بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے بہت سا مال عطا فرمادے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم اس کے ذریعہ سے خوب نیک نیک کام کیا کریں۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بہت سا مال دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے کہ زکوٰۃ نہ دی اور اطاعت سے روگردانی کرنے لگے۔

گھبراہٹ اور درخواست ادائیگی...... اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس ثعلبہ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص موجود تھا آپ ﷺ نے اسے ہی ثعلبہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں قرآنی آیات نازل فرمائی ہیں اور وہ آیات یہ ہیں۔ ثعلبہ یہ سنتے ہی گھر سے روانہ ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ان کی طرف سے صدقہ قبول فرمالیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا ہے کہ تمہارا صدقہ قبول کروں!"

اب وصولیابی سے نبی کا انکار...... اس پر ثعلبہ بدحواس ہو کر اپنے سر پر خاک اڑانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ تمہارے ہی عمل کی وجہ سے ہے میں نے تمہیں ایک حکم دیا مگر تم نے میری اطاعت نہیں کی۔

غرض آپ ﷺ نے ان کی طرف سے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو ثعلبہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کی طرف سے صدقات قبول کرلئے جائیں۔ انہوں نے بھی انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

"تمہارے صدقات کو رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تھا اس لئے میں بھی قبول نہیں کرسکتا۔"

خلفاء کا بھی انکار...... اس کے بعد ثعلبہ نے خلافت فاروقی میں حضرت عمرؓ سے اور خلافت عثمانی میں حضرت عثمانؓ سے بھی یہی درخواست کی مگر ہر ایک نے ان کی درخواست رد کردی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے زمانے میں ہی ثعلبہ ابن حاطب کا انتقال ہو گیا۔

مرتد کے لئے معجزۂ بددعا...... اسی طرح ایک معجزہ ایک شخص کے بارے میں آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے۔ یہ شخص مرتد ہو کر واپس مشرکوں سے جاملا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا۔

"اے اللہ! اس کو دوسروں کے لئے ایک نشانی یعنی سامان عبرت بنادے۔"

چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے بنی نجار کا ایک شخص تھا جس نے سورۃ بقرہ اور سورۃ

آل عمران حفظ کرلی تھیں نیز وہ آنحضرت ﷺ کے کاتب کے فرائض بھی انجام دیا کرتا تھا۔ مگر وہ ایک دن مرتد ہو گیا اور اہل کتاب سے جا کر مل گیا۔ وہ کہتا پھرتا تھا کہ محمد ﷺ کچھ بھی نہیں جانتے وحی کے الفاظ ان کے لئے کچھ بھی لکھ دیئے جائیں۔ اس کی ان باتوں پر آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو دوسروں کے لئے ایک نشانی اور سامان عبرت بنادے۔

مرتد کی لاش سامان عبرت...... چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا تو لوگوں نے اسے دفن کیا۔ مگر صبح کو دیکھا کہ زمین نے اسے اگل دیا ہے (اور اس کی لاش باہر پڑی ہوئی ہے) اس پر مشرکوں نے کہا کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کی حرکت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آیا تھا لہذا انہوں نے دشمنی میں اس کی لاش کھود نکالی اور باہر ڈال کر چلے گئے۔

ان لوگوں نے پھر اس کے لئے قبر کھودی اور جتنا گہرا گڈھا کھود سکے کھودا اور اس میں اسے دبایا۔ مگر اگلے دن صبح کو دیکھا تو لاش پھر باہر پڑی ہے۔ اس بار انہوں نے پھر وہی باتیں کہیں اور تیسری مرتبہ اس لاش کو نہایت گہرائی میں دفن کیا۔ مگر تیسری باری بھی زمین نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ لاش کو اگل دیا۔ تب ان لوگوں کو یقین آیا کہ یہ کسی انسان کی حرکت نہیں ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانے کی سزا...... اسی طرح آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھارہا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے تکبر اور نفرت کے انداز میں کہا کہ میں یہ نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ واقعی تو نہیں کر سکتا۔ اس ارشاد کے بعد اس کے ہاتھ میں اتنی طاقت ہی نہ رہی کہ منہ تک جا سکتا۔

جھوٹ کا انجام...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت سے اپنا رشتہ دیا۔ اس کے باپ نے آپ ﷺ سے یہ کہہ دیا کہ میری لڑکی برص یعنی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہے حالانکہ حقیقت میں اس کو یہ مرض نہیں تھا بلکہ یہ جھوٹ اس نے صرف اس لئے بولا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے رشتے کو ختم کر سکے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر اس شخص سے فرمایا کہ۔ اب وہ ایسی ہی ہو جائے گی چنانچہ اسی وقت سے اس عورت کو کوڑھ کا مرض ہو گیا۔

ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے پاس آئیں آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے صاحبزادی کا چہرہ پیلا ہو رہا تھا اور خون کی سرخی مٹ رہی تھی۔

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ فاطمہ میرے قریب آجاؤ۔ وہ قریب آئیں تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھا کر ان کے سینے پر رکھا اور انگلیاں کھول لیں پھر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ وَرَافِعَ الْوَضِيْعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: اے خدائے بزرگ و برتر تو بھوکوں کو شکم سیر فرمانے والا ہے اور کمتر کو بلند فرمانے والا ہے تو فاطمہ بنت محمد کو بلند فرمادے۔

فاطمہ کی ناداری اور معجزۂ نبوی...... اس دعا کی برکت سے حضرت فاطمہؓ کے چہرے کی زردی اسی وقت دور ہو گئی اور پھر انہیں بھوک کی تکلیف نہیں ہوئی۔

اسی طرح ایک معجزہ وہ ہے جو حضرت واثلہ ابن اسقع نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آگیا جبکہ ہم اصحاب صُفّہ میں شامل تھے۔

اصحاب صُفّہ...... تشریح: اصحاب صُفّہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسکین اور غریب و نادار صحابہ جن کے پاس نہ کھانے کو روٹی تھی نہ پہننے کو کپڑا تھا اور نہ سر چھپانے کو جگہ تھی آنحضرت ﷺ نے ایسے صحابہ کو مسجد نبوی کے برابر ایک چبوترے پر رہنے کی جگہ دیدی تھی۔ یہ لوگ موٹا جھوٹا پہنتے جو مل جاتا کھالیتے اور عشق رسول میں وہیں رہتے تھے رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے آنحضرت ﷺ ہی ان کے کھانے اور کپڑے وغیرہ کا خیال فرماتے اور انکی خبر گیری رکھتے تھے صوف عربی میں اون کو کہتے ہیں چونکہ یہ لوگ موٹے اور بالکل معمولی اون کے کپڑے پھٹے پرانے پہنا کرتے تھے اس لئے ایک قول کے مطابق ان کو اصحاب صفّہ کہا جاتا تھا۔

صُفّہ اور صوفیا...... لیکن صحیح قول یہ ہے کہ صفّہ عربی میں چبوترے کو کہتے ہیں اسی سے صفّہ مسجد کا لفظ آتا ہے جس کے معنی ہیں مسجد کا سائے دار چبوترہ۔ اسی لئے ان کو اصحاب صفّہ کہا گیا۔ صفّہ گرمی میں رہنے کے لئے استعمال ہونے والے ایسے مکان کو بھی کہتے ہیں جس کی چھت گھاس پھونس سے بنائی گئی ہو۔ اس کے معنی جھونپڑے کے بھی کئے جاسکتے ہیں۔

چونکہ یہ قلندر صفت عاشقان رسول ہر وقت عبادات میں مشغول رہتے راتوں کو جاگ کر نوافل و تہجد میں کھڑے رہتے اور دنوں میں ذکر اللہ اور تلاوت میں لگے رہتے اس لئے اب جو اللہ والے خانقاہ نشینی اختیار کرتے ہیں اور رات دن اللہ اللہ میں لگے رہتے ہیں ان کو صوفی کہا جانے لگا یہ لفظ صوفی اسی لفظ صفّہ سے بنا ہے۔

اصحاب صفّہ کو فاقہ کشی کی بھی نوبت آتی رہتی تھی اس لئے واثلہ نے رمضان کی آمد پر خاص طور سے اپنے اصحاب صفّہ میں سے ہونے کا ذکر کیا۔ جیساکہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جس کو اک وقت میسر ہو اور اک وقت نہ ہو
اس کے گھر سال میں بارہ رمضان آتے ہیں۔

یہی حال ان مردان پارسا کا تھا جب میسر آگیا اور جو کچھ مل گیا کھالیا نہ بھی ملا تو ان کی بلا سے ان کا مقصد زندگی صرف یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت مقدسہ میں حاضر رہیں اور اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ خدا اور رسول کی اطاعت و خدمت میں بسر کریں۔ تشریح ختم۔ از مرتب)

اصحاب صُفّہ کا رمضان...... غرض حضرت واثلہ ابن اسقع کہتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آیا اور ہم اصحاب صُفّہ نے روزے رکھنے شروع کئے۔ افطار کے بعد ہم سب کے پاس ایک ایک آدمی آجاتا اور ہر شخص ہم اصحاب صفّہ میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاکر کھانا کھلادیتا۔

روزے بھی اور فاقہ کشی بھی...ایک رات ایسا ہوا کہ کوئی بھی کسی کے پاس نہ آیا اور ہمیں کھانا نہ ملا، صبح کو ہم نے پھر روزے کی نیت کرلی پھر اگلی رات آئی تو کوئی کھانا کھلانے والا نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کو اپنی حالت بتلائی۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس کہلایا کہ اگر کچھ کھانا ہو تو بھیج دیں۔ مگر ازواج میں سے ہر ایک نے قسم کھا کھا کر یہ جواب بھجوایا کہ گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی بھوکے آدمی کا پیٹ بھر سکے۔ تب آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ سب اکٹھے

ہو جاؤاس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَ رَحْمَتِكَ فَاِنَّهُمَا بِيَدِكَ لَا يَمْلِكُهُمَا اَحَدٌ غَيْرُكَ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے ہی مانگتا ہوں اور تیرے فضل اور تیری رحمت کے نام پر مانگتا ہوں کہ یہ دونوں صفات صرف تیری ہی ہیں تیرے سوا کوئی ان صفات کا مالک نہیں ہے۔

خوان نعمت کا معجزہ...... آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی ہی تھی کہ اسی وقت کسی آنے والے نے بازیابی کی اجازت چاہی وہ حاضر ہوا تو اس کے ساتھ بکری کا بھنا ہوا تر و تازہ گوشت تھا۔ آنحضرت ﷺ کے حکم پر وہ کھانا ہمارے سامنے رکھا گیا اور ہم سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔

معجزۂ بت شکنی...... آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اشارہ پر وہ تمام بت اوندھے منہ زمین پر گر پڑے جو کعبہ کے گرد و پیش نصب تھے آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ ﷺ یا تو اس سے بت کی طرف اشارہ فرماتے اور یا اس چھڑی سے بت کو ٹھوکا دیتے ساتھ ہی آپ ﷺ قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

(سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، ع ۹، آیت ۸۱)

ترجمہ: حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا اور واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے۔

کھانے میں برکت کے معجزات...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں کھانا بڑھ جانے اور اس میں خیر و برکت ظاہر ہونے کے واقعات ہیں۔ ایسے واقعات بہت سی مرتبہ پیش آئے مثلاً ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے کہ خندق کی کھدائی کے وقت ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر گیہوں کو ایک ہزار آدمیوں نے کھایا اور سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا جبکہ کھانا پھر بھی اصل سے زیادہ بچ گیا۔ یہ واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح اہل خندق کو یعنی غزوۂ خندق والے صحابہ کو تھوڑی سی کھجوروں سے شکم سیر کر دیا گیا۔ اس کا تفصیلی بیان بھی گزر چکا ہے۔

اسی طرح معاہدۂ حدیبیہ اور غزوۂ تبوک کے بیان میں جو واقعات گزرے ہیں وہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہیں کہ لوگوں کے پاس جو کچھ زائد زادِ راہ تھا وہ سب آپ ﷺ کے حکم پر ایک جگہ جمع کیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس کی برکت کی دعا فرمائی اور اس کے بعد اسے تمام لشکر میں تقسیم کیا گیا تو وہ (تھوڑا سا کھانا) سارے لشکر کو کافی ہو گیا۔

ابوہریرہ کی کھجوریں...... اسی طرح ایک معجزہ حضرت ابوہریرہ کی کھجوروں میں برکت کے لئے آپ ﷺ کی دعا ہے یہ کھجوریں انہوں نے اپنے ہاتھ میں پھیلا رکھی تھیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لئے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی۔

دعائے نبوی سے برکت...... حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں نے ان کھجوروں میں سے اتنے وسق کھجوریں اللہ کے راستے میں دیں (جبکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک وسق میں پانچ من دس سیر کھجوریں ہوئیں کیونکہ ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کئی وسق کھجوریں اللہ کی راہ میں دیں) نیز ہم ایک طویل مدت تک وہ کھجوریں کھاتے رہے اور ان ہی سے اپنا پیٹ بھرتے رہے۔ آخر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں وہ کھجوریں ختم ہو گئیں۔

ان کے ختم ہونے کی وجہ بھی یہ ہوئی کہ چمڑے کا وہ تھیلہ ہی ختم ہو گیا جس میں کھجوریں رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا۔ یہ چمڑے کا تھیلہ ناشتہ وغیرہ رکھنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا حکم تھا کہ یہ کھجوریں اسی میں رکھنا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا۔

"جب تمہیں اس میں سے کھجوریں نکالنی ہوں تو تھیلے کے اندر ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔ اس کو کبھی الٹ کر خالی مت کرنا ورنہ یہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔"

کھجور کا تھیلہ اور تاثیر دعا...... حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ میری کوکھ کے ساتھ لٹکا رہا کرتا تھا جب حضرت عثمانؓ کا قتل ہوا تو (اس ہنگامے میں) یہ پٹکا ٹوٹ گیا اور کھجوروں کا سلسلہ بھی ٹوٹ گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ تھیلہ میرے کجاوے کے ساتھ لٹکا رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں یعنی ان کے محاصرہ اور قتل کے دوران ایک دن یہ تھیلہ گر پڑا (اور الٹ گیا) اس کے بعد ہی اس میں کی کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو اس ہنگامے میں بلوائیوں نے میرا گھر بھی لوٹا اور وہ تھیلہ بھی لوٹ لیا۔ یعنی تھیلہ زمین پر گر پڑا اور اس میں سے جو کھجوریں گریں وہ سب اور یہ تھیلہ بلوائی لوٹ کر لے گئے۔ آخر کی اس تشریح کے بعد یہ روایت گزشتہ راویت کے خلاف نہیں رہتی۔

ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں کچھ کھجوریں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ میرے لئے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائیے آپ ﷺ نے انہیں پھیلایا اور پھر ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور اپنے زاد راہ یعنی ناشتہ کے تھیلے میں ڈال دو پھر جب بھی تمہیں کھجوریں نکالنے کی ضرورت ہو تو اپنا ہاتھ تھیلے کے اندر ڈال کر ہی کھجوریں نکالنا اس تھیلے کو کبھی خالی مت کرنا۔

نہ خالی ہونے والا تھیلہ...... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے وہاں لوگوں (کا زادراہ ختم ہو گیا اور ان) کو بھوک نے پریشان کیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ ابوہریرہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں زاد راہ کے تھیلے میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس لے کر آؤ۔ میں وہ تھیلہ اٹھا لایا آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر ایک مٹھی بھر کھجوریں نکالیں اور انہیں ہاتھ پر پھیلایا پھر مجھ سے فرمایا کہ میری طرف سے دس آدمیوں کو دعوت دے کر بلا لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو لایا اور ان سب نے کھایا اور شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ یہی عمل کرتے رہے یہاں تک کہ پورا لشکر کھا تا رہا اور سب شکم سیر ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنی تم لے کر آئے تھے وہ سب لے جاؤ اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر مٹھیوں سے نکالتے رہنا مگر تھیلے کو کبھی مت الٹنا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سے زیادہ کھجوریں مٹھی میں بھر لیں جتنی لایا تھا۔ پھر میں اسی طرح آنحضرت ﷺ کی حیات مبارک میں اس تھیلے میں سے کھجوریں کھاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دوران (جو پونے دو سال تک رہی) اس تھیلے کی کھجوریں کھاتا رہا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بھی اسی تھیلے میں سے کھجوریں نکالتا اور اپنا پیٹ پالتا رہا عمرؓ کا دور خلافت تقریباً بارہ سال رہا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی اسی تھیلے میں سے کھجوریں نکال نکال کر کھاتا رہا۔

یہاں تک کہ ان کے قتل کے وقت وہ تھیلہ بھی اسی ہنگامے میں لٹ گیا۔

ایک نوالہ میں معجزہ برکت...... اسی طرح کھانے میں برکت کا ایک اور واقعہ ہے۔ یہ کھانا آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں پر رکھ لیا تھا (جس کی برکت سے اس میں اضافہ ہو گیا) چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اصحاب صفّہ کو ثرید کھانے کے لئے بلایا یہ کھانا ایک پیالے میں تھا۔

لوگوں نے آکر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سب کھانا ختم ہو گیا صرف اس برتن کے کناروں پر تھوڑا سا لگا ہوا رہ گیا۔ آپ ﷺ نے وہ کناروں پر لگا ہوا کھانا سونت کر یکجا کیا تو وہ ایک تسمہ کے برابر ہو گیا آپ ﷺ نے اس لقمہ بھر کھانے کو اپنی انگلیوں پر رکھا اور حضرت ابوہریرہؓ سے جو اصحاب صفّہ میں شامل تھے۔ فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ حضرت بوہریرہؓ کہتے ہیں۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں اس لقمہ میں سے مسلسل کھاتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا۔

اس واقعہ کی تفصیل گزر چکی ہے واضح رہے کہ اس وقت اصحاب صفّہ کی تعداد نوّے تھی ایک قول ہے کہ سو سے کچھ اوپر تھی اور ایک قول کے مطابق چار سو تھی (جبکہ اسی ایک برتن میں سے کھا کر سب کا پیٹ بھر گیا اور سب شکم سیر ہو گئے)

طعام ولیمہ میں برکت...... اسی طرح اس کھانے میں برکت کا واقعہ ہے جو حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کے لئے لے کر آئے تھے چنانچہ ان ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک نکاح فرمایا اور شب عروسی گزاری۔ اس موقعہ پر میری والدہ اُمّ سلیم نے حیس کا کھانا تیار کیا اور اسے ایک برتن میں نکال کر اور حضرت انسؓ کو دے کر کہا۔

"یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤ اور عرض کرو کہ یہ میری والدہ نے آپ ﷺ کے لئے بھیجا ہے وہ آپ ﷺ کو سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہماری طرف سے یہ تھوڑا سا ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہے۔"

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور والدہ کا سلام پہنچا کر عرض کیا کہ ہماری طرف سے یہ تھوڑا سا کھانا پیش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا رکھ دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں فلاں اور فلاں کو اور جن سے ملو ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔

سینکڑوں کی شکم سیری...... حضرت انس کہتے ہیں میں گیا اور جن جن لوگوں کا آنحضرت ﷺ نے نام لے کر بتایا تھا ان کو اور جو لوگ مجھے راہ میں ملے انہیں میں نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے دعوت دی۔ اس پر حضرت انس سے پوچھا گیا کہ ان لوگوں کی کل تعداد کتنی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تقریباً تین سو۔

غرض حضرت انس کہتے ہیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انس کھانے کا یہ برتن لے کر آؤ پھر آپ ﷺ نے آنے والے مہمانوں سے فرمایا۔

"دس دس آدمی آکر کھاتے رہیں اور ہر شخص اپنے سامنے سے ہی کھائے!"

چنانچہ اس حکم کے مطابق لوگوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے آدمی شکم سیر ہو گئے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ انس یہ برتن اٹھا لو۔ چنانچہ میں نے اٹھا لیا مگر میں نہیں جانتا کہ جب میں وہ برتن لا کر

رکھا تھا اس وقت اس میں زیادہ کھانا تھا جب اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

دو آدمیوں کا کھانا...... اسی طرح اس کھانے میں برکت کا معجزہ ہے جو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے بنوایا تھا چنانچہ خود ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے آنحضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے لئے کھانا بنوایا۔ کھانا اتنا ہی تیار کرایا گیا جو کہ ان دو حضرات کے لئے کافی ہو۔

اس کے بعد وہ کھانا ان دونوں کے پاس لے کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور انصاریوں میں سے تیس معزز آدمیوں کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاؤ۔

حضرت ابوایوبؓ کہتے ہیں کہ اس حکم سے میں پریشان ہو گیا کیونکہ میرے پاس اس سے زائد کچھ نہیں تھا۔ ادھر آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ جاؤ انصاریوں میں سے تیس معزز آدمیوں کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاؤ۔ ابوایوب کہتے ہیں کہ آخر میں نے جا کر تیس آدمیوں کو دعوت دیدی اور انہیں بلا آیا)

ایک سواسّی آدمیوں کی فراغت...... آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کھاؤ۔ ان سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر جانے سے پہلے انہوں نے (اس معجزہ پر گواہی دی) آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ ﷺ نے پھر مجھے حکم دیا کہ انصار میں سے ساٹھ معزز آدمیوں کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاؤ۔ میں ان کو بھی بلا لایا اور انہوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جانے سے پہلے ان لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور میری طرف سے نوّے انصاریوں کو کھانے پر بلا لاؤ۔ میں پھر گیا اور نوّے آدمیوں کو بلا لایا انہوں نے بھی خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر آنحضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ اس طرح میرے اس تھوڑے سے کھانے میں سے ایک سواسّی آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا یہ سب کے سب انصاری صحابہ تھے۔

پیالہ بھر دودھ میں برکت...... اسی طرح ایک معجزہ ایک پیالہ بھر دودھ میں برکت ہونے کا واقعہ ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے وہ کہتے ہیں اس وقت حضرت ابو بکرؓ کا میرے پاس سے گزرا ہوا۔ میں انہیں دیکھتے ہی اٹھ کر ان کے پاس آیا اور ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے میرا پیٹ بھی بھر جائے گا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ بغیر کچھ کہے گزر گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے وہی سوال کیا مگر انہوں نے بھی وہی معاملہ کیا جو ابو بکر نے کیا تھا۔

ابوہریرہ کی فاقہ کشی اور بھوک...... اس کے بعد وہاں رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا آپ ﷺ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے اور میرے دل میں جو کچھ تھا اسے سمجھ گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابوہریرہ: ایک روایت میں ہے کہ۔ اے ابوہریرہ"

میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ساتھ آؤ۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے پھر آپ ﷺ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی تو میں بھی داخل ہو گیا۔ وہاں میں نے ایک پیالہ میں دودھ رکھا دیکھا۔

نبی کی مہمانی...... آنحضرت ﷺ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ

آپ ﷺ کے لئے ہدیہ آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میری طرف سے اصحاب صفہ کو دعوت دے کر بلا لاؤ!"

مجھے یہ بات شاق گزری میں نے اپنے دل میں کہا کہ اہل صفّہ میں یہ دودھ کیا پکار کرے گا۔ مجھے خیال تھا کہ اس دودھ سے تو میرا کام بھی نہیں چل سکے گا۔ پیچھے جو روایت بیان ہوئی ہے اس کے مطابق اصحاب صفّہ کی تعداد چار سو تھی۔

ایک پیالے سے سینکڑوں کی سیری...... بہر حال میں جا کر ان کو بلا لایا۔ وہ گھر میں آکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضورؐ نے فرمایا۔

ابوہریرہ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا برتن اٹھا کر ان کو دو میں نے وہ پیالہ اٹھا کر ہر ایک کو دینا شروع کیا جس میں سے وہ سیر ہو کر پیتا گیا۔ آخر سب فارغ ہو گئے اور میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تب آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور تم بھی پیو چنانچہ میں نے پیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر فرمایا پیو اور میں نے پھر پیا۔ آنحضرت ﷺ اسی طرح مجھ سے فرماتے رہے کہ اور پیو اور میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے عرض کیا۔

"بس اب نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا اب گنجائش نہیں ہے!"

اس کے بعد میں نے وہ پیالہ آنحضرت ﷺ کو پیش کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔ یہ واقعہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

اسی روایت کا آخری حصہ ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ آخر جب میرے اور آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو آپ ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک میں لیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ پھر فرمایا ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس میں اور تم باقی رہ گئے میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ (حدیث)۔

ابوہریرہ کا ایک لطیفہ...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ابوہریرہ کو ابوہرؓ کہہ کر پکارا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا نام تو ابوہریرہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مؤنث سے مذکر بہتر ہوتا ہے!"

کیونکہ ہریرہ مؤنث ہے اور ہُر مذکر ہے) جب حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جنگ ہوئی تو حضرت ابوہریرہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ نماز تو حضرت علی کے پیچھے پڑھا کرتے اور کھانا امیر معاویہ کے ساتھ جا کر کھاتے اور جنگ کے وقت ایک ٹیلہ پر جا کر بیٹھ جاتے۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو ابوہریرہ نے کہا۔

"نماز حضرت علی کے پیچھے ہی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور کھانا امیر معاویہ کا زیادہ چکنائی اور چربی دار ہوتا ہے اور جہاں تک بیٹھنے کی جگہ کا تعلق ہے اس کے لئے سب سے زیادہ محفوظ جگہ یہ ٹیلہ ہی ہو سکتا ہے۔

تھنوں کے اندر دودھ میں برکت...... اسی طرح ایک معجزہ وہ ہے جس کو بنت خباب ابن ارت نے بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ خباب ایک سریہ میں گئے ہوئے تھے ان کی عدم موجودگی میں آنحضرت ﷺ

ہمارے یہاں ہماری خبر گیری کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

ہمارے پاس ایک بکری تھی آنحضرت ﷺ خود اسکا دودھ دوہتے تو اس کے تھن ہمارا برتن دودھ سے بھر دیتے۔ جب حضرت خباب واپس آگئے اور بنت خباب نے خود دودھ نکالا تو بکری کے تھن پھر ویسے ہی ہوئے جیسے تھے (یعنی ایسے کہ ان کے دودھ سے برتن نہیں بھرتا تھا)

تب میں نے اپنے والد یعنی خباب سے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ اس بکری کے تھنوں کو دوہتے تھے تو ہمارا برتن بھر جایا کرتا تھا مگر جب میں نے نکالا تو تھن پھر پہلے جیسے ہوگئے۔"

ایک بکری کا دودھ...... اسی طرح ایک معجزہ وہ ہے جس کو ایک صحابی نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ سفر میں) ہم تقریباً چار سو آدمی تھے۔ ایک روز ہم ایک ایسے مقام پر ٹھہرے جہاں پانی نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو اس سے سخت پریشانی ہوئی۔

ایک لشکر کی ضیافت...... اسی وقت ایک چھوٹی سی بکری وہاں آئی جس کے دو سینگ تھے وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی آنحضرت ﷺ نے اس کا دودھ نکالا پھر وہ آپ ﷺ نے سیر ہو کر پیا اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ نے بھی پیا یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے۔

یہ صحابی جو راوی ہیں کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"آج رات کو یہ بکری روک سکتے ہو تو روک لو مگر میں سمجھتا ہوں تم اسے روک نہیں سکتے!"

وہ بکری...... میں نے فوراً بکری کو پکڑ لو وہاں ایک کھونٹی گاڑی اور ایک رسّی سے بکری کو اس کھونٹی کے ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد رات میں کسی وقت میری آنکھ کھلی تو مجھے بکری نظر نہیں آئی البتہ رسّی کھلی ہوئی پڑی تھی۔ میں فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو یہ واقعہ بتلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"بکری کو وہی لے گیا جو اسے یہاں لے کر آیا تھا!"

کپھالی میں نہ ختم ہونے والا گھی...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ کو ایک کپھالی میں گھی لا کر ہدیہ کیا۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور تھوڑا سا گھی کپھالی میں چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے کپھالی کے اندر دم کیا اور اس گھی میں برکت کی دعا فرمائی۔

اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ اس کے بعد اس عورت کے بیٹے آکر سالن مانگتے۔ تو وہ اس کپھالی کے پاس جاتی تو اس میں گھی موجود ہوتا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی پوری حیات پاک میں اور پھر حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری زندگیوں میں اس کپھالی میں گھی ملتا رہا اور اس عورت کے گھر کی تمام ضرورت پوری ہوتی رہی یہاں تک کہ حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان لڑائی کا واقعہ پیش آیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس عورت نے ایک دن وہ سب گھی نچوڑ دیا۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے سب نکال لیا۔ اس نے کہا! آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اس میں کچھ چھوڑ دیتی تو یہ ہمیشہ باقی رہتا۔ اس روایت سے کوئی شبہ یوں نہیں ہوتا کہ ممکن ہے یہ دو الگ الگ واقعے رہے ہوں۔

گھی میں برکت کا دوسرا معجزہ...... حضرت انسؓ کی والدہ اُم سلیم سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک بکری تھی میں نے اس کا گھی جمع کیا جس سے ایک کپھالی بھی نہ بھر سکی۔ میں نے وہ گھی آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا

آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایااور کپھالی خالی کرادی پھر وہ خالی کپھالی میرے پاس واپس بھجوادی۔
میں اس وقت گھر میں موجود نہیں تھی جب واپس آئی تو مجھے کپھالی بھری ہوئی ملی۔ میں نے اس عورت سے پوچھا جس کے ذریعہ میں نے وہ کپھالی بھیجی تھی کہ کیاواقعہ پیش آیا۔ اس نے مجھے تفصیل بتلادی (کہ آنحضرت ﷺ نے گھی قبول فرمالیا تھااور کپھالی خالی کرادی تھی)
مجھے اس کی بات کا یقین نہیں آیااور میں خود آنحضرت ﷺ کے پاس گئی۔ میں نے آپ ﷺ سے گھی کے متعلق پوچھااور کہاکہ یارسول اللہ میں نے آپ ﷺ کے پاس ایک کپھالی میں گھی بھجوایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایاہاں وہ پہنچ گیا تھا۔ تب میں نے عرض کیا۔
"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو ہدایت اور ایک سچادین دے کر بھیجا مجھے وہ کپھالی اتنی بھری ہوئی واپس ملی کہ اس میں سے گھی چھلک رہا ہے۔
نبی کی ضیافت کاانعام...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
"پھر تمہیں حیرت کیوں ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھانے کی نعمت دی جیسے تم نے اس کے نبی کو کھانادیا۔ جاؤ خوب کھاؤ اور کھلاؤ۔ (حدیث)
گھوڑی کے لئے معجزہ دعا...... اسی طرح ایک معجزہ جعیل اشجعی کی گھوڑی کے لئے آنحضرت ﷺ کی دعا ہے حضرت اشجعی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں روانہ ہوا میں ایک سوکھی ہوئی کمزور سی گھوڑی پر سوار تھا اس لئے میں ہی لشکر میں سب سے پیچھے تھا۔
آنحضرت ﷺ کچھ دیر میں میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا اے گھوڑے سوار چلو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ سوکھی ہوئی کمزور سی گھوڑی ہے آپ ﷺ نے اپنا چابک بلند کر کے گھوڑی کے مارا اور زبان مبارک سے یہ دعا فرمائی۔
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَہٗ فِيْھَا ترجمہ اے اللہ جعیل اشجعی کے لئے اس گھوڑی کو بابرکت بنادے۔
اس کے ساتھ ہی میں نے یہ ماجرا دیکھا کہ میری گھوڑی سارے لشکر سے آگے نکل چکی تھی اور پھر بھی اس کی رفتار قابو میں نہیں آتی تھی۔ اس کے بعد (وہ اتنی مبارک اور بابرکت ثابت ہوئی کہ اس کی نسل چلی اور) میں نے اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے بارہ ہزار میں فروخت کئے۔
جُلَیْبِیب کی شادی کاواقعہ ...... ایک معجزہ حضرت جُلَیْبِیب انصاری کاواقعہ ہے یہ جُلَیْبِیب کا لفظ قُنَیْدِیل کے وزن پر ہے۔ ایک ٹھگنے قد کے اور بہت بدصورت آدمی تھے آنحضرت ﷺ نے ان کی شادی کرنے کاارادہ فرمایا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اپنی بدصورتی اور مفلسی کی وجہ سے عرض کیا۔
بدصورت شخص کے لئے انصاریہ سے رشتہ ...... "یارسول اللہ! مجھے آپ ﷺ بہت مندا پائیں گے یعنی مجھے کون پوچھے گا!"
آپ ﷺ نے فرمایا۔
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم مندے نہیں ہو۔"
اس کے بعد آپ ﷺ نے انصاریوں میں کی ایک لڑکی سے ان کا رشتہ دیا لڑکی کے باپ اور ماں کو یہ رشتہ سخت ناپسند گزرا مگر جب لڑکی کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا ہے تو اس نے فوراً رشتہ

قبول کر لیا اور کہا۔

"مجھے منظور ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

(سورۂ احزاب، پ ۲۲، ع ۵، آیت ۳۶)

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ پھر ان کو ان مومنین کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔

انصاریہ اور حکم نبوی کی اطاعت...... یہ آیت پڑھ کر اس لڑکی نے کہا۔

"میں راضی ہوں اور رسول اللہ ﷺ جس بات سے راضی ہیں میں خود کو اس کے لئے پیش کرتی ہوں۔"

(اس طرح ان دونوں کی شادی ہو گئی اور) آنحضرت ﷺ نے اس لڑکی کے لئے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَصِبِ الْخَيْرَ عَلَيْهَا صَبًّا وَلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا

ترجمہ: اے اللہ اس لڑکی کو اپنی بے شمار برکتوں اور خیر کثیر سے مالا مال فرمادے اور اس کی زندگی کو آزمائش نہ بنائیے۔

انصاریہ کے لئے دعا نبوی کا معجزہ...... اس دعا کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہی اس کے شوہر جلیبیب انصاری ایک غزوہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے مگر اس کے باوجود یہ لڑکی انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار اور دولت مند عورت رہی۔

جُلَیبیب کی شان...... اس کے شوہر جلیبیب انصاری خود شہید ہونے سے پہلے سات مشرکوں کو قتل کر چکے تھے۔ ان کی لاش کے پاس آکر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کے لئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں۔"

پھر آنحضرت ﷺ نے خود انہیں اپنے بازوؤں پر اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ کے مبارک بازوؤں کے سوا انہیں کوئی پلنگ وغیرہ میسر نہیں آیا۔ پھر ان کے لئے قبر کھودی گئی اور آنحضرت ﷺ نے خود ان کو قبر میں لٹایا۔ آپ ﷺ نے نہ ان کو غسل دیا اور نہ ان پر نماز پڑھی۔

انگشت نبوی ﷺ سے چشمۂ آب...... اسی طرح ایک معجزہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹنا تھا یہ اتنا پانی تھا کہ پورے لشکر نے اس چشمہ سے پانی پیا اور وضو کی جبکہ لشکر کی تعداد چودہ سو افراد پر مشتمل تھی۔ ایک روایت کے مطابق یہ تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ سب لوگوں نے اس چشمۂ انگشت سے پانی پیا اور اپنے برتن بھر لئے جبکہ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ اور گھوڑے سوار تھے اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ یہ تعداد غزوۂ تبوک میں تھی۔

آنحضرت ﷺ سے یہ معجزہ مختلف اہم موقعوں پر سرزد ہوا جو واقعہ کے مطابق مختلف روایات سے بار بار گزر چکا ہے۔ علامہ سراج بلقینی نے اس پانی کو سب سے اشرف اور افضل پانی قرار دیا ہے۔

موسوی و محمدی معجزے کا فرق...... اس قسم کا معجزہ کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ جائیں

رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی دوسرے نبی سے سرزد نہیں ہوا۔ یہ معجزہ اس سے بھی زیادہ بلند درجہ کا ہے جو پتھر سے پانی کا چشمہ پھوٹنے کے سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر سرزد ہوا کیونکہ پتھر سے پانی کا پھوٹنا عادت اور فطرت کے مطابق ہے لیکن گوشت خون، ہڈی اور پٹھوں کے مجموعہ یعنی انگلیوں سے پانی کی دھاریں نکلنا بالکل خلاف عادت اور خلاف فطرت ہے۔ (للذا یہ معجزہ زیادہ حیرت ناک ہے) جیسا کہ یہ تبصرہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

روانیٔ آب کا دوسرا معجزہ...... ایک معجزہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکش میں کے ایک تیر کو گاڑنے سے پانی کا چشمہ پھوٹنے لگا تھا۔ یہ معجزہ غزوۂ حدیبیہ اور غزوۂ تبوک کے موقعوں پر ظاہر ہوا چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے پانی کے ایک چشمہ پر پڑاؤ ڈالا۔ مگر اس چشمہ میں اتنا کم پانی تھا کہ اس سے ایک آدمی بھی سیراب نہیں ہو سکتا تھا۔

لوگ جب پیاس سے بے حال ہو گئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر فریاد کی۔ آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ یہ تیر اس چشمہ میں گاڑ دیا جائے (چنانچہ صحابہ نے ایسا ہی کیا) اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ اس سے پانی کے سوتے اُبلنے لگے اور پورا لشکر سیراب ہو گیا۔ اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

پاؤں مارنے سے پانی کی روانی...... اسی طرح آپ ﷺ کا ایک معجزہ وہ واقعہ ہے جو آپ ﷺ کے چچا کے ساتھ ذی المجاز کے بازار میں پیش آیا تھا اور جس کی تفصیل گزر چکی ہے یعنی آپ ﷺ نے وہاں زمین پر یا کسی چٹان پر اپنا پاؤں مارا جس سے ایک دم پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا اور پیاسے و تشنہ لوگ سیراب ہو گئے۔

اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اس جنگلی سانڈ پر سوار ہو گئے تھے جو ہر گزرنے والے کا راستہ روکتا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت زبیر ابن عبدالمطلب کے ساتھ یمن کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ واقعہ بھی پیچھے گزر چکا ہے۔

کھاری پانی میٹھے میں تبدیل...... ایک معجزہ وہ واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے کھاری پانی میٹھا ہو گیا تھا چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک قبیلہ کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے فریاد کی کہ ان کے کنویں کا پانی کھاری ہے جسے پینا مشکل ہوتا ہے آنحضرت ﷺ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے اور اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو گئے پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن گرایا۔ اس کی برکت سے اسی وقت اس کنویں کا پانی میٹھا اور نہایت عمدہ ہو گیا۔

زہریلے پانی پر معجزہ...... ایک معجزہ یہ واقعہ ہے کہ یمن میں پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام زعاق تھا یہ پانی اتنا زہریلا تھا کہ جس نے بھی اس میں سے پانی پی لیا وہیں مر گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف کہلایا۔

"اے پانی۔ تو بھی مسلمان ہو جا اس لئے کہ لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد سے اس پانی کو پی کر کوئی نہیں مرا البتہ پینے کے بعد بخار میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

گنجا پن اور معجزۂ نبوی...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اپنا دست مبارک پھیرنے کی وجہ سے ایک بچہ کے سر کا گنجا پن دور ہو گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو آنحضرت ﷺ کے پاس

لے کر آئی اس بچے کے سر میں گنج تھا آنحضرت ﷺ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا جس کی برکت سے اس کے بال جم گئے اور مرض جاتا رہا۔

مردے کے زندہ ہونے کا معجزہ...... اسی طرح آپ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے مردوں کو زندہ کیا گیا اور آپ ﷺ نے ان کا کلام سنا۔ اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا۔

"میں اسوقت تک آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ آپ ﷺ میری مردہ بیٹی کو زندہ کر کے مجھے نہ دکھاویں!"

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھلاؤ۔ اس نے آپ ﷺ کو بیٹی کی قبر دکھلائی آپ ﷺ نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی۔ اے فلاں لڑکی۔ فوراً جواب میں اس لڑکی کی آواز آئی کہ۔ حاضر ہوں اور آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا۔

"کیا تو دنیا میں لوٹ آنا چاہتی ہے؟"

اس نے کہا۔

"ہرگز نہیں یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے حق میں اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ اچھا پایا ہے اور آخرت کو دنیا سے زیادہ بہتر پایا ہے!"

کوڑھ کے ازالہ کا معجزہ...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعہ کوڑھ کا مرض جاتا رہا اور برص کا مریض تندرست ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ معاویہ ابن عفراء کی بیوی کو کوڑھ کا مرض تھا ایک مرتبہ اس نے آنحضرت ﷺ سے اپنی اس بیماری کی فریاد کی۔ آپ ﷺ نے اس کے بدن پر اپنا عصا پھیرا جس کے ساتھ ہی اس کا کوڑھ جاتا رہا اور اللہ نے اسے تندرست کر دیا۔

خوفناک بیماریاں اور معجزات نبوی...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں سے کچھ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے بہت سی ناقابل علاج اور مہلک بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو صحت و شفا عطا فرمائی جیسے مثلاً ہکلاہٹ اور توتلے پن کا مرض ہے (کہ آج تک ان عوارض کا کوئی علاج نہیں ہو سکا) اسی طرح ناسور ہے (کہ یہ بھی آج تک ناقابل علاج ہے) یا مثلاً غدود بڑھ جاتا ہے (یہ غدود کا مرض انتہائی مہلک ہے۔ یہ گوشت اور ہڈی کے درمیان اضافہ ہوتا ہے اس کو آج کل ڈاکٹروں کی اصطلاح میں ٹیومر کہتے ہیں یہ غدود کینسر ہوتا ہے جس کو عمل جراحی کے ذریعہ کاٹ کر نکالا جاتا ہے مگر یہ ختم نہیں ہوتا چند ہفتوں میں پھر پیدا ہو جاتا ہے اور جان ہی لے کر جاتا ہے کیونکہ ٹیومر یا کینسر دونوں یعنی گہری جڑوں والے زہریلے اور سرطانی مرض ہیں جن کا کوئی شافی علاج موجود ترقی یافتہ طبی سائنس بھی نہیں دریافت کر سکا۔

مرض دق کا ازالہ...... اسی طرح تپ محرقہ مزمنہ یا پرانا بخار ہے (جس کو دق اور ٹی بی کہا جاتا ہے اس کا علاج دریافت ہو گیا ہے مگر اس کے تین مرحلوں میں سے ابتدائی مرحلے یا اسٹیج میں ہی یہ مرض قابل علاج ہے اس کے بعد آخری مرحلے میں یہ بھی آج تک ناقابل علاج ہے۔

سرطان کا ازالہ...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں سے یہ ہے کہ پیٹ کا زخم یا دبیلہ آپ ﷺ کی دعا

سے ٹھیک ہو گیا(یہ دبیلہ بھی کینسر کی انتہائی خطرناک قسم ہے جس کا کوئی علاج آج تک دریافت نہیں ہو سکا اور آدمی اس مرض میں گھل گھل کر اور سِسک سِسک کر جان دے دیتا ہے۔ لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ ایسے مہلک اور جان لیوا امراض کو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ شفا عطا فرمادی جن کے سامنے آج کا ترقی یافتہ دور بھی بے بس اور لاچار ہے۔

استسقاء کو شفاء...... اسی طرح استسقاء کا مرض آپ ﷺ کی دعا سے جاتا رہا(استسقاء کا مرض بھی نہایت جان لیوا ہے کہ آدمی کا جسم پانی بن جاتا ہے اور ہڈیاں تک گھل کر پانی ہو جاتی ہیں چنانچہ ابن ملاعب اسنہ کو یہ استسقاء کا مرض ہو گیا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس آدمی بھیج کر فریاد کی۔ آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔

پھر آپ ﷺ نے وہ مٹی ابن ملاعب کے ایلچی کو دی اور اس نے حیرانی کے عالم میں وہ مٹی لی اور یہ سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے مذاق فرمایا ہے۔وہ مٹی لے کر ابن ملاعب کے پاس آیا اس وقت بیمار کا بالکل آخری وقت تھا۔وہ مٹی فوراً پانی میں گھول کر ان کو پلائی گئی جس کی برکت سے وہ دم توڑتا ہوا مریض تندرست ہو گیا۔

اسی واقعہ کی طرف صاحب اصل یعنی کتاب عیون الاثر کے مصنف نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

وَبِكَفٍّ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ دَاوِىٰ
مَنْ تَشْكِي مِنْ مُؤْلِمِ اسْتِسْقَاءِ

ترجمہ: زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی لے کر اس کے ذریعہ آنحضرت ﷺ نے اس مریض کا علاج اور مداوا فرمادیا جو استسقاء جیسے موذی مرض کا شکار تھا۔

خواہر اسحاق کا واقعہ...... اسی طرح معجزات نبی میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اسحاق غنوی کی بہن نے ہجرت کی اور وہ اپنے بھائی اسحاق سمیت مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئیں راستے میں ایک جگہ ان کے بھائی نے کہا۔

"تم کچھ دیر یہاں ٹھہرو میں مکہ میں نفقہ اور ناشتہ بھول آیا ذرا واپس جا کر وہ لے آؤں۔"

بہن نے کہا مجھے ڈر ہے کہ وہ فاسق یعنی میرا شوہر تمہیں قتل نہ کر ڈالے۔ مگر اسحاق اپنی بہن کو یہاں چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مکہ سے آنے والا ایک اونٹ سوار اس عورت کے پاس سے گزرا اس نے جنگل میں تنہا ایک عورت کو بیٹھے دیکھ کر کہا کہ تم یہاں کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔ اس نے کہا کہ تیرا کوئی بھائی نہیں رہا کیونکہ اس کو مکہ سے نکلتے ہی تیرے شوہر نے قتل کر دیا۔

معجزہ اور مغموم کی چارہ گری...... یہ عورت کہتی ہے کہ میں یہ سن کر انا للہ پڑھتی اور روتی ہوئی اٹھ کر آگے روانہ ہوئی یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئی۔ میں سیدھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچی آپ ﷺ حضرت حفصہ کے گھر میں وضو کر رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو بھائی کا واقعہ بتلایا آپ ﷺ نے (میری بے قراری اور رونا دیکھ کر) ایک چلو میں پانی لیا اور میرے اوپر پھینک دیا۔ اس وقت سے پھر کبھی میری آنکھ سے آنسو نہیں نکلا حالانکہ اس کے بعد بھی بڑے بڑے مصائب اور پریشانیاں مجھ پر آئیں مگر بس زیادہ سے زیادہ آنکھیں ڈبڈبا جاتیں مگر رخسار پر آنسو کبھی نہ بہتا۔

معجزۂ دست شفا...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں سے گہرے زخموں کا ٹھیک ہو جانا ہے جس کی

تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی طرح ٹوٹی ہوئی ہڈی کا درست ہو جانا ہے حضرت ابن عتیک کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی آنحضرت ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اس کی برکت سے ان کا پیر اس طرح ٹھیک ہو گیا جیسے کبھی اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اس کی تفصیل بھی پیچھے گزر چکی ہے۔

جنون سے شفا...... اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعا سے جنون اور پاگل پن کا مرض ختم ہو گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ بچہ اب تک بولتا نہیں تھا حالانکہ اس عمر کو پہنچ چکا تھا جہاں بچے بولنے لگتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے کچھ پانی منگایا اس میں سے آپ ﷺ نے کلی کی اور اسی میں ہاتھ دھوئے پھر آپ ﷺ نے وہ پانی اس عورت کو عطا فرمادیا ساتھ ہی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ بچہ کو یہی پانی پلائے اور اس کے بدن پر بھی پانی مل دیا کرے۔ اس عورت نے اس حکم پر عمل کیا جس سے بچہ ٹھیک ہو گیا اور عقل و سمجھ میں دوسرے لوگوں سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔

مہلک مرض سے شفا...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک صحابی کی ہتھیلی میں ایک غدود پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے نہ وہ تلوار پکڑنے کے قابل رہے اور نہ سواری کی لگام پکڑ سکتے تھے آخر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر فریاد کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہتھیلی کے غدود کو اپنے دست مبارک سے دبانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ اسی وقت ختم ہو گیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔

لکڑی تلوار میں تبدیل...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکڑی کا ایک ڈنٹھل ایک شخص کو دیا جو تلوار بن گیا۔ یہ واقعہ حضرت عکاشہ ابن محصن فزاری کے ساتھ غزوۂ بدر میں پیش آیا جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔ نیز یہی واقعہ حضرت عبدالرحمٰن ابن جحش کے ساتھ بھی غزوۂ احد میں پیش آیا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

پانی سے دودھ اور مکھن...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ پانی سے دودھ اور مکھن بن گیا۔

اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر کھدائی کے دوران ایک جگہ ایک سخت چٹان آگئی ہر شخص نے اسے توڑنے کی کوشش کی مگر کوئی شخص اس کا ایک ریزہ توڑنے میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ آخر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس پر ایک ہی ضرب لگائی تو وہ چٹان ٹوٹ کر ریت اور مٹی کی طرح بکھر گئی۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

معجزۂ سیف زبانی...... ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی دعا کی قبولیت کا معجزہ ہے جسے نابغہؓ جعدی نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کچھ شعر پڑھ کر سنائے جن میں سے دو یہ ہیں۔

فَلَا خَیْرَ فِی حِلْمٍ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَهٗ
بَوَادِرُ تَحْمِی صَفْوَهٗ اَنْ یُکَدَّرَا

ترجمہ:۔ کوئی خیر نہیں اس بردباری میں جب تک کہ کچھ ایسے تحفظات نہ ہوں جو اس حلم کی پاکیزگی کو مکدر ہونے سے محفوظ رکھیں۔

وَلَا خَیْرَ فِی جَهْلٍ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَهٗ
حَلِیْمٌ اِذَا مَا اَوْرَدَ الْاَمْرَ اَصْدَرَا

ترجمہ: اور ایسے جہل میں کوئی بھلائی نہیں جس کا سابقہ کسی ایسے حلیم سے نہ پڑا ہو کہ جب وہ جاہل کوئی غلط بات کہے تو وہ حلیم اسے پی جائے۔

یہ شعر سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
"بہت خوب کہا۔ خدا تمہارا منہ کبھی کمزور نہ کرے۔"
اس دعا سے ان کی دانتوں کی طرف اشارہ ہے حضرت نابغہ کہتے ہیں کہ میری سو سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے مگر میرا کوئی دانت نہیں ٹوٹا۔ ایک قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو بارہ سال کی ہوئی اور ایک قول کے مطابق انہوں نے ایک سو اسّی سال کی عمر پائی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے سامنے کے دانت بے حد حسین اور خوبصورت تھے۔

آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت یہ تھی کہ جب بھی ان کا کوئی دانت ٹوٹتا اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آتا تھا۔ چنانچہ اس آخری روایت کی بنیاد پر آنحضرت ﷺ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ خدا تیرے منہ کو کبھی دانتوں سے خالی نہ کرے۔

دورۂ دیوانگی سے شفا...... اسی طرح ایک معجزہ دعا یہ ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس اپنے چھوٹے سے بچے کو لے کر آئی اور کہنے لگی۔

"یا رسول اللہ! میرے اس بچے کو جنون ہے اور ہمارے دن اور رات کے کھانے کے وقت اس پر پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے جس سے یہ ہمارا کھانا خراب کر دیتا ہے!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور بچے کے لئے دعا کی۔ اسی وقت اس کے پیٹ سے کتّے کے بچے کی طرح ایک چھوٹی سی چیز نکلی اور اس کے ساتھ ہی بچے کو شفا ہو گئی۔ (یعنی بچے کو یا تو قے ہوئی اور یا پاخانہ ہوا جس کے ساتھ وہ چیز پیٹ سے نکلی)

داڑھ کے درد سے شفا...... اسی طرح ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعا سے ایک شخص کی داڑھ کا درد جاتا رہا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور انہوں نے اپنی داڑھ میں درد کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو قریب بلا کر فرمایا۔

"میرے قریب آؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق و صداقت کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے میں تمہارے لئے ایسی دعا کروں گا کہ کوئی بھی تکلیف میں مبتلا مومن ان الفاظ میں دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور فرما دے گا۔

ایک خاص دعا...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان صحابی کے اس رخسار پر اپنا دست مبارک رکھا جس طرف کی داڑھ میں درد تھا اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنْهُ سُوْءَ مَا يَجِدُ وَفُحْشَهُ بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ عِنْدَكَ

ترجمہ: اے اللہ! تو اپنے نبی مبارک کے ذریعہ جو تیرے نزدیک مرتبہ والا ہے۔ اس آدمی کی تکلیف اور اس کی شدّت کو دور فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی شفا عطا فرما دی۔

یہاں تک آنحضرت ﷺ کے ان چند معجزات کا بیان تھا جن کے ذریعہ مخالفین اور منکرین کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

اس تکمیل پر خدائے واحد کا شکر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے چند کا بیان

مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپ ﷺ انبیاء وغیر انبیاء سمیت تمام انسانوں سے ممتاز ہیں۔ نیز وہ خصوصیات جو آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیا سے ممتاز کرتی ہیں یا وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت تمام دوسرے انبیاء وغیرہ سے ممتاز ہے۔ نیز وہ خصوصیات جن میں آنحضرت ﷺ کی امت دوسرے نبیوں کے ساتھ شریک ہے جبکہ وہ خصوصیات ان نبیوں کی امتوں کو بھی حاصل نہیں ہیں۔

خصوصیات نبوی ﷺ کا ذکر مستحب...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات کا تذکرہ کرنا مستحب ہے۔ اور کتاب روضہ میں تو یہاں تک ہے کہ اس تذکرہ کے واجب ہونے کے متعلق جو قول ہے وہ بھی کچھ بعید نہیں ہے۔ تاکہ ایک جاہل آدمی بھی اس سے واقف ہو جائے اور اسے اپنی لاعلمی پر مایوسی نہ ہو۔

خصوصیات کی قسمیں...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں جو خصوصیات حاصل ہیں وہ دو طرح کی ہیں۔ یا تو وہ خصوصیت ایسی ہوگی کہ اس چیز کا واجب ہونا صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص ہوگا (دوسرے لوگ اس کی فرضیت سے بری ہوں گے) کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کو ہی یہ صبر و ثبات اور طاقت حاصل ہے کہ آپ ﷺ اس فرض کو ادا کر سکیں (دوسرے لوگوں کی قوت سے یہ بات باہر ہے)۔

دوسرے اس لئے بھی وہ خصوصیت آپ ﷺ کے لئے فرض کے درجہ میں رکھی گئی کہ فرض کا ثواب اکثر نفل کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے (لہٰذا اس طرح آنحضرت ﷺ کو اس فرض کی ادائیگی کے نتیجے میں زیادہ ثواب دینا بھی مقصود تھا)

یا مثلاً وقت سے پہلے پاک ہو جانا یا وضو کر لینا سنت ہے اور وقت شروع ہونے کے بعد واجب ہے لیکن پہلی صورت زیادہ افضل اور زیادہ قابل ثواب ہے۔ اسی طرح سلام میں ابتداء کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن پہلی صورت زیادہ افضل ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ وہ عمل جس کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔

(لیکن بہر حال اکثر و بیشتر صورتوں میں ایسا ہی ہے کہ فرض کا ثواب نفل کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان خصوصیات کی ہے جو صرف آنحضرت ﷺ پر ہی حرام قرار دی گئیں (دوسرے لوگ اس کی حرمت سے بری ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ ان چیزوں کو چھوڑنے میں زیادہ صبر و ثبات اور طاقت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس کو چھوڑنے میں جو زیادہ فضیلت ہے وہ آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگی۔

اضافۂ درجات کے لئے خصوصیات...... یا وہ خصوصیات ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی سہولت کی خاطر صرف آپ ﷺ کے لئے کچھ چیزیں جائز قرار دی گئیں۔ بعض اوصاف سے صرف آپ ﷺ کو زینت بخشی گئی تاکہ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کے شرف اور مرتبہ میں مزید اضافہ ہو۔

چار قسم کے خصائص...... (اس طرح آپ ﷺ کی خصوصیات چار قسم کی ہو گئیں۔ پہلی قسم میں وہ چیزیں ہیں جو صرف آپ ﷺ پر واجب تھیں کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ ہی میں اس وجوب کے تحمل اور برداشت

کی طاقت ہے دوسروں میں نہیں ہے۔ نیز یہ کہ واجب اور فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے لہذا آپ ﷺ کو زیادہ ثواب دینا بھی مقصود تھا دوسری قسم میں وہ چیزیں ہیں جو صرف آپ ﷺ پر حرام کی گئیں کیونکہ آپ ﷺ ہی اس حرمت کا تحمل کر سکتے تھے اور ان کو چھوڑنے سے آپ ﷺ کے فضائل بڑھتے تھے۔ تیسری قسم میں وہ چیزیں ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سہولت کی خاطر صرف آپ ﷺ کے لئے جائز رکھی گئیں اور چوتھی قسم میں وہ اوصاف ہیں جو آپ ﷺ کے فضل و شرف میں اضافہ کے لئے صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص کئے گئے۔

پہلی قسم اور مخصوص فرائض...... چنانچہ پہلی قسم میں چاشت کی نماز ہے (کہ یہ نماز صرف آنحضرت ﷺ پر ہی فرض کی گئی تھی) یعنی اس کی جو کم سے کم مقدار ہے وہی فرض کی گئی اور وہ مقدار دو رکعتیں ہیں۔ اسی طرح نماز فجر کی دو سنتیں ہیں اور تین رکعات وتر ہیں (کہ یہ نمازیں صرف آپ ﷺ کے لئے فرض کے درجہ میں تھیں) چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین نمازیں ایسی ہیں جو میرے اور فرض میں تمہارے لئے تطوع یعنی سنت کے درجہ کی ہیں۔ نماز وتر دو رکعات فجر (یعنی سنت فجر، اور دو رکعات نماز چاشت۔

کتاب امتاع میں ہے کہ یہ حدیث اپنے راویوں کے ہر سلسلے کے لحاظ سے ضعیف اور کمزور ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ان کمیوں خصوصیات کے ثبوت میں شبہ ہے کہ یہ بات مناسب بھی ہے اور اس سے صرفِ نظر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی بھی خصوصیت بغیر صحیح دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتی۔

آنحضرت ﷺ اور چاشت کی نماز...... بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی جبکہ میں یہ نماز پڑھتی تھی۔ ترمذی میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تو اتنی پابندی سے پڑھتے تھے کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ یہ نماز کبھی نہیں چھوڑتے۔ اور چھوڑتے تو اس طرح کہ ہم کہتے اب آپ ﷺ یہ نماز کبھی نہیں پڑھتے۔

اس روایت کے ظاہری الفاظ خود ہی واضح ہیں جن سے اس نماز کا عدم وجوب یعنی واجب نہ ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ نماز آپ ﷺ کے حق میں واجب ہوتی تو اس کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی مداومت اور ہمیشگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ رہتی۔ یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔

اس روایت پر اس دوسری روایت سے شبہ ہوتا ہے جو یہ ہے کہ جب فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی تو پھر آپ ﷺ نے اپنی وفات تک اس پر مداومت فرمائی (اور کبھی یہ نماز ترک نہیں فرمائی۔) اور یہ کہ آپ ﷺ آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ایک حدیث مرسل میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (چاشت کی نماز میں) دو رکعتیں اور چار رکعتیں اور چھ رکعتیں اور آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اب یہاں آیا وتر سے مراد اس کی کم سے کم تعداد ہے یا زیادہ سے زیادہ تعداد ہے یا اس کا ادنیٰ کمال مراد ہے۔

مسواک کرنا...... اسی طرح مسواک کرنا ہے۔ کتاب امتاع میں ہے کہ کیا یہ مسواک کرنا صرف فرض نمازوں کی حد تک محدود ہے یا ہر مؤکد حالت میں ہمارے حق میں ضروری ہے یا اس سے بھی عام احوال میں اس کے حکم کا عموم ہے۔

غسل جمعہ...... اسی طرح جمعہ کا غسل اور قربانی ہے۔ ان دونوں چیزوں کے وجوب کے سلسلے میں حق تعالیٰ کے اس قول سے دلیل حاصل کی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَهٗ. وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ.

(سورۂ انعام، پ ۸، ع ۲۰، آیت ۱۶۳،۱۶۲)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خاص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے۔ اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

کتاب امتاع میں ہے کہ حکم اور امر وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے (جیسا کہ اس آیت میں وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ فرمایا گیا ہے) یہاں تک امتاع کا حوالہ ہے۔ مگر اس قول میں شبہ ہے کیونکہ امر وجوب اور استحباب و افضلیت دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ جس امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے وہ صیغہ اِفْعَل کے ذریعہ ہوا کرتا ہے (یعنی امر اور حکم کے صیغہ سے جو بات کہی جائے وہ وجوب ثابت کرتی ہے جس کے معنی ہی میں حکم ہوتا ہے)

فجر کی مزید دو رکعات...... کتاب امتاع میں ہے: علامہ آمدی اور ابن حاجب نے فجر کی دو رکعتوں کو (جو امت کے لئے سنت کے درجہ میں ہیں) آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔ ان دونوں کے پاس اس سلسلے میں سوائے حضرت ابن عباسؓ کی ایک ضعیف روایت کے کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اس بات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نماز وتر واجب تھی کیونکہ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ نماز وتر اپنے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی پڑھی تھی۔ اگر نماز وتر واجب یعنی فرض ہوتی تو آپ ﷺ اس کو اپنی سواری پر نہ پڑھتے۔ علامہ نوویؒ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واجب کا سواری پر پڑھ لینا آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے (یعنی یہ بات آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس واجب کا سواری پر ادا کر لینا آپ ﷺ کے لئے جائز تھا۔ مگر علامہ قرافی مالکیؒ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نماز وتر صرف قیام کی حالت میں واجب تھی (سفر کی حالت میں واجب نہیں رہتی تھی بلکہ مستحب کے درجہ میں رہ جاتی تھی۔ اس رائے میں ہمارے شافعی فقہاء میں سے علامہ حلیمی اور عز ابن عبد السلام نے بھی علامہ قرافی کی تائید کی ہے۔

دن رات میں پچاس نمازیں...... اسی طرح عقیقہ ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ پر واجب تھا کہ آپ ﷺ پوری فرض نماز اس طرح ادا کریں کہ اس کے دوران کوئی خلل نہ پیدا ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ پر واجب تھا کہ آپ ﷺ ہر دن اور رات میں (یعنی چوبیس گھنٹے میں) پچاس نمازیں پڑھیں۔ یہ اس تعداد کے مطابق نمازیں ہیں جن کا شب معراج میں حکم ہوا تھا۔ علامہ سیوطیؒ کی خصائص صغریٰ میں اسی طرح ہے۔

معاملات میں مشورہ...... اسی طرح دین اور دنیا کے اجتہادی معاملات میں سمجھ دار اور باشعور لوگوں سے مشورہ کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کبھی کسی کو اپنے ساتھیوں سے اتنا مشورہ کرنے والا نہیں پایا جتنا رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے معاملات میں مشورہ فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ الخ (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۱۷، آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول اگرچہ مشورہ سے غنی اور بے نیاز ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے

میری امت پر اپنی رحمت و شفقت کی وجہ سے یہ حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا جو لوگ مشورہ کرتے رہا کریں گے وہ کبھی سیدھی راہ سے نہیں بھٹکیں گے اور جو لوگ مشورہ کرنا چھوڑ دیں گے وہ گمراہی سے محفوظ نہیں ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ مشورہ ندامت اور دشمن کے حملے سے بچاؤ کا قلعہ ہے جتنا بھی زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

علامہ ماوردی کی کتاب حاوی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر کسی سے مبارزت کرتے یعنی جنگ میں کسی کو مقابلہ کے لئے للکارتے تو اس کے قتل سے پہلے اس سے الگ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک علامہ ماوردی کا حوالہ ہے۔ مگر میں ایسے کسی واقعہ سے واقف نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کے ساتھ مبارزت کی ہو۔

امداد غرباء...... اسی طرح یہ بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص ناداری کی وجہ سے قرض دار ہو کر مرتا تو آپ ﷺ اس کا قرض لوا فرماتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص پر ناداری کی وجہ سے جنایات یعنی چھوٹے موٹے جرائم اور کفارات باقی ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ادا فرما دیتے اسی طرح آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا و آخرت میں سے اپنے لئے کسی ایک کو چن لیں۔ مراد یہ ہے کہ یا تو دنیا کی زینت اور آنحضرت ﷺ سے جدائی و علیحدگی کو اختیار کر لیں اور یا آخرت کا راستہ اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت و سرپرستی اختیار کر لیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے اگر کوئی دنیا کو اختیار کرنا چاہے گی تو آنحضرت ﷺ اس کو اپنے نکاح سے علیحدہ فرما دیں گے اور جو آخرت کا راستہ اختیار کرے گی آپ ﷺ اس کو اپنی حفاظت و نکاح میں برقرار رکھیں گے۔ علیحدہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرمادیا تھا کہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا. وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

(سورۂ احزاب، پ۲۱ ع ۱۴، آیت ۲۹،۲۸)

ترجمہ: اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع دنیوی دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

ازواج اور دنیا و آخرت...... ایک قول ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ چنانچہ اس بارے میں امت کے اسلاف کے نو قول ملتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ کی ازواج نے آنحضرت ﷺ سے نان و نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر ایک مہینے تک ان سے لاتعلقی رکھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ انہیں اختیار دیں کہ وہ ان دو راستوں میں سے کوئی ایک چن لیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

ازواج کی طرف سے مطالبۂ نفقہ...... حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہیں اور آپ ﷺ کی اجازت کے منتظر بیٹھے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو باریابی کی اجازت دی اور اندر بلوالیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ

نے ان کو بھی اجازت دی اور اندر بلوالیا۔ انہوں نے اندر جاکر دیکھا کہ آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد و پیش آپ ﷺ کی ازواج یعنی بیویاں بیٹھی ہوئی آپ ﷺ سے نان نفقہ کا سوال کر رہی ہیں مگر آنحضرت ﷺ بالکل خاموش اور ساکت بیٹھے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ نے سوچا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ آنحضرت ﷺ کو ہنسی آئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔

"یا رسول اللہ! اگر میں فلاں عورت یعنی اپنی بیوی کو دیکھتا کہ وہ مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو میں اٹھ کر اس کی گردن دبا تا!"

آنحضرت ﷺ کو گرانی...... آنحضرت ﷺ کو اس بات پر ہنسی آگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ ازواج میرے گرد بیٹھی ہوئی مجھ سے نفقہ کا تقاضہ کر رہی ہیں۔ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھے اور ان کو گردن سے پکڑ لیا۔ دوسری طرف حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف بڑھ کر ان کی گردن دبائی۔ ساتھ ہی دونوں حضرات اپنی اپنی بیٹیوں سے کہتے جا رہے تھے کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز کا مطالبہ کر رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے۔

ازواج سے کنارہ کشی کی قسم...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ ایک مہینے تک آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے ایک انصاری دوست نے ایک مرتبہ رات کے وقت ان کے دروازے پر آکر دستک دی اور حضرت عمرؓ کو آواز دی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں باہر آیا تو اس دوست نے کہا کہ ایک بہت بڑا واقعہ پیش آگیا ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا قبیلہ غسان نے چڑھائی کر دی ہے۔ مجھے یہ خدشہ اس لئے گزرا کہ ہم لوگ ان دونوں یہ باتیں کرتے رہتے تھے کہ قبیلہ غسان ہم سے جنگ کرنے کے لئے سواروں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ مگر میرے اس دوست نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور اہم حادثہ پیش آگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی سب ازواج سے کنارہ کشی اختیار فرمالی ہے۔ میں نے کہا کہ حفصہ برباد ہو گئی اور بڑی تباہی میں پڑ گئی۔ میں جانتا تھا کہ یہ ہونے والا ہے۔

نشاط خاطر کے لئے عمرؓ کی کوشش...... آخر صبح کو نماز پڑھنے کے بعد میں بدن پر کپڑے لپیٹتا ہوا حفصہؓ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا، کیا تم لوگوں کو رسول اللہ نے طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم، مگر آنحضرت ﷺ وہاں اپنے بالا خانے میں گوشہ نشین بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ازواج نے جمع ہو کر جب آپ ﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے اس مطالبہ پر گرانی کی وجہ سے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک آپ ﷺ ان میں سے کسی کے پاس نہیں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس سے آنحضرت ﷺ کو ہنسی آجائے (اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو) چنانچہ میں آپ ﷺ کے ایک حبشی غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کرو۔ وہ اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد آکر کہنے لگا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ کے بارے میں عرض کیا تھا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔

میں مسجد نبوی میں آکر کچھ دیر بیٹھا مگر پھر وہی ذہنی خلش ابھرنے لگی اور میں دوبارہ اس غلام کے پاس آیا۔ میں نے اس سے پھر کہا کہ عمر کے لئے اجازت حاصل کرو۔ وہ اندر گیا اور کچھ دیر بعد واپس آکر بولا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کا ذکر کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔ آخر جب چوتھی مرتبہ میں بھی غلام نے آکر یہی

جواب دیا تو میں واپس لوٹ کر گھر کو چلا۔ اسی وقت غلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اندر چلے جائیے، آپ کو اجازت مل گئی ہے۔

بیویوں اور مکیوں اور مدنیوں کا سلوک...... میں نے اندر جا کر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ اس وقت آپ ﷺ ایک چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور چٹائی کی بناوٹ کا نشان آپ ﷺ کے پہلو پر اتر آیا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر۔ پھر میں نے عرض کیا۔

چہرۂ انور پر شگفتگی...... ہم قریشی لوگ مکہ میں اپنی عورتوں پر حاوی رہا کرتے تھے مگر جب ہم مدینہ آئے تو یہاں ہم نے ایسے لوگ دیکھے جو اپنی بیویوں سے دبتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کی عورتوں کو دیکھ کر ان سے ہماری عورتوں نے بھی وہی طور طریقے سیکھنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ایک روز میں نے فلاں عورت مراد ہیں اپنی بیوی سے بات کی تو وہ مجھ سے بحث کرنے اور الجھنے لگی۔ میں نے اس بات پر اپنی ناراضگی ظاہر کی تو وہی کہنے لگی کہ آپ اس بات پر مجھ سے خفا ہو رہے ہیں کہ میں آپ سے بحث کر رہی ہوں۔ خدا کی قسم آنحضرت ﷺ کی ازواج بھی آپ ﷺ سے بحث کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک تو بعض دفعہ پورے پورے دن آپ ﷺ سے یکسو اور کنارہ کش رہتی ہیں۔ میں نے کہا جو بھی ایسا کرتی ہے وہ تباہ و برباد ہوتی ہے۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ان میں سے کوئی اگر اپنے شوہر (یعنی آنحضرت ﷺ) کو ناراض کرے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہ سکے گی۔"

بیٹی کو عمرؓ کی سرزنش اور نصیحت...... اس پر آنحضرت ﷺ مسکرائے۔ (حضرت عمرؓ نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا)

"اس کے بعد میں سیدھا (اپنی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی بیوی) حفصہؓ کے پاس گیا اور اس سے بولا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحث کرتی ہو۔ وہ کہنے لگی ہاں بلکہ ہم میں سے ایک تو کبھی کبھی پورے دن آنحضرت ﷺ سے بات نہیں کرتی۔ میں نے کہا تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا وہ تباہ و برباد ہوئی۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم میں سے کوئی اگر اپنے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کو ناراض کرے گی تو وہ اللہ کے غضب سے محفوظ رہے گی۔ آپ ﷺ سے کبھی بحث نہ کرنا اور نہ کبھی آپ ﷺ سے کوئی سوال یا فرمائش کرنا۔ تمہارا جو جی چاہے مجھ سے سوال کرو۔ اس بات پر کبھی دل میلا نہ کرنا کہ تمہاری ساتھی یعنی حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کو تم سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔!"

کافروں کے لئے نعمت دنیا...... اس پر آنحضرت ﷺ پھر مسکرانے لگے تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میری باتوں سے کچھ دل بٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں بیٹھ گیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! اس چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کی پہلو پر نمایاں ہو گئے۔ فارس اور روم کے لوگوں حالانکہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے مگر ان کو بڑی گنجائشیں اور راحت کے سامان فراہم ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔

"اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں اس بارے میں کوئی شک ہے کہ ان لوگوں کو دنیا کی نعمتیں اسی زندگی میں دے دی گئی ہیں!"

وحی اور ازواج کو مستقبل کا اختیار...... میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کے سامنے

استغفار کرتا ہوں۔ غرض جب آنحضرت ﷺ کی اس قسم کو انتیس دن گزر گئے تو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں جن میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو دین یا دنیا میں سے کوئی ایک راستہ چُننے کا اختیار دیں۔ یہ گذشتہ سطروں میں گزر چکی ہے۔ اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے اپنا عہد ختم کیا اور حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو آتے دیکھ کر عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ ﷺ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ﷺ ہم میں سے کسی کے پاس بھی ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے لیکن آج آپ ﷺ آگئے جب کہ ابھی انتیس دن ہی گزرے ہیں جنہیں میں گن گن کر گزار رہی ہوں۔!"

عائشہؓ کو مشورہ...... آپ ﷺ نے فرمایا مہینہ انتیس کا ہی ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔ اِتنا اور اِتنا اِتنا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ اتنا کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے کو روک لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔ اس کے بارے میں جلدی مت کرنا بلکہ پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا!"

عائشہؓ کا دوٹوک فیصلہ...... انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کیا بات ہے یارسول اللہ؟ اس پر آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہی آیت پڑھی۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ الخ الآیہ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ میں تو اللہ، اس کے رسول اور دولت آخرت کی طلبگار ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو آپ ﷺ یہ بات نہ بتلایئے جو آپ ﷺ نے فرمائی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ان میں سے جو عورت بھی مجھ سے نفقہ کا سوال کرے گی میں اس کو یہ ضرور بتلاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چباچبا کر باتیں کرنے والا بنا کر نہیں ظاہر فرمایا بلکہ مجھے معلّم اور خوش خبریاں دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

تمام ازواج کا یکساں فیصلہ...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج نے بھی وہی کیا جو حضرت عائشہؓ نے اس اختیار کے جواب میں کیا تھا۔ کتاب امتاع میں اس بارے میں نو قول ذکر کئے گئے ہیں۔ نیز اس میں ہے کہ اختیار دینے کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ اپنے والد سمیت فتح مکہ کے بعد ہی مدینہ آئے ہیں اور ابن عباسؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے موقعہ پر موجود تھے۔

دوسری قسم اور مال صدقات...... دوسری قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ کوئی چیز صرف آنحضرت ﷺ کے لئے حرام کی گئی ہو کیونکہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس سے بچنے کی زیادہ طاقت اور برداشت حاصل ہے نیز اس سے روکنے اور صبر و برداشت کرانے سے آپ ﷺ کے درجات کو اور بلند کرنا بھی مقصود تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے صدقات کا مال کھانے کی حرمت و ممانعت ہے چاہے وہ صدقۂ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہو اور چاہے مستحب و نفلی صدقہ ہو۔ اسی طرح کفارہ اور منّت کا مال کھانے کی ممانعت ہے نیز وقف کا مال استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ ہاں اگر وہ وقف عمومی قسم کا ہو تو اس کا استعمال آپ ﷺ کے لئے جائز ہے جیسے وہ کنویں جو عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیئے گئے ہوں۔

اقسام صدقات اور اولادِ رسول ﷺ...... آنحضرت ﷺ کی اس خصوصیت میں صدقات واجبہ کی حد تک آپ ﷺ کی اولاد بھی شریک ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی اولاد کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال کھانا جائز نہیں ہے) لیکن نفلی صدقات کی حد تک آپ ﷺ کی اولاد کا معاملہ آپ ﷺ سے مختلف ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے تو نفلی صدقات کا استعمال بھی حرام ہے لیکن آپ ﷺ کی اولاد کے لئے جائز ہے) اس طرح عمومی طور پر ان کا معاملہ اور آنحضرت ﷺ کا معاملہ یکساں ہے لیکن خصوصی طور پر علیحدہ اور مختلف ہے۔

جہاں تک ان کے لئے صدقات واجبہ کی ممانعت کا تعلق ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت اور متعین ہے کہ۔ صدقات کا مال آنحضرت ﷺ کیلئے مناسب نہیں ہے وہ لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔

جب ایک مرتبہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ انہیں صدقات وصول کرنے کا ذمہ دار بنادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں آپ کو لوگوں کے گناہوں کا دھوون وصول کرنے کا ذمہ دار نہیں بنا سکتا۔!"

ایک مرتبہ حضرت حسن ابن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ آپ ﷺ نے فوراً ان سے فرمایا۔ ہاں ہاں اسے پھینک دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقات کا مال نہیں کھاتے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ آلِ محمد ﷺ صدقات کا مال نہیں کھاتے۔

دوسرے انبیاء اور صدقات...... سلف صالحین اور قدیم علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا دوسرے انبیاء کرام بھی اس بارے میں آنحضرت ﷺ ہی کی طرح تھے یا نہیں (کہ صدقات کا مال ان کے لئے حرام رہا ہو) حضرت شیخ حسنؒ کا مذہب یہ ہے کہ تمام دوسرے انبیاء بھی اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی طرح ہی تھے۔ مگر حضرت سفیان ابن عیینہ کا قول یہ ہے کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت تھی دوسرے انبیاء اس بارے میں شریک نہیں ہیں۔

حرمت شعر و سخن...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں آپ ﷺ کے لئے اس بات کی حرمت اور ممانعت ہے کہ آپ ﷺ اس نیت سے کوئی چیز کسی کو دیں کہ اس کے بدلے میں اس سے زیادہ حاصل کرلیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لئے اس کی بھی ممانعت ہے کہ آپ ﷺ لکھنا سیکھیں۔ یا شعر اور شعر گوئی کا فن سیکھیں۔ نیز دوسروں کے شعر سنانا بھی آپ ﷺ کے لئے حرام تھا ہاں کسی موقعہ پر کسی شاعر کے شعر سے مثال دینا اس ممانعت میں داخل نہیں تھا۔ نیز یہ بھی خصوصی طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز نہیں تھا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے کوئی جنگ لڑنے کے لئے جنگی لباس پہن لیں اور اس کے بعد بغیر جنگ کئے اسے اتار دیں۔ بلکہ آپ ﷺ اس کے بعد اسی وقت یہ لباس اتار سکتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ فرمادے۔ اس آخری خصوصیت یعنی جنگی لباس کے معاملے میں دوسرے نبی بھی آپ ﷺ ہی کی طرح تھے۔

خصوصی حرمتیں...... اسی طرح آپ ﷺ کے لئے آنکھ کی خیانت اور چوری حرام تھی یعنی آپ آنکھ سے کسی کو جائز طور پر قتل کرنے یا مارنے کا اشارہ فرمائیں جبکہ آپ ﷺ کے ظاہری انداز سے یہ ارادہ نہ ظاہر ہوتا ہو جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لئے کسی عورت کو اس کی مرضی کے خلاف (اپنے نکاح یا اپنی ملکیت میں، روکنا جائز نہیں تھا۔ نیز کسی اہل کتاب عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح جائز

نہیں تھا۔ ایک قول کے مطابق اہل کتاب عورت کو اپنی باندی بنانا بھی جائز نہیں تھا۔ مگر راجح قول اس آخری بات کے خلاف ہے۔ نیز مسلمان باندی سے نکاح کرنا بھی آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کیونکہ آپ ﷺ کے لئے زنا دبدکاری کا اندیشہ نہیں تھا۔

تیسری قسم اور خصوصی جواز...... تیسری قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو سہولت دین کے لئے کوئی چیز خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز کی گئی ہو جب کہ باقی امت کے لئے وہ ناجائز ہو۔ چنانچہ روزہ کی حالت میں شہوت کے ساتھ بیوی کا بوسہ لینا اس تیسری قسم میں شامل ہے جو آپ ﷺ کے لئے جائز تھا۔ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں حضرت عائشہ کا بوسہ لیا کرتے تھے اور ان کی زبان بھی چوسا کرتے تھے۔ غالباً ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ اپنا وہ لعاب دہن جس میں حضرت عائشہؓ کا لعاب دہن بھی مل جاتا تھا نگلا نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح تنہائی میں اجنبی عورت کے پاس بیٹھنا بھی صرف آپ ﷺ کے لئے جائز تھا (کیونکہ اس صورت میں فتنہ کا خدشہ نہیں تھا۔) اسی طرح آنحضرت ﷺ کو اگر کسی ایسی عورت کی طرف رغبت ہو جو شوہر والی نہ ہو تو آپ ﷺ کے لئے یہ جائز تھا کہ آپ ﷺ لفظ نکاح یا ہبہ کا ذکر کئے بغیر اور بغیر گواہوں اور اس کے ولی کے اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لیں (یعنی ایسی صورت میں وہ عورت لفظ نکاح کے بغیر آپ ﷺ کی بیوی ہو جائے گی) جیسا کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے معاملے میں ہوا۔ جس کا بیان گزر چکا ہے۔ نیز عورت کی مرضی معلوم کئے بغیر بھی آپ ﷺ کے لئے ایسا کرنا جائز تھا۔

مخصوص امتیازات و اختیار...... اسی طرح اگر آپ ﷺ کو کسی ایسی عورت کی طرف رغبت ہو جائے جو شوہر والی ہو تو اس کے شوہر پر واجب تھا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ کو کسی باندی کی طرف رغبت ہو جائے تو اس کے آقا پر واجب تھا کہ وہ اپنی باندی آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ کسی عورت کو بغیر اس کی مرضی معلوم کئے جس سے چاہیں بیاہ دیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں شادی کر لیں جیسا کہ حضرت میمونہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کا واقعہ ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

اختیار صفی اور مہر صفیہؓ...... اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے جو چاہیں اپنے لئے پسند فرمالیں وہ چاہے باندی ہو یا کوئی سامان ہو۔ اس انتخاب اور پسند کو صفی کہا جاتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس لفظ کی جمع صفایا ہے) آنحضرت ﷺ کے ایسے انتخابات اور صفایا میں حضرت صفیہؓ ہیں اور ایک تلوار ہے جس کا نام ذوالفقار تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ بغیر مہر کے نکاح کر لیں جیسا کہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ ہوا۔ بخاری وغیرہ میں اس بارے میں یہ ہے کہ (چونکہ حضرت صفیہؓ باندی بن کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئی تھیں تو) آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دے دیا تھا۔ اس حدیث کا مطلب محققین نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں بغیر معاوضہ کے آزاد کر دیا اور پھر بغیر مہر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ لہذا اس بارے میں حضرت انسؓ کا جو یہ قول ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کا مہر خود ان کی ذات کو ہی بنا دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ نے ان کو کچھ مہر نہیں دیا تو ان کی آزادی ہی گویا حضرت صفیہؓ کا مہر بن گئی اگرچہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔

معاملہ کے ظاہر و باطن پر فیصلہ کی خصوصیت...... اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ اتفاقاً

آپ ﷺ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائیں۔ اسی طرح یہ کہ آپ ﷺ حدود اللہ میں بھی اپنی علم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ فرمادیں۔ علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کر دے۔ اس بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب خصائص صغریٰ میں لکھتے ہیں کہ۔ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ دونوں خصوصیات جمع کر دی گئی تھیں کہ آپ ﷺ معاملہ کی ظاہری صورت اور باطنی صورت پر فیصلہ کرنے کے مجاز تھے اور آپ ﷺ کے لئے شریعت اور حقیقت دونوں چیزوں کو جمع کر دیا گیا تھا جبکہ دوسرے انبیاء کرام کو ان میں سے کوئی ایک ہی اختیار حاصل تھا۔ اس کی دلیل حضرت خضرؑ کے ساتھ موسیٰؑ کا واقعہ ہے اور حضرت خضرؑ کا یہ قول ہے کہ میرے پاس جو علم ہے اس کا جاننا آپ کے لئے مناسب نہیں ہے اور آپ کے پاس جو علم ہے اس کا جاننا میرے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہاں تک علامہ سیوطی کا حوالہ ہے۔

علم حقیقت و علم شریعت...... (تشریح: حضرت موسیٰؑ و حضرت خضرؑ کے واقعہ میں کئی موقعوں پر حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے فیصلے پر روک ٹوک کرنی چاہی کیونکہ واقعات کی ظاہری صورت کے لحاظ سے وہ فیصلے سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ جبکہ حضرت خضرؑ نے وہ فیصلے واقعات کی باطنی صورت یعنی حقیقت کے پیش نظر کئے تھے۔ واقعات کی ظاہری صورت پر فیصلہ علم شریعت کے ذریعہ کیا جائے گا اور باطنی صورت پر فیصلہ علم حقیقت سے کیا جائے گا۔

اظہار خصوصیت یا جرأت بیباکانہ...... مگر علامہ شہاب قسطلانیؒ نے اس قول پر سخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی غفلت اور انبیاءؑ کے سلسلے میں بے باکانہ جرأت کی بات ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے اولوالعزم پیغمبر بھی حقیقت کے علم سے بے بہرہ تھے جبکہ علم حقیقت سے بعض اولیاء تک کا خالی ہونا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اس قول کے نتیجے میں حضرت خضر ہی نہیں بلکہ کچھ دوسرے انبیاء کا علم شریعت سے خالی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جب علامہ سیوطیؒ سے ان کے اس قول کی غلطی بتلائی گئی تو اس پر علامہ نے جواب دیا میری مراد یہ ہے کہ آپ کے لئے حکم اور فیصلہ یعنی عملدر آمد دونوں کے اختیار جمع کر دیئے گئے تھے۔ یہاں تک قسطلانی کا حوالہ ہے۔

فضائل نبی ﷺ دوسروں کے نقائص نہیں...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: علامہ سیوطیؒ کی اس بارے میں ایک کتاب جس کا نام "الباہر فی حکم النبی بالباطن والظاہر" ہے۔ اس کتاب میں علامہ یہ لکھتے ہیں کہ۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاء کے مقابلے میں جو خصوصیات اور فضیلتیں دی گئیں اس کے نتیجے میں بقیہ تمام انبیاء میں معاذ اللہ نقص اور خامی ثابت ہو جاتی ہے۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی آنحضرت ﷺ بغیر استثناء تمام دوسرے انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ مگر اس عقیدے کی وجہ سے کسی نبی کے حق میں کوئی نقص اور خامی ثابت نہیں ہوتی۔ اس اعتراض کا جواب بھی دینے کی ضرورت نہیں تھی مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر کوئی جاہل آدمی یہ اعتراض سنے گا تو وہ کہیں آنحضرت ﷺ کی ان تمام خصوصیات سے ہی انکار نہ کر دے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ جاہل آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ چونکہ ان خصوصیات کو ماننے کی وجہ سے دوسرے انبیاء میں خامیاں ثابت ہوتی ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی خصوصیات سے ہی انکار کر دیا جائے۔ اس کے نتیجہ میں پھر وہ شخص عیاذاً باللہ کفر و گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا (اس

بناء پر اس اعتراض کا جواب دینا ضروری سمجھا گیا) یہاں تک علامہ سیوطیؒ کا حوالہ ہے۔

یہ **خصوصیت اور تعین نسب کا واقعہ**...... جن واقعات میں آنحضرت ﷺ نے معاملے کی ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمایا ان میں سے ایک واقعہ زمعہ کی باندی کے ہاں ہونے والے بچے کا ہے۔ یہ زمعہ اُمّ المومنین حضرت سودہؓ کے والد تھے۔ اس بچے کے سلسلے میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس معاملے میں زمعہ کے بیٹے عبد کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوا۔ حضرت سعدؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ میرے بھائی نے قسم کھا کر مجھ سے کہا تھا کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ اس کے یعنی میرے بھائی کے ساتھ بچے کی شباہت دیکھئے۔ ادھر عبد ابن زمعہ نے کہا کہ یہ بچہ میرا بھائی ہے کیونکہ یہ میرے باپ کے بستر پر ان کی باندی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

فیصلے میں دونوں پہلو...... آنحضرت ﷺ نے بچے کی شباہت دیکھی تو اس میں عتبہ کی صاف شباہت نظر آئی۔ پھر آپ ﷺ نے عبد ابن زمعہ سے فرمایا کہ اے عبد یہ تمہارا ہی یعنی تمہارا بھائی ہے۔ بچہ اسی کا کہلاتا ہے جس کے بستر پر ہو۔ (لیکن ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے اپنی اہلیہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے پردہ کرنا۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔ کیونکہ یہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

دوسری مثال اور واقعۂ مجذّر...... اس طرح گویا آنحضرت ﷺ نے اس معاملے میں ظاہری صورت کے اعتبار سے شریعت پر عمل کرتے ہوئے اس بچے کو حضرت سودہؓ کا بھائی قرار دے دیا (کہ جب بچہ زمعہ کا کہلائے گا تو وہ حضرت سودہؓ کا بھائی ہوگا) لیکن باطن یعنی حقیقت کے اعتبار سے آپ ﷺ نے بچے کے لئے حضرت سودہؓ کا بھائی ہونے کی نفی فرمادی۔ لہٰذا اس معاملے میں آپ ﷺ نے ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے فیصلہ فرمایا۔ ایسا بہت سے معاملات میں ہوا۔ چنانچہ اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حرث ابن سوید کو مجذّر ابن زیاد کے قصاص اور بدلے میں قتل کرلیا جن کو حرث نے دھوکہ سے قتل کیا تھا۔ حالانکہ مجذّر کے کسی وارث کی طرف سے دعویٰ بھی نہیں تھا۔ نیز آپ ﷺ نے یہ فیصلہ بغیر کسی گواہ کے اور خون بہا بھی قبول نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اداءِ قرض کا حکم تیسری مثال...... اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جس کا بھائی مر گیا تھا فرمایا کہ تمہارا مرحوم بھائی اپنے قرض کی وجہ سے گرفتار و محبوس ہے اس لئے تم اس کی طرف سے قرض ادا کر دو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے مرحوم بھائی کا تمام قرض ادا کر چکا ہوں۔ صرف دو دینار قرض باقی ہے جس کا دعویٰ ایک عورت نے کیا تھا مگر اس کے پاس اس بات کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا مطالبہ ادا کر دو اس لئے کہ وہ درست کہتی ہیں۔

دھوکہ دہی کے معاملہ میں ایسا فیصلہ...... ایسے ہی ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت ایک دوسری عورت کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ فلاں عورت نے تمہارے زیورات عارضی طور پر مانگے ہیں۔ یہ بات اس عورت نے جھوٹ کہی تھی (کیونکہ حقیقت میں کسی نے بھی زیورات نہیں منگائے تھے) مگر اس دوسری عورت نے اس کا تعین کر کے اپنے زیورات اس آنے والی کے حوالے کر دیئے (جنہیں وہ لے کر چلی گئی) کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد زیورات کی مالک عورت اس کی پاس اپنے زیورات واپس لینے گئی جس کی طرف سے پہلی عورت نے زیور

مانگتے تھے اس تیسری عورت نے کہا کہ میں نے تو تمہارے زیورات ہرگز نہیں منگائے۔ اب یہ عورت اس کے پاس آئی جو کسی کے نام سے زیورات لے کر گئی تھی اور اس سے اپنے زیورات مانگے مگر وہ صاف انکار کر گئی کہ میں نے تم سے کوئی زیورات نہیں لئے۔

چوری کی سزا کا نفاذ...... آخر مجبور ہو کر زیورات کی مالک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اسی عورت کو بلایا جو زیورات لے گئی تھی اس سے پوچھا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا، میں نے اس سے کوئی چیز نہیں لی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی قسم کے باوجود فرمایا کہ جاؤ اس عورت کے بستر کے نیچے سے وہ زیورات اٹھالو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا۔ (گویا اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے بغیر گواہ کے اس عورت کو مجرم قرار دیا اور اس طرح ظاہر کو چھوڑ کر حقیقت اور باطن کے اعتبار سے فیصلہ فرمایا)

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بھی فیصلہ اور اس پر عملدرآمد فرما سکتے تھے اور اپنی اولاد کی طرف سے بھی۔ نیز آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے بھی گواہی دے سکتے تھے اور اپنی اولاد کی طرف سے بھی گواہ بن سکتے تھے۔ نیز آپ ﷺ ایسے شخص سے بھی ہدیہ قبول فرما سکتے تھے جو آپ ﷺ سے کسی عہدہ کا طلبگار ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ غصہ کی حالت میں بھی مقدمہ کا فیصلہ فرما سکتے تھے اور کوئی علاقہ فتح کرنے سے پہلے اس کی تقسیم بھی فرما سکتے تھے۔

انبیاء کی مشترکہ خصوصیات...... اس تیسری قسم میں کچھ چیزیں تو وہ بیان ہوئیں جو صرف آنحضرت ﷺ کی خصوصیات تھیں اور وہ خصوصیات بلا شرکت غیرے صرف آپ ﷺ کا امتیاز تھیں اور صرف آپ ﷺ ہی کے لئے جائز تھیں۔ لیکن اس تیسری قسم میں کچھ چیزیں وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی بھی خصوصیات تھیں اور دوسرے نبیوں کی بھی خصوصیات رہی ہیں۔ یعنی ان خصوصیات میں دوسرے نبی بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔

پیغمبروں کی نیند...... مثلاً آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھا کہ اگر آپ ﷺ بغیر ٹیک لگائے ہوئے بھی گہری نیند سو جائیں تو آپ ﷺ کی وضو برقرار رہتا تھا۔ یعنی اس نیند میں جس میں آپ ﷺ کی آنکھیں اور آپ ﷺ کا دل دونوں سوتے تھے۔ یہ بات اس قول کی بنیاد پر ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ کی نیند دو قسم کی تھیں۔ لہٰذا اب یوں کہنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ "ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں ہمارے دل نہیں سوتے۔" اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نیندیں دو قسم کی ہوں اور باقی تمام انبیاء کی نیند ایک ہی قسم کی ہو۔

انبیاء اور اداء زکوٰۃ...... اسی طرح اس خصوصیت میں بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرے تمام انبیاء شریک ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے زکوٰۃ کا مال نہ نکالنا جائز تھا۔ کیونکہ دوسرے تمام انبیاء کی طرح ان کے پاس جو مال ہوتا ہے وہ ان کی ملکیت نہیں ہوتا اور جو کچھ مال ان کے ہاتھوں میں ہوتا ہے وہ ان کے پاس اللہ کی امانت ہوتا ہے جسے وہ صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں اور بے جا استعمال سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ دراصل زکوٰۃ مال کی پاکیزگی کے لئے ہوتی ہے اور انبیاء میل کچیل سے بری ہوتے ہیں۔ کتاب خصائص صغریٰ

میں یہ بات شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی گئی ہو۔
آنحضرت ﷺ اور ملکیت مال...... اس کے بعد اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خصوصیت بھی دی گئی تھی کہ آپ ﷺ کا مال آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ ہی کی ملکیت میں باقی رہا جس میں سے آپ ﷺ کے اہل وعیال پر خرچ کیا گیا۔ اس بارے میں جو دو رائیں ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ امام حرمینؒ نے اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن امام نوویؒ نے دوسری رائے کو صحیح مانا ہے جو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مال بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ملکیت سے نکل جاتا ہے مگر وہ مسلمانوں کے حق میں صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس میں کسی کی وراثت کی خصوصیت نہیں۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں شیخ تاج الدین نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے امام حضرت مالکؒ کے مذہب کی بنیاد پر کہا ہے جبکہ امام شافعیؒ کی رائے اس بارے میں ان کے خلاف ہے۔ چنانچہ کتاب خصائص صغریٰ میں ہی اس سے پہلے یہ ہے کہ امام مالکؒ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مال کے مالک نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ اس میں تصرف یعنی اس کو خرچ کرنے اور اپنی ضرورت کے مطابق لینے کے ہی مجاز تھے۔ لیکن امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک آپ ﷺ اپنے مال کے مالک تھے۔ یہاں تک خصائص صغریٰ کا حوالہ ہے۔
چوتھی قسم اور فضائل خصوصی...... آنحضرت ﷺ کی خصوصیات کی چوتھی قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کے فضل وشرف میں اضافہ کے لئے وہ اوصاف جو صرف آپ ﷺ کے لئے خاص کئے گئے تھے۔ چنانچہ اسی چوتھی قسم کے تحت آپ ﷺ کا ایک یہ وصف اور فضیلت ہے کہ یوم الست میں سب سے پہلے جس ذات سے عہد لیا گیا وہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور اس مجمع مخلوقات میں وہ آپ ﷺ ہی ہیں جس نے حق تعالیٰ کے سامنے اقرار بندگی کرتے ہوئے سب سے پہلے بلیٰ یعنی ہاں بے شک کہا۔
عطیۂ بسم اللہ فضیلت نبوی...... اسی طرح ایک فضیلت وشرف یہ ہے کہ صرف آپ ﷺ ہی کو کلمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دے کر نوازا گیا۔ مگر اس بات میں وہ شبہ ہے جس کا ذکر گذشتہ ابواب میں ہو چکا ہے کہ یہ قول دو میں سے ایک رائے کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ کہ دوسری رائے زیادہ صحیح ہے (کہ یہ آیت تنہا آنحضرت ﷺ کو ہی نہیں عطا فرمائی گئی بلکہ آپ ﷺ سے پہلے بھی نازل ہو چکی ہے) جیسا کہ قرآن پاک کی سورۂ نمل سے واضح ہے (جس میں سلیمانؑ اور ملکۂ سبا کے واقعہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر آیا ہے) ادھر ایک مرفوع حدیث بھی ہے کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل فرمائی گئی ہے جو سلیمانؑ کے بعد میرے سوا کسی پر نازل نہیں کی گئی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر کتاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوئی ہے۔ یہاں یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سب کتابوں کے تحت انجیل بھی آتی ہے جو حضرت عیسیٰ ابن مریم پر نازل شدہ کتاب ہے اور حضرت عیسیٰ حضرت سلیمانؑ کے بعد ہوئے ہیں۔ اس بارے میں تفصیلی بحث ابتداء ظہور وبعثت کے بیان میں گزر چکی ہے۔
مخصوص آیات سے نوازش خداوندی...... اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ ہی کی فضیلت وشرف ہے کہ سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کا آخری حصہ یعنی آمن الرسول سے ختم سورت تک اور آیۃ الکرسی جیسی آیات صرف آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئیں۔ یہ آیات عرش کے نیچے کے خزانے سے دی گئیں۔ یہی حال سورۂ فاتحہ اور سورۂ

کوثر کا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ چار سورتیں ایسی ہیں جو عرش کے نیچے کے خزانے سے اتاری گئیں اور ان کے سوا کوئی سورت وہاں سے نہیں دی گئی، وہ اُمّ الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور سورۃ کوثر ہیں۔

خزانہ عرش سے نوازشیں...... علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب خصائص صغریٰ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو خصوصیات اور امتیازات عطا فرمائے گئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو عرش کے نیچے کے خزانے سے سورتیں اور آیات دی گئیں۔ اس خزانے سے کوئی چیز آپ ﷺ کے سوا کسی کو نہیں دی گئی، اسی طرح سات طوال اور مفصل سورتیں دیا جانا بھی صرف آنحضرت ﷺ ہی کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح یہ بھی آنحضرت ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت گاہ یعنی مدینہ منورہ قیامت کے دن ساری دنیا کے بعد اور سب سے آخر میں تباہ ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ اس عالم میں موجود ہر ہر چیز صرف آنحضرت ﷺ کی وجہ سے پیدا کی گئی۔

عرش پر نام نامی ﷺ کی نگارش...... آپ ﷺ ہی کا ایک عظیم وصف اور شرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام نامی عرش پر لکھ دیا ہے۔ نیز ہر آسمان پر اور ان میں موجود ہر چیز پر لکھ دیا ہے جیسا کہ گزر بھی چکا ہے۔ نیز بعض پتھروں، کچھ درختوں کے پتّوں اور بعض حیوانات کے جسموں پر بھی حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم گرامی نقش فرمایا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہی نہیں بلکہ اس عالم ملکوت کی ہر ہر چیز پر آپ ﷺ کا نام نامی ثبت فرمایا گیا ہے۔

ملکوت اعلیٰ میں اسم گرامی کا ورد...... ایسے ہی آپ ﷺ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ ملائکہ و فرشتے ہر گھڑی آپ ﷺ کے اسم گرامی کا ورد کرتے ہیں۔ نیز عہد آدم اور ملکوت اعلیٰ میں اذان میں آنحضرت ﷺ کے نام نامی و اسم گرامی کا ذکر بھی آپ ﷺ کے عظیم اوصاف میں سے ایک ہے۔ جس کے متعلق پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔

ازواج سے نکاح کی حرمت...... جن خصوصیات میں آنحضرت ﷺ دوسرے تمام انبیاء سے ممتاز ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج سے نکاح کرنا حرام ہے یہاں تک کہ انبیاء کے لئے بھی جائز نہیں ہے (یعنی اگر کوئی پچھلا نبی زندہ ہوتا تو اس کے لئے بھی ایسا کرنا حرام ہوتا)

دوسرے انبیاء کی ازواج...... اس کے برخلاف دوسرے تمام انبیاء کی بیویوں سے ان پیغمبروں کی وفات کے بعد مومنین کے لئے نکاح کر لینا جائز تھا۔ شیخ شمس رملی کہتے ہیں زیادہ قابل فہم بات یہ ہے کہ ان انبیاء کی بیویوں سے نکاح کرنا ان کی امت کے متقی لوگوں کے لئے حرام نہ رہا ہو۔ اس پر یہ اشکال کیا جا سکتا ہے کہ جب مومنوں میں کسی کے لئے بھی وہ حرام نہیں تھیں تو متقی لوگوں کے لئے تو یقیناً حلال ہوئیں۔ اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں فرق ممکن ہے جس کا ثبوت لفظ "اقرب" سے ملتا ہے جس کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ۔ "زیادہ قابل فہم بات یہ ہے۔" ورنہ ظاہر ہے یہ بات ایسی ہے کہ جسے نقل کرنا بے معنی ہے۔

آپ ﷺ کے بعد ازواج کے خصوصی احکام...... ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کی خصوصیات اور فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں۔ وہاں سے نکلنا ان کے لئے حرام تھا چاہے حج یا عمرہ کے لئے ہی نکلنا کیوں نہ ہو۔ مگر ترجیحی قول وہی ہے جو اس کے مخالف ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج میں سے سوائے حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ کے سب نے

حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا تھا۔ وہ سب حج کے لئے ہودجوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور ان ہودجوں پر سبز رنگ کی چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ (یہ سبز رنگ کی چادر جس کو طیلس کہا جاتا تھا علماء اور مشائخ استعمال کرتے تھے) حضرت عثمان غنیؓ ان ہودجوں کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اگر کوئی شخص ان ہودجوں کے قریب سے بھی گزرنا چاہتا تو وہ فوراً ٹوکتے اور کہتے دیکھ کے۔ بچ کے۔ (یعنی نہایت عزت احترام اور ہٹو بچو کی آوازوں کے ساتھ ازواج مطہرات کی سواریاں جا رہی تھیں)۔

گھروں سے نکلنے کی حرمت...... ہودجوں کے آگے آگے حضرت عثمانؓ تھے اور پیچھے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ تھے جو اسی طرح ہٹو بچو کی آوازیں لگا رہے تھے۔ ازواج مطہرات کے یہ ہودج عام مجمع سے بہت دور اور بالکل الگ تھلگ چل رہے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ کے سوا باقی ازواج نے پھر حج کیا۔

یہ بھی حرام ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج کے جب کہ وہ پردے کے کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہوں جسمانی ہیولی کو نظر بھر کے دیکھا جائے۔ اسی طرح بغیر پردہ کے ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے کچھ پوچھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح کسی گواہی اور شہادت کے سلسلے میں ان کا چہرہ کھولنا متفقہ طور پر ناجائز ہے۔

انبیاء سے حضور ﷺ پر ایمان کا عہد...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لے کر آخر تک تمام نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر ان میں سے کوئی بھی آنحضرت ﷺ کا زمانہ پائے تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت کرے۔ نیز یہ کہ (اگر وہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہ پائیں تو) اپنی امتوں سے یہی عہد لیں۔ جیسا کہ اس کا بیان پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

حشر میں آنحضرت ﷺ کی سواری...... اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کا شرف ہے کہ حشر میں آپ ﷺ براق پر سوار ہو کر آئیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پیچھے تمام انبیاء سواریوں پر ہوں گے۔ حضرت صالحؑ اپنی اونٹنی پر سوار ہوں گے (جو معجزہ کے طور پر ان کے لئے پیدا کی گئی تھی) حضرت فاطمہؓ کے دونوں صاحبزادے آنحضرت ﷺ کی دو مخصوص اونٹنیوں عصباء اور قصوی پر سوار ہوں گے اور حضرت بلالؓ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے۔

قبر النبی ﷺ پر ہجوم ملائکہ...... اسی طرح ایک فضیلت یہ ہے کہ روزانہ آپ ﷺ کی قبر مبارک پر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو اپنے پَر مار کر آپ ﷺ کی قبر مبارک کو صاف کرتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے لئے استغفار کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام کو وہ واپس اوپر چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں جو صبح تک رہتے ہیں۔ ایک دفعہ جو آچکے ہیں وہ قیام تک دوبارہ نہیں آئیں گے۔

خصوصیت شق صدر...... اسی طرح آپ ﷺ کی ایک خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ وحی کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ پانچ مرتبہ پیش آیا۔ جیسا کہ پیچھے اس سلسلے میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کی پشت پر قلب کی سیدھ میں مہر نبوت تھی جہاں سے آپ کے سوا دوسرے انسانوں میں شیطان داخل ہوتا ہے دوسرے تمام انبیاء کی مہر ہائے نبوت ان کے دائیں حصے میں تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ نیز اس میں جو شبہ ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔

جبرئیلؑ کی صورت اصلی میں زیارت...... آپ ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ایک ہزار

نام ہیں۔ تفسیر رازیؒ کے حوالے سے جو روایت نقل کی جاتی ہے اس کے مطابق آپ ﷺ کے چار ہزار نام ہیں۔
نیز یہ کہ اسماء خداوندی میں سے تقریباً ستر ناموں سے آنحضرت ﷺ بھی موسم کئے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا یعنی اس صورت میں جس پر ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کے سوا اور کسی انسان نے بھی آپ ﷺ کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا ہے۔
نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ واقعات کی ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں پر فیصلہ فرماتے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔
نیز یہ کہ (فتح مکہ کے وقت) دن کے ایک مخصوص حصے میں آپ ﷺ کے لئے مکہ میں خوں ریزی حلال کر دی گئی تھی۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی دونوں جانبوں کا درمیانی حصہ بھی حرام یعنی حرمت والا قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اوصاف جسمانی...... یہ بھی آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ آپ ﷺ کا ستر یعنی جسم مبارک کے پوشیدہ حصے کبھی کسی نے نہیں دیکھے اور یہ کہ اگر کسی کی ان حصوں پر نظر پڑی تو اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ نیز یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ ﷺ نور ہی نور تھے۔

اسی طرح اگر آپ ﷺ کا کوئی بال آگ میں گر جاتا تو وہ جلتا نہیں تھا (نہ آگ اس کو جلا سکتی تھی)۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کے چلنے سے پاؤں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ نیز یہ کہ مکھی آپ ﷺ کے کپڑوں پر بھی نہیں بیٹھتی تھی، جسم مبارک پر بیٹھنے کا تو سوال ہی کیا ہے۔ اسی طرح مچھر اور جوں آپ ﷺ کا خون نہیں چوس سکتی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ جوں آپ کے کپڑوں میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کے پسینے میں مشک سے بہتر خوشبو آتی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ جب کسی جانور پر سوار ہوتے تو جب تک آپ ﷺ سوار رہتے وہ جانور نہ پیشاب کرتا تھا اور نہ گوبر یا لید کرتا تھا۔

مسجد نبوی ﷺ کی خصوصیت..... اسی طرح یہ کہ اگر آپ ﷺ کی مسجد یعنی مدینہ کی مسجد نبوی صنعاء یمن تک بھی ہو تو وہ اس اضافہ میں بھی آپ ہی کی مسجد رہے گی۔ مگر اس بارے میں علماء کی ایک جماعت کو اختلاف ہے جس میں علامہ ابن حجر ہیثمی بھی شامل ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ ان مسجدوں یعنی مکہ کی مسجد حرام اور مدینہ کی مسجد نبوی کے بارے میں علماء کی واضح رائے یہ ہے کہ ان میں کتنی بھی توسیع ہو جائے ان کے جو متعین احکام ہیں وہ نہیں بدلیں گے (بلکہ ہر وسعت و توسیع اسی میں شامل ہو جائے گی)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی مسجد نبوی ذوالحلیفہ تک بھی وسیع ہو جائے تو وہ سب توسیع و اضافہ مسجد نبوی ہی کا حصہ شمار ہو گا۔ اس روایت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے احکام اس کے لئے طے شدہ اور متعین ہیں لہذا کوئی بھی توسیع ان احکام کے جاری رہنے میں منافع نہیں بن سکتی۔ اس بارے میں جو شبہ ہے وہ پیچھے گزر چکا ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت پر نماز کے دوران آخری تشہد میں آپ ﷺ پر درود سلام بھیجنا واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک ہر ذکر کے وقت واجب ہے۔ یہ بھی

آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ آپ ﷺ کے لئے شق قمر ہوا یعنی چاند کے دو ٹکڑے کئے گئے تھے۔ جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ شجر و حجر یعنی درختوں اور پہاڑوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ درخت نے آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دی اور آپ ﷺ کے بلانے پر آپ ﷺ کے پاس آگیا۔ اسی طرح یہ کہ دودھ پیتے بچوں نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت و گواہی دی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کہ ایک سوکھی لکڑی آپ ﷺ کے فراق میں روئی اور اس نے نوحہ کیا جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔

عموم رسالت کا شرف...... آنحضرت ﷺ ہی کا یہ بھی وصف خصوصی ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف بحیثیت نبی ظاہر فرمائے گئے جن میں انسان اور جنّات دونوں شامل ہیں اور یہ بات یقینی طور پر دین سے ثابت ہے۔ للذا اس بات سے انکار کرنے والا کفر کا مُرتکب ہوگا۔

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اگر کوئی عام آدمی اس بات سے انکار کرے کہ آنحضرت ﷺ کو جنّات اور فرشتوں کے لئے بھی نبی بنا کر بھیجا گیا تھا تو آیا وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ اس بارے میں تامّل ہے اور یہی قول ترجیحی ہے جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے مخالف جو قول ہے کہ (آنحضرت ﷺ فرشتوں کے لئے نبی کی حیثیت میں ظاہر نہیں ہوئے تھے) اس کی بنیاد یہ ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔ مگر یہ قول غیر ترجیحی ہے (جسے بیشتر علماء نے قبول نہیں کیا ہے) اس کو معتزلہ اور فلاسفہ نیز اہلسنت میں سے اشاعرہ کی ایک جماعت نے ہی قبول کیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے اس قول کی تائید میں جن باتوں کو دلیل بنایا ہے وہ سب مردود یعنی رد کی ہوئی ہیں۔

علامہ بارزی کے حوالے سے یہ قول گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام حیوانات اور جمادات یعنی پتھروں کی طرف بھی رسول بنا کر ظاہر کئے گئے تھے۔ مگر اس قول کی تائید میں انہوں نے وہ سب ہی واقعات لئے ہیں جن میں اس جانور اور اس درخت نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ مگر اس بارے میں ان دونوں واقعات کو دلیل بنانے پر تامل کا اظہار کیا گیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے جس کے مطابق خود اپنی ذات کے لئے بھی آپ ﷺ کا ظہور ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ اور نوحؑ دونوں کی رسالت عام ہونے کے باوجود ان دونوں عمومیتوں میں جو فرق ہے اس کا بیان بھی گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

وصف رحمت عالم ﷺ اور کفار و بدکار...... رسول اللہ ﷺ کو نیکوکاروں اور بدکاروں دونوں کے لئے رحمت بنا کر ظاہر فرمایا گیا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ اس لحاظ سے کفار کے لئے بھی رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے کہ آپ ﷺ کی وجہ سے ان پر آسمانی عذاب یعنی تباہی و بربادی میں تاخیر ہوگئی مثلاً جیسے پچھلی امتوں کو اپنے نبیوں کے جھٹلانے کی وجہ سے مختلف عذاب دیئے گئے جیسے ان کی بستیوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا، یا ان کی صورتیں بگاڑ دی گئیں یا انہیں سیلاب میں غرق کر دیا گیا۔ اور ان کی سرکشی کے نتیجے میں انہیں فوری تباہی سے دوچار کیا گیا اس سے موجودہ امت میں کے کفار کو آنحضرت ﷺ کی وجہ سے رعایت ملی ہے (اس طرح آنحضرت ﷺ کفار کے حق میں بھی رحمت ثابت ہوئے ہیں) جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

خطاب خداوندی میں اعزاز...... ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا جیسا کہ آپ ﷺ کے سوا تمام دوسرے انبیاء کو مخاطب کیا گیا تھا۔ بلکہ

حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کریم میں یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ یعنی اے نبی کہہ کر پکارا ہے۔ یا پھر یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔ اے رسول۔ یا یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ یعنی اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ یا یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کپڑوں میں لپٹنے والے کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کو نام کے ساتھ پکارا گیا جیسے یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا داؤد، یا زکریا، یا یحییٰ، اور یا عیسیٰ وغیرہ۔

قرآن میں آپ ﷺ کی جان کی قسم...... آپ ﷺ ہی کی ایک عالی مقامی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات پاک کی قسم کھائی ہے۔ جیسے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (سورۂ حجر، پ ۱۴، ع ۵، آیت ۷۲)

ترجمہ: آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

ابن مردویہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کی بھی قسم کھائی۔ جیسے ارشاد ہے۔

یٰسٓ . وَالْقُرْآنِ الْحَكِیْمِ. اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (سورۂ یٰس، پ ۲۲، ع ۱، آیت ۲۔۱)

ترجمہ: یٰس۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی، کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔

آپ ﷺ کی عورتوں کے خصوصی مرتبے...... آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت و وصف یہ ہے کہ فرشتۂ قیامت اسرافیلؑ آسمان سے اتر کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ کے علاوہ وہ کبھی کسی نبی پر نہیں اترے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب مخلوقات سے زیادہ کریم و معزز ہیں۔ یہ بھی آپ ﷺ ہی کی خصوصیت میں سے ہے کہ ایسی تمام عورتوں سے کسی شخص کا نکاح کرنا حرام ہے جن سے آنحضرت ﷺ ہم بستر ہو چکے ہوں چاہے وہ آپ ﷺ کی بیویاں ہوں یا آپ ﷺ کی باندیاں ہوں سوائے ایسی باندی کے جسے خود آپ ﷺ ہی نے اپنی زندگی میں بیچ دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو۔ اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ ایسا ہوا۔ علامہ ماوردیؒ کا اس بارے میں مسلک یہ ہے کہ یہ قطعاً حرام ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زوجات آپ کے سوا ہر شخص پر قطعاً حرام ہیں چاہے ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ ہم بستر بھی نہ ہوتے۔ نیز چاہے آپ ﷺ سے علیحدہ ہونے میں ان کو اختیار ہی کیوں نہ رہا ہوتا۔ مگر علامہ رافعیؒ نے اپنی کتاب شرح صغیر میں اس کے خلاف لکھا ہے یعنی اگر آپ ﷺ کی زوجات میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ سے اختیار حاصل ہونے پر علیحدگی اختیار کی ہوتی تو ایسی عورت سے دوسرے کا نکاح کرنا جائز ہوتا۔

اسی طرح ایک امتیاز یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں سے بھی شوہر کی وفات کے بعد شادی کرنا حرام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ امتیاز صرف حضرت فاطمہؓ کے لئے تھا۔ جہاں تک آپ ﷺ کی ازواج کو جنگ میں گرفتاری کی صورت میں باندی بنانے کا تعلق ہے میں اس کے متعلق کسی حکم سے واقف نہیں ہوں (کہ آیا ان کو باندی بنایا جانا بھی ناجائز ہے یا نہیں) لیکن آنحضرت ﷺ کی ازواج سے شادی کرنے میں جو احترام اور درجہ رکاوٹ ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ و حیات ہونا) وہی وجہ ان کو باندی بنانے کے سلسلے میں بھی موجود ہے (لہٰذا یہ بھی ناجائز ہوا)

قوت مردمی...... اسی طرح یہ کہ آنحضرت ﷺ کو ہمبستری کے لئے جو قوت مردمی دی گئی تھی وہ جنت کے چالیس آدمیوں کی قوت مردمی کے برابر تھی اور جنت کے ایک آدمی کی قوت مردمی دنیا کے سو آدمیوں کی قوت

مردی کے برابر ہے۔اس طرح گویا آپ ﷺ کو دنیا کے چار ہزار آدمیوں کی قوت مردمی کے برابر قوت دی گئی تھی۔ حضرت سلیمانؑ کو سو آدمیوں کے برابر قوت مردمی دی گئی تھی۔ایک قول ہے کہ ان کو دنیا کے ایک ہزار آدمیوں کے برابر قوت مردمی دی گئی تھی۔ نیز یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات پاک تھے۔ جیساکہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی کی یہ بھی شان تھی کہ آپ ﷺ جسے چاہیں کسی بھی خصوصیت کے ساتھ موصوف فرمادیں جیساکہ آپ ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر درجہ دیا۔

دوسروں کے حق میں حکم پیغمبر ﷺ...... چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا (یعنی زبانی معاملہ پختہ کرلیا) اور پھر آپ ﷺ تیزی کے ساتھ وہاں سے قیمت لانے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ دیہاتی کو قیمت ادا کر کے اس سے گھوڑا لے لیں۔ دیہاتی کافی پیچھے رہ گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ تیز قدمی کے ساتھ جارہے تھے۔ گھوڑا دیہاتی کے ساتھ ہی تھا۔اس دوران میں کچھ دوسرے لوگوں نے وہ گھوڑا دیکھا تو وہ دیہاتی سے اس کا بھاؤ تاؤ کرنے لگے کیونکہ یہ خبر نہیں تھی کہ آنحضرت ﷺ اس کو خرید چکے ہیں (اور قیمت لانے کے لئے تشریف لے گئے ہیں) ان لوگوں نے اس سے زیادہ قیمت لگائی جس پر آنحضرت ﷺ کا معاملہ طے ہوچکا تھا۔یہ دیکھ کر اس دیہاتی نے بلند آواز کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیجئے ورنہ سمجھئے میں نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا۔ آپ ﷺ نے دیہاتی کی آواز سن لی اور فرمایا کہ کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا ہوں۔ دیہاتی کہنے لگا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں میں تم سے اس کو خرید چکا ہوں، دیہاتی بولا کہ آپ ﷺ اس بات کے دو گواہ پیش کیجئے کہ میں آپ ﷺ کو گھوڑا بیچ چکا ہوں۔

حضرت خزیمہؓ بھی وہاں کھڑے ہوئے یہ گفتگو سن رہے تھے۔وہ دیہاتی سے کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو بیچ چکے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہؓ سے فرمایا کہ تم کیسے گواہی دے رہے ہو جبکہ تم اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! جب ہم آسمان کی خبروں کے معاملے میں آپ ﷺ کی بات کی تصدیق کرتے ہیں تو کیا آپ ﷺ خود جو کچھ فرمائیں اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔!"

اس واقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کو یہ امتیاز عطا فرمایا کہ مقدمات میں ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔اسی واقعہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی بات کا دعویٰ فرمائیں تو اس کی گواہی و شہادت دی جاسکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے استثنائی فیصلے......اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ عطیہؓ اور خولہ بنت حکیمؓ کو مخصوص لوگوں کی ایک جماعت کا نوحہ کرنے کے سلسلے میں رعایت دے دی تھی۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو شوہر کی وفات پر بناؤ سنگار نہ چھوڑنے کی رعایت دی جبکہ ان کے شوہر حضرت جعفر ابن ابوطالبؓ شہید ہوئے تھے۔اس وقت آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا تھا کہ تین دن سوگ رکھو اس کے بعد جو چاہے کرنا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت ابی بردہ اور عقبہ ابن عامرؓ کو بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ عید پر قربان کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ بعض علماء نے ان دو کے ساتھ مزید تین آدمیوں کو

بھی شامل کیا ہے۔

ایسے ہی ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کی شادی ایک عورت سے کی اور مہر یہ متعین کیا کہ وہ بیوی کو قرآن کریم کی ایک سورت سکھلا دے۔ آپ ﷺ نے ساتھ ہی ساتھ اس شخص سے فرمایا کہ اس قسم کا مہر صرف تمہارے لئے ہی ہے تمہارے علاوہ کسی اور کے لئے یہ رعایت نہیں ہے۔ غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ غیر متعین طور پر کسی سورت کو مہر بنانا ہر ایک کے لئے جائز نہیں ہے۔ للذا یہ بات ہمارے شافعی فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں رہتی کہ قرآن کریم کی کسی متعین سورت کی تعلیم دینے کو مہر بنایا جا سکتا ہے۔ (کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک متعین سورت کی تعلیم عورت کا مہر بن سکتی ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بالکل جائز نہیں ہے)۔

اسی طرح ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابو طلحہؓ سے اُمّ سلیمؓ کی شادی اس شرط کے ساتھ جائز قرار دے دی کہ اُمّ سلیم ابو طلحہ کو مسلمان کر لیں گی (جبکہ کافر و مسلم کی شادی جائز نہیں ہے) جیسا کہ بیان ہوا۔

اسی طرح ایک واقعہ ابو رکانہ اور ان کی بیوی کا ہے کہ ابو رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں مگر آنحضرت ﷺ نے بغیر حلالہ کے ان کی بیوی کو پھر ابو رکانہ کے حوالے فرما دیا۔ اسی طرح مثلاً آنحضرت ﷺ نے صرف مہاجرین کی عورتوں کو یہ خصوصیت و امتیاز عطا فرمایا کہ اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد وہی ان کے مکانات کی وارث ہوں گی بقیہ دوسرے وارث نہیں ہوں گے (یعنی مرحوم کے دوسرے ورثاء کو ترکہ نہیں ملے گا بلکہ ان مکانات کے وارث ان کی بیویاں ہوں گی) بعض لوگوں نے اسی بات کو دو شعروں میں ایک چیستان اور پہیلی بنا کر بیان کیا ہے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

سَلِّمْ عَلٰی مُفْتِی الْاَنَامِ وَقُلْ لَهٗ
هٰذَا سُؤَالٌ فِی الْفَرَائِضِ مُبْهَمٌ

ترجمہ: لوگوں کے مفتی کو میرا اسلام پہنچا کے اس سے کہو کہ آپ سے فرائض و میراث کے سلسلے میں ایک چیستاں اور سوال ہے۔

قَوْمٌ اِذَا مَاتُوْا تَحُوْزُ دِيَارَهُمْ
زَوْجَاتُهُمْ فَلِغَيْرِ هَا لَاتُقْسَمُ

ترجمہ: ایک جماعت مرتی ہے تو ان کا مال و متاعِ ان کی بیویوں کو مل جاتا ہے اور دوسروں کو کچھ نہیں ملتا۔

وَبَقِيَّةُ الْمَالِ الَّذِیْ قَدْ خَلَّفُوْا
يَجْرِیْ عَلٰی اَهْلِ التَّوَارُثِ مِنْهُمْ

ترجمہ: اور باقی جو مال انہوں نے چھوڑا وہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا (یعنی وہ کون سی صورت ہے جس میں ایسا ہوتا ہے)

میدان محشر میں خصوصی مرتبہ...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے امتیازات و خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ روز حشر میں آپ ﷺ پہلے انسان ہوں گے جو اپنی قبر سے بر آمد ہوں گے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے بر آمد ہوں گا پھر ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر قبرستان بقیع کے مدفونین ہیں جو میرے ساتھ چلیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہو گی اور اس طرح سب سے پہلے سر اٹھانے والا میں ہی ہوں

گا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ میں اور موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے بھی پہلے اٹھ چکے ہوں گے یا وہ ان میں ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنٰی فرمادیا ہوگا (جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ طور پر جب ان کو تجلی رب دکھلائی گئی تو وہ اس وقت بے ہوش ہو گئے تھے لہٰذا اب یہاں کی بے ہوشی سے ان کو مستثنٰی کیا گیا ہو)

اس بارے میں ایک اشکال ہے کہ استثناء دراصل اس صور یا خوفناک آواز سے ہو سکتا ہے جو قیامت کا پہلا خوفناک صور ہوگا اور جس کی وجہ سے تمام آسمان اور زمین والے دہل جائیں گے، پہاڑ بادلوں کی طرح اڑنے لگیں گے، زمین اپنے مکینوں کے ساتھ اس طرح لرزنے لگے گی جیسے سمندر میں کشتی اور سفینہ ڈولتا ہے جس کو موجوں کی روانی اور شدّت اچھالتی رہتی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (سورۃ نازعات، پ ۳۰، ع ۱، آیت ۷، ۶)

ترجمہ: جس دن ہلادینے والی چیز ہلاڈالے گی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آوے گی۔

(یہاں سمندر کی موجوں کو امواج معینہ کہا گیا ہے) معینہ سے جو مراد ہے اس کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (سورۃ حج، پ ۱۷، ع ۱، آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کیونکہ یقیناً قیامت کے دن کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔

صور قیامت کی دہشت...... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس دن (کے ان بھیانک واقعات کا) مردوں کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس کا استثنٰی کیا ہے۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ یعنی سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ مستثنٰی کرنا چاہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شہداء ہوں گے جو مستثنٰی ہوں گے۔ مستثنٰی حضرات کو ان حوادث کا علم ہوگا۔ حقیقت میں یہ دہشت صرف زندوں کو ہی محسوس ہو سکتی ہے اور وہ یعنی شہید زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور ان کو نعمتیں مل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن کی دہشت سے محفوظ فرمادیا ہے اور اس سے انہیں مامون کر دیا ہے۔

اس میں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کو بھی یہ دہشت متاثر کرے گی اس لئے کہ وہ بھی زندہ ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے شہیدوں کے ساتھ ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ نہیں ہے (کہ انبیاء کو یہ دہشت متاثر کرے) کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک خصوصیت مفضول میں موجود ہے مگر فاضل میں موجود نہیں ہے (یعنی ادنیٰ کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ اعلیٰ کو حاصل نہیں ہے۔ مُردے تو استثناء میں آتے ہی نہیں زندوں کا ہی استثناء ہو سکتا ہے کہ زندہ ہونے کے باوجود وہ ان ہولناک حوادث کی دہشت سے محفوظ رہیں۔ یہی خصوصیت و فضیلت کہلائے گی۔ اب زندوں میں جہاں شہید داخل ہیں وہیں انبیاء بھی داخل ہیں اور انبیاء کا درجہ عام انسان سے یقیناً بلند ہے چاہے وہ شہید ہی ہو۔ آنحضرت ﷺ نے شہیدوں کا استثناء اس بنیاد پر ذکر کیا کہ وہ زندہ ہیں لیکن انبیاءؑ کا استثناء نہیں فرمایا جبکہ وہ بھی زندہ ہیں اور مرتبہ میں شہیدوں سے افضل ہیں۔ ایک نبی فاضل یا افضل ہے اور ایک عام شہید مفضول ہے۔ لہٰذا اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو خصوصیت و امتیاز افضل میں موجود نہیں وہ مفضول میں موجود ہے)

محشر میں اعزاز نبی ﷺ...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو روز محشر

موقف یعنی میدان عرفات میں جنت کے حُلّوں میں سے اعلیٰ ترین حُلّہ پہنایا جائے گا۔ نیز یہ کہ اس روز آنحضرت ﷺ عرش کی دائیں جانب مقام محمود میں کھڑے ہوں گے۔ نیز وہ آنحضرت ﷺ ہی ہوں گے جو اہل موقف کے مقدمات کے فیصلوں میں سفارش اور شفاعت فرمائیں گے۔

اسی طرح اس دن آنحضرت ﷺ کو شفاعتوں کا حق حاصل ہوگا اور وہ گیارہ قسم کی شفاعتیں ہوں گی جن کا حق آپ ﷺ کو حاصل ہوگا۔ ان شفاعتوں کی تفصیل کتاب مزیل الخفاء میں بیان کی گئی ہے) اسی طرح اس دن وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہوگی جس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور آدمؑ سے لے کر بعد تک کے تمام انبیاء آپ ﷺ کے اس پرچم کے نیچے ہوں گے۔ نیز اس دن آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کے خطیب اور امام ہوں گے جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔

حشر کے دن پہلا سجدہ...... اسی طرح روز محشر میں آپ ﷺ ہی پہلے شخص ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔ آپ ﷺ ہی پہلے شخص ہوں گے جو پروردگار عالم کا دیدار کریں گے۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ پہلے سجدہ کریں گے تو پروردگار جل جلالہٗ فرمائے گا۔

"اپنا سر اٹھاؤ اے محمد ﷺ! کہو تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت وشفارش قبول کی جائے گی!۔"

صور قیامت کے دھماکے ...... پھر دوبارہ بھی اسی طرح ہوگا اور تیسری مرتبہ بھی اسی طرح ہوگا۔ تب آنحضرت ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ اس دن کی ہولناک گرج کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی کو افاقہ ہوگا۔ اس بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ نفخہ صعقہ (یعنی وہ پھونک جس سے ایک ہولناک گرج پیدا ہوگی)۔ یہی نفخہ ثانیہ ہوگی۔ جو زمین و آسمان والوں کے لئے موت کی گرج ثابت ہوگی (لہٰذا اس سے افاقہ کا کیا سوال ہے جب کہ وہ نفخہ خود موت طاری کرنے والا ہوگا) اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں صعقہ سے چوتھا صعقہ یعنی چوتھی گرج یا دھماکہ مراد ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال سیوطیؒ لکھتے ہیں: علامہ ابن حزم کا اس بارے میں عجیب قول ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قیامت کے دن صور کو چار مرتبہ پھونکا جائے گا۔ لہٰذا اس بنیاد پر (اور ان کے قول کے لحاظ سے) یہ نفخہ یعنی صعقہ وہ نہیں ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے بلکہ یہ نفخہ موقف یعنی عرفات کے میدان میں ہوگا اور تیسرے نفخہ کے بعد ہوگا جو نفخہ بعث یعنی دوبارہ زندہ کرنے والا نفخہ ہوگا اور جس کے سبب سے لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر میں پہنچیں گے۔ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (سورۂ زمر، پ ٢۴، ع ٧، آیت ٦٨)

ترجمہ: پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعتہ سب کے سب کھڑے ہو جائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔

چوتھا دھماکہ ......اسی چوتھے نفخہ کو نفخہ صعق بھی کہا جاتا ہے (نفخہ کے معنی پھونک اور پھونک مارنے کے ہیں۔ صعق یا صعقہ کے معنی گرج اور کڑک یا ہولناک چیخ اور آواز کے ہیں۔ لہٰذا نفخہ صعق کے معنی ہوں گے صور میں ماری جانے والی ایسی پھونک جس سے ایک بھیانک گرج اور کڑاکا پیدا ہو یا ہولناک چیخ نکلے) اس چوتھے نفخہ کو نفخہ صعق اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس آواز کی وجہ سے اس وقت تمام آسمان و زمین والوں پر ایک غشی کی

حالت طاری ہو جائے گی جو موت کی جیسی غشی ہو گی پھر اس حالت سے سب سے پہلے جس کو افاقہ ہو گا وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہو گی۔ آنحضرت ﷺ اس وقت بیدار ہونے کے بعد دیکھیں گے کہ موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ اودھر اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گزرا ہے کہ میں پہلا آدمی ہوں گا جو زمین سے برآمد ہوں گا اور میں ہی سب سے پہلے اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں دیکھوں گا کہ میں موسیٰ کے ساتھ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑا ہوں۔ اب اس تفصیل کی روشنی میں یوں کہنا چاہئے کہ اس روایت میں کسی راوی کی طرف سے خلط ملط ہو گیا ہے۔

لہٰذا اب اس پر پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ۔ "اب میں نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے بھی پہلے اٹھ چکے ہوں گے یا وہ ان میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما دیا ہو گا۔" یہ اس سے پہلے کا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی کہ علی الاطلاق آپ ﷺ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو زمین سے نکلیں گے۔ لیکن عرش تک موسیٰ آپ ﷺ سے پہلے پہنچ جائیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ اہل بقیع کے نکلنے اور مکہ والوں کے آنے کا انتظار فرما رہے ہوں گے۔ یہ بات قابل غور ہے۔

پل صراط و جنت اور آپ ﷺ کا شرف...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہو گا کہ پل صراط پر سے گزرنے والے سب سے پہلے شخص آپ ﷺ ہوں گے۔ نیز سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے بھی آپ ﷺ ہی ہوں گے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں میں کے فقراء اور مساکین ہوں گے۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ ہی کو وسیلہ اور تقرب کا مقام حاصل ہو گا جو جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں کسی کو کوئی چیز آنحضرت ﷺ کے وسیلہ کے بغیر نہیں ملے گی۔ نیز یہ کہ جنت میں سوائے آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن کے کوئی دوسری کتاب نہیں پڑھی جائے گی اور یہ کہ جنت میں سوائے آپ ﷺ کی زبان کے کسی دوسری زبان میں بات چیت نہیں ہو گی۔

چوتھی قسم اور آپ ﷺ کے فضائل...... اس چوتھی قسم میں کچھ خصوصیات وہ ہیں جن میں آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے انبیاء بھی شریک ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اور آپ ﷺ اسے پکاریں تو اس پر واجب ہے کہ وہ زبان سے بھی اور عمل سے بھی آپ ﷺ کو جواب دے چاہے وہ عمل کثیر ہی کیوں نہ ہو (جس سے عام حالات میں نماز فاسد ہو جاتی ہے) لیکن رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے اس شخص کی نماز باطل نہیں ہو گی (شافعی مسلک۔) برخلاف آپ ﷺ کے سوا دوسرے پیغمبروں کے کہ اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کو مطلقاً گناہوں سے امان اور تحفظ ہے چاہے وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، ارادی ہوں یا بھول چوک کے۔ اسی طرح مثلاً آپ کو جماہی نہیں آتی تھی، نیز احتلام نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ دونوں چیزیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کی قضاء حاجت کا اثر زمین پر باقی نہیں رہتا تھا بلکہ زمین اس کو نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

اندھیرے میں بینائی کی خصوصیت...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھ سکتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ مگر ایک دوسری روایت کی روشنی میں یہ بات مشکل ہو جاتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت اُمّ سلمہؓ سے شادی کے بعد رسول

اللہ ﷺ ان کے ساتھ عروسی منانے کے لئے تشریف لے گئے تو رات کا وقت تھا اور حجرہ میں اندھیرا تھا (حضرت اُمّ سلمہؓ کے ساتھ ان کے پہلے شوہر سے پیدا ہوئی بچی بھی تھی) آنحضرت ﷺ جب اندھیرے میں کمرے کے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا قدم مبارک بچی کے اوپر پڑ گیا جس سے وہ رو پڑی۔ پھر اگلی رات بھی آنحضرت ﷺ اندھیرے ہی میں حجرہ کے اندر تشریف لے گئے لیکن آپ ﷺ نے اس وقت اندر داخل ہوتے ہوئے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنا کہیں میرا پیر نہ پڑ جائے (۔اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی عام آدمی کی طرح اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتے تھے) حضرت اُمّ سلمہؓ کی اس بچی کا نام زینب تھا اور یہ حبشہ میں ابو سلمہؓ کے یہاں پیدا ہوئی تھی (۔ابو سلمہؓ اُمّ سلمہ کے شوہر کا لقب تھا)

ایک دن زینبؓ جب کہ یہ ابھی کم عمر بچی ہی تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس حجرے کے اندر چلی گئیں۔ آنحضرت ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے تھوڑا سا پانی ان کے چہرے پر ٹپکا دیا۔ اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ بوڑھی ہونے کے بعد بھی جب کہ ان کی عمر تقریباً سو سال ہو چکی تھی ان کے چہرے پر شباب کی سرخی چمکتی تھی۔

پشت کی طرف بینائی کی خصوصیت...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنی پشت کی طرف بھی اسی طرح دیکھ سکتے تھے جس طرح آپ ﷺ سامنے کی طرف اور دائیں بائیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ۔ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ چنانچہ ایک قول بھی ہے کہ پشت پر آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں جو سوئی کے ناکے جیسی تھی۔ آپ دیکھ سکتے تھے اور جسم کے اوپر کے کپڑے ان آنکھوں کی بینائی کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پشت پر جو چیز بھی ہوتی تھی اس کا عکس آپ ﷺ کے سامنے کی دیوار میں اس طرح ابھر آتا تھا جیسے آئینہ میں ابھرتا ہے۔ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات صرف نماز کے حالت میں ہی مخصوص تھی (کہ آپ ﷺ پشت کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتے تھے) اکثر روایات کا ظاہری مطلب یہی ہے۔ نیز جب کہ یہ نماز کسی دیوار کے سامنے پڑھی جائے۔ یہ اختلاف قابل غور ہے۔

آپ ﷺ ہی کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ ثریا کے جھرمٹ میں بارہ ستاروں کو دیکھ سکتے تھے جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگ اگر گہری نظر سے دیکھیں تو نو ستاروں سے زیادہ نہیں دیکھ سکتے تھے!۔

امت محمدی ﷺ کی خصوصیات...... رسول اللہ ﷺ کی اس امت کو بھی کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو اس سے پہلے کی کسی امت میں موجود نہیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ یہ خیر الامم یعنی تمام امتوں میں بہترین امت ہے۔ نیز یہ کہ یہ امت تمام مخلوقات میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۱۲، آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

عبادات اور اس امت کی خصوصیات...... حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں میں منتخب اور پسند فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات میں اس کی طرف نظر فرماتا ہے۔ اس امت کو احکام کے معاملے میں اجتہاد کی نعمت دی گئی ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے توریت اور انجیل جیسی پرانی کتابوں میں اس امت کا ذکر نمایاں طور پر فرمایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔ اس کو پانچ نمازیں دی گئیں۔ یعنی گذشتہ تفصیل

کے مطابق سب کی نمازیں اس کو یکجا طور پر عطا فرمادی گئیں۔ اور یہ کہ اس کو عشاء کی نماز دی گئی۔ چنانچہ ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تمہیں اس نماز یعنی نماز عشاء کے ذریعہ دوسری تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے تم سے پہلے کسی امت نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی۔ اس بارے میں جو شبہ ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو تکبیر کے ذریعہ نماز کے افتتاح اور آغاز کی نعمت دی گئی۔ نیز یہ کہ اس امت کو کلمہ آمین دیا گیا ہے۔ یعنی دعا کے بعد کہا جانے والا کلمہ آمین دیا گیا کیونکہ تم سے پہلی امتوں میں کسی کو یہ کلمہ نہیں دیا گیا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کو یہ کلمہ دیا ہو اس لئے کہ موسیٰؑ جب دعا کیا کرتے تھے تو ہارونؑ آمین کہا کرتے تھے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد جو آمین ہے وہ سب کے نزدیک متفقہ طور پر قرآن کریم کا جز نہیں ہے۔

اسی طرح اس امت کو ڈھیلے سے استنجاء کرنے کی اجازت دی گئی۔ نیز اذان، تکبیر اور نماز کے دوران رکوع دیا گیا۔ جہاں تک حضرت مریمؑ کے لئے حق تعالیٰ کے ارشاد کا تعلق ہے جو قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (سورۃ آل عمران، پ ۳، ع ۴، آیت ۴۳)

ترجمہ اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

اس ارشاد میں رکوع سے مراد عاجزی اور ذلت و خواری ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ رکوع کی اس امت کی خصوصیت ماننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے کلمہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ بھی صرف اسی امت کو دیا گیا ہے۔ نیز اعتدال کی حالت پر اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ الخ بھی اسی امت کو عطا کیا گیا ہے۔

جماعت، دوگانہ عید اور نماز قصر...... اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے نماز میں کلام اور بات کرنا حرام کیا گیا نہ کہ روزے میں جبکہ دوسری امتوں کے ساتھ معاملہ اس کے برعکس تھا، نیز اس کو نماز کے لئے جماعت کا پابند کیا گیا اور اس میں صف بندی کی نعمت دی گئی جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں۔ ایسے ہی صرف اسی امت کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں دی گئیں۔ نیز چاند گرہن اور سورج گرہن کی نمازیں دی گئیں۔ خشک سالی میں استسقاء کی نماز دی گئی اور نماز وتر دی گئی۔ نیز سفر کے دوران قصر کی نماز اور گذشتہ روایت کی بنیاد پر سفر میں جمع بین الصلاتین کی سہولت دی گئی (یعنی اس طرح کہ ایک نماز کا وقت آخر ہو رہا ہو اس وقت اسے پڑھا اور جبھی دوسری نماز کا وقت شروع ہوا تو اسے اول وقت میں پڑھ لیا) اسی طرح بارش اور بیماری کے وقت جمع بین الصلاتین کی سہولت دی۔ یہ اس قول کی بنیاد پر ہے جسے علماء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور ان میں میرے (یعنی علامہ حلبیؒ کے) والد بھی ہیں۔

نماز خوف و ماہ رمضان...... اسی طرح یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے کہ اسے خوف اور شدت مصیبت میں اس کے ازالہ کے لئے ایک نماز دی گئی جسے نماز خوف کہا جاتا ہے۔ نیز گذشتہ قول کی بنیاد پر صرف اسی امت کو رمضان یعنی روزوں کا ایک مہینہ دیا گیا اور اس مہینے میں مختلف نعمتیں دی گئیں جن میں سے ایک شیاطین کی بندش ہے۔ اس بارے میں ایک سوال کیا گیا کہ رمضان کے مہینے میں جب فتنہ و فساد اور قتل و خون ہو تا رہا ہے تو شیاطین کو مقید کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

رمضان میں شیطان کی قید...... اس اعتراض کے چار جواب دیئے گئے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ فساد کم سے کم ہو، یہ نہیں ہے کہ اس سے فساد بالکل ختم ہو جائے گا۔ یہ سوال و جواب میری

کتاب "اسعاف الاخوان فی شرح غایۃ الاحسان میں مذکور ہیں۔ یہ کتاب میں نے روزوں کے زمانے میں لکھی تھی اور روزوں ہی کے متعلق احکام اس میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ خصوصیت کہ جب روزہ افطار کیا جاتا ہے تو فرشتے افطار کرنے والوں کے لئے دعاء کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ کہ زوال کے بعد روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔ اس میں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ یہ صورت صرف رمضان ہی کے لئے خاص نہیں ہے۔ نیز یہ کہ اس مہینے میں سال کے شروع سے آخر تک جنت کو سجایا جاتا ہے۔ نیز اسی مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینے کی پہلی شب میں آسمان کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس مہینے کی آخری رات میں اس امت کے لوگوں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔

عقیقہ، جمعہ، شب قدر و اختلاف مذہب...... نیز یہ کہ اسی امت کو نو مولود لڑکی کے لئے بھی عقیقہ کی سنت دی گئی۔ عمامہ یعنی پگڑی میں شملہ دیا گیا۔ (مراد ہے وہ پلہ جو عمامے کے پیچھے لٹکایا جاتا ہے) اسی طرح اس امت کو وقف کا طریقہ اور موت کے وقت تہائی مال میں وصیت کی اجازت دی گئی نیز گناہوں سے مغفرت کے لئے استغفار کی دولت دی گئی۔ اسی طرح گناہوں پر ندامت اور پچھتاوے کو توبہ بنا دیا گیا۔ نیز جمعہ کی نماز دی گئی اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی دی گئی کہ اس وقت جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح شب قدر بھی اسی امت کی خصوصیت ہے۔ اسی امت کو سحری دی گئی۔ فطرہ کی ادائیگی میں جلدی کرنا بھی اسی امت کی خصوصیت ہے۔ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی دعاء بھی اسی امت کی خصوصیت ہے۔ نیز لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کی دعا بھی صرف امت محمدی کو ہی عطا فرمائی گئی ہے۔ نیز ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا جیسے قتل خطا یعنی غلطی سے کسی کی جان لینے پر قصاص ہوتا تھا یا گناہ کے تصور پر پکڑ تھی یا زبردستی کرائے گئے گناہ پر سزا و عذاب کا معاملہ تھا۔ نیز یہ کہ اس امت کے کسی مسئلہ پر متفق ہو جانے کو حجت اور دلیل قرار دیا گیا کیونکہ یہ اس کی خصوصیت ہے کہ یہ امت (یعنی اس امت کے علماء) کسی گمراہی یعنی حرام بات پر متفق نہیں ہو سکتے اسی طرح اس امت کو یہ خصوصیت دی گئی کہ اس کے علماء کا اختلاف رحمت ہے جبکہ اس سے پچھلی امتوں کا اختلاف ہمیشہ عذاب کی نشانی ہوا کرتا تھا۔ یہاں امت کے علماء سے مراد مجتہدین ہیں جیسا کہ علامہ بیہقیؒ نے یہ مراد ظاہر کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کا اختلاف رحمت ہے۔ لہذا صحابہ پر ان غیر صحابہ کو بھی قیاس کیا جائے گا جو اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصولیوں اور فقہاء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ مگر جستجو اور کوشش کے باوجود یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کس نے پیش کی ہے۔ البتہ قاسم ابن محمد سے ان الفاظ میں یہ حدیث ملتی ہے کہ۔ امت محمدی کا اختلاف رحمت ہے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں شاید راوی نے یہ حدیث محدثین کی ایسی کتابوں سے نکالی ہے جو ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔

علم حدیث، قطب و ابدال...... اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے طاعون (پلیگ) کی بیماری رحمت بنا دی گئی جبکہ پچھلی امتوں کے لئے یہ بیماری ایک عذاب تھی۔ نیز اس امت کو اسناد یعنی حدیث کی سند رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی خصوصیت دی گئی۔ علامہ ابو حاتم رازیؒ کہتے ہیں جب سے اللہ

تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا اس وقت سے آج تک دنیا کی کسی امت میں ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں نے اپنے نبیوں کے اقوال کو محفوظ رکھا ہو اور نسل در نسل ایک سے دوسرے تک پہنچاتے رہے ہوں سوائے اس امت محمدی کے (کہ اس نے حدیث کا باقاعدہ فن ایجاد کیا اور تمام احادیث کو سند کے ساتھ محفوظ کیا) یہاں تک کہ ایک شخص ایک روای کی حدیث تیس تیس یا اس سے بھی زیادہ طریقوں یعنی سندوں کے ساتھ لکھتا اور بیان کرتا ہے۔ نیز یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس میں اقطاب (یعنی قطب،) انجاب، اوتاد جنہیں عمد بھی کہا جاتا ہے۔ ابدال، اخیار اور عصب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد کے متعلق روایتیں مختلف ہیں (کہ کل ابدال کتنے رہتے ہیں) لیکن اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چالیس ہوتے ہیں۔ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چالیس مرد ہوتے ہیں اور چالیس عورتیں ہوتی ہیں۔ جب بھی ان میں سے کوئی مرد مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدل میں کسی دوسرے شخص کو متعین فرمادیتا ہے۔ اسی طرح جب ان میں سے کوئی عورت مرتی ہے تو حق تعالیٰ اس کے بدل میں اس کی جگہ کسی دوسری عورت کو مقرر فرمادیتا ہے (اسی وجہ سے ان کو ابدال کہا جاتا ہے) پھر جب حکم خداوندی ہوگا تو ان سب کو موت دے دی جائے گی اور اسی وقت قیامت واقع ہو جائے گی۔

کہاں کتنے ابدال ہیں...... فضل ابن فضالہ سے روایت ہے کہ ملک شام کے شہر حمص میں پچیس ابدال رہتے ہیں۔ دمشق میں تیرہ اور شہر نیساں میں دو ابدال رہتے ہیں۔ حضرت حذیفہ ابن یمانی سے ایک روایت ہے کہ ملک شام میں تیس مرد ابدال رہتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ چالیس ایسے آدمی ہمیشہ دنیا میں رہتے ہیں جن کے قلب حضرت ابراہیمؑ کے قلب کے مطابق ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کو بربادی سے بچاتے ہیں۔ ان کو ابدال کہا جاتا ہے۔

ابدال وغیرہ کی تعداد اور صفات...... حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ روئے زمین کبھی ستر راست بازبزرگوں سے خالی نہیں ہو سکتی۔ وہ ابدال ہوتے ہیں۔ ان میں سے چالیس شام میں رہتے ہیں اور تیس باقی ساری زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین وصف جس شخص میں ہوں وہ ابدال میں سے ہے جن سے دنیا اور دنیا والوں کا قوام بنا ہوا ہے۔ اول صفت تقدیر اور مشیت خداوندی پر راضی ہوتا ہے۔ دوسرے اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر و پرہیز کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ غصہ صرف اللہ کے لئے کیا جائے۔ ابدال کی صفات کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ کہ ان کو جو بلند مرتبہ ملا ہے وہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ملا ہے، نہ ہی روزوں اور صدقات کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ بلکہ نفس کی صحیح تربیت، دلوں کی سلامتی اور اپنے اپنے اماموں یعنی بادشاہوں کو نصیحت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ ایک روایت کے مطابق۔ تمام مسلمانوں کو نصیحت پہنچانے کی وجہ سے ملا ہے۔ ابو سلیمان سے روایت ہے کہ ابدال ملک شام میں رہتے ہیں اور نجباء مصر میں رہتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ابدال شام میں رہتے ہیں اور نجباء مصر والوں میں سے ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نجباء کوفہ میں رہتے ہیں، عصب یمن میں رہتے ہیں، اخیار عراق میں رہتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ۔ عصب عراق میں رہتے ہیں۔

قطب، ابدال و غوث وغیرہ کے مقام...... بعض علماء سے روایت ہے کہ نقباء کی کل تعداد تین سو ستر

ہے ابدال کی تعداد چالیس ہے، اخیار سات ہوتے ہیں، عمد چار ہوتے ہیں اور غوث یعنی قطب ایک ہوتا ہے۔اس طرح نقباء کا مسکن اور ٹھکانہ غرب ہے۔ نجباء کا مسکن مصر ہے، ابدال کا مسکن شام ہے، اخیار ساری دنیا میں گھومتے رہتے ہیں۔ عمد کا مسکن زمین کے چاروں کھونٹ میں رہتا ہے اور غوث یعنی قطب کا مسکن مکہ مکرمہ رہتا ہے۔جب عام انسانوں کے معاملات میں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کے متعلق نقباء گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں، پھر نجباء دعاء کرتے ہیں، پھر ابدال کرتے ہیں، پھر اخیار کرتے ہیں پھر عمد کرتے ہیں، اگر ان میں سے کسی کی دعاء قبول ہو جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ پھر غوث یعنی قطب دعا کرتے ہیں۔ ابھی قطب کی دعاء ختم نہیں ہونے پاتی کہ اللہ کے یہاں قبول ہو جاتی ہے۔

حشر و نشر، پل صراط و اعزاز امت...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر نبی کو سات نجباء دیئے گئے۔ جو اس کے وزیر اور رفیق رہے لیکن مجھے چودہ نجباء دیئے گئے۔ یعنی حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر، علی، حسن، حسین، عبد اللہ ابن مسعود، سلمان، عمار ابن یاسر، حذیفہ، ابوذر، مقداد، بلال اور مصعب رضی اللہ عنھم۔ لیکن امام ترمذیؒ نے ان میں سے حذیفہ، ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنھم کا نام چھوڑ دیا ہے۔ نیز یہ کہ اس امت کے لوگ اپنی قبروں سے بغیر گناہوں کے نکلیں گے۔ کیونکہ مومنوں نے ان کے لئے جو استغفار کی ہوگی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو مٹادیں گے یہی امت سب سے پہلے زمین سے بر آمد ہوگی، اور میدان محشر میں یہ لوگ ایک اونچی جگہ پر جمع ہوں گے جہاں سے یہ دوسری امتوں کو بھی دیکھتے ہوں گے۔ اسی طرح سب سے پہلی اسی امت کا حساب و کتاب ہوگا اور تمام امتوں میں سب سے پہلے یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ نیز انبیاءؑ کی طرح اس امت کے ہر ہر شخص کو دو نور ملیں گے۔ اسی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ امت پل صراط پر سے بجلی کے ایک کوندے کی طرح گزر جائے گی اسی طرح یہ کہ اس امت کے لوگ ایک دوسرے کی شفاعت اور سفارش کریں گے۔ نیز یہ کہ ان کو اس عمل کا بھی ثواب ملے گا جو انہوں نے خود کیا اور اس عمل کا بھی ثواب ملے گا جو دوسروں نے ان کے لئے کیا۔ اسی طرح ایک راجح قول کے مطابق اس امت کو اسلام کی وجہ سے دوسرے انبیاء کو ان کی امتوں پر فضیلت اور امتیاز حاصل ہے جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہوا ہے کیونکہ سوائے انبیاء کے پچھلی امتوں میں کوئی بھی اسلام کا وصف نہیں رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ اعزاز صرف اسی امت کو حاصل ہے کہ اسے ایک ایسا وصف حاصل ہے جو صرف نبیوں کو حاصل تھا۔ یہ وصف اس امت کے اعزاز و اکرام کے لئے اس کو دیا گیا۔ چنانچہ حضرت زید ابن اسلم کہتے ہیں جو سلف صالحین میں سے ہیں اور قرآن پاک کے زبردست علماء میں سے ہیں کہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سوا کسی کا بھی ذکر اسلام کے ساتھ نہیں فرمایا۔ ایسی روایات کی جو اس قول کے خلاف نظر آتی ہیں تاویل کی گئی ہے۔

وضو اور خصوصیت امت...... نیز اس امت کو ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو انبیاء کو چھوڑ کر اس کے سوا کسی دوسری امت میں نہیں ہیں۔ ان خصوصیات میں سے مثلاً ایک وضو ہے کیونکہ سوائے انبیاء کے کسی نے وضو نہیں کی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک مرفوع حدیث ہے کہ توریت و انجیل میں اس امت کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ امت محمدی کے لوگ اپنے جسم کے اطراف کو پاک کیا کریں گے۔ بعض آثار میں ذکر کیا گیا کہ ان پر ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جیسے انبیاء پر فرض تھا۔ مگر پیچھے ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک دفعہ اعضاء دھو کر وضو کی اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے جس کے بعد

اللہ تعالیٰ کوئی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر آپ ﷺ نے اعضا کو دو دو مرتبہ دھو کر وضو کی اور فرمایا۔ یہ وہ وضو ہے۔ جو تم سے پچھلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے جو شخص دو دو دفعہ اعضاد ھو کر وضو کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر و ثواب عطا کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے تین تین بار اعضاد ھو کر وضو کی اور فرمایا۔ یہ میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے اور میرے دوست ابراہیم کا وضو ہے۔

حق شفاعت اور کار خیر کی جلد جزاء...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے معاملے میں پچھلی امتیں بھی اس امت کے ساتھ شریک ہیں (اور انہیں بھی یہ فضیلت حاصل تھی) البتہ اس امت کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ یہ وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھوتی ہے۔ اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ اسی طرح اس امت کی ایک خصوصیت ناپاکی دور کرنے کے لئے غسل کرنا ہے جیسا کہ ان لوگوں یعنی اس امت سے پہلے میں نبیوں کو اس کا حکم دیتا رہا ہوں۔ اسی طرح اس امت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ستّر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ نیز ان ستّر ہزار میں سے ہر ایک اپنے ساتھ ستّر ہزار افراد کو بھی اسی طرح جنت میں لے جائے گا (۔ی) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و بزرگی کی وجہ سے امت کے مشائخ و بزرگوں کی توقیر فرمائے گا۔ نیز یہ کہ اس امت کے لوگ جب اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے جہاد میں شریک ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ فرشتے بھی دین کی مدد کے لئے پہنچتے ہیں۔ اسی طرح ہر سال شب قدر میں فرشتے ان کے اوپر اترتے ہیں۔ انہیں سلام کرتے ہیں اور ان کے صدقات کھا کر اپنے شکم میں پہنچاتے ہیں اور اس پر ان کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ ایسے ہی اس امت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کو نیک کاموں کا اجر و ثواب بہت جلد دنیا میں بھی مل جاتا ہے جب کہ اسی عمل کا ثواب آخرت میں بھی جمع ہوتا رہتا ہے۔ جیسے صلہ رحمی کا عمل ہے یعنی رشتے داروں کی خبر گیری ہے کہ اس کا ثواب عمر بھر بڑھتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا اجر ملتا ہے۔

قبولیت دعاء کا وعدہ...... ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس امت کے لوگ جو دعاء مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ اس امت کو ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس کے علاوہ کسی کو نہیں دی گئی۔ وہ نعمت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد اور وعدہ ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (سورۂ مومن، پ ۲۴، ع ۶، آیت ۶۰)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

داؤدؑ سے اس امت کا ذکر...... جب کہ یہ ارشاد انبیاءؑ کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی نازل کی اور اس امت کے بارے میں فرمایا کہ اگر انہوں نے مجھ سے دعا مانگی تو میں اسے قبول کروں گا۔ یا تو وہ قبولیت فوری طور پر ظاہر ہو گی۔ یا یہ کہ ان پر سے مصیبت ہٹادی جائے گی اور یا یہ کہ آخرت میں ان کے لئے اجر و ثواب کا ذخیرہ کر دیا جائے گا۔

آسمانی کتب میں ذکر...... اسی طرح اس امت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ لوگ حیض والی عورت کے ساتھ ہمبستری یا اس جیسے کام کے سوا اور ہر طرح کا ملاپ کر سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصے کو چھوڑ کر اس کے باقی بدن کے ساتھ ملاپ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس امت کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں اس کے کیا اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان کو یہاں دہرانا غیر ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کی اولاد

خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی پہلی اولاد...... حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے یہاں قاسمؓ پیدا ہوئے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی پہلی اولاد تھے اور ان ہی کے نام سے آنحضرت ﷺ کا لقب ابوالقاسم بولا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دو سال زندہ رہے۔ ایک قول کے مطابق ڈیڑھ سال اور ایک قول کے مطابق اتنے بڑے ہونے تک زندہ رہے کہ چلنا سیکھ گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اونٹ گھوڑے وغیرہ پر بیٹھنے کے قابل ہوگئے تھے۔ مگر ایک قول ہے کہ صرف سات رات زندہ رہے۔ یہ آپ ﷺ کی اولاد میں آپ ﷺ کے ظہور سے قبل پہلے مرنے والے ہیں۔

آپ ﷺ کی بیٹیاں اور ان کی ترتیب...... پھر نبوت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے یہاں زینبؓ پھر رقیہؓ پھر فاطمہؓ اور پھر اُمّ کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ ایک قول کے مطابق صاحبزادیوں کی ترتیب یہ تھی کہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیٹی رقیہؓ تھیں پھر فاطمہؓ اور پھر اُمّ کلثوم ایک قول کے مطابق سب سے بڑی بیٹی رقیہؓ پھر زینبؓ پھر اُمّ کلثومؓ اور پھر فاطمہؓ تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلی بیٹی زینبؓ تھیں پھر رقیہؓ پھر اُمّ کلثومؓ اور پھر فاطمہ تھیں۔ بعض علماء نے اس ترتیب میں رقیہؓ کو فاطمہ کے بعد ذکر کیا ہے۔

بیٹوں کی تعداد، ترتیب و عمریں...... ظہور کے بعد آپ ﷺ کے یہاں عبداللہ پیدا ہوئے جن کو طیب و طاہر کا نام دیا گیا مگر ایک قول ہے کہ طیب و طاہر ان عبداللہ کے علاوہ دوسرے تھے وہ دونوں جڑواں بھائی تھے اور آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظہور سے پہلے جو دو بچے جڑواں پیدا ہوئے وہ طاہر اور مطہر تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظہور سے پہلے ہی اور ایک ہی پیٹ سے طیب اور مطیب بھی پیدا ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے یہاں عبد مناف پیدا ہوئے تھے لیکن یہ سب کے سب نبوت سے پہلے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ جہاں تک ان عبداللہ کا تعلق ہے جو ظہور کے بعد پیدا ہوئے وہ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی آخری اولاد تھے۔ اس روایت سے علامہ سہیلی کا وہ قول قابل غور بن جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ سب کے سب یعنی نرینہ اولاد نبوت کے بعد ہی پیدا ہوئے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں نبوت کے بعد سے مراد یہ ہے کہ نبوت کی علامتوں کے ظہور کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مگر اس جواب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبوت کی علامتیں تو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی سے بھی پہلے ظاہر ہونے لگی تھیں۔

بے نام و نشان کون...... ان عبداللہ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ ابن عاص کے باپ عاص ابن وائل نے کہا۔ یا ایک قول کے مطابق ابولہب نے کہا۔

"اب ان کی یعنی آنحضرت ﷺ کی نسل کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور یہ بے نام و نشان ہو گئے!"

اس کی وجہ یہ تھی کہ عربوں میں صرف نرینہ اولاد کا ہی ذکر کیا جاتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ (سورۂ کوثر، پ ۳۰، ع ۱، آیت ۳)

ترجمہ: بالیقین آپ ﷺ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

سورۂ کوثر کا نزول...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایسا لگا جیسے آپ ﷺ کو بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس بات پر ہنسے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ ﷺ نے اس کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ. إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ. (سورۂ کوثر، پ ۳۰)

ترجمہ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے (سو ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ ﷺ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ ﷺ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

یہ سورت مکی ہے یا مدنی...... یہاں روایت سے یہ بات واضح ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی (جبکہ گذشتہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی) اس سلسلے میں امام نوویؒ کا قول دیکھا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ اس سورت کو مدنی مانتے ہیں کیونکہ انہوں نے لکھا ہے۔ ممکن ہے إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ مکہ میں نازل ہوئی ہو اور سورت کا بقیہ حصہ مدینہ میں نازل ہوا ہو۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ سورت کے اکثر حصے کو سورت ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن میں نے کتاب اتقان میں دیکھا کہ جو سورتیں پوری کی پوری ایک ساتھ نازل ہوئیں ان میں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ کوثر ہیں۔ ادھر امام رافعیؒ اس سورت کے نیند اور اونگھ میں نازل ہونے پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی تھی بلکہ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ سورت اسی اونگھ کی حالت میں نازل ہوئی تھی، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ نیند کی حالت میں بھی جو کچھ حضور ﷺ پر آئے وہ وحی ہوتا ہے کیونکہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ مگر یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ زیادہ مناسب یہ کہنا ہے کہ قرآن پاک پورا کا پورا بیداری کی حالت میں نازل ہوا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو آنحضرت ﷺ کو نیند کی حالت میں سورۂ کوثر کا خیال آیا تھا جو آپ ﷺ پر اس سے پہلے بیداری کی حالت میں نازل ہو چکی تھی (لہٰذا آپ ﷺ نے اس وقت اسے پڑھ کر سنایا) مگر اس تفصیل میں ایک شبہ رہ جاتا ہے کہ حدیث کے مطابق آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا لفظ ابھی سے یہ ساری تفصیل غلط ہو جاتی ہے (۔ مگر اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ لفظ ابھی راوی کی غلطی سے حدیث میں شامل ہو گیا ہو بہر حال اس سے یہ ظاہر ہوا کہ امام رافعیؒ کے نزدیک یہ سورت مکہ ہی میں نازل ہوئی تھی) پھر وہ کہتے ہیں کہ یا پھر اس حدیث میں اونگھ کی جس حالت کا ذکر ہے اس سے اونگھ کے بجائے وہ حالت مراد ہوگی جو وحی نازل ہونے کے وقت آنحضرت ﷺ پر طاری ہو جاتی تھی۔ میں نے اس سلسلے میں علامہ جلال سیوطیؒ کی بحث دیکھی۔ کتاب اتقان میں انہوں نے علامہ رافعیؒ کی پہلی بات پر اشکال کیا ہے لیکن دوسری بات کو پسند کیا ہے کہ نیند سے مراد نزول وحی کے وقت کی کیفیت و حالت ہو۔

بیٹوں کی موت پر کفار کے طنز...... کتاب مواہب میں ہے کہ ایک روز حرم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر عاص ابن وائل کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ دونوں وہیں باتیں کرنے لگے۔ اس وقت

قریشی سردار حرم میں بیٹھے ہوئے تھے۔اس کے بعد جب عاص مسجد حرام میں آیا تو قریش نے اس سے پوچھا کہ وہ کون تھا جس سے تم باتیں کر رہے تھے؟اس نے کہا وہی بے نام و نشان آدمی تھا۔ مراد ہیں آنحضرت ﷺ کیونکہ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی جو نرینہ اولاد تھی وہ سب فوت ہو چکی تھی۔ غرض اس پر حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور اس کی بات اس آیت کے ذریعہ اسی پر لوٹادی کہ آپ ﷺ کا دشمن خود ہی بے نام و نشان ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا دشمن اور آپ ﷺ سے بغض رکھنے والا خود ہی ذلیل و خوار ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سے عناد رکھنے والا خود ہی بے نام و نشان ہو جائے گا یا تو اس طرح کہ ہر خیر اس سے دور رہے گی اور یا اس طرح کہ اس کے اور اس کی اولاد کے درمیان کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا کیونکہ اسلام ان کے درمیان حائل ہو جائے گا اور اس کے اور اس کی اولاد کے درمیان کوئی وراثت نہیں رہے گی (مقصد یہ ہے کہ اپنے کفر کی وجہ سے عاص ہر خیر سے محروم رہے گا اور بے نشان ہو جائے گا اور یا یہ مراد ہے کہ عاص کافر ہے لیکن اس کی اولاد مسلمان ہو گی اور اس طرح اس کا اور اس کی اولاد کا آپس میں کوئی تعلق اور وراثت کا سلسلہ نہیں ہو گا لہٰذا یہ اولاد ہونے کے باوجود خود بے نام و نشان ہو جائے گا) چنانچہ اب یہ اعتراض بھی باقی نہیں رہتا کہ عاص اور ابو لہب کیسے بے نام و نشان ہو سکتے تھے جب کہ دونوں کے نرینہ اولاد تھی۔عاص کے دو بیٹے تھے عمرو اور ہشام رضی اللہ عنہما اور ابو لہب کے بھی دو بیٹے تھے عتبہ اور معتبد رضی اللہ عنہما۔

اولاد کے عقیقے......ایک قول ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ہر دو بیٹوں کے درمیان ایک سال کا وقفہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے یہاں اگر لڑکا ہوتا تھا تو وہ اس کا عقیقہ دو بکریوں سے کرتی تھیں اور اگر بیٹی ہوتی تھی تو ایک بکری سے کرتی تھیں۔وہ بچوں کے لئے دودھ پلانے والیوں کو طلب کیا کرتی تھیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا (سورۂ شوریٰ،پ ۲۵،ع ۵، آیت ۴۹)

ترجمہ:اور جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ وغیرہ لکھتے ہیں۔ جیسے لوط علیہ السلام تھے کہ ان کے صرف بیٹیاں ہوئیں نرینہ اولاد نہیں تھی۔

وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (سورۂ شوریٰ،پ ۲۵،ع ۵، آیت ۴۹)

ترجمہ:۔اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے

جیسے ابراہیم علیہ السلام تھے کہ ان کے کوئی بیٹی نہیں ہوئی۔

أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا (سورۂ شوریٰ،پ ۲۵۔ع ۵۔ آیت ۵۰)

ترجمہ:یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔

جیسے آنحضرت ﷺ (کہ آپ کو دختری اور نرینہ دونوں قسم کی اولادیں عطا فرمائی گئیں)

وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (سورۂ شوریٰ،پ ۲۵،ع ۵، آیت ۵۰)

ترجمہ:اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

جیسے یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے کہ ان دونوں کے اولاد ہی نہیں تھی۔

بیٹی زینبؓ کی شادی......غرض آنحضرت ﷺ کی اولاد کرام میں حضرت زینبؓ کی شادی ان کی خالہ کے

بیٹے عاص ابن ربیع سے ہوئی تھی۔ یہ عاص ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا جو حضرت خدیجہؓ کی سگی بہن تھیں۔ جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ بعض علماء نے ہالہ کے بجائے عاص کی ماں کا نام ہند ذکر کیا ہے۔ (قال) یہ ہالہ بنت خویلد صحابیات میں سے ہیں مگر ہند کے اسلام کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے ممکن ہے یہ ہالہ اور ہند دونوں ایک ہی ذات کے نام ہوں یعنی ان میں سے ایک نام ہو اور دوسرا لقب ہو۔

ماریہؓ سے ابراہیمؓ کی پیدائش و عقیقہ ...... پھر ۸ھ میں آنحضرت ﷺ کے یہاں آپ ﷺ کی باندی ماریہ قبطیہؓ سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ماریہؓ کو بہت پسند فرماتے تھے کیونکہ ان کا رنگ سرخ و سفید تھا اور وہ نہایت خوبصورت تھیں۔ ان سے آپ ﷺ کے یہاں ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے ساتویں دن دو بھیڑوں کے ذریعہ ان کا عقیقہ کیا۔ ان کا سر منڈایا اور بالوں کے برابر چاندی مسکینوں کو صدقہ کی بچے کے بال آپ ﷺ کے حکم پر زمین میں دفن کر دیئے گئے۔

حضرت عائشہؓ کو شدید غیرت ...... حضرت ماریہؓ کے یہاں بچہ کی پیدائش پر آنحضرت ﷺ کی دوسری ازواج کو بہت غیرت آئی اور آپ ﷺ ان سے خوش بھی رہے مگر حضرت عائشہؓ کی غیرت کچھ زیادہ ہی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ذرا اس کی صورت شکل دیکھو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا خاص بات ہے جسے دیکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی رنگت کی سفیدی اور پُر گوشت بدن ہی دیکھ لو۔ اس بچے کی دایہ کے فرائض حضرت سلمٰیؓ نے انجام دیئے جو آنحضرت ﷺ کی باندی تھیں۔ اس سے پہلے سلمٰی آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی باندی تھیں۔ پھر حضرت صفیہؓ نے انہیں آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ یہ سلمٰی حضرت ابورافع کی بیوی تھیں۔ ابورافع بھی آنحضرت ﷺ کے غلام تھے۔ اس سے پہلے یہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ پھر انہوں نے انہیں آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان کا نام ابراہیم تھا اور یہ مصر کی قبطی نسل سے تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ کسی دوسری نسل سے تھے۔

دایہ سلمٰی اور ان کے شوہر ابورافع ...... جب ایک دن انہوں نے آنحضرت ﷺ کو آکر خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مسلمان ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی شادی اپنی مذکورہ باندی حضرت سلمٰی سے کر دی تھی۔ ایک قول ہے کہ ابورافع سعید ابن عاص کے غلام تھے۔ سعید کے بعد یہ ترکہ میں اس کے بیٹوں کو ملے۔ ان کی تعداد آٹھ تھی۔ لہٰذا سوائے خالد کے باقی سات بیٹوں نے ان کو آزاد کر دیا۔ خالد نے ان میں کے اپنے حصہ کو آزاد نہیں کیا۔ آخر آپ ﷺ نے خالد سے بات کی کہ یا تو وہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیں یا اس حصے کو بیچ دیں اور یا وہ حصہ آپ ﷺ کو ہبہ کر دیں۔ سعید نے آخری صورت پر عمل کیا اور اپنا حصہ آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا اور آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ایک قول ہے کہ یہ سب آنحضرت ﷺ نے ابورافعؓ کی درخواست پر کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ابورافع مدینہ کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے رہے ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت میں امیر المومنین کے کاتب اور خزانچی تھے۔

ابراہیمؓ کی ولادت پر آپ ﷺ کی خوشی ...... غرض ابراہیمؓ کی پیدائش کے بعد سلمٰی وہاں سے اپنے شوہر ابورافعؓ کے پاس گئیں اور ان کو اطلاع دی کہ ماریہ قبطیہؓ نے آپ ﷺ کے صاحبزادے کو جنم دیا ہے ابورافعؓ فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک غلام ہبہ کیا۔

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک کر کے اپنی تمام بیویوں کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک کے یہاں آپ ﷺ نے ایک ایک غسل کیا۔ ابورافع کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ﷺ نے سب سے فارغ ہو کر ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بات یعنی ہر جگہ غسل سے فارغ ہو لینا زیادہ پاکیزگی کی بات تھی۔

بچے کے نام اور دودھ پلانے کا تقرر...... غرض آنحضرت ﷺ نے اسی دن اپنے ان صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا۔ یعنی ان کی پیدائش ہی کے دن ان کا نام تجویز فرمادیا۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ساتویں دن ان کا نام تجویز فرمایا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے صاحبزادے کو اُمّ بردہ خولہ بنت منذر ابن زید انصاری کے سپرد کیا تاکہ وہ انہیں دودھ پلائیں۔ یہ خولہ حضرت براء ابن اوس کی بیوی تھیں۔ ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے اس کے معاوضہ میں ان کو کھجور کے باغ کا ایک قطعہ عنایت فرمادیا۔ حضرت اُمّ بردہ خولہ حضرت ابراہیمؑ کو بنی مازن میں لے جاکر دودھ پلایا کرتی تھیں اور پھر واپس مدینہ لے آتی تھیں۔ اودھر رسول اللہ ﷺ خود چل کر ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ اُمّ بردہ کے گھر میں جاکر بچے کو گود میں لیتے پیار کرتے اور پھر وہاں سے واپس آجاتے۔

ابراہیمؑ کی وفات اور نبی کو صدمہ...... جب ابراہیم کا وقت آخر ہونے لگا اور آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ اپنی ماں کی گود میں دم توڑ رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا اے ابراہیم اللہ کی اس تقدیر کے معاملے میں ہم تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔

"یہ کہتے کہتے آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم بہت غمگین ہیں۔ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل مغموم ہے لیکن مگر ایسی باتیں نہیں کریں گے جو خداوند تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں کیونکہ اس نے ہمیں چیخنے (اور چلّا کر ماتم و نوحہ کرنے) سے منع فرمایا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ دل اداس ہے مگر ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے جو پروردگار کو ناراض کرنے والی ہو۔ اگر یہ وقت ہر ایک کے لئے سچا نہ ہوتا اور سب کو یکجا کرنے والا نہ ہوتا تو ہم میں سے بعد کے لوگ اپنے سے پہلوں کے پیچھے پیچھے جائیں گے تو ابراہیم ہم تم پر اتنا غم کرتے کہ کبھی کسی پر نہ کیا گیا ہو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر یہ ایک پروردگار کا حکم اور ایک سچا وعدہ نہ ہوتا اور سب کا مشترک راستہ نہ ہوتا تو ہم تم پر زبردست اور اس سے زیادہ غم کرتے۔ ابراہیم ہم تمہاری وجہ سے مغموم ہیں۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ ابراہیم ہم تمہارے فراق میں غمزدہ ہیں۔"

چشم نبوت میں آنسو مگر نوحہ کی ممانعت...... سیرین سے روایت ہے کہ جب ابراہیم پر موت طاری ہو گئی تو جوں ہی میں نے اور میری بہن نے چیخ اور آوازوں کے ساتھ رونا چاہا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ خود رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے علم کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہایا ہی کرتی ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا خود آپ ﷺ ہی نے رونے سے منع نہیں فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"نہیں بلکہ میں نے دوسری دو احمقانہ چیخ پکار سے منع کیا ہے۔ ایک تو مصیبت کے وقت کی چیخ پکار کہ آدمی اپنا منہ نوچنے لگے کپڑے پھاڑ ڈالے اور شیطانی انداز میں نوحہ و شیون کرنے لگے اور دوسری وہ چیخ پکار جو

آدمی لہو ولعب اور گانے بجنے کے وقت کرتا ہے۔ لیکن یہ رونا رحم اور نرم دلی کی علامت ہے اور جو دوسرے پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

صدمہ کی شدت اور صبر...... کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کا رخ پہاڑ کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے اس خبر پر پہاڑ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے پہاڑ اگر ایسا سانحہ اور المناک واقعہ تیرے ساتھ پیش آیا ہوتا جو میرے ساتھ آیا ہے تو یقیناً تو گر جاتا مگر انا للہ و انا الیہ راجعون ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ اس وقت حضرت اسامہؓ چیخ کر روئے تو آپ ﷺ نے فوراً ان کو روکا انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خود آپ ﷺ کو بھی روتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ رونا رحم اور نرم دلی کی علامت ہے لیکن چیخنا شیطانی عمل ہے۔

صدمہ پر اشکباری رحمت و سنت ہے...... (اسی ذیل میں ایک واقعہ ہے) سلیمان ابن عبدالملک بنی امیہ کا مشہور خلیفہ ہے۔ جب سلیمان کے بیٹے کا انتقال ہوا (تو خلیفہ کو بے حد صدمہ ہوا مگر وہ ضبط کرتا رہا) آخر وہ اپنے ولی عہد عمر ابن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ غم صدمہ کی وجہ سے میرا جگر کٹا جا رہا ہے اور ایسی آگ سی لگی ہوئی ہے جو آنسوؤں کے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوگی حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے فرمایا :- امیر المؤمنین اللہ کو یاد کیجئے اور صبر کیجئے۔ اس کے بعد خلیفہ اپنے وزیر رجاء کی طرف متوجہ ہوا تو رجاء نے اس سے کہا امیر المومنین آنسوؤں کو بہہ جانے دیجئے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں بھی اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی موت پر ڈبڈبا گئی تھیں۔ یہ سن کر سلیمان ابن عبدالملک نے ضبط کے بندھن توڑ ڈالے اور رو پڑا یہاں تک کہ دل کی بھڑاس نکل گئی پھر کہنے لگا اگر میں ان آنسوؤں کو بہہ جانے نہ دیتا تو میرا جگر پھٹ جاتا۔ اس روز کے بعد سلیمان پھر کبھی نہیں رویا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ :-

فِی اِفَاضَۃِ الْکَئِیْبِ لِدَمْعَتِہٖ
مَایُذْھِبُ مِنْ لَوْعَتِہٖ

ترجمہ: غمزدہ آدمی اگر اشکبار ہو اور اس کے ذریعہ اپنی بے چینی کو دور کرے

وَفِی اِرْسَالِہٖ لِعَبْرَتِہٖ
مَایُعِیْنُہٗ عَلٰی سَلْوَتِہٖ

ترجمہ: تو بلاشبہ گریہ و بکا میں تسلی کا سامان ہے

ابراہیمؓ کی عمر اور تدفین...... ابراہیمؓ کا انتقال ۱۰ھ میں ہوا۔ ان کی عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ ایک سال دس مہینے چھ دن عمر ہوئی اور ایک قول کے مطابق اٹھارہ مہینے کی عمر ہوئی۔ ان کا انتقال اپنی دودھیاری حضرت اُمّ بردہ کے پاس ہی ہوا۔ اُمّ بردہ نے ہی ان کو غسل دیا اور اپنے سامنے کے پلنگ پر اٹھا کر لٹا دیا۔ ایک روایت ہے کہ ابراہیمؓ کو حضرت فضل ابن عباس نے غسل دیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو پلنگ پر لٹایا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق حضرت فضل ابن عباسؓ نے ان کو غسل دیا پھر انہوں نے اور حضرت اسامہ ابن زیدؓ نے ان کو قبر میں اتارا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور قبر پر ایک علامت لگائی۔ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔ مگر اس روایت میں یہ اشکال ہے کہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کی قبر پر بھی پانی چھڑکا گیا تھا جو ابراہیمؓ سے پہلے کے ہیں جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

بچے کی نماز جنازہ...... رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز پڑھائی تھی اور اس میں چار تکبیریں کہی تھیں۔ مگر ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر نماز نہیں پڑھی تھی نہ کسی اور نے پڑھی۔ اس بارے میں علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ ابراہیمؓ کی نماز جنازہ پڑھنے کا قول جمہور علماء کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ جہاں تک حضرت عائشہؓ کی اس روایت کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی اس کے متعلق علامہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ تمام جمہور علماء کا اس قول پر اتفاق ہے کہ بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اگر پیدائش کے بعد رونے کی آواز آجائے یہی عمل ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ امام احمد حضرت عائشہؓ کی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت منکر روایت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ اپنے بچوں کی نماز جنازہ پڑھو کیونکہ وہ تمہارے لئے آخرت کا ذخیرہ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں آتا ہے کہ اگر پیدا ہونے والے بچے کے رونے کی آواز آئی تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کو وراثت ملے گی اور اس کی وراثت بھی تقسیم ہو گی۔ ایک حدیث میں آتا ہے تمہارا حق ہے کہ تم اپنے بچوں کی نماز جنازہ پڑھو (اب گویا اس بارے میں اقراری اور انکاری دونوں قسم کی حدیثیں جمع ہو گئیں اور) یہ قاعدہ ہے کہ جب اقرار اور انکار دونوں کے درمیان ٹکراؤ ہو تو اقرار کو انکار کے مقابلے میں قبول کیا جاتا ہے۔ (للذا بچوں پر نماز پڑھنا ثابت ہو گیا)

وفات ابراہیمؓ اور سورج گرہن...... ابراہیم کی وفات کے دن ہی اتفاق سے سورج گرہن ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے یہ گرہن ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اس بات کی تردید کی اور فرمایا :-

"سورج کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔" حدیث

مرحوم بچے کو خطاب و تلقین...... ابراہیم کو قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ نے (بچے کو خطاب کر کے) فرمایا کہ ہمارے صالح بزرگ اور سلف عثمان ابن مظعونؓ کے ساتھ جا ملو۔ آنحضرت ﷺ نے ہی تلقین کی۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے لیکن ہمارے یعنی بعض شافعی فقہاء نے اسی روایت کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ بچوں کو تلقین کرنا مستحب ہے۔ متولی کی کتاب تتمہ میں ہے جو شافعی فقہاء میں سے ہیں کہ تلقین کے سلسلے میں اصل وہ روایت ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کو دفن کرتے وقت ان کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہو! اللہ میرا رب ہے اور رسول اللہ میرے باپ ہیں اور اسلام میرا دین ہے۔ اس پر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس بچے کو تو آپ تلقین فرما رہے ہیں لیکن خود ہمیں کون تلقین کرے گا۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (سورۂ ابراہیم، پ ۱۳ ع ۴، آیت ۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات یعنی کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔

مرحوم بیٹے سے درد انگیز کلمات...... ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو جب دفن کیا تو آپ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا :-

"بیٹے دل مغموم ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہیں گے جو پروردگار کو ناراض

کردے۔ اِنّا للّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون بیٹے کہو کہ اللہ میرا رب ہے اسلام میرا دین ہے، اور رسول اللہ میرے باپ ہیں۔"

صحابہؓ پر اثر اور عمرؓ کی عبرت پذیری...... یہ دردانگیز کلمات سن کر تمام صحابہ رو پڑے، ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے جن کی روتے روتے آواز بلند ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ فوراً ان کی طرف مڑے اور فرمانے لگے کہ عمر تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا:-

"یا رسول اللہ! یہ آپ کے صاحبزادے تھے ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی ان کا اعمالنامہ ہی بننا شروع ہوا تھا لیکن پھر بھی آپ کے جیسے تلقین کرنے والے کے محتاج ہیں جو اس وقت میں ان کو توحید کی تلقین کر رہے ہیں۔ تو عمر کا کیا حال ہوگا؟ جو بالغ ہو کر احکام کا پابند ہو چکا ہے، اس کا اعمال نامہ بھی بن چکا ہے مگر اسے آپ کے جیسا تلقین کرنے والا میسر نہیں ہے۔"

نبی کا گریہ اور وحی کے ذریعہ تسلی...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ بھی رونے لگے اور تمام صحابہؓ بھی رو پڑے۔ اسی وقت آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام حق تعالیٰ کا یہ ارشاد لے کر نازل ہوئے:- وَیُثَبِّتُ اللّٰہ الخ اس سے مراد موت کا وقت ہے یعنی جب کہ فتنہ میں ڈالنے والے موجود ہوں۔ نیز قبر میں سوال و جواب کا وقت مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی یہ آیت تلاوت کر کے سنائی اس سے لوگوں کو تسلی ہوئی اور ان کے دل مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ سے پہلے کبھی کسی کو تلقین نہیں فرمائی تھی۔

بچوں سے قبر میں سوال و جواب...... جو علماء یہ کہتے ہیں بچوں سے بھی قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے وہ اس حدیث کو ہی اپنی دلیل بناتے ہیں اور بچوں کو تلقین کرنا سنت قرار دیتے ہیں۔ مگر علماء کی ایک بڑی تعداد اس کی قائل ہے کہ بچوں سے سوال جواب نہیں ہوتا کیونکہ سوال جواب صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو شریعت کے احکام کے مکلّف اور پابند ہوں۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے وہ کہتے ہیں قبر کا سوال وجواب جس چیز کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ میّت کا مکلّف ہونا ہے۔ علامہ نوویؒ نے بھی اپنی کتاب روضہ اور شرح مہذب میں اسی قول کی موافقت کی ہے کہ تلقین اصل میں اسی میّت کے حق میں کی جائے گی جو شرعی احکام کا مکلّف اور پابند ہو چکا ہے لیکن بچوں وغیرہ کو تلقین نہیں کی جائے گی۔ علامہ زرکشی کہتے ہیں۔ یہ بات اس بنیاد پر ہے کہ غیر مکلّف سے یعنی جو شرعی احکام کا پابند نہ ہو۔ قبر میں سوال وجواب نہیں ہوتا۔

سوال وجواب سے پہلے عقل کی تکمیل...... لیکن علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں روایات کے ظاہر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بچوں سے سوال جواب ہوتا ہے اور یہ کہ ان کی عقل مکمل کر دی جاتی ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس امت کے کافر سے بھی سوال جواب ہوتا ہے۔ مگر یہ قول علماء کے اس دوسرے قول کے خلاف ہے جس کے مطابق سوال جواب کی حکمت یہ ہے کہ مومن اور منافق کے درمیان تمیز اور فرق ہو جائے کیونکہ منافق دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ جہاں تک کافر اور منکر کا تعلق ہے اس سے سوال نہیں ہوتا۔

فرشتوں سے سوال نہ ہونے کی وجہ...... علامہ فاکہانیؒ کہتے ہیں کہ فرشتوں سے سوال جواب نہیں ہوتا بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ فرشتے نفخہ اول یعنی صور کی پہلی آواز پر مر جائیں گے۔ ان میں

سے کوئی باقی ہی نہیں رہے گا جو سوال کرے۔

فتنۂ قبر اور عذاب قبر کا فرق...... جہاں تک عذاب قبر کا تعلق ہے تو وہ مسلمان، کافر اور منافق سب کے درمیان مشترک ہے۔ اس سے قبر کے فتنہ یعنی آزمائش اور قبر کے عذاب کے درمیان فرق معلوم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ فتنہ اور آزمائش تو سوال کے ذریعہ مردے کا امتحان ہوتا ہے اور جہاں تک عذاب قبر کا تعلق ہے تو وہ (اعمال کے لحاظ سے) عام ہے جو سوال کا جواب نہ دے سکنے یا کسی اور وجہ سے دیا جاتا ہے۔

نبی کے متعلق سوال اس امت کی خصوصیت...... یہ رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی امت سے آپ ﷺ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے انبیاء کا معاملہ ایسا نہیں ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء بھی گزرے ہیں ان میں سے کوئی بھی جب اپنی امت کے سامنے آیا اور امت نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ نبی اپنی امت سے کنارہ کش ہو گیا اور قوم کو اس حرکت کی پاداش میں فوراً ہی عذاب دے دیا گیا۔ لیکن جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، اسی وجہ سے اس امت کے عذاب میں تاخیر اور دیر کی سہولت دی گئی۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی تو اس سے ڈر کر بہت سے لوگ آپ ﷺ کے دین میں داخل ہو گئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قبر میں آزمائش کرنے والوں کو متعین فرما دیا تاکہ میّت کے دل میں جو کچھ ہے وہ دونوں اس کو نمایاں کرائیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک مومن کو ثابت قدم رکھتا ہے لیکن منافق لغزش میں پڑ جاتا ہے۔

مؤمن و منافق سے سوال کی مدّت...... بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے سوال و جواب ایک ہی دفعہ میں تین بار ہوتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ مومن سے سات دن تک سوال کئے جاتے ہیں اور منافق سے چالیس دن تک کئے جاتے ہیں۔ یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔

منکر نکیر کی تعداد اور نام...... بعض روایات میں ہے کہ قبر میں آزمائش کرنے والے فرشتے چار ہوتے ہیں جو یہ ہیں منکر اور نکیر اور ناکور اور ان کا سربراہ رومان۔ بعض روایات کے مطابق تین ہوتے ہیں جن کے نام یوں ہیں۔ انکر اور نکیر اور رومان۔ ایک قول کے مطابق چار ہوتے ہیں جو اس طرح ہیں کہ۔ منافق کے لئے منکر اور نکیر اور مؤمن کے لئے مبشر اور بشیر

سوالات قبر کس زبان میں...... شیخ جلال سیوطیؒ نے اپنے شیخ علامہ جلال بلقینیؒ کی روایت بیان کی ہے کہ قبر میں جو سوال ہوتے ہیں وہ سریانی زبان میں ہوتے ہیں۔ مگر علامہ سیوطیؒ نے اس روایت کو غریب بتلایا ہے اور کہا ہے کہ علامہ بلقینیؒ کے علاوہ میں نے یہ روایت کسی کی نہیں دیکھی۔ اودھر تلقین کے سلسلے میں علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس بارے میں نہ تو کوئی حدیث صحیح ہے اور نہ تلقین کا ثبوت کسی حدیث حسن سے ملتا ہے بلکہ جمہور محدّثینؒ کے نزدیک متفقہ طور پر تلقین سے متعلق ضعیف حدیث ہے۔ اسی لئے امت کے جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ تلقین بدعت ہے تلقین کے متعلق جس آخری آدمی نے فتویٰ دیا وہ علامہ عزابن عبدالسلام ہیں اور علامہ ابن صلاح نے اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ نیز علامہ نوویؒ نے بھی اسی قول کی پیروی کی ہے ان کے پیش نظر یہ بات رہی ہے کہ فضائل کے سلسلے میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر اب علامہ سبکیؒ کا جو یہ قول ہے کہ اپنے صاحبزادے کو آنحضرت ﷺ کے تلقین کرنے سے متعلق جو حدیث ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن نہیں ہے۔

ابراہیمؓ کے ذریعہ قبطیوں کا اعزاز...... غرض پھر رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کے متعلق فرمایا کہ اس کو ایک دودھ پلانے والی ملی ہے جو اسے جنت میں دودھ کی مدت تک دودھ پلائے گی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کو دودھیاریاں ملی ہیں جو اسے دودھ کے زمانے تک جنت میں دودھ پلائیں گی۔ آنحضرت ﷺ نے ہی فرمایا ہے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو میں ہر قبطی شخص پر سے جزیہ کا محصول ہٹا دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ تو میں قبطیوں کو آزاد کر دیتا۔ اور کبھی کسی قبطی کو غلام نہ بناتا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تو اس کی ننھیال والوں میں سے کوئی غلام نہ رہتا۔ بعض علماء نے اس حدیث کی شرح یوں بیان کی ہے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو اپنی ننھیال والوں یعنی قبطیوں کو مسلمان ہوتے دیکھتا۔ یعنی ان کی محبت اور اعزاز میں وہ مسلمان ہو جاتے۔ اس کے نتیجے میں ان پر سے جزیہ کا محصول یعنی غیر مسلموں سے لیا جانے والا ٹیکس اٹھالیا جاتا کیونکہ یہ محصول کسی مسلمان پر نہیں لگایا جاتا۔ اسی لئے آپ کے دوسرے ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ قبطی جب آزاد اور مسلمان ہوتے تو پھر ان پر غلامی کے احکامات نہیں جاری ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ایک آزاد مسلمان پر غلامی کا حکم نہیں لگ سکتا۔

امیر معاویہؓ اور قبطیوں کی رعایت...... کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہؓ سے ایک مرتبہ حضرت حسن ابن علیؓ نے بات کی کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے ہم وطنوں سے خراج کی رقم لینا بند کر دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت ماریہؓ کے وطن کا نام حفنہ تھا جو صعید شہر کے دیہات میں سے ایک گاؤں تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قبطیوں کے احترام میں فوراً یہ رعایت منظور کر لی۔

بے جا قیاس...... علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ بعض متقدمین کی جو یہ روایت ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے یہ روایت بالکل باطل اور غلط ہے غیب کی باتوں پر بحث کرنے کی ایک جسارت ہے اور لغزشوں پر اصرار ہے۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ بات تین صحابہؓ سے نقل کی گئی ہے مگر بہت عجیب ہے اور جس نے کہی ہے شاید اس نے اس کی تاویل پر غور نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کے لئے یعنی ایسی بات کے لئے جو کسی شرط کے ساتھ بیان کی گئی ہو۔ اسی طرح واقع ہونا لازم نہیں ثابت ہوتا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ان کے لائق یہ ہوتا کہ وہ نبی ہوتے اگرچہ ایسا نہیں ہوا۔ پھر میں نے اس سلسلے میں علامہ جلال سیوطیؒ کو دیکھا۔ انہوں نے اپنے استاذ علامہ ابو بکر ابن فورک کا قول نقل کیا ہے جسے انہوں نے درست قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؓ کو دفن کر چکے تو ان کی قبر کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ابراہیم تمہارے لئے ہمارے دل مغموم اور آنکھیں اشکبار ہیں مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو پروردگار کو ناراض کر دے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ابو ابراہیم بھی آپ ﷺ کا لقب...... رسول اللہ ﷺ کا لقب ان صاحبزادے کے نام سے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس آئے تو کہا:۔

"السلام علیک اے ابو ابراہیم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کی اُم ولد یعنی باندی ماریہ سے ایک بیٹا عطا فرمایا ہے اور آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اس بچے کا نام ابراہیم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ یہ بچہ آپ ﷺ کو مبارک فرمائے اور اسے دنیا و آخرت کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔"

حافظ دمیاطیؒ نے اس روایت کے بعد یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ سنکر رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو گئے۔"

ماریہؓ پر غلام کے ساتھ تہمت...... اقول مؤلف کہتے ہیں: آنحضرتؐ کے اس اطمینان کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص مابور حضرت ماریہؓ کے پاس آکر بیٹھتا تھا وہ ان کے لئے پانی اور لکڑیاں لایا کرتا تھا۔ اس شخص کے ساتھ حضرت ماریہؓ پر تہمت لگائی گئی اور منافقوں نے کہا کہ عجمی باندی کے پاس عجمی غلام ہی آتا ہے آنحضرت ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اسے قتل ہی کر دوں یا اس سلسلے میں اپنی رائے پر بھی عمل کر سکتا ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہاری جو رائے ہے اس پر عمل کرنا۔

مگر یہ غلام نامرد تھا...... حضرت علیؓ نابور کے پاس پہنچے۔ اس نے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تلوار چمکتی دیکھی تو فوراً ہی اپنی شرمگاہ کھول کر سامنے کر دی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس وقت مابور پانی میں بیٹھا غسل سے ٹھنڈک حاصل کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا باہر نکل اور پھر ہاتھ پکڑ کر اسے پانی سے باہر کھینچ لیا (ظاہر ہے اس وقت وہ کپڑوں میں نہیں تھا) اب جو حضرت علیؓ نے دیکھا تو وہ نامرد تھا یعنی اس کا مردانہ عضو کٹا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ اس کے قتل سے رک گئے اور واپس آکر آنحضرت ﷺ کو یہ بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا تھا کہ شاہد یعنی حاضر وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت جبرئیلؑ کی اس بات سے پہلے کا ہوگا جو گزر چکی ہے لہٰذا اس سے مراد مزید اطمینان ہے۔

علیؓ و عمرؓ کے ہاتھوں حقیقت حال...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ماریہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں وہ حاملہ تھیں اور ابراہیمؑ ان کے پیٹ میں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس ایک مرد کو بیٹھے دیکھا۔ آپ ﷺ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اور آپ ﷺ وہاں سے باہر آگئے مگر آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی فاروق اعظمؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار کو بھانپ لیا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے ان کو ساری بات بتلائی۔ حضرت عمرؓ تلوار سونت کر اس شخص کی طرف جھپٹے۔ اس نے حضرت عمرؓ کے تیور دیکھے تو فوراً ہی معاملے کو سمجھ گیا اور اس نے اپنی شرمگاہ کھول کر سامنے کر دی۔ اب جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تو اس کا عضو مردانہ کٹا ہوا تھا۔ فاروق اعظمؓ اسی وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو یہ بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"عمر! میں تمہیں بتاؤں۔ ابھی میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ماریہؓ کی برأت کی ہے اور اس کی طرف سے میرے دل میں جو شبہ پیدا ہوا تھا اس سے ماریہؓ کو پاک قرار دیا ہے۔ نیز مجھے خوش خبری دی ہے کہ اس کے پیٹ میں میرا بچہ ہے جو دنیا میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ ساتھ ہی مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس بچے کا نام ابراہیم رکھوں۔ جبرئیلؑ نے مجھے ابو ابراہیم کے لقب سے پکارا۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ میں اپنا لقب (یعنی ابوالقاسم بدلوں تو میں ابو ابراہیم کا لقب ہی اختیار کرتا) واللہ اعلم

صحابہؓ میں خصّی افراد...... کتاب نور میں ہے کہ صحابہ میں میں اس شخص کے اور ایک دوسرے آدمی کے سوا اور کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو خصّی رہا ہو۔ اس دوسرے آدمی کا نام سفد تھا۔ دراصل اس کے آقا نے اسے اپنی باندی کو پیار کرتے دیکھ لیا تھا۔ آقا نے اسی وقت اسے خصّی کر دیا اور اس کا عضو مردانہ کاٹ ڈالا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابن مندم اور ابونعیم نے مابور کو صحابہ میں شمار کیا ہے مگر انہوں نے غلطی کی ہے مابور مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ نصرانی ہی رہا تھا۔ اسی شخص کی وجہ سے

مسلمانوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں مصر فتح کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے چچا اور پھوپیاں

بارہ چچا اور ان کے نام...... آنحضرت ﷺ کے بارہ چچا تھے جن کے نام یہ ہیں۔ حرث جو آپ کے دادا عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور ان ہی کے نام سے عبدالمطلب کا لقب ابوالحرب تھا۔ دوسرے حرث کا سگا بھائی قثم جو بچپن ہی میں مر گیا تھا ان کے بعد ابو طالب، زبیر اور عبدالکعبہ تھے۔ یہ تینوں آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ ایک قول ہے کہ حرث کا کوئی سگا بھائی نہیں تھا (یعنی وہ اپنی ماں سے اکیلا ہی تھا) پھر حضرت حمزہؓ اور ان کے دو بھائی مقوم اور حجل (جیم کے بعد حاء) اس کا نام مغیرہ تھا۔ حجل بڑی حوض کو کہتے ہیں ایک قول کے مطابق ان کا نام جحل تھا (یعنی پہلے حاء اور پھر جیم) اس کے معنی پازیب کے ہیں۔ اسی طرح حضرت عباسؓ اور ان کے سگے بھائی ضرار تھے۔ ان ہی حضرت عباسؓ کے بارے میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے کعبہ پر ریشمین غلاف چڑھایا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے چچاؤں میں ابولہب اور غیداق تھے۔ ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا اور غیداق کا نام مصعب تھا۔ ایک قول ہے کہ غیداق کا اصل نام نوفل تھا۔ اس کو غیداق اس لئے کہا جانے لگا کہ یہ بے انتہا سخی اور فیاض آدمی تھا یہ قریش میں سب سے زیادہ سخی دل شخص تھا اور سب سے زیادہ مال و دولت والا تھا۔ بعض مؤرخوں نے آپ ﷺ کے چچاؤں میں عوام کا بھی ذکر کیا ہے۔

چھ پھوپیاں اور ان کے نام...... رسول اللہ ﷺ کی پھوپیاں چھ تھیں جن کے نام یہ ہیں اُمّ حکیم، بَرّہ، اروی اور امیمہ، یہ پانچوں آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کی سگی بہنیں تھیں۔ آپ کی چھٹی پھوپی حضرت صفیہؓ تھیں جو حضرت حمزہؓ کی سگی بہن تھیں (یعنی حضرت عبداللہ کی باپ شریک بہن تھیں مائیں مختلف تھیں)

مسلمان ہو جانے والے چچا...... آنحضرت ﷺ کے چچاؤں میں جنہوں نے نبوت کا زمانہ پایا ان میں سوائے حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ اگرچہ کسی نے ابو طالب کے مسلمان ہونے کا بھی ذکر کیا ہے مگر اس قول میں جو شبہات ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

مسلمان پھوپھی...... آپ ﷺ کی پھوپیوں میں جنہوں نے نبوت کا زمانہ پایا ان میں حضرت صفیہؓ نے اسلام قبول کیا ان کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہیں ہوئی۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی حضرت صفیہؓ حضرت زبیرؓ ابن عوام کی والدہ ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کی پھوپیوں میں عاتکہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں یعنی وہی عاتکہ جنہوں نے جنگ بدر کے دن خواب دیکھا تھا۔ ایک قول ہے کہ اروی بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ مشہور بات یہی ہے کہ عاتکہ مسلمان نہیں ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی ازواج اور کنیزیں

خدیجہؓ اولین بیوی...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جن کے ساتھ آپ ﷺ ہم بستر ہوئے بارہ ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت خدیجہؓ ہیں جو آپ ﷺ کی اولین بیوی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ ابوہالہ ابن

زدارہ تمیمی کے نکاح میں تھیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ عتیق ابن عائذ مخزومی کے نکاح میں تھیں اور پھر ابو ہالہ کے نکاح میں رہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

خدیجہؓ کو جنت میں انعام...... ایک حدیث کے مطابق آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کو خوش خبری دیں کہ ان کو جنت میں آب دار موتی کا ایک ایسا محل دیا گیا ہے جس میں نہ شور و غل ہے اور نہ ہنگامہ۔ یعنی وہ محل ایسے موتیوں سے بنا ہوا ہے جو ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جنت میں آبدار موتی کے محل بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے موتیوں کے ہیں جو ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کو جنت میں یہ محل بطور جزا اور انعام دیا گیا کیونکہ وہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی شادی پر ایک مکان بنایا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کسی ایسے مسلمان کو لباس دے جس کے پاس کپڑے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی پوشاکوں میں سے پوشاک عطا فرماتا ہے اور جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو حق تعالیٰ اس کو بطور جزاء کے خوشبودار مشروب سے سیراب فرماتا ہے۔

عائشہؓ کو خدیجہؓ پر زبردست رشک...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھے سوائے حضرت خدیجہؓ کے کسی پر رشک نہیں آیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے میرے ساتھ نکاح سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی تعریف فرما رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا! آپ ﷺ ایک ایسی بوڑھی عورت کو یاد کیے جاتے ہیں جو لال لال پھیلے ہوئے جبڑوں والی تھی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل نہیں عطا فرمادیا ہے۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب تمام لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ اس نے ایسے وقت اپنے مال و دولت کے ذریعہ میری مدد کی، جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا تھا۔ نیز ان ہی کے ذریعہ اولاد دی گئی جبکہ دوسری بیویوں کے ذریعہ میں اولاد سے محروم رہا۔

رشک پر آپ ﷺ کو ناگواری...... ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو گوشت بھیجا۔ آپ ﷺ نے گوشت لے کر ایک دوسرے آدمی کو دیا کہ وہ شخص اس عورت کو پہنچادے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ خود اپنے ہاتھ گوشت میں کیوں بھر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہ نے مجھے اسی کی وصیت کی تھی۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے کہا کیا روئے زمین پر خدیجہ کے سوا کوئی اور لائق عورت ہی نہیں ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ غصے میں کھڑے ہو گئے (اور وہاں سے تشریف لے گئے) کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ واپس آئے تو اس وقت وہاں حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رومان بھی موجود تھیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اور عائشہ کے درمیان کیا بات پیش آگئی۔ یہ ابھی کمسن یعنی ناسمجھ ہے آپ ﷺ اس کی بھول چوک سے درگزر فرمادیا کریں۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا چہرہ اٹھا کر فرمایا! کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ گویا روئے زمین پر خدیجہؓ کے سوا کوئی اور لائق عورت ہی نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب تمہاری ساری قوم مجھ سے کفر کر رہی تھی۔ مجھے ان کے ذریعہ اولاد کی نعمت عطا فرمائی جب کہ تم سب نے اس سے محروم رکھا!"

دوسرا نکاح سودہؓ سے...... حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی ان کی

والدہ مدینہ کے قبیلے بنی نجار میں سے تھیں۔ کیونکہ یہ سلمیٰ ابن عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

تیسرا نکاح عائشہؓ سے...... ان کے بعد آپ ﷺ نے اُمّ عبداللہ عائشہؓ بنت ابو بکر صدیقؓ سے شادی کی (حضرت عائشہؓ کے اگرچہ کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر ان کا لقب اُمّ عبداللہ یعنی عبداللہ کی ماں تھا) یہ لقب ان کو اپنے بھانجے یعنی حضرت اسماء کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی نسبت سے ملا تھا۔ اس لقب کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کو اُمّ عبداللہ کہا جانے لگا جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ وہ عبداللہ ہے اور تم اُمّ عبداللہ ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے اُمّ عبداللہ اپنی کنیت یعنی لقب بنالیا۔ حضرت عائشہؓ کو انکی ماں اسلئے کہا جاتا تھا کہ حضرت عبداللہ نے ان ہی کی گود میں پرورش پائی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آنحضرت ﷺ سے حمل ہوا تھا وہ بچہ قبل از وقت پیدا ہو کر ختم ہو گیا تھا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ مگر حافظ دمیاطیؒ کہتے ہیں کہ یہ قول ثابت نہیں ہے جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

خواب میں عائشہؓ کی بطور بیوی کے دید...... آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت عائشہؓ سے مکہ میں شوال کے مہینے میں ہوا تھا۔ اس وقت عائشہ صدیقہؓ کی عمر سات سال تھی۔ اس کے بعد ہجرت کے آٹھ مہینے بعد شوال ہی کے مہینے میں ان کی رخصتی ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عروسی فرمائی۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر نو سال کی تھی۔ صحیح قول یہی ہے جیسا کہ بیان بھی ہو چکا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا مجھے تم کو ۲ مرتبہ خواب میں دکھلایا گیا۔ میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جو تمہیں ایک ریشمی کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ چنانچہ میں نے کپڑا ہٹا کر تمہیں دیکھا اور کہا اگر اللہ کے نزدیک یوں ہی ہونے والا ہے تو ضرور ہو گا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ ان کے سوا آنحضرت ﷺ نے کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔ اور پھر آپ ﷺ کو ان ہی کے حجرے میں دفن بھی کیا گیا جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عائشہؓ کی وفات و عمر اور تدفین...... حضرت عائشہؓ کی وفات تقریباً سٹرسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ ماہ رمضان ۵۸ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کی نماز جنازہ جنت البقیع میں حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی تھی۔ ایک قول ہے کہ حضرت سعید ابن زیدؓ نے پڑھائی تھیں۔ پھر وہیں رات کے وقت میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔ یہ زمانہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا تھا اور اس وقت مدینہ کا حاکم مروان ابن حکم تھا۔ اس سال مروان عمرہ کے لئے مکہ گیا تھا اور مدینہ میں حضرت ابوہریرہؓ کو اپنا قائم مقام بنا گیا تھا۔

چوتھا نکاح حفصہؓ سے...... آنحضرت ﷺ نے چوتھا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے کیا۔ یہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی سگی بہن تھیں اور عمر میں اپنے بھائی سے بڑی تھیں ان کی والدہ کا نام زینبؓ تھا جو حضرت عثمان ابن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے حضرت حفصہؓ جن کے نکاح میں تھیں وہ حضرت خنیسؓ ابن حذافہ تھے۔ غزوۂ بدر میں یہ زخمی ہو گئے تھے اور آخر اسی زخم سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے تھے۔ مگر یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ آگے بیان ہو گا آنحضرت

ﷺ سے ان کا نکاح ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان میں ہوا تھا جبکہ غزوۂ احد اس کے مزید دو ماہ بعد پیش آیا۔

حفصہؓ کی وفات و عمر اور تدفین...... اقول امؤلف کہتے ہیں حضرت حفصہؓ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پانچ مہینے پہلے پیدا ہوئی تھیں جبکہ قریش بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ ان کی وفات مدینہ منورہ میں شعبان ۴۵ھ میں ہوئی۔ نماز جنازہ مروان ابن حکم نے پڑھائی جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا۔ مروان اور اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہؓ نے جنازہ کو کاندھا دیا۔ وفات کے وقت حضرت حفصہؓ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی وفات 41ھ میں ہوئی جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے بیعت لی گئی تھی۔ (مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے) واللہ اعلم

ماریہؓ کا معاملہ اور حفصہؓ کو غیرت اور غم و غصہ...... رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مرتبہ طلاق دیدی تھی۔ اس طلاق کے سبب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ ان کے حجرے میں تھے۔ حضرت حفصہؓ نے اپنے والد سے ملنے کے لئے جانے کی اجازت چاہی۔ ایک قول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ملنے کو جانے کی اجازت چاہی۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں سہیلیاں بھی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو بلا بھیجا اور انہیں حضرت حفصہؓ کے گھر میں ہی آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ہم بستری کی اسی وقت حضرت حفصہؓ واپس آگئیں اور انہوں نے اپنے حجرے میں ماریہ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ دیکھ لیا۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ حجرے کے اندر نہیں گئیں۔ یہاں تک کہ جب ماریہ وہاں سے واپس چلی گئیں تو حضرت حفصہؓ اندر گئیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ میں نے دیکھ لیا ہے کہ یہاں حجرے میں آپ ﷺ کے ساتھ کون تھی۔ حضرت حفصہؓ غم و غصہ کی وجہ سے رونے لگیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا:۔

حفصہؓ کی رضاجوئی کے لئے نبی کا عہد و راز...... یارسول اللہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جو اپنی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ کبھی نہیں کیا کہ میری باری کے دن میرے گھر میں اور میرے ہی بستر پر۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے چہرے پر غیرت کے آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا چپ ہو جاؤ۔ اب وہ مجھ پر حرام ہے اور اس طرح میں تمہیں راضی کرنا چاہتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو گی کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور اب کبھی اس کے قریب نہیں جاؤں گا۔ حضرت حفصہؓ راضی ہو گئیں اور آنحضرت ﷺ نے اس کا حلف کیا کہ آئندہ ماریہ کے پاس نہیں جائیں گے یعنی آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا ساتھ ہی میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ ابوبکرؓ کے بعد تمہارے والد خلیفہ ہوں گے۔ مگر تم میری اس بات کو چھپائے رکھنا ایک روایت میں یوں ہے کہ جو راز میں نے تم کو بتایا ہے اسکو پوشیدہ رکھنا (یعنی ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنے کا راز چھپائے رکھنا) مگر حضرت حفصہؓ نے یہ بات حضرت عائشہؓ کو بتلادی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ماریہ کی طرف سے مطمئن کر دیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اس کے بعد حضرت حفصہؓ نے ان کو سارا واقعہ بتلادیا۔

افشاء راز پر حفصہؓ کو طلاق...... ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی باری کے دن ماریہ قبطیہؓ کے ساتھ خلوت فرمائی تھی اور حضرت حفصہؓ کو اس کی خبر ہو گئی تھی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت

حصہؓ سے فرمایا تھا کہ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا۔ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے مگر حضرت حصہؓ نے اس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کر دیا کیونکہ دونوں سہیلیاں تھیں اور ایک دوسری کی رازدار تھیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت حصہؓ کو طلاق دے دی۔ ادھر حضرت ماریہؓ کو حرام کرنے پر یہ وحی نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ الآیہ پ ۲۸ سورۂ تحریم، پ ۲۸، ع ۱، آیت ۱-۲)

ترجمہ: اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں۔ پھر وہ بھی اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

ماریہؓ کے متعلق عہد کا کفارہ...... یعنی حق تعالیٰ نے تم پر کفارہ واجب کردیا ہے جیسا کہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ قسم کے ذریعہ جو گرہ بندھ جاتی ہے کفارہ اس کو کھول دیتا ہے اور یہ قسم کی چیزوں میں سے نہیں ہے۔

افشاء راز کی بذریعۂ وحی اطلاع...... ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس بات کی اطلاع دے دی کہ حصہ کو آپ ﷺ نے ماریہ قبطیہؓ کو حرام کرنے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق جو راز بتلایا تھا انہوں نے اس کو حضرت عائشہؓ پر افشاء کردیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے اس راز کا کچھ حصہ ذکر فرمایا یعنی صرف حضرت ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام کرنے کا تذکرہ کیا لیکن حضرت عمرؓ کے خلافت کا ذکر نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ بات عوام میں پھیل جائے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے علیم و خبیر نے اس کی خبر دی ہے۔

حصہؓ سے رجعت...... اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اس کے بعد وہ یہی آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔ غرض جب حصہؓ نے آنحضرت ﷺ کا راز افشاء کردیا تو آپ ﷺ نے انکو طلاق دیدی جیسا کہ ذکر ہوا۔ مگر پھر آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ حصہؓ سے رجوع کرلیں اس لئے کہ وہ بے حد روزہ و نماز کی پابند اور عبادت گزار ہیں نیز یہ کہ وہ جنت میں آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک ہیں۔ آگے ایک روایت آرہی ہے اس کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے تعلق خاطر سے حضرت حصہؓ کے ساتھ رجوع فرمالیا تھا یعنی ان کو واپس اپنی حرم میں داخل فرمالیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حصہؓ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا مگر طلاق دی نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت عمار ابن یاسرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حصہؓ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ وہ روزہ و نماز کی پابند اور بے حد عبادت گزار ہیں اور وہ جنت میں آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک ہیں۔ چنانچہ اس روایت کی بنیاد پر رجوع سے مراد مصالحت اور ان کے ساتھ آپ ﷺ کا راضی ہو جانا ہوگا۔ جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔ کتاب ینبوع میں ہے کہ یہی مشہور روایت ہے اور آگے جو ذکر آرہا ہے اس سے اس روایت کی صحت ظاہر ہوتی ہے۔

نان نفقہ کے مطالبہ پر ازواج سے یکسوئی...... آگے جو روایت آرہی ہے اس میں حضرت عمرؓ کا ایک قول ہے جبکہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے یکسوئی اختیار فرمالی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ ﷺ نے ان کو یعنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ سے نان و نفقہ کا مطالبہ کیا تھا اور یہ واقعہ دوسرا ہے تاہم اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں کچھ دوسرے قول بھی ہیں بخاری میں اسی آیت کے نزول کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے شہد نوش فرمایا۔ آپ ﷺ وہاں کافی دیر ٹھہرے۔

زینبؓ کے یہاں شہد نوشی کا واقعہ...... اس پر میں نے (یعنی حضرت عائشہؓ نے) اور حفصہ نے آپس میں طے کیا کہ اب ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ سے یہ کہے گی کہ آپ ﷺ نے مغافیر یعنی کیکر کا گوند کھایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے منہ سے کیکر کے گوند کی بو آرہی ہے چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہی بات آپ ﷺ سے کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد پیا ہے۔ میں حلف کر کے کہتا ہوں کہ اب کبھی نہیں پیوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے حفصہؓ سے فرمایا کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہیں گی کیونکہ آنحضرت ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کے منہ کی کسی وقت بدبو آنے کی بات ظاہر ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مغافیر ایک کانٹوں دار درخت کا گوند ہوتا ہے جس میں بہت زیادہ بدبو ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نفاست طبع...... آنحضرت ﷺ بے حد نفیس طبیعت کے مالک انتہائی صفائی پسند اور غیر معمولی طور پر پاکیزہ تھے۔ جس طرح آپ ﷺ کی روح پاکیزہ تھی اسی طرح آپ ﷺ کا جسم اطہر بھی ہمیشہ پاک اور بے حد صاف ستھرا رہتا تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ منہ کی صفائی کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور انتہائی پابندی کے ساتھ اور بہت زیادہ مسواک فرماتے تھے جسم مبارک اور لباس مبارک پر ہمیشہ خوشبو لگاتے تھے۔ یوں تو آپ ﷺ کے تمام جسم مبارک سے قدرتی اور طبعی طور پر بھی خوشبو پھوٹتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ آپ ﷺ مزاجی لحاظ سے بھی صفائی اور خوشبو پسند فرماتے تھے اس لئے آپ ﷺ کی مجلسیں ہمیشہ معطر رہتی تھیں۔ آپ ﷺ دوسروں کو بھی صفائی ستھرائی اور خوشبو کے استعمال کی ہدایت فرماتے تھے ذرا سی بھی بدبو سے آپ ﷺ کو طبعاً نفرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت جب آپ ﷺ کی ان دونوں ازواج نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے جبکہ آپ ﷺ کا منہ ہمیشہ صاف رہتا تھا اور اس میں سے بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ تو آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ یہ غلط بات بھی آپ ﷺ کے متعلق کسی اور کو معلوم ہو تیز یہ کہ اس سے حضرت زینبؓ کی دل شکنی ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں۔ مرتب)

ازواج کی حشا بحثی اور عمرؓ کا غصہ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی بات پر ان کی بیوی نے ان کے ساتھ بحث کی حضرت عمرؓ کو ان کی حشا بحثی ناگوار گزری جس کا انہوں نے اظہار کیا۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا کہ ابن خطاب تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے کہ تم بحث کرنے کو ناپسند کرتے ہو جب کہ تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ کو اتنے جواب دیتی ہے کہ آپ ﷺ پورا دن ناراض رہتے ہیں یہ سنتے ہی

حضرت عمرؓ اٹھے اور سیدھے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس آکر کہنے لگے کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحث کرتی ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ پورا دن ناراضگی میں گزارتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم آنحضرت ﷺ سے بحث کر لیتے ہیں حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا تمہیں معلوم ہے میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ بیٹی اپنی اس ساتھن کو دیکھ کر دھوکہ میں نہ پڑ جانا جس کو خود اپنے حسن و جمال کا احساس ہے اور جس سے آپ ﷺ کو زیادہ محبت ہے۔ ان کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔

عمرؓ کے دخل پر اُم سلمہؓ کا غصہ...... حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اُم سلمہؓ کے پاس گیا کیونکہ ان سے میری رشتہ داری تھی۔ میں نے ان سے بھی بات کی اس پر انہوں نے بگڑ کر کہا

"ابن خطاب! تم ہر چیز میں دخل کیوں دیتے ہو اور اب نوبت یہاں تک آگئی کہ تم آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج کے معاملے میں بھی دخل دینے لگے!"

آنحضرت ﷺ کی بالاخانے میں گوشہ نشینی...... خدا کی قسم! اس بات سے مجھے ایسا جھٹکا لگا کہ میں نے جو منصوبے بنائے تھے وہ مجھے ختم کر دینے پڑے اور میں وہاں سے چلا آیا اس کے بعد میں اپنے گھر پر تھا کہ میرے پاس میرا ایک انصاری دوست آیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے یکسوئی اختیار فرمالی ہے۔ میں نے کہا حفصہ اور عائشہ ہلاک ہو گئیں (یعنی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئیں) پھر میں اپنی چادر سنبھالتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے بالاخانے میں گوشہ نشین ہیں جہاں سیڑھی لگا کر پہنچا جاتا تھا۔ یہ کھجور کے تنے سے بنی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اسی کے ذریعہ چڑھتے اترتے تھے۔ وہاں آنحضرت ﷺ کا ایک سیاہ فام غلام بھی موجود تھا جو سیڑھی کے سرے پر کھڑا تھا۔ میں نے رباح سے کہا آنحضرت ﷺ سے عرض کرو عمر ابن خطاب حاضر ہوا ہے چنانچہ مجھے حاضری کی اجازت مل گئی۔ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رباح سے تین مرتبہ کہا تھا کہ رباح میرے لئے آنحضرت ﷺ سے باریابی کی اجازت لو۔ ہر دفعہ رباح بالاخانے کی طرف دیکھتا تھا مگر جواب نہیں دیتا تھا۔ تیسری مرتبہ حضرت عمرؓ نے اس سے بلند آواز کے ساتھ کہا تو اس نے اشارہ کیا کہ اوپر چڑھ آیئے۔ تب میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ بتلانے لگا۔ جب میں اُم سلمہؓ کے واقعہ پر پہنچا تو آپ ﷺ مسکرائے پھر میں نے پوری بات آپ ﷺ کو بتلادی۔

آگے بیان آئے گا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب آپ ﷺ کی ازواج نے جمع ہو کر آپ ﷺ سے اپنے نفقہ کی درخواست کی تھی یعنی یہ تفصیل اس واقعہ کی نہیں ہے جس میں حضرت حفصہؓ نے آنحضرت ﷺ کا بتلایا ہوا راز افشاء کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے حق تعالیٰ نے گرفت فرمائی تھی۔ ویسے اس کا احتمال ضرور ہے کہ یہ تفصیل دونوں واقعات کے سلسلے میں ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ سے آنحضرت ﷺ کی ان دونوں بیویوں کے بارے میں سوال کرتا رہا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا (سورۃ تحریم، پ۲۸، ع۱، آیت ۴)

ترجمہ: اے پیغمبر کی دونوں بی بیو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔

مکہ اور مدینہ میں بیویوں کے طرز عمل...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تمہاری بات بھی عجیب

ہے ابن عباسؓ وہ دونوں حفصہ اور عائشہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو۔ (ی) تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی جو اطاعت اور آپ ﷺ کی خوشنودی کا جو خیال تم پر واجب ہے تمہارے دل اس سے ہٹ رہے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوری بات بتلائی اور کہا کہ ہم قریش کے لوگ ہمیشہ اپنی عورتوں پر غالب بن کر رہتے تھے لیکن جب ہم ہجرت کر کے مدینہ میں انصاریوں کے پاس آکر رہے تو دیکھا کہ یہاں کی عورتیں اپنے مردوں پر حاوی رہتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری عورتوں نے یہاں کی عورتوں کے طور طریقے سیکھنے شروع کئے۔ ایک دن میری بیوی نے میرے ساتھ تیز کلامی اور کج بحثی شروع کر دی۔ مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ وہ مجھ سے تیز کلامی کرے۔ اس پر اس نے کہا کہ تمہیں یہ بات کیوں ناپسند ہے کہ میں تم سے بحث کروں جبکہ خدا کی قسم آنحضرت ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے ساتھ بحث مباحثہ کرتی ہیں یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے دن بھر اور رات تک آپ یکسوئی میں گزارا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ازواج کا یہ سلوک سن کر میں بہت گھبر لیا اور فوراً حفصہؓ کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی آنحضرت ﷺ کو صبح سے رات تک ناراض رکھتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا تم بڑے نقصان اور خسارہ کی حرکت کرتی ہو۔ کیا تو آنحضرت ﷺ کو ناراض کر کے اللہ کے غضب سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ تو ہلاکت میں پڑ جائے گی۔ آنحضرت ﷺ سے کسی بھی معاملے میں بحث اور کٹ حجتی مت کرنا اور کبھی آپ ﷺ سے الغرض نہ ہونا تمہیں جو کچھ پوچھنا یا کہنا ہو مجھ سے پوچھو۔ اس بات سے کبھی دھوکہ میں مت پڑنا تمہاری ساتھن۔ یعنی حضرت عائشہؓ تم سے زیادہ خوب صورت اور آنحضرت ﷺ کو زیادہ محبوب ہیں۔

نبی ﷺ کی یکسوئی پر عمرؓ کا اضطراب...... پھر مجھے خبر ملی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا حفصہ تباہ ہو گئی اور بڑے خسارہ میں پڑ گئی۔ مجھے اسی کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں پھر حفصہؓ کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہے میں نے کہا اب کیوں رو رہی ہو۔ کیا میں نے تمہیں اسی انجام سے ڈرایا نہیں تھا۔ کیا آنحضرت ﷺ نے تم ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں مگر آپ ﷺ اپنے حجرہ میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں کیونکہ جب حضرت حفصہؓ نے وہ راز حضرت عائشہؓ پر ظاہر کر دیا اور اس کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ پر عتاب ہوا تو آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس ایک مہینے تک نہیں جائیں گے بلکہ آپ ﷺ اسی حجرے میں دن اور رات کا کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے اس کھانے پینے کے حجرے پر آیا اور آپ ﷺ کے حبشی غلام سے کہا کہ عمر کے لئے باریابی کی اجازت حاصل کرے۔ غلام نے اندر جا کر آنحضرت ﷺ سے بات کی اور پھر واپس آکر کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے بات کی اور آپ کا ذکر کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔ یہ سن کر میں لوٹ آیا۔ مگر میری الجھن بڑھی تو میں پھر آیا اور غلام سے کہا کہ عمر کے لئے باریابی کی اجازت حاصل کرے۔ وہ اندر گیا اور پھر واپس آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا مگر آنحضرت ﷺ خاموش رہے میں پھر لوٹ آیا مگر پھر میری الجھن بڑھی۔ میں تیسری مرتبہ پھر آیا اور غلام سے بولا کہ عمر کے لئے باریابی کی اجازت لے۔ اس نے پھر اندر سے آکر کہا کہ میں نے آپ کا ذکر کیا مگر آنحضرت ﷺ خاموش رہے۔ مگر جب واپس جانے کے لئے مڑا تو اچانک غلام نے مجھے پکارا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو باریابی کی اجازت دے دی ہے۔

عمرؓ کی آنحضرت ﷺ سے گفتگو...... چنانچہ میں فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ ایک ننگی چٹائی پر نیم دراز تھے جو زمین پر بچھی ہوئی تھی۔ اسی لئے آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان ابھر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک بالوں کے بنے ہوئے تکیے پر سر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کھڑے کھڑے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے میری طرف نگاہیں اٹھائیں اور فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا! اللہ اکبر ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر ہمیشہ حاوی رہتے تھے مگر جب ہم مدینہ آئے تو یہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کی عورتیں ان پر حاوی رہتی ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے تو میں نے پھر عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو معلوم ہے میں حفصہؓ کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ تم اس بات سے دھوکہ میں مت پڑ جانا کہ تمہاری ساتھن تم سے زیادہ خوب صورت اور آپ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ دوبارہ مسکرائے۔ میں نے آپ ﷺ کو مسکراتے دیکھا تو میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

آنحضرت ﷺ نے کبھی ظہار نہیں کیا...... ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا کہ آنحضرت ﷺ نے حفصہؓ کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنی ڈاڑھی پر خاک اڑانے لگے اور بولے کہ اس حادثہ کے بعد اللہ تعالیٰ کو عمر اور اس کی بیٹی کی کیا پرواہ ہو گی۔ مگر پھر اگلے دن آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ عمر کا خیال رکھتے ہوئے آپ ﷺ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے۔ یہاں رجوع سے مراد اگر رجعت نہ لی جائے جو طلاق کے بعد کی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد صلح صفائی اور رضامندی لی جائے تو اس صورت میں یہ بات گزشتہ روایت کے خلاف نہیں رہتی کہ آپ ﷺ نے ان کو طلاق نہیں دی تھی بلکہ طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی بات کی تائید حضرت عمار ابن یاسرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی نہیں تھی بلکہ اس کا ارادہ فرمایا تھا جس پر حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ بہت روزہ دار اور بہت عبادت گزار ہیں اور یہ کہ جنت میں وہ آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔ اس روایت اور آگے آنے والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں سے یکسوئی تو ایک بار اختیار فرمائی مگر آپ ﷺ نے ان سے کبھی ظہار نہیں فرمایا جبکہ بعض علماء اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (ظہار ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے اپنی بیوی کو ایسی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دیدینا جو مسلمان کے لئے محرمات ابدیہ اور ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ مثلاً ماں، بہن، خالہ، پھوپھی اور بیٹی وغیرہ یعنی مثلاً بیوی سے یوں کہہ دینا کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری بہن وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ سے بیوی اس وقت تک کے لئے حرام ہو جاتی ہے جب تک اس کا کفارہ نہ کیا جائے)

بیٹی کے انداز گفتگو پر عمرؓ کا غیظ و غضب...... آنحضرت ﷺ کے اپنی بیویوں سے یکسوئی اختیار کرنے اور اپنے حجرے میں گوشہ نشین ہو جانے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اور حضرت حفصہؓ کے درمیان ایک معاملے میں الجھن پیش آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث اور حکم بنالو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس تو اپنے باپ ہی کو رکھو۔ حضرت حفصہؓ نے اپنے والد کو بلا بھیجا۔ جب وہ دونوں کے پاس آئے تو حضورؐ نے حفصہؓ سے فرمایا تم ہی بات کرو۔

حفصہؓ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ ﷺ ہی بات کہئے اور سچ بات کے سوا کچھ نہ کہئے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر بیٹی کے منہ پر طمانچہ مارا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ٹھہر جاؤ عمر۔ حضرت عمرؓ نے غضب ناک ہو کر بیٹی سے کہا:۔

"اے خدا کی دشمن! نبی اکرم ﷺ سچ بات کے سوا کچھ نہیں بولتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق و صداقت کے ساتھ ظاہر فرمایا اگر یہاں آنحضرت ﷺ موجود نہ ہوتے تو میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ روکتا جب تک تو مر نہ جاتی۔"

گوشہ نشینی میں آیت تخییر کا نزول...... رسول اللہ ﷺ اسی وقت وہاں سے اٹھ گئے اور اپنے بالاخانہ یعنی بالائی حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ ایک مہینے تک اسی حجرے میں گوشہ نشین رہے اس عرصہ میں آپ ﷺ کی ازواج کو آپ ﷺ کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔ اسی دوران میں آیت تخییر نازل ہوئی۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ گزشتہ سبب کے علاوہ اگر آیت کے نزول کا یہ سبب بھی ہو تو اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ ایک روایت کے مطابق آیت تخییر کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج ایک بار آپ ﷺ کے پاس جمع ہوئیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے نفقہ اور خرچ کا مطالبہ کیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عہد کیا کہ ایک مہینے تک ان کے پاس نہیں جائیں گے چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ مشربہ میں چلے گئے (جو ایک بالائی حجرہ یعنی بالاخانہ تھا اور جس میں سیڑھیاں چڑھ کر پہنچا جاتا تھا)

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے آکر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ حجرہ میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت عمرؓ بھی نظر آئے جو پیدل چلے آرہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ بھی اندر پہنچ گئے۔ اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے نفقہ اور خرچہ کا مطالبہ کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ بالکل خاموش اور ساکت بیٹھے ہوئے تھے اور کسی سے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔

مطالبۂ نفقہ اور ابو بکر و عمرؓ...... حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کوئی بات کرتا ہوں تاکہ آنحضرت ﷺ کو ہنسی آئے (اور آپ ﷺ کی کبیدگی دور ہو) چنانچہ انہوں نے کہا:۔

"یا رسول اللہ! اگر میں دیکھوں کہ فلاں عورت یعنی خود ان کی بیوی۔ مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو میں اس کی گردن دبا دوں!"

آپ ﷺ کو یہ سن کر ہنسی آگئی اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا جیسا کہ تم دیکھ ہی رہے ہو یہ سب ازواج میرے گرد موجود ہیں اور مجھ سے نفقہ ہی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھے اور انہوں نے ان کی گردن پکڑلی۔ ادھر حضرت عمرؓ اٹھے اور انہوں نے بڑھ کر حضرت حفصہؓ کی گردن دبائی۔ ساتھ ہی دونوں کہہ رہے تھے کہ تم آنحضرت ﷺ سے ایسی چیز مانگ رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ ایک مہینے تک ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔

ازواج کو طلاق کی افواہ...... ایک اور روایت میں حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا ایک انصاری دوست ایک رات میرے پاس آیا اس نے دروازے پر دستک دی اور فاروق اعظمؓ کو آواز دی عمرؓ کہتے ہیں کہ میں باہر آیا تو اس نے کہا ایک بہت بڑا واقعہ پیش آگیا ہے۔ میں نے کہا کیا ہو گیا۔ کیا غسان کے لوگوں نے چڑھائی کر دی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں ہم لوگوں میں باتیں ہوتی رہتی تھیں کہ غسان کے لوگ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کیلئے گھوڑوں کی نعل بندی وغیرہ کر رہے ہیں۔ میرے دوست نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا واقعہ پیش آگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا تب تو حفصہ تباہ و برباد ہو گئی مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔

عمرؓ کی بے چینی اور نبی ﷺ سے ملاقات...... اس کے بعد میں نے صبح کی نماز پڑھ کر جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور حفصہؓ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ نے تم ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آنحضرت ﷺ اس حجرہ میں گوشہ نشین ہیں۔ کیونکہ جب آپ ﷺ کی ازواج نے جمع ہو کر آپ ﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ کو اس سے اتنی تکلیف ہوئی کہ آپ ﷺ نے ایک مہینے تک ان سے نہ ملنے کی قسم کھالی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کچھ ایسی باتیں کروں گا کہ آپ ﷺ کو ہنسی آئے اور مزاج میں نشاط و شگفتگی پیدا ہو چنانچہ میں آنحضرت ﷺ کے حبشی غلام کے پاس آیا اور اس سے بولا کہ میرے لئے آنحضرت ﷺ سے باریابی کی اجازت حاصل کرو۔ غلام اندر گیا اور پھر باہر آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ کے آنے کی اطلاع کر دی مگر آنحضرت ﷺ خاموش رہے یہ سن کر میں وہاں سے مسجد نبوی میں آگیا۔ وہاں تھوڑی دیر بیٹھا مگر پھر میرے دل میں خلش بڑھی اور میں نے پھر غلام سے آکر کہا کہ عمر کے لئے اجازت لو۔ وہ پھر اندر گیا اور واپس آکر بولا کہ میں نے آپ کی اطلاع کر دی مگر آنحضرت ﷺ نے کچھ نہیں کہا۔ اسی طرح جب چوتھی مرتبہ بھی غلام نے یہی جواب دیا اور میں واپس ہونے لگا تو اچانک غلام نے مجھے پکارا اور کہا اندر چلے جائیے۔ آپ کو اجازت مل گئی ہے میں نے اندر جاکر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ننگی چٹائی پر نیم دراز تھے اور چٹائی کی بناوٹ کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر ابھر آئے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے آپ ﷺ نے میری جانب سر اٹھایا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر۔ پھر میں نے کہا مکہ میں ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب تھے مگر مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کے لوگوں پر ان کی بیویاں حاوی ہیں۔ اب ہماری عورتیں بھی ان سے یہی باتیں سیکھ رہی ہیں۔ مجھ سے فلاں عورت مراد ہیں خود ان کی بیوی۔ نے بات کی اور الجھنے لگی۔ میں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو اس نے کہا۔ میرا بحث کرنا آپ کو ناگوار ہوتا ہے جبکہ خدا کی قسم میں نے دیکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج آپ ﷺ سے الجھتی ہیں۔ یہاں تک کہ پورا پورا دن آپ ﷺ سے یکسو ہو کر گزار دیتی ہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا جس نے ایسا کیا وہ تباہ و برباد ہو گی۔ کیا اپنے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کو ناراض کر کے وہ اللہ کے غضب سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد میں حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کیا تم لوگ آنحضرت ﷺ سے بحث و تکرار کرتی ہو۔ اس نے کہا ہاں اور ہم میں سے ایک تو صبح سے شام تک آپ ﷺ سے یکسو بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم میں سے جو ایسا کرے گی وہ تباہ و برباد ہو گی۔ کیا آنحضرت ﷺ کو ناراض کر کے تم میں سے کوئی بھی خدا کے غضب سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے کبھی بحث و تکرار نہ کرنا۔ نہ ہی آپ ﷺ سے کچھ سوال و جواب کرنا۔ تمہیں جو کچھ

پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو۔ تم اپنی ساتھن یعنی عائشہؓ کو دیکھ کر دھوکہ میں مت پڑ جانا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کو زیادہ محبوب اور عزیز ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ دوبارہ مسکرائے۔

آپ ﷺ کی نشاط خاطر کے لئے عمرؓ کی کوشش...... پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میری باتوں سے کچھ دل لگ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ کے پہلو میں اس چٹائی کے نشان ابھر آئے ہیں؟ روم اور فارس کے لوگ حالانکہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے مگر ان کو کتنا آرام اور کتنی فراغت حاصل ہے۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تمہیں کچھ شک ہے۔ ان لوگوں کو تمام نعمتیں اسی دنیا میں اور پہلے مل گئی ہیں۔ میں نے عرض کیا استغفر اللہ یا رسول اللہ۔ یعنی میں اللہ سے مغفرت و بخشش مانگتا ہوں۔

آیت تخییر اور ازواج سے گفتگو...... جب اس واقعہ اور آنحضرت ﷺ کی قسم کو انتیس دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی جس میں آپ ﷺ کو بیویوں کو اختیار دیا گیا۔ (اسی آیت کو آیت تخییر کہتے ہیں جس کے معنی ہیں اختیار دینے والی آیت) وہ آیت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

(سورۂ احزاب، پ ۲۱، ع ۴، آیت ۲۸، ۲۹)

ترجمہ: اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع دنیوی دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

اس وحی کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے مشربہ یعنی بالائی حجرے سے نیچے اترے اور حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو آتے دیکھ کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور اس وقت آپ ﷺ میرے پاس آگئے حالانکہ ابھی صرف انتیس دن ہی گزرے ہیں کیونکہ میں ایک ایک دن گن رہی ہوں۔"

عائشہؓ کا قیمتی جواب...... آپ ﷺ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارے کرتے ہوئے فرمایا کہ مہینہ کبھی اتنے دن کا ہوتا ہے کبھی اتنے کا اور کبھی اتنے کا۔ تیسری دفعہ میں آپ ﷺ نے انگوٹھا گرا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ میں تم سے ایک بات کہنے جا رہا ہوں مگر تم اسکے متعلق فوری فیصلہ نہ کرنا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھ رہا ہوں مگر چاہتا ہوں تم اس کے سلسلے میں جلدی فیصلہ مت کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا میں نے عرض کیا کیا بات ہے یا رسول اللہ! تب آپ ﷺ نے میرے سامنے آیات تخییر پڑھیں یعنی یا ایھا النبی قل لازواجک الخ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں گی میں تو ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت ہی کی طلب گار ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یا رسول اللہ۔ کیا میں آپ ﷺ کے معاملہ میں والدین سے مشورہ لوں گی۔ ہر گز نہیں میں تو اللہ اور اس کے رسول اور عالم آخرت

ہی کی طلب گار ہوں۔

بقیہ ازواج کے یکساں جواب...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ جو کچھ میں نے آپ ﷺ سے کہا ہے اس کا تذکرہ آپ ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی سے نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے جو عورت بھی مجھ سے پوچھے گی میں اسے ضرور بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مشکلات پیدا کرنے والا بنا کر نہیں ظاہر فرمایا۔ مجھے تو معلم اور سکھانے والا اور آسانیاں دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر آپ کی دوسری بیویوں نے بھی وہی کہا اور کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اور جواب دیا تھا۔

پانچواں نکاح زینب بنت خزیمہؓ سے...... اس کے بعد آپ ﷺ کی پانچویں بیوی حضرت زینب بنت خزیمہؓ تھیں۔ یہ حضرت میمونہؓ کی ماں شریک بہن تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں انکو اُمّ المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ یہ بے انتہا ہمدردی اور احسان کا معاملہ کیا کرتی تھی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابو طالب کو غریبوں سے محبت اور ان کے ساتھ ہم نشینی کی وجہ سے ابوالساکین کا خطاب دیا تھا۔ حضرت جعفر مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے اور انکے ساتھ ہمیشہ احسان کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

زینب کی بیوگی اور نبی ﷺ سے شادی...... حضرت زینبؓ اس سے پہلے طفیل ابن حرث کی بیوی تھیں طفیل نے ان کو طلاق دے دی تھی تو طفیل کے بھائی عبیدہ ابن حرث نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت عبیدہؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس اپنا رشتہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے اپنے معاملے کا اختیار آنحضرت ﷺ کو ہی دے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور بارہ اوقیہ ایک نش بطور مہر کے دیا۔ یہ بات غزوۂ احد سے ایک مہینے پہلے اور ہجرت کے اکتیس مہینے بعد کی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ عبیدہ ابن حرثؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ عبداللہ ابن جحشؓ کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ احد میں شہید ہوگئے۔ ان کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے شادی کرلی تھی۔

اس شادی پر اُمّ سلیمؓ کا ہدیہ...... کتاب مواہب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو زیادہ صحیح ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو میری والدہ اُمّ سلیمؓ نے کھجوریں اور گھی اور پنیر کو یکجا کر کے حیس تیار کیا اور اسے ایک برتن میں نکال کر حضرت انسؓ سے کہا۔

"انس! یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ آپ ﷺ کے لئے میری والدہ نے بھیجا ہے اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے!"

نبی کا معجزۂ برکت...... آنحضرت ﷺ نے یہ ہدیہ قبول کر کے فرمایا کہ فلاں فلاں آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ اور کچھ لوگوں کے نام لئے پھر فرمایا۔ اور جو بھی تمہیں راستے میں ملے اسے بھی میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاؤ۔ انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جن لوگوں کا نام لے کر بتایا تھا میں نے ان کو بھی دعوت دی اور جو بھی مجھے راہ میں ملا اس کو بھی میں نے دعوت دے دی۔ اس کے بعد میں واپس آگیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا تھا کہ ان لوگوں کی تعداد کتنی تھی تو انہوں نے بتایا تھا کہ وہ سب ملا کر تین سو آدمی تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حیس یعنی اس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھا اور کچھ پڑھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ وہاں موجود لوگوں میں سے دس دس کو اپنے پاس بلاتے اور وہ لوگ اس حیس میں سے

کھاتے۔ آپ ان سے فرماتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور ہر شخص اپنے سامنے ہی سے کھائے چنانچہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھالیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا انس یہ برتن اٹھالو۔ میں نے برتن اٹھالیا۔ مگر میں نہیں جانتا کہ جب میں نے وہ برتن لاکر رکھا تھا اس وقت وہ زیادہ بھاری تھا یا جب اٹھایا اس وقت زیادہ بھاری تھا۔

زینبؓ کی وفات عمر اور تدفین...... حضرت زینب رضی اللہ عنھا صرف آٹھ مہینے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہیں۔ اور ایک قول کے مطابق دو یا تین مہینے آپ ﷺ کے پاس رہیں اس کے بعد وہ وفات پاگئیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور وہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی عمر تیس سال کے لگ بھگ ہوئی حضرت زینبؓ اور حضرت خدیجہؓ کے سوا آپ ﷺ کی ازواج میں کوئی ایسی نہیں جن کا انتقال آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوا ہو۔

چھٹا نکاح اُمّ سلمہؓ سے...... حضرت زینبؓ کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے شادی کی۔ ان کا نام ہند تھا۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے اُمّ سلمہؓ آپ ﷺ کی پھوپی کے بیٹے ابو سلمہ عبداللہ ابن عبد الاسد کے گھر میں تھیں۔ یہ ابو سلمہ آپ ﷺ کی پھوپی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یہ اُمّ سلمہؓ اور ابو سلمہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ یہ اس قول کے بنیاد پر ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔

اُمّ سلمہؓ سے رشتہ اور ان کی تذبذب...... جب حضرت ابو سلمہؓ کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اس مصیبت کا اجر عطا فرمائے اور ابو سلمہؓ سے بہتر شخص دے جو ان کی جگہ لے سکے اس پر اُمّ سلمہؓ نے حسرت سے کہا کہ ابو سلمہؓ کے بدلے میں ان سے بہتر شخص کون ہو سکتا ہے پھر جب حضرت اُمّ سلمہؓ کی عدّت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطبؓ ابن بلتعہ کے ذریعہ ان کے پاس اپنا رشتہ بھیجا اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ بھی اپنے لئے ان کے پاس رشتہ بھیج چکے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اپنا رشتہ دے چکے تھے مگر اُمّ سلمہؓ نے انکار کر دیا تھا۔ حضرت حاطبؓ آنحضرت ﷺ کا رشتہ لے کر پہنچے تو اُمّ سلمہؓ نے کہا۔

رسول اللہ ﷺ کو مرحبا۔ مگر آپ ﷺ سے عرض کر دو کہ میں عمر رسیدہ عورت ہوں اور یتیم لڑکیوں کی ماں ہوں۔ یعنی چار لڑکیاں جن کے نام برّہ سلمہ عُمرہ اور دُرّہ تھے۔ اور میں بہت غیرت مند یعنی نازک مزاج اور حساس ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کا جوابی پیام...... اس پر آنحضرت ﷺ نے پھر ان کے پاس پیغام بھیجا اور کہلایا کہ جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ تم عمر رسیدہ ہو تو میں تم سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں اور عورت کے لئے یہ بات عیب کی ہرگز نہیں کہ اپنے سے زیادہ عمر والے آدمی سے شادی کرے۔ اسی طرح تمہاری جو یہ بات ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی ماں ہو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب کی سب اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہیں۔ اور تمہارا جو یہ کہنا ہے کہ تم بہت غیرت مند اور نازک مزاج ہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ بات جاتی رہے۔"

یہاں ایک شبہ ہے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ انصاری عورتوں میں سے کسی سے شادی نہیں کرتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان میں غیرت یعنی رشک کا مادّہ بہت زیادہ ہے۔ غرض ایک روایت کے مطابق حضرت اُمّ سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ کے پاس جو جواب بھجولیا تھا اس میں یہ بھی کہلایا تھا کہ یہاں میرے ولی اور سرپرستوں میں سے کوئی نہیں ہے جو میری شادی کرے اس پر آنحضرت ﷺ

ان کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک تمہاری نازک مزاجی اور غیرت کا تعلق ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو دور فرمادے جہاں تک لڑکیوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے کافی ہے اور جہاں تک تمہارے اولیاء اور سرپرستوں کا تعلق ہے تو ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے ناپسند کرے۔

منظوری نکاح اور مہر...... اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کا رشتہ منظور کر لو چنانچہ یہ شادی ہو گئی۔ مہر میں آنحضرت ﷺ نے کچھ سامان دیا۔ جس میں ایک چکّی، ایک پیالہ اور ایک بستر تھا۔ اس بستر میں (روئی کے بجائے) کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اس تمام سامان کی قیمت دس درہم ہوتی تھی۔ ایک قول کے مطابق چالیس درہم تھی حضرت اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی اور مجھے آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ اُمّ المساکین جن کا انتقال ہو گیا تھا۔ کے حجرہ میں ٹھہرایا وہاں میں نے ایک تھیلا دیکھا جس میں تھوڑا سا گیہوں بھرا ہوا تھا وہیں ایک چکّی رکھی ہوئی تھی وہیں پر ایک بھگونا ایک ہانڈی اور ایک قاب موجود تھا جو سالن نکالنے کے لئے تھا۔ میں نے وہ گیہوں لے کر پیسا پھر اسے بھگونے میں ڈال کر اس میں گھی ملایا اور اس کا کھانا تیار کیا پھر قاب لے کر اس میں سالن لگایا۔ اس شب عروسی میں یہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی اہلیہ کا کھانا تھا۔

اُمّ سلمہؓ کی وفات عمر اور تدفین...... حضرت اُمّ سلمہؓ کا انتقال یزید ابن معاویہ کے دور حکومت میں ہوا اس وقت ان کی عمر چوراسی سال کی تھی۔ انہیں قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا اور ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سعید ابن زید نے پڑھی مگر یہ روایت غلط ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت اُمّ سلمہؓ کی شادی ان کے بیٹے کے ہاتھوں اس لئے ہوئی کہ وہ اُمّ سلمہؓ کے دادھیالی عزیز تھے۔ یعنی دراصل وہ حضرت اُمّ سلمہؓ کے چچازاد بھائی کے بیٹے تھے (اسی لئے ان کو چچازاد بھتیجے کے بجائے بیٹا کہا گیا)

ساتواں نکاح زینبؓ بنت جحش سے...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہؓ کے بعد حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی۔ ان کا اصل نام بَرّہ تھا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو زینب نام دیا۔ یعنی یہ آنحضرت ﷺ کی پھوپی کی لڑکی تھیں ان کا نام بَرّہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے یہ بات پسند نہیں فرمائی کہ لوگ یوں کہیں کہ آپ ﷺ بَرّہ کے پاس سے آرہے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی پھوپی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی بَرّہ تھیں۔ یہ حضرت زینبؓ آپ ﷺ سے پہلے آپ ﷺ کے غلام حضرت زید ابن حارثہؓ کے گھر میں تھیں۔ مگر پھر حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی تھیں۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آنحضرت ﷺ سے بیاہ دیا۔ عدّت گزرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہؓ کو ہی اپنا رشتہ دے کر ان کے پاس بھیجا۔ زیدؓ کہتے ہیں میں زینبؓ کے پاس گیا اور دروازے کی طرف بیٹھ کر کے میں نے ان سے کہا کہ زینب رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے اور تم سے اپنا پیام دیا ہے حضرت زینبؓ نے کہا میں اس وقت تک کچھ نہیں کروں گی جب تک اپنے رب عزوجل سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کر لوں۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (سورۂ احزاب، پ ۲۲، ع ۵، آیت ۳۷)

ترجمہ: پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔

آسمانوں میں نکاح...... یہ وحی نازل ہونے کے بعد جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ سے

٭ آپ ﷺ کا نکاح خود آسمان پر کر دیا آنحضرت ﷺ بغیر اجازت حضرت زینبؓ کے مکان میں داخل ہوگئے اسی بناء پر حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی دوسری ازواج کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح آنحضرت ﷺ کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فرمایا ہے۔

اس روایت سے اس قول کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے کہ حضرت زینبؓ کے بھائی نے زینبؓ کی شادی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کی تھی۔ کتاب نور میں ہے کہ بھائی کے ذریعہ ان کی شادی ہونے کی جو روایت ہے اس کی تاویل ممکن ہے۔

زینبؓ کی پہلی شادی...... حضرت مقاتلؒ بیان کرتے ہیں کہ جب زید ابن حارثہؓ نے حضرت زینبؓ سے شادی کا ارادہ کیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا رشتہ کرا دیجئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس سے؟ انہوں نے عرض کیا زینب بنت جحش سے آپ ﷺ نے فرمایا میرا خیال ہے وہ قبول نہیں کرے گی کیونکہ وہ بہت معزز عورت ہے۔ زید نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ ﷺ خود ان سے بات کریں گے اور فرمائیں گے کہ میرے نزدیک زید سب سے زیادہ معزز ہے تو وہ مان جائے گی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بڑی فصیح و بلیغ اور بہت رواں بولنے والی عورت ہے۔ آخر حضرت زیدؓ وہاں سے اٹھ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو اس پر تیار کر لیا کہ وہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کریں۔ حضرت علیؓ ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آخر آنحضرت ﷺ تیار ہوگئے اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اچھا میں پیام دیتا ہوں اور علی! میں تمہیں زینب کے گھر والوں کے پاس ان کا پیام دے کر بھیجتا ہوں تم ہی جا کر ان سے بات کرو چنانچہ حضرت علیؓ حضرت زینبؓ کے گھر گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت علیؓ نے آکر یہ جواب دیا کہ خود حضرت زینب اور ان کے بھائی دونوں نے اس رشتے کو ناپسند کیا ہے۔ (کیونکہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپی کی لڑکی اور قریش کی نہایت معزز و خوب رو خاتون تھیں جب کہ حضرت زیدؓ ایک غلام تھے)

اس پر آنحضرت ﷺ نے پھر پیغام بھیجا کہ میں نے زید کو تمہارے لئے پسند کر لیا ہے اور میرا فیصلہ ہے کہ تم زید سے زینب کا نکاح کر دو۔ غرض وہ مان گئے اور نکاح کر دیا۔ زید کی طرف سے دس دینار اور ساٹھ درہم دیئے گئے نیز انہوں نے ایک زرہ ایک اوڑھنی ایک لحاف اور ایک پاجامہ دیا۔ اسکے علاوہ پچاس مد کھانا اور دس مد کھجوریں دیں۔ یہ سب کا سب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو دیا تھا پھر حضرت زینبؓ کا ولیمہ کیا گیا جس میں مسکینوں کو روٹی اور گوشت کھلایا گیا۔

ولیمہ اور آیات پردہ...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے ذی قعدہ 4ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ یہی صحیح قول ہے اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ ایک قول ہے کہ جس روز آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے شادی کی اسی دن پردے کی آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شادی کے موقعہ پر لوگوں کی دعوت کی۔ جب لوگ کھا چکے اور آنحضرت ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو لوگ جانے کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔ آخر آنحضرت ﷺ کھڑے ہوگئے۔ کچھ لوگ تو آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوگئے لیکن تین آدمی پھر بھی بیٹھے رہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ گھر میں جانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ پھر بھی بیٹھے ہوئے ہیں آخر آنحضرت ﷺ اندر نہیں جا سکے اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ

(سورۃ احزاب، پ ۲۲، ع ۷، آیت ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بے بلائے مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے کہ کھانا تیار ہے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔

زینب علیہا سے شادی اور منافقین ...... اس پر منافقوں نے بہت چہ مہ گوئیاں کیں کہ محمد ﷺ نے لو اولاد کی بیویوں کو دوسروں کے لئے حرام کر دیا اور خود اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور اس وقت عرب کے لوگ منہ بولے بیٹے کو اصلی بیٹے کی طرح مانتے تھے۔ چنانچہ وراثت وغیرہ میں وہ اصلی بیٹے کی طرح حقدار ہوتا تھا۔ اسلام نے اس تصور کو ختم کر دیا اور بتلایا کہ منہ بولا بیٹا یا لے پالک شریعت کے مطابق بیٹا نہیں بن سکتا زید ابن حارثؓ کو چونکہ آنحضرت ﷺ نے بیٹا بنایا تھا اس لئے انہیں زید ابن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (سورۃ احزاب، پ ۲۲، ع ۵، آیت ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (سورۃ احزاب، پ ۲۱، ع ۱، آیت ۵)

ترجمہ: تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے۔

زینبؓ بنت جحش کی وفات عمر اور تدفین ...... چنانچہ اس حکم کے بعد زیدؓ کو پھر زید ابن محمد کے بجائے زید ابن حارثہ ہی کہا جانے لگا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ پہلی زوجہ مطہرہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ سے جا ملیں۔ ان کی وفات مدینہ میں ۲۰ھ میں ہوئی۔ ان کو قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا وفات کے وقت ان کی عمر ترپن سال کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

زینب کی خودداری و سیر چشمی ...... ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ نے حضرت زینبؓ کے پاس کچھ عطیہ کی رقم بھیجی۔ انہوں نے فوراً اس مال پر کپڑا ڈھک دیا تاکہ وہ ان کو نظر بھی نہ آئے اور اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد یہ رقم پچاسی درہم تھی (یعنی یا تو کل پچاسی درہم تھی اور یا ایک روایت کے مطابق تقسیم کے بعد پچاسی درہم بچے۔ وہ بھی حضرت زینبؓ نے اپنی باندی کو عطا فرما دیئے) اس کے بعد حضرت زینبؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اس سال کے بعد اگلے سال عمرؓ کا ہدیہ مجھے نہ پائے (یعنی اس سے پہلے کہ عمر آئندہ سال پھر مجھے بیت المال سے کچھ رقم بھیجیں اللہ تعالیٰ مجھے اٹھا لے، یہ حضرت زینبؓ کا مال و دولت اور دنیا سے انتہائی پرہیز و بے نیازی اور زہد کا عالم تھا) چنانچہ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

زنانہ جنازہ پر گہوارہ اور پلنگ کی ابتداء ...... یہ پہلی عورت ہیں جن کے جنازے پر گہوارہ رکھا گیا۔ یعنی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہام کے بعد یہ ایسی پہلی عورت ہیں لہٰذا یہ قول اس روایت کے خلاف نہیں جس کے مطابق ایسی پہلی خاتون حضرت فاطمہ ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ زینبؓ پہلی عورت ہیں جن کا جنازہ کھٹولے پر اٹھایا گیا لیکن ایک قول ہے کہ ایسی پہلی خاتون بھی حضرت فاطمہؓ ہیں۔

زینب کی عبادت گزاری و سخاوت...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے حق میں فرمایا کرتی تھیں کہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کے نزدیک اپنے مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی ہیں اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک اگر ازواج میں سے کوئی میرے ہم پلہ ہیں تو وہ حضرت زینبؓ ہی ہیں۔ میں نے زینبؓ سے زیادہ دیندار، خدا سے ڈرنے والی راستباز و حق گو رشتہ داروں کے لئے درد مند اور صدقہ و خیرات کی شوقین کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی۔

حضرت زینبؓ کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑی اواہ ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ اواہ کے کیا معنی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یعنی خدا کی طرف رجوع کرنے والی اور نرم دل۔ یہ پہلی عورت ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ سے جاملیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ آپ ﷺ کی ازواج میں سے کسی نے ایک روز آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم میں سب سے پہلے کون وفات پاکر آپ ﷺ سے جاملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی ہے (آنحضرت ﷺ کی مراد اس سے یہ تھی کہ سخاوت و بخشش اور جود و کرم کے لحاظ سے تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں وہ سب سے پہلے وفات پاکر میرے سے آملے گی۔

ازواج مطہرات آپ ﷺ کے اس اشارے کو سمجھ نہیں سکیں اس لئے وہ ایک لکڑی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب بھی ہم ازواج آپس میں کسی کے گھر پر جمع ہوتیں تو دیوار پر ہم اپنے ہاتھ خوب کھینچ کر رکھتیں اور ناپا کرتی تھیں اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت سودہؓ ہم میں سب سے زیادہ لمبی ہیں۔ لہٰذا ان ہی کے ہاتھ بھی سب سے زیادہ لمبے تھے)

سب سے پہلے آپ ﷺ سے جاملنے والی اولین بیوی...... مگر آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا حالانکہ وہ بہت دھان پان اور مختصر قد و قامت کی تھیں۔ اس وقت ہم نے سمجھا کہ لمبے ہاتھوں سے آنحضرت ﷺ کی مراد صدقہ و خیرات اور فیاضی تھی۔ ڈیل ڈول نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت زینبؓ دستکار تھیں اور اپنی محنت سے کما کر بے حد صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔

جو کچھ بخاری میں ہے کہ وہ حضرت سودہؓ تھیں۔ اس کے متعلق علامہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ یہ بات کسی راوی کی غلطی کی بنیاد پر ہوئی ہے امام بخاریؒ پر تعجب ہے کہ انہیں اس غلطی کا اندازہ کیوں نہیں ہوا نہ ہی اس غلطی کے فساد کا ان کو علم ہو سکا۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت سودہؓ کا آنحضرت ﷺ سے جاملنا آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔ درحقیقت یہ سب محض وہم ہے ورنہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے پاس جانے والی زوجہ محترمہ حضرت زینبؓ ہیں۔ کیونکہ وہی تمام ازواج مطہرات میں صدقہ و خیرات اور جود و سخاوت کے اعتبار سے سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی تھیں۔ علامہ طیبیؒ نے ان مختلف روایات میں موافقت پیدا کرنے کے لئے یہ تفصیل کی ہے کہ شاید آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی جو ازواج وہاں جمع ہوئیں ان میں حضرت زینبؓ موجود نہیں تھیں لہٰذا حضرت سودہؓ کا انتقال ہوا تو وہ اس وقت جمع ہونے والی ازواج میں پہلی عورت ہوئیں جو آنحضرت ﷺ سے جاملیں۔ مگر اس وضاحت میں بھی اشکال ہے کیونکہ ایک روایت کے

مطابق آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی تمام ازواج وہاں جمع تھیں کوئی غیر حاضر نہ تھی۔ چنانچہ ان میں سے کسی نے اور ایک روایت کے مطابق ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ہم میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ کون جا ملے گی۔ امام نوویؒ کہتے ہیں سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج میں حضرت زینبؓ ہی وہ پہلی خاتون ہیں جو فوت ہوئیں۔

آٹھواں نکاح جویریہؓ سے...... پھر آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح کیا۔ حضرت جویریہ بنت حرث قبیلہ بنی مصطلق سے تھیں اور غزوۂ بنی مصطلق میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ پھر جب غلاموں اور باندیوں کو غازیان اسلام کے درمیان تقسیم کیا گیا تو یہ حضرت ثابت ابن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ حضرت ثابتؓ نے ان کو مکاتبت کی پیش کش کر دی (یعنی اگر باندی یا غلام اتنا مال اپنے آقا کو ادا کر دے تو وہ آزاد ہے)۔ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو حضرت جویریہؓ کی طرف سے آپ ﷺ نے مال ادا کر کے انہیں آزاد کرا لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جویریہؓ کے باپ نے آ کر بیٹی کی طرف سے مال ادا کر دیا تھا اور انہیں آزاد کرا لیا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے جویریہؓ سے نکاح کر لیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

جویریہؓ کی وفات اور عمر...... ایک قول ہے کہ یہ حضرت جویریہؓ آنحضرت ﷺ کی بیوی نہیں باندی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کر لی۔ ان کا نام برہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا جویریہ نام رکھا جس کی وجہ وہی ہے جو پیچھے حضرت زینبؓ کے نام کے متعلق ذکر کی گئی۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ مسافع ابن صفوان کی بیوی تھیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جویریہؓ میں ملاحت یعنی نمکینی اور حلاوت یعنی مٹھاس دونوں باتیں جمع تھیں (یعنی صورت و شکل کے لحاظ سے ایسی دل کش تھیں) کہ کوئی بھی انہیں دیکھے تو ان کا گرویدہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ اس وقت مدینہ کا حاکم مروان ابن حکم تھا۔ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ ایک قول ہے کہ پینسٹھ سال عمر تھی۔ (آپ ﷺ نے ۵ھ میں نکاح ہوا)

نواں نکاح ریحانہؓ سے...... : اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ریحانہ بنت یزید سے شادی کی۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر سے تھیں۔ ایک قول ہے کہ یہودی قبیلہ بنی قریظہ سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ بنی قریظہ کے ایک شخص کی بیوی تھیں جس کا نام حکم تھا۔ علامہ دمیاطیؒ کہتے ہیں اسی وجہ سے بعض راویوں نے حضرت ریحانہؓ کو بنی قریظہ میں سے شمار کیا ہے یہ بہت حسین و جمیل تھیں اور بنی قریظہ کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ مال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے لئے انتخاب فرما لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا کہ وہ اپنے یہودی مذہب یا اسلام میں سے جس راستے پر چاہے چل سکتی ہیں۔ حضرت ریحانہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ آپ ﷺ نے مہر میں بارہ اوقیہ اور ایک نش ان کو دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ صرف باندی ہونے کی حیثیت میں آنحضرت ﷺ کی ہم بستری میں رہتی تھیں۔ چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ یا تو آپ ﷺ ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیں اور یا یہ کہ وہ بیوی بننے کی بجائے آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں رہیں۔ اب اس صورت میں ان کا شمار آنحضرت ﷺ کی باندیوں میں ہونا چاہئے بیویوں میں نہیں۔ علامہ دمیاطیؒ فرماتے ہیں کہ پہلی بات ہی یعنی یہ کہ حضرت ریحانہؓ آپ ﷺ کی بیوی تھیں، علماء کے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ مگر علامہ عراقیؒ

کے نزدیک زیادہ صحیح بات دوسری ہے کہ یہ آپ ﷺ کی باندی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے حیض دماہواری سے فارغ ہونے کے بعد ان کے ساتھ ہم بستری کی۔ یہ خلوت اُمّ منذر سلمیٰ بنت قیس نجاریہ کے مکان میں ہوئی۔ یہ واقعہ ۶ھ ہجری کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معاملے میں ان کو غیر معمولی طور پر غیرت اور رشک تھا۔ آخر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔ مگر جب یہ بہت زیادہ روئیں دھوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے رجعت فرمالی۔ اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ریحانہؓ آپ کی بیوی تھیں۔ ایک قول کے مطابق آنحضرت ﷺ کے حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت ان کا انتقال ہوا اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔

دسواں نکاح اُمّ حبیبہؓ سے...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اُمّ حبیبہؓ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نام رملہ بنت ابوسفیان ابن حرب تھا۔ یہ حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپی زاد بہن تھیں۔ ہجرت ثانیہ کے موقعہ پر انہوں نے اپنے شوہر عبیداللہ ابن جحش کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ عبیداللہ سے ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ تھا۔ اسی لڑکی کے نام سے ان کی کنیت اور لقب اُمّ حبیبہ پڑ گیا تھا۔ حبیبہ بطور سوتیلی بیٹی کے آنحضرت ﷺ کی پروردہ تھیں اور آپ ﷺ کی نگرانی میں رہیں۔ عبیداللہ ابن جحش حبشہ جاکر مرتد ہو گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمیّہ ابن ضمری کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کا نکاح اُمّ حبیبہؓ سے کر دیا۔ بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے چار سو دینار اُمّ حبیبہؓ کو بطور مہر ادا کئے۔ اس نکاح میں حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ولی کی حیثیت سے خالد بن سعید ابن عاص تھے۔ اُمّ حبیبہؓ نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا تھا یہ خالد اُمّ حبیبہؓ کے باپ کے چچازاد بھائی تھے۔ ایک قول ہے کہ اس نکاح کے ولی حضرت عثمانؓ تھے۔ اسی طرح ایک قول ہے کہ مہر کی رقم چار ہزار درہم تھی۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کو جہیز کا سامان شاہ نجاشی نے اپنے پاس سے دیا اور انہیں 7ھ ہجری میں شرجیل ابن حسنہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ ہی میں ان سے شادی کی تھی۔ چنانچہ ایک روایت ایسی ہے کہ اس کو اسی قول پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اطمینان خاطر کے لئے حضرت اُمّ حبیبہؓ بنت ابوسفیان کے ساتھ اپنے نکاح کی تجدید کی۔

گیارھواں نکاح صفیہؓ سے...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ بنت حیی ابن اخطب سے نکاح فرمایا۔ یہ حیی ابن اخطب یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا۔ یہ بنی قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ ہی قتل ہو گیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ان کی پہلی شادی سلام ابن مشکم سے ہوئی تھی۔ پھر اس نے انہیں طلاق دے دی تو ان کا نکاح کنانہ ابن ابوالحقیق کے ساتھ ہوا۔ مگر جنگ خیبر میں کنانہ قتل ہو گیا۔ اس کے قتل کا واقعہ تفصیل کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کے ذریعہ بھی حضرت صفیہؓ کے یہاں کوئی بچہ نہیں ہوا۔

حضرت صفیہؓ دحیہ کا انتخاب...... (غزوہ خیبر میں شوہر کے قتل کے بعد صفیہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں) آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب غزوۂ خیبر کے قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے یارسول اللہ ان قیدیوں میں سے ایک لڑکی کنیز کے طور پر مجھے عنایت فرما دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان قیدیوں میں سے خود ہی کسی کو منتخب کر لو۔

حضرت دحیہؓ نے صفیہؓ کو پسند کر کے لے لیا۔ اس وقت بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لڑکی بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردار ہے اور ایسی لڑکی صرف آپ ﷺ ہی کے لئے مناسب ہو سکتی ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے دحیہ کلبیؓ سے فرمایا کہ تم قیدیوں میں سے کوئی دوسری لڑکی لے لو۔

نبی ﷺ سے شادی...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا اور پھر ان کو پردہ میں پہنچادیا جس کا مطلب تھا کہ حضرت صفیہؓ اب کنیز نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حرم اور بیوی ہیں۔ خیبر سے روانہ ہو کر آپ ﷺ صہباء کے مقام میں اترے وہاں اُمّ سلیمؓ نے صفیہؓ کو آنحضرت ﷺ کے لئے سجایا اور رات میں آپ ﷺ کے پاس پہنچایا۔ اس وقت حضرت صفیہؓ کی عمر پورے سترہ سال بھی نہیں ہوئی تھی۔ عروسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے کھجور اور ستّو کے ذریعہ ولیمہ کیا۔

دعوت ولیمہ کی شان...... ایک روایت میں یوں ہے کہ عروسی کے بعد صبح کو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس کے پاس بھی کھانے پینے کی جو چیز ہو وہ لے کر آجائے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے وہاں ایک دستر خوان بچھادیا۔ اب کوئی شخص پنیر لے آیا کوئی کھجوریں لے آیا اور کوئی گھی وغیرہ لایا صحابہؓ نے ان سب چیزوں کو ملا کر حیس تیار کر دیا۔ اور یہی کھانا آنحضرت ﷺ کے ولیمہ کے طور پر کھایا گیا۔

صفیہؓ کی فضیلت...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہؓ نہایت عقلمند اور فضل و کمال کی مالک خاتون تھیں۔ ایک روز آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں آنحضرت ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے عائشہؓ اور حفصہؓ میرے خلاف جذبہ رکھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم صفیہؓ سے بہتر ہیں کیونکہ ہم آنحضرت ﷺ کی بنات عم یعنی نسبی طور پر چچا کی بیٹیاں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان سے کہو تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو میرے (نسبی) باپ ہارون علیہ السلام ہیں میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں (کیونکہ یہ یہودی خاندان سے تھیں) اور میرے شوہر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس طرح وہ گویا ایک نبی کی بیٹی ایک نبی کی بھتیجی اور ایک نبی کی بیوی تھیں۔

صفیہؓ کا سچا خواب...... آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر ایک نشان دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا۔ حضرت صفیہؓ نے عرض کیا۔ ایک دفعہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ میں نے وہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر کنانہ سے کیا تھا۔ اس نے خواب سن کر میرے منہ پر بہت زور سے طمانچہ مارا جس کا یہ نشان آج تک موجود ہے اور کہا تھا کہ تو اتنا سر ابھارہی ہے کہ بادشاہ عرب کے خواب دیکھتی ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کی تمنا کرتی ہے) ہو سکتا ہے کہ خواب کا یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہو۔ کیونکہ کتاب نور میں ہے کہ شاید باپ اور شوہر دونوں نے ہی ان کے طمانچہ مارا تھا۔ اس خواب کی یہ روایت پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت صفیہؓ نے خواب دیکھا تھا کہ سورج ان کی گود میں آگرا ہے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ممکن ہے یہ دو خواب رہے ہوں یا انہوں نے ایک ہی خواب میں سورج اور چاند دونوں کو اپنی گود میں گرتے دیکھا ہو۔

اخلاص اور صلۂ رحمی...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں حضرت صفیہؓ کی ایک باندی ایک دن فاروق اعظمؓ کے پاس آئی اور بولی کہ امیر المومنین صفیہؓ یوم سبت یعنی ہفتہ کے دن کا (جو یہودیوں کا مقدس دن ہے) بہت احترام کرتی ہے اور اپنے یہودی رشتہ داروں کی مدد کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق صفیہؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا جہاں تک یوم سبت کی بات ہے تو جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے

بدلے میں جمعہ کا دن عطا فرمایا ہے۔ میں ہفتہ کے دن کو بالکل پسند نہیں کرتی۔ البتہ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے تو ان میں میرے رشتہ دار ہیں اور میں صلہ رحمی یعنی رشتے داروں کی خبر گیری کے طور پر ان کی مدد کرتی ہوں اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے اپنی اس باندی سے پوچھا کہ تجھے کس نے میرے خلاف شکایت پر ابھارا تھا۔ اس نے کہا شیطان نے یہ سن کر حضرت صفیہؓ نے اس سے کہا جا تو آزاد ہے۔

وفات اور ترکہ...... حافظ دمیاطیؒ لکھتے ہیں! حضرت صفیہؓ کا انتقال رمضان ۵۰ھ ہجری میں ہوا۔ ایک قول ہے کہ ۵۲ھ میں ہوا۔ اور انہیں قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا انتقال کے وقت انہوں نے سو ہزار یعنی ایک لاکھ درہم کی زمین و جائیداد چھوڑی۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اس مال میں سے ایک تہائی حصہ ان کے بھانجے کو دیا جائے۔ وہ بھانجہ یہودی تھا۔ علامہ رافعیؒ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ صفیہؓ نے اپنے بھائی کے لئے تمیں ہزار کی وصیت کی تھی اور ان کا یہ بھائی یہودی تھا۔ مگر یہ قول گزشتہ روایت کے خلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے جس راوی سے ہمارے امام شافعیؒ نے یہ روایت بیان کی ہے اس راوی نے تمیں ہزار کے اوپر والے اس عدد کو ناقابل ذکر سمجھا ہو جو ایک تہائی کو مکمل کرتا ہے تمیں کے اوپر والا وہ عدد سوا تین ہوتا ہے کیونکہ سو کا ایک تہائی حصہ سوا تینتیس ہوتا ہے۔ یا پھر راوی نے تمیں ہزار درہم کو ہی ایک تہائی کہہ دیا ہو کیونکہ تمیں ہزار اور سوا تینتیس ہزار میں تھوڑا سا فرق ہے گویا حضرت صفیہؓ نے تمیں ہزار کی ہی وصیت کی ہو مگر راوی نے تھوڑے فرق کی وجہ سے اسے ایک تہائی کہہ دیا ہو۔

بارھواں نکاح میمونہؓ سے...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے میمونہ بنت حرث سے نکاح کیا۔ ان کا نام برّہ تھا۔ آپ ﷺ نے بدل کر میمونہ نام رکھ دیا۔ یہ نکاح آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے پڑھا۔ یہ میمونہؓ حضرت عباسؓ کے بیٹے عبداللہ کی خالہ تھیں۔ ان کی بہنیں حضرت اسماء بنت عمیس اور سلمٰی بنت عمیس اور زینب بنت خزیمہ امّ المومنین تھیں۔ نیز یہ حضرت خالد ابن ولید کی بھی خالہ تھیں دور جاہلیت میں ان کی شادی مسعود ابن عمرو سے ہوئی تھی۔ پھر اس نے طلاق دے دی تو ان کا نکاح ابورحم کے ساتھ ہو گیا جس کا بعد میں انتقال ہو گیا (اور یہ بیوہ ہو گئیں) تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ احرام کی حالت میں تھے۔ جیسا کہ مدینہ کے اکثر علماء کا قول ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ عمرہ کے احرام میں تھے۔ کتاب ہدی میں ہے کہ خیال یہی ہے کہ حضرت میمونہؓ سے نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ احرام میں تھے۔ اگرچہ ابن عباسؓ کا قول اس کے خلاف ہے مگر یہ ان کا وہم ہے۔ ہدی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور میمونہ کے درمیان اس معاملے میں جو سفیر تھے وہ ابورافع تھے جو اس پورے واقعہ کے گواہ ہیں اور وہ اس وقت ایک بالغ و عاقل آدمی تھے جبکہ ابن عباسؓ کی عمر اس وقت صرف دس سال تھی۔ آگے وہ لکھتے ہیں واضح رہے اس قسم کی ترجیح کسی رائے کو مقدم رکھنے کا سبب بن سکتی ہے۔

وفات عمر اور تدفین...... یہ واقعہ ۷ھ ہجری کا ہے آنحضرت ﷺ نے تین دن مکہ میں قیام کیا اور پھر اگر احرام میں تھے تو حلال ہونے کے بعد سرف کے مقام پر آپ ﷺ نے عروسی فرمائی۔ ان کا انتقال صحیح قول کے مطابق ۵۱ھ ہجری میں ہوا۔ ان کی عمر اسّی سال ہوئی اور سرف کے مقام پر وہیں دفن ہوئیں۔ جہاں ان کی آنحضرت ﷺ سے شب عروسی ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی ازواج اور کنیزوں کی تعداد

مختصر یہ ہے کہ ایسی عورتوں کی کُل تعداد تمیں ہے جو آنحضرت ﷺ سے کسی طرح یعنی بیوی کے طور پر یا کنیز کی حیثیت سے متعلق رہیں۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جن سے آپ ﷺ نے عقد فرمایا اور وہ بھی جن سے عقد نہیں فرمایا (یعنی کنیز کے طور پر آپ ﷺ سے وابستہ ہیں) اسی قسم میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن کے ساتھ آپ ﷺ ہم بستر ہوئے اور وہ بھی ہیں جن سے ہم بستر نہیں ہوئے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ایسی عورتیں جن کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا، تیئیس ہیں۔ ان تیئیس میں سے جن کے ساتھ آپ ﷺ ہم بستر ہوئے ان کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے جن کے ساتھ آپ ﷺ ہم بستر نہیں ہوئے۔ ان میں ایک تو غزیہ ہیں۔ ان کا لقب اُمّ شُریک عامریہ تھا۔ ان کے ساتھ ہم بستری ہونے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی تھی اور پھر رجعت نہیں کی۔

اُمّ شُریک نامی چار ازواج...... ایک اُمّ شُریک دوسری خاتون بھی ہیں جن کا لقب اُمّ شُریک سلمیہ تھا۔ ان کا نام خولہ یا خویلہ تھا۔ ان سے بھی آپ ﷺ کا نکاح ہوا مگر ہم بستری کی نوبت نہیں آئی پھر ایک تیسری خاتون اُمّ شُریک ہی کے نام سے ہیں جو غفاریہ تھیں۔ چوتھی اُمّ شُریک انصاریہ تھیں۔

ان عورتوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جنھوں نے اپنے آپ کو کنیز کے طور پر آنحضرت ﷺ کے لئے پیش کر دیا تھا۔

(یعنی خود کو آپ ﷺ کے ساتھ شادی کے لئے پیش کیا تھا) چنانچہ ایک قول ہے کہ میمونہ بھی ان کنیزوں ہی میں سے تھیں۔ ایک قول ہے کہ اُمّ شُریک غزیہ اور ایک قول کے مطابق اُمّ شُریک خولہ تھیں۔ یہ دونوں ان عورتوں میں سے ہیں جن کے ساتھ آپ ﷺ ہم بستر نہیں ہوئے۔ علامہ حصنی نے اس دوسرے قول کو ہی ترجیح دی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب مومنات میں صرف وہی ایک قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں! ایسی عورتوں میں اُمّ شُریک ہیں جن کا نام غزیہ ہے انہوں نے ہی آنحضرت ﷺ کے لئے خود کو پیش کیا تھا مگر آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا جیسا کہ اکثر علماء کا قول یہی ہے۔ اس کے بعد اُمّ شُریک نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک شادی نہیں کی۔

اُمّ شُریک کا اسلام اور مصائب...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اُمّ شُریک جب مکہ میں تھیں تو ان کے دل میں اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ مسلمان ہو گئیں۔ پھر یہ چپکے چپکے کفار قریش کی عورتوں کے پاس جاتیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیتیں اور اس کی خوبیاں بیان کرتیں۔ آخر مکہ والوں پر ان کا راز کھل گیا۔ قریش نے انہیں پکڑ لیا اور کہا کہ اگر تمہاری قوم کا خیال نہ ہوتا تو ہم تمہارا ایسا اور ایسا حشر کرتے لیکن اب ہم تمہیں تمہاری قوم کے سامنے لے چلیں گے۔

اُمّ شُریک کہتی ہیں کہ اس کے بعد وہ لوگ مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھا کر لے چلے اور تین دن تک مجھے کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا۔ وہ لوگ کہیں رک کر پڑاؤ ڈالتے تو مجھے دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور خود اپنے لئے سایہ کر لیتے تھے۔

اللہ کی مدد...... ایک دفعہ اسی طرح وہ لوگ ایک جگہ ٹھہرے اور مجھے دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ اچانک مجھے اپنے سینے پر ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ میں نے سینے کو چھوا تو پتہ چلا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک ڈول (جو اوپر سے رسّی کے ذریعہ لٹکایا ہوا تھا) میرے سینے کو چھو رہا ہے۔ میں نے منہ لگا کر تھوڑا سا پانی پی لیا۔ پھر ڈول کھینچ کر اوپر اٹھالیا گیا۔ اس کے بعد پھر ڈول آکر سینے کے برابر لٹک گیا۔ میں نے پھر اسے منہ لگا کر پانی پی لیا۔ ڈول پھر کھینچ کر اوپر اٹھالیا گیا۔ اسی طرح کئی بار ڈول لٹکا اور پھر اٹھالیا گیا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر میں نے سارا پانی اپنے بدن اور کپڑوں پر چھڑک لیا (اور اس طرح کئی دن کی پیاس اور گرمی سے سکون حاصل کیا) جب وہ لوگ جاگے تو انہوں نے میرے کپڑے گیلے اور پانی سے تر دیکھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا :-

"معلوم ہوتا ہے تمہاری بندش کھل گئی تھی لہذا تم نے ہمارا پانی کا برتن لے کر اس میں سے پانی پی لیا۔ !"

میں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوا بلکہ واقعہ ایسے ایسے ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے

"اگر تم سچ بول رہی ہو تو یقیناً تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ !"

دشمنوں کا اسلام...... اس کے بعد انہوں نے اپنے ڈول دیکھے اور ان میں پانی جوں کے توں پایا تو وہ لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے خود کو بغیر مہر کے آنحضرت ﷺ کی زوجیت کے لئے پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمالیا اور ان کے ساتھ ہمبستری کی۔

(قال) اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کی ذات پر سچا اعتماد کرتا ہے اور اس کی ذات کے سوا دوسروں سے ہر قسم کی طمع اور لالچ کو چھوڑ دیتا ہے اس کے لئے غیب سے فتوحات اور کامیابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہاں تک کتاب ہدیٰ کا حوالہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں سے پانچ کو مؤخر فرمادیا کرتے تھے جو یہ ہیں۔ حضرت سودہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت اُمّ حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ اور چار بیویاں وہ ہیں جن کو مقدم فرماتے تھے وہ یہ ہیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت اُمّ سلمہؓ اور حضرت حفصہؓ ان ہی نو بیویوں کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ ایک شاعر نے ان کے بارے میں کہا ہے ؎

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
اِلَيْهِنَّ تعزى الْمَكْرُمَاتُ وَ تنسبُ

ترجمہ : آنحضرت ﷺ نے جب وفات پائی تو اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں موجود تھیں۔ یہ وہ بیویاں تھیں جن کی طرف شرف و اعزاز منسوب کیا جاتا ہے۔

فَعَائِشَةَ ، مَيْمُوْنَةَ وَ صَفِيَّةَ
وَحَفْصَةَ تَتْلُوْهُنَّ هِنْدٌ وَ زَيْنَبُ

ترجمہ : وہ ہیں حضرت عائشہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت حفصہؓ اور ان ہی کے ساتھ حضرت ہندہؓ اور حضرت زینبؓ

جُوَيْرِيَةَ مَعَ رَمْلَةَ ثُمَّ سَوْدَةَ
ثَلَاثٌ وَسِتٌّ ذِكْرُهُنَّ مُهَذَّبُ

ترجمہ : نیز حضرت جویریہؓ، حضرت رملہؓ اور حضرت سودہؓ۔ یہ کُل نو ہیں جن کا ذکر و تذکرہ باعث

برکت ہے۔
ایک زوجہء مطہرہ کو شادیٔ مرگ...... ان میں سے آنحضرت ﷺ کی وہ بیوی جن کے ساتھ آپ ﷺ نے ہمبستری نہیں کی اور جو صرف اس خوشخبری کو سن کر ہی وفات پا گئیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے شادی کر لی ہے حضرت دحیہ کلبیؓ کی بہن عزہ ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہمبستری سے پہلے ہی انتقال کر گئیں۔ اسی طرح ایک سودہ قرشیہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے اپنا پیام بھیجا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کی وجہ سے معذرت کر دی۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ ایک قول ہے کہ چھ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے کلمۂ خیر فرمایا
ایک خاتون سے نکاح اور طلاق...... ان میں سے ایک وہ ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے پناہ مانگی اور کہا کہ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے پناہ والے یعنی اللہ کی پناہ چاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں مجھ سے پناہ دے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تم نے اس عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہ رہی ہو۔

بعض علماء نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ کی ازواج کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ یعنی سودہ قرشیہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے نزدیک ہم سب سے نہ بڑھ جائے لہذا انہوں نے ان خاتون سے کہا۔

آنحضرت ﷺ کو ایک بات بہت پسند ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تمہارے قریب آئیں تو تم کہنا۔ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ان کے قریب آئے تو انہوں نے کہا! میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔"

ایک روایت کے مطابق ازواج کہتی ہیں! ہم نے ان خاتون سے کہا کہ اگر تم چاہتی ہو کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک تمہارا مرتبہ بلند ہو تو تم آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگنا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا! میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ان کی طرف سے منہ پھر لیا اور وہی الفاظ فرمائے جو پچھلی سطروں میں ذکر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی اور حضرت اسامہؓ کے ذریعہ ان کو تین کپڑوں کی متاع دے کر رخصت فرما دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو اُسید ایک جونیہ لڑکی کو لے کر آئے یعنی اسماء بنت نعمان ابن ابو جون کندی کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے اور انہیں قریب بلایا۔ لڑکی نے کہا آپ ﷺ خود ہی آجائیے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس جونیہ لڑکی سے فرمایا کہ اپنے آپ کو مجھے ہبہ کر دو۔ لڑکی نے کہا کیا ایک ملکہ یعنی شہزادی خود کو ایک (نعوذ باللہ) بازاری آدمی کے حوالے کر سکتی ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ وہ خاموش ہو جائیں۔ لڑکی نے کہا کہ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے پناہ دینے والے سے پناہ چاہی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ حجرہ سے باہر نکل آئے اور حضرت ابو اُسید سے فرمایا! اے ابو اُسید اس کو دو کپڑے یعنی لباس دے دو اور اسے اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ یہی مشہور روایت ہے۔

یہی روایت حضرت اسید ابن اسید نے بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک عورت کے پاس بھیجا جس سے آپ ﷺ شادی کرنا چاہتے تھے۔ یہ عورت بلجون کے قبیلے سے تھی۔ مراد ہے کہ بنی الجون کے خاندان سے تھی۔ میں اس عورت کو لے آیا اور میں نے اسے اجم کی ایک گھاٹی میں لا کر اتارا۔ پھر میں نے

آنحضرت ﷺ سے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کی اہلیہ کو لے آیا۔ آنحضرت ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اس کا بوسہ لینا چاہا۔ اس پر اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

حدیث

ان ہی میں سے ایک عورت وہ بھی تھی جس نے دین کے مقابلے میں دنیا کو اپنے لئے پسند کر لیا تھا۔ ایک قول ہے کہ وہی عورت جس نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی اونٹ کی مینگنیاں چگتی پھرنے لگی تھی۔

قتیلہ کا نکاح اور طلاق...... اسی طرح ان میں سے ایک عورت قتیلہ بنت قیس تھی جو اشعث ابن قیس کندی کی بہن تھی۔ ان کا نام قاف پر پیش اور تاء پر زبر کے ساتھ قتیلہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قتیلہ کا نکاح ان کے بھائی نے کیا تھا آنحضرت ﷺ کا وہ آخری وقت تھا، یہاں تک کہ قتیلہ کے آپ ﷺ کے پاس آنے سے پہلے ہی آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری وقت کی وجہ سے ہی قتیلہ کے پاس کہلایا تھا کہ انہیں اختیار ہے چاہے تو (وہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں باقی رہیں اور) پردہ کے احکام کی پابند بن کر اُمّہات المؤمنین میں شامل ہو جائیں اور چاہے علیحدگی اور طلاق حاصل کر کے جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

قتیلہ نے علیحدگی اور فراق کو پسند کیا۔ چنانچہ پھر عکرمہ ابن ابو جہل نے ان سے حضر موت میں شادی کر لی تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کے گھر کو اس عورت سمیت جلا دوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

"وہ اُمّہات المؤمنین میں سے نہیں ہے۔ نہ آنحضرت ﷺ اس کے ساتھ ہمبستر ہوئے اور نہ اس پر پردہ کے احکام جاری ہوئے۔!"

آپ ﷺ کے نکاح وحی کے مطابق تھے...... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، میں نے جس عورت سے بھی شادی کی اور اپنی جس بیٹی کو بھی کسی کے ساتھ بیاہا وہ صرف اس وقت ہی کیا جب جبرئیلؑ میرے پروردگار عزّوجلّ کے پاس سے وحی لے کر آئے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ وحی کا نزول شروع ہونے سے پہلے شادی کی تھی۔

حافظ دمیاطی نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کا مطالعہ کیا جانا چاہئے اسی طرح علامہ شمس شامی نے بھی اسی موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی باندیاں...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کی باندیوں اور کنیزوں کا تعلق ہے تو وہ چار تھیں۔ ایک حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جو اُمّ ولد تھیں یعنی آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں۔ دوسری ریحانہ تھیں جو گذشتہ روایت اور قول کی بنیاد پر کنیز تھیں۔ تیسری ایک وہ کنیز تھیں جنہیں حضرت زینب بنت جحش نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہبہ کیا تھا۔ اور چوتھی زلیخا قرظیہ تھیں۔

آنحضرت ﷺ کے مشہور اور آزاد خادم

مردوں میں ایک خادم حضرت انس ابن مالک انصاری تھے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے بہت ہی خاص خادم

تھے رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے حضرت انسؓ نے اس وقت سے آپ ﷺ کی وفات تک حضور ﷺ خدمت کی جو دس سال کا عرصہ ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔

چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو ابوطلحہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آنحضرت ﷺ کے پاس لائے۔ یہ ابوطلحہ حضرت کے سوتیلے باپ یعنی ان کی والدہ کے شوہر تھے۔ انہوں نے انس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا! "یارسول اللہ! یہ انس ایک ذہین لڑکا ہے جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرے گا۔"

انس کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ ﷺ کی خدمت کی۔ اگرچہ پیچھے ایک روایت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت انس نے آپ ﷺ کی خدمت اس وقت سے شروع کی تھی جب کہ آپ ﷺ غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ حضرت انس کی وفات سو سال سے زیادہ کی عمر میں ہوئی۔

چھ جلیل القدر خادم...... آپ ﷺ کے دوسرے خادم حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ تھے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے مسواک بردار اور جوتے بردار تھے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو یہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے اور جب آپ ﷺ آکر بیٹھتے تو یہ آپ ﷺ کے جوتے اپنی بغلوں میں دبا کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ آپ ﷺ پھر جانے کے لئے اٹھتے۔ جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ آپ ﷺ کے آگے آگے عصا لے کر چلتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ حجرے میں داخل ہو جاتے۔

آپ ﷺ کے تیسرے خادم حضرت معیقیب رومیؓ تھے جو آپ ﷺ کے مہر بردار تھے (یہ مہر ایک انگشتری کی شکل میں تھی۔ جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ کے خطوں اور فرمانوں پر یہ مہر لگائی جاتی تھی)۔

آنحضرت ﷺ کے چوتھے خادم حضرت عقبہ ابن عامر جہنیؓ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے خچر کے نگہبان و ساربان تھے۔ جب آپ ﷺ سفر فرماتے تو حضرت عقبہ آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ کر اسے ہانکتے تھے۔

یہ حضرت عقبہ کتاب اللہ اور فرائض کے بڑے زبردست عالم تھے۔ نہایت فصیح اور شستہ شاعر تھے۔ آگے روایت آرہی ہے کہ ان کو امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مصر کا والی یعنی گورنر بنا دیا تھا۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔

آپ ﷺ کے پانچویں خادم حضرت اسقع ابن شُریک تھے۔ یہ آپ ﷺ کی سواری یعنی اونٹنی کے ساربان تھے اور آپ ﷺ کے سوار ہونے کے بعد یہ اونٹنی کو لے چلتے اور اس کی ساربانی کا فرض انجام دیتے تھے۔ بعد میں حضرت مسلمہ ابن مخلد کو ان کی جگہ حاکم مصر بنا دیا گیا تھا۔

ان سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسقع اٹھو اور کوچ کرو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے جنابت یعنی ناپاکی پیش آگئی ہے اور یہاں کہیں پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اسی وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ تیمم کا حکم لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت اسقع سے فرمایا:-

"اسقع اٹھو اور تیمم کر لو۔!"

پھر آپ ﷺ نے مجھے تیمم کا طریقہ بتلایا کہ آپ ﷺ نے ایک بار چہرے پر ہاتھ ملے اور ایک بار دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ہاتھ پھیرے۔ اس کے بعد میں نے اسی طرح تیمم کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ کوچ کر دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد آنحضرت ﷺ کا ایک چشمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسقعؓ سے فرمایا کہ اے اسقع اب یہ پانی اپنے جسم پر بہالو۔

مگر پیچھے بیان ہوا ہے کہ تیمم کی آیت کے نازل ہونے کا سبب ایک غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو جانا بنا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے چھٹے خادم آپ ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ تھے۔ ان کا خرچہ آنحضرت ﷺ ہی برداشت فرماتے تھے۔ یہ دراصل حضرت ابو بکرؓ کے غلام تھے۔ کیونکہ مشرکین مکہ ان کو مسلمان ہونے کی وجہ سے شدید عذاب دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ حالت دیکھ کر ان کو ان کے آقا سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

چار خادمائیں...... عورتوں میں آپ ﷺ کی آزاد خادمائیں حضرت امتہ اللہ بنت رزینہ، حضرت خولہ، حضرت ماریہ اُمّ رباب اور ایک دوسری ماریہ نامی عورت تھیں جو مثنیٰ ابن صالح کی دادی تھیں۔

ایک قول کے مطابق وہ ان سے پہلے مذکور ماریہ یعنی ماریہ اُمّ رباب تھیں۔

آنحضرت ﷺ کے آزکردہ مشہور غلام

مردوں میں ایسے غلام ایک تو حضرت زید ابن حارثہؓ تھے جن کے بارے میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے انہیں آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو متبنّٰی یعنی لے پالک اور بیٹا بنالیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد سے انہیں زید ابن محمد کہا جانے لگا تھا۔ مگر پھر یہ آیت نازل ہوئی :-

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (سورۂ احزاب، پ ۲۱، ع ۱، آیت ۵)

ترجمہ: تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے۔

اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ سورۂ احزاب، پ ۲۲، ع ۵، آیت ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

آٹھ آزاد کردہ غلام...... ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد زید کو زید ابن محمد ﷺ کہنا بند کر دیا گیا بلکہ پھر انہیں ان کی اصل ولدیت کے ساتھ زید ابن حارثہ ہی کہا جانے لگا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے بھی گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ زید ابن حارثہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ ان کے بیٹے اسامہ ابن زید اور ان کے سوتیلے بھائی ابن اُمّ ایمن برکتہ الحبشیہ کو بھی بہت چاہتے تھے۔ یہ ابن اُمّ ایمن اسامہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے دوسرے آزاد کردہ غلام ابو رافع تھے۔ یہ قبطی نسل کے تھے۔ یعنی

مصری تھے یہ پہلے حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ پھر انہوں نے ابورافع کو آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا (اور یہ آنحضرت ﷺ کے غلام بن گئے تھے۔ اس وقت تک حضرت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے) جب حضرت عباس مسلمان ہوئے تو ابورافع نے آکر آنحضرت ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اس خوشی میں ابورافع کو آزاد فرمادیا۔

آنحضرت ﷺ کے تیسرے آزاد کردہ غلام شقران تھے جو حبشی نسل سے تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ فارسی نسل سے تھے۔ یہ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ کے غلام تھے۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن نے انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہبہ کر دیا تھا۔

اونٹوں کے حدی خواں انجشہ...... آپ ﷺ کے چوتھے آزاد کردہ غلام انجشہ تھے۔ انہیں آپ ﷺ نے حدیبیہ سے واپسی میں خرید ا تھا اور پھر آزاد فرمادیا تھا۔ یہ انجشہ عورتوں کے اونٹوں کی حدی خوانی کیا کرتے تھے۔ ایک روز یہ حدی خوانی کر رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا :-

"انجشہ! ذرا آہستہ آہستہ۔ ان شیشے کے برتنوں اور آبگینوں کا خیال کرو۔!"

یہاں آبگینوں سے آپ ﷺ کی مراد عورتیں تھیں۔ کیونکہ جب اونٹ حدی خوانی سنتا ہے تو تیز چلنا شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے سوار کو بہت ہچکولے لگتے ہیں۔ عورتیں اپنی کمزوری کی وجہ سے ان ہچکولوں سے بہت تھک جاتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد میں عورتوں کو ان کے ضعف اور نزاکت کی وجہ سے آبگینوں سے تشبیہ دی جس کے معنی شیشہ کا برتن ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے پانچویں آزاد کردہ غلام رباح تھے جو سیاہ فام حبشی تھے۔ اسی طرح چھٹے آزاد کردہ غلام یسار تھے جو آنحضرت ﷺ کی اونٹنیوں کے محافظ اور رکھوالے تھے۔ ان کو عرنیوں نے قتل کر دیا تھا۔ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ یہ وہ یسار نہیں تھے جو سریہ غالب ابن عبد اللہ لیثی کے راہبر بنے تھے اور جو اس سریہ کو میفعہ کی طرف لے کر گئے تھے۔

سفینہ غلام...... آپ ﷺ کے ساتویں آزاد کردہ غلام سفینہ تھے۔ یہ بھی سیاہ فام حبشی تھے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی زوجہء مطہرہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ کے غلام تھے۔ حضرت اُمّ سلمہ نے ان کو اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ یہ تا زندگی آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ان کا اصل نام بہران تھا۔ ایک قول ہے کہ اصل نام رومان تھا اور ایک قول کے مطابق کچھ اور تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو سفینہ کا لقب دیا تھا کیونکہ انہوں نے ایک دفعہ صحابہ کا وہ سامان ڈھویا تھا جو ان کے پاس زیادہ ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔

"یہ سامان تم اٹھا کر لے چلو کیونکہ تم سفینہ یعنی بحری جہاز ہو۔!"

اس نام کی وجہ...... سفینہ کہتے ہیں کہ اس دن اگر میں ایک اونٹ کیا دو اونٹ کیا سات اونٹ کا بوجھ بھی ڈھوتا تو مجھ پر کوئی بوجھ اور تھکن نہ ہوتی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کو سفینہ اس لئے کہا جانے لگا تھا کہ ایک دفعہ یہ ایک بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ جہاز ٹوٹ گیا۔ یہ جان بچانے کے لئے اس کے ٹوٹے ہوئے تختوں میں سے ایک پر بیٹھ گئے اور کنارے پر پہنچ گئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بحری سفر میں (طوفان کی وجہ سے ان کا جہاز بھٹک گیا اور) سمندر کی لہروں نے انہیں ایک ایسی گنجان جھاڑی میں اچھال پھینکا جو درندوں کا ٹھکانہ تھا۔ وہاں ایک شیر ان پر حملہ آور ہوا۔ (شیر کو عربی میں ابوالحرث کہتے ہیں) انہوں نے درندے کو مخاطب کر کے کہا:-

"اے ابوالحرث! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں!"

اس پر شیر ان کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے مونڈھوں سے انہیں دھکیلا اور پھر ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کو سڑک پر پہنچا دیا۔ پھر اس نے اپنی دُم سے انہیں ٹھوکا دے کر اشارہ کیا جس سے یہ سمجھے کہ وہ انہیں رخصت کر رہا ہے (چنانچہ یہ اس راستے پر چل کر بحفاظت اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے)۔ ایک قول ہے کہ یہ واقعہ ان کے ساتھ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ یہ ایک لشکر کے ساتھ رومی علاقے میں تھے اور وہاں یہ لشکر سے بھٹک گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے آٹھویں آزاد کردہ غلام حضرت سلمان فارسی تھے۔ ان کو آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام اس لئے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے ان کی طرف سے ان کی آزادی کی قیمت ادا فرمائی تھی۔ ان کے غلام ہونے کی جو تفصیل ہے وہ پیچھے بیان ہو چکی ہے نیز یہ کہ آیا وہ غلام تھے اس کی بحث بھی گزر چکی ہے۔

ایسے کُل چالیس غلام...... آپ ﷺ کے آٹھویں آزاد کردہ غلام وہ نامرد شخص تھے جنہیں مقوقس شاہ مصر نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا اور جس کا نام مابور تھا۔ ان کا تفصیلی ذکر گذشتہ ابواب میں بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح نویں آزاد کردہ غلام کا نام سندر تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔

آزاد کردہ باندیاں...... عورتوں میں جن کنیزوں کو آپ ﷺ نے آزاد فرمایا ان میں اُمّ ایمن، امیمہ اور سیرین ہیں۔ یہ سیرین حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کو ہدیہ کی گئی تھیں۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ سیرین اور ماریہ دونوں بہنیں تھیں۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ سیرین کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان ابن ثابت کے لئے ہبہ فرما دیا تھا۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ شاہ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ماریہ اور سیرین کے ساتھ قنسر نامی لڑکی کو بھی ہدیہ کیا تھا جو ان دونوں کی بہن تھی۔ اس طرح گویا یہ تینوں آپس میں بہنیں تھیں۔ یہ بھی پیچھے بیان ہوا ہے کہ شاہ مقوقس نے ایک چوتھی لڑکی کو بھی آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے مشہور کاتب

کُل چھبیس کاتبانِ وحی...... بعض علماء لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں کی کُل تعداد چھبیس تھی جیسا کہ ثقہ علماء کی ایک جماعت نے اس کو ثابت کیا ہے مگر علامہ عراقیؒ نے اپنی کتاب سیرت میں کاتبانِ رسول اللہ ﷺ کی تعداد بیالیس لکھی ہے۔

عبداللہ عامری کاتب...... ان میں سے ایک عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح عامری تھا۔ یہ قریشی تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کا پہلا کاتب تھا جو مکہ میں تھا۔ بعد میں مرتد ہو کر اسلام سے پھر گیا تھا۔ یہ مرتد ہو کر کہتا پھرتا تھا کہ وحی لکھنے میں جس طرح چاہتا تھا محمد ﷺ سے منوا لیتا تھا۔ وہ مجھے وحی کے الفاظ میں عزیز حکیم بولتے تو میں کہتا۔

یا علیم حکیم لکھ دوں۔ وہ کہتے ہاں سب ٹھیک ہے۔ ایک روایت کے مطابق عبد اللہ کہتا پھرتا تھا کہ محمد ﷺ مجھ سے کہتے یوں لکھو تو میں پوچھتا یوں نہ لکھ دوں۔ اس پر وہ کہتے جیسے تمہارا دل چاہے لکھ دو۔

عامری کا نبی ﷺ پر بہتان اور ارتداد...... اسی کے بارے میں حق تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا. (سورۃ یونس، پ ۱۱، ع ٤، آیت ۳۷)

ترجمہ: سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔

اس کے بعد فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے جب عبد اللہ عامری کے قتل کا حکم دیا تو یہ بھاگ کر حضرت عثمان ابن عفانؓ کے پاس پناہ لینے کے لئے آیا۔ حضرت عثمان اس کے دودھ شریک بھائی تھے۔ کیونکہ اس کی ماں نے حضرت عثمانؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اس کو غائب کر دیا۔ جب حالات پُر سکون ہوگئے تو حضرت عثمان عبد اللہ عامری کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور اس کے لئے امان مانگی۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا اچھا۔ جب حضرت عثمانؓ اس کو لے کر وہاں سے واپس ہوگئے تو آنحضرت ﷺ نے وہاں موجود صحابہؓ سے فرمایا :-

"میں صرف اس لئے اتنی دیر تک خاموش رہا تھا کہ تم لوگ اس کو قتل کر دو۔!"

عامری کی توبہ...... یہ روایت پوری تفصیل سے گزر چکی ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ عامری پھر مسلمان ہوگئے تھے اور بہت سچے مسلمان رہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تھی کہ ان کی موت نماز کی حالت میں آئے۔ چنانچہ صبح کی نماز میں یہ سجدہ کی حالت میں تھے کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلا سلام پھیرنے کے بعد وفات ہوئی اور ایک قول کے مطابق دوسرے سلام کے بعد ہوئی۔

ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے دوسرے کاتبانِ وحی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عامر ابن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم تھے۔ نیز آپ تعالیٰکے ایک کاتب حضرت عبد اللہ ابن ارقمؓ بھی تھے جو مختلف بادشاہوں وغیرہ کے نام آپ کے خطوط لکھتے تھے۔ ان کے متعلق حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں میں نے ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

اسی طرح آپ ﷺ کے کاتبوں میں حضرت ابی ابن کعبؓ بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ سب سے پہلے انصاری صحابہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے کاتب بنے۔ اکثر و بیشتر آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی مدینہ میں یہی لکھا کرتے تھے۔ یہ ان زبردست فقہاء اور علماء میں سے ایک ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں لکھا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس اور حضرت زید ابن ثابت اور حضرت امیر معاویہ ابن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ تھے۔ آپ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔ نیز امیر معاویہ کے بھائی یزید بھی آپ ﷺ کے کاتب رہے ہیں۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت زید ابن ثابت کا کام ہی صرف یہ تھا کہ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھ کر وحی وغیرہ لکھا کرتے تھے اس کے سوا ان کا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

سریانی زبان کے کاتب زید...... (رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ، اسلات سریانی زبان میں بھی لکھوایا کرتے تھے۔ سریانی زبان یہودیوں کی تھی اور مسلمانوں میں سے کوئی یہ زبان نہیں جانتا تھا اس لئے جب کوئی یہودی لکھتا تو آنحضرت ﷺ کو اطمینان نہیں ہوتا تھا کہ اس نے دیانت داری سے وہی لکھا ہوگا جو آپ ﷺ نے بولا ہے) چنانچہ حضرت زید ابن ثابتؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھ لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی میرے خط لکھتے ہیں مگر مجھے ان پر اطمینان نہیں ہے۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ میں نے صرف آدھے مہینے کے اندر اندر سریانی سیکھ لی اور اس میں خاصی مہارت پیدا کرلی۔ اس کے بعد سے یہودیوں کے نام آنحضرت ﷺ جو مراسلہ بھی لکھواتے وہ میں ہی لکھتا تھا اور ان کے جو مراسلے آنحضرت ﷺ کے نام آتے وہ میں ہی آپ ﷺ کو پڑھ کر سناتا تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ کے کاتبوں میں حضرت مغیرہ ابن شعبہ، حضرت زبیر ابن عوام، حضرت خالد ابن ولید، حضرت علاء ابن حضرمی، حضرت عمرو ابن عاص، حضرت عبداللہ ابن رواحہ، حضرت محمد ابن مسلمہ اور حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن اُبی ابن سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے۔

آنحضرت ﷺ کے محافظ و پہرے دار

(حق تعالیٰ کا ارشاد ہے)

وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۂ مائدہ پ ۶، ع ۱۰، آیت ۶۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس طرح اس آیت میں حق تعالیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام ڈرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس لئے خصوصی موقعوں پر صحابہ آپ ﷺ کی حفاظت اور پہرے داری کا فرض انجام دیتے تھے

گیارہ پہرے دار...... غزوۂ بدر کی رات میں حضرت سعد ابن معاذؓ نے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تھا۔ یعنی یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو غزوۂ بدر پیش آیا تھا۔ پھر خود غزوۂ بدر کے دن تنہا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی پہرے داری کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آنحضرت ﷺ عریش کے مقام پر سو رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ تلوار لئے آپ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سعد ابن معاذؓ بھی حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تھے اور دونوں بدر میں آپ ﷺ کی حفاظت و پہرے داری کرتے رہتے تھے۔

اسی طرح حضرت محمد ابن مسلمہؓ نے غزوۂ احد کے موقعہ پر آپ ﷺ کی پہرے داری کی تھی غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت زبیر ابن عوامؓ نے یہ فریضہ انجام دیا اور معاہدۂ حدیبیہ کے وقت حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی لئے پہرہ دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ سے شادی کی تو خیبر کے راستے میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عروسی کی تھی۔ اس رات حضرت ابو ایوب انصاریؓ بطور محافظ پہرہ دیتے رہے۔

ان کے علاوہ حضرت بلال حبشی، حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ذکوان ابن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے وادی قریٰ میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا (اور آپ ﷺ کے خیمہ پر پاسبانی کی تھی)

نیز حضرت ابن ابی مرثد کو بھی آپ ﷺ کی پاسبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ اس رات کی بات ہے جس کی صبح کو غزوۂ حنین پیش آیا۔ اس رات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"کون ہے جو آج کی رات ہماری پاسبانی و حفاظت کر سکے۔!"

اللہ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ...... اس پر حضرت ابن ابو مرثدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ہوں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ واللہ یعصمك من الناس تو آپ ﷺ نے اپنی حفاظت و پہرے داری کا سلسلہ بند کرا دیا۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں بازاروں کے نگراں

یہاں بازاروں کی نگرانی سے مراد وہ ہے جسے آج کل (یعنی مصنف کے زمانے میں) حسبہ کہتے ہیں۔ اور بازار کے نگراں کو محتسب کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت سعد ابن سعید ابن عاصؓ کو مکہ کے بازاروں کا نگراں بنایا اور حضرت عمر ابن خطابؓ کو مدینہ کے بازاروں کا نگراں بنایا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو ہنسا دینے والے بذلہ سنج صحابہ

ان میں سے ایک صحابی حضرت نُعَیمان تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی ان کو دیکھتے تھے تو آپ ﷺ کو بے ساختہ ہنسی آجاتی تھی۔ کیونکہ حضرت نُعَیمان بہت زیادہ بذلہ سنج اور پُر مذاق صحابی تھے۔

ان کے متعلق ایک روایت گزر چکی ہے اور ایک روایت آگے بھی آئے گی کہ ان کے اور سلیط یا سویط نامی شخص کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ ان ہی میں وہ شخص بھی تھے جن کو شراب نوشی پر سزا دی گئی تھی۔ ان کا نام عبد اللہ تھا اور ان کا لقب خمار یعنی شرابی یا نشہ والا پڑ گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے امین اور گماشتے

ان میں سے ایک حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ تھے جو آنحضرت ﷺ کی ازواج پر آپ ﷺ کی طرف سے امین اور گماشتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو اسد ابن اسید ساعدی بھی آپ ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر امین و گماشتے تھے۔ حضرت ابو اسد کا اصحاب بدر میں سب کے بعد انتقال ہوا۔ یہ ان میں سے ہیں جنھوں نے غزوۂ بدر میں فرشتوں کو دیکھا اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے مؤذن حضرت بلال حبشی آپ ﷺ کے مصارف اور اخراجات کے معاملے میں امین اور گماشتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مہر کے امین حضرت معیقیب تھے۔

آنحضرت ﷺ کے شاعر

ان سے مراد وہ شاعر ہیں جو اپنے شعروں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے اور کفار قریش کی ہجو کرتے تھے۔ ان شاعروں میں حضرت حسان ابن ثابت، حضرت عبد اللہ ابن رواحہ اور حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھم تھے۔

آنحضرت ﷺ کے مقرّر کردہ جلّاد

یعنی وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے حکم پر مجرموں کی گردن مارتے تھے۔ ان لوگوں میں حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد اور حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم تھے۔ اسی طرح عاصم ابن ثابتؓ بھی یہ کام انجام دیتے تھے۔ نیز حضرت ضحاک ابن سفیانؓ نے بھی ایک بار یہ فرض انجام دیا مگر غالباً یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے حکم پر بار بار یہ فرض انجام دیا۔ اس تفصیل کے بعد اب یہ بات اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں رہتی جو حرث ابن سوید کے واقعہ میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ نے عویمر ابن ساعدہ سے کہا تھا اس کی گردن ماردو۔

آنحضرت ﷺ کے مؤذن

مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے مؤذن حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت ابن مکتومؓ تھے۔ قباء میں آپ ﷺ کے مؤذن حضرت سعد القرظؓ تھے جو حضرت عمار ابن یاسرؓ کے غلام تھے۔ ان کو قرظ اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ وہاں تجارت کیا کرتے تھے۔ کچھ راویوں نے ان کو قرظی لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ مکہ میں آپ ﷺ کے مؤذن حضرت ابو محذورہؓ تھے۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت زیاد ابن حرث صدائیؓ نے بھی اذان کہی ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ کتاب اصل یعنی عیون الاثر کی اس روایت سے مراد یہ ہے کہ وہ مؤذن جنھوں نے بار بار اذان دی ہے لہذا یہ روایت اس ذیل میں نہیں آئے گی۔ اسی طرح یہ روایت بھی اس کے تحت میں نہیں آئے گی جس کے مطابق عبد العزیز ابن اصم نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اذان دی تھی۔ مگر ایسا صرف ایک مرتبہ ہوا۔

عشرۂ مبشرہ

یعنی آنحضرت ﷺ کے وہ دس صحابی جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت و خوش خبری مل چکی تھی۔ ان میں سب سے پہلے تو چاروں خلفاء راشدین ہیں یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان ابن عفان اور حضرت علیؓ۔ ان کے علاوہ باقی چھ صحابہ یہ ہیں۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت سعد ابن زید، حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف اور حضرت ابو عبیدہ عامر ابن جراح۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

کسی شاعر نے ان حضرات کے ناموں کو دو شعروں میں نظم کر دیا ہے جو یہ ہیں :۔

لَقَدْ بُشِّرَتْ بَعْدَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٌ
بِجَنَّۃِ عَدْنٍ زُمْرَۃٌ سُعَدَاءُ

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے بعد جن خوش نصیب لوگوں کو فردوس بریں کی خوشخبری دی گئی ہے وہ یہ ہیں۔

سَعِیْدٌ وَسَعْدٌ وَالزُّبَیْرُ وَ عَامِرٌ
وَطَلْحَۃُ وَ الزُّھْرِیُّ وَ الْخُلَفَاءُ

ترجمہ :حضرت سعید، حضرت سعد، حضرت زبیر، حضرت عامر، حضرت طلحہ، حضرت زہری اور خلفاء راشدین

بعض علماء نے عشرۂ مبشرہ کی اس فہرست میں حضرت ابو عبیدہ عامر ابن جراح کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان کے بجائے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نام لکھا ہے۔ مگر یہ قول بہت زیادہ غریب ہے۔

آنحضرت ﷺ کے حواری

(حواری کے معنی عربی میں ناصح، مشفق، خیر خواہ اور رشتہ دار و مددگار کے ہیں) چنانچہ یہاں بھی حواری سے وہ انصار و مددگار کے معنی مراد ہیں جن کی شہرت اس وصف کے ساتھ ہوئی۔ ان میں ایک چاروں خلفاء یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں۔ ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ اس وصف کے ساتھ مشہور ہوئے وہ یہ ہیں۔ حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت ابو عبیدہ، حضرت عثمان ابن مظعون، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ حضرت زبیر اپنے اس وصف کے ساتھ سب سے زیادہ مشہور ہوئے، یہاں تک کہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ کا حواری کہا جاتا ہے تو یہی مراد لئے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ہتھیار

آنحضرت ﷺ کی تلواریں نو تھیں۔ زرہیں سات تھیں، کمانیں چھ تھیں، ڈھالیں تین تھیں نیزے دو تھے، بغدے تین تھے اور خود دو تھے۔ (بغدے سے مراد چھوٹا نیزہ ہے جسے عربی میں حربہ کہتے ہیں)۔

آپ ﷺ کی آٹھوں تلواروں کے نام...... جہاں تک آپ ﷺ کی تلواروں کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک کا نام ماثور تھا۔ یہ تلوار آنحضرت ﷺ کو اپنے والد کے ترکہ میں ملی تھی اور اس آپ ﷺ اپنے ساتھ مدینہ لے آئے تھے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک جن کی بنائی ہوئی تھی۔

آپ ﷺ کی دوسری تلوار کا نام عضب تھا جس کے معنی ہیں کاٹنے والی۔ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو یہ تلوار آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت سعد ابن عبادہؓ نے بھیجی تھی۔

آپ ﷺ کی تیسری تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ اس کے بیچ میں ہموار خراشے اور دندانے بنے ہوئے تھے۔ یعنی اس کے درمیانی حصے میں ایسے خراشے تھے جیسے ریڑھ کی ہڈی میں ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ تلوار غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ تلوار عاص ابن وائل کی تھی جو غزوۂ بدر میں کفر کی حالت میں قتل ہوا تھا۔

اس تلوار کا قبضہ، قبضہ کی گرہ، اس کا حلقہ اور اس کو لٹکانے کا چھلا چاندی کا بنا ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ اس تلوار کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے بلکہ جب بھی کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو یہ ذوالفقار نامی تلوار آپ ﷺ کے ساتھ ضرور ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اصلاً یہ تلوار فولاد کی تھی اور کعبہ کے پاس زمین میں دفن تھی جہاں سے اسے نکالا گیا تھا۔

آپ ﷺ کی چوتھی تلوار کا نام صمصامہ تھا۔ یہ تلوار عرب میں بہت شہرت رکھتی تھی۔ یہ تلوار مشہور شہسوار جنگجو عمرو ابن معدی کرب کی تھی (جو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچی تھی) آپ ﷺ نے یہ تلوار حضرت خالد ابن سعد ابن عاص کو ہدیہ میں اس وقت دے دی تھی جب آپ ﷺ نے انہیں یمن کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔

پانچویں تلوار کا نام قلعی تھا۔ لفظ قلعی سے بزح قلعہ کی طرف نسبت مراد ہے جو بیابانوں میں ایک بستی تھی۔ چھوٹی تلوار کا نام حیف تھا جس کے معنی ہیں موت۔ یہ آخر کی تین تلواریں بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے تھیں (جو آنحضرت ﷺ کے پاس بطور مال غنیمت کے آئی تھیں)

آپ ﷺ کی ساتویں تلوار کا نام رسوب تھا۔ رسب کے معنی ہیں تہہ نشین ہونا اور اندر کو دھنس جانا۔ اس تلوار کی کاٹ ایسی ہی تھی اسی لئے اس کا نام رسوب تھا۔ یہ ان کو تلواروں میں سے ایک تھی جو ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کو ہدیہ کی تھیں۔

آٹھویں تلوار کا نام مِخذَم تھا جس کے معنی ہیں کاٹنے ولی۔ یہ دونوں تلواریں یعنی رسوب اور مِخذَم بنی طے کے بت پر لٹکی رہتی تھیں۔ اس بت کا نام غلس تھا۔ نویں تلوار کا نام قضیب تھا۔ قضب کے معنی کسی چیز کو کاٹنے کے ہیں یہ فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے۔ اس لئے قضیب بمعنی قاضب یعنی کاٹنے والی کے ہیں۔

سات زرہیں اور ان کے نام...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کی زرہوں کا تعلق ہے تو وہ سات تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ذات الفضول تھا۔ اس نام کی وجہ اس کی لمبائی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے گئے تھے تو یہ زرہ حضرت سعد ابن عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ یہ زرہ لوہے کی تھی۔ یہی وہ زرہ تھی جو آنحضرت ﷺ نے ابو شحم یہودی کے پاس گروی رکھ کر اس سے تیس صاع یعنی ایک سو پانچ سیر یا دو من پچیس سیر گیہوں لیا تھا۔ اس رہن کی قم کی ادائیگی ایک سال میں ہوئی تھی۔

آپ ﷺ کی دوسری زرہ کا نام ذات الوشاح تھا۔ تیسری زرہ کا نام ذات الحواشی تھا۔ چوتھی کا نام سغریہ تھا۔ سغریہ سے ایک بستی کی طرف نسبت ہے جہاں زرہیں بنا کرتی تھیں۔ کتاب نور میں ہے کہ میں نے اس زرہ کا نام سغدیہ سنا ہے۔ پانچویں زرہ کو فضہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام سعدیہ بھی تھا۔ یہ آخری دو زرہیں یعنی سغریہ اور فضہ بنی قینقاع کی زرہوں میں سے تھیں (جو مال غنیمت میں آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زرہ حضرت سلیمانؑ کی تھی جو آپ نے جالوت سے جنگ کے وقت پہنی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

چھٹی زرہ کا نام بتراء تھا۔ چونکہ یہ چھوٹی زرہ تھی اس لئے اس کو اس نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی ساتویں زرہ کا نام خرنق تھا (خ پر زبر اور ن پر بھی زیر کے ساتھ) عربی میں خرنق جوان خرگوش کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد نرمی اور ملائمت ہے۔ اس زرہ کی نرمی و ملائمت کی وجہ سے اس کو خرنق کہا جاتا تھا۔

چھ کمانیں اور ان کے نام...... جہاں تک آپ ﷺ کی کمانوں کا تعلق ہے جو چھ تھیں ان میں سے ایک کا نام بیضاء تھا۔ جو شوحط نامی لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ یہ شوحط ایک پہاڑی درخت کا نام ہے۔ اس کی لکڑی سے کمانیں بنائی جاتی تھیں۔ یہ کمان بھی بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں بطور مال غنیمت کے آئی تھی۔

آپ ﷺ کی دوسری کمان کا نام روحاء تھا۔ تیسری کا نام صفراء تھا جو درخت نبع کی لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ اس لکڑی کو بھی کمانیں بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ نبع درخت کی شاخوں سے تیر بنائے جاتے تھے۔ یہ صفراء نامی کمان غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔

آپ ﷺ کی چوتھی کمان کا نام زوراء تھا۔ اس کو کتوم بھی کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں چھپنے والی۔ چونکہ چلانے کے وقت اس کمان کی آواز بہت ہلکی ہوتی تھی اس لئے اس کو کتوم کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ غزوۂ احد میں اسی کمان کی تانت ٹوٹ گئی تھی۔ آپ ﷺ کی چھٹی کمان کا نام سداو تھا۔

تین ڈھالیں اور ان کے نام...... جہاں تک آپ ﷺ کی ڈھالوں کا تعلق ہے جو تین تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام زلوق تھا۔ عربی میں زلق پھسلنے کو کہتے ہیں چونکہ اس ڈھال پر ہتھیار پھسل جاتے تھے اس سے کو زلوق کہا جاتا تھا۔

دوسری ڈھال کا نام فتق تھا۔ آپ ﷺ کی تیسری ڈھال کا نام تمثال عقاب یا تمثال کبش تھا۔ جس کے معنی ہیں عقاب و شاہین کی مانند یہ کمان اس قدر تیز رو تھی کہ آنحضرت ﷺ جیسے ہی اس پر ہاتھ رکھتے یہ فوراً چل جاتی تھی۔

پانچ نیزے...... جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے نیزوں کا تعلق ہے جو دو تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مُثنی تھا اور دوسرے کو مُثوی کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ ثوی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جانا۔ چونکہ اس نیزے کی ضرب جس پر پڑ جاتی تھی وہ کشتہ ہو کر وہیں کا وہیں رہ جاتا تھا اور وہاں سے ہلنے کے قابل بھی نہیں رہ جاتا تھا اس لئے اس کو مثوی کہا جاتا تھا۔

ان کے علاوہ تین نیزے آپ ﷺ کو بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے بھی بطور مال غنیمت حاصل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مُثنی تھا۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں اس کو مثنی کے بجائے منثی لکھا گیا ہے۔ (یہ تین نیزوں کی روایت عیون الاثر کی ہے جن میں سے صرف ایک کا نام ہی ذکر کیا گیا ہے)۔

پانچ بغدے اور ان کے نام...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کے ہتھیاروں میں بُغدوں کا تعلق ہے جو تین تھے۔ ان میں سے ایک کا نام نبعہ تھا۔ دوسرے کا نام بیضاء تھا اور تیسرے بغدہ کا نام جو چھوٹا تھا اور بلّم سے مشابہ تھا غزہ تھا۔

(قال) یہ بُغدہ حضرت زبیرؓ حبشہ سے لائے تھے۔ ان کو یہ بغدہ نجاشی شاہ حبشہ نے دیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اس بغدہ سے نجاشی کے سامنے ہی نجاشی کے ایک دشمن سے جنگ کی تھی۔ نجاشی کو اس دشمن پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اسی بغدہ کے ساتھ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی۔ پھر خیبر

سے واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بُغدہ حضرت زبیر سے لے لیا تھا۔ اس کے بعد سے عید کے روز یہ نیزہ آنحضرت ﷺ کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا۔ حضرت بلالؓ اس کو اٹھا کر چلتے تھے۔ جہاں آپ ﷺ نماز پڑھتے وہاں اس کو گاڑ دیا جاتا اور آپ ﷺ اس کے سامنے اسے سُترہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ سفر کے دوران بھی اس کو سُترہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب کہیں جاتے تو یہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

(ان کے علاوہ دو بُغدے اور تھے۔ اس طرح کُل پانچ بُغدے ہوئے جن میں سے تین کا ذکر ہو چکا)

چوتھے کا نام مہر تھا اور پانچویں کا نام تمر تھا۔ (واضح رہے کہ اس باب کے شروع میں مصنف نے صرف تین بغدوں کا ذکر کی ہے)

لاٹھی اور دو چھڑیاں...... ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مجنہ یعنی ٹیڑھے سرے والی لاٹھی بھی تھی۔ اس کی لمبائی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زائد تھی۔ کبھی اسے کبھی آپ ﷺ ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ اونٹ پر سوار ہوتے تو یہ آپ ﷺ کے سامنے لٹکی رہتی تھی۔ اس ڈنڈے کا سرا مڑا ہوا تھا جیسا کہ ٹیڑھے سرے کی چھڑی ہوتی ہے (اور جسے عمر رسیدہ لوگ عام طور پر بیت کے طور پر لے کر چلتے ہیں)

اسی طرح آپ ﷺ کے پاس ایک چھڑی بھی تھی جو شوحط درخت کی لکڑی کی تھی اس کا نام ممشوق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ چھڑی ہے جو بعد میں خلفائے اسلام استعمال کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بیت بھی تھی جسے بطور چھڑی کے، یا کھٹکھٹانے والی بیت کے، ہاتھ میں لیا جاتا ہے اور جسے عُرجون یعنی کھجور کے گچھے کی جڑ بھی کہتے ہیں۔ اس بیت کا نام عسیب تھا۔

آنحضرت ﷺ کے دو خود...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کے خودوں کا تعلق ہے جو تعداد میں دو تھے ان میں سے ایک کا نام موشح تھا اور دوسرے کا نام سبوغ یا ذات سبوغ تھا۔ یہ خود عربی کا لفظ ہے۔ اس کا واحد خودہ کہلاتا ہے۔ اردو میں خود واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ جنگی لباس کا ایک حصہ ہے جو سر پر پہنا جاتا ہے۔ اس کو لوہے کی ٹوپی کہا جا سکتا ہے جو سر کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے، گھوڑے، اونٹ، خچرّ اور گدھے

سات گھوڑے اور ان کے نام...... آنحضرت ﷺ کے پاس سات گھوڑے تھے، چھ خچرّ تھے، دو گدھے تھے اور تین سواری کے اونٹ تھے۔ جہاں تک آپ ﷺ کے گھوڑوں کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک کا نام سکب تھا۔ عربی میں سکب پانی کے بہاؤ کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ گھوڑا بے انتہا تیز گام اور پانی کے بہاؤ کی طرح سبک رو تھا اس لئے اس کا نام سکب رکھا گیا تھا۔ یہ پہلا گھوڑا تھا جو آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک اعرابی یعنی دیہاتی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ جب تک یہ اس اعرابی کے پاس تھا تو اس کا نام ضرس تھا۔ جس کے معنی ہیں مرکھنا اور بدکنے والا۔

یہ گھوڑا سفید پیشانی والا تھا جسے عربی میں اغر کہتے ہیں۔ یعنی اس کی پیشانی پر سفید داغ تھا۔ دائیں ٹانگ سفید تھی اور کمیت تھا یعنی اس کا رنگ سیاہی اور سرخی کے درمیان تھا۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ یہ گھوڑا سیاہ

رنگ کا تھا جسے عربی میں ادہم کہا جاتا ہے۔

مرتجز گھوڑے کی خریداری کا واقعہ...... آپ ﷺ کے دوسرے گھوڑے کا نام مرتجز تھا۔ اس گھوڑے کی ہنہناہٹ چونکہ بہت اچھی تھی۔ اس لئے اس کا نام مرتجز رکھا گیا۔ یہ لفظ رجز سے بنایا گیا ہے۔ عربی میں رجز رزمیہ اور جنگی شاعری کو کہا جاتا ہے۔ یہ گھوڑا سفید رنگ کا تھا۔

اسی گھوڑے کی خریداری کے سلسلے میں حضرت خزیمہؓ نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے گواہی دی تھی کہ پہلے گھوڑے کے مالک نے یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو بیچنے سے انکار کر دیا تھا مگر پھر وہ راضی ہو گیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی خریداری کا اعلان فرما دیا تھا۔ بعد میں گھوڑے کا مالک اپنے قول سے پھر گیا (کہ نہ میں نے بیچنے کا اقرار کیا تھا اور نہ آپ ﷺ نے خریدنے کا اعلان کیا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اسے وعدہ یاد دلایا تو) وہ کہنے لگا کہ کوئی آپ ﷺ کا گواہ ہے۔ (اس پر حضرت خزیمہؓ نے آپ ﷺ کی طرف سے گواہی دے دی حالانکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے)۔

اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا تھا اس سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت خزیمہؓ سے فرمایا:-

"تم نے کیسے گواہی دے دی جب کہ تم اس وقت وہاں موجود بھی نہیں تھے؟"

حضرت خزیمہؓ نے عرض کیا:-

"اس بناء پر کہ میں خود آپ ﷺ (کی نبوت) کی تصدیق کر چکا ہوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہمارے لئے ایسا یقین ہے جیسے ہمارے آنکھوں دیکھی بات۔!"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ذوشہادتین یعنی دو گواہیوں والے ہو۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت خزیمہؓ کو ذوشہادتین کہا جانے لگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دیں وہ تنہا شہادت کافی ہے۔

مگر ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہ گھوڑا اس اعرابی کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اللہ تجھے اس میں کوئی برکت نہ دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے ہی دن سے اس گھوڑے کی ایک ٹانگ شل ہو گئی۔

آنحضرت ﷺ کے تیسرے گھوڑے کا نام لحیف تھا۔ یہ لفظ لحیف فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے لحف کے معنی زمین پر گھسیٹنے کے ہیں۔ چونکہ اس گھوڑے کی دُم اتنی لمبی تھی کہ یہ زمین پر گھسٹتی تھی اس لئے اس کا نام لحیف یعنی زمین پر گھسیٹنے والا پڑ گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس کا جسم بھاگتے وقت زمین سے مل جاتا تھا اس لئے اس کو لحیف کہا جانے لگا۔ ایک قول کے مطابق اس لحیف کا تلفظ لحیف لام پر پیش اور حاء پر زبر کے ساتھ تصغیر کے وزن پر ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ لفظ خاء کے ساتھ لخیف ہے۔ زیادہ تر یہی بولا جاتا ہے۔ لخف کے معنی زور سے مارنے کے ہیں۔ یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو فروہ ابن عمرو نے ملک شام کے شہر بلقاء سے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

آپ ﷺ کے چوتھے گھوڑے کا نام لزاز تھا۔ یہ گھوڑا آپ ﷺ کو مقوقس شاہ مصر نے ہدیہ میں بھیجا تھا جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ یہ لفظ مصریوں کے لفظ لازرتہ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں پانے والا

چونکہ یہ گھوڑا اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے بہت جلد اپنی منزل مقصود کو پالیتا تھا اس لئے اس کا نام لزاز رکھا گیا۔ اس گھوڑے کا اس کے سوا ایک اور نام بھی ذکر ہوا ہے۔

آپ ﷺ کے پانچویں گھوڑے کا نام طرف تھا (طاء پر زیر اور راء ساکن ہے) طرف کے معنی شریف اور عمدہ گھوڑا۔ آپ ﷺ کے چھٹے گھوڑے کا نام ورد تھا۔ یہ گھوڑا کمیت یعنی سیاہ و سفید اور اشقر یعنی سرخ وزرد کے درمیان درمیان تھا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ گھوڑا حضرت تمیم داریؓ نے ہدیہ کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ گھوڑا حضرت عمرؓ کو ہدیہ فرمادیا تھا۔

آپ ﷺ کے ساتویں گھوڑے کا نام سبحہ تھا جس کے معنی ہیں تیز رو و سبک رفتار۔ آپ ﷺ کے ان گھوڑوں کے متعلق یہ مشہور روایت ہے۔ مگر بعض علماء نے آپ ﷺ کے گھوڑوں میں چند اور گھوڑوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد کُل ملا کر پندرہ بلکہ بعض روایات کے مطابق بیس تک پہنچتی ہے۔ حافظ دمیاطیؒ نے اپنی کتاب سیرت میں پندرہ گھوڑوں کے نام لکھے ہیں۔ نیز انہوں نے آگے چل کر لکھا ہے کہ ہم نے ان گھوڑوں کی تفصیلات اور خصوصیات اپنی کتاب میں دی ہیں جس کا نام کتاب الخیل ہے۔

گھوڑوں سے محبت...... آنحضرت ﷺ کے پاس جو زین تھی اس کے دونوں جانب کھجور کی چھال کے پہلو تھے۔ (قال) آنحضرت ﷺ کو اپنی ازواج کے بعد سب سے زیادہ جس چیز سے محبت تھی وہ گھوڑے ہی تھے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے کا منہ، اس کے دونوں پہلو اور اس کی آنکھوں کو اپنی قمیص کی آستین سے صاف فرمایا کرتے تھے اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ﷺ اس پر اپنی قمیص کی آستین پھیرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

"جبرئیلؑ نے مجھے گھوڑوں کو حقیر سمجھنے کے سلسلے میں تنبیہ کی ہے۔ ایک روایت کے مطابق گھوڑوں کی تربیت و دیکھ بھال کے سلسلے میں تنبیہ کی ہے۔"

نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے اور گھوڑوں کے مالکوں کو اس سے مدد ملتی ہے۔ اس لئے گھوڑے کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعاء کیا کرو۔

خود گھوڑے کی خدمت کرنا افضل...... کہا جاتا ہے کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ نے اس کا دانہ اس کے منہ پر لٹکایا اور اپنی چادر مبارک سے اس کی پیٹھ سہلانے لگے۔ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ﷺ اپنی چادر سے اس کی پیٹھ سہلارہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

"ہاں تمہیں کیا خبر۔ ممکن ہے جبرئیلؑ نے ہی مجھے اس کا حکم دیا ہو۔!"

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت تمیم داریؓ کے پاس گیا۔ اس وقت وہ بیت المقدس کے امیر تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کے لئے دانہ صاف کررہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اے امیر کیا اس کام کے لئے آپ کے پاس کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا؟ انہوں نے فرمایا:-

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے دانہ صاف کرکے یعنی راتب تیار کرکے اس کے منہ پر لٹکائے تو اللہ تعالیٰ ہر دانے کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے۔!"

آنحضرت ﷺ گھوڑوں کو دوڑ میں تیز رکھنے کے لئے چھریرے بدن کا رکھا کرتے تھے (یعنی موٹا اور

بھاری نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ ﷺ گھوڑوں کو تھوڑا تھوڑا خشک گھاس کھلا کر انہیں چھریرے بدن والا رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ نیز انہیں صبح و شام سیراب کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا حکم تھا کہ گھوڑوں کو روزانہ دو مرتبہ ٹہلایا جائے اور ان سے ایک دو چکر دوڑا کر کرائے جائیں (تاکہ گھوڑے چست و چالاک اور چاق و چوبند رہیں)۔

چھ خچر...... جہاں تک آپ ﷺ کے خچروں کا تعلق ہے جو تعداد میں چھ تھے۔ ان میں سے ایک سیاہی آمیز سفید مادہ خچری تھی جس کا نام دُلدُل تھا۔ یہ خچری مقوقس شاہ مصر نے آپ ﷺ کو ہدیہ کی تھی۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ دُلدُل کے اصل معنی ایک چڑیا کے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس چڑیا کے نروں کو دُلدُل کہتے ہیں۔ نیز ایک قول ہے کہ ان میں کی بڑی چڑیا کو دُلدُل کہا جاتا ہے۔

دُلدُل...... یہ پہلی مادہ خچر ہے جس پر اسلام کے زمانے میں سواری کی گئی۔ ایک روایت کے مطابق یہ پہلی مادہ خچر ہے جو اسلام کے زمانے میں دیکھی گئی۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں کہیں جاتے تو اس پر سوار ہوتے۔ بعض سفروں میں بھی آپ ﷺ اس پر سوار ہوتے تھے۔ اس کی عمر اتنی زیادہ ہوئی کہ اس کے دانت بھی جھڑ گئے تھے چنانچہ پھر اس کو دلنہ کوٹ کر کھلایا جاتا۔ یہاں تک کہ پھر اس کی بینائی بھی جاتی رہی اور یہ اندھی ہو گئی تھی۔

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اسی پر بیٹھ کر خارجیوں سے جنگ کی تھی۔ ان سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس پر سواری کر چکے تھے۔ حضرت علیؓ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ اور پھر حضرت حسینؓ نے بھی اس خچر پر سواری کی۔ ان کے بعد حضرت محمد ابن حنفیہ بھی اس پر سوار ہوئے۔ (عربی میں بغل خچر کو کہتے ہیں اور خچری کو بغلة کہتے ہیں۔ اس خچر کے لئے بغلة کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادہ خچر تھی) ایک دفعہ علامہ ابن صلاح سے پوچھا گیا کہ آیا یہ دلدل مادہ تھی یا نر تھا اور بغلة میں تاء مؤنث کو ظاہر کرنے کے بجائے واحد کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ علامہ نے کہا کہ مادہ تھی۔ مگر بعض مؤرخوں کے مطابق محدّثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ نر خچر تھا۔ آخر میں ایک شخص کا تیر اس خچر کے لگ گیا جس سے یہ مر گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی زوجہء محترمہ حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس بھیجا۔ میں ان کے پاس سے کچھ اون اور کھجور کی چھال لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ پھر میں نے اور آنحضرت ﷺ نے اس سے ایک رسّی اور ایک پھندنا بٹا۔ اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور ایک چوغہ لے کر آئے آپ ﷺ نے پہلے اسے دوہرا کیا پھر اس کی چار تہہ کیں اور اسے خچر کی کمر پر رکھ دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ بسم اللہ کر کے اس پر سوار ہوئے اور پیچھے مجھے بٹھالیا۔

آپ ﷺ کی دوسری مادہ خچر کا نام فضہ تھا۔ یہ خچر آپ ﷺ کو عمرو ابن عمرو جذامی نے ہدیہ کی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ جانور حضرت ابو بکرؓ کو ہدیہ میں دے دیا تھا۔ بعض علماء نے آپ ﷺ کے خچروں کی تعداد سات تک بتلائی ہے۔ کتاب مزیل الخفاء اور سیرت مغلطائی میں ہے کہ آپ ﷺ کے خچر دُلدُل اور فضہ تھے۔ جو خچری آپ ﷺ کو ابن العلمہ ء نے تبوک اور ایلیہ میں ہدیہ کی تھی۔

ایک مادہ خچر آپ ﷺ کو کسریٰ نے ہدیہ کی تھی۔ ایک خچری آپ ﷺ کو غزوۂ دومۃ الجندل سے حاصل ہوئی تھی اور چھٹی خچر آپ ﷺ کو نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجی تھی۔ یہاں تک کتاب مزیل الخفاء اور سیرت مغلطائی

کا حوالہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کے خچروں کے نگہبان حضرت عقبہ ابن عامرؓ تھے۔ سفر کے دوران وہی خچروں کو ہانکتے تھے۔ حضرت عقبہ کی وفات مصر میں ہوئی اور اسی کے جنگلوں میں ان کو دفن کیا گیا۔ وہاں ان کی قبر بہت مشہور ہے۔ یہ حضرت عقبہ امیر معاویہ سے پہلے مصر کے والی و عامل تھے۔ ان کو یہ عہدہ عتبہ ابن ابوسفیان کے بعد ملا تھا مگر پھر یہ مسلمہ ابن محمد کے ساتھ وہاں سے واپس آگئے تھے۔

حضرت عقبہ ابن عامر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور میں اسے پکڑے ہوئے لے جا رہا تھا۔ اسی طرح کافی رات گزر گئی۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا روکو۔ میں نے سواری کو روک کر بٹھا دیا۔ آپ ﷺ نے سواری سے اتر کر فرمایا اب تم سوار ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا سبحان اللہ! کیا آپ ﷺ کی سواری اور آپ ﷺ کے جانور پر میں سوار ہوں گا یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا اور فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں نے پھر وہی جملہ کہا۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کے حکم کے جواب میں بار بار وہی بات کہتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ میں آنحضرت ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ آخر میں اس پر سوار ہو گیا۔ یہ روایت کتاب امتاع میں ہے۔

<u>دو گدھے</u>...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کے گدھوں کا تعلق ہے جن کی تعداد دو تھی ان میں سے ایک کا نام یعفور تھا اور دوسرے کا نام عفیر تھا۔ بعض لوگوں نے اس کو غفیر بھی لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ یہ عفیر نامی گدھا سیاہی آمیز سفید تھا۔ حجتہ الوداع کے موقعہ پر یہ مر گیا تھا۔ یعفور نامی گدھا فروہ ابن عمرو جذامی نے آپ ﷺ کو ہدیہ کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ مقوقس شاہ مصر نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں بھیجا تھا۔ عفیر نامی گدھا آپ ﷺ کو مقوقس نے ہی ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ ایک قول ہے کہ یہ فروہ ابن عامر جذامی نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔ سیرت علامہ حافظ دمیاطی میں یہ روایت اسی طرح ہے۔ یہ دونوں نام یعنی یعفور اور عفیر عربی کے لفظ عفرہ سے بنے ہیں جس کے معنیٰ خاکستری رنگ کے ہیں۔

بعض علماء نے آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں رہنے والے گدھوں کی تعداد چار تک بتلائی ہے۔ یہ روایت گزر چکی ہے کہ یعفور نامی گدھا آپ ﷺ کو غزوۂ خیبر میں حاصل ہوا تھا اور یہ کہ جس روز آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی، یہ گدھا بھی اسی روز مر گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات پر صدمہ سے بے چین ہو کر اس نے خود کو ایک کنویں میں گرا دیا تھا اور وہیں مر گیا تھا۔ اس واقعہ میں جو شبہ ہے وہ بھی پیچھے بیان ہو چکا تھا۔

<u>تین اونٹ اور ان کے نام</u>...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کی سواری کے اونٹوں کا تعلق ہے جن کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک کا نام قصواء تھا۔ دوسری کا نام جدعاء تھا اور تیسری کا نام عضباء تھا۔ یہ عضباء نامی اونٹنی ایسی تیز رفتار اور سبک رو تھی کہ کبھی کوئی اونٹنی دوڑ میں اس سے آگے نہیں نکل پاتی تھی۔ مگر ایک مرتبہ ایک اونٹنی اس سے آگے نکل گئی اور یہ پیچھے رہ گئی۔ مسلمانوں کو اس کی ہار کا بہت ملال ہوا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ زمین سے کسی چیز کو اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک اس پر سرنگوں نہ فرمادے۔"

(یعنی کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی سرنگوں ہو کر شکست سے دوچار ہونا ہر مخلوق کا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ

کسی بھی مخلوق کو اس طرح دنیا سے نہیں اٹھنے دیتا کہ وہ دوسری مخلوق پر فتح اور برتری ہی برتری کا احساس لے کر جائے زندگی میں ہر ایک کو شکست کو منہ دیکھنا ضروری ہے)

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ لوگ دنیا کی کسی چیز کو کتنا ہی بلند و کامران کیوں نہ بنا دیں اللہ تعالیٰ عزّو جلّ اس کو ضرور سر نگوں فرماتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اس عضباء نامی اونٹنی نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اونٹنی جس سے کبھی کوئی دوسری اونٹنی آگے نہ نکل سکی لیکن آخر ایک دن اسے شکست کھانی پڑی وہ قصواء تھی۔ عضباء اونٹنی پہلے جس شخص کے پاس تھی اس کا نام حاجخ تھا۔ اور وہ اس اونٹنی کو باقاعدہ دوڑ کے مقابلوں میں چلاتا تھا۔ اسی لئے اس کو سابقۃ الحاجخ یعنی حاجخ کی دوڑ والی اونٹنی کہا جاتا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی اونٹنی کے تھے۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر کی عبارت سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اصل نے علامہ ابن جوزیؒ کی رائے کی موافقت کی ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ قصواء نامی اونٹنی ہی عضباء تھی اور وہی جدعاء تھی۔ ایک قول ہے کہ قصواء نامی اونٹنی علیحدہ تھی اور عضباء اور جدعاء ایک علیحدہ اونٹنی کے دو نام تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ آپ ﷺ کی ملکیت میں کبھی کوئی گائے بھی رہی ہو۔ مگر مراد یہی ہے کہ کوئی گائے بطور ملکیت کے آپ ﷺ کے پاس نہیں رہی جو خالص آپ ﷺ کی اپنی ہو۔ لہذا اب اس روایت سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے ذبح فرمائی تھی۔

<u>سو بھیڑیں</u>...... جہاں تک آپ ﷺ کی بھیڑوں کا تعلق ہے ان کے بارے میں ایک قول ہے کہ ان کی تعداد سو تھی اور ایک قول کے مطابق سات تھیں۔ ان بھیڑوں کو اُمّ ایمنؓ چرانے لے جاتی تھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ بھیڑیں پالا کرو کیونکہ یہ برکت کی چیز ہیں۔

<u>آپ ﷺ کی بکریاں</u>...... آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ بکریاں بھی تھیں جو صرف دودھ دینے کے لئے مخصوص تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی ایک بکری ایک روز مر گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس کی کھال کا کیا کیا؟ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ تو مردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی دباغت ہی اس کی پاکی ہے۔

<u>آپ ﷺ کا ایک سفید مرغ</u>...... آپ ﷺ نے ایک سفید مرغا پال رکھا تھا اور وہ رات کو مکان کے اندر آپ ﷺ کے پاس ہی رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک بار مرغ کے متعلق فرمایا :-

"سفید مرغ میرا بھی دوست ہے اور میرے دوست کا بھی دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے اللہ تعالیٰ اس کے مالک کے گھر کی حفاظت اس طرح فرماتا ہے کہ دس محافظ اس گھر کے دائیں جانب ہوتے ہیں، دس بائیں جانب ہوتے ہیں، دس محافظ اس کے سامنے ہوتے ہیں اور دس اس کے پیچھے ہوتے ہیں۔"

<u>سفید مرغ پالنے کی فضیلت</u>...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ سفید مرغ پالا کرو۔ کیونکہ جس گھر میں سفید مرغ ہوتا ہے وہاں شیطان اور جادوگر قریب بھی نہیں آتا، نہ ہی اس کے گرد و پیش کوئی بیماری آتی ہے۔ اور ان کبوتروں کو پالا کرو جو تمہارے گھروں میں گنگناتے رہیں۔ کیونکہ یہ جنات کو تمہارے بچوں سے ٹال دیتے ہیں۔

کتاب عرائس میں ہے کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار سے عرض کیا :-

"اے پروردگار! میں رزق وروٹی کی طلب کے شغل میں لگ گیا اور دنیا کی زندگی میں تیری تسبیح و عبادت کے اوقات سے غافل ہو گیا۔!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک مرغ زمین پر اتارا اور اس کو ملائکہ کی تسبیح ودعاء کی آوازیں سننے کی صلاحیت دے دی۔ اس طرح مرغ پہلا پالتو جانور ہے جس آدمؑ نے مخلوقات میں سے پالا۔ چنانچہ مرغ جب بھی آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنتا ہے تو فوراً خود ہی روئے زمین پر تسبیح شروع کر دیا کرتا اور اس کی تسبیح کی آواز سن کر حضرت آدمؑ بھی اللہ کی تسبیح شروع کر دیتے۔

ظاہری صفات اور حلیہ مبارکہ

یعنی آپ ﷺ کی تمام ظاہری صفات چاہے آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انسان بھی ان میں شریک ہوں۔ (قال) علامہ شمس شامی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو عیب سے سلامتی دے کر پیدا فرمایا ہے تاکہ ایک مکمل نفس اور روح کے حلول کے لئے ان جسموں میں صلاحیت ہو۔ اس بارے میں انبیاء کرام کے جسم ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ باقی تمام انبیاء و مرسلین میں اپنے مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ درست اور اپنے جسم کے لحاظ سے سب سے زیادہ مکمل ہیں۔

حسن باطن کے ساتھ حسن ظاہر میں مکمل ترین...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا ظاہر نہیں فرمایا جو خوش شکل اور خوش آواز نہ ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ ان سب میں سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کی ظاہری صفات اور خوبیوں کا تعلق ہے ان کی حقیقتوں اور گہرائیوں کو پانا ممکن نہیں۔ اسی پہلو کو قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں واضح کیا ہے ؎

انما مثلوا صفاتك للنا

س كما مثل النجوم الماء

ترجمہ: آپ ﷺ کی صفات لوگوں کے لئے ایسی ہیں جیسا کہ پانی میں ستاروں کا عکس

آنحضرت ﷺ کی بعض صفات کا تذکرہ حضرت اُمّ معبد کی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ کی ایک خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ ﷺ کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ خود اپنی ذات سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظر میں بھی بلند مرتبہ تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں ایسی روشن اور چمکدار تھیں کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتی تھیں۔ (قال) آپ ﷺ کا چہرۂ انور گولائی لئے ہوئے یعنی بیضوی تھا مگر اس طرح کہ نہ چوڑا لگتا تھا اور نہ لمبا محسوس ہوتا تھا۔

حسن و جمال نبوی ﷺ...... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوب صورت کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آپ ﷺ کے چہرۂ انور میں سورج کی ضیا بار کرنیں مچل رہی ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جیسے آپ ﷺ کے چہرۂ انور میں سورج تیر رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی دھوپ میں سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو ہمیشہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی ضیا

پاشی سورج کی کرنوں کو ماند کر دیتی اور جب بھی آپ ﷺ چراغ کے سامنے ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتا تھا۔ آپ ﷺ بے ڈول لمبے قد سے کم اور میانہ قد والے بلند قامت تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو بے ڈول بدن کے لمبے تھے اور نہ گاٹھے اور ٹھگنے قد کے تھے بلکہ آپ ﷺ نہایت میانہ قد و بدن کے مالک تھے۔

خوبصورت پیکر...... اس حدیث میں بے ڈول لمبائی کے لئے الطویل الممغط کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو بدنمائی کی حد تک لمبا ہو۔ اور چھوٹے قد کے لئے القصیر المتردد کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جس کا مطلب ہے گاٹھے بدن کا پستہ قد آدمی۔

آنحضرت ﷺ کی خوبی یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی ایسے بلند قامت آدمی کے ساتھ چلتے جو لمبے قد والوں میں شمار کیا جاتا ہو تو ہمیشہ آپ اس سے اونچے نظر آتے۔ لیکن جب اس سے علیحدہ ہوتے تو آپ ﷺ کو میانہ قد ہی کہا جا سکتا تھا کہ نہ آپ ﷺ بے ڈول حد تک لمبے قد کے تھے اور نہ پستہ قامت تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک معتدل حد تک بڑا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کسی قدر گھونگریالے۔ اگر بالوں میں خود بخود مانگ نکل آتی یعنی کنگھی کئے ہوئے بال خود دو حصوں میں پھٹ جاتے تو آپ ﷺ ان کو اسی طرح رہنے دیتے ورنہ بغیر مانگ کے ہی چھوڑ دیتے تھے۔ یعنی جس حال میں ہوتے اسی طرح رہنے دیتے خود سے اہتمام کر کے مانگ نہ نکالتے۔

سر مبارک کے موئے مقدس...... جب آپ ﷺ کے بال زیادہ ہوتے تو کانوں کی لووں سے نیچے تک نہیں لٹکتے تھے یعنی جب آپ ﷺ ان کو بڑھا لیتے تھے تو بھی اتنے لمبے نہیں ہوتے تھے کہ کانوں کی لووں سے نیچے لٹکیں۔ ان احادیث کا خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بالوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ جمہ، دفرۃ اور لمہ۔ لمہ بالوں کی تشریح یہ ہے کہ وہ بال جو کان کی لو تک لٹکے ہوئے ہوں اور جمہ بال وہ جو شانوں تک لٹکے ہوئے ہوں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بال مختلف اوقات میں کم یا زیادہ ہوتے رہتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کو بال تراشنے میں دیر ہو جاتی تو وہ آپ ﷺ کے شانوں تک پہنچنے لگتے تھے اور جب آپ ﷺ ان کو تراش دیتے تو کبھی وہ کان کی لو سے نیچے تک لٹکے ہوئے رہتے اور کان کی لو سے نیچے تک نہیں پہنچتے تھے۔ آپ ﷺ کے بالوں کے اوصاف کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے بال نہ گھونگریالے تھے نہ بالکل سیدھے تھے۔ لہذا یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بال سیدھے تھے۔

حضرت اُمّ ہانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بالوں کی چار لٹیں ایسی تھیں کہ ایک طرف کی دو لٹوں کے درمیان سے آپ ﷺ کا دایاں کان نظر آتا تھا اور دو لٹوں کے درمیان بایاں کان رہتا تھا۔

جسم مبارک کا رنگ...... علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار مرتبہ کے علاوہ کبھی اپنا سر نہیں مونڈایا۔ آپ ﷺ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ حدیث میں آپ ﷺ کے رنگ کے لئے اسمر کا لفظ آیا ہے اس سے یہی مراد ہے (کہ نہ بالکل دودھ کی طرح سفید اور نہ اتنا گہرا کہ سانولا کہلائے بلکہ گندم گوں رنگ تھا) ایک اور روایت میں بھی آپ ﷺ کا رنگ اسمری بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے رنگ کی سفیدی سرخی مائل تھی۔ اور ایسے رنگ کو عرب میں اسمری کہا جاتا تھا۔ اسی لئے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ

بالکل سفید نہیں تھے جس میں سرخی کی رمق بھی نہ ہو جیسا کہ چونے کا رنگ ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ چمکدار قسم کا سفید نہیں تھا۔ اگرچہ ایک روایت میں سفید فام کا ذکر بھی ہے مگر اس سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ یہ کپڑوں کے نیچے سے جھلکنے والی رنگت کی کیفیات ہیں۔ اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ جسم کے کھلے ہوئے حصے نور سے جگمگاتے تھے۔ حدیث میں امہق کا لفظ آیا ہے جس کے ایک معنیٰ تو ہیں چونے کی طرح سفید جس میں چمک نہ ہو اور دوسرے معنیٰ ہیں پانی پر کی سبزی مائل سفیدی۔ چنانچہ ایک قول ہے کہ امہق کا مطلب یہاں سبزی ہے جیسا کہ اس کے معنیٰ پانی کی سبزی کے بھی ہیں۔ نہ ہی آپ ﷺ کا رنگ بالکل گندمی تھا کہ اس کو سانولا پن کہا جا سکے۔

روئے زیبا...... آنحضرت ﷺ کی پیشانی کشادہ تھی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ کھلی ہوئی یعنی چوڑی پیشانی والے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشانی نرم اور چکنی تھی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بے حد روشن جبیں تھے جیسے ایک چلتا ہوا چراغ ہوتا ہے کہ اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں، آپ ﷺ کی بھویں یعنی ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے اور دونوں ابرو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ تھے ملے ہوئے نہیں تھے۔ حدیث میں غیر قرن کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ دونوں بھویں ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہیں تھیں کیونکہ قرن یعنی راء پر زبر کے ساتھ ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ابرو۔ مگر ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے ان کے درمیان فصل نہیں تھا۔ مگر ان دونوں روایتوں میں تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ قول رائے اور دید کے مطابق ہو اس لئے دونوں ابرو ؤں کے درمیان جو فصل تھا وہ بہت معمولی سا تھا اس کو گہری نظر سے دیکھ کر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ کے دونوں ابرو ؤں کے درمیان ایک باریک سی ابھری ہوئی نس تھی جو ناراضگی وغصہ کے وقت ابھر کر زیادہ نمایاں ہو جاتی تھی۔ کیونکہ ایسے میں اس کے اندر خون کی روانی تیز ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک بلندی مائل تھی جس پر ایک قسم کی چمک ونورانیت تھی۔ ناک کی بلندی ایسی تھی کہ اچٹتی نظر ڈالنے والے آپ ﷺ اونچی ناک والے نظر آسکتے تھے۔

سُر مگیں آنکھیں...... آپ ﷺ کی آنکھیں گہری سیاہ تھیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ دعج کے معنیٰ آنکھ کی سیاہی کے ہیں اور اس کا مقابل لفظ اشہل ہے یعنی وہ شخص جس کی آنکھوں کی سیاہی میں سرخی کی آمیزش بھی ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سرخی آمیز سیاہ آنکھوں والے تھے اور انتہائی حسین چشم تھے آپ ﷺ کی آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں کچھ سرخی کی آمیزش تھی اور یہ بات قدیم کتابوں میں آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں سے ذکر کی گئی ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بڑی بڑی آنکھوں والے تھے۔ آپ ﷺ کی پلکیں لمبی لمبی تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سُرمگیں تھیں یعنی پیدائشی طور پر آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرمہ کی تحریری سی تھی (جس سے آنکھوں میں ایک دل آویز سیاہی پیدا ہو جاتی ہے)۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ نے آنکھوں میں کاجل لگایا ہوا ہے حالانکہ سرمہ ڈالا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے رخسار برابر اور بھرے ہوئے تھے۔ان میں اونچ نیچ نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے منہ کا دہانہ خوب صورت انداز میں فراخ اور خوشبودار تھا۔ یعنی آپ ﷺ کے لعاب دہن میں ٹھنڈک اور شیرینی تھی۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک ہموار، باریک اور آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں کے درمیان ہلکی سی جھید تھی۔ جیسا کہ ایک دوسری روایت میں لفلج الثنیتین آتا ہے کہ فلج سامنے کے دودو اوپر نیچے والے دانتوں یا چاروں دانتوں کے درمیانی فصل کو کہا جاتا ہے۔ایک روایت میں براق الثنایا کے الفاظ ہیں جس کے معنی سامنے کے دانتوں کی آبداری و ہمواری کے ہیں۔

جب آپ ﷺ بات کرتے تو آبدار دانتوں کی بجلیاں سی مچلتیں جو آپ ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان سے پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں اور وہ ایسے لگتے جیسے بادلوں سے گرنے والے اولے ہوتے ہیں۔ یعنی جب آپ ﷺ ہنستے تو آپ ﷺ کے سفید اور چمکدار دانت اولوں کی سی جھلک پیش کرتے تھے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دانت نہایت حسین تھے۔

جسم مبارک سے خوشبو...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مجھے آپ ﷺ کے سارے سراپا میں سے عطر کی ایسی خوشبو آتی تھی کہ میں نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ آپ ﷺ کی ڈاڑھی کے بال گنجان تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھی گھنی تھی اور آپ ﷺ اس میں پانی لگا کر کنگھا کیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک عاج یعنی ہاتھی دانت کی کنگھی تھی جسے عربی میں دبل کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ایسی کنگھی سمندری کچھوے کے خول سے بنائی جاتی تھی۔ ہاتھی کی ہڈی کو عاج بھی کہا جاتا ہے مگر یہاں عاج سے وہ معنی مراد نہیں ہیں۔

آپ ﷺ کے پاس ایک قینچی تھی جسے عربی میں مقص بھی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ اس سے اپنی مونچھوں کے کنارے کترتے تھے۔ مشکوۃ میں حضرت زید ابن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنی مونچھیں نہیں کترتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ قینچی سے اپنی ڈاڑھی بھی چوڑائی اور لمبائی میں سے بنایا کرتے تھے۔ یہ روایت اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کتروں۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ انسان کی فطرت کا جز ہے کہ ناخن اور مونچھیں کترے اور زیر ناف کے بال مونڈے۔ آنحضرت ﷺ اپنے سر مبارک میں تیل کا استعمال بہت کرتے تھے یہاں تک کہ (تیل لگانے کے وقت) آپ ﷺ کے کپڑے ایسے لگتے تھے جیسے تیل اور چکنائی میں تر ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر چادر مبارک اوڑھتے تو آپ ﷺ کے کپڑوں کی کناری ایسی لگتی جیسے تیل اور چکنائی میں تر بتر ہو۔

آپ ﷺ کے سفید بال...... آنحضرت ﷺ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں بیس بال بھی سفید نہ ہوں گے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ڈاڑھی میں گنے چنے سفید بال دونوں کنپٹیوں پر اور ان کے آس پاس تھے۔حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔روایات سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے کے بال دوسری جگہ کے بالوں سے زیادہ سفید ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے سورۂ ہود اور اس کے بھائی بندوں یعنی اس جیسی بعض دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ اس کے بھائی بند کیا ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا :-

"سورۂ واقعہ، سورۂ القارعہ، اور سَالَ سَائِلٌ اور اذا الشمس کُوِّرَت اور اقتربت السَّاعۃُ۔!"

(یعنی ان سورتوں کے نازل ہونے اور پڑھنے کے بعد خدا کے خوف نے مجھے بوڑھا کر دیا) ایک روایت میں ہے کہ مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ اور المرسلات اور عمّ یتساءلون اور اذا الشمس کُوِّرَت اور اقتربت الساعۃ نے بوڑھا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا قیامت کے دن اس کو ایک خاص نور حاصل ہو گا۔

بالوں میں خضاب...... غالباً آنحضرت ﷺ نے اپنے سفید بالوں میں خضاب نہیں فرمایا۔ مگر ایک قول ہے کہ آپ ﷺ حنا اور کتم سے خضاب کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جن چیزوں سے تم اپنے سفید بالوں کو رنگو، ان میں سب سے اچھی چیزیں حنا یعنی مہندی اور کتم ہیں (کتمہ عربی کا لفظ ہے جو ایک مخصوص درخت کی جڑ ہوتی ہے۔ اس کو اردو میں وسمہ کہتے ہیں۔ اسی کتمہ کی جڑ کو جوش دے کر اس سے روشنائی بھی تیار کی جاتی تھی۔ اسی کتمہ یاد سمہ سے خضاب بھی کیا جاتا ہے) آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کا خضاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حیا اور ادب...... آپ کی ﷺ صفات میں پیچھے گزرا ہے کہ آپ ﷺ کے منہ کا دہانہ اعتدال اور دل آویزی کے ساتھ بڑا تھا۔ عرب میں منہ کے بڑے بائے کو پسند کیا جاتا تھا اور چھوٹے بائے کو بد صورتی میں شمار کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی نظریں اکثر نیچی رہتی تھیں اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کے مقابلے میں زمین کی طرف زیادہ رہتی تھیں۔ آپ ﷺ شرم و حیا کی وجہ سے اکثر گوشۂ چشم سے دوسرے کی طرف دیکھتے تھے (یعنی یہ حیاء کی زیادتی کا اثر تھا کہ آپ ﷺ کسی کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے بلکہ اکثر کنکھیوں اور گوشہ چشم سے دیکھ لیتے تھے)

آپ ﷺ کے سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی۔ مسربہ بالوں کے ایسے ہی مہین خط کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی گردن ایسی دل کش اور پتلی تھی جیسے موتی سے تراشی گئی ہو جو چاندی کی طرح چمکدار اور صندل سے گھڑی ہوئی صاف اور چکنی تھی۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک گویا چاندی کی طرح صاف و شفاف ڈھلی ہوئی تھی۔

آپ ﷺ کے جسم مبارک کے تمام اعضاء نہایت خوب صورت، معتدل، پُر گوشت اور ایسے گٹھے ہوئے تھے کہ ایک دوسرے میں پیوست تھے کہیں بھی گوشت لٹکا ہوا اور ڈھیلا نہیں تھا۔ سینہ اور پیٹ ہموار تھے (یعنی پیٹ باہر کو نکلا ہوا نہیں تھا) البتہ آپ ﷺ کا سینہ کشادہ تھا اور دونوں مونڈھوں کے درمیان زیادہ فراخ تھا۔

آپ ﷺ کے جسم کے جوڑوں کی تمام ہڈیاں بڑی اور نہایت قوی تھیں چنانچہ کہنیوں، شانوں اور گھٹنوں کے تمام جوڑوں پر یہی کیفیت تھی۔ سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک دلآویز باریک سی دھاری تھی جو ایک دھاگے کی طرح نظر آتی تھی۔ اسی کو گذشتہ سطروں میں باریک لکیر اور بالوں کے مہین خط سے تعبیر کیا گیا ہے۔

البتہ ﷺ آپ کی چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ لیکن آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں، شانوں اور سینے کے اوپر حصے پر بال تھے۔ آپ ﷺ کے بازو اور کلائیاں دراز تھیں اور آپ ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی ریشم اور دیباغ چھونے میں اتنا چکنا اور ملائم نہیں پایا جتنی آنحضرت ﷺ کی ہتھیلیاں تھیں۔ آپ ﷺ کی انگلیاں لانبی تھیں۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر ایسے پُر گوشت

اور گداز تھے کہ بھرے بھرے لگتے تھے۔ یہ صفت مردوں کے لئے پسندیدہ اور عورتوں کے ناپسندیدہ شمار ہوتی ہیں۔

دست مبارک اور پیر...... آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں شہادت کی انگلیاں درمیانی انگلی سے لمبی تھیں۔ مگر علامہ ابن وحیہ کہتے ہیں یہ روایت یقینی طور پر باطل ہے اور اسے کسی بھی ثقہ اور قابل اعتبار مسلمان نے بیان نہیں کیا ہے۔ یہ صورت حقیقت میں آپ ﷺ کے پیروں کی انگلیوں میں تھی اور اس بارے میں آپ ﷺ کی شان وہی تھی جو دوسروں کی ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے اور کم گوشت تھے۔ آپ ﷺ کی بڑی ہڈیاں سیدھی تھیں کہ ان کے درمیان خم یا ابھار اور گہراؤ نہیں تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کے عصبات مراد ہڈیاں ہی ہیں سیدھے اور ہموار تھے۔ عصب ہر اس ہڈی کو کہتے ہیں جس میں گودا ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کے تلوے خوب گہرے تھے۔ یعنی قدم مبارک زمین پر رکھنے کے وقت تلوے زمین سے کافی اوپر رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے قدم ہموار تھے یعنی جم کر پڑنے والے تھے۔ یہ بات اس روایت کے مطابق ہے جس میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ قدم رکھتے تو پورا پیر پڑتا اس میں کوئی خالی حصہ نہیں رہتا تھا اور جب پاؤں اٹھاتے تو قدم پوری قوت کے ساتھ اٹھتا تھا (جو قوت و طاقت اور صحیح البدن ہونے کی علامت ہے)۔

آپ ﷺ کی رفتار...... جب آپ ﷺ قدم بڑھاتے تو تھوڑا سا آگے کو جھکے رہتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دائیں بائیں بھی جھکتے تھے۔ اگر کوئی بناوٹ کے ساتھ اس طرح چلے تو یہ ناپسندیدہ چال کہلا سکتی ہے لیکن اگر کوئی اپنی فطری چال سے اس طرح چلتا ہے تو یہ پسندیدہ چال ہے۔ آپ ﷺ سنبھل سنبھل کر وقار کے ساتھ چلتے تھے جلدی جلدی نہیں چلتے تھے تاہم آپ ﷺ کی رفتار قدرے تیز ہوتی تھی۔ آپ ﷺ جب چلتے تو ایسا لگتا تھا جیسے آپ ﷺ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔ کتاب سفر السعادہ میں ہے کہ یہ چال بلند مرتبہ اور اولو العزم لوگوں کی چال ہوتی ہے جن کے دل زندہ ہوتے ہیں۔ چال کی اس قسم کو مشی ہوینا کہا جاتا ہے جس کا ذکر حق تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے :-

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (سورۃ فرقان ،ع پ۱۹، ع ۶، آیت ۶۳)

اور حضرت رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

یہ رفتار اور چال کی سب سے بہترین قسم ہے کیونکہ چلنے والا یا تو مضحکہ خیز انداز میں بانس کی طرح سیدھا ہو کر چلے یا اوچھے پن کے ساتھ دوسروں کو ڈھکیلتا ہوا چلے۔ دونوں صورتوں میں یہ چال بدترین چال کہلائے گی اس لئے کہ پہلی قسم کی چال بے قدری اور قلب کی مردنی کو ظاہر کرتی ہے اور دوسری قسم کی چال حماقت اور بے عقلی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے بعد سفر السعادہ میں کہا گیا ہے کہ چال کی دس قسمیں ہیں اور یہ تین قسمیں ان ہی دس میں سے ہیں۔ باقی سات قسمیں بھی اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔

آداب مجلس...... رسول اللہ ﷺ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح اس کی طرف مڑ کر متوجہ ہوتے یعنی تمام جسم مبارک کے ساتھ اس شخص کی طرف رخ فرماتے۔ یہ نہیں کہ صرف گردن گھما کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوں۔ صرف گردن گھما کر کسی کی طرف متوجہ ہونا اوچھے اور سطحی قسم کے لوگوں کی عادت

ہوتی ہے۔

طرز گفتگو...... آنحضرت ﷺ جب گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کی بات شروع سے آخر تک واضح اور مفصل ہوتی تھی یہ نہیں کہ سننے والا آدھی سمجھے اور آدھی نہ سمجھے حدیث میں واضح اور مفصل بات کے لئے باشداق کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں منہ بھر کر۔ ادھر ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے متشدقین اور منہ بھر کر بولنے والوں کو برا بتلایا ہے مگر اس سے یہاں کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ متشدق سے مراد جو بے احتیاطی کے ساتھ ضرورت سے زیادہ بولے اور فضول بات کرے اور جو لوگوں کا مذاق اڑانے کے انداز میں منہ پھاڑ کر بولے۔

آنحضرت ﷺ ہمیشہ جامع الفاظ کے ساتھ مکمل اور بھرپور جملے بولتے تھے۔ یعنی اس طرح کہ کلام مختصر ہوتا مگر وہ مختصر الفاظ معنی اور مطلب کے لحاظ سے بھرپور ہوتے تھے۔ بے ضرورت بات اور زائد الفاظ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی الفاظ ایسے مختصر ہوتے کہ بات کا مطلب نہ سمجھ میں آئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے جامع کلام کی خصوصیت دی گئی ہے جبکہ کلام مختصر دیا گیا ہے۔

جامع اور مختصر کلام...... آپ ﷺ کے جامع کلام اور مختصر زریں اقوال کے چند نمونے یہ ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک ارشاد ہے۔

"اس شخص کی صحبت یعنی ہم نشینی میں کوئی خیر نہیں جو تمہارے لئے وہ (رائے) نہ رکھے جو تم اس کے لئے رکھتے ہو۔" ایک ارشاد ہے۔ "وہ شخص ہلاک نہیں ہوتا جس نے خود اپنے کو پہچان لیا۔"

ایک ارشاد ہے۔ "اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہہ کر انعام پائے یا خاموش رہ کر محفوظ رہے۔"

ایک ارشاد ہے۔ "ذوالوجہین یعنی دو منہ والا اللہ کے نزدیک وجیہہ یعنی باوقار نہیں ہے۔"

ایک ارشاد ہے۔ "بہترین چیز درمیانہ روی ہے۔"

ایک ارشاد ہے۔ "خوش نصیب وہ ہے جو دوسرے کے بغیر نصیحت حاصل کرے۔"

اظہار تعجب کا انداز...... آنحضرت ﷺ جب گفتگو کے دوران کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے صرف انگلی سے نہیں۔ اور جب بات چیت میں تعجب کا اظہار فرماتے تو ہتھیلی کو الٹ دیتے۔ کبھی گفتگو کے دوران دائیں ہاتھ کو بائیں کے قریب لا کر دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ ایسا آپ ﷺ اکثر تعجب کا اظہار کرنے کے لئے کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ گفتگو کے دوران سر بھی ہلاتے اور ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے۔ نیز بعض دفعہ تعجب کے اظہار کیلئے آپ ﷺ اپنا ہاتھ ران پر مارتے۔ (کسی فکر یا سوچ کے وقت) آپ ﷺ چھڑی سے زمین کریدتے۔ اگر آپ ﷺ کو کسی بات پر غصہ آتا تو آپ ﷺ منہ پھیر لیتے تھے۔

غصہ یا صدمہ کے وقت عادت مبارک...... جب آنحضرت ﷺ کو غصہ آتا تو آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ اگر آپ ﷺ کو صدمہ ہوتا تو بار بار ڈاڑھی کو چھوتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ﷺ کو زیادہ غم ہوتا تو اپنے سر مبارک اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے تھے اور لمبا سانس لے لے کر حسبی اللہ و نعم الوکیل پڑھتے تھے جس کے معنی ہیں۔ اللہ ہی مجھے کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔

تبسم اور ہنسی...... آنحضرت ﷺ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی ایک تبسم اور مسکراہٹ تک ہوتی تھی۔ مگر یہ بات

اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس کے مطابق کئی بار آپ ﷺ اس حد تک ہنسے کہ آپ ﷺ کے پہلو کے دانت نظر آنے لگے۔ اگر آپ ﷺ کو زیادہ ہنسی آتی تو آپ ﷺ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اکثر جوتا پہن کر چلتے تھے لیکن کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کو جب بھی کوئی ہدیہ دیتا تو آپ ﷺ اس میں سے اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک کہ خود ہدیہ دینے والا تھوڑا سا نہ کھالے۔ ایسا اس واقعہ کے بعد سے ہو گیا تھا جب سے آپ ﷺ کو بکری کا زہریلا گوشت ہدیہ میں دیا گیا تھا۔

کھانے کا طریقہ...... آنحضرت ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے یعنی انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور بیچ کی بڑی انگلی۔ جب آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوتے تو انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ پہلے آپ ﷺ بیچ کی انگلی چاٹتے، پھر انگشت شہادت اور پھر انگوٹھا چاٹتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انگلیاں چاٹنا برکت کا موجب ہے آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو حکم دیتے تھے کہ کھانے کا برتن چاٹ لیا کریں۔ آپ ﷺ فرماتے تمہیں کچھ پتہ نہیں کہ تمہارے کھانے کے کون سے جز میں برکت پوشیدہ ہے۔

ہم ان گذشتہ عبارتوں میں سے بعض کی مزید وضاحت اور خلاصہ کئے دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کا سینہ اور آنکھیں بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بھی قدرے بڑا تھا کیونکہ اکثر بڑا سر عقلمندی کی دلیل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا جسم مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ جسم مبارک کے ان حصوں کا رنگ جو کھلے رہتے تھے سرخی آمیز سفید تھا۔ دونوں ابرو لمبے تھے اور ان کے درمیان بہت تھوڑا سا حصہ خالی تھا یعنی دونوں ابروؤں کے درمیان تھوڑا سا فصل تھا۔ اس فصل کو بلج کہتے ہیں اور اس کا مخالف لفظ قرن ہے جس کے معنی دونوں ابروؤں کا ملا ہوا ہونا ہے کہ ایک کے بال دوسری میں ملے ہوئے ہوں۔

آپ ﷺ کی دونوں ابروؤں کے درمیان میں ایک باریک سی نس تھی جو غصہ کیوقت پھول کر نمایاں ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک لانبی تھی جس کے درمیان ہلکا سا ابھار تھا اور ایک سرے پر ہلکا سا خم تھا مگر ابھار کی جگہ سے ناک اٹھی ہوئی نہیں تھی۔ عرب میں ایسے اونچے ابھار کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں سفیدی کے ساتھ ہلکی سی سرخی کی جھلک تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت گہری سیاہ اور بڑی بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کے منہ کا دہانہ قدرے بڑا تھا۔ کیونکہ منہ کا دہانہ بڑا ہونا فصاحت کی علامت سمجھا جاتا ہے آپ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں اور سامنے کے چوکے کے درمیان تھوڑا تھوڑا فصل اور چھید تھی جس کو عربی میں فلج کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ڈاڑھی کے بال گنجان اور گھنے تھے جس میں اِکّا دُکّا سفید بال تھے۔ آپ ﷺ کی گردن چاندی کی طرح شفاف اور خوب صورتی سے ڈھلی ہوئی تھی۔ نیز جب آپ ﷺ چلتے تھے تو کسی قدر آگے کو جھک کر چلتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی باطنی صفات

یعنی چاہے ان صفات میں آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نہایت نرم طبیعت اور نرم خو تھے۔ آپ ﷺ میں سخت مزاجی، تند خوئی اور درشتی قطعاً نہیں تھا۔ نہ آپ ﷺ عیب جو اور نہ

مسخرے پن اور ہنسی مذاق کی عادت تھی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بہت زیادہ ہنسی مذاق نہیں فرماتے تھے۔ لہذا اب اس روایت میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا مزاح...... چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میں مذاق ضرور کرتا ہوں مگر صرف سچ اور حق بات کہتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سچے مزاح پر گرفت نہیں فرماتا ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پُر مزاح کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ میں ہنسی اور مزاح کی عادی تھی۔ سلف میں سے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہیبت اور دبدبہ بہت تھا لہذا آپ ﷺ مزاح کے ذریعے اسے کم کرتے تھے۔

ایک حدیث کے مطابق ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پھوپی حضرت صفیہؓ سے فرمایا کہ جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی۔ (حضرت صفیہؓ بوڑھی تھیں) وہ یہ سن کر رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً، فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا، عُرُبًا أَتْرَابًا (سورۃ واقعہ، پ ۲۷، ع ۱، آیت ۳۷)

ترجمہ: ہم نے وہاں کی ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔

جبکہ وہ بوڑھیاں ہیں جن کی آنکھوں میں میل بھرا ہوتا ہے۔ اور عرب اس عورت ہی کو محبوب سمجھتے ہیں جو ایسی باتیں کہے اور کرے جن سے شہوت و جوش پیدا ہو۔ اترابا سے مراد ایسی ہم عمر عورتیں ہیں جیسے ایک ہی دن پیدا ہوئی ہیں کیونکہ وہ تینتیس سال کی لڑکیاں ہوں گی۔

ایک دفعہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے سواری کے لئے ایک اونٹ دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اونٹ کا بچہ سواری کے لئے دے دوں گا۔ وہ کہنے لگا۔ یارسول اللہ! میں اونٹ کے بچے پر بیٹھ کر کیا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اونٹ کا بچہ اونٹ کے سوا کچھ اور ہوتا ہے۔

وہاں ازہیر نامی ایک شخص تھا۔ ایک روایت میں ان کا نام زاہر (ابن حرام) تھا۔ یہ جنگل سے جب بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے لئے اپنے ساتھ کوئی جنگلی ہدیہ (جیسے سبزی ترکاری) لے کر آتے اور آپ ﷺ کو پیش کرتے تھے۔ پھر جب یہ مدینہ سے واپس جاتے تو آنحضرت ﷺ بھی ان کو کچھ کھانے پینے کا سامان دے کر رخصت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہر شہر کے لئے ایک جنگل ہوتا ہے۔ آل محمد کا جنگل زاہر ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔

زاہرؓ سے مزاح...... ایک روز وہ مدینہ آئے۔ یہاں وہ بازار میں اپنا کچھ سامان بیچ رہے تھے۔ حضرت زاہر ایک بدشکل آدمی تھے۔ آنحضرت ﷺ خاموشی سے ان کے پیچھے تشریف لائے اور پشت سے ان کی کمر سے لپٹ گئے (اس طرح کہ زاہر کو ایک دم پتہ نہیں چلا کہ انہیں کون لپٹ گیا ہے) زاہرؓ نے چیخنا شروع کیا کہ کون ہے ہٹ جا مجھے چھوڑ دے۔ اسی جدوجہد کے دوران انہیں پتہ چل گیا کہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کو پہچانتے ہی

انہوں نے چھڑانے کی جدوجہد کرنے کے بجائے اچھی طرح اپنی پشت آنحضرت ﷺ کے سینۂ مبارک سے ملنی شروع کر دی (تاکہ جتنی دیر بھی یہ سعادت میسر آجائے غنیمت ہے)

اسی وقت آنحضرت ﷺ نے کہنا شروع کیا کون ہے جو اس غلام کو خریدے۔ یہ سن کر زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے بہت کم قیمت اور کھوٹا پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو۔ اور فرمایا کہ اللہ کے یہاں تم بہت قیمت والے ہو۔

حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ...... ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے آخر کے یہ دونوں ہی جملے فرمائے ہوں اور جس راوی نے جو سنا وہی بیان کر دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھی۔ اس وقت تک میں ایک کم سن لڑکی تھی اور جسم پر گوشت بھی نہیں ہوا تھا (یعنی بدن ہلکا پھلکا تھا) آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم سب آگے بڑھ جاؤ۔ چنانچہ صحابہ آگے بڑھ (کر دور نکل) گئے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا آؤ ہم تم دوڑ میں مقابلہ کریں۔ چنانچہ ہم دوڑے اور میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئی۔ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک آپ ﷺ رکے رہے یہاں تک کہ میرا بدن بھر گیا۔ ایک روز ہم پھر ایک سفر میں جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تم سب آگے بڑھ جاؤ۔ چنانچہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ تب آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا آؤ ہم دوڑ میں مقابلہ کریں۔ چنانچہ ہم دونوں دوڑے اور اس دفعہ آنحضرت ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ ﷺ ہنس ہنس کر مجھ سے فرمانے لگے یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ میرا چھوٹا بھائی ابو عمیر بہت اداس ہے۔ آپ ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا کہ اُم سلیم آج ابو عمیر اداس کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے جو لال (ایک خوبصورت پرندہ) پال رکھا تھا اور جس سے یہ کھیلا کرتا تھا وہ مر گیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر ابو عمیر کو پکارا اور فرمایا۔ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ ابو عمیر اس لال کا کیا ہوا۔ گویا آپ ﷺ نے دونوں لفظ ہم وزن استعمال فرما کے ابو عمیر کو چھیڑا ہے۔ اس کے بعد سے جب بھی آپ ﷺ ابو عمیر کو دیکھتے تو ان کو یہ کہہ کر چھیڑتے۔ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نے حریرہ پکایا اور آنحضرت ﷺ کے پاس لائی وہاں حضرت سودہؓ بھی موجود تھیں اور میرے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے سودہؓ سے کہا کھاؤ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کھالو کھالو ورنہ میں یہ حریرہ تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ میں نے حریرہ ہاتھ پر لے کر سودہؓ کے منہ پر مل دیا۔ آنحضرت ﷺ یہ دیکھ کر ہنسنے لگے اور اپنی ران ایک طرف کو سرکا کر سودہؓ سے فرمانے لگے لو تم بھی عائشہ کے منہ پر حریرہ مل دو۔ سودہؓ نے جلدی سے حریرہ لے کر میرے منہ پر مل دیا۔ اور آنحضرت ﷺ اس دل لگی پر ہنستے رہے۔

ایک دن آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو چھیڑنے کے لئے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں میں کتنی سفیدی ہے۔ جس چیز کی آپ ﷺ کو خواہش نہ ہوتی اس کی طرف سے آپ ﷺ بے پروائی ظاہر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا نفس تین چیزوں سے بالکل بے نیاز تھا۔ ریاکاری، بڑائی و تکبر اور بے مقصد اور لایعنی باتیں۔ اسی طرح دوسروں کے متعلق آپ ﷺ تین باتوں سے قطعاً پاک تھے۔ کہ ﷺ آپ کسی کی برائی نہیں فرماتے تھے، کسی کو عار اور شرم نہیں دلاتے تھے اور کسی کے راز جاننا نہیں چاہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ ہر برائی کا اچھائی سے مقابلہ فرماتے۔

آپ ﷺ نہ کسی مزہ اور ذائقہ کی برائی کرتے اور نہ تعریف فرماتے۔ ذائقہ کے لئے حدیث میں ذواق کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ عربی میں کہا جاتا ہے۔ماذقت ذواقا یعنی میں نے نہ کوئی چیز کھائی نہ کوئی چیز پی۔ مراد ہے کھانے پینے کی چیزوں میں کسی بھی چیز کا ذائقہ۔

شرافت واخلاق کی اعلیٰ مثال...... حضرت عبداللہ ابن ابو بکر کسی عرب سے روایت کرتے ہیں جو بیان کرتا ہے کہ غزوۂ حنین کے موقعہ پر ایک مرتبہ دھکا پیل میں میں آنحضرت ﷺ سے ٹکرا گیا اور میرا بھاری جوتا آپ ﷺ کے پیر پر پڑ گیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک کوڑا تھا۔ آپ ﷺ نے (بے اختیاری میں) وہ کوڑا میرے مارا اور فرمایا! بسم اللہ۔ تم نے بڑے زور سے میرا پیر کچل دیا۔ راوی کہتا ہے کہ مجھ پر اپنی غلطی کا اتنا اثر ہوا کہ میں ساری رات اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا پیر کچل کر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔

اگلے دن صبح کو میں نے کسی کو اپنا نام پکارتے ہوئے سنا کہ فلاں شخص کہاں ہے۔ میں یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ کی طرف چلا اور دل میں بہت ڈر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا :-

"تمہارے جوتے سے میرا پیر کچلا گیا تھا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی اور اسی تکلیف کی شدت میں میں نے تمہارے کوڑا مار دیا تھا۔اب یہ اسی بھیڑیں تمہارے لئے ہیں تم اس کوڑے کی چوٹ کے بدلے میں انہیں لے لو۔!"

جب حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں :-

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (سورۂ اعراف،پ۹، ع ۲۴، آیت ۱۹۹)

ترجمہ: سر سری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔

حضرت جبرئیلؑ سے آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں تحقیق کی تو جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا:-

"آپ ﷺ کا رب عزّوجلّ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ ﷺ سے قطع رحم کرے یعنی رشتہ داری کا تعلق نہ رکھے آپ ﷺ ان کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے یعنی رشتہ داری کا خیال کیجئے،اور جو آپ ﷺ کو حق سے محروم رکھنا چاہے آپ ﷺ اس کے ساتھ جودو عطا کا معاملہ فرمائیے۔اور جو آپ ﷺ پر ظلم کرے آپ ﷺ اس کے ساتھ معافی اور درگزر کا معاملہ کیجئے۔"

چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ جو مسلمان ایسا ہو وہ صریح اور حقیقی ایمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ایک حدیث میں ہے کہ یہ صفت اہل دنیاو آخرت کی افضل ترین صفت ہے۔

بلند ترین خصائل...... آنحضرت ﷺ صرف وہی بات بولتے تھے جس میں ثواب کی توقع ہو کوئی اجنبی آدمی چاہے کیسے ہی غلط انداز میں سوال جواب کرتا، آپ ﷺ صبر و سکون سے جواب دیتے۔ آپ ﷺ کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے اور بے ضرورت کبھی نہیں بولتے تھے_ نعمت کی قدر فرماتے تھے چاہے کتنی ہی تھوڑی ہو۔ آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے نہ اس کا بدلہ لیتے تھے،ہاں اگر کوئی دینی معاملہ اور امر حق ہوتا تو آپ ﷺ کو سخت غصہ آتا تھا اور ایسے معاملے میں آپ ﷺ کے غصہ کو کوئی نہیں روک سکتا تھا یہاں تک کہ

آپ ﷺ اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ آپ ﷺ ہر قوم کے معزز آدمی کا اعزاز و اکرام فرماتے تھے اور اکثر اسی کو اپنی طرف سے اس کی قوم پر امیر بنا دیتے تھے۔

اگر کوئی صحابی مجلس میں نظر نہ آتے تو آپ ﷺ ان کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر وہ شہر سے غیر حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کے لئے دعاء فرماتے اور اگر موجود ہوتے تو ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ اگر وہ بیمار ہوتے تو آپ ﷺ ان کی مزاج پُرسی کے لئے ان کے یہاں جاتے تھے آنحضرت ﷺ لوگوں سے ان کا حال و احوال پوچھتے آپ ﷺ کے نزدیک سب سے افضل وہ ہوتا جس کو نصیحت کی جا سکے اور سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہوتا جو سب کا غمگسار و غمخوار ہو۔ آپ ﷺ کے زبان پر اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے (یہ الگ بات ہے کہ آپ ﷺ جہاں بیٹھ جاتے پھر وہی محفل کی صدر جگہ بن جاتی کیونکہ "صدر ہر جا کہ نشیند صدر است" یعنی صدر جہاں بھی بیٹھے وہی جگہ صدر نشین ہو جاتی ہے۔ اسی بات کا آپ ﷺ دوسروں کو بھی حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ مجلس کے لوگوں میں ہر شخص کی طرف پوری توجہ فرماتے تھے اور اس کا حق ادا فرماتے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ آپ ﷺ کے نزدیک دوسرا اس سے زیادہ معزز ہے۔

جو شخص آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھتا یا کسی ضرورت کے لئے بات کرنے آتا تو آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہی اٹھنے میں پہل کرتا۔ کوئی شخص آپ ﷺ سے کچھ مانگتا تو اس کی حاجت روائی فرماتے یا اگر پوری نہ کر سکتے تو نرمی و محبت کے ساتھ اس کو جواب دیتے۔ آپ ﷺ کے نزدیک سب لوگوں کا حق برابر تھا۔

<u>مجلس نبوی ﷺ</u>...... آپ ﷺ کی مجلس مروّت و حیاء اور علم کی مجلس ہوتی تھی۔ جس میں نہ آوازیں بلند ہوتی تھیں اور نہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے کوئی کسی سے الجھتا تھا۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرما رہے ہوتے تو لوگ اس طرح پُرسکون انداز میں گردنیں جھکائے بیٹھے رہتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے وہ اڑ جائیں گے کیونکہ پرندہ ساکن جگہ پر ہی بیٹھتا ہے۔ اس طرح حاضرین مجلس میں انتہا درجہ کا سکون اور وقار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ سے کوئی شخص بات کرتا تو سب لوگ اس کی بات پوری ہونے تک بالکل خاموش رہتے۔ کوئی شخص دوسرے کی بات نہیں کاٹتا تھا۔

<u>نعیمان ایک پُرمذاق صحابیؓ</u>...... جس بات پر لوگ ہنستے آپ ﷺ بھی ہنس پڑتے اور جس بات پر لوگ تعجب کرتے آپ ﷺ بھی تعجب ظاہر فرماتے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ تجارت کے لئے بصریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ حضرت نعیمان ابن عمروؓ انصاری بھی تھے اور حضرت سویط ابن حرملہ بھی تھے۔ یہ دونوں اصحاب بدر میں سے ہیں۔ حضرت سویط کے پاس حضرت ابو بکرؓ کا زادِ راہ یعنی کھانے پینے کا سامان تھا۔

<u>نعیمانؓ کا سویطؓ سے مذاق</u>...... حضرت نعیمانؓ حضرت سویطؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کھانا کھلا دو حضرت سویطؓ نے کہا کہ نہیں جب تک حضرت ابو بکرؓ نہ آجائیں، کھانا نہیں ملے گا۔ حضرت نعیمانؓ بہت بذلہ سنج، پُرمذاق اور ہنسنے ہنسانے والے آدمی تھے۔ ان کے مزاج میں تفریحی شرارت کا مادّہ بہت تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

انہوں نے حضرت سویطؓ سے کہا کہ میں تم کو اس کا مزہ چکھاؤں گا۔ چنانچہ یہ یہاں سے کچھ لوگوں کے

پاس گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ قافلہ آگے چلا تو راہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ حضرت نعیمانؓ ان سے ملے اور کہنے لگے :-

"میرے پاس ایک غلام ہے کیا تم اسے خریدو گے ؟"

انہوں نے کہا "ہاں ضرور خرید لیں گے" نعیمانؓ نے کہا :-

"وہ غلام باتیں خوب بناتا ہے وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں اس شخص کا غلام نہیں ہوں، بلکہ میں ایک آزاد انسان ہوں۔ اگر اس نے تم سے یہ سب باتیں کہیں تو تم کہیں اسے چھوڑ نہ دو اور نہ خریدو۔ نتیجہ میں میرا وہ غلام میرے لئے بھی پریشانی کا سبب نہ بن جائے!"

ان لوگوں نے کہا نہیں ہم اسے ضرور خرید لیں گے اور اس کی باتوں پر نہیں جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سویط کو دس لونٹنیوں کے بدلے میں خرید لیا۔ نعیمان ان لونٹنیوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ لوگ بھی ساتھ آئے اور انہوں نے لونٹنیوں کو باندھ دیا۔ اس کے بعد نعیمان نے حضرت سویط کی طرف اشارہ کر کے ان لوگوں سے کہا کہ یہ سامنے وہ غلام ہے۔ یہ لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہیں ہم نے خرید لیا ہے۔

حضرت سویطؓ نے کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے، میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے آتے ہی حضرت سویطؓ کی گردن میں عمامہ ڈال دیا تھا (اور انہیں کھینچنے لگے) سویطؓ نے کہا وہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں اس کا غلام نہیں ہوں مگر ان لوگوں نے کہا ہمیں تمہارا حال پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سویط کی گردن میں رسّی ڈالی اور انہیں لے گئے۔ انہوں نے سویطؓ کی چیخ و پکار پر کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت ابو بکرؓ جب آئے تو انہوں نے ان کو سویط کا حال بتلایا۔

حضرت ابو بکرؓ فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان لوگوں کے تعاقب میں دوڑے۔ آخر صدیق اکبرؓ نے انہیں بتلایا کہ نعیمانؓ نے ان کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ پھر ان کی دس لونٹنیاں انہیں واپس کر کے سویطؓ کو ان کے چنگل سے چھڑ لیا۔

<u>اس مذاق سے حضور ﷺ کی لطف اندوزی</u>...... اس کے بعد جب یہ قافلہ آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ آیا اور آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا گیا تو آنحضرت ﷺ اس پر خوب ہنسے اور سال بھر تک جو آپ ﷺ کی زندگی کا باقی تھا اکثر اس دل چسپ مذاق پر آپ ﷺ ہنسا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کی وفات سے ایک سال پہلے یہ سفر کیا تھا۔

<u>نعیمانؓ کا مخزمہؓ سے مذاق</u>...... حضرت نعیمان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مخزمہ ابن نوفل کے پاس ان کا گذر ہوا۔ حضرت مخزمہ کی بینائی جاتی رہی تھی اس وقت وہ کہہ رہے تھے کوئی شخص یہاں ہے جو مجھے پیشاب کرانے لے جائے۔ حضرت نعیمان ان کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے مسجد کے آخری حصے میں پہنچ کر نعیمان نے مخزمہ سے کہا یہاں کر لو۔ انہوں نے وہاں بیٹھ کر پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگوں نے ایک دم شور مچا دیا۔ اس پر مخزمہؓ نے (غصہ میں) پوچھا کہ مجھے کون پکڑ کر یہاں لایا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ نعیمانؓ لائے تھے۔ مخزمہؓ بولے کہ خدا کی قسم اپنی اسی لاٹھی سے اسے ماروں گا۔

حضرت نعیمانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مخزمہؓ کے پاس پھر آئے اور کہنے لگے کیا نعیمان سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں کہنے لگے چلو اٹھو۔ وہ اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لئے۔ نعیمان ان کو سیدھے

حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لائے جو اس وقت امیر المؤمنین تھے۔ حضرت عثمانؓ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نعیمان نے مخرمہ سے کہا کہ لو یہ وہ شخص تمہارے سامنے ہے۔ مخرمہ نے یہ سنتے ہی دونوں ہاتھوں میں لاٹھی پکڑ کر بلند کی اور حضرت عثمانؓ کے مار دی۔ لوگ ایک دم چیخ اٹھے کہ یہ امیر المؤمنین ہیں۔ مخرمہؓ نے پھر (غصہ میں) پوچھا کہ مجھے کون پکڑ کر لایا تھا۔ لوگوں نے کہا نعیمان۔ مخرمہ نے کہا کہ اب کبھی نعیمان کی طرف رخ بھی نہیں کروں گا۔

نعیمانؓ کا ایک اور مذاق...... ایک روز ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا۔ وہ مسجد میں داخل ہوا اور چوک میں اونٹنی بٹھائی۔ کسی صحابی نے نعیمانؓ سے کہا اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو تو ہماری گوشت کی دعوت ہو جائے۔ ہم تو گوشت کو ترس گئے۔ آنحضرت ﷺ اس دیہاتی کو اونٹنی کی قیمت ادا فرمادیں گے۔

نعیمانؓ نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ دیہاتی آنحضرت ﷺ کی زیارت کے بعد مسجد سے باہر آیا اور اپنی اونٹنی کا حشر دیکھا تو وہ ایک دم چیخنے لگا۔ اس نے چلا چلا کر کہا۔ اے محمد۔ ہائے میرے اونٹنی کو کس نے کاٹ ڈالا۔

آنحضرت ﷺ اس کی چیخ و پکار سن کر باہر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نعیمان نے۔ آنحضرت ﷺ نعیمان کی تلاش میں چلے۔ آپ ﷺ لوگوں سے ان کو پوچھتے جاتے تھے۔

آخر آپ ﷺ نے ان کو ضباعہ بنت زبیر ابن عبد المطلب کے مکان میں پالیا وہاں وہ ایک خندق میں جا کر چھپ گئے تھے اور اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں ڈال لی تھیں۔ ایک شخص نے ان کی طرف اشارہ کر کے نشاندہی کی مگر بلند آواز کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے تو کہیں نظر نہیں آتے، ساتھ ہی انہوں نے انگلی سے نعیمان کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ کو بتلایا کہ وہ چھپے بیٹھے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو وہاں سے نکالا۔ ان کے تمام چہرے پر مٹی لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم سے یہ حرکت کرنے کے لئے کس نے کہا تھا؟ یہ کہنے لگے۔ یارسول اللہ انہوں نے ہی جنہوں نے آپ ﷺ سے میری نشاندہی کی ان ہی لوگوں نے مجھ سے اونٹنی ذبح کرنے کو کہا تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ خود اپنے دست مبارک سے ان کے چہرے پر سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور ہنستے جاتے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس دیہاتی کو اونٹنی کی قیمت ادا فرمادی۔

نعیمانؓ اور آنحضرت ﷺ...... مدینہ منورہ میں جب کوئی نئی چیز آتی تو حضرت نعیمانؓ اسے اپنی ذمہ داری پر خریدنے کے لئے لے جاتے اور پھر وہ چیز آنحضرت ﷺ کے پاس لا کر عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ یہ ہدیہ ہے۔ پھر جب اس چیز کا مالک آکر قیمت طلب کرتا تو اسے بھی آنحضرت ﷺ کے پاس لے آتے اور عرض کرتے کہ اس شخص کو اس چیز کی قیمت ادا فرمادیجئے جو میں نے آپ ﷺ کو دی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے کیا تم نے وہ چیز مجھے ہدیہ نہیں کی تھی؟ تو یہ کہتے:-

"یارسول اللہ! میرے پاس قیمت دینے کو پیسے نہیں تھے اور میرا دل چاہتا تھا کہ یہ چیز آپ ﷺ کے پاس ہونی چاہئے!"

چہرۂ انور ﷺ پر بشاشت رہتی تھی...... آنحضرت ﷺ یہ سن کر ہنس پڑتے اور چیز کے مالک کو قیمت دلوا

دیتے۔ آنحضرت ﷺ بہت ہنس مکھ تھے اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور بشاش اور کھلا رہتا تھا۔ یعنی اس روایت کے راوی نے جس طرح دیکھا اس کے مطابق اکثر و بیشتر یہی صورت حال رہتی تھی۔

لہذا اس وضاحت کے بعد اب یہ بات اس قول کے خلاف نہیں رہی جس کے مطابق آنحضرت ﷺ ہمیشہ غمگین اور نجیدہ اور فکر مند رہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو کسی بھی وقت راحت و سکون نہیں تھا کیونکہ یہ کیفیت جس راوی نے بیان کی ہے اس نے آپ ﷺ کو اسی طرح دیکھا اور وہی نقل کر دیا۔

مگر علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس دنیا میں حزن و ملال اور اس کے اسباب سے محفوظ فرما دیا تھا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو کفار کے اوپر رنج کرنے سے بھی منع فرما دیا تھا۔ ادھر اس ذات حق نے آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے تھے (اور آپ ﷺ کو اس کی خبر بھی دے دی تھی) لہذا اب آپ ﷺ کے پاس رنج و غم آخر آئے تو کیوں آئے اور کہاں سے آئے! حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہنس مکھ تھے اور آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس بشاش رہتا تھا۔

ادھر امام ابو عباس ابن تیمیہ یہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے غمگین و ملول رہنے سے مراد وہ رنج و الم نہیں ہے جو تمناؤں کے پورا نہ ہونے یا مثلاً کسی مکروہ چیز کے حاصل نہ ہونے پر ہوتا ہے کیونکہ اس کی تو ممانعت ہے۔ دراصل اس سے وہ انہماک اور بیداری مراد ہے جو آنے والے امور کی تیاری کے لئے ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت دل اور آنکھ دونوں پر طاری ہوتی ہے (اور دونوں سے اس کا اظہار ہوتا ہے)۔

خلق عظیم کا عملی نمونہ...... حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت ﷺ کے خلق و اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا :-

"آنحضرت ﷺ کا خلق و اخلاق قرآن کریم ہے۔ یعنی جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے :-

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ (سورۂ قلم پ ۲۹، ع ۱، آیت ۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ قرآن کے آداب سے آراستہ اور اس کی خوبیوں اور محاسن کا نمونہ تھے۔

خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے ظاہر کیا گیا تاکہ میں شریفانہ اخلاق اور بہترین افعال کو مکمل کر دوں۔

کتاب عوارف المعارف میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اس قول میں کہ "آپ ﷺ کا خلق و اخلاق قرآن کریم ہے۔" ایک گہرا راز پنہاں ہے کیونکہ اس میں انہوں نے ایک دوسرے قول سے تجاوز کیا ہے جو یہ تھا کہ "آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے آراستہ تھے" گویا انہوں نے اصل بات کو صاف الفاظ میں کہنے کے بجائے ایک لطیف انداز میں ذکر کیا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے جلال و جبروت سے خوف و ادب بھی ظاہر ہو جائے اور مقصد بھی واضح ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ صفات...... چنانچہ رسول اللہ ﷺ جن اعلیٰ صفات سے آراستہ تھے ان میں حق تعالیٰ کی پیہم اطاعت کی جدوجہد، گریہ و زاری، اس کے احکام کے لئے عاجزی، اللہ کے دشمنوں کے لئے شدت، اللہ والوں کے لئے تواضع، اس کے بندوں کے لئے غمخواری و غمگساری اور ان کے لئے خیر کا جذبہ، ان کو کمال بندگی تک پہنچانے کے لئے حرص اور کوشش، ان کی کیفیت پر بے چینی، ان کی بہتری و اصلاح کے لئے

جدو جہد اور دنیاو آخرت میں ان کے واسطے خیر و فلاح کے لئے ان کی رہبری۔ نیز ان کے مال و متاع سے پرہیز شامل تھا۔ ان کے علاوہ جتنے اعلیٰ اخلاق اور کامل صفات ہیں ان سب سے آپ ﷺ آراستہ تھے۔

خوف خدا میں افضل ترین...... آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں تمام انسانوں سے بڑھ کر شدید تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور خوف کھانے والا ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ میرے لحاف میں گھس آئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چھوڑو تاکہ اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر وضو کی اور کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ پھر آپ ﷺ رونے لگے۔ یہاں تک کہ روتے روتے آپ ﷺ کے آنسو آپ ﷺ کے سینے تک بہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور پھر رونے لگے۔ پھر سجدہ کیا تو سجدہ میں روئے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو روئے۔

شکر خداوندی میں گریہ...... آپ ﷺ اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ بلالؓ آگئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ﷺ کس لئے روتے ہیں جبکہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

"کیا میں ایک شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے:-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(سورۃ آل عمران، پ ۴، ع ۲۰، آیت ۱۹۰)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی یہ حالت ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں۔ سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

آنحضرت ﷺ اس وقت یہ فرما رہے تھے۔ اَوَّاہُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ لَّا یَنْفَعَ اَوَّاہُ یعنی اللہ کے عذاب سے ڈر کر آہ آہ کرو اس سے پہلے کہ آہ آہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جس کے لئے حمام بنایا گیا اور سب سے پہلے جو حمام میں داخل ہوا وہ حضرت سلیمان ابن داؤدؑ ہیں۔ حمام میں داخل ہونے کے بعد جب انہوں نے اس کی گرمی اور شدت محسوس کی تو انہوں نے کہا۔ اَوَّاہُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوَّاہُ اَوَّاہُ قَبْلَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ اَوَّاہُ۔ یعنی اللہ کے عذاب سے ڈر کر آہ آہ ہے اس وقت سے پہلے کہ آہ آہ کرنا سود مند نہ رہے۔

کتاب سفر السعادہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی کسی حمام میں داخل نہیں ہوئے۔ جہاں تک اس حمام کا تعلق ہے جو مکہ مکرمہ میں اب موجود ہے اور جس کو حمام النبی ﷺ کہا جاتا ہے وہ شاید اس جگہ بنایا گیا ہے جہاں آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ غسل فرمایا تھا۔ یہاں تک کتاب سفر السعادہ کا حوالہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک بار کسی کام سے ایک باندی کو کہیں بھیجا، اس نے آنے میں دیر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قصاص اور بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اس مسواک سے ہی تمہارے کچوکے لگاتا۔

آپ ﷺ نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا...... آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کبھی اپنے گھر والوں میں سے کسی عورت یا خادم کو نہیں مارا۔ آپ ﷺ کے خادم حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہو اور اس میں میں نے ٹال مٹول کی یا نہ کیا تو آپ ﷺ نے مجھے برا بھلا کہا ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج میں سے بھی کبھی کسی نے مجھے ملامت نہیں کی صرف یہ کہہ دیتیں کہ جانے دو۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میں نے سفر اور حضر میں دس سال تک آنحضرت ﷺ کی خدمت کی لیکن میں نے کچھ بھی کر دیا تو خدا کی قسم کبھی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ ایسے کیوں کر دیا۔ یا اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو کبھی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام ایسے کیوں نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے وقت سے ہی آپ ﷺ کی خدمت گزاری شروع کر دی تھی۔ مگر پیچھے بعض روایتوں کا حوالہ گزرا ہے جس کے مطابق حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کی خدمت گزاری فتح خیبر کے وقت سے شروع کی تھی۔ لیکن اس روایت میں جو اشکال ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔

عظیم مروّت و بردباری...... قدیم کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کی مروّت و بردباری غصہ و غضب پر غالب ہو گی اور کبھی بھی آپ ﷺ کے علم و مروّت پر غضبناکی حاوی نہیں ہو گی۔

پیچھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک یہودی کا واقعہ گزر چکا ہے جس سے آپ ﷺ نے قرض لے رکھا تھا لیکن متعینہ مدّت پوری ہونے سے پہلے ہی وہ آپ ﷺ سے ادائیگی کا مطالبہ کرنے لگا تھا۔ اسی طرح کے دوسرے واقعات بھی پیچھے گزرے ہیں (جن سے آنحضرت ﷺ کے زبردست علم و مروّت اور بردباری کا اندازہ ہوتا ہے)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں بدزبانی قطعاً نہیں تھی۔ ایک روز آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ قبیلے کا برا بھائی اور برا بیٹا۔ جب آکر بیٹھ گیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ کشادگی اور بشاشت سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا:-

"یا رسول اللہ! جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تھا تو ایسا اور ایسا فرمایا مگر پھر بشاشت اور شگفتگی سے اس کے ساتھ پیش آئے!"

آپ ﷺ نے فرمایا:-

"عائشہؓ تم نے کب مجھے بدزبان پایا تھا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جس سے لوگ اس کی بدزبانی اور شر کی وجہ سے کتراتے ہوں!"

ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ شخص عُیینہ ابن حصن تھا کیونکہ اس کو احمق مطاع (یعنی ایسا احمق جس کی تابعداری کی جاتی ہو)۔ کہا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے چہرۂ مبارک سے اس کی دلداری کے لئے بشاشت ظاہر فرمائی، تاکہ اس کی قوم اسلام کی طرف آجائے کیونکہ وہ اپنی قوم میں اونچے درجے کا اور معزز آدمی تھا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے اس شخص کی مذمت فرمائی تھی تو وہ اس لئے کہ

آپ ﷺ جانتے تھے، آگے چل کر وہ کیا کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانے میں وہ مرتد ہو گیا تھا اور اس نے مسلمانوں سے جنگ کی۔ بعد میں پھر وہ پلٹا اور مسلمان ہو گیا تھا۔

قرآن پاک میں ارشاد باری ہے :-

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا (سورۂ کہف، پ۱۵، ع۴، آیت ۲۸)

ترجمہ: اور ایسے شخص کا کہنا مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے عینہ سے فرمایا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ تو اس نے جواب میں کہا تھا، اس شرط پر کہ آپ ﷺ اپنی اس مسجد میں میرے لئے ایک محل بنوا دیں جس میں میں اور میری قوم کے لوگ رہیں اور آپ ﷺ میرے ساتھ رہیں۔

تواضع اور ملائمت کی انتہاء...... جو شخص رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک پر غور کرے گا کہ آپ ﷺ کے طور و طریقہ اپنی بیویوں کے ساتھ، اپنے صحابہ اور ان میں بھی غریبوں، یتیموں، بیواؤں، کمزوروں اور مسکینوں کے ساتھ کیسا تھا اسے پتہ چلے گا کہ آنحضرت ﷺ کے مزاج مبارک میں تواضع، قلب کی نرمی اور ملائمت انتہا درجے کی تھی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کے لئے بھیجا۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا۔ لیکن میرے دل میں تھا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ (گویا آنحضرت ﷺ کے طرز عمل اور اخلاق کی بلندی کا مظاہرہ کرانا تھا) چنانچہ میں وہاں سے نکل کر بازار میں ایک جگہ آکھڑا ہوا جہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ اچانک آنحضرت ﷺ نے پیچھے سے آکر میرے کپڑے پکڑ کے کھینچے۔ میں نے مڑ کر آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے انیس! جاؤ میں نے جیسے کہا ہے۔ تب میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں۔ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ بلند اخلاق، سب سے زیادہ حلیم و بامروّت، سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے اور سب لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے۔

عظیم فیض رسانی...... رسول اللہ ﷺ ان ہواؤں سے بھی زیادہ خیر و برکت پھیلانے والے تھے اور فیض رساں تھے جو تیز بارش لے کر آتی ہیں۔ ایک روز آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ ایک جھاڑی کے پاس سے نکلنے لگے تو آپ ﷺ کی چادر مبارک اس میں الجھ کر اتر گئی۔ آپ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا۔ "میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس ان برگ و بار کے برابر نعمتیں ہوتیں تو میں وہ سب بھی تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔"

ایک روایت ہے کہ اگر میرے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر بھی سونا ہوتا تو میں وہ سب تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے ہرگز جھوٹا، بخیل اور کم حوصلہ نہ پاتے۔ جیسا کہ یہ روایت پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔

عظیم خصلتیں...... آنحضرت ﷺ دل کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے، قوت کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے اور شرم و حیاء کے اعتبار سے سب لوگوں س زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ حیاء دار تھے جو اپنی اوڑھنی میں لپٹی سمٹی گھر میں بیٹھی رہتی ہے۔

آپ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک ترو تازگی سے لالہ زار ہو جاتا۔ آپ ﷺ کو چھینک آتی تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو ہلکی رکھتے۔ کبھی آپ ﷺ ہاتھ یا کپڑے سے اپنا چہرہ ہی ڈھانک لیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ اور فال نیک...... آنحضرت ﷺ نیک فال لینے کو پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ ایک برے نام کو اچھے نام سے بدل دیا کرتے تھے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ نے اچھے نام کو بدل کر برا نام رکھ دیا جیسا کہ یہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم جب میرے پاس کوئی قاصد بھیجا کرو تو اچھے نام اور اچھی شکل و صورت کا بھیجا کرو۔

ان ہی خصوصیات میں سے ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص ایک بت کا مجاور اور خادم تھا جس کا نام غاوی ابن ظالم تھا۔ ایک روز جب کہ یہ خادم اپنے بت کے پاس تھا تو وہاں اچانک دو لومڑیاں آگئیں۔ وہ بت کے قریب آئیں اور دونوں نے اپنی اپنی ٹانگ اٹھا کر اس بت کے سر پر پیشاب کر دیا۔ غاوی ابن ظالم نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے اسی وقت اپنے بت کو توڑ ڈالا اور یہ شعر پڑھا ۔

أرب يبول الثعلبان برأسه
لقد ذل من بالت عليه الثعالب

ترجمہ: اس بت کے سر پر دو لومڑیاں آکے پیشاب کر گئیں۔ ایسا معبود کس کام کا، جس پر لومڑیاں تک پیشاب کریں۔

اس کے بعد غاوی ابن ظالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا غاوی ابن ظالم۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اب سے تمہارا نام راشد ابن عبدربہ ہے۔ شعر کے اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ثعلبان ثاء پر پیش کے ساتھ نہیں بلکہ زبر کے ساتھ ثعلب کا تثنیہ ہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک برے نام کو بدل کر اچھا نام رکھ دیا تھا۔ یہ واقعہ غزوۂ ذی قرد میں پیش آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا پانی کے ایک چشمے پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اسکے بارے میں پوچھا آپ ﷺ سے بتایا گیا کہ اس چشمہ کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی کھاری ہے (بئس عربی میں خراب کو کہتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اب سے اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی اچھا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سے اس چشمہ کا پانی شیریں ہو گیا۔ اس چشمہ کو حضرت طلحہ ابن عبید اللہ نے خرید کر سب کے استعمال کے لئے عام کر دیا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو حضرت طلحہؓ کے اس کار خیر کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا طلحہ بس اب تم فیاض ہو۔ اس کے بعد سے حضرت طلحہؓ کو طلحہ فیاض کہا جانے لگا۔

مبارک طریقے...... آنحضرت ﷺ کی عادت تھی کہ آپ ﷺ معاملات میں اپنے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو معاملات میں لوگوں سے مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔ رسول اللہ ﷺ جب کوئی حلف کرتے تو فرماتے۔ لَا وَ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ یعنی اللہ ہی دلوں کو بدلنے والا ہے۔ کبھی آپ ﷺ اپنی قسم میں یہ فرماتے واستغفر اللہ اور میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔ جب آپ ﷺ اپنی قسم میں زور دیتے تو فرماتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو القاسم کی جان ہے۔ کبھی فرماتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ کبھی فرماتے۔ لاو استغفر اللہ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نا قابل ذکر باتیں کرنے سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے اس کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ آپ ﷺ کسی کو کوئی غلط بات کرتے دیکھتے یا کسی کی کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ ﷺ کے لئے ناگوار ہوتی تو آپ ﷺ

اس کا نام لے کر یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں کو کیا ہو گیا کہ وہ ایسی بات کہتا یا کرتا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ یوں فرمایا کرتے کہ قوموں کو کیا ہو گیا کہ وہ ایسا کہتی یا کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے اور درگزر سے کام لیتے آپ ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ عالی ظرف تھے، سب سے زیادہ شریفانہ لب ولہجے والے تھے، سب سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ معزز انسان تھے۔ آپ ﷺ کے صحابہ یا گھر والوں میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کو بلاتا تو آپ ﷺ فرماتے لبیک یعنی حاضر ہوں۔ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ گھلے ملے رہتے، ان کی بات چیت میں شریک ہوتے، ان کے بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق فرماتے اور انہیں اپنی گود میں بٹھالیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے بچوں عبداللہ اور عبیداللہ وغیرہ کو ایک قطار میں کھڑا کر کے ان سے فرماتے جو سب سے پہلے میرے پاس آئے گا۔ اسے یہ انعام ملے گا بچے دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ کے سینے پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ انہیں لپٹا کر پیار کرتے۔

شرافت و عالی ظرفی...... آپ ﷺ آزاد لوگوں، غلاموں، باندیوں اور مسکینوں کی فریاد رسی کرتے۔ شہر کے اس طرف سے اس طرف تک آپ ﷺ بیماروں کی مزاج پرُسی کو تشریف لے جاتے، جنازوں میں شرکت کرتے اور معذوروں کے عذر قبول فرماتے تھے۔ کوئی شخص اگر آپ ﷺ کے کان پر منہ رکھ کے کوئی بات کہتا تو آپ ﷺ اسی طرح کان لگائے سنتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر کے چلا جاتا۔ اگر کوئی (گفتگو کے دوران) آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ ﷺ خود اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے بلکہ پکڑنے والا خود ہی چھوڑتا تھا۔ آپ ﷺ کسی سے ملتے تو سلام کرنے میں پہل خود کرتے اور مصافحہ کرنے میں بھی ابتداء خود کرتے۔ آپ ﷺ صحابہ کے درمیان کبھی پیر پھیلا کر نہیں بیٹھتے۔ کوئی بھی آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اس کا اعزاز واکرام فرماتے۔ کبھی آپ ﷺ آنے والے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادیتے اور اپنے نیچے سے تکیہ نکال کر اس کے لئے رکھتے۔ اگر وہ اس پر بیٹھنے سے انکار کرتا تو آپ ﷺ اصرار فرماتے تھے۔

آپ ﷺ صحابہ کو ان کے بہترین ناموں سے پکارتے اور انہیں اچھے لقب دیتے۔ اگر آپ ﷺ کی نماز کے دوران کوئی آکر بیٹھ جاتا تو آپ ﷺ اس کی وجہ سے اپنی نماز مختصر فرمادیتے اور اس کی ضرورت معلوم کرتے۔ جب اس سے بات کر کے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز شروع فرمادیتے تھے۔ لیکن اس بارے میں جو حدیث ہے اس پر کلام کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نماز کے دوران اگر کسی بچے کو روتے سنتے تو نماز مختصر فرمادیتے تھے۔ آپ ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ شفیق، اللہ کی مخلوق کے لئے سب سے زیادہ رحم دل اور نرم طبیعت تھے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء، پ ۱۷، ع ۷، آیت ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے ایسے مضامین نافعہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لئے۔

رحمت عالم...... چنانچہ رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ کی جناب میں گڑگڑاتے تھے تاکہ آپ ﷺ کی جانب سے کسی مسلمان کے لیئے بددعا اور لعنت نہ ہو۔ یہ آپ ﷺ کی صفت رحمت کا تقاضا تھا۔ یعنی جبکہ باطن امر اور حقیقت کے لحاظ سے کوئی اس بددعا و لعنت کا مستحق نہ ہو چاہے بظاہر ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا، خود اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ خود آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ رحم دل، رشتے داروں کی خبر

گیری فرمانے والے، سب سے زیادہ وعدے کے سچے اور قول و قرار کے پورے تھے۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی دوسروں کی طرح ایک بندہ ہوں، جیسے وہ کھاتے ہیں ایسے ہی میں بھی کھاتا ہوں اور جیسے اور سب بیٹھتے اٹھتے ہیں میں بھی اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ بغیر زین کے ہی گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیتے تھے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نے آنحضرت ﷺ کو گدھے پر سوار دیکھا جس کی لگام کھجور کی چھال کی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ گدھے پر سواری تکبر و غرور سے پاک کرنے والی چیز ہے۔

آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھا کرتے تھے، آپ ﷺ کھڑے ہو کر مشروب لیا کرتے تھے اور بیٹھ کر بھی ،اسی طرح آپ ﷺ کھڑے کھڑے بھی جوتے پہن لیا کرتے تھے اور بیٹھ کر بھی۔ نیز آپ ﷺ نے جوتے پہن کر بھی نماز پڑھی ہے اور ننگے پیر بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی اکثر نمازیں جوتے پہنے ہوئے ہوتی تھیں۔ نئے اور پاک جوتے کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے یا ایسا کوئی جوتا یعنی سلیپر وغیرہ ہو جو نماز ہی کے لئے مخصوص کر رکھا ہو، اس کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے)۔

دائیں جانب سے آغاز کی عادت...... آپ ﷺ اپنے ہر کام میں اس کا خیال فرماتے تھے کہ دائیں جانب سے شروع ہو۔ چنانچہ وضو وغیرہ میں، اور جوتے اتارنے اور پہننے میں آپ ﷺ دائیں جانب کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ مسواک بہت پسند فرماتے تھے، یہاں تک کہ مسواک کی کثرت سے آپ ﷺ کے مسوڑھے چھل جاتے تھے۔ رات کو سوتے وقت آپ ﷺ دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی اثمد کا سرمہ ڈالا کرتے تھے۔ (اثمد ایک مخصوص سرمہ کا نام ہے۔ بعض نے اس کو اصفہانی اور بعض نے توتیا بھی کہا ہے)۔ ایک حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ دائیں آنکھ میں اور دو مرتبہ بائیں آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا کرو کہ یہ آنکھوں کو صاف کرتا ہے، بالوں کو اگاتا ہے اور یہ سب سرموں سے سب سے اچھا سرمہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ ترین سماجی صفات...... آنحضرت ﷺ مسکینوں کی بیمار پُرسی کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور عام صحابہ کے درمیان مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ حج کو تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک بوسیدہ پالان پر سفر کیا۔ اس پر ایک معمولی چادر تھی جو چار درہم سے زیادہ کی نہیں تھی آپ ﷺ نے اس وقت یہ دعاء پڑھی کہ اے اللہ اس کو حج مقبول بنادے جس میں نہ ریاکاری ہو اور نہ دکھاوا جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اس حج میں سو جانور قربان فرمائے۔ اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔ آپ ﷺ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں بھی صاف کیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی تھا کہ جوئیں آپ ﷺ کو کاٹتی نہیں تھیں۔ اپنی بکری کا دودھ بھی آپ ﷺ خود ہی دوہ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ اپنے جوتے بھی خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے اور اپنے پھٹے ہوئے کپڑے خود سی لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اپنے کام خود ہی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے پانی ڈھو کر لانے والے اونٹ کو خود ہی چارہ ڈالا کرتے تھے اور اپنے گھر میں خود ہی جھاڑو دے لیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے گھر کا سب کام خود ہی کیا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر گھر میں خود ہی کپڑا سیا اور ٹانکا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی بھی گھر میں بے کار نہیں بیٹھتے تھے کبھی کسی مسکین کا جوتا گانٹھتے ہوتے اور کبھی کپڑے کی سلائی میں مشغول نظر آتے۔ آپ ﷺ اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور بازار سے اس کا سامان ڈھو کر لے آتے۔ آپ ﷺ پاکیزگی کو پسند فرماتے اور اسی کا حکم دیتے۔ آپ ﷺ مشک اور

دوسری خوشبوئیں استعمال فرماتے تھے اور عود و عنبر اور کافوری دھونی لیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کو حکم دیتے کہ آپ ﷺ سے آگے چلا کریں اور فرماتے کہ میری پشت فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔ آپ ﷺ دنیا کی زندگی میں اس قدر زاہد تھے کہ وفات کے بعد آپ ﷺ نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کی زرہ بھی گروی رکھی ہوئی تھی۔ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ اور یہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ وہ یہودی ابوالشحم تھا اور زرہ گھر والوں کے لئے گزارہ حاصل کرنے کے واسطے گروی رکھی ہوئی تھی۔ اس کو رہن رکھ کر تمیں صاع گیہوں لیا گیا تھا۔ اور ایک سال کی مدّت طے کی گئی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

معمولی غذاء...... آنحضرت ﷺ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! محمد کی اولاد کو اتنا ہی رزق دے جس سے وہ زندہ رہ سکیں۔ آپ ﷺ کو کبھی اتنا کھانا میسر نہیں آیا کہ آپ ﷺ نے تین دن تک جو کی روٹی ہی پیٹ بھر کر کھائی ہو۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

حضرت نعمان ابن بشیر ؓ کہتے ہیں میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ کو گھٹیا درجے کی کھجوریں بھی اتنی میسر نہیں آئیں جن سے آپ ﷺ پیٹ بھر سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کبھی بھی دو دن مسلسل ایسے نہیں گزرے کہ آپ ﷺ کو گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر ملی ہو۔ ظاہر ہے ایسا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ کی امت کو بھی دنیا سے بچنے کی ترغیب اور حوصلہ ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے یہ پیش کش ہوئی کہ مکہ کی وادیاں میرے لئے سونے کی بنا دی جائیں مگر میں نے عرض کیا کہ نہیں میرے پروردگار میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن پیٹ بھروں گا اور جس دن میں بھوکا رہوں گا اس دن تیرے سامنے گڑگڑاؤں گا اور تجھ سے دعائیں مانگوں گا اور جس دن پیٹ بھروں گا اس دن تیری حمد و ثنا کروں گا۔

آسائشوں سے پرہیز...... آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے دنیا سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ میں دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو ایک گرمی کے دن میں سفر پر روانہ ہوتا ہے اور (راہ میں دھوپ سے بچنے کے لئے) کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب دھوپ ڈھل جاتی ہے تو اٹھ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے اور پھر کبھی اس درخت کی طرف نہیں لوٹتا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میری بھوک کس چیز سے زائل ہوتی ہے۔ یعنی معمولی کھانا ہے یا اچھا۔ آپ ﷺ کے لئے کبھی جو کا آٹا چھلنی میں چھانا نہیں جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی چھلنی دیکھی بھی نہیں اور آپ ﷺ نے اپنی وفات تک کبھی چھلنی میں چھانے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی (حالانکہ جو کے آٹے میں بہت زیادہ تنکے اور بھوسہ ہوتا ہے) اس پر حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ پھر آپ جو کے آٹے کو کیسے استعمال کرتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا ہم اس پر پھونکیں مارا کرتے تھے جس سے تھوڑا بہت بھوسہ اڑ جاتا تھا اور اس آٹے کو گوندھ لیا کرتے تھے۔ نہ کبھی آپ ﷺ کے لئے چپاتی پکائی گئی اور نہ کبھی آپ ﷺ نے میدہ کی روٹی کھائی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ روٹی کا ایک بچا ہوا ٹکڑا لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا فاطمہ یہ کاہے کا ٹکڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ روٹی کا

ایک بچاہوا ٹکڑا ہے مجھے یہ مناسب نہیں معلوم ہوا کہ میں ہی اسے کھالوں اس لئے یہ ٹکڑا آپ ﷺ کے پاس لے آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تین دن میں یہ پہلی غذا ہے جو تمہارے باپ کے منہ میں جارہی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی مسلسل کئی کئی راتیں ایسی گزر جاتی تھیں کہ آپ ﷺ کے پاس کھانے کو کچھ میسر نہیں ہوتا تھا۔

آپ ﷺ نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ چمڑے کے دستر خوان پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ زمین پر رکھ کر بھی کھانا کھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محمد ﷺ کے گھر میں ایک صاع کھانے پر ایک شام بھی گزری ہو۔ حالانکہ آپ ﷺ کے نو گھر تھے۔ (یعنی آپ ﷺ کی ہر زوجہ کا ایک ایک حجرہ آپ ﷺ کا گھر تھا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں خدا کی قسم آنحضرت ﷺ نے یہ بات اللہ کے رزق سے استغناء کے طور پر ہر گز نہیں فرمائی تھی بلکہ امت کی تسلی کے لئے فرمائی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مہینوں پر مہینے گزر جاتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کے کسی بھی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، نہ روٹی سینکنے کے لئے اور نہ کھانا پکانے کے لئے۔ اس پر کسی نے پوچھا کہ ابو ہریرہ پھر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے کس چیز پر گزارہ کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا پانی اور کھجور پر۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر کتنی مسلسل راتیں ایسی گزرتی تھیں کہ کھانے کو کچھ بھی میسر نہیں ہوتا تھا (اور سب بھوکے سو جاتے تھے)۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں ایک بکری ہدیہ میں دی۔ میں اور آنحضرت ﷺ رات کو اندھیرے میں ہی اسے کاٹ رہے تھے کہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے کہا کیا آپ کے پاس چراغ نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر ہمارے پاس چراغ میں جلانے کے لئے کچھ ہوتا تو اسے کھانہ لیتے۔ آنحضرت ﷺ کبھی دو کھانے ایک ساتھ نہیں کھاتے تھے اگر آپ ﷺ نے گوشت کھایا تو اس کے علاوہ کچھ نہ کھاتے۔ اگر کھجور یا چھوہارہ کھایا تو اس کے سوا کچھ نہ کھاتے اور اگر روٹی میسر آئی تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔

<u>لباس مبارک</u>...... آپ ﷺ کے پاس پہننے کے لئے ایک سوتی لباس کے علاوہ کبھی دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ جس کی آستینیں لمبی نہیں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کے کرتے کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں اور گریبان بغیر تکمہ کے ہوتا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کُرتہ سوتی ہوتا تھا جس کی لمبائی کم ہوتی تھی اور آستینیں بھی کم ہوتی تھیں کہ آستینیں کلائی تک پہنچتی تھیں۔ آپ ﷺ کے پاس ایک جُبّہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ اسی طرح ایک آپ ﷺ کے پاس چادر تھی جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی یہ چادر عمانی کپڑے کی تھی نیز آپ ﷺ کی ایک یمانی چادر تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔ ان دونوں کو آپ ﷺ جمعہ اور عیدین کے دنوں میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور چادر تھی جو سبز رنگ کی تھی۔ اس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔ یہ چادر مبارک آپ ﷺ کے بعد خلفاء کے پاس پہنچتی رہی۔

<u>عمامہ اور ٹوپی</u>...... آپ ﷺ کا جو عمامہ تھا اس کو سحاب (یعنی بادل) کہا جاتا تھا۔ یہ عمامہ آپ ﷺ کو حضرت علیؓ نے نذر کیا تھا۔ چنانچہ اکثر جب حضرت علیؓ آپ ﷺ کے سامنے آتے تو آنحضرت ﷺ انہیں دیکھ کر صحابہ

سے فرمایا کرتے تھے۔ تمہارے پاس علی سحاب لے کر آئے ہیں۔ مراد ہے وہی عمامہ، جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ہدیہ کیا تھا۔ جب آپ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا ایک سرا دونوں مونڈھوں کے درمیان پشت پر لٹکاتے تھے۔ آپ ﷺ ایک ٹوپی بھی پہنتے تھے جو سر پر مڑھی ہوئی ہوتی تھی اور کانوں تک آنے والی ٹوپی بھی جسے آپ ﷺ جنگوں میں پہنتے تھے (یہ لوہے کا خود ہوتا ہے جو جنگ میں سر کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ لمبی ٹوپیوں کا رواج عباسی خلیفہ منصور کے زمانے میں شروع ہوا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ایک امتیازی پہچان ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے۔ نیز بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کی بھی عمامہ کا استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا عمامہ تھا جسے پہن کر آپ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا جسے آپ ﷺ عیدین کے دنوں میں پہنتے تھے اور پشت پر اس کا سرا یعنی شملہ لٹکاتے تھے۔

کیا آپ ﷺ وضو کے بعد اعضاء پونچھتے تھے؟...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ فرعون کی غرقابی کے دن حضرت جبرئیلؑ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے عمامہ کی لمبائی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بعض محدثین کا قول ہے کہ بظاہر آپ ﷺ کے عمامہ کی لمبائی دس ہاتھ یا اس سے کچھ زائد تھی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا (بطور تولیہ) اور تھا جس سے آپ ﷺ وضو کے بعد ہاتھ منہ خشک کیا کرتے تھے۔ مگر کتاب سفر السعادۃ میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ وضو کے بعد رومال یا تولیے سے منہ ہاتھ پونچھا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی ایسی چیز آپ ﷺ کے پاس لائی جاتی تو آپ ﷺ اس کو ہٹا دیا کرتے تھے۔ نیز یہ کہ حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث کہ آنحضرت ﷺ کے پاس بدن مبارک پونچھنے کا ایک کپڑا تھا جس سے آپ ﷺ وضو کے بعد اپنے اعضاء خشک کیا کرتے تھے۔ اور اسی مضمون کی حضرت معاذ کی حدیث دونوں ضعیف ہیں کیونکہ وضو کے بعد اعضاء پونچھنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

خوشبو کا استعمال...... آپ ﷺ کے پاس ایک رنگا ہوا لحاف بھی تھا۔ جب آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس جاتے تو اس پر پانی چھڑک لیا کرتے تھے تاکہ اس میں سے خوشبو پھوٹتی رہے۔ آپ ﷺ اپنے کرتے، چادر اور عمامہ کو زعفران سے رنگا کرتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ اپنے تمام کپڑوں کو زعفران سے رنگا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عمامے کو اسی سے رنگتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر زرد رنگ کا کرتہ، زرد رنگ کی چادر اور زرد رنگ کا عمامہ تھا۔ حضرت ابن اوفی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب سے محبوب رنگائی زرد رنگ کی تھی۔ مگر حافظ دمیاطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ان صحیح روایتوں کے خلاف ہیں جن میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زعفرانی رنگ سے منع فرمایا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ زعفرانی رنگ میں رنگنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ان احادیث کو صحیح ماننے کی صورت میں اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ احادیث منسوخ شدہ ہیں یا پھر یہ کہ یہ بات آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی۔

کیا آپ ﷺ نے پاجامہ پہنا؟...... یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پاجامہ خریدا ہے مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اسے پہنا بھی ہے یا نہیں۔ ایک قول ہے کہ پہنا ہے۔ چنانچہ

علامہ طبرانی کی کتاب اوسط اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بازار میں پہنچا۔ آپ ﷺ ایک بزاز یعنی کپڑا فروش کے پاس آئے اور اس سے چار درہم میں پاجامہ خریدا۔ دکاندار ناپ تول کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا وزن (یا پیمائش) کرو اور ذرا پلڑا جھکا کر کرو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس سے پاجامہ لے لیا۔ میں کپڑا اٹھانے کے لئے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا چیز کا مالک اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اپنی چیز لے کر چلے، سوائے اس کے کہ مالک کمزور ہو اور سامان نہ اٹھا سکتا ہو تو اس کا کوئی مسلمان بھائی اس کی مدد کر سکتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ پاجامہ پہنیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک سفر میں بھی، وطن میں بھی اور رات میں بھی اور دن میں بھی۔ کیونکہ مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ ستر پوشی والی چیز اور کوئی نہیں ہے۔ مگر اس کے راوی ضعیف ہیں۔

فقر و مفلسی سے محبت...... رسول اللہ ﷺ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے فقیر اور مفلس کی حیثیت میں دنیا سے اٹھا، مالدار کی حیثیت سے نہیں اور میرا حشر و نشر مسکینوں کے زمرہ میں فرمائیے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ مجھے مسکین یعنی مفلس بنا کر زندہ رکھئے اور مسکین ہی بنا کر اٹھائیے اور میرا حشر و نشر مسکینوں کے زمرہ میں فرمائیے۔ کیونکہ سب سے زیادہ شقی اور بدبخت وہ شخص ہے جو دنیا میں فقر و فاقہ کا شکار ہو اور آخرت میں عذاب دوزخ کا شکار ہو۔ میرے پاس دنیا سر سبز و شیریں بن کر آئی اور اس نے اپنے آراستہ پیراستہ چہرے کی مجھے رونمائی کرائی۔ مگر میں نے اس سے کہا میں تیرا خواہشمند نہیں نہ مجھے تیری ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیاداری ایک پرکاہ کے برابر بھی وزن دار چیز ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی حصہ نہ ملا ہوتا۔

فاقہ کشی...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے اکثر کئی کئی راتوں تک مسلسل بھوکے پیاسے سوتے کہ آپ ﷺ کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہوتا۔ آنحضرت ﷺ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ اگر تم جانتے تو تم لوگ ہنستے کم اور روتے زیادہ مجھے فراغت و خوش حالی کے مقابلے میں فقر و فاقہ عزیز ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو بھوک سے نڈھال دیکھتی تو تسلی کے لئے آپ ﷺ سے عرض کرتی کہ میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو اگر آپ ﷺ دنیا میں سے صرف اتنا لے لیا کریں جس سے آپ ﷺ کو ناتوانی نہ ہو اور بھوک پریشان نہ کیا کرے۔ آپ ﷺ جواب میں فرماتے کہ اے عائشہ! میرے بھائی اولوالعزم پیغمبر جو تھے وہ اس سے بھی زیادہ سختیاں برداشت کرتے تھے اور اپنے حال پر قائم رہتے تھے! یہاں تک کہ جب وہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچے تو خدا نے انہیں اعزاز بخشا اور زبردست جزاء دی۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اپنی زندگی آرام دہ بنالی تو میرا اجر ان سے کم ہو جائے۔ مجھے سب سے زیادہ محبوب یہ بات ہے کہ میں اپنے بھائیوں یعنی پیغمبروں کے ساتھ رہوں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ اے عائشہ! دنیا محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی اولاد کے لئے مناسب نہیں۔ اے عائشہ اللہ تعالیٰ اور اولوالعزم پیغمبروں سے ان کے صبر و شکر پر ہی راضی رہتا ہے۔ پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورۂ احقاف ع ۴، پ ۲۶، آیت ۳۵)

ترجمہ: تو آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔

خدا کی قسم میں پوری قوت سے صبر کروں گا اور قوت صرف اللہ ہی کو ہے۔

جسم سادگی...... آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرا اس طرح احترام مت کیا کرو جیسے نصرانی لوگ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے جھکتے تھے۔ حقیقت میں میں ایک بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو۔ آنحضرت ﷺ دنیا سے غیر معمولی طور پر بچتے تھے۔ آپ ﷺ چٹائی پر یا دباغت کیے ہوئے چمڑے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر چٹائی پر ہی سویا کرتے تھے جس سے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ جاتا تھا۔ نیز آپ ﷺ موٹے اور کھُردرے اون پر بھی سویا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے اس بارے میں کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا سے کوئی واسطہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت میرے پاس آئی تو اس نے وہ موٹا اور کھردرا اون دیکھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کا بستر دیکھا جو اون اور بالوں کا ایک چوغہ تھا۔ اس نے واپس جاکر آپ ﷺ کے لئے ایک اونی بچھونا بھیجا۔ جب آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے (اور وہ بچھونا دیکھا) تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بچھونا دیکھا تو جاکر یہ بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے واپس کردو۔ مگر میں نے وہ بچھونا واپس نہیں کیا بلکہ میرا دل چاہا کہ یہ بچھونا میرے گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ مجھ سے اس کے لئے فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ میرے لئے سونے چاندی کے پہاڑ کھڑے کردے گا۔

موٹا اور غیر آرام دہ بچھونا...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے لئے اس اون اور بالوں کی عباء کو بچھونا دوہرا کر کے بچھایا کرتی تھیں۔ ایک رات انہوں نے اس عباء کی چار تہیں کردیں اور بچھونا بچھا دیا۔ آنحضرت ﷺ اس پر سوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ اے عائشہ میرے بستر کو کیا ہوا، آج رات یہ ایسا نہیں تھا جیسا ہوا کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کی چار تہیں کردی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ویسا ہی کردو جیسا یہ تھا۔

نیا کپڑا پہننے پر شکر...... آنحضرت ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ لباس عطا فرمایا۔ میں نے تجھ سے اس میں کی خیر اور جس چیز سے یہ بنایا گیا ہے اس میں کی خیر مانگتا ہوں۔ اور اس کے شر اور جس چیز سے یہ بنایا گیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپ اپنے تمام صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کپڑا پہنے تو یہ کہے کہ اس خدائے برتر کا شکر ہے جس نے مجھے یہ لباس پہننے کو دیا جس سے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں اور جس سے زندگی میں جمال حاصل کرتا ہوں۔

کمال عقل و شعور...... علامہ شمس شامی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ عقل کے لحاظ سے تمام انسانوں سے افضل تھے۔ عقل کے سو حصے ہیں جن میں سے ننانوے حصے آنحضرت ﷺ کو دیئے گئے تھے اور باقی ایک حصہ سارے انسانوں کو دیا گیا ہے۔ حضرت وہب ابن منبہ کہتے ہیں:۔ میں نے اکہتر کتابوں میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں رائے کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل اور برتر تھے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان سب کتابوں میں میں نے یہی دیکھا کہ دنیا کی ابتداء سے انتہا تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے عقل کا جو حصہ مخصوص کیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی عقل کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے دنیا بھر کے ریت میں سے ایک

ذرہ۔ آپ ﷺ کی عقل و دانائی کی علامتوں سے جو چیزیں ہیں وہ فضیلت و برتری کی باتوں سے آپؐ کا التفات، پست چیزوں سے پرہیز، رائے کی بہتری اور پختگی، فراست و سمجھ اور آپؐ کی سیاست و تدبیر کی عمدگی ہے۔ یہ تمام صفات رسول اللہ ﷺ کو اس درجہ میں حاصل تھیں کہ آپؐ یکتائے روزگار تھے، چنانچہ آپ ﷺ کی اس تدبیر و سیاست پر عقل دنگ ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ان عربوں کو کس طرح قابو میں کیا جو بالکل جنگلیوں اور وحشی درندوں کی سی خصلتیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے کیسی بے نظیر تدبیروں سے انہیں ہموار کیا۔ ان کے ظلم و جفا برداشت کئے اور ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود آپ ﷺ کے غلام بن گئے۔ آپ ﷺ کے گرد پروانہ وار گھومنے لگے اور آنحضرت ﷺ کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہی عرب آپ ﷺ کی حمایت میں خود اپنے باپ بیٹوں اور بھائیوں سے جنگ کرنے لگے اور آپ ﷺ کی مرضی پر انہوں نے ہجرت کر کے اپنے وطن اور گھر بار تک کو تج دیا۔

مدّت مرض اور آنحضرت ﷺ کی وفات

رسول اللہ ﷺ ایک روز آدھی رات کو قبرستان بقیع میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء فرمائی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے غلام ابو مُوَیْہِبَہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا :-

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہل بقیع (یعنی قبرستان بقیع میں دفن حضرات صحابہؓ) کے لئے مغفرت کی دعاء کروں اس لئے میرے ساتھ چلو!"

قبرستان بقیع میں دعاء مغفرت...... چنانچہ میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا۔ آپ ﷺ قبرستان میں پہنچ کر رکے اور فرمایا :-

"اے اہل مقابر! السلام علیکم۔ لوگ جس حال میں ہیں اس سے نکل کر تم جس حال میں پہنچ گئے ہو وہ یقیناً تمہارے لئے مبارک ہے۔ کاش تم جانتے کہ حق تعالیٰ نے تمہیں کیسی کیسی چیزوں سے نجات عطا فرمادی ہے۔ فتنہ و فساد اندھیری رات کی طرح بڑھے آرہے ہیں اور ایسے مسلسل آرہے ہیں کہ بعد کا فتنہ پہلے فتنے سے ملا ہوا ہے اور بعد والا فتنہ پہلے فتنے سے کہیں زیادہ سخت ہے!"

خدا اور خدائی میں سے ایک کا اختیار...... ابو موہبہؓ کہتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے :-

"اے ابو موہبہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے ساری دنیا کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا میں رہنے کی گنجائش بھی دی گئی اور اس کے بعد جنت کا وعدہ بھی دیا گیا۔ اس کے بعد مجھے اختیار دیا گیا کہ میں اس پیش کش یا اپنے پروردگار کے ساتھ ملاقات کی پیش کش میں سے کوئی ایک چیز چن لوں۔ تو میں نے اپنے پروردگار سے ملاقات اور جنت کو پسند کر لیا۔!"

(یعنی دنیا کے خزانے اور قیامت تک کی زندگی کے بعد جنت میں داخلے کو میں نے قبول نہیں کیا بلکہ جلد اپنے پروردگار کے ساتھ ملاقات اور پھر جنت میں داخلے کو پسند کر لیا)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو

مویہبہ نے یہ سن کر عرض کیا :-

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ پھر تو آپ ﷺ دنیا بھر کے خزانوں کے ساتھ قیامت تک کی زندگی اور پھر جنت میں داخلے کو پسند فرمالیجئے۔!"

شہداء احد کے لئے دعاء...... آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں ابو مویہبہ۔ میں نے اپنے پروردگار سے ملاقات اور پھر جنت کو پسند کر لیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ گھر لوٹ آئے۔ اسی رات کے بعد والی صبح سے آنحضرت ﷺ کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ (جو مرض وفات ثابت ہوا)۔

ایک روایت میں ہے کہ قبرستان بقیع سے نکل کر آپ ﷺ شہداء احد کے مزارات پر تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے ان شہداء کے لئے دعا فرمائی۔

مرض وفات یعنی دردِ سر کا آغاز...... یہاں سے آپ ﷺ لوٹے تو آپ ﷺ کے سر مبارک میں درد شروع ہو چکا تھا۔ یہ اسی درد کی ابتداء تھی جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایک جنازہ کی ساتھ بقیع تشریف لے گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جب آپ ﷺ قبرستان بقیع سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مجھے اس حالت میں دیکھا کہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ہائے میرا سر! پھر آپ ﷺ نے فرمایا :-

"اگر ایسا ہوا (یعنی حضرت عائشہؓ کا انتقال ہو گیا) اور میں زندہ رہا تو میں تمہارے لئے مغفرت مانگوں گا، تمہارے واسطے دعاء کروں گا، تمہیں کفن پہناؤں گا اور تمہیں خود دفن کروں گا۔" ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ اس صورت میں میں خود کھڑے ہو کر تمہیں کفن دوں گا، تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور خود تمہیں دفناؤں گا۔"

حضرت عائشہؓ سے مزاح...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا :-

"ہائے خدا کی قسم آپ ﷺ تو چاہتے ہی ہیں کہ میں مر جاؤں، کیونکہ ایسا ہو گیا تو آپ ﷺ اسی دن اپنی کسی دوسری بیوی کے ساتھ شب باش ہوں گے۔"

خلافت ابو بکرؓ کا راز...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس پر آنحضرت ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا :-

"نہیں بلکہ ہائے میرا سر۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے والد اور بھائی کو بلواؤں اور انہیں اپنے معاملات بتلاؤں اور عہد لوں (یعنی مسلمانوں کا امیر اور اپنا جانشین متعین کروں) تاکہ پھر کوئی طمع اور لالچ رکھنے والا دنیا کی طمع نہ کرے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کا ارادہ فرمایا ہے لیکن مومنین اختلاف کر سکتے ہیں۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اپنی بیماری کے دوران فرمایا کہ اپنے والد ابو بکرؓ اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان کو تحریر لکھ کر دے دوں، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ (خلافت کا دوسرا) کوئی آرزو مند اس کوشش میں نہ اٹھ کھڑا ہو یا کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ میں اس کے لئے زیادہ موزوں ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین کے نزدیک صرف وہی اس منصب کے لئے موزوں ہیں۔"

صدیق اکبرؓ کے لئے فرمان لکھنے کا ارادہ...... ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا مرض بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن ابن ابو بکرؓ سے فرمایا کہ مجھے کوئی پتر یا تختی لا کر دو، میں ابو بکر کے لئے

(خلافت کے سلسلے میں) ایک تحریر لکھ دوں تاکہ ان کے معاملے میں اختلاف نہ پیدا ہو۔ جب حضرت عبد الرحمٰن حکم کی تعمیل کے لئے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تمہارے معاملے میں کسی اختلاف کو اللہ تعالیٰ اور مومنین روا نہیں رکھتے۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ بھی دیا تھا جس میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت بیان فرمائی۔ غالباً آنحضرت ﷺ نے یہ خطبہ اس تحریر کے بدلے میں یعنی اس کے بجائے دیا تھا جسے لکھنے کا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس لوگ جمع تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دے دوں تاکہ اس کے بعد تم لوگ گمراہی میں نہ پڑو۔ اس پر ایک صحابی یعنی حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ آنحضرت ﷺ پر اس وقت تکلیف کا غلبہ ہے، تمہارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو مگر اس پر صحابہؓ (آپس میں بحث کرنے لگے اور ان) کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان سب کو حکم دیا کہ وہ باہر چلے جائیں۔

<u>حضرت عباسؓ کا حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے مشورہ</u>...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس مرض سے صحت حاصل نہیں ہوگی کیونکہ موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہروں کو میں خوب پہچانتا ہوں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس آرہے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ کا مرض وفات شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ابوالحسن آنحضرت ﷺ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے فرمایا الحمد للہ صبح سے آنحضرت ﷺ کی طبیعت بہتر ہے۔ اسی وقت حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا:۔

"خدا کی قسم تین دن بعد تم مشکلات میں پڑ سکتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس تکلیف سے آنحضرت ﷺ جانبر نہ ہو سکیں گے اور وہ تین دن سے زیادہ کے اب آپ ﷺ نہیں ہیں۔ کیونکہ میں آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر وہ آثار دیکھ رہا ہوں جو بنی عبدالمطلب کے چہروں پر موت کے وقت ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم ہمارے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس چلو تاکہ ہم آپ ﷺ سے پوچھیں کہ خلافت و جانشینی کس کو ملے گی۔ اگر یہ ہمارے گھرانے یعنی بنی عبدالمطلب میں ہی باقی رہتی ہے تو ہمیں اس کا علم ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ کسی اور کو ملنے والی ہے تو ہم اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے بات کریں گے کہ آپ ﷺ ہمارے متعلق وصیت فرما جائیں۔"

<u>حضرت علیؓ کا انکار</u>...... مگر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں ہرگز آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں بات نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مرض شروع ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی تمام ازواج کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے یہاں تھے تو مرض میں شدّت پیدا ہو گئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت زینبؓ کے گھر میں اور ایک قول کے مطابق حضرت ریحانہؓ کے گھر میں مرض میں شدّت پیدا ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت آنحضرت ﷺ نے وہاں اپنی تمام

ازواج کو بلایا اور ان سے اس کی اجازت لی کہ آپ ﷺ کی تیمارداری میرے گھر میں ہو ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دے دی۔

حضرت عائشہؓ کے گھر رہنے کی خواہش...... ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے تو آپ ﷺ بار بار فرمانے لگے کہ کل میں کس کے یہاں ہوں گا، کل میں کس کے یہاں ہوں گا۔ مقصد حضرت عائشہؓ کی باری تھی۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آج میں کس کے یہاں ہوں۔ کل میں کس کے یہاں ہوں گا۔ آپ ﷺ کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی باری کی طرف تھا۔ اس پر آپ ﷺ کی ازواج نے اجازت دے دی کہ آپ ﷺ جہاں چاہے رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف لے آئے۔

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیماری کے دوران اپنی تمام ازواج کو بلوایا۔ جب وہ سب جمع ہو گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ تم سب کے پاس جاسکوں اور اس لئے اگر تم سب کی رائے ہو اور تم مجھے اجازت دو تو عائشہ کے مکان میں رہ لوں۔ اس پر سب ازواج مطہرات نے اجازت دے دی۔

بیت عائشہؓ میں تشریف آوری...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے اس طرح روانہ ہوئے کہ آپ ﷺ کے خاندان کے دو آدمی آپ ﷺ کے ساتھ تھے جن سے آپ ﷺ نے سہارا لے رکھا تھا۔ ان میں سے ایک تو حضرت فضل ابن عباس تھے اور دوسرے کوئی اور صحابی تھے۔ ایک روایت میں فضل کے بجائے حضرت عباس ابن عبدالمطلب کا نام ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہ اور ایک کوئی دوسرا شخص تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپ ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ میرے گھر میں داخل ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں گذشتہ روایت میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جانے والے جس دوسرے آدمی کا نام نہیں بتایا وہ حضرت علی ابن ابو طالب تھے۔ ان کا نام حضرت عائشہؓ نے اس لئے نہیں ذکر کیا کہ ان کے اور حضرت علیؓ کے درمیان ایسی ہی ناخوشگواری تھی جیسی سسرال والوں کے ساتھ ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے ایک طویل عرصہ کے بعد جب کہ جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ بصری سے روانہ ہو رہی تھیں تو انہوں نے اس وقت اس دوسرے شخص کا نام بتایا اس وقت جنگ جمل کے بعد اور بہت لوگ حضرت عائشہؓ کو رخصت کرتے آئے تھے۔ ان میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ تب حضرت عائشہؓ نے فرمایا :-

"خدا کی قسم پچھلے دور میں میرے اور علی کے درمیان صرف ایسی ہی ناخوشگواری تھی جیسی ایک عورت اور اس کی سسرال کے درمیان ہو جایا کرتی ہے!"

اس پر حضرت علیؓ نے فوراً ہی لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا :-

"لوگو! خدا کی قسم انہوں نے سچ کہا اور خوب کہا۔ میرے اور ان کے درمیان اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تھی۔ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ہیں۔"

مرض میں شدّت اور تدبیر...... یہ تفصیل پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ غرض پھر آنحضرت ﷺ پر غشی کی سی کیفیت ہونے لگی اور آپ ﷺ کا درد وغیرہ معمولی طور پر بڑھ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر مختلف کنوؤں کے پانیوں کی سات بالٹیاں انڈیلو تاکہ میں لوگوں کے سامنے پہنچ کر ان سے عہد لے سکوں۔ چنانچہ ہم نے

آپ ﷺ کو پتھر کی ایک بڑی کوریا کھور میں بٹھایا اور پھر آپ ﷺ کے اوپر پانی ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ بس کافی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہاں تک کہ آپ ﷺ خود ہی اپنے دست مبارک سے ہمیں روکنے کا اشارہ فرمانے لگے۔

مذکورہ کنوؤں کا پانی انڈیلنے میں یہ تاثیر ہے کہ یہ سمیت اور زہر کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرماتے تھے کہ عائشہ مجھے خیبر میں جو زہر دیا گیا تھا اس کی تکلیف میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔

آخری خطبہ...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے باہر نکلے۔ اس وقت بھی سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ منبر پر آکر بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے شہداء احد کے لئے دعا مانگی۔ آپ ﷺ بہت دیر تک ان کے لئے دعائیں پڑھتے رہے اور ان کے لئے مغفرت مانگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے سامنے ایک طرف دنیا رکھی اور دوسری طرف سب کچھ رکھا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ پھر اس بندے کو اختیار دیا کہ وہ ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک چن لے۔ اس بندے نے اپنے لئے وہ اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔"

فضیلت ابو بکرؓ کا اظہار...... حضرت ابو بکرؓ ان دونوں باتوں کو سمجھ گئے اور انہیں اندازہ ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد خود اپنی ذات مبارک ہے۔ صدیق اکبرؓ یہ سوچ کر رونے لگے۔ اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنی جانیں اور اپنی اولادیں آپ ﷺ پر قربان کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خود کو سنبھالو ابو بکر۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ :-

"ابو بکر مت روؤ۔ لوگو! اپنی رفاقت اور مال کے اعتبار سے انسانوں میں جس شخص کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے وہ ابو بکرؓ ہیں۔"

ابو بکرؓ کے احسانات کا اعتراف...... یہ صحیح حدیث ہے جسے دس سے زائد صحابہؓ نے نقل کیا ہے چنانچہ اس حدیث کی متعدد سندیں ہونے کی وجہ سے اس کو متواتر احادیث میں شمار کیا گیا ہے (حدیث متواتر حدیث کی سب سے زیادہ مضبوط قسم ہے جو نا قابل انکار ہے)۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبی ﷺ ہے کہ لوگوں میں اپنی صحبت اور ہاتھ کے لحاظ سے جس کا مجھ پر عظیم ترین احسان ہے وہ ابو بکر ہیں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا معاملہ معلوم نہیں جو میرے نزدیک صحابہ کے ہاتھوں ہوا ہو اور وہ ابو بکر کے معاملے سے افضل ہو۔

آنحضرت ﷺ کی حیات و وفات خیر ہی خیر...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی نبی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان (کسی ایک کو لے لینے کا) اختیار نہیں دے دیا جاتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے کہ (میری وفات کے بعد) تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے اگر میں برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

یہ تفصیل حدیث کے دوسرے جز کی ہے یعنی میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے کیونکہ حدیث کا جو پہلا جز ہے کہ میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ (وہ اس قدر واضح اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ) اس کے بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اس حدیث میں خیر اور شر کے جو

الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی افعل التفضیل کا صیغہ نہیں ہے (جسے دو چیزوں میں مقابلے کے لئے بولا جاتا ہے اور) جس کے بعد یہ نسبت کا لفظ لاکر دوسری چیز سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں تناقض اور ایک دوسرے کی تردید پیدا ہو جائے گی۔ لہذا یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ فضیلت ہے۔

ابو بکرؓ کے دروازے پر نور...... پھر آپ ﷺ نے فرمایا! مسجد سے ملے ہوئے ان دروازوں کو دیکھو ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مسجد میں کھلنے والے آمدورفت کے ان تمام دروازوں کو دیکھو۔ ان میں سے سوائے ابو بکر کے دروازے کے سب دروازوں کو بند کردو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ سوائے ابو بکر والے دروازے کے کیونکہ اس پر میں ایک نور دیکھتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سوائے ابو بکر والی کھڑکی کے اس مسجد میں کھلنے والی ہر کھڑکی کو بند کردو۔ یہاں دروازوں سے مراد چھوٹی کھڑکیاں ہی ہیں۔ کیونکہ اپنے نزدیک صحبت و رفاقت کے اعتبار سے میں کسی کو ابو بکرؓ سے زیادہ افضل نہیں جانتا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابو بکر میرے ساتھی ہیں اور میرے غار کے غمگسار ہیں اس لئے مسجد میں کھلنے والی ہر کھڑکی بند کردو سوائے ابو بکر والی کھڑکی کے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میرے ساتھی یعنی ابو بکر کے متعلق مجھے تکلیف مت پہنچاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کا لقب (میرا) صاحب اور ساتھی نہ متعین کر دیا ہوتا تو میں ان کو اپنا دوست کہتا۔ پس دیکھو ابن ابی قحافہ (یعنی ابو بکر) کی کھڑکی کو چھوڑ کر باقی ہر کھڑکی بند کردو۔

آنحضرت ﷺ کے دوست...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر نبی کا اس کی امت میں سے ایک خلیل اور دوست ہوتا ہے اور میرے دوست ابو بکر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب یعنی نبی کو دوست بنایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے خلیل اور دوست عثمان ابن عفان ہیں۔ ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ ہر نبی کا ایک دوست ہوتا ہے اور میرے دوست اور خلیل سعد ابن معاذ ہیں۔

ثعالبی کی کتاب اسباب نزول میں حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے دوست اور خلیل بنالیا ہے جیسے اس نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا تھا۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ اور دیکھو میرے دوست ابو بکر ہیں۔

جامع صغیر کی روایت میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوست بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا تھا اور میرے دوست ابو بکر ہیں۔

کیا آنحضرت ﷺ کا دوست کہنا درست ہے؟...... جامع صغیر کی ہی ایک روایت میں ہے کہ اس امت میں سے اویس قرنی میرے دوست ہیں۔ غالباً آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس سے پہلے کا ہے جو آپ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں انتقال سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا۔ مرض وفات میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا:-

"میں اللہ کے سامنے اس سے بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنا دوست بنالیا ہے جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دوست بناتا تو وہ یقیناً ابو بکرؓ ہوتے، لیکن اسلامی محبت ہی سب سے افضل ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ لیکن اسلامی اخوت و محبت افضل ہے۔

"ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔!"

دوست دوست کا فرق...... (اب گویا دو طرح کی احادیث آتی ہیں۔ ایک وہ جن میں آپ ﷺ نے بعض صحابہ

کو اپنا دوست فرمایا ہے اور ایک وہ جن میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے ساتھ دوستی سے انکار فرمایا ہے)ان میں اس طرح موافقت پیدا کی جاتی ہے کہ پہلی روایات یعنی جن سے غیر اللہ کے ساتھ دوستی ثابت ہوتی ہے وہ اس دوستی کی ایک نوع اور حد سے متعلق ہیں۔ اور دوسری قسم کی روایات یعنی جن میں غیر اللہ کے ساتھ دوستی سے انکار فرمایا گیا ہے وہ مکمل اور کامل دوستی سے متعلق ہیں۔

محبت اور دوستی کے مقام...... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست بناتا تو وہ یقیناً ابو بکرؓ ہوتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلت اور دوستی کا مقام محبت کے مقام سے زیادہ بلند ہے اور یہ کہ دوستی اور محبت برابر برابر نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا کہ بعض مرتبہ مفضول یعنی نچلے درجے میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جائے جو فاضل یعنی اعلیٰ درجہ میں نہ موجود ہو۔ لہٰذا پھر اس توضیح کی ضرورت نہیں رہتی جو بعض علماء نے کی ہے اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت کا مقام دوستی کے مقام سے افضل ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ یعنی اللہ کے دوست ہیں، موسیٰ صفی اللہ یعنی اللہ کے منتخب کردہ اور میں حبیب اللہ یعنی اللہ کا حبیب و محبوب ہوں اور میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد آدم کا سردار ہوں۔

مسجد میں سب کے دروازے بند کرانے کا حکم...... غرض جب آنحضرت ﷺ نے مسجد میں کھلنے والے لوگوں کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرائیں تو لوگ کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمارے دروازے تو بند کرادیئے اور اپنے دوست کا دروازہ چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ باتیں معلوم ہوئیں تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جو کچھ تم لوگوں نے ابو بکر کے دروازے کے سلسلے میں کہا ہے وہ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ میں ابو بکر کے دروازے پر ایک نور دیکھتا ہوں اور تم لوگوں کے دروازوں پر ظلمت و تاریکی دیکھتا ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ میں جھوٹا ہوں جبکہ ابو بکر نے مجھے سچا کہا تھا۔ تم نے اپنا مال و دولت روک لیا تھا جب کہ ابو بکرؓ نے میرے لئے اپنے مال کو فیاضی سے خرچ کیا اور تم نے مجھے وقت پر بے یارو مددگار چھوڑا تھا جبکہ ابو بکر نے میری غم خواری و غم گساری کی تھی۔

ابو بکرؓ کے دروازے کا استثناء...... یہاں بعض صحابہ کا یہ قول گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دوست کے دروازے کو چھوڑ دیا۔ یہاں ابو بکر کو دوست بتلانا غالباً اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ابو بکرؓ کو دوست کہنے سے انکار کر دیا تھا۔

عمرؓ کی درخواست رد...... ایک روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے دروازے کے سوا باقی تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس کی اجازت دیجئے کہ میں اس طرف ایک روشن دان کھول لوں تاکہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے نکلتے ہیں تو میں آپ ﷺ کو دیکھ لیا کروں۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اودھر حضرت عباس ابن عبد المطلب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا بات ہے کہ آپ ﷺ نے بعض لوگوں یعنی حضرت ابو بکر کے دروازے تو کھلے رہنے دیئے اور بعض لوگوں کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کرادیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عباس نہ میں نے اپنے حکم سے کھلوائے تھے اور نہ اپنے حکم سے بند کرائے ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے ان دروازوں کو بند نہیں کرایا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بند کرایا

ہے۔

علیؓ کے دروازے کا استثناء...... حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوائے حضرت علیؓ کے دروازے کے باقی سب دروازے بند کرا دیئے تھے۔ مگر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے رافضیوں اور شیعوں نے گھڑا ہے تاکہ اس کے ذریعہ حضرت ابو بکر کے دروازے کے متعلق جو صحیح حدیث ہے اس سے مقابلہ کیا جاسکے۔ مگر بعض علماء نے (اس حدیث کو درست مان کر) اس کے اور حضرت ابو بکرؓ سے متعلق حدیث کے درمیان موافقت پیدا کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قصہ اور یہ حدیث حضرت ابو بکرؓ سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ اس وقت ہر شخص کے مکان کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اور دوسرا مسجد سے باہر کھلتا تھا۔ مگر حضرت علیؓ کے مکان کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جو مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ مسجد سے باہر کھلنے والا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے وہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد میں کھلتے تھے یعنی ان دروازوں کو چھوٹا کر کے کھڑکیاں بنا دینے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت علیؓ کا دروازہ باقی رہنے دیا۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے پاس اس کے سوا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اور نہ کوئی دوسرا راستہ تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس دروازے کو کھڑکی میں تبدیل کرنے کا بھی حکم نہیں دیا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے سوائے حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کے باقی تمام کھڑکیاں بند کیے جانے کا حکم دیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں تک کہ حضرت علیؓ کی کھڑکی بھی بند کرنے کا حکم فرمایا مگر اس قول میں شبہ ہے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا حضرت علیؓ کے مکان کا صرف یہ ایک دروازہ تھا۔ لہٰذا حضرت ابو بکرؓ کے سلسلے میں جہاں دروازے کا لفظ آیا ہے وہاں دراصل مراد کھڑکی ہے دروازہ نہیں۔ اور حضرت علیؓ کے سلسلے میں جہاں دروازہ کا لفظ آیا ہے وہاں دروازہ ہی مراد ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل...... اقول! مؤلف کہتے ہیں:- اب جس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے دروازے کا واقعہ پہلے کا ہے وہ خود حضرت علیؓ نے بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن حضرت ابو بکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اپنا مسجد میں کا دروازہ بند کر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا بسر و چشم۔ چنانچہ انہوں نے اپنا دروازہ بند کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی حکم حضرت عمرؓ کے اور پھر حضرت عباسؓ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے بھی حکم کی تعمیل کی۔ پھر میں نے دوسرے لوگوں کو یہ حکم سنایا اور انہوں نے بھی اس پر عمل کیا۔ مگر حضرت حمزہؓ نے تعمیل نہیں کی۔ تب میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سب نے حکم کی تعمیل کر دی ہے مگر حمزہ نے نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا حمزہ سے کہو کہ وہ اپنے دروازے کا رخ پھیر لیں۔ میں نے حمزہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے دروازے کا رخ پھیر لو۔ چنانچہ انہوں نے اس کا رخ پھیر لیا۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے سوائے علی کے ہم سب کے دروازے بند کرا دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کرائے بلکہ اللہ تعالیٰ بند کرائے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کرائے، نہ ہی میں نے علی کا دروازہ کھلا رہنے دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے علی کا دروازہ کھولا ہے اور تمہارے دروازے اللہ نے بند کرائے ہیں۔

صحابہؓ کے تأمّل پر حکم کی وضاحت...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا، امّا بعد! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ علی کے

دروازے کے علاوہ یہ سب دروازے بند کرادوں۔ اب تم میں بعض لوگ کچھ باتیں کہہ رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے نہ کچھ بند کیا اور نہ کھولا بلکہ مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا ہے میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں ایک مامور اور حکم کا بندہ ہوں جو کچھ مجھے حکم دیا گیا اور میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں ایک مامور اور حکم بندہ ہوں جو کچھ مجھے حکم دیا جاتا ہے وہی کرتا ہوں، میں صرف اسی کی اتباع اور پیروی کرتا ہوں جس کے متعلق میرے پاس وحی آتی ہے۔

مسجد میں ابوبکرؓ و علیؓ کے دروازے...... یہ بات واضح ہے کہ حضرت حمزہؓ غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے لہذا حضرت علیؓ کے دروازہ کا یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کے واقعہ سے یقیناً بہت پہلے کا ہے۔ اب جہاں تک اس وضاحت کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے ان دروازوں کو چھوٹا کر کے کھڑکیاں بنا دینے کا حکم دیا تھا اس میں اشکال اور شبہ ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے دروازے کے سوا تمام دروازوں کو بند کر دینے کا حکم دیا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ انہیں اتنا کر دیا جائے جتنے میں سے میں آ اور جا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے دروازے کے سوا باقی دروازے بند کر دیئے گئے۔

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس اختلاف کا جواب ضروری ہے۔ پھر یہ کہ اس موافقت کے نتیجے میں یہ ماننا بھی لازم ہوگا کہ مسجد میں حضرت علیؓ کا درلوزہ حضرت ابوبکرؓ کی کھڑکی کے ساتھ ساتھ بعد تک کھلا رہا۔ کیونکہ گذشتہ روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے مکان کا مسجد کے دروازے کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں تھا۔ ادھر بعض حضرات کا یہ قول بھی قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کرنے میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اور جانشینی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہیں ہی دوسروں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مسجد میں آنے جانے کی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ مگر تاریخ ابن کثیرؒ میں ہے کہ یہ یعنی مسجد میں کھلنے والے تمام عام دروازوں کو سوائے حضرت علیؓ کے دروازے کے بند کرا دینا اس روایت کے خلاف نہیں ہے جو بخاری سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں حکم فرمایا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے سوا باقی سب عام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرت فاطمہؓ کو اپنے یعنی حضرت علیؓ کے گھر سے اپنے والد مکرم ﷺ کے گھر جانے کے لئے مسجد سے گزرنے کی ضرورت پیش آتی تھی لہذا آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی رعایت میں حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ باقی رکھا۔ لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ وجہ ختم ہو گئی۔ اب اس کی ضرورت پیش آئی کہ حضرت ابوبکرؓ کے مکان کا دروازہ کھول دیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھا سکیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہی خلیفۃ المسلمین تھے۔ یہاں تک علامہ ابن کثیرؒ کا حوالہ ہے۔

علیؓ کے مکان کا دروازہ...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ سب کھڑکیاں بند کی گئیں تو حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ اور اب مسجد نبوی میں صرف حضرت ابوبکرؓ کے مکان کی کھڑکی باقی رہ گئی اور حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ باہر سے کر دیا گیا۔ (یعنی پہلی بار جب مسجد میں مسلمانوں کے کھلنے والے دروازے بند کئے گئے تو اس وقت حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ باقی رکھا گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ احد سے اور آنحضرت ﷺ کی وفات سے کافی عرصہ پہلے کا ہے۔ دوسری بار آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں اس کا حکم دیا جس کی تعمیل غالباً آپ ﷺ کی وفات کے بعد کی گئی تو اس وقت حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ اب

صرف حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان کی کھڑکی مسجد میں کھلی رہی کیونکہ انہیں خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت مسجد میں آنے کی ضرورت پیش آتی تھی)

حالت جنابت میں نبی ﷺ و اہل بیت کا استثناء...... حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا :-

اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی جنبی یعنی ہمبستری کے بعد بغیر غسل کئے ہوئے آدمی کے لئے مسجد میں رہنا حلال اور جائز نہیں ہے۔(کیونکہ حضرت علیؓ کے مکان کا ایک ہی دروازہ تھا جو مسجد میں تھا) حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ اپنے مرض وفات کے دوران حجرۂ مبارک سے نکلے اور مسجد کے صحن میں تشریف لائے۔ پھر آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ کسی جنبی یعنی ناپاکی کی حالت والے مرد اور کسی حیض والی عورت کے لئے مسجد میں رہنا جائز نہیں۔ سوائے محمد ﷺ کے، ان کی ازواج مطہرات کے اور علی اور فاطمہ بنت محمد ﷺ کے۔ بس سن لو کہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس دوسری یعنی حضرت اُمّ سلمہ والی روایت کی سند غریب ہے اور اس میں ضعف اور کمزوری ہے۔ یہاں تک علامہ کا حوالہ ہے۔

یہاں دونوں حدیثوں میں مسجد میں رہنے کا لفظ استعمال ہوا اس لئے یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہاں ناپاکی کی حالت میں مسجد میں رہنے کی ممانعت ہے۔ مسجد سے گزرنے اور اسے بطور راستے کے استعمال کرنے کی ممانعت مراد نہیں ہے کیونکہ جہاں تک گزرنے کا تعلق ہے تو یہ سب کے لئے حلال ہے۔ پھر میں اس سلسلے میں علامہ سیوطیؒ کی کتاب دیکھی جس میں انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ اس معاملے میں حضرت علیؓ کی طرح ان کے دونوں بیٹے حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح حضرت علیؓ ابن ابو طالب اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بھی یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ جنابت کی حالت میں مسجد میں رہ سکتے تھے۔ واللہ اعلم۔

انصار کے لئے مہاجرین کو وصیت...... غرض پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا :-

"اے مہاجرو! انصاریوں کے ساتھ خیر کا اور نیک سلوک کرنا کیونکہ یہ لوگ میری پناہ گاہ تھے۔ جن کے پاس میں نے ٹھکانہ پایا۔ اس لئے ان کی بھلائیوں کے بدلے میں ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کی برائیوں کی طرف سے چشم پوشی کرو۔!"

دعائے مغفرت کے لئے صلائے عام...... اتنا فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ منبر سے اتر آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگو! تم میں سے کوئی شخص اگر اپنے متعلق کوئی عیب اور برائی محسوس کرتا ہے وہ کھڑے ہو کر بتلائے میں اس کے لئے دعاء کروں گا اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا :-

"یا رسول اللہ! میں منافق ہوں، میں جھوٹا بھی ہوں اور بے حد سونے والا ہوں!"

دنیا میں رسوائی اخروی رسوائی سے بہتر ہے...... اس پر حضرت عمرؓ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تیرا برا ہو اے شخص! اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی تھی تجھے خود بھی اپنے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہئے تھی۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

"اے ابن خطاب! دنیا میں فضیحت اور رسوا ہو جانا آخرت کی رسوائی سے بہتر ہے۔ اے اللہ اس شخص کو سچائی اور ایمان کی دولت عطا فرما۔ اور جب یہ چاہے اس وقت اس کی نیند دور فرما۔!"

صدیق اکبرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم...... علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند اور اس کے الفاظ میں بہت زیادہ غرابت ہے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ عشاء کی نماز تھی۔ حضرت بلالؓ نے جب عشاء کی اذان دی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے لئے ایک مخضب میں پانی لے آؤ۔ یہ مخضب تانبے کا بنا ہوا بڑے ٹب جیسا برتن تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ منہ دھوئے۔ اس سے پہلے بھی ایک مخضب کا ذکر آچکا ہے جس کا ترجمہ پتھر کا کڑھایا برتن کیا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو مخضب تھے۔ ایک پتھر کا اور دوسرا یہ جو تانبے کا بنا ہوا تھا۔

نماز پڑھانے سے معذوری...... وضو کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مسجد میں جانے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں جب آپ ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا نہیں وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے مخضب میں پانی ڈال دو۔ اس کے بعد آپ نے اس سے وضو کی اور پھر مسجد میں جانے کا ارادہ کیا مگر غشی طاری ہو گئی پھر آپ ﷺ کی طبیعت کو سکون ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ سب آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا میرے لئے مخضب میں پانی رکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کر کے جانے کا ارادہ کیا مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔ جب پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پھر وہی سوال فرمایا کہ کیا لوگ نماز سے فارغ ہو چکے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ ﷺ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کا تامل...... ادھر مسجد میں لوگ جمع تھے اور عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا قاصد صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر آپ نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

پہلے فاروق اعظم کے لئے حکم...... ایک روایت میں یوں ہے کہ اس وقت حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ نماز تیار ہے یا رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں باہر جا کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تم عمر بن خطاب سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت بلال یہ حکم لے کر روتے ہوئے حجرۂ مبارکہ سے نکلے۔ انہیں دیکھتے ہی مسلمانوں نے ان سے پوچھا کہ بلال آنحضرت ﷺ کے بارے میں کیا خبر ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میں باہر آکر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے۔ لوگ یہ سن کر زار و قطار رونے لگے۔ پھر بلال حبشیؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

عمرؓ کا تامل اور صدیق اکبرؓ کے لئے ہدایت...... حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ابو بکر کی موجودگی میں ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا۔ تم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ دروازے پر ابو بکر بھی موجود ہیں۔

حضرت بلال پھر حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! "ہاں میں نے نہیں دیکھا۔ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔!"

عائشہ صدیقہ کا تردّد...... حضرت بلالؓ نے باہر آکر حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا حکم سنایا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا ابو بکرؓ کو امر کرو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس پر میں نے عرض کیا:۔

"ابو بکر بہت رقیق القلب اور جلد رو دینے والے آدمی ہیں۔ اگر وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگ ان کی گریہ وزاری ہی سن پائیں گے!"

صدیق اکبرؓ کے لئے بار بار ہدایت...... اس پر آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا کہ ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو۔ آخر میں نے حفصہؓ سے کہا آنحضرت ﷺ سے عرض کرو اگر ابو بکر نماز پڑھانے کے لئے آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگ ان کے رونے کی وجہ سے کچھ نہیں سن پائیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات عرض کی تو آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا:۔ "چپ رہو۔ تم لوگ یوسفؑ کی بیوی کی طرح ہو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم لوگ واقعی یوسفؑ کی عورت کی طرح ہو۔!"

حضرت حفصہؓ نے اس پر حضرت عائشہؓ سے کہا:۔

"تم سے مجھے کوئی بھلائی نہیں مل سکتی۔ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔!"

حضرت یوسفؑ کی بیوی کی مثال...... یہاں حضرت یوسفؑ کی بیوی کی مثال دی گئی ہے جو زلیخا تھی (اس مثال سے مقصد یہ ہے کہ زبان پر بات کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے) کیونکہ زلیخا نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ جب انہوں نے کچھ عورتوں کو اپنے یہاں جمع کیا تو اس سے ان کا جو اصل مقصد تھا وہ ظاہر نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ وہ دعوت کر کے ان عورتوں کا اعزاز کرنا چاہتی ہیں۔ حالانکہ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ آنے والی عورتیں حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور پھر یوسفؑ کے ساتھ عشق میں زلیخا کو معذور سمجھیں۔

حضرت عائشہؓ کی بات سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا تھا کہ وہ دل میں حضرت ابو بکرؓ کی محبت رکھنے کے باوجود اس بات پر اپنی ناپسندگی ظاہر کر رہی ہیں۔ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی مراد نکلتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کے تردّد کی وجہ...... خود حضرت عائشہؓ سے اس بارے میں جو بات منقول ہے وہ یہ ہے کہ یہ بات انہوں نے اس خوف سے کہی تھی کہ مبادا لوگ حضرت ابو بکر کے متعلق طعنہ زنی کریں اور انہیں آنحضرت ﷺ کے قائم مقام کے طور پر ناپسند کریں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اس موقعہ پر بار بار آنحضرت ﷺ سے جو یہ بات کہی تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی، میرے دل میں یہ بات نہیں بیٹھتی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص جو آپ ﷺ کا جانشین بنے گا اسے لوگ پسند کریں گے۔ یہی میری رائے تھی کہ جو بھی آنحضرت ﷺ کا جانشین ہوگا لوگ اس کو منحوس خیال کریں گے۔

انصار کا خوف و اضطراب...... ایک روایت میں یہ ہے کہ جب انصاری صحابہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی

تکالیف بڑھتی جارہی ہے تو وہ مسجد نبوی کے گرد گھومنے لگے وہ سب آنحضرت ﷺ کی وفات کے خیال سے بہت ڈرے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت فضل ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں گئے اور آپ ﷺ کو صورتحال بتلائی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ ان کے بعد حضرت عباسؓ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور انہوں نے بھی آپ ﷺ کو یہی خبر دی۔

آنحضرت ﷺ کا خطبہ اور فہمائش...... آخر آنحضرت ﷺ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا سہارا لے رکھا تھا۔ حضرت فضلؓ اور حضرت عباسؓ آپ ﷺ کے آگے آگے تھے۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ قدم قدم چل کر منبر کی سب سے نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ صحابہ آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:-

"لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت کے خیال سے خوفزدہ ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کی قوموں میں جو نبی آئے وہ جاوداں رہے ہیں کہ میں تم میں ہمیشہ باقی رہوں گا۔ ادیکھو میں اپنے پروردگار کے پاس جارہا ہوں اور تم سب بھی اسی کے پاس جانے والے ہو۔ پس میں تم کو مہاجرین اولین کے ساتھ نیک سلوک کرنیکی وصیت کرتا ہوں اور مہاجرین کو نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔
(سورۃ العصر، پ ۳۰،)

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی جس میں نفع نقصان واقع ہوتا ہے کہ انسان بوجہ تضیع عمر کے بڑے خسارے میں ہیں۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے کہ یہ کمال ہے اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

پس تمام امور اور معاملات اللہ کے حکم سے ہی انجام پاتے ہیں۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ کسی معاملے میں تاخیر ہو تو تم اس میں جلدی کے خواہشمند ہونے لگو۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی عجلت پسندی کی وجہ سے کسی معاملے کو جلد انجام پذیر نہیں فرمادے گا۔ جو اللہ کے معاملات میں دخل دے گا اللہ تعالیٰ اسے مغلوب فرمادے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دھوکہ میں ڈال دے گا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ لآیہ پ ۲۶ سورۃ محمدؐ، ع ۳۔ آیت ۲۲)

ترجمہ: سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو۔

انصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت......اور میں تمہیں، انصاریوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دارالاسلام یعنی مدینہ کو تم سے پہلے ہی اپنا ٹھکانہ یعنی گھر بنا رکھا ہے اور ایمان کو تھامے ہوئے ہیں۔ لہذا تمہیں چاہئے کہ ان کے ساتھ احسان ومحبت کا معاملہ کرو۔ کیا ان لوگوں نے تمہیں اپنے پھلوں یعنی فصلوں میں حصہ دار نہیں بنایا؟ کیا انہوں نے تمہارے لئے اپنے گھر نہیں کھول دیئے؟۔ کیا ان لوگوں نے تمہیں خود اپنے آپ سے بھی مقدم نہیں سمجھا جبکہ خود ان پر فاقے گزر رہے تھے؟"

(جیسا کہ قرآن کریم میں ان ہی عظیم انصاریوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے)

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ
وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(سورۂ حشر، پ ۲۸، ع ۱، آیت ۹)

ترجمہ: اور نیز ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دار الاسلام یعنی مدینہ میں ان مہاجرین کے آنے کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ انصار اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے۔ اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

صحابہؓ کو نصیحتیں...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا

"پس دیکھو! اگر کسی کو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی حیثیت حاصل ہو تو وہ ان انصاریوں کے احسانات کو سامنے رکھے اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرے۔ دیکھو ان پر خود کو مقدم رکھنے کی کوشش مت کرنا۔ سنو! میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم بعد میں میرے ساتھ آکر ملنے والے ہو۔ پس سنو! اب تم سے ملاقات حوض کوثر پر ہو گی۔ پس دیکھو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل وہ میرے پاس پہنچ جائے تو وہ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو دوسروں کی ایذاء رسانی سے روک لے، سوائے ان باتوں کے جو مناسب ہیں۔ لوگو! گناہ نعمتوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ اگر لوگوں میں نیکی اور خیر ہے تو ان کے اماموں اور بڑوں میں بھی خیر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر عوام میں برائی اور فسق و فجور ہے تو ان کے بڑوں میں بھی برائی پیدا ہو جاتی ہے۔"

حدیث میں آتا ہے کہ میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ نے موت کے خیر ہونے کی طرف اس لحاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ پہلے اور مقدم ہوں گے۔ لہذا یہاں موت کے یا زندگی کے ساتھ لفظ خیر بطور صفت کے بیان کیا گیا ہے۔ افعل تفضیل یعنی مقابلے کے صیغہ کے طور پر نہیں جس سے یہ اشکال ہو تا کہ میری زندگی تمہارے لئے میری موت سے بہتر ہے اور میری موت تمہارے لئے میری زندگی سے بہتر ہے (نعوذ باللہ) جیسا کہ پہلے بھی اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

صدیق اکبر ﷺ کی امامت میں سترہ نمازیں...... اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ اسی طرح نماز پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اس دوران صبح کی ایک نماز میں آنحضرت ﷺ ان کی امامت میں دوسری رکعت میں شریک ہوگئے اور دوسری یعنی پہلی رکعت آپ ﷺ نے بعد میں تنہا پوری فرمائی۔

امام امت کے پیچھے نبی ﷺ کی اقتداء...... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ وہ اپنی قوم یعنی امت کے کسی شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے۔ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف کے پیچھے نماز پڑھی تھی، جیسا کہ تبوک کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ مرض وفات کے دوران ایک دن آنحضرت ﷺ کی تکلیف میں کچھ کمی ہوئی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ اسی وقت ظہر کی نماز کے لئے دو آدمیوں کے سہارے سے باہر مسجد میں تشریف لائے۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔

ابو بکرؓ کی امامت میں حضور ﷺ کی نماز...... حضرت ابو بکرؓ نے جو اس وقت نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً پیچھے ہٹنے لگے تاکہ آنحضرت ﷺ خود امامت فرمائیں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر کی بائیں جانب اور ایک روایت کے مطابق دائیں جانب بٹھا دیا۔ نیز آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی کمر میں ٹھوکا دے کہ فرمایا کہ تم ہی نماز پڑھاؤ۔ آپ ﷺ نے ان کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ دوسرے صحابہ کی طرح کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے جبکہ آنحضرت ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

یہاں یہ واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے نماز پڑھی، لہذا اس میں وہ پہلو نکالنا مناسب نہیں جو ایک دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو بکر آنحضرت ﷺ کی نماز کے مقتدی تھے اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کے مقتدی تھے۔

صدیق اکبرؓ بحیثیت مکبر...... اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے لور حضرت ابو بکر آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے نیز صدیق اکبرؓ بلند آواز سے تکبیر لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ امام بخاریؒ نے اسی پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے کہ **باب من اسمع الناس تکبیر الامام** یعنی باب اس شخص کے متعلق جو لوگوں تک امام کی تکبیرات پہنچائے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ باب اس بات کے بیان میں کہ ایک شخص امام کی اقتداء کرے لور باقی جماعت کے لوگ اس شخص یعنی ماموم کی اقتداء کریں۔

اگر آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا تھا جبکہ خود آپ ﷺ ابو بکرؓ کے بائیں یا دائیں نماز میں شامل تھے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء نہیں کی بلکہ وہ امام کی حیثیت میں برقرار رہے کیونکہ ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے نزدیک یہ بات جائز نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں آنحضرت ﷺ سے آگے ہوئے ہوئے آپ ﷺ کی اقتداء کریں (یعنی مقتدی کو امام سے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے)۔ لہذا اب یہ بات ہمارے فقہاء کے اس قول کے خلاف ہوگی کہ صحابہ کرام حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں آگئے اور شوافع نے اسی واقعہ کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ پے بہ پے لور ایک کے بعد ایک کر کے دو اماموں کے ذریعہ نماز پڑھنی جائز ہے۔ شوافع کی یہ بات مناسب نہیں رہتی سوائے اس صورت میں کہ حضرت ابو بکر آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد پیچھے ہٹ گئے ہوں اور انہوں نے آپ ﷺ کے اقتداء کی نیت کر لی ہو۔

اس شبہ کے جواب میں شوافع کی طرف سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ کا صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہو اور پہلی مرتبہ میں آپ ﷺ نے ان کو پیچھے ہٹنے سے منع فرما کے خود بھی ان ہی کی اقتداء فرمائی ہو جبکہ دوسری مرتبہ میں حضرت ابو بکر اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے ہوں

اورانہوں نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرلی ہو۔اب یہ بات درست ہو جائے گی کہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں آگئے تھے اور حضرت ابو بکرؓ بلند آواز سے تکبیر کہہ کر لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

امام اور ماموم...... یہ بات امام بخاری کے اس قول کے خلاف بھی نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک امام کا مقتدی ہو کر ماموم ہو اور باقی جماعت کے لوگ اس ماموم کے مقتدی ہوں کیونکہ ممکن ہے مراد یہ ہو کہ باقی جماعت کے لوگ ماموم کی تکبیرات کی اقتداء اور اتباع کریں۔

صدیق اکبرؓ کے پیچھے نبی ﷺ کی تین نمازیں...... پھر میں نے اس سلسلے میں ترمذی دیکھی جس میں امام ترمذیؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سے زائد مرتبہ صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے اپنے مرض وفات میں تین مرتبہ نماز پڑھی۔ اس حقیقت کا انکار کوئی جاہل آدمی ہی کر سکتا ہے جس کے پاس حدیث کا کوئی علم نہ ہو۔ یہاں تک امام ترمذیؒ کا حوالہ ہے۔

اس تفصیل سے علامہ بیہقی کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دنوں میں جن میں صدیق اکبرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے ایک بار نماز پڑھی اور ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔

فاروق اعظمؓ کی امامت اور نبی ﷺ کا انکار...... اپنے مرض وفات میں ایک روز آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن زمعہ ابن اسود سے فرمایا، لوگوں سے کہہ دو کہ وہ نماز پھر لیں۔ یہ فجر کی نماز تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ مسجد نبوی میں موجود نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو آگے بڑھا دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فاروق اعظمؓ کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک باہر نکالا یہاں تک کہ لوگوں کو دیکھنے لگے پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا نہیں، نہیں، نہیں۔ ابن ابو قحافہ یعنی ابو بکر ہی نماز پڑھائیں۔

نبی ﷺ کا یہ فرمان سنتے ہی لوگوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور حضرت عمر نماز میں سے پیچھے ہٹ آئے۔ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ آ گئے۔ وہ آگے بڑھے اور انہوں نے ہی صبح کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو پوچھا کہ یہ عمر کی آواز نہیں ہے۔ عرض کیا گیا بے شک یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے انکار فرماتا ہے اور مومنین بھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکار فرماتا ہے اور مسلمان بھی سوائے اس کے کہ ابو بکر امام ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

سیرت ابن ہشام میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وہ جب آئے تو اس وقت حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت عمرؓ کے نماز پڑھا چکنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے نماز کی نیت کر لی تھی اور پڑھانا شروع کر چکے تھے۔ لہٰذا اب روایت اس گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں رہتی کہ صفیں ٹوٹ گئیں اور حضرت عمرؓ نماز میں سے پیچھے ہٹ آئے۔

بعد میں حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن زمعہ سے فرمایا:-

"تمہارا برا ہو ابن زمعہ! تم نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا تو میں یہ سمجھا

کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔!"
حضرت عبداللہ ابن زمعہ نے عرض کیا :-
"مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ مگر چونکہ مجھے یہاں ابو بکر نہیں ملے، اس لئے نماز کے واسطے موجودہ لوگوں میں میں نے آپ کو ہی سب سے زیادہ امامت کا حقدار سمجھا۔!"

چہرۂ انور ﷺ کی آخری جلوۂ افروزی

پھر آخری دن آنحضرت ﷺ نے سر مبارک پردہ سے باہر نکال کر مسجد میں دیکھا کہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ صحابہؓ نے جلوہ مبارک دیکھتے ہی صفوں سے نکلنا چاہا مگر آپ ﷺ کے اشارے پر رک گئے۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو نماز میں پرا باندھے کھڑے دیکھا تو آپ فرط مسرت سے مسکرا اٹھے (یہ جمال نبوت کی آخری جلوۂ افروزی تھی جو مسلمانوں کو میسر آئی کیونکہ) یہ پیر کا دن تھا جس دن آپ ﷺ نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اس تبسم کے بعد آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا۔

سیرت ابن ہشام میں یوں ہے کہ پیر کے دن جس روز آپ ﷺ کی وفات ہونے والی تھی آپ اس وقت باہر نکل کر صحابہؓ کے پاس آئے جبکہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پردہ اٹھا کر دروازہ کھولا اور باہر آکر باب عائشہؓ پر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کا جلوہ مبارک دیکھا تو قریب تھا کہ وہ فرط خوشی سے صفیں توڑ دیں مگر آپ ﷺ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز میں بر قرار رہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس اندر تشریف لے گئے۔ لوگ یہ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ کی طبیعت اب بہتر ہے اور تکلیف میں کمی ہو گئی ہے واپس چلے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی سنخ کے مقام پر چلے گئے جہاں ان کی ایک بیوی رہتی تھیں (یہ جگہ مدینہ سے تقریباً ایک یا ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی اور اس روز حضرت ابو بکرؓ کی دوسری اہلیہ کی نوبت کا دن تھا)

سیرت ابن ہشام ہی میں ایک دوسری روایت میں ہے کہ پیر کے دن آنحضرت ﷺ صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر خوشی کی وجہ سے لوگوں کی صفوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہوئی۔ حضرت ابو بکر سمجھ گئے کہ آنحضرت ﷺ کو ہی دیکھ کر مسلمانوں میں یہ خوشی کی ہلچل پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ ﷺ نے ان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ خود آنحضرت ﷺ صدیق اکبرؓ کے دائیں پہلو بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اتنی بلند آواز سے آپ نے سب کو مخاطب کیا کہ آپ کی آواز مسجد کے دروازے سے باہر تک پہنچی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لوگو! دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے اور فتنوں کا زمانہ اندھیری رات کی طرح بڑھا آرہا ہے۔ میرے بعد تم میرے قول و عمل سے ہی دلیلیں حاصل کرو گے۔ بس دیکھو میں نے صرف وہ چیزیں حلال کی ہیں جنہیں قرآن پاک نے حلال قرار دیا ہے اور وہی چیزیں حرام کی ہیں جنہیں قرآن پاک نے حرام قرار دیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے اچھی حالت میں صبح کی ہے جیسا کہ ہماری عین تمنا تھی۔ آج میری ایک بیوی حبیبہ بنت خارجہ کی باری کا دن ہے۔ کیا میں اس کے پاس چلا جاؤں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔

یہ فرما کر آنحضرت ﷺ حجرہ مبارکہ کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکرؓ سخ کے مقام کو چلے گئے۔ اسی روز دوپہر کو رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ان مختلف روایات میں موافقت قابل غور ہے۔

پہلے بھی صدیق اکبرؓ نے امامت کی......رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض وفات سے پہلے بھی حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد قباء تشریف لے گئے۔ وہاں قبیلہ بنی عمرو ابن عوف کے دو گروہوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا۔ آپ ﷺ ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ چلتے وقت آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔

"اگر میری واپسی سے پہلے عصر کی نماز کا وقت ہو جائے تو ابو بکرؓ کو حکم پہنچانا کہ وہ نماز پڑھائیں"

حضور ﷺ کی آمد، ابو بکرؓ کا تذبذب.....چنانچہ جب عصر کا وقت آگیا تو حضرت بلالؓ نے اذان دی پھر تکبیر کہی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھانی شروع کی۔ اسی دوران آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے جا کر کھڑے ہوئے۔ اس سے لوگوں میں ہلچل ہوئی جسے حضرت ابو بکرؓ نے محسوس کیا اور متوجہ ہوئے تو اپنے پیچھے آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ اس پر انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنے حال پر رہیں۔ پھر آپ ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

نماز پوری کر کے آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ابو بکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کر دیا تھا تو تم کس لئے اپنی حالت پر برقرار نہیں رہے۔"

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔

پھر ابو قحافہ کے یعنی میرے لیئے مناسب نہیں تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت کرتا ہوں۔"!

پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا:-

"اگر نماز کے دوران تمہیں کوئی بات پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہہ دیں اور عورتیں تالی بجادیں"

کیا حضور ﷺ کے ہوتے امام بننا جائز ہے؟......اس روایت سے قاضی عیاضؒ نے استدلال کیا ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا امام بنے کیونکہ نماز میں یا نماز کے علاوہ کسی معاملے میں نہ عذر کی وجہ سے نہ بغیر عذر کے آنحضرت ﷺ سے آگے بڑھنا درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی مومنین کو اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ کہ کوئی شخص آنحضرت ﷺ کا شافع اور شفاعت کرنے والا نہیں بن سکتا جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارے امام تمہارے شافع بنیں گے۔

اب اس قول کی روشنی میں اس روایت کا جواب دینا ضروری ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے پیچھے ایک رکعت پڑھی تھی وہ جواب آگے بیان ہو گا۔

آنحضرت ﷺ کی آخری نماز...... غالباً آنحضرت ﷺ کا اس مرتبہ مسجد میں تشریف لانا اس دن ہوا۔ جس روز آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے تو وہ سب بے حد خوش اور مطمئن ہوئے نماز کے بعد آپ مصلے

ﷺ پر بیٹھ گئے اور چاشت کے وقت تک لوگوں سے باتیں کرتے رہے اس کے بعد آپ ﷺ اٹھ کر حجرہ مبارکہ کے اندر تشریف لے گئے مگر لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ اچانک انہیں لوگوں کے چیخنے کی آواز آئی۔

لوگ یہ سمجھے کہ آنحضرت ﷺ پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ مسلمان ایک دم حجرہ مبارکہ کے دروازے کی طرف دوڑے۔ حضرت عباسؓ سب سے پہلے اندر گئے اور انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ باہر نکلے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سنائی۔

لوگوں نے ان سے پوچھا کہ عباس تم نے آنحضرت ﷺ کے آخری لمحات میں کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا۔

"میں نے صرف اتنا دیکھا کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے۔ جَلَالُ رَبِّيَ الرَّفِيعِ قَدْ بَلَغْتُ یعنی میں نے اپنے بلند و برتر رب کے جلال و عظمت کو جان لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔"

گویا یہ آخری کلمات تھے جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے گئے۔ پھر میں نے کتاب امتاع دیکھی جس میں یہی قول نقل کیا گیا ہے جو میں نے علامہ بیہقیؒ کے حوالے سے پیچھے پیش کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ مسلسل امامت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ پیر کی رات آگئی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کا بخار اتر گیا اور صبح کو آپ کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ فضل ابن عباس اور ایک غلام ثوبان کے سہارے صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ ان دونوں کے درمیان سہارا لئے ہوئے تھے۔ اس وقت صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے ایک رکعت نماز ادا کر لی تھی اور دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔

ابو بکرؓ کے پیچھے حضور ﷺ کی نماز...... آنحضرت ﷺ صدیق اکبرؓ کی طرف بڑھے تو لوگ صفوں میں آپ کے لئے جگہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے ان کا لباس پکڑ کر انہیں روکا اور انہیں پھر آگے کر کے ان کو مصلے پر کھڑا کر دیا۔ خود آنحضرت ﷺ بیٹھ کر نماز میں شامل ہوئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنی دوسری رکعت پوری کی۔

مزاج مبارک کو افاقہ...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کی طرف آئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے (یہ ستون کھجور کے تنوں کے تھے) مسلمان آپ کے گرد و پیش جمع ہو کر آپ کو سلام کرنے اور آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعائیں دینے لگے۔

ابو بکرؓ کی سنح کو روانگی...... کچھ دیر بعد آنحضرت ﷺ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں چلے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے کہ الحمد للہ رسول اللہ نے عافیت و صحت کے ساتھ صبح کی ہے۔ میری تمنا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنی اس بیوی کے پاس چلے گئے جو سنح (بروزن قفل) کے مقام پر تھیں (یہ مدینے کے قریب ایک بستی اور موضع تھا جہاں حضرت ابو بکرؓ کا کچھ مال و اسباب رہتا تھا اور ان کی ایک اہلیہ بھی وہیں رہتی تھیں جن کے پاس آکر صدیق اکبرؓ ٹھہرا کرتے تھے۔ ابن ہشام)

صحابہ میں اطمینان...... (چونکہ اس روز آنحضرت ﷺ صبح کو اٹھے تو آپ بہت بشاش تھے۔ بخار اتر چکا تھا اس لئے مسلمان جہاں آپ کی طبیعت کی بہتری پر بے حد خوش تھے وہیں آپ ﷺ کی طرف سے سب کو ایک گونہ اطمینان بھی ہو گیا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان اپنے گھروں کو چلے گئے) یہاں تک کہ آپ کی تمام بیویاں بھی مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں۔

اچانک مرض میں شدت...... جب آنحضرت ﷺ مسجد نبوی سے واپس حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کا بخار پھر تیز ہو گیا۔ یہ خبر سنتے ہی آپ کی تمام ازواج پھر واپس آپ ﷺ کے پاس آگئیں۔ آپ ﷺ کا وقت اخیر ہونے لگا اور بار بار آپ ﷺ بے ہوش ہو جاتے اور پھر ہوش میں آجاتے تھے۔

آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی جناب مرکوز تھیں اور آپ یہ فرما رہے تھے ۔

فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى الْإِلٰه

ترجمہ: میں اپنے رفیق اعلیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

چہرہ مبارک پر ٹھنڈے پانی کے ہاتھ...... جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ اس روایت میں قدح کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی پیالہ کے ہیں۔ ایک روایت میں قدح کے بجائے علباء کا لفظ آتا ہے جس کے معنی لکڑی یا چمڑے کے پیالے کے ہیں۔ نیز ایک روایت میں رِکوۃ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چھوٹی ڈونگی اور چھاگل کے ہیں۔

وقت آخر نبی ﷺ کی دعائیں...... غرض جب آپ کی تکلیف اور بے چینی زیادہ بڑھتی تو آپ اپنا دست مبارک پیالے میں ڈال کر بھگوتے اور اسے چہرہ انور پر پھیرتے۔ ساتھ ہی آپ یہ فرما رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ

یعنی اے اللہ موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔

حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر کرب اور بے چینی زیادہ بڑھتی اور وہ کہتیں ہائے میرے والد کی بے چینی تو آپ ﷺ ان سے فرماتے تمہارے باپ پر آج کے بعد پھر کوئی کرب اور بے چینی نہیں ہو گی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُف یہ تکلیف۔ نیز یہ فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک موت کی بڑی تکلیف ہے۔ اے اللہ! موت کی سختی میں میری مدد فرما۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ موت کی اذیت میں میری مدد فرما۔"

آپ ﷺ کی تکلیف میں حکمت خداوندی...... آنحضرت ﷺ پر وفات کے وقت موت کی جو بے چینی اور تکلیف کی شدت ظاہر ہوئی اس میں بھی حکمت خداوندی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو موت کے وقت اس طرح کی تکلیف اور کرب ہو تو آنحضرت ﷺ کی یہ تکلیف اس کے لئے تسلّی کا سبب ہو گی (یعنی جب اللہ کے رسول پر بھی موت اتنی شدّت کے ساتھ گزری تو کسی دوسرے کی تو کیا حیثیت ہے بے شک مومن کے لئے موت کی سختی ترقی درجات کا ذریعہ ہے) چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تکلیف دیکھنے کے بعد اب میں کسی پر بھی موت کی سختی کو ناگوار نہیں سمجھتی۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر موت کی سختی دیکھنے کے بعد

اب میں کسی مومن پر سختی دیکھتی ہوں تو ہمیشہ اس پر رشک کرتی ہوں۔ لہذا کسی مسلمان کی موت کی تکلیف کو اس کے گھر والے یا دوسرے لوگ دیکھ کر جو کرب اور بے چینی محسوس کرتے ہیں اس سے ان کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ یہی بات بچوں کی موت کے سلسلے میں بھی کہی جاتی ہے کہ موت کے وقت ان کی شدید تکلیف دیکھنے میں بھی یہی حکمت ہے۔

معتدل ترین مزاج...... پھر میں نے اس سلسلے میں استاذ اعظم شیخ محمد البکری کا قول دیکھا۔ ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے اس کے کئی جواب دیئے جن میں سے ایک یہ ہے جو گذشتہ سطروں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کا ایک دوسرا جواب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت اور مزاج دنیا میں سب سے زیادہ معتدل تھا لہذا آپ ﷺ کی تکلیف کا احساس بھی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تھا۔ چنانچہ اسی لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے تنہا کو جو بخار ہوتا ہے وہ تم میں کے دو آدمیوں کے برابر ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک میں حیات انسانی جس قوت سے جاری و ساری تھی وہ دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھیں کیونکہ آپ تمام موجودات یعنی مخلوقات کی بنیاد اور اصل تھے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

انبیاء پر سب سے زیادہ مصائب...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی پر درد و تکلیف کی شدت نہیں دیکھی۔ خود آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض کے دوران فرمایا کہ انبیاءؑ سے زیادہ کسی شخص پر مصائب اور ابتلاء نہیں آتے۔ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی پر جوں ہی مسلط کر دی گئی تھی یہاں تک کہ ان کا وصال اسی کی وجہ سے ہو گیا، خود آنحضرت ﷺ کے پاس ایک عباء کے سوا تن اور ستر ڈھانکنے کو بھی کوئی کپڑا نہیں تھا۔ آپ اکثر اسی چادر کو لپیٹ لیا کرتے تھے یہ بات دوسری ہے کہ انبیاءؑ ان مصائب سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم کشادگی اور آسائش سے خوش ہوتے ہو۔

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ بندے پر کوئی بھی مصیبت و بلا آتی ہے تو (اس سے اس طرح گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے کہ) جب وہ جاتی ہے تو اس شخص کو ایسا چھوڑ کر جاتی ہے کہ اس پر کسی گناہ کا بوجھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے چاہے وہ کیسی ہی ہو، اس کے ذریعہ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے ایک درخت سے پتّیاں جھڑ کر گر جاتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ مومن کو ایک کانٹا بھی چبھتا ہے اس سے زائد کا تو کیا ذکر۔ تو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرماتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

کسی کی تکلیف پر نبی ﷺ کی دعاء...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب تکلیف بڑھی تو آپ ﷺ اپنے بستر پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگے۔ جب کسی مسلمان کو تکلیف ہوتی تھی تو آپ ان کلمات کے ذریعے اس کے لئے دعاء فرمایا کرتے (اور اس پر دم کیا کرتے) تھے۔

اَذْهِبِ الْبَاس رَبَّ النَّاس، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاءُكَ شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سُقْمًا

ترجمہ: اے تمام لوگوں کے پروردگار! یہ تکلیف دور فرما دے اور شفاء عطا فرما دے کہ تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیری دی ہوئی شفاء ہی اصل شفاء ہے جس میں بیماری کا نام و نشان نہیں ہوتا۔

جب اس مرض وفات میں آنحضرت ﷺ کی تکلیف اور بے چینی زیادہ بڑھی تو میں نے آپ ﷺ کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دعاء کے یہی کلمات پڑھ کر آپ پر ہاتھ پھیرنے اور دم کرنے لگی۔ آپ ﷺ

نے اپنا دست مبارک مرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور دو مرتبہ یہ دعاء پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَاجْعَلْنِي فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى

ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں جگہ عطا فرما۔

اپنے لئے شفاء کی دعاء نہیں فرمائی...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب بھی کوئی تکلیف ہوتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور شفاء کی دعاء کیا کرتے تھے لیکن جب آپ ﷺ کو مرض وفات ہوا یعنی جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی تو اس میں آپ ﷺ نے شفاء کی دعاء نہیں مانگی۔ بلکہ آپ ﷺ یہ کلمات فرماتے تھے۔

یا نفس مالك تلوذين كل ملاذ

ترجمہ: اے نفس۔ تجھے کیا ہوا کہ تو ہر پناہ کی طرف پناہ ڈھونڈھتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس عبدالرحمٰن ابن ابو بکر آئے۔ ان کے پاس مسواک تھی جسے وہ دانتوں پر پھیر رہے تھے۔ یہ مسواک کھجور کی ٹہنی کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مسواک اراک کی ڈنٹھل تھی جو اراک درخت کی ہوتی ہے (اراک وہی درخت ہے جس کی ٹہنی کی مسواک عام طور پر رائج ہے اسکو اردو میں پیلو کا درخت کہتے ہیں یہ ٹہنی درخت میں سے لٹک کر زمین تک پہنچ جاتی ہے اور درخت کے سایہ میں رہتی ہے۔ یہ باقی ٹہنیوں سے زیادہ نرم ہو جاتی ہے۔

مسواک کی خواہش...... آنحضرت ﷺ اس مسواک کو دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کے خواہشمند ہیں۔ کیونکہ آپ کو مسواک کرنا بہت بہت زیادہ پسند تھا۔ میں نے پوچھا کیا میں آپ ﷺ کو مسواک دوں؟ آپ ﷺ نے سر مبارک سے اشاروں کیا کہ ہاں، میں نے مسواک لیکر اسے دانتوں سے کترا اور پھر اس کا سرا دانتوں سے چبلا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میں نے مسواک لے کر آپ کو دے دی مگر (چونکہ آپ کے لئے اس کا سرا چبلنا اور نرم کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے) آپ کو دشواری ہوئی۔

میں نے عرض کیا کہ کیا میں اسے چبل کر اور نرم کر کے دوں۔ آپ ﷺ نے سر مبارک سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ چنانچہ میں نے اسے نرم کر کے آپ ﷺ کو پیش کی تب آپ نے مسواک کی۔ اس وقت آپ میرے سینے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی خوش نصیبیاں...... حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال میرے گھر میں ہوا اور میرے سینے اور ہنسلیوں کے درمیان ہوا۔ (حدیث میں اس کے لئے ایک جگہ بین سحری و نحری کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں بین حاقنتی و ذاقنتی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ سحر عربی میں پھیپھڑوں کو کہتے ہیں اور نحر گردن کو کہتے ہیں۔ بہر حال مراد یہ ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آگے حضرت صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں) اور یہ کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن ایک دوسرے میں مخلوط فرمادیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرا اور آپ ﷺ کا لعاب دہن ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (کیونکہ آخری وقت حضرت عائشہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک چبا کر آنحضرت ﷺ کو پیش کی تھی جو آپ ﷺ نے دندان مبارک

پر پھیری)۔

آنحضرت ﷺ کو دوا...... ایک روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے اس مرض میں آنحضرت ﷺ کو دوا پلائی۔ یعنی ایک جانب سے آپ کے منہ میں دوا ڈالی۔ آنحضرت ﷺ پر اس وقت نیم غشی کی سی کیفیت تھی۔ آپ صحابہؓ کو اشارے سے منع بھی فرماتے رہے کہ آپ کو دوا نہ پلائیں، مگر صحابہؓ یہ سمجھے کہ یہ انکار طبعی ناگواری کی وجہ سے ہے جیسا کہ عام طور پر مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔

ناگواری اور حکم سزا...... بعد میں جب آنحضرت ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔

"کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوا مت پلاؤ۔ اب گھر میں اس وقت جتنے لوگ موجود ہیں ان میں سوائے عباس کے بقیہ سب کو میرے سامنے ہی دوا پلائی جائے، کیونکہ عباس اس بارے میں تمہارے ساتھ شریک نہیں تھے۔!"

حضرت عباسؓ کا استثناء ان لوگوں کی بات کا جواب تھا کیونکہ حدیث میں ہے کہ ان صحابہ نے آپ سے عرض کیا تھا۔

"آپ ﷺ کے چچا عباسؓ نے اس کا حکم دیا تھا۔"

مرض میں شدت...... مگر حضرت عباسؓ نے اس کی رائے نہیں دی تھی بلکہ صحابہؓ نے یہ بات آنحضرت ﷺ کے خوف سے کہی تھی۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ تکلیف ذات الجنب کی وجہ سے نہ ہو جو انسان کے پہلو کی ایک رگ میں حرکت سے ہونے لگتا ہے (ذات الجنب کا مرض دراصل پھیپھڑے میں ورم اور پانی آنے سے ہوتا ہے جسے آج کل پلورسی کہتے ہیں) آنحضرت ﷺ کو یہ تکلیف ہوئی تھی پھر اس روز بھی آپ ﷺ کو پہلو کا درد ہوا جس سے آپ بے ہوش ہو گئے یہاں تک کہ لوگوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے آپ ﷺ کے منہ میں دوا ڈال دی۔ یہ دوا ڈالنے والی حضرت اسماء بنت عمیس تھیں۔

جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا اور ہوش آیا تو آپ ﷺ نے گھر میں موجود لوگوں کے منہ میں دوا ڈالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس وقت وہاں جتنے لوگ بھی حاضر تھے ان سب کے منہ میں وہ دوا ڈالی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت میمونہؓ کے منہ میں بھی ڈلوائی حالانکہ وہ اس روز روزہ سے تھیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا مرض اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو حضرت عباس آئے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ بے ہوش تھے۔ حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج سے کہا کہ اگر اس وقت آپ لوگ آنحضرت ﷺ کو کوئی دوا دے دیتیں تو اچھا ہوتا۔ انہوں نے کہا ہم اس کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس پر خود حضرت عباسؓ نے آپ کو دوا پلا دی۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا مجھے کس نے دوا پلائی۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ ہر ایک کو یہی دوا پلائی جائے سوائے عباس کے (جن کا احترام آپ ﷺ نے استثناء فرما دیا) کیونکہ تم لوگوں نے مجھے اس حال میں دوا پلائی کہ میں روزہ تھا۔ ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ یہ عباس ہی ہیں جنہوں نے آپ کو دوا پلائی ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے عرض کیا۔

"ہم نے ایسا اس لئے کیا کہ ہمیں خیال تھا آپ کو ذات الجنب (یعنی پلورسی) کا مرض ہوا ہے!"

ذات الجنب کے مرض سے انکار...... آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

"یہ ایسی بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز اس میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں

کہ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا اکرام اس سے مانع ہے کہ وہ مجھے اس بیماری کے ذریعہ عذاب دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ۔ یہ بیماری یعنی ذات الجنب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس مرض کو مجھ پر مسلط نہیں فرمائے گا۔!"

بدترین بیماریوں سے پناہ کی دعاء...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات الجنب ان بدترین بیماریوں میں سے ہے جن سے آنحضرت ﷺ نے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُنُوْنِ وَ الْجَذَامِ وَ سَیِّئِی الْاَسْقَامِ (حدیث)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں پاگل پن سے اور کوڑھ سے اور بدترین بیماریوں سے۔

مزاج پُرسی کے لئے خواتین کی حاضری...... سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو آپ ﷺ کی ازواج آپ کے پاس جمع ہو گئیں جن میں حضرت اُمّ سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بھی تھیں۔ اسی طرح دوسرے مسلمانوں کی بیویاں بھی حاضر ہو گئیں جن میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی تھیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔

ان سب کی رائے ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کو دوا پلانی چاہئے۔ چنانچہ دوا پلادی گئی۔ جب آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چچا نے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے یہ سمجھا کہ آپ کو ذات الجنب کی بیماری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ ایسی بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مجھے ہرگز عذاب نہیں دے گا۔ اس وقت گھر میں موجود لوگوں میں سے سوائے میرے چچا عباس کے کوئی ایسا نہیں رہنا چاہئے جسے یہ دوا نہ پلائی جائے!"

چنانچہ ہر ایک کو وہ دوا پلائی گئی یہاں تک کہ حضرت میمونہؓ کو بھی پینی پڑی حالانکہ وہ روزے دار تھیں۔ ان حضرات نے جو کچھ کیا تھا یہ اس کی سزا تھی (کیونکہ آنحضرت ﷺ کو یہ دوا آپ کی مرضی کے خلاف پلائی گئی تھی)

دوران مرض صدقات...... آنحضرت ﷺ نے اپنی اس بیماری میں چالیس آدمی آزاد کئے۔ آپ ﷺ کے پاس سات یا چھ دینار تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو حکم فرمایا کہ ان دیناروں کو صدقہ کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ دینار اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا۔

"محمد اپنے رب کے پاس کیا گمان لے کر جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو اور یہ مال اس کے پاس ہو!"

حضرت عائشہؓ نے ان کو صدقہ کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ وہ یہ دینار حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ انہیں صدقہ کر دیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہ دینار ان کے پاس بھیجے اور انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے یہ دینار ہتھیلی پر رکھے تھے۔

آپ ﷺ کی بیماری سے پہلے عباسؓ کا خواب...... آپ ﷺ کی اس بیماری سے تھوڑے ہی دن پہلے حضرت عباسؓ نے خواب دیکھا تھا کہ چاند زمین سے اٹھ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ انہوں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے (اس چاند کے متعلق) فرمایا کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے۔

ملک الموت کے ساتھ جبرئیلؑ کی آمد...... ملک الموت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت

جبرئیلؑ بھی آئے تھے۔انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"اے احمد! اللہ تعالیٰ آپ کے مشتاق ہیں!"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تو حکم کے مطابق میری روح قبض کرلو۔!"

اللہ کی طرف سے مزاج پرسی......اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا۔

"اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اعزاز و اکرام کی بناء پر مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور آپ ﷺ سے پوچھا ہے جبکہ وہ اس بات کو آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہیں۔آپ ﷺ نے جواب دیا۔

"جبرئیل۔میں اپنے آپ کو مغموم اور تکلیف میں پاتا ہوں۔"

ملک الموت کی درخواست باریابی......پھر حضرت جبرئیلؑ اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن آئے اور آپ ﷺ سے یہی پوچھا۔آپ ﷺ نے ہر مرتبہ ان کو یہی جواب دیا۔تیسرے دن ان کے ساتھ موت کا فرشتہ یعنی حضرت عزرائیلؑ بھی تھے۔حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔آپ سے پہلے انہوں نے کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آپ کے بعد کبھی کسی آدمی سے اجازت مانگیں گے۔کیا آپ ان کو اجازت دیتے ہیں۔"

قبض روح کے لئے اجازت طلبی...... آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی تو وہ اندر آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور کہا۔

"اے محمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔آپ اگر مجھے حکم دیں کہ میں آپ کی روح قبض کرلوں تو میں ایسا کروں اور اگر آپ حکم فرمائیں کہ چھوڑ دوں تو میں ایسا کروں۔!"

اللہ کی طرف سے آپ کو اختیار...... آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم یہ کر سکتے ہو (کہ روح قبض کئے بغیر واپس چلے جاؤ) انہوں نے عرض کیا ہاں کیونکہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔پھر آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کی طرف دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

ایک روایت میں اس طرح تفصیل ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور اللہ کی رحمت بھیجی ہے۔نیز فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو شفاء دے دوں اور تندرست کر دوں اور اگر چاہیں تو موت دے دوں اور مغفرت کر دوں۔!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ میرے پروردگار پر ہے کہ وہ میرے ساتھ جو چاہے معاملہ فرمائے۔"

اللہ سے شوق ملاقات......ایک روایت کے مطابق حضرت جبرئیلؑ نے یہ کہا۔

"دنیا میں ہمیشگی اور پھر جنت میں داخلہ آپ کو منظور ہے یا اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور پھر جنت میں داخلہ پسند ہے۔"

جبرئیل کی وحی لے کر آخری آمد...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پروردگار سے ملاقات اور پھر جنت میں داخلہ مجھے زیادہ عزیز ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جبرئیل نے کہا۔

زمین پر یہ میرے آخری قدم ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ میرے زمین پر آنے کا یہ آخری موقعہ ہے۔ آپ کے بعد اب میں کبھی زمین پر نہیں اتروں گا۔!"

اس روایت پر اشکال...... علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس میں اور اس روایت میں کوئی معارضہ اور تضاد نہیں ہے جس کے مطابق حضرت جبرئیل دوسرے فرشتوں کے ساتھ شب قدر میں آسمانوں سے اترتے ہیں اور ہر اس شخص پر صلوٰۃ و دعاء بھیجتے ہیں جو اس وقت نوافل میں کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا ہو اور حق تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو۔ ان روایتوں میں تضاد اس لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد زمین پر اترنے سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ وحی لے کر نہیں آئیں گے۔

مگر اس کے باوجود بھی اس میں ایک اشکال باقی رہتا ہے۔ یعنی ایک حدیث ہے کہ جب عیسیٰ دجال کو قتل کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ پر وحی بھیجیں گے۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ وحی فرشتے کے نازل ہونے پر ہی ہو گی۔ اودھر وحی لے کر آنے والا فرشتہ بظاہر جبرئیلؑ ہی ہوں گے۔

بلکہ یہی بات یقینی اور قطعی ہے جس کے بارے میں کوئی تردّد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ کام ان ہی کا ہے اور وہی حق تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان سفیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سانحہ وفات...... غرض پھر رسول اللہ ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا کہ تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے پورا کرو۔ چنانچہ ملک الموت نے آنحضرت ﷺ کی روح مبارک قبض کر لی۔

جب رسول اللہ ﷺ کے مرض میں شدّت ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا۔ جب صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ کے مرض میں افاقہ اور کمی دیکھی تو وہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر چلے گئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ خداوند قدوس نے آپ کو افاقہ عطا فرما کر ہمارے ہوش و حواس بجا کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج آپ ﷺ کی طبیعت ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! آج بنت خارجہ (مراد ہے فلاں اہلیہ) کی باری ہے!"

ابو بکرؓ و علیؓ کی آمد سے پہلے وصال...... حضرت ابو بکرؓ کی یہ اہلیہ سخ میں رہتی تھیں (جو مدینہ شہر سے باہر تھا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابو بکر تم اپنی اہلیہ کے پاس ضرور ہو آؤ اس اجازت پر صدیق اکبرؓ اسی وقت اٹھے اور چلے گئے تھے۔

اسی طرح حضرت حفصہؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا اور حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس قاصد روانہ کیا۔ مگر ان تینوں میں سے ابھی کوئی بھی پہنچنے نہیں پائے تھے کہ رسول اللہ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔

تاریخ اور وقت وفات...... اس روز پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ بعض علماء نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ پیر کا دن آنحضرت ﷺ کی تاریخ وفات بارہ ربیع الاول کو ہو ہی نہیں سکتا سوائے اس کے کہ (اگر وفات پیر کے دن ہوئی تو) اس روز تاریخ تیرہ یا چودہ ربیع الاول رہی

ہو گی۔

تاریخ وفات میں اختلاف...... وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس مرتبہ کے موسم حج میں عرفہ جمعہ کے دن ہوا تھا جو ذی الحجہ کی نو تاریخ کو ہوتا ہے۔ اس کے بعد اب محرم کا مہینہ یا تو جمعہ کے دن شروع ہو سکتا ہے یا بار کے دن۔ اگر محرم بار کو شروع ہوا تو صفر کے مہینے کی پہلی تاریخ یا اتوار کو پڑ سکتی ہے یا پیر کے دن ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اسی حساب کے مطابق ربیع الاول کی بارہ تاریخ پیر کے دن نہیں ہو سکتی۔

حسابی فرق...... علامہ کلبیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ربیع الاول کی دو تاریخ کو ہوئی ہے علامہ طبریؒ کہتے ہیں کہ دو تاریخ کے متعلق یہ قول اگرچہ جمہور کے خلاف ہے مگر بعید نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس ربیع الاول سے پہلے کے تینوں مہینے انتیس انتیس دن کے ہوئے ہوں۔ مگر انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس میں حضرت انس بن مالکؓ کے قول کی روشنی میں شبہ ہے جس کو علامہ بیہقیؒ اور واقدیؒ نے بیان کیا ہے۔ ادھر علامہ خوارزمیؒ کا قول ہے کہ آپ کی وفات پہلی ربیع اولاو کو ہوئی ہے۔

صدیق اکبرؓ کو خبر اور آمد...... ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بلانے کے لئے سالم ابن عبید سخ کے مقام پر گئے تھے اور انہوں نے صدیق اکبرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر دی۔

یہ بات پچھلی روایت کے خلافت نہیں ہے (جس کے مطابق حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے مرض کی شدت دیکھ کر اپنے والد کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا تھا) کیونکہ ممکن ہے سالم بن عبید حضرت عائشہؓ کے قاصد کے بعد اور آنحضرت ﷺ کی وفات ہو جانے پر گئے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلام فرمایا وہ یہ تھا۔

"الصلاۃ۔ الصلاۃ نماز۔ نماز۔ (یعنی نماز کا اہتمام کرو)۔ اور اپنی بیبیوں اور باندیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں سے دم اکھڑنے لگا۔ یعنی کھر کھراہٹ کی آواز آنے لگی اور زبان مبارک نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ آخری الفاظ جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے وہ یہ تھے کہ جزیرہ عرب میں دو مذہب باقی نہ رہیں (یعنی بت پرستی کو یہاں سے بالکل مٹا دیا جائے)۔

آنحضرت ﷺ کی مدت مرض...... رسول اللہ ﷺ کے مرض کی مدت تیرہ رات ہوئی۔ ایک قول ہے کہ آپ چودہ رات بیمار رہے۔ اسی طرح ایک قول بارہ رات کا ہے۔ ایک قول دس رات کا ہے اور ایک قول آٹھ رات کا بھی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے حسرت ناک کلمات...... جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت فاطمہؓ کی زبان سے یہ کلمات نکلے۔

وَا اَبَتَاہُ اَجَابَ دَاعٍ دَعَاہُ. یَا اَبَتَاہُ اَلْفِرْدَوْسُ مَاْوَاہُ. یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاہُ

ترجمہ: ہائے میرے والد مکرم جنہوں نے فرشتہ موت کی پکار پر لبیک کہا۔ جنت ہی آپ کا ٹھکانہ ہے۔ ہم جبرئیل کے سامنے آپ کی خبر مرگ رکھتے ہیں۔

ازواج کی گریہ وزاری...... علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں یہ کلمات نوحہ میں شمار نہیں ہوتے بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی فضائل کا ذکر تھا۔ یہ بات اس لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نوحہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔ حضرت

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ (آنحضرت ﷺ کی وفات پر) میں نے اپنی رائے کی خامی اور کم عمری کی وجہ سے آپ کا سر مبارک اپنی گود میں سے اٹھا کر ایک تکیہ پر رکھا اور پھر اٹھ کر دوسری ازواج کے ساتھ رونے اور منہ پیٹنے لگی۔
(روایت میں التدام کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں مصیبت کے وقت رخساروں پر ہاتھ مارنا)

اسی وقت ایک کہنے والے کی آواز آئی جو نظر نہیں آرہا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خضر تھے کیونکہ حضرت علیؓ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے (یعنی کس کی آواز ہے) یہ خضرؑ ہیں مگر اس روایت کی سند میں ایک راوی متروک ہے۔

ندائے خضر...... اس کہنے والے نے کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاءً مِنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَ خَلْفاً عَنْ کُلِّ ھَالِکٍ وَ دَرَکاً مِنْ کُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰہِ فَثِقُوْا وَ اِیَّاہُ فَارْجُوْا فَاِنَّ الْمُصَابَ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

ترجمہ: سلامتی ہو تم پر اے اس گھر کے لوگو! اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تمہیں نصیب ہوں، ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی ہر مصیبت کا اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر ہے۔ اور خداوند تعالیٰ ہر ہلاک ہونے والے کا بہترین سہارا ہے۔ اور وہی ہر ضائع ہونے والی چیز کی تلافی فرمانے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے تمام امیدیں باندھو۔ حقیقی مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو صبر کی دولت کھو کر خود کو محروم اجر و ثواب بنالے۔ اور تم پر اللہ کا اجر و سلام ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند میں ضعف اور کمزوری ہے۔
آنحضرت ﷺ کو جو کفن دیا گیا وہ ایک یمنی چادر کا تھا یعنی وہ کپڑا یمن کا بنا ہوا تھا۔ مگر مجھے ایسی کوئی روایت معلوم نہیں کہ آیا آنحضرت ﷺ کے وہ کپڑے نکال دیئے گئے جو آپ نے وفات سے پہلے پہن رکھے تھے اور پھر کفن پہنایا گیا تھا۔ سوائے اس کے ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ انہوں نے اسی کو اس بات کی دلیل بنائی ہے کہ میت کے پہنے ہوئے کپڑے نکال دیئے جائیں اور اسے دوسرے کپڑے سے کفن دیا جائے۔

مسلمانوں میں اضطراب اور عالم حیرت...... رسول اللہ ﷺ کی وفات کا سانحہ ایسا تھا کہ ہر شخص حیران و ششدر رہ گیا اور ان کے دماغ سن ہو گئے۔ ہر ایک کی حالت الگ تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دماغ وقتی طور پر شل ہو گیا (اور انہوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی ہے) حضرت عثمانؓ کی زبان ہی جیسے گنگ ہو گئی (کہ وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے) حضرت علیؓ کی ٹانگیں وقتی طور پر شل ہو گئیں (اور وہ کھڑے ہونے کے قابل نہ رہے)

صدیق اکبرؓ کا صدمہ اور تحمل...... (حضرت ابو بکر صدیقؓ اس وقت مدینے سے باہر گئے ہوئے تھے) یہ وحشت ناک خبر سن کر وہ مدینے واپس آئے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے آتے ہی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور یہ لفظ کہے۔

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاک و مبارک تھے اور موت کی حالت

میں بھی پاک اور مبارک ہیں۔"

مسلمانوں کو دلاسہ دہی...... اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے نہایت حکمت کے پیرایہ میں لوگوں کو خطاب کیا جس سے صحابہؓ کے دلوں کو تسلی حاصل ہوئی اور ان کی حیرانی اور جوش غم کو سکون ہوا۔

فرط غم سے عمرؓ کی عجیب کیفیت...... حضرت عمرؓ کی حالت اتنی دگرگوں ہوئی کہ وہ مسجد نبوی ﷺ کے ایک گوشے میں کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا، نہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت تک ہوگی جب تک کہ آپ ﷺ منافقوں کے ہاتھ پیر نہیں توڑیں گے۔"

حضرت عمر فاروقؓ کی کیفیت یہ تھی کہ مسجد نبوی میں موجود لوگوں کو انہوں نے دھمکی دی کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو وہ اس کی گردن ماردیں گے یا اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔

صدمہ واضطراب میں دعوائے عمرؓ...... ایک روایت کے مطابق فاروق اعظمؓ نے لوگوں سے کہا۔

"بعض منافق یہ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ وفات پاگئے حالانکہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ آپ اسی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ گئے تھے اور پھر چالیس راتوں کے بعد واپس اپنی قوم کے پاس آگئے تھے جبکہ لوگ ان کے بارے میں بھی یہی کہنے لگے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی ہے، خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح واپس تشریف لائیں گے جیسے حضرت موسیٰ ابن عمران لوٹ آئے تھے اور پھر ان لوگوں کے ساتھ پیر کٹوائیں گے۔"

صدیق اکبرؓ کی تلقین صبر...... حضرت عمرؓ اسی طرح منافقوں کو دھمکیاں دیتے رہے وہ سخت جوش وغضب میں بھرے ہوئے تھے۔ تب اچانک حضرت ابو بکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور منبر چڑھے، انہوں نے نہایت بلیغ اور اونچے انداز میں کچھ کلمات فرمائے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا۔

"لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ،قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ،اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ،وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا،وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (پ ۴، سورۂ آل عمران ، آیۃ ۱۴۴)

ترجمہ: اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالیٰ جلد ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو)

حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سن کر کہا کیا یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ایسا لگتا ہے گویا اب سے پہلے قرآن کریم کی یہ آیت میں نے سنی ہی نہیں تھی جب سے قرآن پاک نازل ہو کر ہم میں آیا۔

اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے کہا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ صلوات و سلامہ علی رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. یعنی اس کے رسول پر درود و سلام ہو، ہم رسول اللہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر ہی تکیہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس خطبہ میں قرآن کریم کی آیات سے سب کے لئے موت کے برحق ہونے کو ثابت فرمایا اور کہا۔

آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ الآیہ پ ۲۳ سورہ زمر ع ۳۔ آیہ ۳۰

ترجمہ: آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے۔

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ، لَہُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ الآیہ پ ۲۰۔ سورۂ قصص ع ۹۔ آیہ ۸۸

ترجمہ: سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے، اسی کی حکومت ہے جس کا ظہور کامل قیامت میں ہے اور اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَ الْاِکْرَامِ۔ الآیہ پ ۲۷۔ سورۂ رحمٰن ع ۱ آیہ ۲۷۔۲۶

ترجمہ: جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

ایک جگہ ارشاد حق ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ، وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ الآیہ پ ۴۔ سورۂ آل عمران ع ۱۹۔ آیہ ۱۸۵۔

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی۔

تجہیز و تکفین کی طرف توجہ...... غرض اس کے بعد جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہو گئی تو لوگ آنحضرت ﷺ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس بارے میں یہ اختلاف ہوا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو آپ کے کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا جسم مبارک کے کپڑے اتار کر نہلایا جائے جیسا کہ عام طور پر میت کو کپڑے اتار کر غسل دیا جاتا ہے۔

ابلیس کی فتنہ گری...... اس وقت حق تعالیٰ نے لوگوں کے اوپر ایک نیند کی کیفیت طاری فرما دی اور انہوں نے مکان کے ایک حصے سے کسی پکارنے والے کی یہ آواز سنی کہ آنحضرت ﷺ کو غسل مت دو کیونکہ آپ پاک و طاہر ہیں۔ اس پر گھر والوں نے کہا کہ ٹھیک کہا، آنحضرت ﷺ کو غسل نہ دیا جائے۔

آواز خضرؑ سے رہنمائی...... مگر حضرت عباسؓ نے کہا کہ ہم ایک ایسی آواز کی بناء پر جسے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا تھی ایک سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس پر ایک بار پھر ان حضرات پر ایک نیند اور اونگھ کی کیفیت طاری ہوئی اور آواز آئی کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔ کیونکہ وہ یعنی پہلی آواز ابلیس کی تھی اور میں خضر ہوں۔

لباس کے ساتھ غسل...... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک سے قمیص نہ اتارو۔ مگر علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ اس کے بعد یہ حضرات آنحضرت ﷺ کی میت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس طرح غسل دیا کہ قمیص جسم مبارک پر ہی تھی۔ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر قمیص تھی۔ ایک کھلے منہ کی چھاگل سے یہ صحابہ آپ ﷺ پر پانی ڈال رہے تھے۔ آپ کے قمیص کے اوپر سے ہی وہ آپ ﷺ کے بدن مبارک کو مل رہے تھے یہ حضرت علیؓ، عباسؓ اور ان کے بیٹے فضلؓ اور قثمؓ تھے۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں بیٹے فضل اور قثم حضرت علیؓ کے ساتھ جسم مبارک کا رخ

ادھر اودھر کررہے تھے۔

عسل دینے اور پانی دینے والے...... ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت علیؓ آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے اور حضرت فضلؓ اس میں ان کے مددگار تھے۔ حضرت عباسؓ آپ ﷺ پر پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت فضلؓ اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ مجھے راحت یعنی موقعہ دو تم نے تو محروم ہی کر دیا۔ اور حضرت اسامہؓ اور حضرت شقران جو آپ کے غلام تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ آپ کے غلام صالح آپ پر پانی ڈال رہے تھے۔

طیب وپاکیزہ جسم مبارک...... حضرت علیؓ نے ایک کپڑا اپنے ہاتھ پر لپیٹ رکھا تھا اور وہ ہاتھ آپ ﷺ کی قمیض کے نیچے ڈال کر آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک دھو رہے تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں جامہ مبارک کے نیچے ہاتھ ڈال کر یہ ٹٹول رہا تھا کہ جسم مبارک سے کچھ نکلا تو نہیں (جیسا کہ اکثر میّت کے جسم سے فضلات نکلا کرتے ہیں) مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ حیات مبارک میں بھی طیب وپاکیزہ تھے اور حالت موت میں بھی طیب وپاکیزہ تھے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک کے جس عضو کو بھی ہاتھ لگایا تو ایسا لگا گویا میرے ساتھ تیس آدمی اور اس کو سہارا دے رہے ہیں۔ مگر اس روایت میں اور پیچھے حضرت فضلؓ والی روایت میں مطابقت کی ضرورت ہے۔

حضرت علیؓ کو غسل کی وصیت تھی...... ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت علیؓ کا غسل دینا رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے تحت تھا یعنی آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا آپ ﷺ کو کوئی اور شخص غسل نہ دے اور فرمایا تھا کہ تمہارے سوا میرے ستر کو جو شخص بھی دیکھے گا اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔ مراد یہ ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہوا تو اس کا انجام یہ ہوگا۔ لہٰذا اب یہ بات گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے۔ مگر علامہ ذہبیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

پانی دینے والے پس پردہ تھے...... چنانچہ ایک روایت کے مطابق۔ حضرت فضلؓ اور حضرت اسامہؓ پردہ کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے اور ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ اور حضرت اسامہؓ پردے کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔

غسل کے لئے حجرہ میں خیمہ...... دراصل حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے گرد حجرہ کے بیچ میں ایک اونچا خیمہ لگا دیا تھا جو یمانی کپڑے کا تھا اور حضرت علیؓ کو اس خیمہ کے اندر پہنچا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت فضلؓ اور حضرت ابوسفیانؓ ابن حرث کو بھی خیمہ کے اندر بھیج دیا تھا کیونکہ یہ دونوں بھی آنحضرت ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے۔

یہ خیمہ نصب کرنے کی روایت ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے اس قول کے لئے دلیل ہے کہ غسل کے وقت میت کو ایسی جگہ رکھنا چاہئے جو لوگوں سے خالی اور علیٰحدہ ہو اور پردے کے ذریعہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دی گئی ہو کہ وہاں سوائے غسل دینے والے اور اس کے مددگار کے اور کوئی نہ آئے۔

ابن ماجہؒ کی روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو غسل دینے کی خدمت حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ نے انجام دی اور حضرت اسامہ ابن زیدؓ پانی دے رہے تھے۔ ان روایات میں مطابقت کی ضرورت ہے۔ ایک

روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عباسؓ غسل کی جگہ موجود ہی نہیں تھے۔

اس مستعمل پانی کی برکت...... حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آنحضرت ﷺ کو غسل دے رہا تھا تو کچھ پانی آپ ﷺ کی دونوں کوکھوں کو یعنی پیٹ کے پہلوؤں میں جمع ہو کر رک گیا۔ میں نے وہ پانی اپنی زبان سے اٹھایا اور اس کو نگل لیا۔ اس کی برکت سے میری قوت حافظہ بہت بڑھ گئی۔

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے (غسل کے وقت) آنحضرت ﷺ کی آنکھ میں ایک تنکا پڑا ہوا دیکھا جسے انہوں نے اپنی زبان کے ذریعہ آنکھ سے نکالا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر میری بات چلتی تو رسول اللہ ﷺ کو آپ کی ازواج مطہرات ہی غسل دیتیں۔ یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے غسل کے وقت وہ یہ بات کہتیں تو آنحضرت ﷺ کو آپ کی ازواج ہی غسل دیتیں۔

تین مرتبہ غسل...... آپ ﷺ کو تین بار غسل دیا گیا (یعنی تین مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا گیا)۔ ایک مرتبہ خالص پانی سے نہلایا گیا۔ دوسری مرتبہ بیری کے پتّوں والے پانی سے جو خالص پانی کے غسل کے بعد ڈالا گیا کیونکہ بیری کے پانی سے بدن صاف ہو جاتا ہے۔ پھر تیسری دفعہ پانی میں کافور ملا کر پورے جسم مبارک پر ڈالا گیا۔ یہی غسل میں کافی ہے۔

تین طرح کے پانی...... علامہ ابن جوزیؒ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو پہلی مرتبہ خالص پانی سے غسل دیا گیا۔ دوسری بار بیری کے پتّوں والے پانی سے اور تیسری مرتبہ کافور والے پانی سے نہلایا گیا۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ آپ ﷺ کو لوگوں نے خالص پانی سے غسل دیا اور پھر جسم مبارک کے ان حصوں کو کافور کی خوشبو لگائی گئی جو سجدے کے مقامات ہیں۔ اسی طرح جسم اقدس کے تمام جوڑوں پر بھی کافور ملا گیا۔

چاہ غرس کے پانی سے غسل...... آپ ﷺ کو چاہ غرس کے پانی سے نہلایا گیا جو قباء کے مقام پر ایک کنواں تھا (اس کا نام غرس کا کنواں تھا) اس کنویں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاہ غرس بہترین کنواں ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے اور اس کا پانی سب سے زیادہ پاک صاف ہے۔ آپ ﷺ اسی کنویں کا پانی پیا کرتے تھے جو آپ کے لئے لایا جاتا تھا۔

اس پانی سے غسل کی وصیت...... امام ابن ماجہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے سات مشکیزوں سے غسل دیا جائے اور میرے کنویں چاہ غرس کا پانی استعمال کیا جائے۔

تین سحولی کپڑوں کا کفن...... آنحضرت ﷺ کو تین سحولی کپڑوں سے کفن دیا گیا جو سفید اور سوتی تھے۔ یہ کپڑا سحولہ کا بنا ہوا تھا جو یمن کے ایک قریہ کا نام تھا (اسی لئے وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کو سحولی کہا جاتا تھا)۔

کفن سفید کپڑوں کا تھا...... شیخین کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جو سفید رنگ کے اور یمن کے بنے ہوئے تھے۔ ان کپڑوں میں نہ قمیص تھا اور نہ عمامہ تھا۔ ایک قول ہے کہ یہ تین کپڑے ازار، چادر اور لفافہ یعنی لپیٹنے والا کپڑا تھے۔ قمیص اور عمامہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کفن میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ اس کی یہی تفسیر ہمارے امام شافعیؒ اور جمہور علماء نے کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں یہی بات درست ہے جو حدیث کے ظاہری الفاظ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

غسل کے بعد لباس اتار اگیا...... یہ جو کہا گیا ہے کہ قمیص اور عمامہ آپ کے کفن کے تین کپڑوں سے زائد تھے اپنی جگہ صحیح نہیں ہوتا کیونکہ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کفن میں قمیص اور عمامہ بھی شامل تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جس قمیص میں غسل دیا گیا اسے تین کپڑوں کا کفن دینے سے پہلے اتار دیا گیا تھا۔

کیا قمیص نہیں اتارا گیا...... ایک قول یہ بھی ہے کہ نچوڑنے کے بعد آپ کو اسی کپڑے میں کفنایا گیا مگر اس میں شبہ ہے کیونکہ اس کے باوجود اس میں سے رطوبت اور نمی نہیں جاسکتی اور وہ باقی کفن کو بھی متاثر کرتی۔

کفن کے متعلق مختلف روایات...... آنحضرت ﷺ کو اس کپڑے میں کفنانے کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اسی کپڑے میں کفنایا گیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی اور ایک نجرانی حُلّے میں۔ حُلّہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو دوسرے کپڑے کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت غریب ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور کمزور ہے اس کو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔

دھاری دار چادر جو نکال دی گئی...... ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کو ان تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ البتہ یہ اضافہ بھی ہے کہ ایک سرخ دھاری دار یمنی چادر تھی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے ایک دھاری دار چادر لائی گئی اور جسد مبارک کو اس میں لپیٹا گیا لیکن پھر اس چادر کو نکال دیا گیا۔ یعنی بعد میں اس چادر کو جسم مبارک سے اتار دیا گیا اور اس میں نہیں کفنایا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ دو کپڑے اور ایک سرخ دھاری دار چادر تھی۔ مگر یہ بات ہمارے ائمہ کے قول کے خلاف ہے کہ جسے تین کپڑوں میں کفن دیا جائے تو ضروری ہے کہ وہ لپٹنے والے ہوں کہ ان میں سے ہر ایک پورے بدن کو ڈھانپ سکے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو سات کپڑوں میں کفنایا گیا۔

عطر افشانی اور جنازہ...... کفنانے کے بعد آپ کو ایک چارپائی پر رکھا گیا۔ یہ پیر کا دن تھا۔ ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ پھر آپ ﷺ کو کفن میں رکھا گیا اور عود وغیرہ خوشبوؤں کی دھونی دی گئی اس کے بعد آپ ﷺ کو اٹھا کر ایک چارپائی پر رکھا گیا اور ڈھانپ دیا گیا۔

نماز جنازہ جماعت سے نہیں ہوئی...... کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس مشک تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اس میں کا بچا ہوا ہے جس سے آنحضرت ﷺ کے جنازہ کو خوشبو لگائی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ لوگوں نے جدا جدا پڑھی کسی نے امامت نہیں کی۔

ہر شخص کی جدا جدا نماز...... ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کفنانے کے بعد ایک چارپائی پر رکھ دیا گیا اور اس کے بعد آپ کی قبر مبارک کے کنارے چارپائی رکھ دی گئی۔ پھر لوگ اندر آکر جدا جدا آپ کی نماز جنازہ پڑھنے لگے کوئی امامت نہیں کر رہا تھا۔

انفرادی نماز اور الفاظ دعاء...... کہا جاتا ہے کہ حجرہ مبارک میں آپ ﷺ کے جنازے کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کچھ مہاجر اور انصاری صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے جن کی تعداد اتنی ہی تھی جو حجرہ میں سما سکیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے یوں سلام کیا۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر مہاجرین اور انصار نے بھی ان ہی دونوں کی طرح سلام عرض کیا پھر ان سب نے صفیں بنائیں مگر اس طرح کہ

کوئی امام نہیں بنا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پہلی صف میں آنحضرت ﷺ کے بالکل سامنے تھے۔ ان دونوں نے یہ کلمات کہے۔

"اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وہ پیغام لوگوں تک پہنچادیا جو آپ ﷺ پر اتارا گیا۔ آپ ﷺ نے امت کو وعظ و نصیحت کر دی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو عزت دی اور آپ کے کلمے کو مکمل فرمادیا۔ پس اے ہمارے معبود! ہمیں ان میں سے بنادے جنہوں نے آپ ﷺ پر نازل ہوئے کلام کی پیروی کی اور آنحضرت ﷺ کو یکجا فرمادیجئے یہاں تک کہ تو آنحضرت ﷺ کو ہم سے پہچانے اور ہمیں آنحضرت ﷺ سے پہچانے۔ آپ مومنوں کے ساتھ انتہائی رحمت و شفقت والے تھے۔ ہم تجھ پر ایمان کے بدلے کسی چیز کے طلبگار نہیں بن سکتے اور نہ اس کی قیمت لے سکتے ہیں۔"

کیا دعاء چار تکبیرات کے ساتھ نہیں ہوئی...... اس دعاء پر باقی لوگ آمین کہہ رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ اور نماز پڑھنے سے مراد دعا ہے جنازہ کی وہ معروف اور جانی پہچانی نماز نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دعاء اسی معروف نماز جنازہ کے ضمن میں ہوئی جو چار تکبیرات کے ساتھ ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ صدیق اکبرؓ آنحضرت ﷺ کے جنازہ کے پاس حجرہ کے اندر گئے تو انہوں نے چار تکبیرات کہیں۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ داخل ہوئے اور انہوں نے بھی چاروں تکبیرات کہیں۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ گئے اور انہوں نے بھی چار تکبیرات کہیں۔ پھر حضرت طلحہ ابن عبید اللہ اور حضرت زبیر ابن عوام داخل ہوئے۔ ان کے بعد پھر اور لوگ اندر جاتے رہے اور تکبیرات کہتے رہے۔

روایت میں بطور خاص ذکر دعا کیوں..... اب اس کی روشنی میں کہا جائے گا کہ روایت میں خاص طور پر دعاء ہی کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی شان کے مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ نے آپس میں پوچھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے کیسے دعاء کی جائے تو اس دعاء کا مشورہ دیا گیا۔

بغیر امام کے نماز جنازہ...... علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ بات متفقہ ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ جدا جدا پڑھی کوئی امام نہیں بنا۔ (اس بات پر بقول علامہ ابن کثیرؒ سب علماء کا اتفاق ہے)۔

صدیق اکبرؓ خلیفہ بن چکے تھے...... یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ امام اور جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت مسلمانوں کا کوئی امام نہیں تھا۔ کیونکہ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی تجہیز و تکفین کا کام شروع ہی اس وقت کیا جب کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو چکی تھی۔

صدیقؓ و فاروقؓ پر مہاجروں کا اتفاق...... وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا تو مہاجرین کی اکثریت حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر متفق ہو گئی۔ ادھر انصاریوں میں سے حضرت اسید ابن حضیر اور قبیلہ اوس کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ سب بنی عبدالاشہل میں ان مہاجروں کے ساتھ مل گئے۔

حضرت علیؓ اور ہمنوا بیت فاطمہ میں...... البتہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ الگ رہے۔ نیز جو مہاجرین ان کے ہمنوا تھے وہ بھی علیحدہ ہو گئے جیسے حضرت عباسؓ، حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ، حضرت مقدادؓ اور بنی ہاشم میں سے ایک جماعت۔ یہ سب حضرت فاطمہؓ کے گھر میں رہ گئے۔ اسی طرح انصاری مسلمانوں کی اکثریت بھی علیحدہ رہی۔ یہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ اسی طرح حضرت سعد ابن عبادہ کے مکان میں بھی اکٹھے ہوئے۔ حضرت سعد بیمار تھے مگر چادر لپیٹے ہوئے ان کے درمیان موجود تھے۔

انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں...... پہلے تقریباً سب ہی انصاری یہاں جمع ہوئے تھے جن میں حضرت اسید بن حفیرؓ بھی تھے مگر پھر حضرت اسیدؓ ان سے کٹ گئے اور ان کے ساتھ قبیلہ اوس کے وہ لوگ بھی علیٰحدہ ہوگئے جو حضرت اسیدؓ کے ہمنوا تھے۔ لہذا یہ بات اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے جس کے مطابق حضرت اسیدؓ اور ان کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آگئے تھے۔

اسی طرح یہ بات اس قول کے بھی خلاف نہیں جو بعض روایات میں حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ انصاری مسلمان سارے کے سارے ہم سے کٹ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوگئے تھے اور مہاجر مسلمان سوائے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور ان کے کچھ ہمنواؤں کے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آگئے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بیت فاطمہ میں جمع ہوئے تھے۔

غرض اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔

"آیئے ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلئے۔!"

سقیفہ ساعدہ میں اجتماع کی خبر...... اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان حضرات کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔

"انصاریوں کا گروہ سعد ابن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہے۔ اب اگر آپ کو لوگوں کی ضرورت ہے تو ان کے پاس فوراً پہنچئے تاکہ وہ کوئی فیصلہ نہ کرلیں۔"

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں تھے کہ اچانک ہم نے دیوار کے پیچھے کسی شخص کو یہ پکارتے سنا کہ اے ابن خطابؓ باہر ہمارے پاس آؤ۔ میں نے کہا مجھ سے الگ ہی رہو، میں مشغول ہوں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے معاملے میں مصروف ہوں۔ اس پر اس نے کہا۔

"ایک معاملہ پیش آگیا ہے کہ انصاری مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں اس لئے ان کے پاس فوراً پہنچئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نئی صورت حال پیدا ہوجائے اور اس کے لئے جنگ تک نوبت آجائے۔"

ابو بکرؓ و عمرؓ سقیفہ کی طرف...... حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم اسی وقت ان لوگوں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہمیں دو نیک اور صالح آدمی ملے جو عویمر ابن ساعدہ اور معدہ ابن عدی تھے۔ یہ دونوں قبیلہ اوس سے تھے۔ انہوں نے ہم سے پوچھا آپ لوگ کہاں جارہے ہیں۔۔ میں نے کہا اپنے بھائی انصاریوں کے پاس۔ انہوں نے کہا۔

"آپ کو ہرگز ان کے پاس نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ اے گروہ مہاجرین۔ اپنا معاملہ خود آپس میں طے کیجئے۔!"

سعد انصاری کے گرد مجمع...... میں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ اس کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ وہاں جمع ہیں اور ان کے بیچ میں ایک شخص چادر لپیٹے ہوئے موجود ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا سعد ابن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا انہیں کیا ہوا تو کسی نے کہا کہ ان کو تکلیف ہے۔

انصار کا دعوائے خلافت...... جب ہم بیٹھ گئے تو ان کا خطیب کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد بولا۔

"امّا بعد! حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ کے انصار و مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں۔ اور تم اے گروہ مہاجرین

ہماری ایک چھوٹی سی ٹکڑی ہو جو ہمارے پاس آکر پناہ گزین ہوئی۔ مگر تم میں سے کچھ لوگ ہمارے اوپر چھاگئے۔ اور اب ہم پر برتری حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں ہمارے گھر والوں کے سامنے حقیر کر دو۔ اب تم ہمیں بالکل الگ کر کے خلافت کے ذریعہ ہم پر طاقت حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

جب وہ خاموش ہوا تو میں نے جواب دینا چاہا۔ میں نے ان کو جھٹلانے کے لئے بہت اچھا جواب سوچ لیا تھا جو میں ابو بکرؓ کے سامنے ان کو دینا چاہتا تھا مگر ابو بکرؓ نے مجھے روکتے ہوئے کہا عمر! ٹھہر جاؤ۔ میں ابو بکرؓ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کی اس بات پر غصہ آیا مگر میں خاموش ہو گیا۔

صدیق اکبرؓ کی جوابی تقریر...... حضرت ابو بکرؓ مجھ سے زیادہ معاملہ کو سمجھتے تھے۔ خدا کی قسم میں نے پہلے سے جو جوابات سوچے تھے انہوں نے برجستہ اور وہ سب باتیں زیادہ بہتر انداز میں کہیں اور میرے سوچے ہوئے جوابات میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ انہوں نے کہا۔

"امّا بعد! تم نے اپنی جو خوبیاں اور بھلائیاں ذکر کی ہیں تم حقیقت میں ان کے اہل ہو، مگر جہاں تک خلافت کا معاملہ ہے تو عرب کے لوگ اس کو سوائے قریش کے کسی دوسرے قبیلے کے لئے قبول نہیں کریں گے۔ قریش کے لوگ اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے اور اپنے وطن کے اعتبار سے جو مکہ ہے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ ہم نسب میں تمام عربوں سے جڑے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح قریش سے رشتہ و قرابت نہ رکھتا ہو۔ ہم مہاجرین وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ہم ہی لوگ آنحضرت ﷺ کی برادری اور خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ کے رشتہ داروں اور قرابتداروں میں سے ہیں۔ ہم ہی لوگ وہ ہیں جن میں نبوت آئی اور ہم ہی خلافت کے حقدار ہیں۔!"

انصار کی مدح میں آیات واحادیث کا ذکر...... حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اس تقریر میں وہ سب قرآنی آیات بھی تلاوت کیں جو نازل ہوئیں۔ اور وہ احادیث بھی بیان کیں جو آنحضرت ﷺ نے انصاریوں کی شان میں ارشاد فرمائیں۔

نبی ﷺ کی انصار سے محبت...... مثلاً آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اگر تمام لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصاری دوسری وادی میں چلیں تو میں انصاریوں کے ساتھ ان کی وادی میں چلوں گا۔

صدیقی جواب پر امیر انصار قائل...... پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد ایک مرتبہ جبکہ تم بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قریش ہی خلافت کے والی اور حقدار ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا تم نے سچ کہا۔ تب صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ پھر ہم امیر ہیں اور تم لوگ وزیر ہو۔

امارت مہاجرین پر قرآن سے استدلال...... ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے انصاریوں سے فرمایا کہ تم لوگ وہ ہو جو ایمان لائے اور ہم وہ ہیں جن کو صادقین کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ہمارا ساتھ دو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ لآیہ پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۴ آیت ۱۹

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور عمل میں سچوں کے ساتھ رہو۔

اور یہاں صادقین سے مراد مہاجرین ہیں کیونکہ ایک جگہ فرمان خداوندی ہے کہ۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔الآیہ پ ۲۸۔ سورۂ حشر ع ا۔ آیت ۸۔

ترجمہ: اور ان حاجت مند مہاجرین کا بالخصوص حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جبراً و ظلماً جدا کر دیئے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی جنت اور رضامندی کے طلب ہیں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔

عمر و ابو عبیدہؓ میں سے انتخاب کی پیش کش...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انصاریوں کے سامنے اس حدیث کو بھی دلیل اور حجت بنایا کہ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ یعنی امام اور امیر قریش میں سے ہوں گے۔ یہ صحیح حدیث ہے جسے تقریباً چالیس صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

"اور تم اے گروہ انصار! ہمارے قرآنی بھائی ہو اور دین کے شریک ہو۔ تم لوگ اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ اللہ کے فیصلے پر رضامند ہو۔ میں ان دو آدمیوں میں سے ایک کو تمہارے لئے موزوں سمجھتا ہوں۔ اب ان میں سے جس کو بھی چاہو تم پسند کر سکتے ہو۔"

دونوں کا انکار...... پھر حضرت عمرؓ کہتے ہیں انہوں نے میرا اور ابو عبیدہ ابن جراح کا ہاتھ پکڑ کر پیش کیا۔ اس کے سوا انہوں نے جو کچھ فرمایا مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں تھا مگر ان کی تقریر کا یہ جز ایسا تھا کہ خدا کی قسم اگر کسی ایسے معاملے میں جس میں میں قصوروار نہ ہوں میری گردن بھی مار دی جائے تو یہ بات میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ مجھے ان لوگوں پر امیر بنا دیا جائے جن میں ابو بکرؓ بھی موجود ہوں۔

صدیق اکبرؓ پر اتفاق اور اصرار...... اس پر حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ دونوں نے کہا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں اے ابو بکرؓ کہ کوئی آپ پر پیش قدمی کرے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب میں بہتر ہیں اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب رہے ہیں۔

ابو عبیدہؓ کا عمرؓ کو جواب...... یہ بات حضرت عمرؓ نے اس وقت کی جبکہ پہلے وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آکر ان سے بات کر چکے تھے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق اس امت کے امین ہیں۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔

"میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے اب تک کبھی آپ کی رائے کو کمزور نہیں پایا تھا۔ کیا آپ لوگوں کے درمیان ابو بکرؓ موجود نہیں ہیں جو صدیق بھی ہیں اور ثانی اثنین یعنی نبی کریمؐ کے ثانی اور یار غار بھی ہیں (جو آپ یہ پیش کش لے کر میرے پاس آئے ہیں)1۔"

خدایا یہ تیرے پُراسرار بندے...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت حضرت عمرؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا آپ مجھ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے پھر اپنی بات دہرائی تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ میری قوت آپ ﷺ کی فضیلت کے بغیر کہاں ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے اس قول پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ بات کیسے کہی جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ خود ہی خلافت کے زیادہ اہل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت عمرؓ سے آگے کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ حضرت عمرؓ ان سے افضل اور برتر ہیں۔

اپنے نام کے لئے صدیق اکبرؓ کی حیا...... اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کو اس بات کے کہنے سے حیا آئی کہ میں نے اپنے آپ کو تم لوگوں کا امیر بنانا پسند کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ دونوں میں سے کوئی بھی خود امیر اور خلیفہ بننا قبول نہیں کرے گا۔ ساتھ ہی یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے میں ایک مفضول یعنی کمتر کا افضل یعنی برتر پر امیر بننا جائز تھا اہلسنت کے نزدیک بھی یہ بات حق ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مفضول یعنی کمتر اس بات کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے کہ دین کی مصلحتوں کو قائم کر سکے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تدبیر وسیاست اور رعایا کے حال واحوال وانتظام میں زیادہ ماہر ہو۔

حبابؓ کی مداخلت...... غرض حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات کہی تو انصاریوں میں سے ایک شخص نے۔ جو حضرت حباب ابن منذر تھے۔ کہا۔

"میں اس معاملے میں زیادہ تجربہ کار ہوں اور ایک رائے رکھتا ہوں!"

دو امیروں کا مشورہ...... عربی میں حضرت حباب کا یہ جملہ یوں ہے۔ اَنَا جُذَیْلُھَا الْمُحَکَّکُ وَ عُذَیْقُھَا الْمُرَجَّبُ۔ یہ جُذَیل۔ جُذل کی تصغیر ہے اور اس لکڑی کو کہتے ہیں جو خارش زدہ اونٹ کے لئے کھڑی کی جاتی ہے تاکہ وہ اس سے بدن رگڑ کر خارش کو تسکین دے سکے۔ اور محکک اس کو کہتے ہیں جس سے خوب رگڑا جائے۔ عُذَیق، عَذق کی تصغیر ہے جو کھجور کے تنے کو کہتے ہیں۔ مرجب سہارے اور ٹیک کو کہتے ہیں یعنی ایسی دو شاخی لکڑی جسے کھجور کے تنے کو سہارا اور ٹیک دینے کے لئے کھڑا کیا جائے تاکہ وہ تنا یا درخت گرنے نہ پائے۔ یہی الفاظ عربی میں محاورہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جن کا مطلب ہے کہ میں رائے اور تدبیر والا آدمی ہوں۔ غرض حضرت حبابؓ نے کہا۔

"میری رائے سے ایسے مشکل اوقات میں فائدہ پہنچے گا۔ خاص طور پر اس حادثہ کے موقعہ پر۔ اور وہ یہ کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور اے گروہ قریش ایک امیر تم میں سے ہو۔"

اس مشورے پر انصار کی تائید...... یہ سنتے ہی انصاریوں میں کے بہت سے مقرروں نے اس رائے کی تائید کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب کہیں جاتے ہوئے تم میں یعنی مہاجروں میں سے کسی کو اپنا قائم مقام بناتے تو اس کے ساتھ ایک آدمی ہم میں سے بھی متعین فرماتے تھے۔ لہذا ہماری رائے ہے کہ خلافت کے معاملے میں دو آدمی متعین کئے جائیں جن میں سے ایک تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے ہو۔

ایک انصاری کا مہاجرین کے حق میں مشورہ...... اس پر حضرت زید ابن ثابتؓ کھڑے ہوئے اور انصاریوں سے کہنے لگے۔

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور ہم آپ ﷺ کے انصار و مددگار تھے۔ لہذا اب ہمیں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کے انصار و مددگار بننا چاہئے جس طرح ہم خود آپ کے انصار رہے ہیں۔

حباب کا غصہ...... اس کے بعد انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اور کہا کہ یہ اب تمہارے بڑے ہیں۔ حضرت حباب ابن منذر نے انصاریوں سے کہا۔

"اے گروہ انصار! اس شخص کی بات مت سنو کہ خلافت کے معاملے میں قریش تمہارا حصہ چھین لیں۔ اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو انہیں اپنے گھر سے نکال کر جلاوطن کر دو۔ کیونکہ اس معاملے میں تم ان

سے زیادہ حقدار ہو، خدا کی قسم اگر تم چاہو تو ہم زبردستی بھی اپنی خلافت قائم کر سکتے ہیں!"

ابو نعمان انصاریؓ کا مخلصانہ مشورہ...... یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تب تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرے گا۔ حباب نے کہا بلکہ میرا خیال ہے تم ہی ہلاک ہو گے۔ اسی وقت حضرت بشیر ابن سعد ابو نعمان ابن بشیر کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔

"اے گروہ انصار! ہم وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے اس دین کی طرف بڑھے اور مشرکین کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ اس سے ہمارا مقصد سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے اور کچھ نہیں تھا۔ اب ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم اس معاملے کو لوگوں کے لئے پریشانی کا سبب بنادیں۔ نہ ہی ہمیں دنیا کی عزت درکار ہے۔ قریش ہی اس خلافت کے لئے زیادہ موزوں ہیں اس لئے ان سے جھگڑا نہ کیجئے۔"

ابو نعمان کی حق گوئی...... حضرت حبابؓ نے جواب دیا کہ تم اپنے چچا کے بیٹے سعد ابن عبادہ سے رشک و حسد کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ دوسروں کے ایسے حق کے معاملے میں جھگڑا کروں جو حق انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

عمرؓ کی طرف سے فضیلت ابو بکرؓ کا ثبوت...... ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"اے گروہ انصار! کیا تم جانتے نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ہی یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ اب تم میں سے کون اس بات پر خوش ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ابو بکرؓ سے برتر سمجھے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ کون ہے جو ابو بکرؓ کو ہٹا کر اس جگہ خود کھڑا ہو جائے جہاں انہیں آنحضرت ﷺ نے کھڑا کیا تھا۔"

انصار کا اعتراف اور رضا مندی...... اس پر انصاریوں نے عرض کیا۔

"نعوذ باللہ کہ ہم خود کو ابو بکرؓ سے مقدم سمجھیں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں ہم ہرگز اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے۔"

ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت خاص...... یہاں غالباً مراد یہ ہے کہ یہ بات انصاریوں کے سردار نے کہی۔ اب یہ بات حضرت عمرؓ کی اس روایت کے خلاف نہیں رہتی جس میں ہے کہ جب بحث مباحثہ زیادہ بڑھ گیا اور آوازیں بلند ہونے لگیں یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا ڈر ہونے لگا تو میں نے (دو امیروں کی تجویز پر کہا کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ افسوس دو شمشیریں ایک میان میں نہیں سما سکتیں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ ابو بکرؓ اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ اسی طرح انصاریوں میں سے حضرت زید ابن ثابتؓ، حضرت اسید ابن حضیرؓ اور حضرت بشیر ابن سعدؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ سے ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہاتھ آگے کیا تو میں نے ان سے بیعت کی، پھر مہاجروں نے بیعت کی اور پھر انصاریوں نے بیعت کی۔ یہاں تک کہ خود حضرت سعد ابن عبادہؓ نے بھی بیعت کرلی۔ اگرچہ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی کیونکہ حضرت سعدؓ اس کے بعد وہاں سے ملک شام چلے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

سعد ابن عبادہؓ بیعت سے بے تعلق...... حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس سلسلے میں ان کے لئے عذر موجود ہے کیونکہ وہ اپنی رائے کے مطابق یہی سمجھتے تھے کہ خلافت کے معاملے میں انصاریوں کا حق ہے۔ لہٰذا اس رائے کی

بنیاد پر وہ معذور کیے جائیں گے چاہے اس بارے میں ان کا خیال اور رائے حق اور درست نہ رہی ہو۔ یہاں تک علامہ ابن حجرؒ کا حوالہ ہے۔

بیعت کے لئے انصار کا جوش و خروش...... یہ تفصیل اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر (حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے) ہم لوگ ٹوٹ پڑے اور حضرت سعد ابن عبادہؓ اس بھیڑ میں آگئے تو کسی نے چیخ کر کہا تم نے سعد ابن عبادہ کو مار ڈالا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ سعد ابن عبادہ کو ہلاک کرے، اس نے فتنہ اٹھایا ہے۔

البتہ یہ تفصیل اس روایت کے خلاف ہے جس کو علامہ ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ سعد ابن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ وہ اپنے اللہ سے جا ملے۔ مگر بعض حضرات کہتے ہیں، یہ بات ایک روایت سے کمزور ہو جاتی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا اے سعد! تمہیں معلوم ہے ایک مرتبہ جب کہ تم بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خلافت کے حقدار قریش ہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا، آپ نے سچ کہا، ہم وزراء ہیں اور تم امراء ہو۔ اس روایت سے وہ بات قابل غور ہو جاتی ہے جو حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے گزری ہے۔

حضرت عمرؓ کا سعدؓ پر غصہ...... علامہ سبط ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سعدؓ کو خلیفہ بنانے سے انکار کر دیا۔ پھر اس بھیڑ میں قریب تھا کہ حضرت سعدؓ کچل جائیں کہ ان کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ پکارے سعد سے بچ کے چلو تم لوگ انہیں کچل نہ دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا سعدؓ کو قتل کر دو۔ اللہ اسے ہلاک کرے۔ پھر فاروق اعظمؓ حضرت سعدؓ کے سر پر پہنچ گئے اور کہنے لگے میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ تجھے کچل ڈالوں یہاں تک کہ تیری آنکھیں نکل پڑیں۔

سعدؓ کے بیٹے کی غضبناکی...... یہ سن کر قیس ابن سعد نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا خدا کی قسم اگر تم نے ان کا بال بھی بیکا کیا تو یہاں سے صحیح سلامت نہیں لوٹو گے۔ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا دھیمے رہو عمر۔ ٹھنڈے رہو، ٹھنڈے رہو۔ یہ جگہ اس کے لئے مناسب نہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ میں اٹھنے کی طاقت ہوتی تو تجھے ایسے لوگوں میں پہنچا دیتا جن کے درمیان تو سردار کے بجائے غلام ہوتا۔

خلیفہ کی طرف سے سعدؓ کا بلاوا...... اس کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے علاقے میں واپس آگئے تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور کہلایا کہ بیعت کر لو کیونکہ سب لوگ بیعت کر چکے ہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ نے کہا۔

سعدؓ کا آخری جواب...... "خدا کی قسم ہر گز نہیں یہاں تک کہ میں تم پر اپنے ترکش کا آخری تیر بھی چلا دوں اور تمہارے خون سے اپنے نیزے کی نوک رنگ دوں اور جب تک میرے ہاتھوں میں دم ہے۔ تم پر تلوار چلاتا رہوں۔ خدا کی قسم اگر تمام جنات اور تمام انسان بھی تمہارے ساتھ ہو جائیں تو بھی میں تم سے بیعت نہیں کروں گا۔"

سعدؓ کے متعلق چشم پوشی...... جب قاصد نے آکر ان کا یہ جواب سنایا تو حضرت عمرؓ نے کہا ہم اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک وہ بیعت نہ کر لے۔ اس پر حضرت سعدؓ کے بیٹے قیس ابن سعد نے کہا نہیں ان کو چھوڑ دیجئے۔ وہ بھی ضد پر آگئے ہیں۔ ان کا خیال ہی ذہن سے نکال دیجئے۔ چنانچہ پھر ان کو ان کے حال پر

چھوڑ دیا گیا۔

سعدؓ کی مہاجرین سے لاتعلقی...... اس کے بعد حضرت سعدؓ نہ ان حضرات کے پاس آتے اور نہ مسجد نبوی میں آکر ان کے ساتھ نماز پڑھتے۔ اگر ان میں سے کبھی کوئی مل جاتا تو وہ اس کو سلام بھی نہیں کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ ان حضرات سے اسی طرح دور رہتے۔ یہاں تک کہ (حج کے دوران) عرفات میں بھی ان سے بالکل الگ تھلگ ٹھہرتے۔

خلافت فاروقی میں عمرؓ کی سعدؓ سے ملاقات...... پھر (حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد) جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو ایک دن ان کو مدینے کی ایک سڑک پر حضرت سعدؓ مل گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر کہا اور سناؤ اے سعد! حضرت سعدؓ نے کہا تم ہی سناؤ عمر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ بات تم نے ہی کہی تھی۔ حضرت سعدؓ نے کہا ہاں وہ بات کہنے والا میں ہی ہوں۔ اب خدا نے یہ خلافت تمہارے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ خدا کی قسم تمہارا ساتھی ہمارے لئے زیادہ بہتر تھا اور ان کا پڑوس اور جوار ہمیں زیادہ عزیز تھا۔ اب تو میں تمہارے جوار اور ہمسائیگی کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔

سعدؓ کا ترک وطن...... حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص اپنے پڑوس کی ہمسائیگی سے بھی بیزار ہو اسے وہاں سے نکل جانا چاہئے۔ حضرت سعدؓ نے کہا میں اسی لئے ہمسائیگی چھوڑ کر ایسے جوار میں جا رہا ہوں جو تم سے بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ وہاں سے نکل کر ملک شام کو چلے گئے اور وہیں رہے، یہاں تک کہ ۲۵ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔ علامہ طبریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بادل ناخواستہ بیعت کر لی تھی مگر یہ صرف وہم ہے۔ یہاں تک علامہ سبط ابن جوزیؒ کا حوالہ ہے۔

بیعت میں جلدی کا سبب...... حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے ابو بکر کے ہاتھ پر اس خوف سے بیعت کی کہ کہیں قوم میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور (دیر کرنے کی صورت میں) ہماری بیعت کے بعد لوگ کوئی دوسری بیعت نہ کر لیں۔ پھر یہی ہوتا کہ یا تو ہمیں ان کے ساتھ ایسی بیعت میں شریک ہونا پڑتا جسے ہم خلاف مرضی سمجھتے اور یا ہم ان کے مخالف راستے پر چلتے۔ دونوں ہی صورتوں میں فساد پیدا ہوتا۔

بیعت عام اور تقریر فاروقی...... یہ واقعات آنحضرت ﷺ کی وفات کے دن پیش آئے جو پیر کا دن تھا۔ اگلے دن بیعت عام ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے اور حضرت عمرؓ نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر لوگوں سے کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں دے دیا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ کے ساتھی اور رفیق ہیں اور آپ ﷺ کے یار غار ہیں۔ لہٰذا اٹھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔"

حضرت ابو بکرؓ کا پہلا خطاب...... یہ سنتے ہی سب لوگوں نے اٹھ کر عام بیعت کی جب کہ اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں خاص بیعت ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں کو خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"لوگو! مجھے تم پر امیر بنایا گیا ہے۔ میں تم میں بہترین آدمی نہیں ہوں۔ لہٰذا اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ میری مدد کریں لیکن اگر برائی کروں تو مجھے ٹھیک کر دینا۔ سچائی اور راستی ہی امانتداری ہے اور جھوٹ

خیانت ہے۔ تم میں کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں انشاء اللہ اسے اس کا حق دلادوں اور تم میں کا طاقتور آدمی میرے لئے کمزور ہے یہاں تک کہ میں انشاء اللہ دوسرے کا حق نہ وصول کرلوں۔ جو قوم بھی اللہ کے راستے میں جہاد سے دامن بچانے لگتی ہے اسی پر اللہ تعالیٰ ذلت ورسوائی طاری فرمادیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی اور بدکاری پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ادبار اور بلائیں مسلط فرمادیتا ہے۔ میری اطاعت اور فرماں برداری اسی وقت تک کرو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں ہے۔ پس اپنی نماز کا اہتمام کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمتیں نازل فرمائے۔"

رافضیوں کا اعتراض اور اس کا جواب...... بعض رافضیوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس قول پر سخت کیچڑ اچھالی ہے کہ۔ "اگر میں کوئی برائی کروں تو مجھے ٹھیک کردینا"۔ وہ کہتے ہیں ایسے شخص کی امامت کیسے جائز ہے جو اپنی راستی کے لئے اپنی رعیت سے مدد مانگے جبکہ رعایا خود امام کی محتاج ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ ان کا دوسرا قول ہے کہ میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں۔ لیکن اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاءؑ کے سوا ہر شخص سے معصیت اور گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔

ابو بکرؓ کی بے نفسی اور روزینہ...... جب حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوچکی تو اگلے دن صبح ہی وہ کاندھے پر کپڑے کا گٹھر اٹھائے بازار کی طرف چلے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا بازار۔ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا۔ آپ امیر المومنین بن چکے ہیں اور پھر بھی یہ کام کررہے ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ پھر میں اپنے گھر والوں کا پیٹ کیسے بھروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا چلئے ابو عبیدہؓ سے آپ کے لئے روزینہ مقرر کرادیں (کیونکہ حضرت ابو عبیدہؓ مالیات اور بیت المال کے ذمہ دار تھے) یہ دونوں ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میں آپ کے لئے اتنا ہی روزینہ مقرر کرسکتا ہوں جتنا ایک عام مہاجر کو ملتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ یعنی نان ونفقہ کی صورت میں۔ اسی طرح لباس کی صورت میں چاہے وہ گرمی کے کپڑے ہوں یا سردی کے۔ ہاں جب وہ بوسیدہ ہوجائیں گے تو وہ پرانے کپڑے واپس وصول کرکے دوسرے ان کے بدلے میں دے دوں گا۔

انہوں نے روزانہ ان کے لئے آدھی بکری کا گوشت مقرر کیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس میں کچھ اضافہ کردو کیونکہ میرے بال بچے زیادہ ہیں اور میرے پاس اپنے کاروبار کو دیکھنے کے لئے بھی وقت نہیں رہا۔ چنانچہ پانچ سو درہم اور بڑھادیئے گئے۔

صدیق اکبرؓ کے دو اہم کارنامے...... حضرت ابو بکر صدیقؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی آیات کو جمع کیا اور اس کا نام صحیفہ رکھا۔ نیز انہوں نے بیت المال قائم کیا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیت المال حضرت عمرؓ نے قائم کیا تھا وہ غلطی پر ہیں۔

حضرت علیؓ وغیرہ کی شکایت...... جیسا کہ بیان ہوچکا ہے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور کچھ دوسرے لوگ جو ان کے ہمنوا تھے جیسے حضرت عباسؓ، حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ، حضرت مقدادؓ اور کچھ اور بنی ہاشم کے

لوگ بیت فاطمہ میں بیٹھ رہے اور انہوں نے بیعت میں حصہ نہیں لیا۔ یہ حضرات ایک مدت تک اسی طرح علیحدہ رہے۔ ان حضرات کو یہ شکایت تھی کہ خلافت کے معاملے پر مشورے میں ان کو شریک نہیں کیا گیا۔ یعنی سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے ان میں ان کو نہیں بلایا گیا حالانکہ خلافت کے مسئلے میں ان کا حق تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس طرف اشارہ کر دیا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت بالکل اچانک ہوئی، اس کے لئے پہلے سے کوئی منصوبہ نہیں تھا مگر اس طرح اللہ تعالیٰ نے شر سے بچا لیا یعنی ان کے ہاتھ پر بیعت کے معاملے میں مخالفت اور کوئی نہیں ہوا۔

علیؓ کے سامنے ابو بکرؓ کی وضاحت...... اسی لئے بعد میں جب حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ اور ان کے علاوہ جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی، حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تو صدیق اکبرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

"خدا کی قسم! مجھے کبھی بھی اور دن اور رات کے کسی لمحے میں خلافت و امارت کا لالچ یا تمنا نہیں رہی، نہ مجھے اس طرف کوئی التفات اور دلچسپی تھی۔ نہ ہی میں نے چپکے چپکے یا علانیہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی، مگر اس وقت میں فتنہ سے ڈر رہا تھا، اگر آپ لوگوں کو جمع کرنے کا انتظار کرتا (تو یقیناً فتنہ پیدا ہو جاتا)۔"

مجبور کن صور تحال...... ایک روایت کے مطابق ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ آپ نے کس بناء پر لوگوں کا امیر بننا قبول کر لیا جبکہ آپ نے مجھے ایک بار منع کیا تھا کہ کبھی دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بنوں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ملا۔ کیونکہ دوسری صورت میں امت محمدی میں زبردست پھوٹ پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

"اس امارت اور خلافت میں کوئی راحت و سکون نہیں ہے۔ میں نے ایک عظیم ذمہ داری اپنے گلے میں ڈال لی ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے"

علیؓ و ابو بکرؓ کے حق میں تھے...... حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے عرض کیا۔

"ہمیں اس کے سوا کوئی شکوہ نہیں تھا کہ خلافت کے سلسلے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا ورنہ خود ہماری رائے ہے کہ ابو بکرؓ ہی لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کے یار غار ہیں اور ہم ان کا شرف و مرتبہ اور ان کی برتری کو پہچانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات ہی میں ان کو حکم فرمایا کہ وہ نماز میں لوگوں کی امامت کریں۔"

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ وغیرہ کا بیعت میں دیر کرنا اس لئے ہرگز نہیں تھا کہ انہیں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض تھا (بلکہ صرف یہ شکوہ تھا کہ ان حضرات کو مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا، اور وہ ایک مجبور کن صور تحال کی وجہ سے ہوا)۔

خلافت صدیقی پر سب متفق تھے...... یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے معاملے میں تمام لوگ متفق تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت آسمان کے نیچے کوئی دوسرا شخص حضرت ابو بکرؓ سے بہتر نہیں تھا، لہذا انہوں نے صدیق اکبرؓ کو ہی اپنا امیر بنا لیا۔ لہذا پوری امت کا اس بات پر اتفاق تھا کہ خلافت کے حقدار صرف حضرت ابو بکرؓ ہی ہیں۔

کیا بیعت علیؓ وفات فاطمہؓ کے بعد ہوئی...... حضرت علیؓ کی صدیق اکبرؓ سے یہ ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کے پاس یہ کہلایا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ ان سے ملے جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔ مگر آگے یہ روایت بھی آرہی ہے کہ یہ ملاقات آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد ہوئی تھی اگرچہ متعدد روایات کی تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات اور بیعت کا واقعہ حضرت فاطمہؓ کی وفات سے پہلے کا ہے۔ ابن حبانؒ وغیرہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔

حضرت علیؓ کا اظہار شکایت...... اسی بات کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ جمعہ کے دن تشریف لائے اور فرمایا کہ مہاجرین اور انصاریوں کو میرے پاس جمع کر دیا جائے۔ جب سب آگئے تو پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلوایا۔ جب وہ آگئے تو صدیق اکبرؓ نے ان سے فرمایا کہ علی! تم کس بناء پر سب لوگوں سے علیحدہ رہے۔ حضرت علیؓ نے کہا میں اس لئے علیحدہ رہا کہ مجھے اس واقعہ پر ناگواری تھی اور میرے خیال میں آپ حضرات نے خود رائی سے یہ معاملہ طے کر لیا۔

ابو بکرؓ کی علیؓ کے لئے فیاضانہ پیش کش...... حضرت ابو بکرؓ نے ان کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ اگر اس معاملے کو کچھ دیر ٹالا جاتا تو فتنے کا ڈر تھا۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔

"لوگو! یہ علی ابن ابو طالب موجود ہیں۔ ان کے گلے میں بیعت کا طوق نہیں ہے اور یہ اپنے معاملے میں آزاد اور بااختیار ہیں۔ تم سب بھی (اگرچہ بیعت کر چکے ہو مگر) اپنی بیعت کے معاملے میں آزاد ہو۔ اگر خلافت کے معاملے میں تم لوگ میرے سوا کسی اور کو موزوں سمجھتے ہو تو میں پہلا آدمی ہوں گا جو اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔"

ازالہ شکایت اور علیؓ کی بیعت...... حضرت علیؓ نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کے دل میں جو کچھ شکوہ تھا دور ہو گیا۔ اور انہوں نے فوراً کہا۔

"ہرگز نہیں۔ ہم آپ کے سوا دوسرے کسی شخص کو بھی اس منصب کے لئے موزوں نہیں سمجھتے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت علیؓ اور ان کے تمام ہمنواؤں نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے تین دن بعد ہی صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی (کیونکہ اس روایت کے مطابق یہ واقعہ جمعہ کے دن پیش آیا)۔

مگر علامہ مسعودیؒ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت تک بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ کسی شخص نے امام زہریؒ سے پوچھا کہ کیا حضرت علیؓ نے چھ مہینے تک حضرت ابو بکرؓ سے بیعت نہیں کی تھی۔ امام زہریؒ نے جواب دیا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی اس وقت تک نہیں کی جب تک کہ حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کرلی۔ بہرحال دونوں روایتوں کو اگر درست مانا جائے تو ان میں مطابقت قابل غور ہے۔

کیا حضرت علیؓ نے دوبارہ بیعت کی...... بعض علماء نے ان میں اس طرح مطابقت پیدا کی ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی مگر پھر جب صدیق اکبرؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان غلط فہمی

پیدا ہوئی تو حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ سے منقطع اور الگ ہوگئے۔ اس مطابقت کی دلیل اس روایت سے ملتی ہے کہ صدیق اکبرؓ جب منبر پر چڑھے اور انہوں نے لوگوں پر نظر ڈالی تو حضرت زبیرؓ دکھائی نہیں دیئے۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو بلولیا، وہ آئے تو امیر المومنین نے ان سے فرمایا۔

"تم آنحضرت ﷺ کی پھوپی کے بیٹے اور آپ ﷺ کے حواری ہو، اور اس کے باوجود مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو!"

حضرت زبیرؓ کی بیعت...... حضرت زبیرؓ نے عرض کیا اب کوئی الزام نہیں اے خلیفہ رسول اللہ۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اسی وقت بیعت کرلی۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو بکرؓ نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور حضرت علیؓ نظر نہیں پڑے تو انہیں بلولیا۔ وہ آئے تو صدیق اکبرؓ نے ان سے فرمایا۔

"تم کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے ہو اور آپ ﷺ کی صاحبزادی کے شوہر ہو۔ اور اس کے باوجود مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو!"

انہوں نے بھی یہ سنتے ہی کہا کہ اے خلیفہ رسول ﷺ اب کوئی شکایت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اسی وقت کھڑے ہو کر بیعت کرلی۔ مگر بخاریؒ کی ایک روایت کی روشنی میں یہ مطابقت ممکن نہیں رہتی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ سے مصالحت کرنی چاہی۔ ان مہینوں میں انہوں نے صدیق اکبرؓ سے بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ آخر حدیث تک۔

حضرت فاطمہؓ کا مطالبۂ وراثت...... حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان جو غلط فہمی پیدا ہوئی اس کا سبب یہ بنا کہ حضرت فاطمہؓ صدیق اکبرؓ کے پاس آئیں اور اپنی وراثت مانگی جو زمین کی شکل میں تھی اور انصاریوں نے آپ ﷺ کو دی تھی، اور جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے لئے دینے والے کی طرف سے وصیت کی گئی تھی۔ یہ مالک اور وصیت کرنے والے مخیریق تھے جنہوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ وصیت کی تھی۔ یہ بنی نضیر کے محلے میں سات باغ تھے۔ علامہ سبط ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلا وقف تھا۔ بنی نضیر اور فدک کی زمینیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فئے کی صورت میں دی تھیں اور خیبر کی جائیداد میں سے آپ کو آپ کا حصہ ملا تھا۔ جو وہاں کی حویلیوں میں سے دو حویلیاں تھیں۔ ان کے نام وطیح اور سلالم تھے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ دونوں حویلیاں صلح کے ذریعہ ملی تھیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

مال غنیمت میں نبی ﷺ کا حصہ اور اس کا مصرف...... جو علاقے جنگ کے ذریعہ فتح ہوئے ان میں آنحضرت ﷺ کا حصہ پانچویں حصے کے برابر ہوتا تھا۔ یہ سب کا سب آنحضرت ﷺ کے لئے خاص ہوتا تھا چنانچہ آپ اپنی اس آمدنی میں سے اپنے گھر والوں یعنی ازواج کا سالانہ خرچہ دیتے تھے۔ پھر جو رقم بچتی اس کو آپ فی سبیل اللہ زرہ بکتر اور گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر خرچ فرماتے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ کو سال پورا ہونے سے پہلے مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو وہ آپ ادھر ادھر سے قرض لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس چند صاع گیہوں کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی۔ اس زرہ کو بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے ادائیگی کر کے واگزار کرایا تھا۔ یہ وہی زرہ تھی جس کا نام ذات الفضول تھا اور جو آنحضرت ﷺ کو سعد ابن عبادہؓ نے جنگ بدر کو جاتے ہوئے ہدیہ کی تھی۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ پہلے یہ بھی

بیان ہو چکا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلسل تین دن تک آنحضرت ﷺ یا آپ ﷺ کے گھر والوں کو پیٹ بھر کر کھانا میسر آیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی جائیداد کی نوعیت...... (تشریح)حضرت عمرو ابن حارثؓ کی ایک روایت سے آنحضرت ﷺ کی زمینوں کا جو ذکر ملتا ہے وہ کل ملا کر تین جائیدادیں تھیں۔ اول مدینہ کی جائیداد۔ یہ بنی نضیر کی زمین تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیئے کے طور پر عطا فرمائی تھی اور اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ زمین آخر تک آپ ہی کے قبضے میں رہی۔ اس کی آمدنی سے آپ اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچ نکال لیتے تھے اور باقی رقم سے ہتھیار اور گھوڑے اور زرہیں وغیرہ خریدتے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ دوسرے خیبر کی زمین تھی جو آپ ﷺ کو بطور حصے کے ملی تھی۔ تیسرے فدک کی آدھی زمین پر خیبر کی فتح کے بعد آپ کو خیبر والوں کی طرف سے صلح کے ذریعے ملی تھی۔ خیبر اور فدک کی زمینوں کی آمدنی وقتی اور ناگہانی ضرورتوں میں خرچ فرماتے تھے۔ یہ تفصیل حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کی کتاب سیرت المصطفٰے میں موجود ہے۔ ان جائیدادوں پر آنحضرت ﷺ کے قبضے اور مالکانہ اختیار کی جو حیثیت تھی اس کو حضرت مولانا ادریس صاحب نے نہایت خوبی اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو ہم کتاب سیرت المصطفٰے مطبوعہ لاہور جلد ۳ کے صفحہ ۲۶۵ سے نقل کر رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ جائیداد کے متولی نہ کہ مالک...... "یہ زمینیں رسول اللہ ﷺ کی سمجھی جاتی تھیں اور تاحین حیات آپ ﷺ کے قبضے میں رہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ، کی طرف سے آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ مگر حضور پُرنور ﷺ ان زمینوں کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل و عیال لیتے تھے اور باقی کل آمدنی اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ فرماتے تھے۔ اپنی عیش و عشرت کے لئے معاذ اللہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ فرماتے تھے۔ ظاہراً ان جائیدادوں میں آپ کا تصرف مالکانہ تھا مگر درحقیقت متولیانہ تھا۔ یہ زمینیں اللہ کی تھیں یعنی وقف تھیں اور آپ بحکم خداوندی اس کے متولی تھے۔ اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تھے۔ چونکہ خداوند ذوالجلال کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کا سالانہ نفقہ بھی دے دیا کرو اس لئے آپ ﷺ بنی نضیر کی جائیداد سے ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دے دیا کرتے تھے۔ حوالہ سیرت المصطفٰے اور تشریح ختم ہوئی۔ مرتب)۔

ابوبکرؓ کا تقسیم ترکہ سے انکار...... غرض جب حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ سے وراثت مانگی تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں ان میں سے کوئی چیز تقسیم نہیں کر سکتا اور نہ ان جائیدادوں کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا جو طریقہ اور عمل تھا اسے چھوڑوں گا بلکہ اسی طرح میں بھی عمل کروں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آنحضرت ﷺ کے کسی طریقہ یا اس کے کسی جزو کو ترک کیا تو میں راہ راست سے بھٹک جاؤں گا۔ ایک روایت کے مطابق صدیق اکبرؓ نے ان سے عرض کیا۔

نبی ﷺ کا ترک وراثت نہیں صدقہ...... "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ صرف وہ رزق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میرا پیٹ بھرا ہے۔ جب میں مر جاؤں گا تو یہ پھر مسلمانوں کی طرف لوٹ جائے گا۔ اگر آپ اس بارے میں مجھ پر اعتماد نہ کریں تو مسلمانو سے پوچھ لیجئے وہ آپ کو اس کے متعلق بتلا دیں گے۔ پھر صدیق اکبرؓ نے مزید عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ہم وراثت چھوڑ کر نہیں جاتے۔ بلکہ جو کچھ

ہم (یعنی انبیاء) چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ اس مال سے جن کی پرورش آنحضرت ﷺ فرماتے تھے میں بھی اسی طرح ان کی پرورش کا انتظام کروں گا۔ اور جن پر آنحضرت ﷺ خرچ فرماتے تھے میں بھی اسی طرح ان پر خرچ کروں گا۔"

ازواج کے مطالبہ پر بھی انکار...... روایت میں لفظ صدقہ رفع کے ساتھ ہے، یعنی جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں صدیق اکبرؓ کے پاس حضرت عائشہؓ اور آنحضرت ﷺ کی بقیہ ازواج بھی اپنا مطالبہ لے کر آئی تھیں، مگر حضرت ابو بکرؓ نے ان کو بھی انکار فرما دیا تھا۔

آیت وراثت رافضیوں کی دلیل...... رافضیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو ان کے والد مکرم کا ترکہ دینے سے منع کر کے ان کے ساتھ ظلم کیا۔ نیز یہ کہ انہوں نے اس بارے میں جو حدیث پیش کی اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی کیونکہ انہوں نے خبر واحد کو حجت بنایا جب کہ وہ خبر واحد آیت مواریث یعنی وراثت کے سلسلے میں قرآنی آیت کے بھی خلاف تھی۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ خود سنا تھا۔ اس کے مطابق فیصلہ دیا اور وہ سنتا ان کے نزدیک قطعی اور یقینی تھا لہذا وہ اپنے متن اور مفہوم کی قطعیت کی وجہ سے آیت مواریث کے برابر تھی اور اس حدیث سے ہی آیت مواریث کا حکم عام ہونے کے بجائے خاص ہو گیا (یعنی اس میں انبیاء شامل نہیں رہے)

شیعوں کے من گھڑت دلائل...... رافضیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا دعوی ہے کہ حدیث میں لفظ صدقہ منصوب ہے اور ما ترکناہ میں ما نفی کا ہے یعنی حدیث کے معنی اس کے مطابق یوں ہوں گے کہ ہم اس مال کو صدقہ کی حیثیت میں نہیں چھوڑتے۔ مگر یہ بات قطعاً لغو ہے کیونکہ حدیث کا ابتدائی حصہ خود اس دعوے کی تردید کرتا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم گروہ انبیاء کا ترکہ وراثت نہیں ہوتا۔ (اصل الفاظ حدیث یوں ہیں۔ اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لانورث۔ ایک دعوی ہے کہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ نحن معاشر الانبیاء۔ مگر یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں آئے جیسا کہ متعدد محدثین نے یہی کہا ہے۔ اب جس نے بھی اس حدیث کو لفظ نحن کے ساتھ روایت کیا ہے اس نے روایت باللفظ نہیں بلکہ بالمعنی کی ہے کیونکہ انا اور نحن کا فائدہ اور معنی ایک ہی ہیں۔

آیات قرآنی سے غلط استدلال...... ادھر یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں پڑتی۔

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ۔

ترجمہ: اور داؤدؑ کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام سلیمان ہوئے۔ یا حضرت زکریاؑ کے واقعہ میں جو یہ آیت ہے۔

فَهَبْ لِی مِن لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِی وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ پ ۱۶۔ سورۂ مریم آیت ۵

ترجمہ: سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث یعنی بیٹا دے دیجئے کہ وہ میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے اور میرے جدِ یعقوبؑ کے خاندان کا وارث بنے۔

صدیق اکبرؓ کا شرعی فیصلہ...... کیونکہ ان آیات میں وراثت سے مراد علم و حکمت کا ورثہ ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے اس پر فرمایا کہ آپ کی وراثت کسے ملے گی۔ انہوں نے عرض کیا میری بیوی اور اولاد کو۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے اپنے والد معظم کی وراثت نہ ملے۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں چلتی!"

حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی...... اس پر حضرت فاطمہؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے ناراض ہو گئیں اور پھر اپنی وفات تک ان سے قطع تعلق رکھا۔ ادھر جیسا کہ بیان ہو چکا حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے قطع تعلق کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اپنی کسی ضرورت کا ذکر نہیں کیا۔ (اور نہ اسے ان سے پوری کرانے کی طلبگار ہوئیں۔ نہ ہی انہوں نے صدیق اکبرؓ سے کبھی ملنے کی خواہش کی کیونکہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ پھر حضرت فاطمہؓ کبھی حضرت ابو بکرؓ سے ملی ہوں۔ نہ ہی وہ ان سے سلام و کلام کرتی تھیں۔

ابو بکرؓ کی معذرت پر خوشنودی...... حضرت ابن سعد سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ کے گھر گئے اور حضرت فاطمہؓ سے بات کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ دروازہ پر ابو بکرؓ ہیں اور تم سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اگر تم بلانا چاہو تو اجازت دے سکتی ہو۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کیا آپ ایسے چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت ابو بکرؓ اندر آئے اور انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے معذرت کی تو وہ ان سے راضی ہو گئیں۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے ہی ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ مگر علامہ واقدیؒ کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ نے دفن کیا اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے ساتھ حضرت عباسؓ اور حضرت فضلؓ بھی تھے اور اس کے متعلق کسی کو خبر نہیں ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کا سبب...... (حضرت فاطمہؓ کا وراثت طلب کرنا چونکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف ہے) اس لئے اس کے بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیث لا نورث۔ یعنی ہماری وراثت نہیں چلتی۔ کے متعلق حضرت فاطمہ کے ذہن میں بظاہر یہ تاویل تھی کہ اس ترکہ اور اس میں وراثت سے مراد نقد مال ہے جیسے درہم اور دینار نہ کہ زمینیں اور باغ وغیرہ۔ کیونکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے ورثہ میں نہ دینار تقسیم ہو سکتے ہیں نہ درہم۔

باغ فدک کے مطالبہ پر بھی انکار...... ادھر حضرت فاطمہؓ کا باغ فدک کو وراثت میں مانگنا ان کے اس دعویٰ کی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے باغ فدک ان کو عنایت فرمایا تھا۔ اس دعوے پر حضرت ابو بکرؓ نے ان سے گواہ طلب کئے تو حضرت علیؓ اور اُمّ ایمنؓ نے اس کی گواہی دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا صرف ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے آپ اس کی حقدار بننا چاہتی ہیں۔ رافضی اس بات پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ معصوم تھیں جس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ الآیہ پ ۲۲۔ سورۂ احزاب ع ۴۔ آیت ۳۳

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے۔

رافضیوں کا اعتراض...... اس کے علاوہ یہ حدیث کہ فاطمہؓ میرے گوشت پوست کا ایک حصہ ہے لہٰذا ان کا دعویٰ ان کے معصوم ہونے کی وجہ سے سچا ہے۔ نیز اس معاملے میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور اُمّ کلثومؓ نے بھی حضرت فاطمہؓ کے حق میں گواہی دی تھی۔

معصوم صرف انبیاءؑ ہیں...... رافضیوں کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اہل بیت یعنی گھر

والوں کے ذیل میں آپ ﷺ کی تمام ازواج بھی آتی ہیں اور ان کے متعلق سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ معصوم یعنی گناہ کے سرزد ہونے سے بری، نہیں ہیں۔ لہذا بقیہ اہلبیت کے متعلق بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ اب جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کے گوشت پوست کا ایک ٹکڑا ہیں تو حقیقی نہیں مجازی چیز ہے اور مراد یہ ہے کہ میری خیر اور شفقت کا مرکز ہیں۔

جہاں تک اس دعوے کا تعلق ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور اُمّ کلثومؓ نے حضرت فاطمہ کی بات کی شہادت دی تھی تو یہ باطل روایت ہے کیونکہ کسی بھی قابل اعتماد راوی نے اس کو بیان نہیں کیا، پھر یہ کہ اصل کے لئے اس کی فرع اور جزء کی شہادت مقبول نہیں ہوا کرتی۔

کیا ابو بکرؓ نے فدک کی تحریر لکھ دی تھی...... علامہ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فدک کی جائیداد کے متعلق حضرت فاطمہؓ کے لئے تحریر لکھ دی تھی۔ اسی وقت حضرت عمرؓ تشریف لائے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ میں نے فاطمہؓ کے لئے ان کے والد مکرم ﷺ کی میراث کے سلسلے میں تحریر لکھ دی ہے۔ فاروق اعظم نے کہا کہ پھر آپ مسلمانوں کی ضروریات پر کہاں سے خرچ کریں گے جبکہ آپ کو معلوم ہے عرب آپ کے ساتھ برسر جنگ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے وہ تحریر لے کر پھاڑ دی۔

علیؓ کا ابو بکرؓ کو بلاوا...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے تقریباً چھ ماہ یعنی چند رات کم چھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کے دوسرے لوگ جمع ہوگئے اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ ساتھ ہی یہ کہلایا کہ آپ تنہا آئیں، آپ کے ساتھ دوسرا کوئی نہ ہو۔ انہیں خوف تھا کہ حضرت عمرؓ ساتھ نہ آجائیں کیونکہ ان کے مزاج کی سختی کو وہ جانتے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ گفتگو میں وہ صدیق اکبرؓ کی مدد کے لئے خود بات کریں گے جن سے یہ لوگ گھبراتے تھے۔

عمرؓ تنہا جانے کے خلاف...... جب یہ پیغام پہنچا تو حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ خدا کی قسم! آپ ہرگز وہاں تنہا نہ جائیں۔ فاروق اعظمؓ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں بنی ہاشم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کر گزریں اور اس کے ذریعہ صدیق اکبرؓ کے خیالات میں تبدیلی آجائے جس کے نتائج خراب نکلیں۔

اقرار فضیلت اور وجہ ناگواری...... حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ مجھے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ (زیادتی) کریں گے۔ خدا کی قسم! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ وہاں تنہا گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت و مرتبہ عطا فرمایا ہے ہم اس کو جانتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو جو خیر اور خوبیاں عنایت فرمائی ہیں ہمیں ان پر ہرگز کوئی حسد نہیں ہے۔ لیکن خلافت کے معاملے میں آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی یعنی اس بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا جبکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہماری جو قرابت اور عزیزداری ہے اس کی وجہ سے ہم سمجھتے تھے کہ اس مشورہ میں ہماری شرکت ضروری ہوگی۔

معذرت اور صفائی قلوب...... یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آنحضرت ﷺ کی قرابتوں کی پاسداری مجھے خود اپنی قرابتوں سے کہیں زیادہ محبوب و عزیز ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بس اب میرا وعدہ ہے کہ زوال کے بعد آکر آپ سے بیعت کروں گا۔

اعلان مفاہمت اور بیعت...... اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو حضرت علیؓ آچکے تھے۔

صدیق اکبرؓ منبر پر چڑھے اور انہوں نے حضرت علیؓ کی بلند و بالا شان کا ذکر کیا اور اس کی گواہی دی۔ ساتھ ہی انہوں نے بیعت کے وقت حضرت علیؓ کے نہ آنے کا عذر بھی بیان کیا۔ اس کے بعد اسی وقت حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس سے پہلے حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کی فضیلت اور ان کے عظیم مرتبہ و مقام کا ذکر کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ ہرگز اس لئے نہیں تھا کہ میں خلافت کے معاملے میں حضرت ابو بکرؓ کے حق اور استحقاق پر حسد کرتا تھا۔ یہ سن کر لوگ حضرت علیؓ کی طرف ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ آپ نے ٹھیک کہا اور بیعت کر کے بہت نیک کام کیا ہے۔

علیؓ کی دو مرتبہ بیعت کا ثبوت...... اس بارے میں دو روایات گزری ہیں جن میں مطابقت ضروری ہے ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے تین دن بعد بیعت کرلی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے چھ مہینے گزرنے پر جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی اس کے بعد بیعت کی۔ ان روایات میں مطابقت اس طرح ہوتی ہے کہ اولاً حضرت علیؓ نے (وفات نبوی ﷺ کے تین دن بعد) بیعت کرلی تھی مگر جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان میراث کے مسئلے پر غلط فہمی پیدا ہوئی تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے قطع تعلق کرلیا لیکن پھر (حضرت فاطمہؓ کی وفات اور صدیق اکبرؓ سے گفتگو کے بعد) حضرت علیؓ نے دوبارہ بیعت کی۔

علیؓ بیعت صدیقیؓ کے مخالف نہیں تھے...... بعض نادان لوگ اس وہم کا شکار ہوگئے کہ حضرت علیؓ کے بیعت کے لئے نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے راضی نہیں تھے۔ ایسے لوگ معاملات کے باطنی حقائق سے بے خبر ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ جو چاہا سمجھے اور لکھ گئے۔

حضرت علیؓ کی تقریر اس کی دلیل...... یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے دوبارہ جو بیعت کی تو پہلے علی الاعلان حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت بیان کی اور پھر برسر مجمع دوبارہ بیعت کی تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ شبہ نکل جائے۔ اس سے وہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت ابو سعیدؓ کی روایت سے بیان کی گئی ہے اور جس میں حضرت علیؓ اور بنی ہاشم کے دوسرے لوگوں کی بیعت کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد اور اتنی تاخیر سے کیوں بیعت کی۔ چنانچہ اسی بناء پر بعض علماء نے مسلمؒ کی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اقرار فضیلت کی ایک اور دلیل...... اس روایت کی کمزوری کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ دن بعد حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ سے کہا۔

"اے خلیفہ رسول پہلے آپ بڑھیے!"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

"میں اس شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے متعلق میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ علی مجھ میں سے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔"

فضیلت ابو بکرؓ کا مزید ثبوت...... ادھر حضرت ابو بکرؓ (کی فضیلت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان) کا لوگوں کو نماز پڑھانا اور امامت کرنا صرف آنحضرت ﷺ کی بیماری کے زمانے میں ہی نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے بھی

ہو چکا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بنی عمرو ابن عوف کے درمیان آپس میں ایک مرتبہ لڑائی اور قتال ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے ظہر کی نماز کے بعد وہاں تشریف لے گئے جاتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔

"بلال۔ اگر نماز (عصر) کا وقت ہو جائے اور میں اس وقت تک واپس نہ آسکوں تو ابو بکرؓ سے کہنا کہ وہ نماز پڑھائیں۔"

جب عصر کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی اور پھر حضرت ابو بکرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچایا اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

عدم بیعت سے خلافت متاثر نہیں ہوئی...... امام مسلم شرح نووی میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے میں جو تاخیر ہوئی اس سے صدیق اکبرؓ کی بیعت اور خلافت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا کیونکہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ بیعت و خلافت کے صحیح ہونے کے لئے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ تمام ارباب حل و عقد اور ذمہ دار حضرات بیعت کریں بلکہ ممکن حد تک جو حضرات بھی بیعت کر لیں تو وہ بیعت و خلافت کے درست ہونے کے لئے کافی ہے۔ پھر یہ کہ حضرت علیؓ کی طرف سے یہ تاخیر عذر کی وجہ سے تھی جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

بیعت میں جلدی مصلحت وقت تھی...... ادھر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور بقیہ صحابہ کا اس سلسلے میں جو عذر تھا وہ بالکل واضح ہے۔ کیونکہ انہوں نے حالات دیکھ کر یہ سمجھا کہ بیعت لینے میں جلدی کرنا اس وقت مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑی مصلحت ہے۔ اگر اس وقت (کسی انتظار کے لئے) اس میں تھوڑی سی بھی تاخیر کی جاتی تو امت میں اختلاف پیدا ہو جاتا جس سے بڑے زبردست فساد پیدا ہو جاتے، جن کی طرف حضرت ابو بکرؓ نے اشارہ کیا اور جو بیان ہو چکا ہے۔

کیا خلافت علیؓ کے لئے ارشاد نبوی ﷺ تھا...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خلیفہ بنائے جانے کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا اگر ایسا ہے تو ہمیں بتلایئے۔ ہمارے نزدیک آپ ہر طرح قابل اعتماد ہیں اور ہمیں آپ کے حافظہ اور یادداشت پر پورا بھروسہ ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "نہیں۔ خدا کی قسم! میں ان میں سے ہوں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی، لہٰذا میں وہ ہرگز نہیں بنوں گا جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر جھوٹ باندھے۔ اگر مجھے خلافت کے معاملے میں کوئی وعدہ اور عہد ملا ہوتا تو میں جنگ سے بھی گریز نہ کرتا چاہے میرے ساتھ اس چادر کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور میں بنی تمیم کے بھائی یعنی ابو بکرؓ اور عمر ابن خطابؓ کو اس طرح نہ چھوڑتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر خطبے دیتے بلکہ میں خود اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جنگ کرتا۔"

حضرت علیؓ کا تفصیلی جواب...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کی وفات کا معاملہ ہے تو آپ ﷺ کا انتقال اچانک نہیں ہو گیا تھا بلکہ آپ ﷺ کئی دن اور کئی رات تک مرض میں مبتلا رہے۔ آپ ﷺ کے پاس مؤذن آتا تو آپ ﷺ اس کو نماز کی اجازت دیتے اور حضرت ابو بکرؓ کو حکم فرماتے تو وہ نماز پڑھاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ میرا مقام بھی جانتے تھے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم نے اپنی دنیا کے لئے بھی اسی شخص یعنی صدیق

اکبرؓ کو پسند کر لیا جس کو آنحضرت ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا اور ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ وہ اس منصب کے لئے اہل اور موزوں تھے چنانچہ ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی ان کی خلافت پر اختلاف نہیں کیا۔ پھر جب ان کی وفات ہوئی تو بیعت کے ذریعہ حضرت عمرؓ اس منصب پر فائز ہوگئے اور اس پر اس طرح برقرار رہے کہ ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی ان پر اختلاف نہیں کیا۔ ان کے بعد میں نے اپنا عہد و پیمان حضرت عثمانؓ کو دیا۔ جب یہ سب گزر گئے تو مکہ و مدینہ اور کوفہ و بصرہ کے لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت وہاں سے ایک ایسا شخص خلافت کا دعویدار بن کر کھڑا ہوا جو مجھ جیسا نہیں تھا۔ نہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس کی قرابت میری قرابت و رشتے داری جیسی تھی، نہ اس کا علم میرے علم کے برابر تھا اور نہ اس کی اولیت اور حق میرے برابر تھا۔ میں اس سے یعنی امیر معاویہؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ یہی میری رائے ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اس معاملے کو ہم نے اپنی ذات سے بھی مقدم رکھا ہے۔"

اس روایت میں خود حضرت علیؓ کی طرف سے اس بات کی تصریح ہے کہ ان کی امامت و خلافت کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ اب جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے جو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو جمع کر کے ان سے تین بار پوچھا کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری اپنی ذات سے بھی اولیٰ اور مقدم نہیں ہوں اور لوگ اس کی تصدیق اور اعتراف کرتے رہے تو آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ جس کا آقا میں ہوں اس کا آقا علیؓ ہے۔ حدیث۔ تو اس حدیث پر بحث گزر چکی ہے۔ آپ کا یہ ارشاد حضرت علیؓ کی خلافت کو ثابت نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ کی وضاحت...... حضرت عمرؓ کا یہ قول پیچھے گزرا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا معاملہ بالکل اچانک پیش آیا۔ اس کے لئے پہلے سے کوئی مشورہ اور منصوبہ نہیں تھا۔ انہوں نے یہ بات ایک شخص کے جواب میں کہی تھی جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے سنا کہ وہ کہتا ہے جب عمرؓ مر جائیں گے تو میں بھی فلاں سے بیعت کر لوں گا۔ خدا کی قسم ابوبکرؓ کی بیعت بھی بغیر مشورہ کے ہوئی تھی تو یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس پر مشورہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے چنانچہ جب وہ حج کرنے کے بعد مدینے واپس آئے۔ جو ان کا آخری حج تھا۔ تو منبر پر کھڑے ہو کر انہوں نے فرمایا۔

"میں نے سنا ہے فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ عمر مر جائیں گے تو میں بھی فلاں سے بیعت کر لوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت کا معاملہ بالکل اچانک پیش آیا جس کے لئے پہلے سے کوئی مشورہ اور منصوبہ نہیں بنایا گیا تھا۔ مگر کوئی شخص یہ کہہ کر غلط فہمی میں نہ پڑے کہ ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی۔ یہ واقعہ کہ ایسا ہوا مگر کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہمیں ایک بڑے شر سے بچالیا تھا۔ اب تم میں کوئی ابوبکرؓ کی طرح نہیں ہے کہ اس کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھک جائیں۔ لہذا اگر کسی نے مسلمانوں کے مشورہ کے خلاف کسی سے بیعت کی تو اس کی بیعت کالعدم ہوگی اور جو بیعت لے گا وہ بھی غلطی کرے گا۔"

حضرت عمرؓ کی جانشینی مشورہ سے ہوئی...... (حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت تقریباً پونے دو سال رہا) وہ بیمار ہوئے اور مرض بڑھ گیا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو بلا کر ان سے فرمایا کہ مجھے عمر ابن خطابؓ کے متعلق کچھ بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے زیادہ ان کو جانتے ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے پھر پوچھا تو حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا خدا کی قسم ان کے متعلق آپ کا جو خیال ہے وہ اس سے بھی افضل اور برتر ہیں۔ اس کے

بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے بھی کہا کہ مجھے عمرؓ کے بارے میں رائے دو۔ انہوں نے کہا ان کے متعلق آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ پھر صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان سے بھی یہی بات کہی۔ تو حضرت علیؓ نے کہا۔

"ان کے بارے میں میری معلومات یہ ہیں کہ ان کی پوشیدہ زندگی ان کی ظاہری زندگی سے بھی بہتر ہے۔ ہمارے درمیان ان کے جیسا کوئی نہیں ہے۔"

عمرؓ کے متعلق عمومی رائے...... اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے انصاریوں کی ایک جماعت کو بلایا جن میں حضرت اسید ابن حضیر بھی تھے۔ ان سے بھی صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ خدا گواہ ہے میں ان کے بارے میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے راضی ہوتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی کے لئے ہی ناراض ہوتے ہیں۔ جتنی ان کی بھلائیاں ظاہر ہیں ان سے کہیں زیادہ پوشیدہ ہیں (یعنی جتنے اچھے اور اعلیٰ وہ باہر سے نظر آتے ہیں، اندر سے اس سے بھی اعلیٰ اور بہترین ہیں) خلافت کے معاملے میں ان سے زیادہ موزوں اور مضبوط کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

بعد مشورہ حضرت عمرؓ کی نامزدگی...... اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ تحریر لکھوائی۔

"بسم اللہ الرحمٰن۔ یہ ابو بکر ابن ابو قحافہ کی طرف سے فیصلہ ہے جو اس نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے آخری وقت میں کیا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہوتے ہوئے جیسا کہ اس کا ایمان ہے پہلا عمل ہے کہ فاجر بھی اس پر یقین رکھے گا اور کاذب بھی اس کی تصدیق کرے گا کہ میں نے اپنے عمر ابن خطابؓ کو تم پر اپنا نشین بنایا۔ تم ان کے کہے پر عمل کرنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ اگر وہ راستی پر رہے تو ان کے متعلق میرا یہی گمان ہے، اور یہی میری معلومات ہیں اور علم و خبر ہے اور اگر وہ بدل جائیں تو ہر شخص کو اپنے کیے کا پھل ملتا ہے۔ میں نے خیر اور بہتری چاہی ہے، میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔ سورۂ شعراء آیت ۲۲۷۔

(ترجمہ: اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے حقوق اللہ وغیرہ میں ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔) والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔"

پھر صدیق اکبرؓ نے تحریر لے کر اس پر مہر لگائی اور اسی وقت حضرت عمرؓ کو بلایا۔ پھر آپ نے انہیں مسلمانوں کے متعلق وصیت فرمائی۔ پھر صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو حضرت عمرؓ کے بارے میں بتلانے سے پہلے ان کو خطاب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے حجرہ کی کھڑکی میں بیٹھ کر لوگوں کے سامنے آئے اور ان سے کہا۔

"لوگو!۔ میں نے خلافت کے متعلق ایک فیصلہ کیا ہے۔ کیا تم اس سے راضی ہو گے۔"

حضرت علیؓ فاروق اعظمؓ کے حق میں...... لوگوں نے کہا ہم راضی ہیں اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ۔ اسی وقت حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا ہم عمرؓ کے نام کے سوا کسی اور کے حق میں راضی نہیں ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا وہ عمر ہی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی جو نماز جنازہ پڑھی گئی وہ اسی طرح کی تھی جیسی دوسروں کی پڑھی جاتی ہے یعنی چار تکبیرات کے ساتھ۔ بغیر تکبیرات کے صرف دعاء نہیں پڑھی گئی۔

نماز جنازہ میں معروف دعاء نہیں پڑھی گئی...... یہ بات اس گذشتہ روایت کے خلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ صرف دعاء پڑھنے کی صورت میں ہوئی۔ جنازہ کی عام اور معروف نماز کی شکل میں نہیں پڑھی گئی۔ اس بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں کیونکہ لوگوں نے جو دعا پڑھی، وہ نماز جنازہ کی اس معروف دعاء سے مختلف تھی جو دوسروں کی نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہے (لیکن پڑھی تکبیرات کے ساتھ ہی بغیر تکبیرات کے نہیں)۔

کیا نماز جنازہ پڑھی گئی...... قاضی عیاض شرح مسلم میں کہتے ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کسی نے بالکل نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ بلکہ لوگ باری باری حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے اور دعا کرتے اور گڑگڑاتے تھے۔

نماز جنازہ ہوئی مگر بغیر جماعت...... مگر صحیح قول جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ لوگوں نے جدا جدا آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ایک جماعت داخل ہوتی اور ہر شخص جدا جدا نماز جنازہ پڑھتا اور باہر نکل آتا۔ پھر دوسری جماعت داخل ہوتی اور اس کے لوگ بھی اسی طرح نماز جنازہ پڑھتے۔ ابن ماجشون سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بہتر بار نماز پڑھی گئی جیسا کہ حضرت حمزہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی اس خبر کی بنیاد کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ خبر اس تحریر کی بنیاد پر ہے جو حضرت مالک کی وفات کے بعد ان کے صندوق سے بر آمد ہوئی۔ اور یہ روایت حضرت نافعؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ پہلے آنحضرت ﷺ پر آزاد مردوں نے پھر آزاد عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر بچوں نے پڑھی۔ اس کے بعد غلاموں نے اور پھر باندیوں نے پڑھی۔

جائے قبر کے متعلق مختلف رائیں...... آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس بات پر اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ کسی نے کہا قبرستان بقیع میں دفن کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اپ ﷺ کے جسد مبارک کو یہاں سے لے جا کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس دفن کیا جائے۔ مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔

"آنحضرت ﷺ کو وہیں دفن کیا جائے جہاں اور جس جگہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اسی جگہ قبض فرمائی ہے جو پاک جگہ ہے۔"

صدیق اکبرؓ کی مداخلت پر فیصلہ...... ایک روایت کے مطابق صدیق اکبرؓ نے کہا کہ میرے پاس اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایک نبی کی روح اسی جگہ قبض کی جاتی ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ ہوتی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک جو جگہ سب سے زیادہ محبوب تھی وہ آپ کے پروردگار کے نزدیک بھی محبوب ترین تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کی محبت اپنے پروردگار جلّ جلالہ، کی پسندیدگی کے تابع تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر نبی کی جس جگہ وفات ہوئی ہے اس کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔

حجرۂ عائشہؓ میں قبر کی تیاری...... چنانچہ یہ طے ہو جانے کے بعد اس جگہ سے آنحضرت ﷺ کا بستر ہٹایا گیا اور آپ ﷺ کی قبر کھودی گئی۔ پھر آپ ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا گیا جس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی تھی۔

بغلی یا شق کی قبر پر بحث...... جب آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھودنے کا ارادہ کیا گیا تو اس بارے میں

رائے کا اختلاف ہوا کہ آیا قبر بغلی بنائی جائے یا شق کی بنائی جائے۔ مدینے میں دو قبر کھودنے والے تھے۔ ایک بغلی قبر بنایا کرتا تھا اور دوسرا شق کی قبر کھودتا تھا۔ بغلی قبر کھودنے والے حضرت ابو طلحہ زید ابن سہل تھے اور شق کی قبر کھودنے والے شخص حضرت ابو عبیدہ ابن جراح تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس زمانے میں حضرت ابو عبیدہؓ مکے والوں یعنی مہاجرین کے لئے قبریں کھودا کرتے تھے (مطلب یہ کہ مکے میں شق کی قبر کا رواج تھا) اور حضرت ابو طلحہؓ مدینے والوں کے لئے قبریں تیار کرتے تھے (جس کا مطلب ہے کہ مدینے والوں میں بغلی قبر کا رواج تھا) چنانچہ وہ لحد کی یعنی بغلی قبر کھودتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا مشورہ...... حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجو، ان میں سے جو بھی پہلے آجائے اسی سے (اس کے مطابق) قبر بنوالی جائے گی۔ اس کے بعد دونوں کے پاس الگ الگ آدمی بھیجا گیا۔ اسی وقت حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ اے اللہ اپنے رسول اللہ ﷺ کے لئے خیر ظاہر فرما۔ ایک قول ہے کہ یہ تجویز رکھنے والے اور آدمی بھیجنے والے حضرت عباسؓ تھے۔

بغلی قبر پر فیصلہ...... غرض اتفاق سے اس بلاوے پر پہلے حضرت ابو طلحہؓ آئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی۔ پھر بغل کو بند کرنے کے لئے نو عدد کچی اینٹیں لگائی گئیں اور اس کے بعد مٹی ڈالی گئی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قبر کھودو تو بغلی بنایا کرو کیونکہ بغلی قبر ہماری ہے اور شق کی قبر ہمارے علاوہ دوسری قوموں کی ہے۔

بغلی قبر کے لئے فرمان نبوی ﷺ...... امام مسلمؒ نے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا تھا کہ میرے لئے لحد کی یعنی بغلی قبر کھودنا اور اس کو کچی اینٹوں کی تہہ سے بند کرنا۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کی تدفین میں کیا گیا۔

تدفین کی کیفیت...... آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو سر کی طرف سے لحد میں داخل کیا گیا جیسا کہ علامہ بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔ اسی بات کی حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی چارپائی قبر کی پائینتی کی طرف رکھی گئی اس طرح کہ آپ کا سر مبارک قبر کے اس سرے کی طرف تھا جہاں قبر میں رکھے جانے کے بعد آپ ﷺ کے پاؤں ہوتے۔ پھر جب آپ ﷺ کو قبر میں اتارا گیا تو سر مبارک کو پہلے لحد میں داخل کیا گیا۔

قبر میں اترنے والے...... آپ ﷺ کی قبر مبارک میں حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، فضلؓ، قثمؓ اور شقرانؓ اترے ابن حبانؒ نے حضرت عباسؓ کی روایت سے صرف حضرت عباسؓ، علیؓ اور فضلؓ کا ہی ذکر کیا ہے۔ حضرت شقرانؓ نے لحد کے اندر آنحضرت ﷺ کے لئے ایک سرخ رنگ کا کپڑا بچھادیا۔ ایک روایت کے مطابق سفید رنگ کا تھا۔ یہ وہی چھوردار کپڑا تھا جو آپ ﷺ سفر میں جاتے ہوئے اپنے اونٹ کے پالان میں ڈالا کرتے تھے۔ قبر میں یہ اس لئے بچھایا کہ وہاں زمین میں نمی تھی۔ یہ کپڑا بچھاتے ہوئے حضرت شقرانؓ نے کہا کہ خدا کی قسم آپ کے بعد اس کو اب کوئی نہیں پہن سکے گا۔ چنانچہ وہ کپڑا بھی آپ کے ساتھ ہی دفن کردیا گیا۔ ایک قول ہے کہ آپ کی وصیت کے مطابق اس کو نکال دیا گیا تھا چنانچہ علامہ بیہقیؒ حضرت ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے پیچھے نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ کی انگیٹھی ہو۔ اور میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل مت کرنا۔ مگر جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ میری لحد میں

میری چھوردار چادر کو فرش کے طور پر بچھا دینا۔ تاہم یہ اصول ہے کہ انبیاءؑ کے جسموں کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

وقت تدفین شدّت غم...... آنحضرت ﷺ کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں ہوئی۔ حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ اس رات ہم سب ازواج ایک جگہ جمع تھیں اور رو رہی تھیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں سوئی۔ اسی دوران ہمیں مٹی کھودنے کی آواز آئی تو ہماری چیخیں نکل گئیں اور مسجد میں موجود لوگوں کی بھی چیخیں نکل گئیں۔ اس وقت اسی طرح کی آوازوں سے سارا مدینہ لرز گیا۔ فجر کے وقت جب بلالؓ نے صبح کی اذان دی اور اس پر آنحضرت ﷺ کا نام نامی زبان پر آیا تو وہ رو پڑے اور ان کی ہچکیاں نکلنے لگیں۔ اس سے ہمارا رنج و صدمہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ خدا کی پناہ یہ کتنی بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ اس کے بعد ہم پر کیسی ہی مصیبت گزر گئی مگر آنحضرت ﷺ کی وفات کی اس مصیبت اور حادثہ کو یاد کر کے وہ ہلکی اور سہل معلوم ہونے لگتی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کا شدید اضطراب...... حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا جا چکا تو انہوں نے حضرت انسؓ سے پوچھا۔

"تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کیا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ کیا تمہارے دلوں نے یہ گوارہ کر لیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو مٹی میں دفن کر دو اور لوٹ آؤ۔!"

ایک روایت کے مطابق انہوں نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"اے ابوالحسن! تم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر آئے۔"

انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔

"تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کیا کہ تم رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔ جبکہ آپ نبی رحمت یعنی رحمت عالم تھے!"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں ہے!"

ابوبکرؓ و عمرؓ کا خمیر اسی خاک سے...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اسی مٹی میں یعنی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمرؓ ایک ہی جگہ کی مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات ایک جگہ کی مٹی میں دفن ہوئے ہیں۔

اپنی قبر کے لئے صدیقی وصیت...... چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے پاس موجود لوگوں سے فرمایا۔

"جب میں مر جاؤں اور تم لوگ مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے سے فارغ ہو جاؤ تو میرا جنازہ لے جا کر اس حجرہ مبارک کے دروازے پر رکھ دینا جس میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ پھر دروازہ پر ٹھہر کر کہنا۔ السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابوبکرؓ اجازت چاہتا ہے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے۔ کیونکہ حجرۂ مبارکہ کا دروازہ بند اور مقفل رہتا تھا۔ تو میرا جنازہ اندر لے جا کر مجھے وہیں دفن کر دینا۔ اور اگر دروازہ نہ کھلے تو میرا جنازہ وہاں سے قبرستان بقیع میں لے جانا اور مجھے وہاں دفن کر دینا۔"

قبر ابوبکرؓ کے لئے اذن نبوی ﷺ...... چنانچہ جب وقت آیا تو صدیق اکبرؓ کی وصیت کے مطابق جنازہ لے جا کر لوگ وہاں ٹھہرے اور ان کے بتائے ہوئے کلمات کہے تو اچانک تالا خود بخود نیچے گرا اور دروازہ کھل گیا۔ پھر

اندر سے کسی پکارنے والے کی یہ آواز آئی۔

"حبیب کو حبیب کے پاس اندر لے آؤ کیونکہ ایک حبیب دوسرے حبیب کا مشتاق ہے!"

حضرت عائشہؓ سے قبر کے لئے عمرؓ کی اجازت طلبی...... اسی طرح اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا۔

"اے عبداللہ! اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔ امیر المومنین ہرگز مت کہنا کیونکہ آج میں امیر المومنین نہیں رہا۔ پھر کہنا کہ عمر یہ اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دونوں صاحبوں کے پاس دفن کر دیا جائے۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا لیکن اگر وہ انکار فرمادیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔"

اُمّ المومنینؓ کی اجازت...... چنانچہ حضرت عبداللہؓ روتے ہوئے اُمّ المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عمرؓ آپ سے اس کی اجازت چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے دونوں صاحبوں کے پاس دفن کر دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

"میں نے یہ جگہ خود اپنے لئے محفوظ کی تھی مگر اب میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔"

حضرت عمرؓ کا جوشِ مسرت...... جب حضرت عبداللہؓ واپس اپنے والد مکرم کے پاس پہنچے اور سامنے آئے تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا مجھے بٹھادو اس کے بعد انہوں نے عبداللہؓ سے پوچھا کیا رہا۔ انہوں نے عرض کیا اُمّ المومنینؓ نے آپ کے لئے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اللہ اکبر۔ اس آرام گاہ سے زیادہ اہم میرے نزدیک اور کچھ نہیں ہے!"

حضرت حسنؓ کی قبر کے لئے بھی اُمّ المومنینؓ کی اجازت...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ کو زہر پلایا گیا اور پھر انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا جگر کٹ رہا ہے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے میرے نانا کے پاس دفن کیئے جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ اُمّ المومنین نے اجازت دے دی۔ مگر حضرت حسنؓ کے انتقال کے بعد مروان اور بنی امیہ نے انہیں وہاں دفنائے جانے سے منع کر دیا آخر انہیں قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔

دشمنوں کی مخالفت کا اندیشہ...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنے بھائی حضرت حسینؓ سے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس کہلایا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو آپ مجھے اپنے حجرہ میں یعنی آں حضرت ﷺ کے پاس دفنائے جانے کی اجازت عنایت فرمادیں۔ انہوں نے اجازت دے دی ہے مگر میں نہیں جانتا۔ شاید انہوں نے حیاء کی وجہ سے اور شرم حضوری میں اجازت دی ہے۔ لہذا جب میں مر جاؤں تو تم دوبارہ ان سے اس بارے میں اجازت مانگنا، اگر وہ خوشی سے اجازت دیں تو مجھے ان کے حجرے میں دفن کرنا مگر میرا خیال ہے پھر بھی دوسرے لوگ ایسا کرنے میں رکاوٹ ڈالیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے بقیع غرقد میں دفنا دینا کیونکہ وہاں جو حضرات مدفون ہیں ان کا اسوہ میرے لئے کافی ہے۔

مروان کی گستاخی اور عناد...... جب حضرت حسنؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسینؓ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے وہ درخواست کی (جس کی حضرت حسنؓ نے وصیت کی تھی) انہوں نے فرمایا کہ بہت عزت کے ساتھ اجازت ہے۔ جب مروان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا۔

"وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہیں (نعوذ باللہ) خدا کی قسم حسن کو ہر گز وہاں دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو وہاں دفن کیے جانے سے منع کر دیا تھا اور حسن کو وہاں دفن کرنا چاہتے تھے"۔

حضرت حسنؓ کی بقیع میں تدفین...... جب حضرت حسینؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے زرہ بکتر پہنی اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے ادھر مروان اور اس کے ساتھیوں نے بھی ہتھیار لگا لئے۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ بات سنی تو وہ حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور اللہ کی قسم دے کر روکا اور کہا آپ کو یاد نہیں آپ کے بھائی نے کیا وصیت کی تھی۔ ابو ہریرہؓ ان پر اصرار اور زور دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسینؓ اپنے بھائی کو قبرستان بقیع میں دفن کرنے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کے برابر دفن کر دیا گیا ان کے جنازہ میں بنی امیہ میں سے سوائے سعید ابن عاص کے اور کوئی شریک نہیں ہوا کیونکہ وہ مدینہ کے امیر تھے۔ حضرت حسینؓ نے ان کو ہی آگے بڑھایا اور حضرت سعیدؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے کہا یہی سنت ہے۔

نبی ﷺ کی وفات و تدفین کا فصل...... علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں سلف اور خلف میں سے متعدد ائمہ کا قول یہی ہے کہ آں حضرت ﷺ کی وفات پیر کے دن نصف النہار سے کچھ پہلے ہوئی اور منگل کے دن چاشت کے وقت سے پہلے آپ کو دفن کیا گیا جہاں تک یہ قول ہے کہ آپ کا جنازہ تین دن رکھا رہا۔ تو یہ قول غریب ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جنازہ پیر کے دن، منگل کی رات، منگل کے پورے دن دن اور بدھ کی رات کے کچھ حصے تک رکھا رہا (اس کے بعد منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا)

بیعت خلافت کے سبب تدفین میں تاخیر...... آپ ﷺ کی تدفین میں تاخیر کا سبب جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ یہ ہوا کہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے سلسلے میں مصروف تھے جب اس سے فارغ ہوئے تو فوراً تدفین کی فکر کی گئی ایک قول کے مطابق تاخیر کا سبب یہ تھا کہ لوگوں کا اس حقیقت پر دیر تک اتفاق نہیں ہو سکا کہ واقعی آں حضرت ﷺ رخصت ہو چکے ہیں۔

قبر مبارک سے نکلنے والے آخری آدمی مغیرہ...... آپ ﷺ کو لحد میں رکھنے کے بعد سب سے آخر میں آپ ﷺ کی قبر مبارک سے حضرت قثم ابن عباسؓ نکلے۔ ایک قول ہے کہ سب سے آخر میں نکلنے والے حضرت مغیرہ ابن شعبہ تھے کیونکہ انہوں نے اپنی انگشتری قبر مبارک میں گرا دی تھی۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا:

"اے ابو الحسن! میری انگشتری۔ میں نے اسے جان بوجھ کر گرایا ہے تاکہ میں آں حضرت ﷺ کو چھو سکوں اور لوگوں میں آخری بار آپ کو چھونے والا میں ہی ہوں!"

دوبارہ قبر میں اترنے کا بہانہ...... حضرت علیؓ نے فرمایا اتر جاؤ اور اٹھالو۔ ایک قول ہے کہ انہوں نے پھاوڑا گرایا تھا اور پھر ایک دم کہنے لگے پھاوڑا پھاوڑا پھر وہ قبر میں اترے اور اٹھا لائے۔ کہا جاتا ہے جب حضرت مغیرہؓ نے حضرت علیؓ سے یہ بات کہی تو خود حضرت علیؓ اتر کر وہ انگوٹھی یا پھاوڑا اٹھا لائے یا کسی کو حکم دیا اور وہ قبر میں اتر کر اٹھا لایا پھر حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا تم نے ایسا اس لئے کیا کہ یہ دعویٰ کر سکو کہ آں حضرت ﷺ کے قریب جانے والے آخری آدمی تم تھے ادھر اس روایت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مغیرہؓ آں حضرت کے

دفن میں موجود ہی نہیں تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ عراق کے لوگوں کی ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس آئی اور انہوں نے کہا:

"اے ابوالحسن! ہم آپ کے پاس ایک بات دریافت کرنے کے لئے آئے اور اور چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اس کے متعلق بتلائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"میرا خیال ہے مغیرہ ابن شعبہ نے تم سے یہ کہا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے پاس سے آنے والے آخری آدمی وہ ہیں۔"

انہوں نے کہا بے شک ہم اسی بارے میں معلوم کرنے کے لئے آپکے پاس آئے ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"آں حضرت ﷺ کے پاس سے آنے والے آخری آدمی قثم ابن عباس ہیں"

مزار مبارک روئے زمین کی افضل ترین جگہ...... اس بات پر علامہ کی بیان کردہ اس روایت کے مطابق اجماع ہے کہ یہ جگہ جہاں آں حضرت ﷺ کا جسم مبارک مدفون ہے روئے زمین کے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف کی جگہ سے بھی افضل ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آسمان کے تمام مقامات سے بھی افضل ہے یہاں تک کہ عرش سے بھی زیادہ (مگر یہ قول قابل بحث ہے)

وفات نبوی ﷺ سے دنیا تاریک...... حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے کہ ہم نے آں حضرت ﷺ کے دفن سے فارغ ہو کر ابھی ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ ہمارے دلوں کی حالت بدل گئی بعض صحابہ کہتے ہیں کہ ہر طرف اندھیرا چھا گیا یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

آں حضرت امت کے پیشرو اور نقیب...... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اپنی امت کا فرط اور پیشرو ہوں۔ میری جیسی تکلیف کوئی نہیں اٹھائے گا۔ مسلم میں آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی کو پہلے اٹھا لیتا ہے اور اسے ان کا پیش رو اور نقیب بنا لیتا ہے۔ پس ان کا کیا کہنا جنہوں نے اتنی بڑی مصیبت اٹھائی کہ اس کے مقابلے میں دوسری سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ جو ایسی مصیبت اور تکلیف تھی کہ اس نے آنکھوں کو آنسو بہانا سکھایا۔ جو ایک ایسی افتاد تھی کہ راتکے اندھیروں کی طرح اچانک آئی اور جو ایک ایسا حادثہ تھا جس نے ہر طاقت اور تدبیر کو ناکام کر دیا۔

وفات نبی ﷺ پر جانوروں کا صدمہ...... رسول اللہ ﷺ کی وفات پر آپ ﷺ کا وہ گدھا بھی جس پر آپ ﷺ سواری فرمایا کرتے تھے اس قدر غمزدہ اور بے چین ہوا کہ اس نے خود کو ایک گڑھے میں گرا دیا اور وہیں مر گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اسی طرح آپ کی وفاتکے بعد آپ کی اونٹنی نے کھانا پینا بند کر دیا اور یہاں تک کہ بھوکی پیاسی مر گئی حافظ دمیاطیؒ نے کسی کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

أَلَا يَا ضَرِيحاً ضَمَّ نَفْسَ زَكِيَّةٍ
عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ

ترجمہ: اے وہ قبر مبارک جو اپنی آغوش میں ایک پاکیزہ ترین انسان کو لئے ہوئے ہے تجھ پر خداوند

قدوس کا سلام ہو نزدیک و دور سے۔

علیك سلام اللّٰہ ماهبت الصّبا
وماناح قمری علی البان والرّند

ترجمہ: اے قبر مبارک جب تک ہوائیں چلتی رہیں تجھ پر خدا کا سلام ہو اور جب تک قمریاں شاخواں اور درختوں پر نغمہ سنج رہیں

وما سجعت ورق وغنت حما مۃ
وما اشتاق ذو وجد الی ساکنی نجد

ترجمہ: تجھ پر سلام ہو تا وقتیکہ فاختائیں بولیں اور کبوتر نغمہ زن رہیں اور جب تک کہ عاشق نجد کے مرغزاروں کے لئے بے قرار رہیں۔

وما لی سوی حبی لکم آل احمد
امرّغ من شوقی علی بابکم خدی

ترجمہ: اے محمد ﷺ کے خاندان والو! میرے دل میں تمہاری محبت و عظمت کے سوا اور کچھ نہیں میں جوش وارفتگی میں تمہارے در پر اپنے رخسار رگڑ رہا ہوں۔

آں حضرت ﷺ کا سن ولادت، دن، مہینہ اور جگہ

سن ولادت...... واضح رہے کہ اکثر علماء و محدثین کے نزدیک آں حضرت ﷺ واقعۂ فیل کے سال میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال ابرہہ بادشاہ نے کعبہ مبارکہ پر چڑھائی کی تھی) بعض علماء کہتے ہیں اسی بات پر تمام حضرات کا اجماع اور اتفاق ہے۔ لہذا ہر وہ قول جو اس کے خلاف ہے صرف وہم ہے۔ ایک قول ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد آں حضرت ﷺ اس عالم میں جلوہ افروز ہوئے۔ ایک قول پچپن دن کا ہے ایک قول ایک مہینے کا ہے اور ایک قول چالیس دن بعد کے متعلق ہے۔ اسی طرح ایک قول کے مطابق دو مہینے دس دن بعد۔ ایک قول کے مطابق بیس سال بعد اور ایک قول کے مطابق پندرہ سال بعد پیدا ہوئے۔

تاریخ ولادت...... آپ کی تاریخ ولادت دس ربیع الاول پیر کے دن ہوئی ایک قول کے مطابق ولادت دو ربیع الاول کو۔ اور ایک قول کے مطابق آٹھ ربیع الاول کو ہوئی اسی آخری قول کو علامہ حمیدیؒ نے اپنے شیخ ابن حزم کے اتباع میں اختیار کیا ہے علامہ قضاعی نے عیون المعارف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اسی قول پر مؤرخین کا اجماع ہے ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاول کو ولادت ہوئی۔ یہی مشہور قول ہے۔ ایک قول سترہ ربیع الاول اور ایک قول بائیس ربیع الاول کا ہے۔

وقت ولادت...... آپکی ولادت مبارکہ دن میں صبح کو طلوع فجر کے وقت ہوئی۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ رات کے وقت میں پیدا ہوئے تھے۔ مکے والوں کا عمل اسی قول پر ہے جیسا کہ وہ اس وقت ہی آپ کی جائے پیدائش کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔

ماہ ولادت...... جہاں تک آپ کے ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہونے کا قول ہے تو جمہور علماء یہی کہتے ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے بیان کیا ہے کہ علماء کا اتفاق اسی بات پر ہے۔ اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ صفر کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ نیز ایک قول ربیع الآخر کا ہے ایک قول رجب کے مہینے کا اور ایک قول رمضان کے مہینے کا بھی

ہے۔

جائے پیدائش...... آپ ﷺ کی جائے پیدائش کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ ﷺ مکے میں پیدا ہوئے۔ اسی قول کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ محمد ابن یوسف کے مکان میں پیدا ہوئے تھے جو حجاج ابن یوسف کا بھائی تھا (مطلب یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں وہ مکان جس میں آپ پیدا ہوئے وراثت یا خرید کے لحاظ سے محمد ابن یوسف کا کہلاتا تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ اس شعب یعنی گھاٹی میں پیدا ہوئے جو شعب بنی ہاشم کہلاتی تھی۔ اب (یعنی علامہ حلبیؒ کے زمانے میں) یہی جگہ زیارت گاہ ہے ایک قول ہے کہ آپ ﷺ ردم کے مقام پر پیدا ہوئے۔ نیز ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش عسفان میں ہوئی تھی۔

ولادت سے وفات تک اجمالی جائزہ...... آپ ﷺ کی ولادت کے تیسرے سال آپ کا شق صدر ہوا یعنی فرشتے نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کی جب کہ آپ ﷺ اپنی دایہ حلیمہ کے یہاں تھے ایک قول ہے کہ ولادت کے چوتھے سال میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا اسی سال میں یعنی جس سال آپکا شق صدر ہوا حضرت ابو بکرؓ کی ولادت منیٰ کے مقام پر ہوئی۔ آپ ﷺ کے ولادت کے چھٹے سال آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی وفات ہوئی اور انہیں ابواء کے مقام پر سپرد خاک کیا گیا ایک قول ہے کہ انہیں حجون میں شعب ابوذئب میں دفنایا گیا جو مکے والوں کا قبرستان تھا ایک قول ہے کہ قبرستان معلات کے قریب ایک ویران گھر میں دفنایا گیا اسی سال حضرت عثمانؓ پیدا ہوئے۔

عبد المطلب کی پرورش میں...... آں حضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ کے ساتویں سال آپ ﷺ مستقل طور پر اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت اور پرورش میں آگئے۔ اسی سال میں آپ ﷺ کی آنکھیں دکھنے آئیں اور شدید آشوب چشم ہوا۔ اسی سال عبد المطلب نے ایک خواب کی بنیاد پر دعاء استسقاء کی۔ اس وقت آں حضرت ﷺ ان کے ساتھ تھے۔ اسی سال عبد المطلب سیف ابن ذی یزن حمیری کو بادشاہ بننے پر مبارک باد دینے کے لئے گئے۔

ابو طالب کی کفالت میں...... ولادت کے آٹھویں سال آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کی وفات ہوئی اسی سال حاتم طائی کی وفات ہوئی جسکی سخاوت و فیاضی ضرب المثل بن گئی ہے اس سال فارس کا بادشاہ کسریٰ نوشیرواں فوت ہوا۔

آپ کی ولادت کے نویں سال ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کے چچا ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر بصریٰ گئے جو ملک شام میں ہے۔ اس شہر کو ہوازن کہتے تھے پھر ولادت کے دسویں سال پہلی جنگ فجار ہوئی۔

شق صدر وغیرہ...... پھر ولادت کے دسویں سال اور ایک قول کے مطابق گیارہویں سال پھر آپ ﷺ کے شق صدر یعنی سینہ چاک کئے جانے کا واقعہ پیش آیا۔

ولادت کے بارہویں سال دوسری جنگ فجار ہوئی اور اکثر علماء کے قول کے مطابق آپ کے چچا ابو طالب اسی سال آپ کو ملک شام میں بصریٰ لے کر گئے تھے۔ آپ کی ولادت کے تیرھویں سال حضرت عمر فاروق پیدا ہوئے آپکی ولادت کے تیرہویں سال تیسری جنگ فجار ہوئی ایک قول کے مطابق تیسری جنگ فجار کے وقت آپ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

ملک شام کے سفر...... ولادت کے سترہویں سال آپ ﷺ کے دو چچا زبیر ابن عبد المطلب اور عباس ابن عبد المطلب تجارت کے سلسلے میں یمن گئے اور آں حضرت ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پھر عمر کے

پچیسویں سال میں آپ ﷺ میسرہ کے ساتھ ملک شام کے سفر میں تشریف لے گئے۔ میسرہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے اسی سال آپ ﷺ کی شادی ہوئی تھی۔ ولادت کے تیسویں سال حضرت علیؓ کی کعبہ میں پیدائش ہوئی۔

آپ ﷺ کی عمر کے چونتیسویں سال امیر معاویہ ابن سفیانؓ پیدا ہوئے۔ معاذ ابن جبلؓ بھی اسی سال پیدا ہوئے ولادت کے پینتیسویں سال قریش نے کعبے کی قدیم عمارت کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کی۔ پھر عمر کے سینتیسویں سال آپ ﷺ نے ایک نور اور تابندگی دیکھی۔ اسی دوران آپ ﷺ مختلف آوازیں سنا کرتے تھے۔

آغاز وحی...... پھر نبوت کے پہلے سال میں آپ ﷺ پر بیداری کی حالت میں وحی نازل ہوئی جبکہ اس سے پہلے چھ مہینے تک آپ ﷺ پر خواب میں وحی اترتی رہی۔ پھر ایک قول کے مطابق نبوت کے تیسرے سال ورقہ ابن نوفل کا انتقال ہوا۔ نبوت کے چوتھے سال آپ ﷺ نے دعوت اسلام کا عمومی اعلان اور اظہار فرمایا۔ نبوت کے پانچویں سال حضرت عائشہؓ کی ولادت ہوئی۔ ایک قول کے مطابق اُمّ المومنین نبوت کے چوتھے سال میں پیدا ہوئی تھیں۔

پہلی ہجرت...... نبوت کے پانچویں سال میں ہی مسلمانوں نے سرزمین حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی اسی سال حضرت سُمیہ اُمّ عمار ابن یاسر فوت ہوئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہید ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ مسلمان ہوئے ان کے تین دن بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا۔ نبوت کے ساتویں سال قریش نے یہ معاہدہ اور حلف کیا کہ وہ سب بنی ہاشم اور بنی مطلب سے مکمل ترک تعلق اور دشمنی کا برتاؤ کریں گے ایک قول ہے کہ یہ واقعہ نبوت کے چھٹے سال میں ہوا۔ نیز ایک قول کے مطابق پانچویں سال اور ایک قول کے مطابق آٹھویں سال میں پیش آیا۔ یہ معاہدہ ابطح کے مقام پر بنی کنانہ کی گھاٹی میں ہوا اسکو محصب کہا جاتا تھا جو مکہ کے بالائی حصے میں واقع تھا اور قبرستان کے قریب تھا۔

معجزۂ شقّ القمر...... نبوت کے نویں سال آں حضرت ﷺ کے ذریعہ شقّ القمر کا معجزہ پیش آیا۔ ۱۰ نبوی میں ابو طالب اور پھر حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے اس سال کو رنج و غم کا سال فرمایا اور اس سال کا نام عام الحزن رکھا اسی سال میں آپکے پاس نصیبین کے جنّات حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اسی سال حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے آپ کی شادی ہوئی اور آپ ﷺ نے مکے میں عروسی فرمائی۔ اسی سال آپ نے حضرت عائشہؓ سے رشتہ دیا، مگر ان کے ساتھ عروسی مدینہ منورہ میں ہی ہوئی۔

اسلام انصار...... ۱۱ نبوی میں انصاریوں کے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ ۱۲ نبوی میں آپ ﷺ کو اسراء معراج ہوئی۔ اسی سال عقبہ میں بیعت اول ہوئی (جو مدینہ کے انصاریوں نے کی تھی) پھر ۱۳ نبوی میں عقبہ کے مقام پر بیعت دوم ہوئی۔ اسی کو بیعت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے بعض حضرات نے اس کو بیعت سوم قرار دیا ہے۔ انصاریوں کے اسلام کو بیعت عقبہ کہا گیا ہے جبکہ یہ بیعت نہیں قبول اسلام تھا۔

اسی سال حضرت ابو بکرؓ نے حبشہ کو ہجرت کر جانے کا ارادہ فرمایا جب وہ برک غماد نامی جگہ پہ پہنچے تو وہاں سے ان کو وہاں کے سردار ربیعہ ابن دغنہ نے واپس کر دیا۔

ہجرت نبوی ﷺ ۱۴ نبوی ہجرت کا پہلا سال ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس سال صفر یا ربیع الاول کے مہینے میں مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اسی سال مسجد نبوی قائم ہوئی اور اسی سال آپ ﷺ نے اپنے مکانات یعنی

اپنی ازواج مطہرات کے ہجرے بنائے۔ اسی سال مسجد قبا بنائی گئی اور اسی سال مہاجرین اور انصاریوں کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا گیا ایک قول کے مطابق اسی سال نے آں حضرت ﷺ کی خدمت کی ابتداء کی چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت ﷺ مدینے پہنچے تو انصاری مرد اور عورتیں آں حضرت ﷺ کو مختلف ہدیہ بھیجنے لگے۔ حضرت انسؓ کی والدہ کے پاس آپکو ہدیہ کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ جس پر انہوں نے بے حد افسوس اور ملال کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے شوہر حضرت ابو طلحہؓ حضرت انسؓ کو لے کر آں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ انس ایک سمجھدار لڑکا ہے اور یہ آپکی خدمت کرے گا دونوں روایتیں اس طرح درست ہو جاتی ہیں کہ پہلے حضرت انسؓ کو ان کی والدہ لے کر حاضر ہوئیں۔ پھر دوسری مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ لیکر آئے کیونکہ اصل میں وہی ان کے ولی اور سرپرست تھے۔

کتاب خمیس میں ہے کہ غزوۂ خیبر کے وقت بھی حضرت ابو طلحہؓ حضرت انسؓ کو آں حضرت ﷺ کے پاس خدمت کے لئے لے کر آئے تھے مگر یہ موقعہ دوسرا تھا کتاب عیون الاثر کے مطابق اس قول میں اشکال ہے۔

رکعات نماز کی تکمیل...... ایک قول کے مطابق 2ھ میں مقیم کی نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا البتہ فجر اور مغرب کی نمازیں جوں کی توں باقی رہیں۔ اس لئے کہ مغرب کی نماز ان کا وتر یعنی طاق نماز ہے سفر کی نماز ابتدائی فریضہ کے مطابق دو رکعت کی برقرار رہی۔

اسی سال مشرکین مکہ میں سے ولید ابن مغیرہ کی موت ہوئی جب اسکا وقت آخر ہوا تو وہ چیخنے اور واویلا کرنے لگا۔ ابو جہل نے کہا چچا تم کیوں اتنا رو پیٹ رہے ہو۔

ولید ابن مغیرہ نے کہا: "خدا کی قسم! میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں ابن ابو کبشہ (مراد ہیں آں حضرت ﷺ) کا دین مکے میں بھی نہ پھیل جائے"

اس پر ابو سفیان نے کہا

"بالکل مت ڈرو۔ اسکی ذمہ داری میری کہ یہاں وہ دین نہیں پھیلے گا"

ابتداء غزوات...... اسی سال عاص ابن وائل کی موت ہوئی۔ نیز اسی سال حضرت اسعد ابن زُرارہ کی وفات ہوئی۔ اسی سال غزوات اور اسلام جنگوں کی ابتداء ہوئی۔ چنانچہ غزوۂ ابواء اور غزوۂ ودان اسی سال پیش آئے جیسا کہ عیون الاثر کی روایت ہے اسی سال آں حضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ عروسی فرمائی اسی سال اذان کی ابتداء ہوئی۔ اسی سال آں حضرت ﷺ نے قباء سے مدینے کو جاتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھی یہ پہلا جمعہ ہے اور پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اسی سال حضرت عبداللہ سلام مسلمان ہوئے اسی سال آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو ایک دستہ دے کر بھیجا کہ گزرنے والا قریش کا تجارتی قافلہ روکیں۔ اسی سال آپ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے عبیدہ ابن حرث کو بطن رابغ کی طرف بھیجا اور حضرت سعد ابن ابی وقاص کو خرار کی طرف روانہ فرمایا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کو روکیں۔ ۱۵ نبوی اور ۲ ہجری میں آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ کے ساتھ شادی فرمائی اور حضرت علیؓ کو ابو تراب کا لقب دیا۔

تحویل قبلہ...... اسی سال غزوۂ بواط اور غزوۂ عشیرہ پیش آیا۔ سریہ عبداللہ ابن جش بھی بطن نخلہ کی طرف اسی سال روانہ فرمایا گیا۔ اسی سال تحویل قبلہ ہوا اور اسی سال مسجد قباء کی تجدید ہوئی، رمضان کے روزے فرض

ہوئے اور غزوہ بدر پیش آیا اسی سال آں حضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر پیش آیا سریہ سالم ابن عمر روانہ کیا گیا۔ غزوہ بنی قینقاع اور غزوہ سویق پیش آئے۔ عثمان ابن مظعون کی وفات ہوئی اسی سال بقر عید کی قربانی اور اس کی نماز شروع ہوئی۔

غزوۂ احد...... ۱۶ نبوی اور ۳ھ میں کعب ابن اشرف کے قتل کے لئے سریہ محمد ابن مسلمہ روانہ کیا گیا۔ اسی سال حضرت عثمان غنیؓ کی شادی حضرت اُمّ کلثومؓ سے ہوئی۔ غزوۂ غطفان اور غزوہ بحران پیش آئے۔ سریہ زید ابن حارثہ قردہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اسی سال آں حضرت ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح فرمایا۔ نیز حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے شادی کی۔ حضرت حسنؓ پیدا ہوئے۔ غزوۂ احد اور غزوۂ حمراء الاسد پیش آئے۔ حضرت فاطمہؓ کو حضرت حسینؓ کی امید ہوئی۔

۱۷ نبوی اور ۴ھ میں قطن کی طرف حضرت ابو سلمہؓ کو ایک سریہ کے ساتھ بھیجا گیا اور ان کی وفات ہوئی اسی سال سفیان بن خالد کے قتل کے لئے حضرت عبداللہ ابن انیس کی سرکردگی میں ایک اور سریہ عرنہ کی طرف روانہ کی گیا۔ حفاظ قرآن کا سریہ قراء بیئر معونہ کی طرف بھیجا گیا اور قصہ رجیع پیش آیا عمرو ابن امیہ ضمر کی سرکردگی میں ایک سریہ ابو سفیان کے قتل کے لئے مکہ روانہ ہوا۔ اسی سال غزوۂ بنی نضیر پیش آیا حضرت زینب بنت خزیمہ کی وفات ہوئی غزوۂ ذات الرّقاع پیش آیا۔ اسی سال آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے نکاح فرمایا اور بعض حضرات کے نزدیک اسی سال شراب حرام کی گئی۔

پردے کی فرضیت...... ۱۸ نبوی اور ۵ ہجری میں غزوۂ دومتہ الجندل پیش آیا اور غزوۂ مریسیع ہوا آیت تیمم نازل ہوئی آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح فرمایا نیز اسی سال واقعہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان تراشی کا واقعہ پیش آیا غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ پیش آئے۔ حضرت جابرؓ کی اولاد کا واقعہ ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح فرمایا پردے کی آیت نازل ہوئی اور حج فرض کیا گیا۔

۱۹ نبوی اور ۶ ہجری میں قرطأ کی طرف حضرت محمد ابن مسلمہؓ کی سرکردگی میں سریہ روانہ کیا گیا ثمامہ کا واقعہ پیش آیا غزوۂ بنی لحیان اور غزوۂ غابہ پیش آئے غمر کی طرف سریہ عکاشہ بھیجا گیا۔ ذی القصہ کی طرف حضرت محمد ابن مسلمہ کی سرکردگی میں ایک سریہ روانہ کیا گیا۔ محمد ابن مسلمہ کے دستے کو جہاں شہید کیا گیا اس جگہ حضرت ابو عبیدہ کی سرکردگی میں سریہ روانہ کیا گیا۔ جموم کے علاقہ میں بنی سلیم کی طرف سریہ زید ابن حارثہ بھیجا گیا۔ اسی سال حضرت زید ابن حارث کی ہی سرکردگی میں ایک سریہ عیص کی طرف روانہ کیا گیا پھر حضرت زید کو ہی ایک اور سریہ میں طرف کی جانب بھیجا گیا پھر زید ابن حارثہ کو ایک سریہ کی سرکردگی میں وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا گیا۔ زید ابن حارثہ کی ہی سرکردگی میں ایک سریہ اُمّ قرفہ کی طرف بھیجا گیا۔ ابو رافع کے قتل کے لئے ایک سریہ عبداللہ ابن عتیک کی سرکردگی میں روانہ کی گیا۔ اسیر ابن رزام یہودی کے خلاف ایک سریہ عبداللہ ابن رواحہؓ کی کمان میں خیبر کی طرف بھیجا گیا۔ سریہ زید ابن حارثہ حسمی کی طرف روانہ کیا گیا۔

غزوۂ حدیبیہ...... اسی سال غزوۂ حدیبیہ پیش آیا۔ ظہار کا حکم نازل ہوا اور شراب حرام قرار دی گئی۔ ظہار کا مطلب ہے اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ میں سے کسی کے ساتھ جیسے ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے تشبیہ دینا۔ اسی سال آپ ﷺ نے حضرت اُمّ حبیبہؓ سے شادی کی۔

۲۰ نبوی اور ۷ ھ میں مہر کی انگشتری بنوائی گئی۔ شاہان عالم کے نام آپ ﷺ نے اپنے نامہ ہائے مبارک

اور قاصد روانہ فرمائے۔ آں حضرت ﷺ پر سحر کرانے کا واقعہ پیش آیا۔ غزوۂ خیبر پیش آیا وادی قری کا علاقہ فتح ہوا حضرت اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ عروسی ہوئی۔ بنی ہوازن کی ایک جماعت کے مقابلے کے لئے حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں سریہ روانہ کیا گیا۔ عمرہ قضاء کیا گیا۔ حضرت میمونہؓ کے ساتھ نکاح ہوا۔ ابن ابی عوجا کی سرکردگی میں ایک سریہ بنی سلیم کی طرف روانہ کیا گیا۔

اسلام خالد ابن ولیدؓ...... ۲۱ نبوی یعنی ۸ ہجری میں خالد ابن ولیدؓ، حضرت عمرو ابن عاصؓ اور حضرت عثمان ابن طلحہؓ نے اسلام قبول کیا۔ غالب ابن عبداللہ کی سرکردگی میں ایک سریہ بنی ملوح کی طرف بھیجا گیا۔ پھر ان ہی کو فدک کی طرف بھیجا گیا جہاں حضرت بشیر ابن سعدؓ کے سریہ کے لوگ شہید کئے گئے تھے۔ اسی سال مسجد میں منبر بنایا گیا۔ حضرت شجاع ابن وہب کی سرکردگی میں ایک سریہ بنی عامر کی طرف روانہ کیا گیا سریہ ابو قتادہؓ بطن اضم کی طرف بھیجا گیا۔ عبداللہ ابن ابی حدود کی سربراہی میں ایک سریہ غابہ کی طرف بھیجا گیا۔ اسی سال فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا۔ خالدؓ ابن ولید کی کمان میں ایک سریہ نخلہ کے مقام پر عزیٰ بت کی طرف بھیجا گیا۔ عمرو ابن عاصؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ سواع نامی بت کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا جو بنی ہذیل کا بت تھا۔ سعد ابن زید اشہلیؓ کی سربراہی میں ایک سریہ مناۃ نامی بت کو ڈھانے کے لئے بھیجا گیا جو اس کا بت تھا۔ بنی جذیمہ کی طرف سریہ خالد ابن ولیدؓ روانہ کیا گیا۔

پھر اسی سال غزوۂ حنین پیش آیا اوطاس کی طرف ابو عامرؓ کی کمان میں ایک سریہ بھیجا گیا۔ حضرت طفیلؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ ذوالکفین کی طرف روانہ کیا گیا۔ پھر اسی سال غزوۂ طائف پیش آیا آں حضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

وفود عرب...... آں حضرت ﷺ کے پاس عربوں کے وفود آنے شروع ہوئے اور سب سے پہلے بنی ہوازن کا وفد آیا۔ اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی۔

۲۲ نبوی یعنی ۹ ہجری میں عیینہ ابن حصن فزاریؓ کو بنی تمیم کی طرف بھیجا گیا اور ولید ابن عقبہ ابن معیطؓ کو بنی مصطلق کے پاس روانہ کیا گیا۔ قطبہ ابن عامرؓ کی سربراہی میں ایک سریہ خثعم کی طرف بھیجا گیا۔ ضحاک کلابی کو ایک سریہ میں بنی کلاب کی طرف روانہ کیا گیا۔ اہل حبشہ کی طرف علقمہ ابن مجززؓ کی کمان میں سریہ بھیجا گیا۔ علی ابن ابو طالبؓ کو فلس کی طرف بھیجا گیا۔ اور عکاشہ ابن محصنؓ کو جباب کی طرف بھیجا گیا۔ اسی سال کعب ابن زہیرؓ نے اسلام قبول کیا۔

غزوۂ تبوک...... اسی سال آں حضرت ﷺ کے اپنی ازواج مطہرات سے یکسوئی اختیار کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ پھر غزوۂ تبوک پیش آیا۔ خالد ابن ولیدؓ کی کمان میں ایک سریہ تبوک سے اکیدر کی طرف روانہ کیا گیا۔ تبوک سے آپ کا نامہ مبارک ہرقل قیصر روم کے نام بھیجا گیا۔ اسی سال مسجد ضرار کو منہدم کیا گیا۔ اسی سال کعب ابن مالکؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا واقعہ پیش آیا۔ اسی سال لعان کا واقعہ ہوا۔ اسی سال بنی ثقیف کے اسلام اور غامدیہ کو زنا کی سزا میں سنگسار کیا گیا کے واقعات پیش آئے نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات ہوئی نیز حضرت اُمّ کلثومؓ کی وفات ہوئی۔ پھر عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی موت ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حج کیا۔

۲۳ نبوی یعنی ۱۰ ہجری میں عدیؓ ابن حاتم آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ ابن جبلؓ کو یمن بھیجا گیا۔ خالد ابن ولیدؓ کو نجران میں بنی حرث ابن کعب کی

طرف بھیجا گیا۔ حضرت علی ابن ابو طالبؓ کو یمن بھیجا گیا۔ جریر ابن عبد اللہ بجلیؓ کو ذوالخلصہ کے تباہ کے کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ پھر ان ہی جریر ابن عبد اللہ بجلیؓ کو ذی الکلاع کی طرف بھیجا گیا۔ ابو عبیدہ ابن جراح کو نجران کے پاس بھیجا گیا۔ اسی سال بدیل اور تمیم داری کا واقعہ ہوا آں حضرت ﷺ کے صاحبزادے اور ابراہیمؓ کی وفات ہوئی۔ آں حضرت ﷺ حج کے لئے روانہ ہوئے۔

جھوٹے مدعیان نبوت...... ۲۴ نبوی یعنی ۱۱ ہجری میں وفد نخع حاضر ہوا اسامہ ابن زیدؓ کی کمان میں ایک سریہ ابنی کی طرف بھیجا گیا۔ اسی سال اسود عنسی اور مُسَیلمہ کذاب کا واقعہ پیش آیا۔ نیز سجاح اور طلیحہ کے واقعات ہوئے (یہ چاروں نبوت کے جھوٹے دعویدار تھے جن میں سجاح عورت تھی اور باقی مرد تھے)

وفات النبی ﷺ...... پھر آں حضرت ﷺ کے مرض وفات کی ابتدا ہوئی۔ مرض وفات کی مدت کے دوران جو واقعات پیش آئے اور وقت مرض، وفات، غسل، تکفین اور پھر آپ ﷺ کے دفن کے وقت جو واقعات ہوئے وہ سب بھی اسی سال میں ہوئے ہیں۔۔۔واللہ اعلم

"اے اللہ! ہمیں شکر کرنے، تیرا ذکر کرنے اور صحیح طریقہ پر عبادت کرنے کی ترفیق عطا فرما۔ اے اللہ! تو اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی بھرپور نعمتوں سے نواز دے اور ہمیں اپنے صالح اور نیک بندوں میں شامل فرما۔ اے اللہ ہمارے عیوب اور جسموں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات میں محفوظ فرما۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور ہمارے نفس کی برائیوں سے ہمیں بچالے۔ اے اللہ ہمیں دل کا سکون و اطمینان میسر فرما اور تو اپنی ملاقات پر ایمان کامل عطا فرما۔ اور اپنی قضاء اور فیصلوں پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اپنے عطیات اور نعمتوں پر قناعت کی توفیق ارزانی فرمادے۔ اے اللہ ہم تیری خوشنودی حاصل کرنے میں قاصر اور کوتاہ ہیں پس تو اس بارے میں ہمیں اپنے پاس سے قوت و طاقت عطا فرما دے۔

اختتام کتاب اور دعاء...... اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس خیر کی توفیق عطا فرمائی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہمیں ہدایت و راستی نہ ملتی۔ اے اللہ صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو تیرے بندے، تیرے نبی، تیرے رسول اور نبی اُمی ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی تمام اولاد، ازواج اور ذریات پر اسی طرح جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر درود و سلام بھیجا اور اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ پر برکتیں نازل فرما اور آپ کی تمام اولاد پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ابراہیم پر تمام جہانوں کی برکتیں نازل فرمائیں، تیری ہی ذات تمام تعریفوں کی سزاوار اور تمام عظمت و اعزاز کی حقدار ہے۔ ہمیں خاتمہ بالخیر نصیب فرما۔ اور ہماری حالت درست فرمادے۔ اور ایسی ہی خیر ہمارے بھائیوں، ہمارے دوستوں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ ظاہر فرما۔ میں ایسے قول سے اللہ کی مغفرت و پناہ مانگتا ہوں جسکے ساتھ عمل نہ ہو اور ہر خطا اور لغزش سے اللہ کا عفو و درگذر مانگتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایسے علم کا طلب گار ہوں جو نفع پہنچانے والا ہو۔ ایسا رزق مانگتا ہوں جو وسیع اور کشادہ ہو ایسا دل مانگتا ہوں جو وسیع اور کشادہ ہو۔ ایسا دل مانگتا ہوں جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ ایسا عمل چاہتا ہوں جو مقبول ہو اور تمام بیماریوں سے شفا چاہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو ہمارے حق میں حجت اور دلیل بنادے۔ ہمارے خلاف حجت اور دلیل نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہی جود و کرم فرمانے والا اور کریم ہے وہ رؤف و رحیم ہے وہی لطیف و خبیر ہے اور تمام تعریفیں اسی خدائے بزرگ و برتر کے

لئے ہیں جو تنہا اور ایک ہے۔

اے اللہ! درود و سلام ہو اس ذات پر جن کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے وہ تیرے بندے اور تیرے رسول ﷺ اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات کامل ہے اور تیر جانب سے نازل ہوئی رحمت ہے۔ اے اللہ! میدان محشر میں ہمیں ان کے زمرہ اور گروہ میں شامل فرمایئے اور ہمیں آپ ﷺ کی سنت و حدیث کے خادموں میں داخل فرمائے آمین۔ سوائے اللہ رب العزت کی ذات عظیم کے کسی کو کوئی قوت و طاقت حاصل نہیں ہے۔

درخواست دُعائے از مترجم

الحمدللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ و مبارکہ پر علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ کی اس طویل و مفصل کتاب موسومہ "انسان العیون فی سیرت الامین المامون" کا اردو ترجمہ مکمل ہوگیا۔ یہ حق تعالٰے کی عطا کردہ توفیق ہے جس پر اس کی بارگاہ میں ہر لمحہ سر نیاز خم ہے دعا ہے کہ حق تعالٰے اس ترجمے کو مقبول اور نفع بخش بنائے۔

قارئین سے بطور خاص اور مخلصانہ درخواست ہے کہ مؤلف کتاب علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس مترجم ناکارہ کے حق میں بھی ایمان دراستی اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ واشکرا ولاً و آخراً

مترجم و مرتب
ناکارہ محمد اسلم قاسمی
دیوبند۔ مورخہ ۲۰ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ
مطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز چہار شنبہ بوقت شب

کمپوزنگ: لومینر گرافکس

دس عربی قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر طبع کیے جانے والے نسخہ کا مکمل اردو ترجمہ مع تخریج پہلی بار

اردو ترجمہ

دلائل النبوۃ

اور صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی معرفت

کامل ۳ جلد

تصنیف: امام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل الجاروی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ